تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد سوم

خلافت حضرت عمرؓ سے لے کر خلیفہ چہارم حضرت علیؓ تک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی

تاریخ طبری
تاریخ الامم والملوک

جلد سوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

خلافتِ راشدہ حصہ اوّل (۱۱ھ تا ۴۰ھ)

ترجمہ: سید محمد ابراہیم (ایم اے) ندوی
حبیب الرحمٰن صدیقی فاضل دیوبند

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

نام کتاب: ______ تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک
مصنف: ______ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: ______ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
طبع: ______ جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۴ء
ایڈیشن: ______ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

دورِ فاروقی وعثمانی رضی اللہ عنہما

از

چوھدری محمّد اقبال سلیم گاھندری

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم نے آج ہمیں تاریخ طبری کے حصہ سوم کو پیش کرنے کی خدمت بخشی۔ تاریخ طبری کا یہ وہ حصہ ہے جسے دار الترجمہ جامع عثمانیہ نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر اردو زبان میں منتقل نہیں کیا تھا۔

یہ کتاب علمی حلقوں میں نامکمل ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ہوسکی اب یہ کتاب مکمل صورت میں اہل ذوق حضرات کی خدمت میں پیش ہے۔

۱۴ھ سے لے کر ۳۵ھ تک کی تاریخ طبری کا ترجمہ ہمارے محترم دوست حافظ سید رشید احمد صاحب ارشد ایم۔اے' لیکچرار شعبہ عربی' کراچی یونیورسٹی نے نہایت سلیس زبان میں اور بامحاورہ کیا ہے۔ صاحب موصوف عربی سے اردو ترجمہ کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

یہ حصہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے عظیم الشان کارناموں پر مشتمل ہے' یہ دور اسلام کا زریں دور کہلاتا ہے جس کی تقلید بعد کے خلفاء اور سلاطین وملوک کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تدبر' انتظام سلطنت کے ہر گوشہ سے باخبری اور بے نظیر ایثار وقربانی کا جذبہ ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ بن سکتا ہے اور بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو حکومت وقیادت کے فرائض انجام دیتے ہیں ان کے لیے اس دور حکومت کے حالات کا مطالعہ مستقبل کی تعمیر میں رہنمائی کا موجب ہوگا۔

ہماری مملکتِ خداداد کا قیام بھی اسی بنیاد پر ہوا تھا کہ یہاں خلفائے راشدین کے طرز پر حکومت قائم کی جائے گی چنانچہ آج بھی عوام اور حکام میں اس قسم کا بے پناہ جذبہ موجود ہے کہ عوام خالص اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اس لیے بھی ہمیں خلافتِ راشدہ کی تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا' بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے تاریخ طبری کے اس حصے کے مطالعہ سے قارئین کرام یہ اندازہ لگائیں گے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس زمانے میں جب کہ آمد ورفت' سفر اور خبر رسانی کی بے حد دشواری تھی۔ عرب کے ریگ زار میں بیٹھے ہوئے کس

طرح اپنی وسیع سلطنت کے حالات سے باخبر رہتے تھے اور اپنے دار السلطنت مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام عمال و حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے اور عوام کی تمام مشکلات کا کس قدر جلد فیصلہ کرتے تھے۔ آپ ان تاریخی حالات کو پڑھ کر یہ بھی محسوس کریں گے کہ مسلمانوں کے اس ابتدائی دور میں عوام کو کس قدر آزادی رائے حاصل تھی اور جمہوری روایات اور اس کی قدروں کا کس قدر احترام کیا جاتا تھا کہ خلفاء اور دوسرے حکام عوامی مشوروں کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جب رائے عامہ کسی حاکم کے خلاف ہو جاتی تھی تو اسے معزول کر دیا جاتا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بے مثال اعلیٰ کردار' انتظامی قابلیت اور سیاسی تدبر' مردم شناسی ایثار و قربانی اور ان کی سادگی ہمارے لیے آج بھی قابل تقلید ہے۔

اس تاریخی کتاب کے مصنف علامہ ابن جریر الطبری نے تمام حالات واقعات ان مستند راویوں کے ذریعے سے بیان کیے ہیں جو ان واقعات کے عینی شاہد تھے مصنف نے ان واقعات کی تدوین میں صرف ایک سلسلہ روایت کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ متعدد و مستند راویوں کی روایات نقل کر کے اپنے بیانات کو تقویت پہنچائی ہے۔

علامہ طبری واقعات کو جزئیات کی حد تک اتنے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ہر واقعہ تصویر کی شکل میں نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

خلافتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات' خلافتِ راشدہ حصہ سوم کی شکل میں پیش کیے جا رہے ہیں' امید ہے کہ جلد خلافتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش خدمت کی جائے گی۔

و ما توفیقی الا باللّٰہ

فہرست موضوعات

باب ا

سلطنتِ کسریٰ کا خاتمہ

محمد، طلحہ، عمرو، سعید اور مہلب روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد نے مدائن میں قیام کیا تو اس کے بعد انہوں نے اہل عجم کے تعاقب میں (فوجی دستے) روانہ کیے یہ لوگ تعاقب کرتے ہوئے نہروان تک پہنچ گئے پھر وہ سب واپس آ گئے۔ مشرکین حلوان کی طرف چلے گئے تھے حضرت سعدؓ نے خمس نکالنے کے بعد مالِ غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اس وقت کوئی مسلمان سواری کے بغیر نہیں تھا اس لیے ہر سوار کو بارہ ہزار کی رقم ملی۔ مدائن میں (مسلمانوں کو) بہت سے سواری کے جانور ملے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن کے گھر والوں کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا اور وہ ان گھروں میں رہنے لگے تھے۔ عمرو بن عمرو المزنی مالِ غنیمت کو جمع کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کے ذمہ دار تھے اس کی تقسیم سلمان بن ربیعہ نے کی۔ مدائن کی فتح کا واقعہ ماہ صفر ۱۶ھ میں ہوا۔

ایوان کسریٰ میں نماز:

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں آئے تو وہ مکمل فریضہ نماز ادا کرنے لگے تھے اور روزے رکھتے تھے انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ایوان کسریٰ میں نماز پڑھنے کے لیے آئیں' اسے عیدگاہ بھی بنا دیا گیا اور وہاں ایک منبر بھی نصب کر دیا گیا تھا وہ خود بھی نماز وہیں پڑھتے تھے حالانکہ اس میں تصاویر تھیں بلکہ جمعہ کی نماز بھی وہیں پڑھتے تھے۔

جب عید الفطر کا دن آیا تو لوگوں نے کہا کہ باہر نکل کر نماز پڑھی جائے کیونکہ باہر نکل کر پڑھنا مسنون ہے مگر حضرت سعدؓ نے فرمایا ''یہیں نماز پڑھو کیونکہ بستی کے اندر نماز پڑھنا یا باہر پڑھنا یکساں ہے''۔ چنانچہ یہیں (ایوان کسریٰ) میں نماز پڑھی گئی۔

مدائن میں قیام:

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں مقیم ہوئے اور وہاں کے گھروں کو لوگوں میں تقسیم کیا تو انہوں نے اہل و عیال کو بلوا لیا اور انہیں گھروں میں ٹھہرایا۔ وہ مدائن میں اس وقت تک رہے جب تک کہ مسلمان جلولاء، تکریت اور موصل کی جنگوں سے فارغ نہیں ہوئے پھر وہ کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

بہارِ کسریٰ:

محمد' طلحہ' زیاد' عمرو' مہلب' سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے خمس (مرکزی حکومت کو بھیجنے کے لیے پانچواں حصہ) میں ہر قسم کے مال غنیمت کو شامل کر لیا تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسریٰ کے لباس' تلوار اور زیورات وغیرہ کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور اہل عرب بھی انہیں دیکھ کر مسرور ہوں۔ مالِ غنیمت کی تقسیم اور خمس نکالنے کے بعد ایک بہت بڑی قالین باقی رہ گئی تھی۔ اس کی تقسیم صحیح طریقے پر نہیں ہو سکی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کیا تم اپنی خوشی اور رضامندی کے ساتھ

اپنے ۴/۵ حصے سے دست بردار ہو سکتے ہوتا کہ ہم اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں اور وہ جیسا چاہیں اس کے بارے میں فیصلہ کریں کیونکہ ہمارے اندر اس کی تقسیم صحیح نہیں ہو رہی ہے اور یہ ہمارے لیے تھوڑا حصہ ہے مگر اہل مدینہ کے لیے اس کی اہمیت زیادہ ہے۔

مصنوعی بہار:

مسلمانوں نے اس کو بھیجنے کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ یہ قالین ساٹھ مربع گز کا ایک مسلسل فرش تھا۔ اور ایک جریب کے برابر تھا۔ اس میں سڑکوں' نہروں کے نقش ونگار تھے۔ اور ان کے درمیان میں خانقاہیں تھیں اس کے اطراف میں سرسبز کھیت تھے۔ جس میں موسم بہار کی سبزیاں اور پودے (تصاویر میں) لہلہا رہے تھے۔ جو ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اور پھول کلیاں سونے چاندی کی تھیں اور اسی طرح کی اور بہت سی تصاویر ونقوش تھے۔

قالین کی تقسیم:

جب یہ (مالِ غنیمت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے بہت سے لوگوں کو اس خمس کے عطیات دیئے اور مناسب طریقے سے اس کی تقسیم کی گئی پھر آپ نے فرمایا: ''تم مجھے اس قالین کے فرش کے بارے میں مشورہ دو''۔

لوگوں کی یہ رائے ہوئی اور انہوں نے متفقہ طور پر کہا۔ ''یہ آپ کا ہے آپ جیسا چاہیں کریں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اصل بات تو وہی ہے جو انہوں نے کہی مگر آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ نے آج اس کو قبول کرلیا تو آئندہ زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جو ان چیزوں کا بھی اپنے آپ کو مستحق ٹھہرائیں گے جو ان کی نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ''تم نے سچ بات کہی ہے اور مجھے اچھی نصیحت کی ہے'' لہٰذا اسے آپ نے کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

بہار کسریٰ کا حال:

عبدالملک بن عمیر کی روایت ہے کہ جنگ مدائن میں مسلمانوں کو (مذکورہ بالا قالین کا فرش) بہار کسریٰ حاصل ہوا۔ اس قدر بھاری تھا کہ وہ اسے نہیں لے جا سکے' اہل عجم نے اسے موسم سرما کے اس وقت کے لیے تیار کیا تھا جب پھول پودوں کا خاتمہ ہوتا ہے اس وقت جب وہ شراب نوشی کرتے تھے تو اس پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے تا کہ یہ فرش (ان کے لیے موسم بہار کے) باغات کا کام دے سکے یہ ساٹھ گز مربع تھا اس کی زمین سونے کی بنی ہوئی تھی اور اس کے نقش ونگار نگینوں کے تھے اور اس کے میوہ جات جواہرات کے تھے اور اس کے پتے ریشم کے تھے جس میں سونے کے پانی کی آمیزش تھی۔ اہل عرب اسے قطف کہتے تھے۔

نا قابل تقسیم:

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کی تقسیم کی تو یہ فرش فالتو رہا اور اس کی تقسیم درست نہیں ہو سکی اس وقت حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔

''اللہ نے تمہیں خوشحال کر دیا ہے اس فرش کی تقسیم مشکل ہو گئی ہے اسے کوئی خرید نہیں سکتا ہے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بخوشی اسے امیر المومنین کی طرف بھیج دو۔ تا کہ وہ جیسا چاہیں اس کے بارے میں کارروائی کریں''۔ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔

مسلمانوں سے مشورہ:

جب یہ چیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں آئی تو انہوں نے ایک خواب دیکھا پھر انہوں نے مسلمانوں کو جمع کیا اور حمد وثنا

کے بعد مسلمانوں سے اس فرش کے بارے میں مشورہ طلب کیا اور اس کا حال بتایا لوگوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس پر قبضہ کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ اسے آپ کے سپرد کر دیا جائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں تو انہوں نے کھڑے ہو کر فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل:

''آپ کو اچھی طرح معلوم ہے اور آپ کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ دنیا میں آپ کے لیے وہی چیز کارآمد ہے جو آپ نے عطیہ کے طور پر دے کر آخرت کا سامان کیا تھا یا جو لباس پہنا اور اسے بوسیدہ کر دیا یا کسی چیز کو کھا کر فنا کر دیا ہو''۔

آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اس کے بعد آپ نے اسے کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کرا دیا' حضرت علیؓ کو اس کا جو ٹکڑا ملا تھا اسے انہوں نے بیس ہزار میں فروخت کر دیا تھا حالانکہ وہ بہترین ٹکڑوں میں سے نہیں تھا۔

سیف کی روایت ہے کہ مدائن کا خمس (پانچواں حصہ) بشیر بن انخصاصیہ لے کر گئے تھے اور حلیس بن فلاں اسدی فتح کی خبر لائے تھے۔ مال غنیمت پر قبضہ کرنے پر عمرو مامور تھے۔ اور تقسیم کرنے پر سلمان مقرر تھے۔

اہلِ قادسیہ کی فضیلت:

جب فرش (بہار کسریٰ) لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو مسلمانوں نے اہل قادسیہ کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عرب کے ممتاز اور مایہ ناز لوگ وہ ہیں جنہوں نے خطروں کا مقابلہ کیا وہ جنگ قادسیہ کے بہادر انسان ہیں''۔

کسریٰ کے سامان کی نمائش:

کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کے سامانِ آرائش اور اس کی ممتاز تقریبات کی پوشاکیں لائی گئیں۔ کسری ہر موقع اور ہر تقریب پر ایک مختلف لباس پہنا کرتا تھا۔ (اس لیے مختلف قسم کی پوشاکیں جمع کی گئی تھیں۔ ایسے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔میرے پاس محلم کو لاؤ اس وقت مدینہ منورہ کی سرزمین میں اس سے بڑھ کر کوئی قوی الجسم انسان نہ تھا' اسے کسریٰ کا تاج لکڑی کے دو ٹکڑوں کے درمیان میں بٹھا کر پہنایا گیا۔ نیز تمام شاہی ہاروں' شاہی لباس' اور سامانِ آرائش سے اسے آراستہ کیا گیا پھر اسے لوگوں کے سامنے بٹھایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے دنیا کا ایک عجیب دلکش نظارہ دیکھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اس کے بعد اس نے دوسری پوشاک زیب تن کی اس وقت ایک دوسری نوعیت کا منظر تھا۔ اس کے بعد اسے ہر قسم کے سباس میں پیش کیا گیا اور اسے بادشاہ کے ہتھیار بھی پہنائے گئے اور اس کی تلوار بھی اس کے گلے میں ڈالی گئی۔ مسلمانوں نے ان مختلف مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

وہ مرد مسلمان کس قدر احمق ہوگا جسے دنیا فریفتہ کر لے وہ فریب خوردہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تم نے دیکھا کسری نے جو کچھ دیکھا اس کے نمونہ میں مسلمانوں کے لیے بھلائی نہیں ہے بلکہ برائی ہے کسریٰ دنیا کی نعمتوں میں مشغول رہا اور آخرت کو بھول گیا اس نے اپنے رشتہ داروں' داماد اور بہو وغیرہ کے لیے مال جمع کیا اور اپنے آگے کے لیے کچھ نہیں بھیج سکا وہ شخص کس قدر احمق ہے

جس نے لوگوں کے لیے مال جمع کیا ہو یا اپنے دشمن کو فائدہ پہنچایا ہو۔

نعمان اور اس کی تلوار:

نافع بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خمس کا مال آیا تو آپ نے کسریٰ کے ہتھیار' اس کی پوشاکیں اور سامان آرائش کو دیکھا اس کے ساتھ نعمان بن منذر کی تلوار بھی تھی۔ آپ نے جبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''وہ قوم جس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں بہت ہی دیانت دار قوم ہے تم نعمان کو کس طرف منسوب کرتے ہو' حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرب اسے بنو عجم بن قنص کی طرف منسوب کرتے ہیں لوگ جہالت کی وجہ سے عجم کے بجائے لخم کہنے لگے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اس کی تلوار لے لو' چنانچہ آپ نے اسے وہ تلوار انعام کے طور پر عطا فرمائی۔

عراق کا انتظام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے مفتوحہ علاقہ کے لیے نماز پڑھانے اور جنگ کرنے کا اختیار دے دیا اور عمرو بن مقرن کے دونوں فرزندوں نعمان اور سوید کو عراق کا خراج وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ سوید دریائے فرات سے سیراب شدہ اراضی کے نگران تھے اور نعمان بن عمرو بن مقرن دریائے دجلہ سے سیراب شدہ اراضی کے نگران تھے۔ انہوں نے پل بنائے۔ جب ان دونوں نے استعفا دیا تو ان کے کاموں پر حذیفہ بن سعید اور جابر بن عمرو مزنی کو مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد حذیفہ بن الیمان اور عثمان بن حنیف کو (ان کے عہدوں پر) مقرر کیا گیا۔

اسی سنہ یعنی ۱۶ھ میں جنگ جلولاء کا واقعہ رونما ہوا جیسا کہ محمد بن اسحاق اور سیف دونوں اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

جنگ جلولاء

قیس بن حازم بیان کرتے ہیں۔ ''جب ہم مدائن پہنچے تو ہم نے وہاں قیام کیا اور جو کچھ وہاں تھا اسے ہم نے تقسیم کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پانچواں حصہ بھیجا اس کے بعد ہم نے مدائن کو اپنا وطن بنالیا اس اثنا میں ہمیں یہ خبر ملی کہ مہران نے جلولاء میں اپنا لشکر جمع کر رکھا ہے اور وہاں خندق بھی کھودی ہے۔ نیز اہل موصل نے تکریت میں لشکر جمع کر لیا ہے۔

جنگی ہدایات:

عبداللہ بن ابی طیبہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں وہ مزید یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں تحریر کیا تو انہوں نے جواب میں یہ لکھا۔

''ہاشم بن عتبہ کو بارہ ہزار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ جلولاء بھیجو اس کے ہراول دستے پر قعقاع بن عمرو کو بھیجو اس کے میمنہ پر سعر بن مالک ہو اور میسرہ پر عمرو بن مالک بن عتبہ ہو اور اس کے پچھلے حصہ پر عمرو بن مرہ جہنی کو مقرر کیا جائے۔

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اللہ مہران کے لشکر اور رضیہ الانطاق دونوں کو شکست دے گا۔ تم قعقاع بن عمرو کو آگے بھیجو تا کہ وہ سواد عراق اور جبل کے درمیان مساوی فاصلے پر رہیں''۔

جنگ کی وجہ:

جنگ جلولاء کی اصل وجہ یہ ہے کہ اہل عجم مدائن سے بھاگ کر جلولاء پہنچے۔ یہاں سے اہل آذربائیجان' باب' اہل جبال اور فارس کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں لہٰذا انہوں نے متفق ہو کر یہ کہا:

''اگر تم یہاں سے جدا ہو گئے تو پھر کبھی اکٹھے نہیں ہو سکو گے کیونکہ یہ مقام ہمیں ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے اس لیے ہم سب کو مل کر عربوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیے اگر جنگ ہمارے حق میں رہی تو یہ ہماری انتہائی آرزو ہے اگر دوسری صورت ہوئی تو ہم اپنا فرض ادا کر سکیں گے اور دنیا کے سامنے اپنی معذرت پیش کر سکیں گے''۔

(یہ فیصلہ کر کے) انہوں نے خندق کھودی اور وہاں مہران رازی کے زیر قیادت اکٹھے ہو گئے بادشاہ یزدگرد حلوان کی طرف چلا گیا اور وہاں رہنے لگا مگر وہاں آدمی چھوڑ گیا اور ان کی امداد کرتا رہا۔ وہ خندقوں میں رہنے لگے اور اس کے چاروں طرف خاردار لکڑی کی باڑ لگادی گئی تھی۔ صرف اپنے راستے انہوں نے چھوڑ رکھے تھے۔

سابق مرتدوں کا معاملہ:

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنگوں میں سابق مرتد مسلمانوں سے مدد نہیں لیتے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں جنگ میں شریک کرنے لگے تھے تاہم وہ انہیں بہت چھوٹے دستے کے علاوہ اور کہیں افسر مقرر نہیں کرتے تھے' آپ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہوتے ہوئے کسی کو فوج کا سردار مقرر کیا جائے اگر صحابہ میں سے کوئی نہ ملتا تھا تو

نہایت ہی شریف تابعین میں سے کسی کو مقرر فرماتے تھے جو پہلے مرتد ہو گئے تھے ان میں سے کسی کو مقرر نہیں کرتے تھے۔

طویل محاصرہ:

حضرت ہاشم بن عتبہ مسلمانوں کو لے کر مدائن سے ماہ صفر ۱۶ھ میں بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں جلیل القدر مہاجرین والانصار اور عرب کے مشہور سردار شامل تھے اس میں وہ سردار بھی شامل تھے جو پہلے مرتد ہو چکے تھے۔ اور وہ بھی شریک تھے جو پہلے مرتد نہیں ہوئے تھے۔

وہ مدائن سے چل کر جلولاء پہنچے تو دشمن کا محاصرہ کر لیا اور خندقوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اہل فارس نے محاصرہ کو طول دیا وہ صرف ضرورت کے وقت باہر نکلتے تھے۔

اسّی حملے:

مسلمانوں نے جلولاء میں اسّی دفعہ حملے کیے اور ہر موقع پر اللہ مسلمانوں کو دشمن کے خلاف فتح و نصرت عطا فرماتا تھا۔ وہ مشرکین کی لکڑی کی خاردار باڑ پر بھی غالب آ گئے تھے اور انہوں نے لوہے کی باڑیں لگا لی تھیں۔

ترغیب جہاد:

بطان بن بشر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ہاشم جلولاء میں مہران کے مقابلہ کے لیے آئے تو انہوں نے ان کی خندق کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن مسلمانوں کا نہایت خوف و دہشت کے ساتھ مقابلہ کرتا تھا۔ حضرت ہاشم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ فرماتے تھے۔ ''یہ وہ منزل ہے جس کے بعد ایک اور منزل آئے گی'' حضرت سعدؓ انہیں سواروں کو بھیج کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔ آخر کار وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار ہوئے اور جنگ کے لیے نکلے حضرت ہاشم نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا ''تم اللہ کے لیے بہادری کے ساتھ جنگ کرو' تمہیں ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت بھی حاصل ہوگا' تم اللہ کے لیے کام کرو''۔

آندھی کی تباہی:

جب مقابلہ ہوا تو جنگ ہونے لگی آخر کار اللہ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جس سے فضا ان پر تاریک ہوگئی اور ان کے لیے پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہا ایسی صورت میں جب سوار خندق میں گرنے لگے تو انہوں نے اپنے قریب ایسا راستہ بنایا جہاں سے گھوڑے چڑھ کر جا سکیں اس طریقہ سے ان کی قلعہ بندی میں رخنہ پڑ گیا۔ مسلمانوں کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی تو وہ مسلمانوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگے ''ہم دوبارہ ان کی طرف جائیں گے اور یا تو ان کے اندر گھس جائیں گے یا مر جائیں گے''۔

دوبارہ حملہ:

جب مسلمان دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آئے تو اہل فارس نے مسلمانوں کے قریبی حصہ میں خندق کے ارد گرد لوہے کی باڑیں لگا دیں تاکہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر پیش قدمی نہ کر سکیں انہوں نے اپنی آمد و رفت کے لیے ایک راستہ چھوڑ رکھا تھا اس کے بعد وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلے اور بہت سخت جنگ کرنے لگے۔ وہ ایسی بہادری کے ساتھ لڑے کہ لیلۃ الہریر کے سوا اور کسی جنگ

میں اس طرح نہیں لڑے تھے۔مگر یہ جنگ زیادہ اہم ہوئی اور زیادہ مختصر تھی۔

خندق پر حملہ:

حضرت قعقاع اس راستے سے جہاں سے انہوں نے حملہ کیا تھا ان کی خندق کے دروازے کی طرف پہنچ گئے تھے وہ وہاں پھنس گئے تھے انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے۔

''اے مسلمانو! تمہارا امیر دشمن کی خندق میں داخل ہو گیا ہے اور وہاں پھنس گیا ہے تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ وہاں آنے سے تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے انہوں نے یہ اعلان کرانے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو چنانچہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا انہیں اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ (حضرت) ہاشم وہاں ہیں۔لہٰذا ان کے حملے کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوئی تا آنکہ وہ خندق کے دروازہ پر پہنچ گئے وہاں (حضرت) قعقاع بن عمرو تھے۔''

ایک لاکھ آدمیوں کا قتل:

مشرکین اب دائیں بائیں بھاگنے لگے تو وہ ان باڑوں میں پھنس کر ہلاک ہونے لگے جو انہوں نے مسلمانوں کے لیے تیار کر رکھے تھے ان کے گھوڑے زخمی ہونے لگے اور وہ پا پیادہ واپس جانے لگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا تو جو واپس آیا وہ نہیں بچ سکا۔اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کے ایک لاکھ آدمی قتل کر دیے اور پورا میدان جنگ نیز اس کے سامنے اور پیچھے کا حصہ لاشوں سے پٹا پڑا تھا''۔

قیمتی مجسمہ:

مخنفر بیان کرتے ہیں ''جب مسلمانوں نے دریائے دجلہ عبور کیا تو میں آگے کے لشکر میں تھا جب مسلمان مدائن میں داخل ہوئے تو مجھے ایک (نہایت قیمتی) مجسمہ ملا' جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔اگر اسے قبیلہ بکر بن وائل میں تقسیم کیا جاتا تو وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کر دیتا۔میں نے اسے (مال غنیمت میں) دے دیا۔

بارہ ہزار کا لشکر:

ہم مدائن میں تھوڑے دن رہے تھے کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ اہل عجم نے جلولاء کے مقام پر ہمارے برخلاف ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا۔نیز انہوں نے اپنے اہل وعیال کو پہاڑوں کی طرف بھیج دیا ہے اور مال اپنے پاس رکھ لیا ہے۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے' عمرو بن مالک زہری کو روانہ کیا' ان کے ساتھ جلولاء کی جنگ کے لیے مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار تھا اس کے ہراول دستے پر قعقاع بن عمرو تھے اس لشکر میں مسلمانوں کے ممتاز افراد اور شہسوار شامل تھے جب مسلمان بابل مہروز کے پاس سے گزرے تو اس کے زمیندار نے مصالحت کر لی پھر جب مسلمان آگے بڑھے تو جلولاء کے مقام پر آ گئے وہاں جا کر یہ معلوم ہوا اہل عجم نے خندقیں کھودی ہیں اور اپنی خندق میں قلعہ بند ہو گئے ہیں نیز یہ کہ ان کا سرکاری خزانہ ان کے ساتھ ہے۔

اہل عجم نے متحد ہو کر آگ (مقدس) کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ وہ نہیں بھاگیں گے۔مسلمان ان کے قریب خیمہ زن ہوئے۔حلوان سے مشرکین کے لیے روزانہ امداد پہنچ رہی تھی۔اور یہ امداد اہل جبال سے حاصل ہو رہی تھی۔

سخت معرکہ:

مسلمانوں نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی۔ انہوں نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) دو دو سو سواروں کے ذریعے تین دفعہ امداد بھیجی جب مشرکوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امداد پہنچ رہی ہے تو انہوں نے جلدی سے مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس دن مسلمانوں کے سواروں کے سردار طلیحہ تھے جو قبیلہ عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل عجم کے سواروں کا سردار خرزاد بن خرہرمزتھا' یہ لڑائی بہت سخت تھی انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایسی گھمسان کی جنگ کہ کسی مقام پر نہیں لڑی تھی یہاں تک ان کے تیر ختم ہو گئے اور نیزے ٹوٹ گئے اور انہیں تلوار اور کلہاڑے استعمال کرنے پڑے یہ حالت دن کے شروع ہونے سے لے کر ظہر تک برقرار رہی۔

اشاروں سے نماز:

جب ظہر کا وقت آیا تو مسلمانوں نے اشاروں سے نماز پڑھی اور دو نمازوں کے درمیان ایک دستہ پیچھے ہٹ گیا اور دوسرا دستہ اس کے مقام پر آ گیا حضرت قعقاع بن عمرو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر دریافت کرنے لگے'' کیا تم اس حالت سے خائف ہو؟ وہ بولے'' ہاں''۔ انہوں نے فرمایا ہم ان پر حملہ کر رہے ہیں اور ان کے مقابلے سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک اللہ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرے تم سب مل کر یک دم حملہ کرو اور ان سے گھتم گھتا ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی جھوٹا ثابت نہ ہو جائے۔

حضرت قعقاع کا کارنامہ:

یہ کہہ کر انہوں نے حملہ کیا تو دشمنوں کی صفوں میں رخنہ پیدا ہو گیا اور انہیں خندق کے دروازے کی طرف جانے سے کسی نے نہیں روکا اتنے میں رات نے اپنا پردہ ڈال دیا اور وہ دائیں بائیں ہو گئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے طلحہ' قیس بن مکتوم عمرو بن معد یکرب اور حجر بن معد یکرب آئے وہ اس وقت پہنچے جب مسلمان رات ہونے کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اس وقت حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے آدمی نے اعلان کیا'' تم کہاں جا رہے ہو''؟ تمہارا امیر خندق میں ہے''۔ مشرکوں نے بھاگنا شروع کیا اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا اس وقت میں خندق میں داخل ہوا' میں ایک خیمہ میں پہنچا وہاں عمدہ سامان اور کپڑے تھے اس میں کسی انسان پر فرش ڈال دیا گیا تھا جب میں نے اسے کھولا تو وہاں سے ہرنی کی طرح ایک عورت نکلی جو آفتاب جیسا حسن و جمال رکھتی تھی میں نے اس پر اور اس کے کپڑوں پر قبضہ کر لیا۔ کپڑے میں نے (مال غنیمت میں) دے دیے۔ مجھے اس لونڈی کی طلب تھی تا آنکہ وہ مجھے مل گئی اور میں نے اسے ام ولد (اپنی لونڈی بنا لیا۔ بعد میں ان کے بچے کی ماں بنی)۔

بیش قیمت مجسمے:

ابو حماد برمیمی روایت کرتا ہے کہ خارجہ بن الصلت کو اس دن سونے یا چاندی کی بنی ہوئی اونٹنی ملی جس کے گلے میں موتیوں اور یاقوت کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ اس پر ایک مرد سوار تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ اور اس طرح اس کے گلے میں قیمتی ہار تھا وہ اس اونٹنی اور مرد دونوں کو لائے اور ان دونوں کو (خزانہ میں) داخل کر دیا۔

بادشاہ کا فرار:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو (اہل عجم کے) تعاقب کا حکم دیا وہ ان کی

تلاش میں خانقین تک پہنچ گئے جب ریاست کے حاکم یزدگرد کو شکست کی خبر موصول ہوئی تو وہ حلوان سے نکل کر پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا۔

حلوان میں قیام:

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ حلوان میں آئے ان کے ساتھ مختلف قبائل کا لشکر تھا وہ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ تاکہ سوادِ عراق اور پہاڑ کے درمیان مساوی طور پر فاصلے پر رہیں۔ وہ وہیں مقیم رہے تا آنکہ مسلمان مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل ہوئے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن سے کوفہ آئے تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے سرحد کا حاکم قباذ کو مقرر کیا گیا جس کا خاندان خراسان کا تھا۔

تعاقب کی ممانعت:

مسلمانوں نے جلولاء کی فتح کا حال حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ حضرت قعقاع حلوان میں خیمہ زن ہیں انہوں نے حضرت سے اہل عجم کا تعاقب کرنے کی اجازت مانگی مگر انہوں نے یہ بات منظور نہیں کی اور فرمایا ''میں یہ چاہتا ہوں کہ سوادِ عراق او (ایران کے) پہاڑ کے درمیان دیوار حائل ہوتی تاکہ نہ ایرانی ہماری طرف آتے اور نہ ہم ان کے علاقوں میں جاتے ہمارے لیے سوادِ عراق کا دیہاتی علاقہ کافی ہے میں مال غنیمت حاصل کرنے پر مسلمانوں کی سلامتی کو ترجیح دیتا ہوں۔

مہران کی گرفتاری:

جب حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو دشمن کے تعاقب کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خانقین میں مہران (ایرانی سردار) کو پکڑ لیا انہوں نے فیرزان کو بھی پکڑنا چاہا مگر وہ پہاڑوں میں گھس کر محفوظ ہو گیا اور اپنا گھوڑا چھوڑ گیا۔

جنگی قیدی:

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو (اس تعاقب میں) گرفتار شدہ لونڈیاں بھی ملیں۔ ان کو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ چنانچہ جب مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو اس ضمن میں وہ لونڈیاں بھی تقسیم ہو گئیں، ان سے اولاد ہوئی، یہ قیدی جلولاء کے قیدی کہلائے جاتے ہیں انہی میں سے حضرت شعبی کی والدہ بھی تھیں جو قبیلہ عبس کے ایک شخص کے ہاتھ لگی تھیں اس کے مرنے کے بعد عامر شعبی ان کے بطن سے پیدا ہوئے اور قبیلہ عبس میں انہوں نے نشو ونما پائی۔

مال غنیمت کی تقسیم:

محمد، طلحہ اور مہلب روایت کرتے ہیں کہ جب جلولاء کا مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو ہر سوار کو نو ہزار کی رقم ملی اور نو مویشی بھی ہر ایک کو ملے۔ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ خمس کا مال لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے۔

حضرت شعبی روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو اہل عجم کا مال غنیمت اور مویشی دلوائے وہ بہت کم مال لے کر بھاگے اس مال کی تقسیم کے نگران حضرت سلمان بن ربیعہ تھے۔ انہی کے سپرد مال کا جمع اور قبضہ کرنا تھا اور وہی اس کی تقسیم کے ذمہ دار بھی تھے۔ انہیں عرب سلمان الخیل بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ ان کی تقسیم کرتے تھے جنگ جلولاء میں بھی ہر سوار کو اسی قدر حصہ ملا جس قدر مدائن میں تھا۔

ایک دوسرے سلسلہ روایت کے مطابق حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ جنگ جلولاء میں جو مال لوگوں میں تقسیم کیا گیا تھا وہ تین کروڑ تھا اس کا خمس ساٹھ لاکھ تھا۔

بہادری کے انعامات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جنگ جلولاء کے خمس سے خاص انعام کے طور پر اس شخص کو عطیہ دیا تھا جس نے اس جگہ میں سب سے زیادہ بڑھ کر بہادری کے کارنامے انجام دیے تھے۔ اور ایک انعام اس کو دیا تھا جس نے مدائن میں سب سے بڑھ کر بہادری کا کارنامہ انجام دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خمس میں سے سونے چاندی' برتن' اور کپڑے قضاعی ابن عمرو ادوئی کے ہاتھ بھجوائے تھے اور جنگی قیدیوں کو ابو مفزر الاسود کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔

زیاد کی گفتگو:

زہرہ اور محمد بن عمرو دونوں روایت کرتے ہیں کہ خمس (سرکاری حصہ) قضاعی اور ابو مفزر کے ہاتھ بھیجا گیا تھا اور اس کا حساب زیاد بن ابی سفیان کے ہاتھ بھیجا گیا تھا کیونکہ وہی (حساب) لکھتے اور اسے (رجسٹر میں) درج تھے۔

جب یہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو زیاد نے مال غنیمت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور اس کا تمام حال بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا تم مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر اسی طرح بیان کر سکتے ہو جس طرح تم نے میرے سامنے بیان کیا ہے زیاد نے جواب دیا:۔

''خدا کی قسم! روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرے دل میں کسی کی ہیبت نہیں ہے تو ایسی حالت میں دوسروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کر سکوں گا۔؟''

فصیح تقریر:

چنانچہ زیاد نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تمام حالات بیان کیے اور مسلمانوں نے جو کارنامے انجام دیے ان کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ مسلمان اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ (دشمن کے) ملک میں آگے بڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے (اس کی تقریر سن کر) یہ فرمایا۔ ''یہ بہت بڑا فصیح مقرر ہے''۔ اس پر اس نے کہا: (شعر)

''ہماری فوج نے اپنے کارناموں کے ذریعے ہماری زبان کو کھولا ہے''۔

جلد تقسیم:

زہرہ اور محمد بن ابی سلمہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خمس (پانچواں حصہ) لایا گیا تو آپ نے فرمایا ''اس (مال غنیمت) کو کوئی چھت پوشیدہ نہیں رکھ سکے گی۔ بلکہ میں بہت جلد اس کی تقسیم کر دوں گا'' حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن ارقم مسجد کے صحن میں اس مال کی رات بھر حفاظت کرتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں آئے مال غنیمت پر سے چادریں اٹھائی گئیں تو آپ نے یاقوت زبرجد اور جواہرات دیکھے۔ انہیں دیکھ کر آپ رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''اے امیر المومنین'' آپ کیوں روتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ تو شکر کا مقام ہے۔

کثرت مال کے نقصانات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم! مجھے اس بات پر رونا آیا ہے کہ اللہ جس قوم کو یہ (مال) عطا کرتا ہے تو ان میں باہمی بغض وحسد پیدا ہو جاتا ہے اور جب ان میں بغض وحسد پیدا ہو جاتا ہے تو ان میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قادسیہ کے خمس کے بارے میں دقت پیش آئی یہاں تک کہ آپ نے اس مالِ غنیمت کو اس کے باشندوں میں تقسیم کیا اسی طرح آپ نے جنگ جلولاء کا خمس بھی قادسیہ کے خمس کی طرح مسلمانوں کے مشورہ اور اتفاق رائے سے تقسیم کیا آپ نے بعض اہل مدینہ کو بھی عطیات دیے۔

کسانوں کا معاملہ:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن سے (آدمیوں کو) جمع کیا اور ان کے شمار کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک لاکھ تین ہزار سے زیادہ تھے اور گھر والے تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھے۔ تقسیم میں ہر مرد کے ساتھ اوسطاً اہل وعیال تین تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) لکھا جو کسان ہیں انہیں اپنی سابقہ حالت پر برقرار رکھو اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ان سے پہلے کے کسانوں کے ساتھ کیا گیا ہے بجز ان (کسانوں) کے جنہوں نے جنگ کی ہو یا وہ بھاگ کر تمہارے دشمن کے پاس چلے گئے ہوں پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا ہو (ان کے لیے یہ حکم نہیں ہے) جب تم کسی قوم کے لیے معاہدہ لکھو تو ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو فلاح (کسان) نہیں ہیں اس کا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

''جو لوگ فلاح (کسان) نہیں ہیں تو ان کا معاملہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے جب تک کہ تم نے (ان کی زمین کو) مال غنیمت میں تقسیم نہ کرا دیا ہو''۔

دیگر ہدایات:

تمہارے جنگ جو دشمنوں میں سے جس کسی نے زمین چھوڑ دی ہو اور وہ چلا گیا ہو تو وہ تمہاری ہے تاہم اگر تم نے انہیں (جزیہ دینے کی) دعوت دی ہو اور تم نے ان کا جزیہ قبول کر لیا ہو اور تقسیم سے پہلے ان کی زمین لوٹا دی ہو تو وہ تمہارے ذمی ہیں اگر تم نے ان کو دعوت نہ دی ہو تو وہ تمہارے لیے خدا کا دیا ہوا مال غنیمت ہے ان اراضی کے مال غنیمت کے حق دار اہل جلولاء ہیں جنہوں نے نہروان کے پیچھے کا مال غنیمت حاصل کیا اور لوگوں کو اس سے پہلے کے مال غنیمت میں شریک کیا۔

(ان ہدایات کی بنا پر) مسلمانوں نے کسانوں کو برقرار رکھا اور جو واپس آئے انہیں جزیہ کی دعوت دی اور کسانوں پر خراج مقرر کیا اور ان پر بھی (خراج مقرر کیا) جو لوٹ آئے تھے اور (مسلمانوں کی) ذمہ داری میں آ گئے تھے۔

کسریٰ کی اراضی:

کسریٰ کے خاندان کی اور ان کی اراضی جو ان کے ساتھ بھاگ گئے تھے مال غنیمت میں شامل ہو گئی چنانچہ (عجم) سے لے کر جبل عرب تک اراضی کی فروخت ممنوع ہو گئی اور جنہیں مال غنیمت نہیں حاصل ہوا ان کے درمیان ان اراضی کی فروخت نہیں ہو سکتی تھی البتہ فاتحین اور مال غنیمت کے حق داروں کے درمیان ان کی بیع وفروخت جائز تھی۔

ناقابلِ تقسیم:

مسلمانوں نے ان اراضی کو تقسیم نہیں کیا کیونکہ ان کی تقسیم ممکن نہیں تھی ان میں جنگل دلدل زمین' آتش کدے اور کسریٰ کی زمینیں ملی جلی تھیں اور ان لوگوں کی اراضی بھی تھی اور ان کی اراضی بھی تھی جو مقتول ہو گئے تھے یا جو ان کے رشتہ دار تھے چنانچہ جب کبھی حکام ان کی تقسیم کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو جمہور مسلمان تقسیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے ہٰذا ان کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا وہ کہتے تھے' اگر فتنہ فساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تقسیم کر دیتے۔

ماہان روایت کرتے ہیں کہ اہل سواد عراق میں سے کوئی بھی باہمی عہد نامے پر قائم نہیں رہا ہر ایک نے عہد شکنی کی بجز ان چند دیہاتیوں کے جن پر بزور شمشیر قبضہ کیا گیا تھا جب انہیں واپس آنے کی دعوت دی گئی تھی تو ان پر جزیہ عائد ہو گیا تھا اور وہ ذمی بن گئے تھے البتہ کسریٰ کے خاندان اور اس کے ساتھیوں کی اراضی جو حلوان اور عراق کے درمیان تھی وہ خالص سرکاری زمینیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواد عراق کے دیہاتی علاقے پر قابض ہو گئے تھے۔

سرکاری زمینیں:

ماہان کی دوسری روایت ہے کہ مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسریٰ کی سرکاری زمینوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تحریر کیا:

''وہ خالص سرکاری زمینیں' جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے چار حصے فوج میں تقسیم کر دو اور اس کا پانچواں حصہ میرے پاس رہے گا اور اگر وہ وہاں سکونت اختیار کرنا چاہیں تو جو وہاں قیام کرے گا اسی کی زمین ہوگی''۔

جب مسلمانوں کو اس بات کا اختیار دیا گیا تو ان کی یہ رائے ہوئی کہ وہ بلاد عجم میں منتشر ہو کر نہ رہ جائیں لہٰذا انہوں نے اسے انہی کے لیے برقرار رکھا وہ جس پر رضامند ہوتے تھے اس کو حاکم بناتے تھے پھر ہر سال (اس کی پیداوار) تقسیم کر لیتے تھے وہ اس کو حاکم بناتے تھے جس پر وہ خوشی اور رضامندی سے متفق ہوتے تھے وہ امراء ہی پر متفق ہوتے تھے ان کی یہ حالت مدائن میں رہی اور جب وہ کوفہ کی طرف منتقل ہوئے تو اس وقت بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔

ابوطیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا:

''تم اپنا مال غنیمت حاصل کر لو کیونکہ اگر تم نے اس پر قبضہ نہیں کیا اور دیر ہو گئی تو معاملہ خراب ہو جائے گا میں نے اپنے فرائض ادا کر دیے ہیں اے اللہ! تو اس بات پر گواہ ہے''۔

کسانوں کے فرائض:

کسانوں کا یہ کام تھا کہ وہ راستوں' پلوں' بازاروں اور کھیتوں کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کو راستہ بتائیں اور حسب حیثیت اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں' بڑے زمینداروں کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں اور تعمیر کا کام برقرار رکھیں۔ ان تمام لوگوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ راستہ بتلائیں اور مہاجرین کے مسافروں کی ضیافت کریں۔ فاتحین کی ضیافت خاص میراث ہو گئی تھی۔

جلولاء کی فتح ماہ ذوالقعدہ ۱۶ھ میں ہوئی مدائن کی فتح اور جلولاء کی فتح کے درمیان نو مہینے کا فرق ہے۔

ذمیوں کا صلح نامہ:

تمام راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کے لیے جو صلح نامہ لکھوایا تھا اس میں یہ (مضمون شامل) تھا:

''اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ غداری کر کے دشمن سے مل گئے تو ان کی ذمہ داری جاتی رہے گی اور اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کر لیا تو وہ سزا کے مستحق ہوں گے اور اگر انہوں نے کسی مسلمان سے جنگ کی تو انہیں قتل کیا جائے گا' تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ (عام حالات میں) ان کی حفاظت کریں گے تاہم وہ لشکروں کی زیادتی سے بری الذمہ ہے''۔

اہل رے کا صفایا:

ماہان کی روایت ہے کہ جنگ جلولاء میں اہل فارس میں سب سے زیادہ بدنصیب رے کے باشندے تھے وہ اس جنگ میں اہل فارس کے سب سے زیادہ حامی تھے۔ مگر جنگ جلولاء میں ان سب کا صفایا ہو گیا۔

سواد عراق کی اراضی:

جنگ جلولاء کے (مسلمان) سپاہی جب مدائن واپس آئے تو وہ اپنی جاگیروں میں مقیم ہو گئے اور تمام اہل سواد ان کے ذمی (زیر حفاظت رعایا) بن گئے بجز اس علاقے کے جو شاہان فارس اور ان کے ساتھیوں کی مخصوص ملکیت میں تھا (ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا)

جب اہل فارس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے: ''ہم بھی اس چیز پر رضا مند ہیں جس پر وہ رضا مند ہیں''۔

ابراہیم بن یزید اور حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حلوان اور قادسیہ کے درمیان کی اراضی کو خریدنا جائز نہیں ہے اور قادسیہ بھی مخصوص علاقہ ہے اور یہ سب علاقہ اللہ کا عطا کردہ مال غنیمت ہے۔

فروخت ممنوع:

مغیرہ بن شبل روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر نے سواد عراق کی دریائے فرات کے کنارے پر مخصوص زمین (صافیہ) خرید لی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں اس بات کی اطلاع دی تو انہوں نے اس خرید و فروخت کے معاملے کو مسترد کر دیا اور اس کو ناپسند فرمایا کیونکہ آپ نے ایسی اراضی کے خریدنے سے منع کر رکھا ہے جو تقسیم نہیں کی گئی ہو۔

اہل سواد کا معاملہ:

محمد بن قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے دریافت کیا' کیا سواد عراق بزور شمشیر مفتوح ہوا ہے وہ کہنے لگے' ہاں اس کی تمام اراضی ایسی ہے البتہ چند قطعوں کے باشندوں نے مصالحت کی ہے اور بعض مغلوب ہوئے ہیں پھر میں نے دریافت کیا' کیا اہل سواد نے بھاگنے سے پیشتر ذمی بننے کا معاہدہ کیا تھا' انہوں نے فرمایا نہیں البتہ جب انہیں اس بات کی دعوت دی گئی اور وہ خراج ادا کرنے پر رضا مند ہو گئے اور ان سے خراج وصول کیا گیا تو وہ ذمی بن گئے۔

حبیب بن ابو ثابت بیان کرتے ہیں' اہل سواد نے پہلے معاہدہ نہیں کیا البتہ بنو صلوبا' اہل حیرہ' اہل کلواذی اور دریائے

فرات کے دیہاتوں نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے غداری کی۔ اس کے بعد جب وہ عہد شکنی کر چکے تھے انہیں ذمی بننے کی دعوت دی گئی تھی۔

دشمن کا تعاقب:

سیف' محمد' طلحہ' مہلب' عمرو اور سعید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا۔

''اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جلولاء میں فتح عطا کرے تو قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دشمن کے تعاقب میں بھیجو یہاں تک کہ وہ حلوان پہنچ جائیں وہ مسلمانوں کے پشت و پناہ رہیں گے اور اللہ تمہارے لیے تمہارے سوادعراق کو محفوظ رکھے گا''۔

جب اللہ نے اہل جلولاء کو شکست دی تو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ جلولاء میں مقیم ہوئے اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ دشمن کے تعاقب کے لیے مختلف قبائل کے لشکر کو لے کر خانقین تک پہنچ گئے وہاں انہوں نے کچھ قیدی گرفتار کیے اور جنگ کرنے والے سپاہیوں کو قتل کر دیا بلکہ مہران کو بھی مار ڈالا البتہ فیرزان بچ کر بھاگ گیا۔

خسروشنوم:

جب شاہ یزدگرد کو اہل جلولاء کی شکست کی خبر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مہران مارا گیا ہے تو وہ حلوان سے نکل کر رے کی طرف روانہ ہوا اور حلوان میں اپنے سواروں کو خسروشنوم کی قیادت میں چھوڑ گیا۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے جب وہ حلوان سے ایک فرسخ پہلے قصر شیرین میں پہنچے تو خسروشنوم ان کے مقابلے کے لیے نکلا' اور حلوان کا بڑا زمیندار زینبی بھی آیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان کا مقابلہ کیا جنگ میں زینبی مارا گیا' اس کے قتل کا عمیرہ بن طارق اور عبداللہ دونوں نے اپنا دعویٰ پیش کیا تو ان دونوں کے درمیان اس کا سازوسامان تقسیم کیا گیا۔

حلوان کی فتح:

خسروشنوم بھاگ گیا اور مسلمان حلوان پر غالب آ گئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے وہاں چند قبیلوں کو بسایا اور ان پر قباذ کو حاکم بنایا خود حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی سرحد پر رہے اور وہاں کے باشندوں کو جزیہ دینے کی دعوت دیتے رہے تاآنکہ وہ لوگ واپس آ گئے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدائن کی طرف منتقل ہوئے تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی وہاں چلے گئے اور سرحد پر قباذ کو جانشین بنایا جو دراصل خراسانی تھا۔

فتح تکریت

۱۶ھ میں بماہ جمادی الاوّل سیف کی روایت کے مطابق تکریت فتح ہوا' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ اہل موصل انطاق کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور وہ تکریت پہنچ گیا ہے اور وہاں اس نے خندق کھودی ہے تا کہ وہ اپنی سرزمین کی حفاظت کرے نیز اہل جلولاء مہران کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلولاء کے بارے میں خط لکھا جس کا حال ہم بیان کر چکے ہیں تکریت اور اہل موصل کے اجتماع کے بارے میں انہوں نے یہ لکھا:

''تم عبداللہ بن المعتم کو انطاق کے مقابلے کے لیے بھیجو اور ان کے ہراول دستے پر ربعی بن افکل عنزی کو مقرر کرو اور اس کے میمنہ پر حارث بن حسان ذہلی کو اور اس کے میسرہ پر فرات بن حیان عجلی کو اور اس کے پچھلے حصے پر ہانی بن قیس کو اور گھوڑسواروں پر عرطبہ بن ہرثمہ کو مقرر کرو''۔

تکریت کا محاصرہ:

حضرت عبداللہ بن المعتم پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدائن سے روانہ ہوئے اور تکریت کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ انطاق کے پاس (اس کے مقابلے کے لیے) پہنچ گئے اس کے ساتھ رومی فوج اور قبائل تغلب' زیاد' نمر اور شہارجہ کے افراد تھے انہوں نے خندق کھود رکھی تھی حضرت عبداللہ نے ان کا چالیس دنوں تک محاصرہ کیا اور چوبیس دفعہ حملہ کیا یہ لوگ اہل جلولاء سے کم شوکت والے اور زیادہ جلدباز تھے عبداللہ بن معتم عربوں کو (جو رومی لشکر میں تھے) اپنی طرف کرتے تھے۔ تا کہ وہ رومیوں کے خلاف ان کی مدد کریں لہٰذا وہ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔

رومیوں کا فرار:

جب رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب کبھی وہ باہر نکلتے ہیں تو وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہر مقابلہ پر شکست کھاتے ہیں تو انہوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں میں لے گئے۔

عرب قبائل کا قبول اسلام:

قبائل تغلب' زیداد اور نمر کے جاسوس عبداللہ بن معتم کو عام خبریں پہنچاتے تھے انہوں نے عربوں کے لیے صلح کا مطالبہ کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے ان کی بات مان لی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام دیا ''اگر تم سچے ہو تو گواہی دو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو احکام وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں ان کا اقرار کرو اور پھر ہمیں اپنی رائے سے مطلع کرو''۔

وہ یہ پیغام لے کر واپس گئے اور ان (قبائل) کو مسلمان بنا کر لائے پھر انہیں اپنے مقامات پر لوٹا دیا گیا اور ان سے کہا گیا۔

مسلمانوں کی امداد:

جب تم ہماری تکبیر سنو تو سمجھ لو کہ ہم اپنے قریب کے دروازوں تک پہنچ گئے ہیں تا کہ ہم وہاں سے داخل ہوں تم بھی ان دروازوں تک پہنچ جاؤ جو دریائے دجلہ کے قریب ہیں پھر نعرہ تکبیر بلند کرو اور جو ملے اسے مار ڈالو۔

اہم جنگی چال:

یہ سن کر وہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے موافقت کی عبداللہ اور مسلمان اپنے قریبی حصے کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا تغلب' زیاد اور نمر کے قبائل نے بھی نعرہ تکبیر کہا اور انہوں نے دروازوں پر قبضہ کر لیا دشمن نے یہ خیال کیا کہ مسلمان ان کے پیچھے سے آ گئے ہیں اور دریائے دجلہ کے قریب کے دروازوں میں سے داخل ہو گئے ہیں اس لیے وہ جلدی سے ان دروازوں کی طرف پہنچے جہاں مسلمان تھے لہٰذا مسلمانوں کی تلواریں ان کے سامنے تھیں اور عرب کے اس قبیلہ ربیعہ کی تلواریں جو اس رات تازہ مسلمان ہوئے تھے ان کے پیچھے تھیں اس طرح اہل خندق میں سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکا سوائے ان لوگوں کے جو تغلب' ایاد اور نمر کے قبائل میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔

ابن افکل کا لشکر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی تھی کہ اگر دشمن کو شکست ہو جائے تو وہ عبداللہ بن معتم کو حکم دیں کہ وہ ابن افکل عنزی کو حصین (دونوں قلعوں) کی طرف روانہ کریں چنانچہ انہوں نے ابن افکل کو جلد روانہ کر دیا اور فرمایا: ''تم خیر سے پہنچ جاؤ'' ان کے ساتھ انہوں نے تغلب' ایاد اور نمر کے قبائل کو بھی روانہ کیا ان قبائل کے سردار مندرجہ ذیل حضرات تھے: ۱۔ قبیلہ سعد بن جشم کے عتبہ بن الوعل ۲۔ ذوالقرط ۳۔ ابووداعۃ بن ابی کرب ۴۔ ابن ابی ذی السنینۃ قتیل الکلاب ۵۔ ابن حجیر ایادی ۶۔ بشر بن ابی حوط۔

قلعہ پر قبضہ:

یہ سب ایک دوسرے کے معاون بن کر نکلے تھے اور خبر مشہور ہونے سے پہلے دونوں قلعوں کی طرف پہنچ گئے تھے قریب پہنچ کر انہوں نے عتبہ بن الوعل کو روانہ کیا پھر ذوالقرط کو اس کے بعد ابن ذی السنینۃ ، پھر ابن الحجیر کو بھیجا گیا (وہاں پہنچ کر) انہوں نے فتح و غنیمت کی توقع کا اظہار کیا اور قلعوں کے دروازوں پر کھڑے ہو گئے اتنے میں حضرت ربعی ابن افکل کے ساتھ تیز گھوڑ سوار آئے اور قلعوں میں گھس آئے بعد ازاں اہل قلعہ صلح پر رضامند ہو گئے۔

مصالحت:

جو کوئی صلح پر رضامند ہوا وہ وہاں رہنے لگا اور جنہوں نے صلح کو قبول نہیں کیا وہ بھاگ گئے جب حضرت عبداللہ بن المعتم آئے تو انہوں نے بھاگ جانے والے باشندوں کو آنے کی دی اور جو وہاں مقیم تھے ان کے معاہدہ کی پابندی کی لہٰذا بھاگے ہوئے لوگ واپس آ گئے اور جو وہاں رہتے تھے وہ مطمئن ہو کر رہنے لگے کیونکہ وہ سب مسلمانوں کی ذمہ داری اور حفاظت میں آ گئے تھے۔

مال کی تقسیم:

مسلمانوں نے تکریت میں مال غنیمت کو اس طرح تقسیم کیا کہ ہر سوار کو تین ہزار ملے اور پیادہ سپاہی کو ایک ہزار ملے' پانچواں حصہ خرات بن حیان کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا اور فتح کی خبر حارث بن حسان کے ہاتھ بھجوائی گئی۔

موصل کی جنگ کے سردار ابی بن افکل تھے۔ خراج پر حضرت عرفجہ بن ہرثمہ مقرر تھے۔

فتح ماسبذان

۱۶ھ میں ماسبذان بھی فتح ہوا اس کے بارے میں سیف کی یہ روایت ہے کہ جب حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ ' جلولاء سے مدائن کی طرف واپس آئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ آذین بن ہرمزان نے ایک بڑی فوج جمع کر لی ہے اور انہیں لے کر میدانی علاقے میں آ گیا ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع لکھ کر بھیجی (اس کے جواب میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا'' ان کے مقابلے کے لیے ضرار بن الخطاب کی زیر قیادت ایک لشکر بھیج دو اور اس کے ہراول دستے پر ابن ہذیل اسدی کو رکھو اور اس کے دائیں بائیں بازو پر عبداللہ بن وہب راسبی حلیف بجیلہ اور مضارب العجلی کو مقرر کرو۔

آذین کا قتل:

حضرت ضرار بن الخطاب، جو قبیلہ محارب بن فہر سے تعلق رکھتے تھے فوج لے کر روانہ ہوئے ابن الہذیل آگے بڑھے تا آنکہ وہ ماسبذان کے میدانی علاقے میں گئے وہاں فریقین کا ہندف کے مقام پر مقابلہ ہوا اور جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے مشرکوں کا بہت جلد صفایا کر دیا حضرت ضرار نے آذین کو صحیح سالم گرفتار کر کے اس کو قید کر دیا جب اس کی فوج کو شکست ہوئی تو اس کی گردن اڑا دی۔

ماسبذان پر قبضہ:

پھر وہ تعاقب کرتے ہوئے سیروان تک پہنچ گئے اور ماسبذان پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا اس کے باشندے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے حضرت ضرار نے انہیں بلوایا تو وہ واپس آ کر وہاں رہنے لگے حضرت ضرار بھی وہیں رہنے لگے تھے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن سے منتقل ہوئے تو انہیں بلوالیا اور وہ کوفہ میں رہنے لگے تھے۔ ماسبذان پر انہوں نے اپنا جانشین ابن ہذیل اسدی کو مقرر کیا یہ شہر کوفہ کا ایک سرحدی مقام ہے اور اسی سال قرقیساء کا واقعہ ماہِ رجب میں ہوا۔

فتح قرقیساء

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ جلولاء سے مدائن واپس آئے تو اہل جزیرہ کی فوجیں اکٹھی ہوگئی تھیں انہوں نے ہرقل کو اہل حمص کے خلاف امداد دی اور ایک لشکر اہل ہیت کی طرف بھیجا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان واقعات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا ''تم ان کی طرف عمر بن مالک کی زیر قیادت ایک لشکر بھیجو۔ اس کے ہراول دستے پر حارث بن یزید عامری کو مقرر کرو اور اس کے دائیں بائیں بازوؤں پر ربعی بن عامر اور مالک بن حبیب کو مقرر کرو''۔

اچانک حملہ:

چنانچہ حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر ہیت کی طرف روانہ ہوئے۔ حارث بن یزید بھی ہیت پہنچ گئے تھے دشمن نے مسلمانوں کے خلاف خندق کھود لی تھی۔ جب حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ دشمن نے خندق کے ذریعہ اپنی حفاظت کر لی ہے اور اس میں پناہ حاصل کی ہے تو انہوں نے محاصرہ کو طویل سمجھتے ہوئے خیموں کو اپنی حالت پر چھوڑا اور محاصرہ کرنے کے لیے حارث بن یزید کو اپنا جانشین بنایا اور نصف فوج لے کر قرقیساء کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں اچانک پہنچ کر قرقیساء پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے باشندے جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے۔

اہل ہیت سے مصالحت:

انہوں نے حارث بن یزید کو تحریر کیا ''اگر دشمن (جزیہ ادا کرنے پر) رضامند ہوں تو انہیں چھوڑ دو ورنہ دروازوں کے قریب ان کی خندق کے مقابلے پر ایک خندق کھودلو (اور وہیں جمے رہو) تاآنکہ میں کوئی مزید فیصلہ کرسکوں۔

(اس کے جواب میں) وہ (جزیہ ادا کرنے پر) رضامند ہو گئے اس کے بعد ان کا لشکر حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گیا اور اہل عجم اپنے ملک کی طرف چلے گئے۔

متفرق واقعات:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ کو باضع کی طرف جلاوطن کر دیا اسی سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صفیہ بنت عبید سے نکاح کیا (جو مختار ثقفی کی ہمشیرہ تھیں) اسی سال حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا (قبطیہ) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد اور ام ابراہیم تھیں۔ فوت ہوئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کا مزار بقیع میں ہے اور (ماہ وفات) محرم ہے۔

سن ہجری کا اجراء:

اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن ہجری کی) تاریخ مقرر کی۔ حضرت ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اپنے عہد خلافت کے ڈھائی سال بعد (سن ہجری کی) تاریخ مقرر کی اور ۱۶ ھ لکھا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: ''کون سے دن سے ہم (تاریخ) لکھنے کا آغاز کریں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اس دن سے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اور شرک کی زمین کو چھوڑا تھا لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں'' تاریخ اس سن سے شروع ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اسی سال (حضرت) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

اس سال کا حج:

اس سال بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج ادا فرمایا اور مدینہ میں اپنا جانشین بقول واقدی (حضرت) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

عہد فاروقی کے حکام:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکام یہ تھے۔ مکہ معظمہ میں حضرت عتاب بن اسید طائف کے حاکم حضرت عثمان بن ابی العاص تھے یمن کے یعلیٰ بن امیہ تھے یمامہ اور بحرین کے حاکم حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ تھے عمان کے حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ تھے تمام شام کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے کوفہ کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ کوفہ کے قاضی ابوقرہ تھے بصرہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے موصل کی جنگ کے سردار حضرت ربعی بن الافکل تھے اس کے خراج کے نگران عرفجہ بن ہرثمہ تھے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ موصل کی جنگ وخراج دونوں کے نگران حضرت عتبہ بن فرقد تھے۔ ایک روایت کے مطابق ان سب کے نگران حضرت عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ تھے۔ جزیرہ کے حاکم حضرت عیاض بن غنم اشعری تھے۔

باب ۲

۱۷ھ کے واقعات

کوفہ کی تعمیر:

اس سال کوفہ کی تعمیر ہوئی اور سیف بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل کیا۔

جب جلولاء اور حلوان پر (مسلمانوں کا) قبضہ ہو گیا تو حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حلوان میں مقیم ہو گئے (اسی اثناء میں) تکریت اور دونوں قلعے (حصنین) بھی فتح ہوئے وہاں عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ اور ابن افکل اپنے ساتھیوں کے ساتھ دونوں قلعوں میں مقیم ہوئے اس کے بعد ان لوگوں کے وفود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ جب آپ نے ان وفود کو دیکھا تو فرمانے لگے۔

تمہاری وضع قطع (اور صحت) ویسی نہیں ہے جیسی شروع میں تھی میرے پاس دوسرے وفود آئے تھے ان کی حالت تو اسی طرح تھی جیسی شروع میں تھی مگر تم میں کیوں تبدیلی ہوگئی ہے وہ بولے ''اس علاقے کی آب و ہوا ناموافق ہے'' لہٰذا آپ نے ان کی ضروریات پر غور و فکر کر کے انہیں جلد بھیج دیا۔ ان وفود میں مندرجہ ذیل (معزز حضرات) شامل تھے۔

۱۔عبداللہ بن معتم ۲۔عتبہ بن الوعل ۳۔ذوالقرط ربی ابن ذی السنینیۃ ۴۔ابن الحجیر ۵۔بشر انہوں نے قبیلہ تغلب کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کرنا چاہا تو آپ نے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا۔

قبیلہ تغلب کا معاہدہ:

اس قبیلہ تغلب میں سے جو کوئی اسلام قبول کرے گا تو اسے مسلمانوں جیسے حقوق و فرائض حاصل ہوں گے اور جو اسلام سے انکار کرے تو اس پر جزیہ عائد ہوگا وہ لوگ کہنے لگے ''اس صورت میں یہ لوگ بھاگ جائیں گے اور الگ ہو کر اہلِ عجم ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ ''بہترین صدقہ کا حکم دیجیے'' آپ نے فرمایا ان پر جزیہ ہی مقرر ہوگا وہ بولے'' آپ ان پر جزیہ کو مسلمانوں کے صدقہ کے برابر مقرر کر دیں'' آپ اس پر رضامند ہو گئے بشرطیکہ وہ مسلمان والدین کے لڑکے کو (بجز) عیسائی نہ بنائیں۔ وہ بولے'' ہم اس بات پر رضامند ہیں''۔

(اس معاہدہ کے بعد) قبیلہ تغلب اور ان کے فرماں بردار قبیلہ ایاد و نمیر کے افراد حضرت سعدؓ کے پاس مدائن کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور انہی کے ساتھ بعد میں کوفہ میں آباد ہو گئے ان میں سے بعض افراد اپنے شہروں میں رہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ان کے مسلمانوں اور ذمیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔

ناخوش گوار آب و ہوا کی شکایت:

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا تھا' عربوں کے پیٹ نرم ہو گئے ہیں اور

ان کے بازو ہلکے ہو گئے ہیں اور ان کے رنگ تبدیل ہو گئے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس زمانے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا'' مجھے بتاؤ کہ کس وجہ سے عربوں کا رنگ اور جسمانی حالت تبدیل ہوگئی ہے''۔ انہوں نے لکھا مدائن اور دریائے دجلہ کی ناخوش گوار آب وہوا کی وجہ سے (ان کی حالت میں تبدیلی آئی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہ تحریر فرمایا'' عربوں کو بھی وہی علاقہ موافق آتا ہے۔ جو ان کے اونٹوں کے موافق ہو۔ اس لیے تم (حضرت) سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اچھے مقام کی تلاش میں بھیجو' یہ دونوں جو لشکر کے عمدہ رہنما تھے وہ دونوں ایسا خشک علاقہ دریافت کریں جس کے اور میرے درمیان نہ کوئی سمندر اور دریا اور نہ کوئی پل ہو''۔ چونکہ فوج کے ہر کام کے انتظام کے لیے کوئی نہ کوئی شخص مقرر ہوتا ہے اس لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کو (اس کام کے لیے) بھیجا''

کوفہ کا مقام:

(حضرت) سلمان رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر انبار آئے وہ فرات کے مغربی علاقے میں گھومے انہیں کوئی جگہ پسند نہیں آئی تا آنکہ وہ کوفہ آئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے مشرقی علاقے میں پھرتے رہے انہیں بھی کوئی جگہ پسند نہیں آئی تا آنکہ وہ کوفہ آئے۔ کوفہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سرخ ریت اور سنگ ریزے دونوں چیزیں ملی ہوئی ہوں جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو وہاں یہ تین خانقاہیں تھیں۔

۱۔ دیر حرقہ ۲۔ دیر ام عمرو ۳۔ دیر سلسلۃ

دعائے خیر:

دونوں کو یہ مقام بہت پسند آیا اس لیے دونوں نے اتر کر وہاں نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی اے اللہ جو آسمان اور اس کی چیزوں کا پروردگار ہے جس پر وہ سایہ فگن ہے۔ نیز وہ زمین کا اور ان چیزوں کا پروردگار ہے جن کو وہ زمین اٹھائے ہوئے ہے وہ ہوا' ستاروں' سمندروں' شیطانوں اور ان کی گمراہ کن چیزوں کا بھی خدا ہے اے اللہ! تو ہماری اس کوفہ کی زمین میں برکت عطا فرما اور اس کو پائیدار منزل بنا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت سعدؓ کو اس کے بارے میں لکھا۔

شہر مدائن کی خرابی:

حصین ابن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں جب جنگ جلولاء میں دشمن کو شکست ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ واپس آ گئے جب عمار رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسلمانوں کو لے کر مدائن کی طرف آئے تو اسے انہوں نے ناموافق پایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

'' کیا یہ (زمین) اونٹوں کے لیے موافق ہے؟'' لوگوں نے کہا ''نہیں یہاں مچھر ہیں'' اس پر وہ بولے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عربوں کو وہ زمین موافق نہیں ہے جو اونٹوں کے موافق نہیں آتی ہے''۔

اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے یہاں تک کہ وہ کوفہ آئے یسر بن ثور کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے مدائن کو

ناموافق پایا وہ وہاں کافی عرصے تک رہے تھے انہیں گردوغبار اور مکھیوں نے بہت تنگ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا کہ وہ کسی عمدہ مقام کو تلاش کرنے کے لیے ماہر افراد بھیجیں جو خشک مقام تلاش کریں کیونکہ عربوں کو بھی وہی مقامات پسند آتے ہیں جو اونٹوں اور مویشیوں کے موافق ہوں چنانچہ انہوں نے کوفہ کو تلاش کر لیا۔

واپسی کا حکم:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کوفہ کے مقام سے مطلع کیا۔ اس عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک بھی پہنچ گیا تھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (حضرت) قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا:

تم جلولاء کے لوگوں پر قباذ کو اپنا جانشین بناؤ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس آ جاؤ''۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن المعتم رضی اللہ عنہ کو بھی یہ لکھا کہ وہ مسلم بن عبداللہ کو جو جنگ قادسیہ میں اسیر ہو گئے تھے' موصل میں اپنا جانشین بنا کر ان کے پاس چلے آئیں اور اپنے ساتھ اساورہ اور دوسرے ساتھیوں کو لیتے آئیں انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر عمل کیا اور وہ بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔ ان کے ساتھ ان کی فوج بھی تھی۔

کوفہ میں قیام:

اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مدائن سے کوچ کیا اور محرم کی سترہ تاریخ ۱۷ھ میں کوفہ کے مقام پر لشکر آرا ہوئے کوفہ فتح مدائن کے ایک سال اور دو مہینے کے بعد بسایا گیا تھا۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تین سال اور آٹھ مہینے کے بعد کوفہ آباد ہوا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چوتھے سال ۱۷ھ میں تاریخ مذکور میں بسایا گیا۔

مسلمانوں کو کوچ کرنے سے پہلے مدائن ہی میں وظائف مل گئے تھے پھر سیر میں انہیں عطیات ۱۶ھ کے ماہ محرم میں ملے تھے۔

بصرہ میں مسلمانوں کی منتقلی تین قسطوں میں مکمل ہوئی انہوں نے بھی ماہ ۱۷ھ میں کوچ کیا تھا اور ایک ہی مہینے میں ان کی باقی ماندہ فوج منتقل ہو گئی تھی۔

روایات میں اختلاف:

واقدی قاسم ابن معن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کوفہ میں ۱۷ھ کے آخر میں آباد ہوئے ابوالاقاد کے حوالے سے وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ۱۸ھ کے آغاز میں کوفہ آئے۔

اہل فوج کو مراعات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن مالک اور عتبہ بن غزوان کو یہ تحریر فرمایا کہ وہ دونوں ہر موسم بہار میں مسلمانوں کو خوش گوار مقام پر لے جایا کریں اور ہر سال کے موسم بہار میں ان کی مدد کیا کریں اور ہر سال محرم کے مہینے میں انہیں عطیات دیں اور ہر سال غلہ کی فصل آنے پر انہیں مال غنیمت کا حصہ دیا کریں اس طرح مسلمانوں نے کوفہ آنے سے پیشتر دو دفعہ عطیات وصول کیے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

مفرور اسدی کی روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کوفہ میں آئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر فرمایا:

''میں حیرہ اور فرات کے درمیان ایک خشک مقام کوفہ میں فروکش ہو گیا ہوں میں نے مدائن کے مسلمانوں کو اختیار دیا ہے کہ جو وہاں رہنا پسند کرے میں اسے وہاں چھوڑ دوں گا اس طرح وہ فوجی چوکی بن جائے گی''۔

چنانچہ کئی قبیلوں کے لوگ وہاں رہ گئے جن میں اکثریت قبیلہ عبس کی تھی۔

مکانات کی تعمیر:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے کوفہ میں بودوباش اختیار کی اور اہل بصرہ بھی اپنے نئے مقام پر رہنے لگے تو اس وقت ان کے حواس درست ہوئے اور ان کی زائل شدہ طاقت بحال ہوئی پھر اہل کوفہ اور اہل بصرہ دونوں نے سرکنڈوں کے کچے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''فوجی خیمے تمہاری جنگی ضروریات اور عسکری روح برقرار رکھنے کے لیے زیادہ موزوں ہیں تاہم میں تمہاری مخالفت کرنا بھی پسند نہیں کرتا ہوں جو چاہو کرو''۔

لہٰذا دونوں شہر والوں نے بانسوں اور سرکنڈوں سے مکانات تعمیر کر لیے۔

پختہ مکانات کی اجازت:

پھر (اتفاق سے) دونوں شہروں یعنی کوفہ اور بصرہ میں آگ لگ گئی بالخصوص کوفہ میں بہت سخت آگ لگی اس میں اسی مکان جل گئے یہ حادثہ ماہ شوال میں ہوا تھا لوگوں میں اس کا بہت چرچا ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چند افراد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اینٹوں سے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کریں چنانچہ وہ لوگ آتش زدگی کی اطلاع دینے اور اس کے نقصانات کا حال بتانے کے لیے پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم ایسا کر سکتے ہو مگر تم میں سے کوئی تین گھروں سے زیادہ نہ بنائے تم لمبی عمارتیں نہ بناؤ اگر تم مسنون طریقہ اختیار کرو گے تو تمہاری سلطنت باقی رہے گی''۔

وہ لوگ یہ حکم لے کر کے کوفہ آ گئے۔

تعمیر میں اعتدال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ (حاکم بصرہ) اور اہل بصرہ کو بھی اس قسم کا حکم دیا تھا اہل کوفہ کو بسانے کا کام ابوہیاج بن مالک کے سپرد تھا اور اہل بصرہ کو بسانے کا کام ابوالجرباء عاصم بن الدلف کے سپرد تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفد اور مسلمانوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ مناسب اندازہ سے زیادہ عمارت کو بلند نہ کریں لوگوں نے کہا اندازہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح اندازہ یہ ہے کہ وہ تمہیں فضول خرچی کے قریب نہ لے جائے اور نہ تمہیں اعتدال سے باہر نکالے۔

سڑکیں اور گلیاں:

سیف کی روایت ہے کہ جب مسلمانوں کا کوفہ کی تعمیر پر اتفاق ہو گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابوالہیاج کو بلا بھیجا اور

انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان تحریری ہدایات سے مطلع کیا کہ سڑکیں چالیس گز کی ہوں اور اس سے کم درجے کی تیس گز کی ہوں اور کم از کم بیس گز چوڑی ہوں گلیاں سات گز کی ہوں اس سے کم تر نہ ہوں بنو ضبہ کے قطعات کے علاوہ عام قطعات ساٹھ گز کے ہوں۔

کوفہ کی مسجد:

اس کے بعد اہل رائے اندازہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے جب وہ کسی بات پر متفق ہوتے تو ابو اہیاج اس کے مطابق تقسیم کرتے تھے۔ کوفہ میں جس چیز کا سب سے پہلے سنگ بنیاد رکھا گیا وہ مسجد تھی اور جب تعمیر کا ارادہ کیا گیا تھا تو مسجد کی تعمیر کی گئی۔ یہ بازار کے اندر تھی اس کے بعد ایک بہت بڑا تیر انداز جس کا نشانہ دور تک جا سکتا تھا درمیان میں کھڑا ہو گیا اس نے دائیں طرف تیر پھینکا اور پھر یہ حکم دیا گیا کہ اس تیر کے آگے گھر تعمیر کیے جائیں بعد ازاں اس نے اپنے سامنے اور پیچھے تیر پھینکے اور یہ حکم دیا گیا کہ ان دونوں تیروں کے آگے گھر تعمیر کیے جائیں اس طرح مسجد کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی جو چاروں طرف سے بلند تھی مسجد کے آگے ایک سائبان تعمیر کیا گیا وہ مربع شکل کی تھی کہ اس میں لوگوں کا اژدہام نہ ہونے پائے خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا باقی تمام مساجد اسی نمونہ پر بنائی گئی تھیں۔ خانہ کعبہ کے احترام کی وجہ سے دیگر مساجد اس کی مسجد کے مشابہ نہیں بنائی گئی تھیں۔

مسجد کا سائبان دو سو گز تھا اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے جو ایرانی بادشاہوں کے تھے اس کا اوپر کا حصہ رومی گرجوں کی طرف تھا۔ صحن کے پاس ایک خندق کھودی گئی تھی تاکہ وہاں کوئی شخص عمارت نہ تعمیر کر سکے۔

کوفہ کا محل:

مسجد کے سامنے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گھر تعمیر کیا گیا تھا ان دونوں کے درمیان دو سو گز کی جگہ تھی جسے بیت المال بنایا گیا تھا جو آج کل کوفہ کا محل ہے اسے روزبہ نے حیرہ میں کسریٰ کی عمارتوں کی پختہ اینٹوں سے تعمیر کرایا تھا۔

مکانات کا تعین:

صحن کے قریب پانچ سڑکیں نکالی گئیں تھیں اور قبلہ رو چار گلیاں تھیں۔ مشرقی حصہ میں تین گلیاں تھیں اور مغربی حصہ میں بھی تین گلیاں تھیں صحن کی طرف قبیلہ سلیم وثقیف کو دو گلیوں میں آباد کیا گیا تھا اور قبیلہ ہمدان کو ایک گلی میں بسایا گیا تھا قبیلہ بجبلہ کو دوسری گلی میں آباد کیا گیا تھا قبیلہ تیم اللات ان کے آخر میں تھا اس طرح آخر میں قبیلہ تغلب تھا۔

قبلہ رو قبیلہ اسد ایک گلی پر آباد تھا قبیلہ اسد اور قبیلہ نخع کے درمیان دوسرا راستہ تھا اور قبیلہ نخع اور قبیلہ کندہ کے درمیان دوسری گلی تھی۔ کندہ اور ازد کے درمیان دوسرا طریقہ تھا۔

صحن کے مشرقی حصے میں انصار اور قبیلہ مزنیہ ایک گلی میں تھے۔ اور تمیم ومحارب دوسری گلی میں تھے اسد اور عامر دوسرے راستے پر تھے۔ مغربی صحن بجالہ اور بجلہ ایک جگہ تھے قبیلہ جدیلہ اور مخلوط قبائل دوسری گلی میں تھے قبیلہ جہینہ اور ان کے مخلوط الگ کوچے میں تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جو صحن کے قریب تھے۔ باقی لوگ ان کے درمیان اور ان کے پیچھے (آباد) ہوئے یہ لوگ چوڑی سڑکوں پر آباد ہوئے ان کے مقابلہ میں کم چوڑی سڑکوں پر دوسرے لوگ آباد ہوئے اس کے بعد گلیوں اور سڑکوں پر (مکانات کی تعمیر کا) سلسلہ چلتا رہا

جو مذکورہ بالا سڑکوں سے کم چوڑے تھے ان کے پیچھے اور درمیان میں گھر آباد ہونے لگے اور ان میں جنگی سپاہیوں کو آباد کیا جاتا رہا۔

اہل سرحد اور موصل والوں کے لیے جداگانہ مقامات محفوظ رکھے گئے تاکہ جب ان کا قافلہ آئے تو وہاں فروکش ہوں تاہم جب لوگ زیادہ آنے لگے تو لوگ جگہ کی تنگی محسوس کرنے لگے جن کے متعلقین زیادہ ہوئے تھے تو وہ اپنے محلے کو چھوڑ کر وہاں چلے جاتے تھے اور جن کے متعلقین کم ہوتے تھے ان کو ان کے مناسب قیام پر ٹھہرایا جاتا تھا۔

بہرحال صحن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسی حالت میں رہا۔قبائل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے وہاں صرف مسجد اور محل تھا۔

بازار:

بازار میں کوئی عمارت نہیں تھی اور نہ نشانات مقرر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت تھی بازار مسجد کی طرح ہیں جو سب سے پہلے کسی ٹھکانے پر پہنچ جائے اس کا وہ حق دار ہے تا آنکہ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر نہ چلا جائے یا اپنی فروخت سے فارغ نہ ہو جائے وہاں سواریوں کو بٹھانے کے لیے بھی احکامات مقرر تھے اس میں بھی (جو آئے وہ قبضہ کرلے) سب لوگ برابر تھے۔

بیت المال:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر جو محل کے لیے مقرر تھا مسجد کوفہ کے محراب کے سامنے ایک محل تعمیر کرایا اور مستحکم طریقہ سے تعمیر کرایا اور اسی کے اندر بیت المال قائم کرایا اور وہیں وہ رہتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی نے نقب لگا کر بیت المال سے مال نکال لیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا اور انہیں گھر اور بیت المال کا محل وقوع بتایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا:

''تم مسجد کو اس طرح منتقل کرو کہ وہ گھر کے پہلو ہو اور گھر قبلہ رو ہو کیونکہ مسجد رات دن آباد رہتی ہے اور ان لوگوں کی بدولت بیت المال محفوظ رہے گا''۔

مسجد و محل کی تعمیر:

لہٰذا انہوں نے مسجد کو تبدیل کیا اور اس کی عمارت تبدیل کرائی۔ان کے ایک زمیندار نے جس کا نام روزبہ بن بزرجمہر ہے کہا' میں اسے بھی تعمیر کردوں گا اور آپ کا محل بھی تعمیر کروں گا اور ان دونوں عمارتوں کو اس طرح ملا دوں گا کہ وہ ایک ہی عمارت معلوم ہوگی چنانچہ اس نے کوفہ کے محل کو اسی بنیاد پر قائم کیا پھر اس نے حیرہ کے گردونواح کے ایک شاہی محل کے کھنڈر کی اینٹوں سے اس محل کو تعمیر کرایا اس نے بیت المال کے سامنے سے مسجد کی تعمیر شروع کرا کے اسے محل کے آخر تک دائیں طرف قبلہ رو جاری رکھا پھر اسے دائیں طرف سے لے جا کر صحن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک ختم کیا یہ صحن اس کا قبلہ تھا پھر اس کی توسیع کر کے مسجد کے قبلہ کو صحن کی طرف کر دیا اس کے دائیں طرف محل تھا۔

اس کی عمارت سنگ مرمر کے ان ستونوں پر قائم کی گئی جو کسریٰ کے گرجوں کے تھے اس کے دائیں بائیں بغلی حصے نہیں تھے یہی تعمیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک قائم رہی۔

مسجد کی دوبارہ تعمیر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں زیاد کے ہاتھوں اس کی تعمیر میں ترمیم واضافہ ہوا جب زیاد نے اس کی توسیع کا ارادہ

کیا تو اس نے دور جاہلیت کے دو معماروں کو بلوایا اور انہیں مسجد کا مقام اور اس کی حالت سمجھائی اور بتایا کہ وہ اسے آسمان تک بلند کرنا چاہتا ہے۔ زیاد نے کہا ''میں مسجد کو اس طرح تعمیر کرانا چاہتا ہوں کہ اسے میں بیان نہیں کر سکتا ہوں'' ایک معمار نے جو کسریٰ (شاہ ایران) کا معمار تھا' کہا ''یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ اہواز کے پہاڑوں میں سے ستون لائے جائیں جن میں سوراخ کر کے سیسہ بھرا جائے اور لوہے کی سلاخیں بھی (ان ستونوں میں) بھری جائیں پھر ان ستونوں کو تیس گز بلند کیا جائے اور ان پر چھت ڈالی جائے اور (اس کے دونوں طرف) پہلو میں برآمدے رکھے جائیں اس صورت میں یہ عمارت زیادہ مستحکم و پائیدار ہوگی''۔ زیاد نے کہا ''میں یہی چاہتا تھا مگر میری زبان سے یہ ادا نہیں ہو رہا تھا''۔

محل کا دروازہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے محل کا دروازہ بند کرا دیا کیونکہ ان کے سامنے بازار لگتا تھا اور اس کا شور و غوغا انہیں بات کرنے نہیں دیتا تھا جب انہوں نے دروازہ لگوایا تو لوگوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جو انہوں نے نہیں کہی تھیں وہ کہتے تھے کہ (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''یہ آوازیں بند کرو'' لوگ اس کو قصر سعد رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں تک بھی یہ آوازیں پہنچیں تو انہوں نے محمد بن مسلمہ کو بلوا کر کوفہ روانہ کیا اور فرمایا ''تم وہاں جا کر محل کے دروازے کو جلا دو اور اس کے بعد فوراً لوٹ لو''۔

دروازہ جلانا:

چنانچہ وہ روانہ ہوئے کوفہ آ کر انہوں نے ایندھن خریدا پھر محل میں آ کر اس کے دروازے کو جلا دیا (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کو سارا حال بتایا گیا کہ مدینہ سے ایک قاصد (خلیفہ کی طرف سے) صرف اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ آدمی معلوم کرے کہ وہ کون ہے؟ (اس نے آ کر بتایا کہ) وہ محمد بن مسلمہ ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قاصد بھیج کر ان سے درخواست کی کہ وہ گھر کے اندر آئیں' مگر انہوں نے (آنے سے) انکار کیا اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود ان کے پاس گئے اور انہیں اندر آنے اور ٹھہرنے کی دعوت دی انہوں نے زادِ راہ پیش کیا مگر اس کو بھی قبول نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا (جس کا مضمون یہ ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ نے ایک محل تعمیر کرایا ہے جسے آپ نے قلعہ بنالیا ہے اور اس کا نام قصر سعدؓ ہے آپ نے اپنے اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک دروازہ بنایا ہے یہ تمہارا محل نہیں ہے۔ ایک شر و فساد کا محل ہے تم ایسے مقام پر رہو جو سرکاری خزانوں (بیت الاموال) کے قریب ہو اور اسے بند کر دو۔ تم اپنے گھر پر دروازہ نہ رکھو کیونکہ اس کی وجہ سے عام مسلمان تمہارے پاس نہ آسکیں گے اور اس طرح تم ان کے حقوق نہ ادا کر سکو گے یہ ضروری ہے کہ مسلمان تمہاری مجلس میں آسکیں اور جب تم نکلو تو وہ تم سے مل سکیں''۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان (محمد بن مسلمہ) کے سامنے قسم کھا کر فرمایا کہ جو کچھ لوگوں نے بتایا ہے وہ ان کا قول نہیں ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بریت:

محمد بن مسلمہ فوراً وہاں سے چلے گئے جب وہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان کا زادِ راہ ختم ہو گیا تھا انہیں درختوں کی چھال

چپائی پڑی جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہیں تمام حال سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم نے (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کا (زادراہ) کیوں قبول نہیں کیا وہ کہنے لگے ''اگر آپ کا یہ منشاء ہوتا تو آپ مجھے اس کے بارے میں لکھ دیتے یا اس کی اجازت دیتے''
اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دانش مند انسان وہ ہے کہ جب اسے کوئی اہم کام سپرد کیا جائے تو وہ قول وعمل میں دوراندیشی اختیار کرے'' اس کے بعد انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حلفیہ قول کو دہرایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق کی اور فرمایا'' وہ ان سب لوگوں سے زیادہ سچے ہیں جنہوں نے مجھے مخالفانہ باتیں بتائیں''۔

ابو محمد عطاء مولی اسحاق بن طلحہ بیان کرتے ہیں ''میں اس مسجد اعظم میں اس وقت بیٹھا کرتا تھا جب کہ ابھی زید نے اس کی توسیع نہیں کی تھی نہ تو اس کے برآمدے تھے اور نہ اس کا پچھلا حصہ تھا اس وقت مجھے وہاں سے دیر ہند اور رباب الجسر نظر آتے تھے۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسجد میں بیٹھتا تھا اسے وہاں سے باب الجسر نظر آتا تھا۔

روزبہ بن بزرجمر:

ابو کثیر روایت کرتے ہیں کہ روزبہ بن بزرجمر بن ساسان ہمدان کا رہنے والا تھا وہ کسی رومی سرحد پر تھا وہاں اس نے ہتھیار استعمال کیے اس پر ایرانی حکام اس سے ڈر گئے تو وہ رومیوں کے ساتھ مل گیا وہاں بھی وہ مطمئن نہیں تھا تا آنکہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کے لیے محل اور مسجد تعمیر کرائی پھر اسے خط دے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور انہیں اس کے حالات سے آگاہ کیا وہاں وہ اسلام لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور عطیات دیے اور اس کے اکریاء (ساتھیوں) کے ساتھ اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف واپس بھیج دیا جب وہ اس مقام پر پہنچا جسے قبر العبادی کہا جاتا ہے تو وہ مر گیا لوگوں نے اس کے لیے قبر کھودی اور انتظار کرتے رہے کہ کچھ لوگ وہاں سے گزریں اور وہ اس کی موت کی شہادت دیں چنانچہ چند خانہ بدوش وہاں سے گزرے اس وقت راستے میں انہوں نے (قبر) کھودی تھی انہوں نے ان لوگوں کو گواہ بنایا تا کہ وہ اس کے قتل کے الزام سے بری ہو جائیں اس طرح یہ مقام قبر العبادی کے نام سے موسوم ہو گیا۔

ابو کثیر کہتے ہیں:

''وہ میرے والد تھے''۔

تقسیم میں تبدیلی:

سیف کی روایت ہے کہ قبائل کے دس حصوں کی تقسیم میں بہت خرابی پیدا ہو رہی تھی اس لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کو درست کرنے کے بارے میں لکھا انہوں نے لکھا کہ وہ خود اس میں تبدیلی کر لیں لہٰذا انہوں نے ماہر انساب اور دانشوروں کو بلا بھیجا۔ جن میں سعید بن نمران اور مشعلہ بن نعیم بھی شامل تھے۔ انہوں نے (قبائل کے) سات حصے بنا دیے چنانچہ قبیلہ کنانہ اور ان کے خلفاء احابیش وغیرہ اور بنو عمرو بن قیس بن عیلان سات حصوں میں شامل ہو گئے اور قضاء بن غسان بن بشام جبلہ

خثعم' کندہ' حضر موت اور قبیلہ ازد بھی ان سات میں شامل ہو گئے مذحج' حمیر' ہمدان اوران کے حلیف بھی ساتوں میں شامل ہو گئے تمیم اور باقی قبیلہ رباب اور ہوازن کا قبیلہ الگ سات کے مجموعہ میں شامل ہو گیا قبیلہ اسد' غطفان' محارب' نمر' ضبیعہ اور تغلب کا ایک گروہ ہو گیا۔ قبیلہ عیاذ' عک' عبدالقیس' اہل ہجر' حمراء کا سات کا ایک الگ گروہ ہو گیا یہ تقسیم حضرت عثمانؓ، عمرؓ، علیؓ اور معاویہؓ کے زمانے تک برقرار رہی تا آنکہ زیاد نے ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

جداگانہ نگران:

(اہل کوفہ کے) ایک لاکھ درہم کے (وظائف مقرر کرنے کے لحاظ) سے جداگانہ نگران مقرر کیے گئے چنانچہ اہل قادسیہ کے تینتالیس مرد اور تینتالیس عورتیں اور پچاس عیال (بچوں) کے اندازے کا ایک گروہ مقرر کیا گیا اوران کے لیے ایک لاکھ درہم رکھے گئے۔ دیگر فتوحات کے سپاہیوں میں ہر بیس مرد اور ہر بیس خواتین مع عیال کے لیے تین ہزار درہم مقرر کیے گئے اور ہر خاندان کو ایک ایک لاکھ درہم دیے گئے۔

مددگار فوجوں میں سے ہر ساٹھ مرد اور ساٹھ خواتین اور چالیس عیال کے نگران کو ڈیڑھ ہزار سے لے کر ایک لاکھ دیے جاتے تھے پھر اسی حساب سے (وظائف کی تقسیم) تھی۔

عطیہ بن حارث کہتے ہیں:

''میں نے ایک سو نگران سردار (عریف) دیکھے''۔

اسی طرح اہل بصرہ کے لیے بھی (یہی انتظام) تھا۔

مسلمانوں کے عطیات اور وظائف قبائل کے امراء اور علمبرداروں کو دیے جاتے تھے وہ ان عطیات کو عرفاء (بہ محلہ) نقیبوں اور امینوں (محصلوں) کے سپرد کر دیتے تھے۔ جو انہیں لوگوں کے گھروں میں جا کر تقسیم کرتے تھے۔

کوفہ سے پہلے کی فتوحات

سیف کی روایت ہے کہ مدائن کی فتوحات میں سواد' حلوان' ماسبذان اور قرقیساء کی فتوحات شامل ہیں اس طرح کوفہ کے سرحدی مقامات یہ چار ہیں (ان کے الگ یہ حکام تھے) ۱۔حلوان کے حاکم قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ ۲۔ماسبذان ضرار بن الخطاب النہری کی زیر نگرانی تھا۔ ۳۔قرقیساء کے حاکم عمر بن مالک یا عمرو بن عتبہ بن نوفل تھے۔ ۴۔موصل عبداللہ بن المعتم کی زیر قیادت تھا یہ حضرات ان علاقوں میں مقیم تھے اور دیگر مسلمان مدائن میں تھے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا شہر آباد کیا تو ان لوگوں کو بھی کوفہ میں بلوالیا۔

(ان مذکورہ بالا) حضرات نے ان سرحدوں پر ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان کی حفاظت وانتظام کے فرائض کو بخوبی انجام دے سکیں چنانچہ قعقاع کا جانشین حلوان میں قباذ بن عبداللہ تھا اور موصل میں عبداللہ بن المعتم کے جانشین مسلم بن عبداللہ تھے۔اور ضرار کے جانشین رافع بن عبداللہ مقرر ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے جانشین عشنق بن عبداللہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ قوم اساورہ میں سے جس کسی کی انہیں ضرورت ہو اس کی مدد حاصل کریں اور ان سے جزیہ اٹھا دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

جب کوفہ آباد ہو گیا اور لوگوں کو اجازت مل گئی کہ انہوں نے مدائن کے گھروں سے ان کے دروازے کوفہ کی طرف منتقل کر لیے اور انہیں اپنے تعمیر کردہ (گھروں) پر لگوالیا۔یہی ان کی سرحدیں تھیں اور ان کے قبضے میں اس وقت یہی علاقے تھے۔

کوفہ کے سرحدی علاقے:

عامر کی روایت ہے کہ کوفہ کے علاقے کی سرحدیں حلوان' موصل' ماسبذان اور قرقیساء تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا تھا اور پیش قدمی کی اجازت نہیں دی تھی۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ابووقاص کوفہ کی تعمیر کے بعد ساڑھے تین سال تک اس کے حاکم رہے اس سے پہلے وہ مدائن میں بھی امیر رہ چکے تھے۔ان کی عملداری میں کوفہ' حلوان' موصل' ماسبذان اور قرقیساء شامل تھے ان کی حدود بصرہ تک تھیں۔

بصرہ کے حکام:

حضرت عتبہ بن غزوان بصرہ کے حاکم تھے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں فوت ہوئے تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسبرہ کو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ پر حاکم بنایا پھر ابوسبرہ کو بصرہ کی امارت سے معزول کر کے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بصرہ مقرر کیا اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی معزول کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔

باب ۳

رومیوں کے حملے

اسی سال رومیوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان لشکر پر جو حمص میں تھا حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس کا واقعہ سیف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اہل روم نے اہل جزیرہ کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے خط و کتابت کر کے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا تھا وہ دونوں لشکر (حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان لشکر پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ لہٰذا حضرت ابوعبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام فوجی دستوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور وہ تمام لشکر شہر حمص کے بیرونی میدان میں صف آرا ہو گیا۔

(حضرت) خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بھی قنسرین سے آ گئے تھے جس طرح دیگر فوجی چھاؤنیوں کے امراء آ گئے تھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سپہ سالاروں سے مشورہ طلب کیا کہ آیا وہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں یا امدادی فوج کے آنے تک قلعہ بند ہو جائیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ مقابلہ کیا جائے مگر دوسرے (سپہ سالاروں) نے یہ مشورہ دیا کہ وہ قلعہ بند ہو جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سپہ سالاروں کا مشورہ قبول کر لیا اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ اہل روم مسلمانوں کے خلاف روانہ ہو گئے ہیں۔

محفوظ گھوڑے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں مقررہ تعداد میں مسلمانوں کی پس انداز کردہ رقم سے گھوڑے محفوظ کر رکھے تھے تاکہ وہ ناگہانی حادثہ میں کام آئیں چنانچہ کوفہ میں ایسے، چار ہزار گھوڑے محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکام:

تم لوگوں (اہل کوفہ) کو (حضرت) قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیار کرو اور جب میرا یہ خط تمہیں موصول ہو تو فوراً انہیں حمص روانہ کر دو کیونکہ (حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے اس لیے نہایت سرگرمی اور جوش و خروش کے ساتھ اس طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ تم سہیل بن عدی کو لشکر دے کر جزیرہ کی طرف روانہ کرو۔ وہ ورقہ پہنچ جائیں کیونکہ اہل جزیرہ ہی نے اہل روم کو اہل حمص کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اور اہل قرقیساء ان کے آگے ہیں۔ عبداللہ بن عتبان کو نصیبین کی طرف روانہ کر دو وہاں بھی اہل قرقیساء ان کے آگے ہیں اس کے بعد یہ دونوں (لشکر) حران اور رہا جائیں۔ تم ولید بن عتبہ کو جزیرہ کے عرب قبائل ربیعہ اور تنوخ پر روانہ کرو۔ اور عیاض بن غنم کو بھی روانہ کرو۔ اگر جنگ شروع ہو جائے تو ان سب فوج کو قیادت میں نے عیاض بن غنم کے سپرد کی ہے۔

فوجی نقل و حرکت:

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ ان اہل عراق میں سے تھے جو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل شام (کی اسلامی فوج) کو امداد

دینے کے لیے روانہ ہونے تھے اور اہل قادسیہ کو امداد دینے کے لیے واپس اہل عراق کی فوج کے ساتھ آئے تھے وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مددومعاون تھے۔

چنانچہ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ چار ہزار فوج لے کر اسی دن حمص روانہ ہو گئے تھے جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا۔ اسی طرح حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اور جزیرہ کے سپہ سالار بھی خشکی اور دریائی راستے سے (جیسا موقع ہوا) روانہ ہو گئے۔ ہر سپہ سالار اسی طرف روانہ ہوا جہاں کا اس کو حکم دیا گیا تھا (اس حکم کے مطابق) سہیل رقہ آئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے آپ حمص جانے کے لیے ارادے سے جابیہ کے مقام پر فروکش ہوئے۔

اہل جزیرہ کا فرار:

اہل جزیرہ جنہوں نے اہل حمص کے برخلاف اہل روم کی مدد کی تھی اور انہیں جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ اس وقت ان کے ساتھ مقیم تھے۔ جب انہیں اپنے ہم وطنوں کے ذریعے یہ خبر ملی کہ کوفہ سے (مسلمانوں کی) فوجیں روانہ ہوگئی ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ کہ آیا وہ جزیرہ کی طرف آ رہی ہیں یا حمص جا رہی ہیں؟ بہرحال (یہ خبر سن کر) وہ اپنے شہروں اور ہم وطنوں کے پاس چلے گئے اور اہل روم کو اکیلا چھوڑ دیا۔

مسلمانوں کی فتح:

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو انہوں نے اپنا پہلا طریقہ بدلنا چاہا اور مقابلہ کے لیے نکلنے کے بارے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مقابلہ کا مشورہ دیا (چنانچہ وہ جنگ کے لیے نکلے) اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی (حضرت) قعقاع بن عمرو وہاں اپنی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ فتح کے واقعہ کے تین دن بعد پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد:

اس عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے وہاں انہیں بذریعہ تحریر فتح کی اطلاع دی گئی اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ امدادی فوج فتح کے تین دن بعد پہنچی۔ لہٰذا ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا ''تم انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو'' آپ نے فرمایا ''اللہ اہل کوفہ کو جزائے خیر دے وہ اپنی حفاظت بھی کرتے ہیں اور دیگر شہر والوں کو امداد بھی بہم پہنچاتے ہیں''۔

اہل کوفہ کی امداد:

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کی کیونکہ اہل روم ان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکل آئے تھے اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی تھی اور انہوں نے محاصرہ کر لیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو (امداد کے لیے) لکھا۔ چنانچہ وہ چار ہزار کی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کے واقعہ کے تین دن بعد پہنچے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں لکھا گیا جب کہ وہ خود جابیہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا:

''انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو کیونکہ تمہاری امداد کے لیے روانہ ہوئے تھے اور تمہارا دشمن (انہی کی خبر سن کر) منتشر ہوا تھا''۔

گھوڑوں کی تربیت:

ماہان کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چار ہزار گھوڑے تھے جنہیں ناگہانی واقعات کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا یہ گھوڑے موسم سرما میں قبلہ رو قصر کوفہ کے دائیں طرف رکھے جاتے تھے اور اسی وجہ سے وہ مقام آج تک گھوڑوں کا اصطبل کہلاتا ہے۔

موسم بہار میں یہ گھوڑے دریائے فرات اور کوفہ کی اس بستی کے درمیانی مقام پر (چرنے کے لیے) بھیجے جاتے تھے جو عاقول کے قریب ہے اہل عجم اس مقام کو ''آخورث وجہاں'' یعنی شاہی چراگاہ کے نام سے موسوم کرتے تھے ان گھوڑوں کے نگران وہاں (کوفہ میں) سلمان بن ربیعہ باہلی تھے جو اہل کوفہ کے چند افراد کے ساتھ ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے تھے اور ہر سال ان کی گھوڑ دوڑ کراتے تھے۔

بصرہ میں بھی اسی قسم کا انتظام تھا وہاں ان کے نگران اعلیٰ جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور (مسلمانوں کے) آٹھوں شہروں میں سے ہر شہر اسی قدر تعداد (گھوڑوں کی) محفوظ تھی چنانچہ اگر کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوتا تھا تو ایک جماعت (ان گھوڑوں پر) سوار ہو کے آگے بڑھتی تھی تا آنکہ لوگ (مقابلہ کے لیے) مکمل طور پر تیار ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد واپس آ گئے۔

فتح جزیرہ

۱۷ھ میں جزیرہ فتح ہوا۔ یہ سیف کی روایت کے مطابق ہے۔ محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ جزیرہ ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ اور انہوں نے فتح کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے ''مسلمہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا ''اللہ نے مسلمانوں کو شام و عراق کی فتوحات عطاء کی ہیں اب تم اپنی طرف سے ایک لشکر جزیرہ کی طرف بھیجو اور ان کا سپہ سالار ان تینوں میں سے کسی ایک کو مقرر کرو۔ ۱۔ خالد بن عرفطہ ۲۔ ہاشم بن عتبہ ۳۔ عیاض بن غنم۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

''حضرت امیر المومنین نے عیاض بن غنم کا نام آخر میں اس لیے لکھا ہے کہ وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں میں انہیں کو مقرر کروں گا اور ان کی پوری مدد کروں گا''۔

انہوں نے عیاض بن غنم کو بھیجا ان کے ساتھ جو لشکر بھیجا اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' عثمان بن ابوالعاص ثقفی اور (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) عمر بن سعد بھی شامل تھے جو اس وقت نوعمر تھے اس لیے انہیں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے لشکر کے ساتھ رہا پہنچے۔ وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینے پر صلح

کر لی۔ جب اہل رہا نے صلح کی تو اہل حبران نے بھی جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔ پھر انہوں نے (حضرت) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نصیبین کی طرف بھیجا اور عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کو سواروں کے دستے کے ساتھ مسلمانوں کی فوجی امداد کے لیے رأس العین بھیجا اور خود بنفس نفیس باقی فوج کو لے کر دارا مقام کی طرف گئے وہاں پہنچ کر اس کو فتح کر لیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی نصیبین کو فتح کر لیا (یہ تمام واقعات بقول محمد بن اسحاق) ۱۹ھ میں ہوئے۔

پھر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابوالعاص کو آرمینیہ کی طرف بھیجا وہاں کچھ جنگ ہوئی جس میں (حضرت) صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ پھر وہاں کے باشندوں نے حضرت عثمان بن ابوالعاص سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر گھر والے کو ایک دینار جزیہ ادا کرنا ہوگا اس کے بعد فلسطین کا شہر قیساریہ فتح ہوا اور ہرقل بھاگ گیا۔ (یہ محمد بن اسحاق کی روایت ہے)

اہل جزیرہ کی مصالحت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حمص میں اہل روم کے خلاف مدد دینے کے لیے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو چار ہزار کی فوج کے ساتھ بھیجا جائے تو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بھی (حضرت) قعقاع رضی اللہ عنہ کے بعد روانہ ہو گئے تھے اور دوسرے سپہ سالار بھی خشکی اور دریائی راستوں سے روانہ ہو گئے تھے چنانچہ سہیل بن عدی اور ان کے لشکر دریائی راستہ سے رقہ پہنچ گئے۔

جب اہل جزیرہ نے یہ سنا کہ اہل کوفہ روانہ ہو گئے ہیں تو وہ حمص سے اپنے علاقے میں چلے گئے تھے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا تا آنکہ انہوں نے مصالحت کر لی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آپس میں یہ کہا ''تم اہل عراق اور اہل شام کے درمیان ہو اس لیے تمہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا انہوں نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ جزیرہ کے درمیانی مقام پر تھے پیغام (صلح) بھیجا انہوں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ (ان کی مصالحت) قبول کر لی جائے چنانچہ ان کی مصالحت تسلیم کر لی گئی۔ مصالحت کے یہ فرائض سہیل بن عدی نے (حضرت) عیاض کے حکم سے انجام دیے کیونکہ سپہ سالار وہی تھے آخرکار یہ لوگ ذمی (زیر حفاظت رعایا) بن گئے۔

دیگر علاقوں کی مصالحت:

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان دریائے دجلہ کے راستے سے موصل پہنچے وہاں سے ایک شہر کو عبور کرنے کے بعد وہ نصیبین آئے وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا جو اہل رقہ نے اختیار کیا تھا اور انہی کی طرح انہیں بھی خطرات لاحق ہوئے اس لیے انہوں نے بھی (مصالحت کے لیے حضرت) عیاض کو لکھا انہوں نے ان کی مصالحت کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا اور عبداللہ بن عبداللہ نے صلح نامہ لکھا جو کچھ وہ بجبر لے چکے تھے اسے برقرار رکھا اس کے بعد یہ بھی ذمی رعایا بن گئے۔

ولید بن عتبہ قبیلہ بنو تغلب اور جزیرہ کے عرب قبائل کے پاس آئے وہاں کے مسلم اور غیر مسلم افراد نے ان کا ساتھ دیا البتہ قبیلہ اباد بن نزار وہاں سے کوچ کر کے رومیوں کی سرزمین میں چلا گیا۔ ولید بن عتبہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

اہل حران کی صلح:

جب اہل رقہ و نصیبین مطیع ہو گئے تو (حضرت) عیاض، سہیل و عبداللہ کو لے کر حران کی طرف روانہ ہوئے راستے میں اس سے پہلے کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جب وہ حران پہنچے تو وہاں کے لوگ جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ان کا جزیہ قبول کر لیا اور فتح کے بعد جن لوگوں نے جزیہ قبول کیا انہیں بھی ذمی رعایا بنا لیا گیا۔

بعد ازاں حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے سہیل اور عبداللہ کو رہاء کی طرف بھیجا وہاں کے باشندے بھی جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی انہی کی طرف (ذمی رعایا) قرار دیے گئے۔

یوں جزیرہ سب ممالک سے زیادہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ چنانچہ فتح کی یہ آسانی اہل جزیرہ کے لیے باعث ننگ و عار بن گئی۔

دیگر فوجی انتظامات:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ کے مقام پر مقیم تھے اور اہل حمص (جنگ سے) فارغ ہو گئے تھے تو انہوں نے (حضرت) عیاض بن غنم کی امداد کے لیے حبیب بن مسلمہ کو بھیجا چنانچہ وہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ سے واپس آ گئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے لکھ کر درخواست کی کہ جب وہ (حضرت) خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوالیں تو حضرت عیاض بن غنم کو ان کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ انہیں وہاں بھیج دیا گیا۔ سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ کو کوفہ بھیج دیا گیا۔

حبیب ابن مسلمہ کو جزیرہ کے عجمیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا اور ولید بن عقبہ کو جزیرہ کے عربوں پر مقرر کیا گیا چنانچہ وہ دونوں جزیرہ میں اپنی عمل داری میں رہے۔

شاہِ روم کو خط:

جب ولید بن عقبہ کا خط (ایک عرب قبیلہ کے بھاگ جانے کے بارے میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کو یہ خط لکھا:

''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر آپ کے علاقے میں آ گیا ہے خدا کی قسم! آپ انہیں نکال دیں ورنہ ہم عیسائیوں کو نکلوا کر آپ کی طرف بھجوا دیں گے''۔

چنانچہ شاہِ روم نے انہیں نکال دیا اور ابوعدی بن زیاد کے ساتھ چار ہزار افراد نکل کر متحدہ طور پر آئے اور باقی پیچھے رہ گئے اور وہ شام اور جزیرہ کے قریب رومی شہروں میں منتشر ہو گئے۔

چنانچہ اب سرزمین عرب میں قبیلہ ایاد سے جو شخص تعلق رکھتا ہے وہ انہی چار ہزار افراد کی نسل سے ہے۔

قبیلہ تغلب کا معاملہ:

ولید بن عقبہ نے اصرار کیا کہ بنو تغلب مسلمان ہو جائیں چنانچہ ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ جواب دیا:

''جزیرہ عرب کے رہنے والوں کے لیے اسلام لانا بہت ضروری ہے عربوں کو مسلمان ہونا پڑے گا تاہم انہیں اس شرط پر

(اپنے مذہب پر رہنے کی) اجازت دی جائے کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں۔ اور ان میں جو مسلمان ہونا چاہیں ان کے اسلام کو تسلیم کیا جائے''۔

لہٰذا (ان کا معاہدہ) اس شرط پر تسلیم کیا گیا کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں اور ان سے کسی کو اسلام لانے سے نہ روکیں۔ کچھ لوگوں نے یہ شرائط قبول کر لیں اور اس کے مطابق عمل کیا گیا۔ کچھ لوگوں نے جزیہ دینے پر اصرار کیا تو ان سے قبیلہ عباد وتنوخ کی شرائط کے مطابق معاہدہ کیا گیا۔

تغلب کا معاہدہ:

ابو سیف تغلبی راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وفد کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں گے۔ یہ شرط اس وفد اور ان لوگوں کے لیے تھی جن کی نمائندگی اس وفد نے کی تھی۔ دوسرے لوگوں کے لیے نہیں تھی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ان سے مسلمانوں نے کہا:

''تم انہیں خراج کے لفظ سے نفرت نہ دلاؤ البتہ تم وہ صدقہ دوگنا کر دو جو تم ان کے مال سے لیتے ہو یہ بھی (ایک قسم کا) جزیہ ہوگا تاہم وہ جزیہ کے لفظ سے ناراض ہوتے ہیں البتہ یہ شرط رکھو کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں جب کہ ان کے والدین مسلمان ہو چکے ہوں''۔

جزیہ کے لفظ سے انکار:

چنانچہ ان کا یہ وفد یہ بات طے کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم جزیہ ادا کرو'' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''آپ ہمیں امن کی جگہ پہنچا دیں'' خدا کی قسم! اگر ہم پر جزیہ مقرر کیا جائے گا تو ہم رومیوں کے علاقے میں چلے جائیں گے کیا آپ ہمیں عربوں کے درمیان ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم نے خود اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کیا ہے اور اپنی قوم کی (اسلام نہ لا کر) مخالفت کی ہے تمہیں جزیہ ادا کرنا ہوگا اگر تم رومی علاقے میں بھاگ گئے تو میں تمہارے بارے میں لکھ کر (بلوالوں گا) اور پھر تم سب کو قیدی اور اسیر بنا لیا جائے گا''۔

وہ بولے: ''آپ ہم سے جو چاہیں رقم لیں مگر اس کو جزیہ نہ کہا جائے''۔ آپ نے فرمایا ''ہم تو اسے جزیہ کہیں گے تم جو چاہو اس کا نام رکھو'' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! کیا سعد بن مالک (ابو وقاص) نے دوگنا صدقہ مقرر نہیں کیا تھا؟'' آپ نے فرمایا ''کیوں نہیں مقرر کیا تھا؟'' اس کے بعد وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور ان کا وفد واپس ہو گیا۔

ولید کی معزولی:

قبیلہ تغلب میں تکبر و سرکشی تھی اور وہ ولید بن عقبہ سے ہمیشہ جھگڑتے رہے ولید نے انہیں قابو میں رکھنا چاہا۔ یہ خبریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچ گئیں آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ حملہ نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے آپ نے ان کو معزول کر دیا اور فرات بن حیان کو ان کا حاکم بنایا ان کے شریک کار ہند بن عمرو الجملی بھی تھے۔ جزیرہ ۱۷ھ میں بماہ ذوالحجہ فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سفر شام

محمد بن اسحاق (صاحب البخاری) کا قول ہے کہ ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے سفر شام کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جہاد کریں جب آپ سرغ کے مقام پر پہنچے تو مسلمان سپہ سالاروں نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی کہ اس سر زمین میں بیماری پھیلی ہوئی ہے تو آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار کی بڑی تعداد تھی اور لوگ مکمل طور پر تیار ہو کے نکلے تھے۔ جب آپ سرغ کے مقام پر مقیم ہوئے تو وہاں کے سپہ سالار (حضرت) ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ' یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسن رضی اللہ عنہ ملاقات کے لیے آئے انہوں نے یہ اطلاع دی کہ اس سرزمین میں بیماری پھیلی ہوئی ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم قدیم مہاجرین کو جمع کرو''۔ جب میں نے انہیں اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا کسی نے یہ کہا:

سفر پر اختلاف:

''آپ اس لیے روانہ ہوئے ہیں کہ آپ اللہ کی رضامندی اور اس کا ثواب حاصل کریں اس لیے ہماری یہ رائے نہیں ہے کہ کوئی آنے والی مصیبت آپ کو اس مقصد سے روکے''۔ دوسرے شخص نے یہ کہا ''یہ تباہ کن مصیبت ہے اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ آپ پیش قدمی نہ کریں'' جب ان میں بہت اختلاف ہوا تو آپ نے انہیں منتشر کر دیا اور فرمایا ''انصار کو جمع کرو'' جب میں نے انہیں بھی اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا وہ بھی مہاجرین کے طریقے پر چلے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے گروہ کی باتیں سن لی تھیں اور اسی طرح بولتے رہے جب ان میں بھی اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے فرمایا ''تم میرے پاس سے چلے جاؤ'' اس کے بعد آپ نے فرمایا ''تم فتح مکہ کے مہاجر قریش کو بلاؤ'' چنانچہ میں انہیں بلا لایا آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا بلکہ سب نے کہا:

''آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں مصیبت اور تباہی ہے'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تم لوگوں میں اعلان کر دو اور بتاؤ کہ امیر المومنین تمہیں بلا رہے ہیں'' جب سب مسلمان جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لوٹنے کا فیصلہ:

''اے لوگو! میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلو'' اس پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر جا رہے ہیں؟''۔

اعتراض کا جواب:

آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر کی طرف (ہم جا رہے ہیں) کیا تم نے دیکھا کہ اگر کوئی شخص ایسی وادی میں اترے جس کے دو کنارے ہوں ایک کنارہ سرسبز ہو اور دوسرا کنارہ خشک ہو تو جو خشک کنارے پر پھرتا ہے وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور جو سرسبز کنارے کی چراگاہ میں پھرتا ہے وہ بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق یہ فعل کرتا ہے پھر آپ نے فرمایا ''اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! کاش کہ تمہارے علاوہ اور کوئی شخص یہ بات کہتا۔ بعدازاں آپ انہیں (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو) لوگوں سے الگ ایک کنارے کی طرف لے گئے اس اثناء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے وہ مسلمانوں سے پیچھے رہ گئے تھے اور گذشتہ دن کے اجتماع میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے پوچھا' کیا بات ہے؟ اس پر انہیں تمام حال بتایا گیا وہ بولے ''مجھے اس کے بارے میں علم ہے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہمارے نزدیک تم امین وصادق ہو''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث:

''تمہیں کیا بات معلوم؟'' انہوں نے کہا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے'' جب تم یہ سنو کہ وبا کسی شہر میں ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب تم وہاں موجود ہو اور وہاں یہ وبا نازل ہو گئی ہو تو تم وہاں سے بھاگ کر نکلو اور تمہارے نکلنے کا صرف یہ سبب نہ ہو' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ کا شکر ہے (کہ یہ حدیث ہمارے عزم کے مطابق ثابت ہوئی) اے لوگو! واپس چلو' چنانچہ وہ لوگوں کو لے کر واپس چلے گئے۔

حضرت زہری کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر واپس گئے تھے اور جب وہ واپس چلے گئے تو سپہ سالار بھی اپنی عمل داری کی طرف واپس چلے گئے۔

طاعون کی وباء:

سیف کی روایت ہے کہ طاعون شام ومصر وعراق میں پھیلا اور شام میں برقرار رہا اور اس طاعون کی وجہ سے جو محرم اور صفر کے مہینوں میں نازل ہوا تھا ان شہروں کے بہت سے لوگ مر گئے۔ اس کے بعد شام کے علاوہ تمام شہروں سے یہ طاعون رخصت ہو گیا اور اس بات کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی لہٰذا وہ (سفر شام کے لیے) روانہ ہوئے جب وہ شام کے قریب پہنچے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ (یہ وبا) وہاں پہلے سے بھی زیادہ شدید ہے تو انہوں نے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جب کسی سرزمین میں وبا ہو تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب کسی سرزمین میں یہ وبا نازل ہو جائے تو تم وہاں ہو تو وہاں سے مت نکلو''۔

اسلامی شہروں کے بارے میں رائے:

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے لوگوں نے اس بارے میں لکھا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے قبضے میں موروثی مال ہے لہٰذا آپ نے ۱۷ھ میں جمادی الاوّل کے مہینے میں لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے شہروں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں مسلمانوں کے شہروں کی سیاحت کرنا چاہتا ہوں تاکہ آثار و احوال کا خود مشاہدہ کروں تم مجھے اس بارے میں مشورہ دو''۔

اس مجمع میں کعب الاحبار بھی موجود تھے اور اسی سال وہ مسلمان ہوئے تھے' وہ بولے:

''اے امیر المومنین! آپ اپنے سفر کا آغاز کون سے مقام سے کرنا چاہتے ہیں؟''۔

آپ نے فرمایا: ''عراق سے'' وہ بولے: ''آپ ایسا نہ کریں کیونکہ برائی کے دس حصے ہیں اور بھلائی کے بھی دس حصے ہیں برائی کا ایک حصہ مغرب میں ہے اور نو حصے مشرق میں ہیں اسی طرح بھلائی کا صرف ایک حصہ مشرق میں اور نو حصے مغرب میں ہیں مشرق ہی میں شیطان کا سینگ اور ہر مہلک بیماری ہے''۔

کوفہ کی فضیلت:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کر فرمانے لگے اے امیر المومنین! خدا کی قسم! کوفہ ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا مقام ہے یہ اسلام کا مرکز ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ مومن وہیں آئے گا اور (وہاں آنے کا) مشتاق ہوگا''۔

ابوامامہ کی روایت ہے کہ (اس موقع پر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! مغرب شرارتوں کی زمین ہے۔ برائی کے سو حصے ہیں اس میں سے صرف ایک حصہ (تمام دنیا کے) لوگوں میں ہے اور باقی تمام (ننانویں) حصے وہاں ہیں۔

ابو ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کوفہ اللہ کا نیزہ اور اسلام کا مرکز قبہ ہے اور عربوں کا مغز ہے اہل کوفہ نہ صرف اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ دوسرے شہروں کی امداد بھی کرتے ہیں طاعون عمواس میں ہلاک ہونے والوں کا موروثی مال ضائع ہوگیا ہے اس لیے میں وہیں سے آغاز کرتا ہوں''۔

شام کا سفر:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''شام میں مسلمانوں کے موروثی مال ضائع ہو رہے ہیں وہیں سے میں (سفر کا) آغاز کرتا ہوں ان کے ورثوں کو میں تقسیم کروں گا پھر میں لوٹ کر باقی شہروں میں گھوموں گا اور انہیں اپنے احکام دوں گا'' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام چار مرتبہ تشریف لائے دو مرتبہ ۱۶ھ میں گئے اور دو مرتبہ ۱۷ھ میں روانہ ہوئے۔ مگر اس سال (۱۷ھ میں) پہلی مرتبہ شام میں داخل نہیں ہوئے۔

بعض ممالک کے بارے میں حدیث:

محمد بن مسلمہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حفاظت (حفظ) کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے ترکوں میں ہیں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے بخل کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے فارس میں ہیں اور ایک حصہ (دنیا کے) باقی لوگوں میں ہے۔ سخاوت کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے سوڈان میں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے شرم و حیا کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے عورتوں میں ہیں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے حسد کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے عرب میں ہیں اور ایک حصہ (دنیا کے) باقی لوگوں میں ہے تکبر کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے روم میں اور ایک حصہ (دنیا کے) دیگر افراد میں ہے۔

طاعون عمواس

عمواس کے طاعون کی خبروں میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سے سن میں نمودار ہوا۔ محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) مسلمہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں "پھر ۱۸ھ شروع ہوا اس سال عمواس کا طاعون پھیلا جس میں بہت سے لوگ فنا ہوئے (اسی مرض میں) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے وفات پائی جب کہ وہ مسلمانوں کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ نیز حضرات معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' یزید بن ابوسفیان' حارث بن ہشام' سہیل بن عمرو' عتبہ بن سہیل رضی اللہ عنہم اور دیگر معزز مسلمانوں نے (اس مرض میں) وفات پائی۔

ابومعشر روایت کرتے ہیں کہ عمواس اور جابیہ کا طاعون ۱۸ھ میں ہوا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

محمد بن اسحاق کی روایت میں طارق بن شہاب بجلی بیان کرتے ہیں "ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب کہ وہ اپنے کوفہ کے گھر میں تھے تاکہ ہم ان سے باتیں کریں جب ہم بیٹھ گئے تو انہوں نے فرمایا:

"تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم (اس بات کو) پوشیدہ رکھو کیونکہ گھر میں ایک انسان اس مرض میں مبتلا ہے اور نہ تمہارے لیے (اس بات میں) کوئی مضائقہ ہے کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ اور اپنے ملک کے کھلے اور پاکیزہ مقام میں رہو تا آنکہ یہ وبا دور ہو جائے۔ دراصل مکروہ اور پرہیز کے قابل یہ بات ہے کہ کوئی یہ خیال کرے کہ اگر وہ یہاں رہے گا تو وہ مر جائے گا اور جو کوئی یہاں قیام کرے اور اس کو یہ بیماری لگ جائے تو وہ یہ خیال کرے کہ اگر وہ چلا جاتا تو اسے یہ بیماری نہ لگتی لیکن اگر کوئی مرد مسلمان اس قسم کا عقیدہ نہ رکھے تو اس کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

میں عمواس کے طاعون کے موقع پر (حضرت) ابوعبیدہ بن الجراح کے ساتھ شام میں تھا جب یہ بیماری عام ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے انہیں نکالنے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

"مجھے تمہارے ساتھ ایک ضروری کام درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں تم سے بالمشافہ بات کروں لہٰذا جب تم میرا خط مطالعہ کرو تو فوراً میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہو جاؤ"۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ وہ انہیں اس وبا سے نکالنا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے فرمایا اللہ امیر المومنین کی مغفرت فرمائے پھر انہوں نے یہ خط لکھا:

"اے امیر المومنین! مجھے آپ کے مقصد کا علم ہو گیا ہے مگر میں مسلمانوں کے لشکر میں ایسی حالت میں ہوں کہ میں یہاں

سے نکل نہیں سکتا۔ بلکہ میں انہیں چھوڑ نا نہیں چاہتا ہوں تا آنکہ اللہ ان کے اور میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کرے لہٰذا آپ مجھے اس بات سے معاف فرمائیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں''۔

دوبارہ خط:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو آپ رونے لگے لوگوں نے پوچھا ''اے امیر المومنین! کیا (حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے ہیں آپ نے فرمایا نہیں مگر انہوں نے کچھ ایسی بات کہی ہے''۔ پھر آپ نے یہ خط لکھا:

''السلام علیک! تم نے لوگوں کو گہرے اور نشیبی علاقے میں بسا رکھا ہے۔ انہیں بلند اور پاکیزہ مقام پر منتقل کردو''۔

وباء کا آغاز:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا: ''اے ابوموسیٰ! امیر المومنین کا میرے پاس خط آیا ہے جیسا کہ تم نے ملاحظہ کیا لہٰذا تم نکل کر مسلمانوں کے لیے (عمدہ) مقام تلاش کرو۔ تاکہ تمہارے پیچھے میں بھی آؤں''۔ یہ سن کر میں روانہ ہونے کے لیے اپنے گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی بیمار ہوگئی ہے میں لوٹ کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا میرے گھر میں بیماری آ گئی ہے وہ بولے شاید تمہاری بیوی کو یہ مرض لگ گیا ہے میں نے کہا ''جی ہاں'' اس پر انہوں نے اپنے اونٹ کو تیار کرنے کا حکم دیا اس کے بعد جونہی انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا کہ انہیں طاعون کا مرض لاحق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ''بخدا میں بھی مبتلا ہو گیا ہوں''۔ پھر وہ لوگوں کو ساتھ لے کر جابیہ میں آ گئے تا آنکہ وباء دور ہو گئی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ جب وباء عام ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یوں مخاطب ہوئے:

''اے لوگو! (وبا کی) یہ تکلیف تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت اور تمہارے پیغمبر کا بلاوا ہے۔ یہ ان نیک بندوں جیسی موت ہے جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ اس لیے ابوعبیدہ اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اسے اس (تکلیف) سے بہرہ ور کرے''۔

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ انہیں طاعون ہو گیا اور وہ فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہوئے انہوں نے بھی (ان کی طرح) یہ تقریر کی:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اے لوگو! یہ تکلیف تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے پیغمبر کی طرف سے بلاوا ہے یہ ان نیک بندوں جیسی موت ہے جو تم سے پہلے گذرے تھے اس لیے معاذ! اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اس کی آل کو اس (تکلیف) سے بہرہ ور کرے۔ چنانچہ ان کے فرزند عبدالرحمٰن بن معاذ طاعون میں مبتلا ہوئے اور فوت ہو گئے پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے لیے دعا مانگی تو وہ بھی طاعون میں مبتلا ہو گئے طاعون کا اثر ان کی ہتھیلی سے شروع ہوا تھا اور میں نے یہ دیکھا کہ وہ اسے دیکھ کر چومتے تھے اور یہ فرماتے تھے: ''میں نہیں چاہتا ہوں کہ مجھے اس کے بدلے میں دنیا کا کوئی حصہ ملے''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی:

''اے لوگو! یہ بیماری جب نمودار ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی ہے لہٰذا تم جلدی کر کے پہاڑوں کی طرف منتقل ہو جاؤ''۔

ابو واثلہ ہندی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''خدا کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو خدا کی قسم! میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا ہوں' تم میرے اس گدھے سے بھی بدتر ہو''۔

وہ بولے:

''میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا تاہم تم یہاں نہیں رہو گے''۔

اس کے بعد وہ مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ لوگ الگ الگ ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وبا دور کر دی۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خیالات کا علم ہوا تو بخدا انہوں نے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

ابو قلابہ عبداللہ بن زید جرمی فرماتے ہیں مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور (حضرت) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ تکلیف تمہارے لیے رحمت ہے اور تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک بندوں کی موت ہے''۔

(یہ سن کر) میں کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اپنی امت کے لیے یہ دعا مانگی تا آنکہ ایک معتبر راوی نے یہ بیان کیا۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ آپ کے پاس (حضرت) جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ تمہاری امت طاعون سے فنا ہو گی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

''اے اللہ! وہ طاعون سے فنا ہوں''۔

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ و معاذ رضی اللہ عنہما کا اشارہ اس (حدیث) کی طرف تھا۔

نئے حکام:

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرات ابو عبیدہ اور یزید بن ابو سفیان کی موت کی خبر موصول ہوئی تو انہوں نے حضرت معاویہ بن ابو سفیان کو دمشق کا سپہ سالار اور یہاں کے خراج کا نگران مقرر کیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اردن کا سپہ سالار اور حاکم خراج مقرر فرمایا۔

خطرناک وبا:

سیف کی روایت یہ ہے کہ عمواس کا طاعون ۱۷ھ میں ہوا۔ مسلمانوں کا خیال ہے کہ عمواس کا طا ن بہت خطرناک ہے اس میں (بہت عظیم افراد) فوت ہوئے اور ایسا طاعون پہلے کبھی نہیں دیکھنے میں آیا اس موقع پر دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (اور اسے اس سے فائدہ پہنچا) مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے۔ اس میں بہت سے لوگ فوت ہوئے یہ بیماری کئی مہینوں تک رہی تاآنکہ لوگ اس سے بہت تنگ آگئے۔

بصرہ میں وباء:

ابوسعید کی روایت ہے کہ بصرہ میں بھی اس (طاعون) سے بہت جانی نقصان پہنچا ایسے موقع پر قبیلہ تمیم کے ایک شخص نے اپنے ایک عجمی غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے اکلوتے اور ننھے بیٹے کو لے کر ایک گدھے پر سوار ہو جائے اور اسے سفوان پہنچا دے پھر رات کے آخر حصے میں خود بھی اس غلام کے پیچھے روانہ ہوا جب وہ سفوان کے قریب پہنچا جہاں اس کا غلام اور بیٹا اس کے قریب تھے تو اس موقع پر غلام نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا ''وہ گدھے پر یا تیز رفتار اصیل گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ سے نہیں بھاگ سکیں گے کیونکہ کبھی موت مسافر شب رو کے سامنے ہوتی ہے''۔

غیبی آواز:

اس تمیمی کو اس آواز کے بارے میں شک وشبہ ہوا تو وہ آگے بڑھا تو وہ اس کا غلام تھا آقا نے کہا تم نے کیا کہا تھا وہ بولا مجھے کچھ خبر نہیں ہے مالک نے کہا واپس چلے جاؤ چنانچہ غلام اس کے فرزند کو لے کر واپس چلا کیونکہ انہیں ایسا معلوم ہوا کہ انہیں کسی غیبی آواز نے خبردار کیا ہے اس لیے وہ شخص طاعون والی زمین کی طرف جانے لگا پھر پس وپیش کرتا رہا تو اس کے عجمی غلام نے یہ شعر پڑھا:

''اے رنج وغم محسوس کرنے والے! تم وہم مت کرو اگر تمہاری قسمت میں بخار میں مبتلا ہونا لکھا ہے تو تم ضرور بخار میں مبتلا ہو گے''۔

آخری سفر شام

۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بروایت سیف شام کا آخری سفر کیا اور اس کے بعد پھر وہاں نہیں گئے محمد بن اسحٰق کی روایت و ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

سیف کی روایت ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ (شام کے لیے) روانہ ہوئے تو انہوں نے مدینہ میں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ چل پڑے آپ تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرتے رہے اور ایلہ کا راستہ اختیار کیا۔ جب آپ اس کے قریب آئے تو آپ راستے سے ہٹ گئے آپ کا غلام بھی آپ کے پیچھے گیا آپ نے (ایک جگہ) اتر کر پیشاب کیا پھر واپس آ کر آپ اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے اس پر الٹی پوستین پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بجائے غلام کو آپ نے اپنا اونٹ دے دیا جب اس غلام کو آگے کے لوگ ملے تو انہوں نے پوچھا ''امیر المومنین کہاں ہیں؟'' تو وہ بولا ''تمہارے سامنے ہیں'' اس سے مراد اس کی ذات تھی وہ آگے بڑھ کر ایلہ پہنچا اور وہاں قیام کیا اس وقت ملاقاتیوں سے کہہ دیا گیا کہ امیر المومنین شہر ایلہ میں داخل ہو گئے ہیں اور وہیں مقیم ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلہ پہنچے تو ان کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت تھی اس وقت آپ نے وہاں کے بشپ (اسقف) کو اپنی ایک قمیض دی جو طویل سفر میں بیٹھے رہنے سے پیچھے سے پھٹ گئی تھی آپ نے فرمایا:

''تم اسے دھلوا کر دو اور اس میں پیوند لگا دو''۔

بشپ قمیض لے کر چلا گیا اور اس میں پیوند لگوایا اور اس جیسی دوسری قمیض بھی سلوا دی اور اسے لے کر (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا آپ نے دریافت کیا ''یہ کیا ہے؟''۔

بشپ نے کہا ''یہ آپ کی قمیض ہے جسے میں نے دھلوا دیا ہے اور اس میں پیوند لگوایا ہے یہ دوسری چیز میری طرف سے پوشاک (آپ کی خدمت میں تحفہ) ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قمیض کو دیکھا اور اسے پوچھا پھر آپ نے اپنی قمیض زیب تن فرما لی اور وہ (دوسری) لوٹا دی اور فرمایا (ہماری) ''یہ قمیض پسینے کو زیادہ جذب کرتی ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

رافع بن عمرو فرماتے ہیں ''میں نے جابیہ کے مقام پر (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے '' چار چیزیں ایسی ہیں جس نے ان پر عمل کیا تو اس نے عدل و انصاف کا پورا حق ادا کر دیا۔ (وہ یہ ہیں) ۱۔ مال میں

دیانتداری ۲۔تقسیم میں مساوات ۳۔ایفائے عہد ۴۔عیوب سے پاک وصاف ہونا۔ یہ چیزیں تمہاری ذات اور اہل وعیال کو پاکیزہ بناتی ہیں۔

شام کے انتظامات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف تقسیم کیے اور موسم گرما اور موسم سرما کی الگ الگ فوجیں مقرر کیں اور شام کی سرحدوں اور چوکیوں کو محفوظ بنایا اور وہاں کے علاقے کا گشت کیا اور ہر ضلع میں گھومے آپ نے عبداللہ بن قیس کو ہر ضلع کے ساحلی علاقوں کا حاکم بنایا۔ شرحبیل کو معزول کیا اور معاویہ کو حاکم بنایا۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ان کا ماتحت بنایا۔ حضرت شرحبیل نے ان سے کہا:

''کیا آپ ناراضگی کی وجہ سے مجھے معزول کررہے ہیں''۔

آپ نے فرمایا:

''نہیں تم ویسے ہی ہو جیسے میں تمہیں پہلے پسند کرتا تھا۔ البتہ میں زیادہ طاقتور شخص کو (اس کام کے لیے) ترجیح دوں گا''۔

آپ نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو اہراء پر حاکم مقرر کیا اور ہر چیز کا انتظام کیا پھر آپ نے لوگوں کو الوداع کہا۔

عدی ابن سہیل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی سرحدوں اور دیگر امور سے فارغ ہوئے تو آپ نے میراث کی تقسیم کی اور لوگوں کو ایک دوسرے کا (جائز) وارث مقرر کیا اور ہر خاندان میں جو زندہ بچے انہیں وارث کی حیثیت سے (مناسب حصہ) تقسیم کیا۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حارث بن ہشام ستر رشتہ داروں کے ساتھ آئے تھے۔ ان میں صرف چار زندہ بچے۔

شام میں آخری تقریر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ کی طرف ماہِ ذوالحجہ میں واپس آئے۔ جب انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

تم آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے اپنے دورِ خلافت میں تمہارے وہ تمام حقوق ادا کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مقرر کیے ہیں۔ ہم نے تمہارے مالِ غنیمت اور گھروں کی تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لیا اس طرح تمہارے جنگی امور میں بھی انصاف کیا اور جو تمہارے حقوق تھے وہ سب ادا کیے ہم نے تمہارے لیے فوجوں کا انتظام کیا تمہاری سرحدوں کی حفاظت کی۔ تمہیں آباد کیا اور جہاں تک تمہارا مالِ غنیمت حاصل ہوا اس کے مطابق ہم نے تمہیں وسیع حصہ دیا۔ اور تمہاری غذائیں پوری کیں ہم نے حکم دیا کہ تمہیں عطیات اور وظائف دیئے جائیں اور تمہیں ہر ممکن امداد دی جائے۔

''جسے کچھ معلومات حاصل ہوں اسے چاہیے کہ وہ اس پر عمل بھی کرے اور ہمیں اطلاع بھی دے ان شاء اللہ ہم اس پر عمل کریں گے تمام اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے''۔

اذان بلال رضی اللہ عنہ سے رقت:

(اس اثناء میں) نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے کہا'' آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں چنانچہ آپ کے حکم

کے مطابق انہوں نے اذان دی جب وہ اذان دے رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابی رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی (رونے سے) تر ہوگئی سب صحابیوں سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو روتے دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے کیونکہ انہیں عہد رسالت یاد آ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

ابوعثمان اور ابو حارثہ کی روایت ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ قنسرین کے حاکم رہے تاآنکہ انہوں نے ایک جنگی مہم میں حصہ لیا وہاں مال غنیمت ملا اور اپنے حصے میں تقسیم کیا۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی۔ کہ (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ حمام میں گئے اور وہاں انہوں نے ایسی چیز سے جسم کی مالش کی۔ جس میں شراب ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے شراب کو جسم پر ملا ہے۔ حالانکہ اللہ نے شراب کا ظاہر و باطن سب کچھ حرام کیا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کی ظاہری اور اندرونی دونوں صورتیں حرام کی ہیں اللہ نے جس طرح شراب کا پینا حرام کیا ہے اسی طرح اس کا چھونا بھی حرام کیا ہے لہٰذا یہ تمہارے جسم کو مس نہ کرے کیونکہ یہ نجس اور ناپاک ہے اور اگر تم نے ایسا کوئی کام کیا ہے تو اس کا اعادہ مت کرو''۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) انہیں لکھا: ''ہم نے اسے تبدیل کر دیا ہے یہ شراب نہیں رہی ہے بلکہ دھونے والی اور پاک وصاف کرنے والی چیز بن گئی ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

''میرا خیال ہے کہ مغیرہ کا خاندان (جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خاندان ہے) جفا کاری میں مبتلا ہے۔ اللہ تمہیں اس پر موت نہ دے''۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی

۱۷ھ میں حضرات خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور عیاض بن غنم سیف کی روایت کے مطابق دشمن کی سرحد میں داخل ہوئے اور وہاں گھس کر انہوں نے مال غنیمت حاصل کیا وہ جابیہ سے اس طرف روانہ ہوئے تھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ چلے گئے تو اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حمص کے حاکم تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت قنسرین کے حاکم تھے دمشق کے حاکم یزید بن سفیان تھے۔ اردن کے حاکم معاویہ تھے فلسطین کے حاکم علقمہ بن مجزر تھے۔ ابراء کے حاکم عمرو بن عبسہ تھے۔ سواحل کے حاکم عبداللہ بن قیس تھے ہر علاقہ پر ایک حاکم مقرر تھا چنانچہ آج تک شام و مصر و عراق کی چھاؤنیاں اور فوجی مراکز اسی طرح قائم ہیں کوئی فوج ایک دوسرے کی عمل داری سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی کفر اختیار کرنے کے بعد وہاں گھس جائے۔ بہر حال اس قسم کی (انتظامی صورت) ۱۷ھ میں اعتدال پر تھی۔

کثرت مال کی شکایت:

جب (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ اس (جنگی مہم) سے واپس آئے تو لوگوں کو یہ اطلاع ملی۔ کہ ان کے گروہ نے بہت مال حاصل کیا ہے تو مختلف اطراف سے لوگ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس مال حاصل کرنے کے لیے آئے ان میں سے اشعث بن قیس بھی تھے جو (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کے پاس قنسرین میں طلب مال کے لیے آئے تھے اور انہوں نے اشعث کو دس ہزار کا عطیہ دیا۔

معزولی کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کوئی فعل پوشیدہ نہیں رہا۔ کیونکہ انہیں عراق سے تحریری طور پر یہ اطلاع مل گئی تھی کہ کون کون (جنگی مہم کے لیے) روانہ ہوئے تھے۔ نیز شام سے یہ اطلاع ملی تھی کہ کن لوگوں کو عطیات دیے گئے تھے۔ لہٰذا آپ نے قاصد کو بلوایا اور اس کے ہاتھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''وہ خالد کو کھڑا کر کے ان کے عمامہ سے باندھ دیں اور ان کی ٹوپی اتار لیں۔ تا کہ وہ صاف طور پر بتائیں کہ انہوں نے اشعث کو کہاں سے انعام دیا ہے؟ آیا اپنے مال سے دیا ہے یا مال غنیمت سے عطا کیا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے مال غنیمت سے یہ عطیہ دیا ہے تو سمجھو کہ انہوں نے خیانت کا اقرار کیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ انہوں نے اپنے مال سے یہ عطیہ دیا ہے تو انہوں نے اسراف کیا ہے ہر حالت میں تم انہیں معزول کر دو۔ تم ان کا کام اپنے ذمے لے لو''۔

قاصد کی جواب طلبی:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو (اس بارے میں) لکھا جب وہ آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو جمع کیا اور خود منبر پر بیٹھ گئے۔ قاصد نے کھڑے ہو کر پوچھا:

اے خالد! کیا تم نے اپنے مال سے دس ہزار کا عطیہ دیا یا مال غنیمت سے (دیا) انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اس نے بار بار دریافت کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں کہا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے' امیر المومنین نے تمہارے بارے میں اسی طرح حکم دیا ہے یہ کہہ کر انہوں نے ان کی ٹوپی اتار لی اور انہیں ان کے عمامہ سے باندھ دیا اور کہا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی صفائی:

بتاؤ کیا تم نے (عطیہ) اپنے مال سے دیا یا مال غنیمت سے (دیا)؟ وہ بولے: ''میں نے اپنے مال سے (دیا)'' اس پر انہوں نے (ان کا عمامہ) کھول دیا دوبارہ ٹوپی پہنائی اور پھر اپنے ہاتھ سے ان کا عمامہ باندھا پھر فرمایا:

''ہم اپنے حاکموں کا حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور ان کی عزت اور خدمت کریں گے''۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حیران تھے کہ آیا (انہیں اپنے عہدے سے) معزول کر دیا گیا ہے یا وہ اس پر بحال ہیں؟۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات سے مطلع نہیں کیا۔

طلبی کا حکم:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ طویل عرصے تک نہیں آئے تو انہیں یہ خیال ہوا (کہ معزولی کی خبر

چھپائی گئی ہے) لہٰذا انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس آنے کے لیے تحریر کیا۔ اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ (حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمانے لگے۔ اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا اس چھپانے سے کیا مقصد تھا؟ آپ نے وہ بات چھپائی جسے میں آج سے پہلے جاننا چاہتا تھا' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نہیں چاہتا تھا کہ جب تک ممکن ہو میں تمہیں خوف زدہ کروں کیونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ تمہیں اس بات سے رنج ہوگا''۔

الوداعی تقریریں:

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ قنسرین گئے اور اپنی رعایا کے سامنے تقریر کی اور انہیں الوداع کہا پھر وہاں سے روانہ ہو کر حمص آ گئے۔ وہاں بھی انہوں نے عوام کو مخاطب کیا اور انہیں الوداع کہا۔ پھر وہ مدینہ (منورہ) کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت:

جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان سے شکایت کی اور کہا ''میں نے آپ کی یہ شکایت مسلمانوں کے سامنے بھی بیان کی تھی' خدا کی قسم! آپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مال کا حساب:

(تمہارے پاس) ''یہ دولت کہاں سے آئی'' وہ بولے ''مال غنیمت اور میرے مقرر حصوں سے (آئی) چنانچہ ساٹھ ہزار سے زائد جو رقم ہو وہ آپ کی ہے'' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساز و سامان کی قیمت لگائی تو ان کی طرف بیس ہزار (زائد) نکلے۔ جسے انہوں نے بیت المال میں داخل کر دیا پھر آپ نے فرمایا:

''اے خالد! خدا کی قسم! تم میرے نزدیک بہت شریف ہو اور میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اور آج کے بعد تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی''۔

معذرت نامہ:

عدی بن سہیل کی روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہر والوں کو یہ تحریر فرمایا ''میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو ناراضگی یا بد دیانتی کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ان پر فریفتہ ہو گئے تھے اس لیے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ ان پر بے حد بھروسہ اور اعتماد نہ کریں۔ اور دھوکے میں نہ آ جائیں۔ اس لیے میں نے چاہا کہ انہیں حقیقت معلوم ہو جائے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اس لیے انہیں کسی فتنے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے''۔

خراجِ تحسین:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا:

''تم نے بہت بڑے کارنامے انجام دیے کسی نے تمہارے جیسا کام نہیں کیا تاہم قوم میں جو کام انجام دیتی ہیں ان کا حقیقی صانع اللہ تعالیٰ ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان پر کچھ تاوان مقرر کیا پھر اس کا معاوضہ دے دیا۔ بعد ازاں انہوں نے مسلمانوں کے نام (مذکورہ بالا) خط

لکھا تا کہ انہیں صحیح عذر اور سبب معلوم ہو جائے اور وہ حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمرہ:

۷اھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ ادا کیا اور خانہ کعبہ کی مسجد کی تعمیر کی اور بقول واقدی اس میں توسیع کی۔ آپ نے مکہ معظمہ میں بیس دن تک قیام فرمایا۔ آپ نے ان لوگوں کی عمارتوں کو گرا دیا جنہوں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے گھروں کی قیمتیں بیت المال میں محفوظ رکھیں تا آنکہ وہ اسے وصول کر لیں۔ آپ نے ماہ رجب میں عمرہ ادا فرمایا تھا۔ اس وقت آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت زید بن ثابت کو جانشین بنایا تھا۔

تعمیر حرم:

واقدی کی روایت ہے کہ آپ نے اس عمرہ کے موقع پر حرم شریف کے چبوتروں کی از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس کام پر آپ نے مخرمہ بن نوفل' ازہر بن عبدعوف' حویطب بن عبدالعزیٰ اور سعید بن یربوع کو مقرر کیا۔

واقدی ابوعبداللہ مزنی کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۷اھ میں عمرہ ادا کرنے مکہ معظمہ آئے جب آپ راستے پر سے گذرے تو پانی والوں نے درخواست کی کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مکانات تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس سے پہلے کوئی عمارت بنی ہوئی نہیں تھی۔ آپ نے اس شرط پر انہیں اجازت دی کہ مسافر سایہ اور پانی حاصل کرنے کا زیادہ حق دار ہوگا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح:

اس سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں ان کے ساتھ رخصتی ماہ ذوالقعدہ میں ہوئی۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی معزولی

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ماہ ربیع الاوّل میں روانہ کریں۔

حضرت سعید بن المسیب کی روایت کے مطابق ابوبکرہ' شبل بن معبد بجلی' نافع بن کلدہ اور زیاد نے مغیرہ کے خلاف گواہی دی تھی۔

یعقوب بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ کی قبیلہ بنو ہلال کی ایک عورت ام جمیل کے ہاں آمد و رفت تھی اس کا شوہر قبیلہ ثقیف سے تھا جس کا نام حجاج بن عبید تھا وہ فوت ہو چکا تھا۔ جب اس عورت کے ہاں ان کے آمد و رفت کی خبر اہل بصرہ کو ملی تو ان پر یہ بات بہت شاق گزری۔ ایک دن مغیرہ اس عورت کے گھر گئے تو لوگوں نے ان پر نگران بٹھا دیے تھے اور وہ لوگ جنہوں نے گواہی دی تھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے پردہ کھولا تو وہ اس کے ساتھ مشغول کار تھے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

ابوبکرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا (اور وہ خود بھی آ گئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ''تم نے اس کی آواز سنی تھی۔ حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان پردہ تھا'' وہ بولے ''ہاں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم برائی کے لیے آئے ہو'' وہ کہنے لگے ''مغیرہ رضی اللہ عنہ مجھے یہاں لائے ہیں'' اس کے بعد انہوں نے تمام قصہ بیان کر دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ کو روانہ کر دیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو) ایک عمدہ لونڈی پیش کی جس کا نام عقیلہ تھا اور کہا ''میں بخوشی یہ آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔

واقدی کی روایت کے مطابق مالک بن اوس بن حرثان بیان کرتے ہیں ''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ وہاں آئے تھے انہوں نے قبیلہ مرہ کی ایک عورت سے نکاح کر رکھا تھا'' آپ نے اس سے فرمایا ''تم بہت فارغ البال ہو اور شوقین انسان ہو'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے عورت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ''اسے اقطاء کہا جاتا ہے اور اس کا شوہر قبیلہ ثقیف کے خاندان بنو ہلال سے تھا''۔

اصل واقعہ:

ابوجعفر طبری تحریر فرماتے ہیں کہ ابوبکرہ کی مخالفانہ شہادت کی وجہ سیف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ ابوبکرہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ہر کام کو ناپسند کرتے تھے۔ دونوں بصرہ میں پڑوسی تھے۔ ان کے گھروں کے درمیان راستہ (مشترک) تھا یہ دونوں اپنے گھروں کے آمنے سامنے کے بالا خانوں میں رہتے تھے اور ہر ایک میں بالمقابل کھڑکی تھی۔ ایک دفعہ ابوبکرہ کے بالا خانے میں اس کے ساتھ چند افراد باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ہوا چلی اور اس سے کھڑکی کا دروازہ کھل گیا ابوبکرہ اسے بند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کیونکہ ان کی کھڑکی کا دروازہ بھی کھل گیا تھا (انہوں نے دیکھا کہ) کہ وہ کسی عورت پر دراز ہیں انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے وہ بولے ''یہ کون ہے؟'' ابوبکرہ نے کہا ''یہ ام جمیل بنت افقم ہے جو قبیلہ عامر بن صعصعہ کی ہے وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر امراء واشراف کے پاس آتی رہتی ہے اور اس زمانے میں کچھ عورتوں کا یہی طریقہ ہے'' وہ بولے ''ہم نے نچلا حصہ دیکھا ہے چہرہ کو ہم پہچان نہیں سکیں ہیں'' جب وہ کھڑی ہوئی تو ان کا (شک وشبہ) پختہ ہو گیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

جب مغیرہ رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے تو ابوبکرہ ان کی نماز پڑھانے میں حائل ہوئے اور کہنے لگے ''آپ نماز نہ پڑھایئے'' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور (مزید) خط وکتابت کرتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا:

''اے ابوموسیٰ! میں تمہیں حاکم بنا کر ایسی سرزمین کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں شیطان نے انڈے دے دیے ہیں اور ان میں سے چوزے بھی نکل آئے ہیں اس لیے جو طریقہ (سنت نبوی کا) تمہیں معلوم ہے اس کی پابندی کرنا' اور تبدیل

مت ہو جانا ورنہ اللہ بھی اپنا طریقہ تمہارے ساتھ تبدیل کرے گا''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالبہ:

وہ بولے'' آپ میری معاونت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ بھیج کر کیجیے۔ جو مہاجرین و انصار میں سے ہوں۔ کیونکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس امت (مسلمانوں) اور اس کے کاموں کے لیے ایسے ہیں۔ جیسے نمک جس کے بغیر کھانا درست نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا'' جو صحابی تمہیں پسند ہوں انہیں لے جاؤ'' انہوں نے انتیس صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔ جن میں حضرات انس بن مالک' عمران بن حصین اور ہشام بن عامر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان سب کو لے کر روانہ ہوئے اور مربد میں قیام کیا۔

معزولی کا حکم:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خبر مل گئی کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مربد میں آ کر مقیم ہو گئے ہیں وہ بولے'' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نہ ملاقات کرنے آئے ہیں اور نہ تجارت کی غرض سے آئے ہیں۔ بلکہ وہ امیر و حاکم کی حیثیت سے آئے ہیں'' ابھی وہ یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ اور انہوں نے اندر آ کر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک دیا یہ سب سے مختصر خط تھا۔ اس میں چار جملے تھے جس میں معزولی کا حکم تھا۔ عتاب تھا اور جلد پہنچنے کا حکم تھا۔ وہ خط یہ تھا:

'' مجھے اہم خط موصول ہوا ہے۔ اسی لیے میں نے (حضرت) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر بھیج دیا ہے جو کچھ تمہارے قبضے میں ہے وہ سب انہیں سپرد کر کے جلدی واپس آ ؤ''۔

اہل بصرہ کو خط:

آپ نے اہل بصرہ کو یہ خط تحریر فرمایا تھا:

'' میں نے (حضرت) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو تم پر حاکم بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ تمہارے کمزور انسان کو طاقت ور انسان سے حق دلوائے اور تمہیں لے کر تمہارے دشمنوں کے خلاف جنگ کرے اور تمہارے راستوں کو پاک وصاف کرے''۔

(حضرت) مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں طائف کی پرورش یافتہ ایک لونڈی پیش کی۔ جو عقیلہ کے نام سے موسوم تھی۔ اور کہا'' میں نے آپ کے لیے اس کا انتخاب کیا ہے''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شہادت:

مغیرہ رضی اللہ عنہ' ابوبکرہ' نافع بن کلدہ' زیاد' شبل بن معبد بجلی رضی اللہ عنہم یہ سب وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو جمع کیا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ بولے'' آپ ان غلاموں سے پوچھیں۔ کہ انہوں نے مجھے کس سمت سے دیکھا۔ آیا سامنے سے دیکھا یا پیچھے سے (دیکھا) نیز انہوں نے عورت کو کس طرح دیکھا۔ یا وہ اسے کیسے پہچان گئے؟ اگر وہ میرے سامنے تھی تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ میں نے پردہ نہ کیا ہو۔ اگر وہ میرے پیچھے تھے تو کس قاعدے کے مطابق انہیں میرے گھر میں میری عورت کو دیکھنا جائز ہو گیا؟ خدا کی قسم! میں نے یہ فعل اپنی بیوی کے ساتھ کیا اور وہ اس کے (ام جمیل کے) مشابہ تھی''۔

سب سے پہلے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے شہادت کا آغاز کیا۔ انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے مغیرہ (رضی اللہ عنہ) کو ام جمیل کے ساتھ زنا

کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا:

''تم نے انہیں کس سمت سے دیکھا؟'' وہ بولے ''میں نے پس پشت دیکھا''۔

پھر شبل بن معبد کو بلایا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کی گواہی دی۔

ان سے پوچھا گیا:

''تم نے سامنے سے دیکھا یا پیچھے سے دیکھا'' وہ بولے ''میں نے سامنے سے دیکھا''۔

زیاد کی شہادت:

نافع نے بھی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق شہادت دی۔ مگر زیاد نے ان جیسی شہادت نہیں دی۔ بلکہ یہ کہا ''میں نے انہیں ایک عورت کی ٹانگوں کے درمیان دیکھا۔ جس کے حنا آلودہ پاؤں تھے اور وہ حرکت کر رہے تھے اور اس کے سرین کھلے ہوئے تھے۔ نیز میں نے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنی'' ان سے پوچھا گیا۔ کیا تم نے انہیں مباشرت کا صحیح فعل کرتے ہوئے دیکھا'' وہ بولے ''نہیں'' پھر پوچھا گیا ''کیا تم عورت کو پہچانتے ہو؟'' وہ بولے ''نہیں'' بلکہ مجھے اس بارے میں شبہ ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم الگ ہو جاؤ''۔

گواہوں کو سزا:

اس کے بعد باقی تین گواہوں کے بارے میں حکم دیا:

''انہیں غلط الزام (تہمت) لگانے کے جرم میں کوڑے مارنے کی حد شرعی جاری کرو''۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے (حوالے کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اگر وہ پورے گواہ نہ لا سکیں تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں''۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''مجھے ان غلاموں سے نجات دلائیے''۔

آپ نے فرمایا:

''تم خاموش ہو جاؤ۔ اللہ نے تم کو بچایا۔ خدا کی قسم! اگر گواہی مکمل ہو جاتی تو میں تمہیں ضرور سنگسار کرتا''۔

باب ۴:

فتح اہواز و مناذر

۱۷ھ میں سوق الاہواز' مناذر' اور نہر تیری ایک روایت کے مطابق فتح ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ علاقے ۱۶ھ میں مفتوح ہوئے۔

سیف کی روایت ہے کہ ہرمزان اہل فارس کے سات بڑے خاندانوں میں سے ایک خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی عمل داری میں مہرجان قذق اور اہواز (خوزستان) کے علاقے شامل تھے جب ہرمزان کو جنگ قادسیہ میں شکست ہوئی تو اس نے اپنے علاقے کا رخ کیا اور اس پر قابض ہو گیا اور اس علاقے کے لوگوں کے ذریعے جس سے چاہتا جنگ کرتا تھا۔ چنانچہ ہرمزان اہل میسان و دست و سیان پر مناذر اور نہر تیری دونوں راستوں سے حملہ کرنے لگا (ایسی صورت میں) حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کی انہوں نے ان کی امداد کے لیے نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود کو بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں میسان اور دستمیسان کے بالائی حصے کی طرف جائیں تاکہ وہ ان کے اور نہر تیری کے درمیان رہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے سلمی بن القین اور حرملہ بن مریطہ کو بھیجا۔ وہ دونوں قدیم مہاجرین صحابی تھے۔ اور بنو حنظلہ کی شاخ قبیلہ عدویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ دونوں میسان اور دستمیسان کی حدود پر مناذر اور دشمن کے درمیان مقیم ہوئے۔

انہوں نے بنو العم کو بلایا تو غالب وائلی اور کلیب بن وائل کلبی ان کے پاس آئے انہوں نے دونوں نعیم کو چھوڑ دیا تھا اور ان سے الگ ہو گئے تھے۔ اور وہ دونوں سلمی اور حرملہ کے پاس آ گئے تھے اور کہنے لگے:

''تم دونوں اپنے خاندان کے ہو تمہیں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جب فلاں دن آ جائے تو تم دونوں ہرمزان کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہو گے۔ اس وقت ہم میں سے ایک مناذر پر حملہ کرے گا اور دوسرا نہر تیری پر حملہ کرے گا پہلے ہم لڑنے والوں سے جنگ کریں گے پھر ہمارا رخ تمہاری طرف ہو گا۔ اس وقت ہرمزان کو کوئی چیز ان شاء اللہ نہیں بچا سکے گی۔

بنو العم کی حمایت:

(یہ کہہ کر) وہ دونوں لوٹ گئے نہ صرف ان دونوں نے (مسلمانوں کی) حمایت کی بلکہ ان دونوں کی قوم بنو العم بن مالک نے بھی حمایت کی کہتے ہیں کہ انہیں بنو العم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صحیح راستے سے ہٹ گئے تھے۔ اور انہوں نے اہل فارس کی مدد کی تھی (یہ لوگ اسلام سے پہلے خوزستان میں رہتے تھے)

ہرمزان سے مقابلہ:

جب مقررہ رات آئی تو اس وقت ہرمزان نہر تیری اور دلث کے درمیان تھا سلمی اور ہرملہ صبح سویرے صف آرا ہو گئے اور ان دونوں نے نعیم اور ان کے ساتھیوں کو بھی آمادہ کیا۔ لہٰذا مسلمانوں کا ہرمزان سے دُلث اور نہر تیری کے درمیان مقابلہ ہوا۔ سلمی بن القین اہل بصرہ کی قیادت کر رہے تھے اور نعیم بن مقرن اہل کوفہ کے سردار تھے۔ جب جنگ ہو رہی تھی تو اچانک غالب اور کلیب کی

طرف سے کمک پہنچ گئی۔

ہرمزان کو شکست:

ہرمزان کو یہ اطلاع ملی کہ مناذر اور نہر تیری پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس طرح اللہ نے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا دل توڑ دیا اور ہرمزان اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہو گئی۔ مسلمانوں نے جس قدر چاہے ان کے افراد قتل کیے اور جس قدر چاہا مال غنیمت حاصل کیا بلکہ وہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے نہر دجیل تک پہنچ گئے۔ اور وہاں تک کے سارے علاقے پر قابض ہو گئے۔ اور سوق الاہواز کے سامنے خیمہ زن ہو گئے ہرمزان نے سوق الاہواز کے پل کو عبور کر لیا تھا اور وہ دوسرے کنارے پر مقیم ہو گیا۔ اس طرح نہر دجیل ہرمزان اور (مسلمانوں کے سپہ سالاروں) سلمیٰ، حرملہ، نعیم و نعیم اور غالب و کلیب کے درمیان تھی۔

ہرم بن حیان کی کھجوریں:

قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص صحار نامی بیان کرتا ہے کہ میں ہرم بن حیان کے پاس کھجوروں کے ٹوکرے لے کر آیا جب کہ وہ دلث اور دجیل کے درمیان مقیم تھا وہ کھجوروں کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس کا اہم توشہ سفر کھجوریں تھیں جب وہ ختم ہو جاتی تھیں تو اسے نئی کھجوریں مہیا کی جاتی تھیں جنہیں وہ ہر حالت میں تناول کرتا تھا خواہ وہ کوچ کرنے کی حالت میں ہو یا پہاڑ پر ہو یا میدان میں ہو۔ ہر جگہ کھجوریں لے جائی جاتی تھیں اور ہر جگہ وہ کھایا کرتا تھا۔

صلح کی درخواست:

جب مسلمان ہرمزان کے قریب اہواز کے مقام پر اس کے سامنے پہنچ گئے تو اس کے اندر مقابلہ کی تاب نہ رہی اس لیے اس نے صلح کے لیے درخواست کی۔ مسلمانوں نے صلح کے بارے میں حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور ان سے مشورہ طلب کیا ہرمزان نے بھی ان سے خط و کتابت کی تو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا کہ نہر تیری، مناذر اور سوق الاہواز کا وہ علاقہ چھوڑ کر جس پر مسلمان غالب آ گئے تھے۔ باقی ماندہ اہواز کے تمام علاقے اور مہرجان قطرف کے بارے میں صلح کر لی جائے البتہ مذکورہ بالا (مقبوضہ علاقہ) انہیں لوٹایا نہیں جائے گا۔

بصرہ کی سرحدی چوکیاں:

سلمیٰ بن القین نے مناذر پر ایک فوجی چوکی بنائی اور اس کا انتظام غالب کے سپرد کیا۔ حرملہ نے بھی نہر تیری پر ایک فوجی چھاؤنی بنائی اور اس کا انتظام کلیب کے سپرد کیا اس طرح یہ دونوں بصرہ کی سرحدی چوکیوں پر مقرر ہو گئے۔

بصرہ کا وفد:

قبیلہ بنو العم کے بہت سے افراد اور خاندان ہجرت کر کے بصرہ کے گھروں میں آباد ہو گئے اور لگاتار وہاں پہنچنے لگے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا اور ایک وفد بھی بھیجا۔ جس میں سلمیٰ، حرملہ جو صحابی تھے۔ نیز غالب اور کلیب بھی شامل تھیں بصرہ سے کئی وفود پہنچے آپ نے حکم دیا کہ وہ سب مل کر اپنی ضروریات پیش کریں۔

احنف بن قیس کی تقریر:

اس موقع پر احنف بن قیس نے کہا "اے امیر المومنین! آپ کی وہی حیثیت ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کی البتہ کبھی کبھی ہم

آپ تو وہ خبریں نہیں پہنچا سکتے جن پر عوام کا مفاد وابستہ ہے اس وقت حاکم نظروں سے اوجھل باتوں پر مخبروں کے نقطہ نظر کے مطابق ہی غور کر سکتا ہے اور جو بات وہ سنتے ہیں اس کے مطابق اسے علم حاصل ہوتا ہے۔

اضافہ کی درخواست:

ہم لوگ منزل بمنزل فروکش ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک خشکی کے حصے میں مقیم ہوئے ہمارے بھائی اہل کوفہ ایک نہایت ہی عمدہ مقام پر مقیم ہیں جہاں شیریں چشمے اور سرسبز باغات ہیں انہیں ہر قسم کے پھل میسر ہیں مگر ہم اہل بصرہ نہایت خراب اور دلدلی زمین میں آباد ہیں اس کا ایک حصہ جنگل میں ہے اور ایک حصہ کھاری سمندر کے قریب ہے ہمارے گھر آدمیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور ہماری تعداد زیادہ ہے مگر ہمارا وظیفہ بہت کم ہے۔ ہمارے اندر شرفاء کی تعداد کم ہے اور مصیبت زدہ لوگ زیادہ ہیں ہمارا سکہ (درہم) بڑا ہے مگر ہمارا پیمانہ چھوٹا ہے اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے اور ہماری اراضی میں اضافہ کیا ہے ہٰذا اے امیر المومنین! آپ ہمارے وظائف میں اضافہ کریں اور ہمیں مزید اراضی دیں تاکہ ہم بسر اوقات کر سکیں''۔

مزید اراضی:

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے گھروں اور بستیوں کے بارے میں تحقیقات کیں اور انہیں مزید اراضی اور جاگیریں دیں کچھ اراضی کسریٰ کے خاندان کی تھی۔ جو دریائے دجلہ اور حجر کے درمیان تھی۔ اسے انہوں نے تقسیم کر لیا تھا۔ باقی شاہی زمینیں اسی حال پر رہیں۔ جس حال میں اہل کوفہ کے قریب کی شاہی اراضی تھی یوں اہل بصرہ کی جاگیروں کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ان کا نصف حصہ لوگوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور نصف لشکر کے لیے اور جماعتی تقاریب کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔

بصرہ کی آبادی:

پہلے (بصرہ میں) وہ دو ہزار سپاہی آباد ہوئے جو جنگ قادسیہ میں شریک تھے پھر بصرہ میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ ہزار افراد آئے کوفہ میں تیس ہزار افراد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد کو اہل بصرہ کے دو ہزار جنگ جو سپاہیوں کے ساتھ ملا دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے مساوی قرار دیا۔

آپ نے ان لوگوں کو جو اہواز کی جنگ میں شریک ہوئے تھے ان کے ساتھ ملا دیا پھر آپ نے فرمایا: ''یہ نوجوان اہل بصرہ کا سردار ہے''۔ ان کے بارے میں حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے مشورہ لیا کریں اور ان کی رائے پر عمل کیا کریں۔ آپ نے سلمیٰ، حرملہ، غالب اور کلیب کو مناذر اور نہر تیری کی طرف واپس بھیج دیا تاکہ وہ ہنگامی ضروریات کے لیے تیار رہیں اور وہاں کے خراج کی نگرانی کریں۔

ہرمزان کی بغاوت:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل بصرہ اپنے ان کاموں میں مصروف تھے اس وقت غالب اور کلیب کا ہرمزان سے اراضی کی حدود کے بارے میں اختلاف رونما ہوا اس لیے سلمیٰ اور حرملہ رضی اللہ عنہما ان کے اختلافات کے بارے میں غور کرنے کے لیے پہنچے اور ان دونوں نے غالب اور کلیب کو حق پر پایا اور ہرمزان جھوٹا ثابت ہوا اس لیے انہوں نے ہرمزان کی مخالفت کی اس پر ہرمزان باغی ہو گیا اور اس نے کردوں سے امداد طلب کی۔ اس طرح اس کے لشکر میں بہت اضافہ ہو گیا۔

حضرات سلمیٰ، حرملہ، غالب اور کلیب نے ہرمزان کی بغاوت اور ظلم و سرکشی کا حال حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا' انہوں نے یہ حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور انہیں حضرت حرقوص بن زہیر سعدی رضی اللہ عنہ کے (زیر قیادت) امداد بھیجی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہرمزان سے دوبارہ جنگ:

ہرمزان اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلمیٰ، غالب، حرملہ اور کلیب کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا جب یہ لوگ سوق الاہواز کے پل تک پہنچے تو مسلمانوں نے ہرمزان کو یہ پیغام بھیجا:

''یا تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ یا ہم تمہاری طرف عبور کر کے آتے ہیں''۔

اس نے کہا:

''تم عبور کر کے ہماری طرف آؤ''۔

چنانچہ مسلمان پل پر سے گذر کر وہاں پہنچے اور سوق الاہواز کے قریب پل پر جنگ ہوئی یہاں تک کہ ہرمزان کو شکست ہو گئی اور وہ رامہرمز کی طرف بھاگ گیا اس نے شغر کے گاؤں کے قریب اریک کے پل پر قبضہ کر لیا اس سے پر رامہرمز پہنچ گیا۔

سوق الاہواز کی فتح:

حضرت حرقوص رضی اللہ عنہ نے سوق الاہواز فتح کر لیا اور وہاں قیام کیا۔ وہ پہاڑ میں مقیم ہوئے سوق الاہواز کا تمام علاقہ تستر تک ان کے زیر نگیں ہو گیا۔ انہوں نے جزیہ مقرر کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع لکھ کر بھیجی اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) بھی بھیجا اور وہاں وفد بھی بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور ان کے لیے ثابت قدمی اور ترقی کے لیے دعا مانگی۔

فتح تستر

سیف کی روایت کے مطابق ۱۷ھ میں تستر فتح ہوا۔ بقول بعض یہ ۱۶ھ یا ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کا واقعہ بروایت سیف یہ ہے کہ جب سوق الاہواز کی جنگ میں ہرمزان کو شکست ہوئی اور حضرت حرقوص رضی اللہ عنہ نے سوق الاہواز فتح کر لیا تو خود وہاں مقیم ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق انہوں نے جزء بن معاویہ کو ہرمزان کے تعاقب میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ فتح کے بعد وہ جزء بن معاویہ کو مسرق کی طرف روانہ کریں لہٰذا جزء بن معاویہ ہرمزان کے تعاقب میں نکلے۔ ہرمزان بھاگ کر رامہرمز کی طرف جا رہا تھا۔

حضرت جزء بن معاویہ راستے میں دشمنوں کا صفایا کرتے رہے تا آنکہ وہ شغر کے گاؤں میں پہنچے ہرمزان نے وہاں ان کا سخت مقابلہ کیا تو شغر سے حضرت جزء ورق گئے جو سرق کا شہر تھا وہ آدمیوں سے خالی ہو گیا تھا کیونکہ وہاں کے لوگ اس کی حفاظت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس پر آسانی سے قبضہ کر لیا انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو بھیجی نیز جو لوگ بھاگ گئے تھے انہیں جزیہ دینے کی دعوت دی اور ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ تو وہ لوگ واپس آ گئے اور انہوں نے جزیہ دینا تسلیم کر لیا۔

پیش قدمی کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزء بن معاویہ اور حرقوص بن زہیر دونوں کو یہ تحریر کیا کہ وہ اپنے مفتوحہ علاقوں میں قیام کریں اور آگے نہ بڑھیں تا آنکہ ان کے پاس ان کا دوسرا حکم آئے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو بھی انہوں نے اسی قسم کی تحریر بھیجی لہٰذا ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے علاقے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے نہریں کھدوائیں اور بنجر افتادہ زمینوں کو سیراب کیا۔

صلح کی درخواست:

جب ہرمزان رامہرمز میں رہنے لگا تو اہواز کی سرزمین اس کو تنگ نظر آئی کیونکہ مسلمان اس کے قریب اس کا احاطہ کیے ہوئے تھے (اس لیے لاچار ہو کر) اس نے صلح طلب کی اور حرقوص و جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی۔ حضرت حرقوص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاملے کے بارے میں تحریر کیا۔

غیر مفتوحہ علاقوں پر صلح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اور عتبہ کو یہ تحریر فرمایا کہ اس سے ان علاقوں کی طرف سے صلح کر لیں جو مفتوح نہیں ہوئے ہیں ان میں رامہرمز' تستر' سوس' جندی سابور اور مہرجانقدق شامل تھے ان پر ہرمزان نے صلح کر لی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہواز کے (مسلم) حکام

اپنے علاقوں پر حکومت کرتے رہے اور ہرمزان ایسی صلح پر قائم رہا وہ جزیہ وصول کر کے انہیں دیتا رہا اور مسلمان اس کی حفاظت کرتے رہے اور جب فارس کے کرد حملہ آور ہوتے تو مسلمان اس کی مدد کرتے اور اس کی طرف سے ان کا مقابلہ کرتے تھے۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ وہ بصرہ کی فوج میں سے دس افراد کا ایک وفد بھیجیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک وفد روانہ ہوا جس میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے سوالات کیے انہوں نے کہا: ''لوگ اس حالت پر ہیں جیسا کہ آپ چاہتے ہیں''۔ آپ نے فرمایا: ''اب تم اپنے ٹھکانوں پر جاؤ''۔ چنانچہ وہ اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔ آپ نے ان کے لباس پر نگاہ دوڑائی تو آپ نے ایک کپڑا دیکھا جو باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو سونگھا پھر فرمایا: ''یہ کس کا ہے؟'' حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کہا ''میرا ہے'' آپ نے فرمایا: ''تم نے یہ کتنے میں خریدا؟'' انہوں نے کہا ''تقریباً آٹھ (درہم)'' اس کی قیمت بتائی اور اصل قیمت سے کچھ کم رقم بتائی۔ کیونکہ انہوں نے بارہ درہم میں اسے خریدا تھا۔

آپ نے فرمایا:

''تم نے اس سے کم کا (لباس) کیوں نہیں خریدا تم اس زائد رقم سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچا سکتے تھے تم فضول خرچی سے بچو تاکہ تم جانی اور مالی فائدہ حاصل کر سکو۔ اسراف مت کرو ورنہ تمہیں جانی اور مالی دونوں صورتوں میں نقصان ہوگا''۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا:

''تم لوگوں کو ظلم سے بچاؤ۔ تقویٰ اختیار کرو اور ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ تمہاری غداری یا سرکشی کی وجہ سے تمہیں زوال آ جائے اللہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک کہ تم اللہ کے عہد پر قائم رہو گے اس لیے تم اللہ کے عہد کو پورا کرو اور اس کے احکام کی پابندی کرو وہ تمہارا مددگار رہے گا اور تمہاری حمایت کرے گا''۔

حرقوص کو خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حرقوص اہواز کے پہاڑ پر رہنے لگے جو دشوار گذار مقام پر ہے لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت رہتی ہے مگر جو وہاں جانے کا قصد کرتا ہے اسے بہت دقت محسوس ہوتی ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا:

''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ ایک دشوار گذار مقام پر مقیم ہیں جہاں لوگ بہت دشواری کے بعد پہنچتے ہیں اس لیے آپ میدانی علاقے میں آ جائیں اور کسی مسلمان یا معاہدہ کرنے والے ذمی کے لیے دشواری کا باعث نہ بنیں۔ تم ایسے شخص کی طرح کام کرو جو آخرت کو حاصل کرنا چاہتا ہو اور دنیا میں اچھی زندگی گذارنے کا طالب ہو تم (نیک کام میں) سستی اور جلد بازی نہ کرو اس طرح تمہاری دنیا بھی خراب ہوگی اور آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی''۔

حرقوص جنگ صفین میں خارجی ہو گئے تھے اور اسی حالت میں رہے وہ خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں بھی شریک ہوئے۔

فارس پر بحری حملہ

سیف کی روایت ہے کہ مسلمان بصرہ اوراس کے علاقے میں مقیم تھے اہواز کے کچھ علاقے کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا اور وہ ان کے قبضے میں تھا۔ باقی علاقے کے بارے میں مصالحت ہوگئی تھی وہ علاقے وہاں کے باشندوں کے پاس تھے وہ لوگ اس کا خراج ادا کرتے تھے اور زیرحفاظت آ گئے تھے مگر (ان کے اندرونی انتظام میں) کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی ۔مصالحت کرانے کے لیے ان کا نمائندہ ہرمزان تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اس زمانے میں) یہی فرماتے تھے:

''ہمارے اہل بصرہ کے لیے وہاں کا علاقہ اوراہواز کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اوراہل فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا نہ وہ ہماری طرف آ سکتے اور نہ ہم ان کے پاس جاسکتے''۔

اس طرح آپ نے اہل کوفہ کے لیے بھی یہ فرمایا:

''کاش کہ ہمارے اوران کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا تا کہ نہ وہ ہماری طرف آ سکتے اور نہ ہم ان کے پاس جا سکتے''۔

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ:

علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا اور ان کی جگہ پر قدامہ بن المظعون کو مقرر کیا پھر قدامہ کو معزول کر کے علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحال کر دیا۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ حریفانہ چشمک تھی وہ مرتدوں کے ساتھ جنگ کر کے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل کر چکے تھے۔مگر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں فتح حاصل کی اورایران کے بادشاہوں کو ان کے گھر سے نکال دیا اور قریب کے علاقے پر قبضہ کر لیا تو وہ سربلند ہو گئے اور یہ کارنامہ علاءؓ کے کارنامے سے بھی بڑھ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مقابلہ:

اس موقع پر علاءؓ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اہل عجم کے مقابلہ پر ایسا کارنامہ انجام دیں جس کی بدولت وہ سابقہ شہرت حاصل کر لیں اس سلسلہ میں وہ اطاعت اور نافرمانی کے فرق کو ملحوظ رکھنے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔

فوج کا بحری سفر:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم (بحرین) مقرر کیا تھا اور انہیں مرتدوں سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں حاکم مقرر کیا مگر بحری جنگ سے منع کر دیا تھا۔مگر وہ اطاعت نہیں کر سکے اور نافرمانی کے انجام پر غور نہیں

ر سکے انہوں نے اہل بحرین کو فارس پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور وہ اس کام کے لیے جلد تیار ہو گئے چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو تین فوجی دستوں میں تقسیم کیا ایک دستے کے سپہ سالار جارود بن المعلی تھے دوسرے کے سوار بن ہمام تھے۔ تیسرے دستے کے خلید بن المنذر بن ساوی تھے وہ عام اور مشترکہ سپہ سالار تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر سمندر کے راستے اہل فارس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

بحری حملوں کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحری حملوں کے لیے کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے اس معاملے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔ کیونکہ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری حملہ کیا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحری جنگ کے لیے کسی کو بھیجا۔

حضرت خلید رضی اللہ عنہ کا خطاب:

بہر حال ان فوجوں نے بحرین سے فارس کے لیے سمندر کو عبور کیا وہ اصطخر پہنچنے کے ارادے سے نکلی تھیں ان کے مقابلے کے لیے اہل فارس ہربذ کی زیر قیادت جمع ہو گئے تھے۔ اہل فارس مسلمانوں کی کشتیوں کی راہ میں حائل ہو گئے لہٰذا حضرت خلید رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر مسلمانوں سے یوں خطاب کیا:

''اللہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو تقدیر اسی کے مطابق کام کرتی ہے ان لوگوں نے تمہیں اپنی طرف سے جنگ کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ تم خود ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہو اس صورت میں یہ کشتیاں اور یہ سرزمین اس کے قبضے میں ہو گی جو غالب آئے گا۔ لہٰذا تم صبر اور نماز کے ذریعے نصرتِ الٰہی کے خواہاں رہو یہ بات اللہ کے عاجز (اور نیک) بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے''۔

گھمسان کی جنگ:

مسلمانوں نے (ان کے اعلان جہاد پر) صدائے لبیک کہی۔ اور ظہر کی نماز پڑھ کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ طاؤس کے مقام پر سخت جنگ ہوئی اس جنگ میں حضرت سوار رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنی قوم (کے بہادرانہ کارنامے) بیان کر رہے تھے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے۔

دو سرداروں کی شہادت:

جارود نے بھی داد شجاعت دی اور شہادت کا درجہ حاصل کیا ان دونوں سرداروں کی شہادت سے پیشتر ان کے فرزند عبداللہ بن سوار اور منذر بن جارود ان دونوں کے قائم مقام سردار ہو گئے تھے۔

پیادہ جنگ میں کامیابی:

اس موقع پر حضرت خلید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تو وہ (گھوڑوں سے) اتر کر جنگ کریں چنانچہ انہوں نے اتر کر (پیادہ ہو کر) جنگ کی اس طرح اہل فارس کے اس قدر سپاہی مارے گئے کہ اس سے پہلے ان کے اتنے افراد نہیں مارے گئے تھے پھر مسلمان لشکر بصرہ جانے کے ارادہ سے نکلا ان کی کشتیاں ڈوب چکی تھیں اس کے علاوہ انہیں سمندر کی طرف جانے کا راستہ نہیں مل سکا پھر انہیں یہ معلوم ہوا کہ شہرک نے مسلمانوں کا راستہ بند کر دیا ہے اس لیے وہ رک گئے اور صف آرا ہو گئے۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی معزولی:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ علاءؒ نے سمندر کے راستے فوجیں بھیجیں ہیں تو ان کے دل میں وہی خیال آیا جو حقیقت میں رونما ہوا وہ علاء پر سخت ناراض ہوئے اور ان کی معزولی کا حکم لکھا اور ان کے لیے وہ سزا مقرر کی جو ان کے لیے سب سے گراں اور زیادہ ناگوار تھی۔ یعنی انہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ماتحت کر دیا اور حکم دیا کہ ''تم اپنے ساتھیوں کو لے کر (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ''۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

امدادی فوج اور اس کے سردار:

(دوسری طرف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت) عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا: ''علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ایک لشکر کو اہل فارس کی طرف بھیج دیا ہے اور اس نے میری نافرمانی کی ہے تاہم مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان کے لیے امدادی فوج نہ بھیجی تو وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ تم لوگوں کو ان کے پاس (امداد کے لیے) بھیجو اور اس سے پہلے کہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں انہیں اپنے ساتھ شامل کر لو''۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا اور انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے مطلع فرمایا۔ اس پر مندرجہ ذیل (ممتاز) حضرات (امدادی فوج میں شامل ہونے کے لیے) تیار ہو گئے (۱) عاصم بن عمرو (۲) عرفجہ بن ہرثمہ (۳) حذیفہ بن محصن (۴) مجزاۃ بن ثور (۵) نہار بن حارث (۶) حصین بن ابوالحر (۷) احنف بن قیس (۸) سعد بن ابی العرجاء (۹) عبدالرحمٰن بن سہل (۱۰) صعصعہ بن معاویہ (۱۱) ترجمان۔

یہ (معزز) حضرات بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے۔ یہ لوگ خچروں پر سوار تھے اور ان کے پہلو میں گھوڑے بھی تھے ان کے سپہ سالار ابوسبرہ بن ابی اہم تھے جو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اہواز کے علاقے میں فوجی چھاؤنیاں برقرار تھیں اور زیر حفاظت علاقہ بھی تھا جو مجاہدین اور مقیم مسلمانوں کا مددگار تھا۔

دونوں فوجوں کی ملاقات:

حضرت ابوسبرہ مسلمانوں کو لے کر ساحلی مقامات پر سے گذرے مگر کوئی ان کے مقابلے کے لیے نہیں آیا۔ آخر کار ابوسبرہ اور خلید دونوں کی ملاقات اس مقام پر ہوئی جہاں طاؤس کی جنگ کے بعد مسلمانوں کا راستہ روک لیا گیا تھا۔ پہلے صرف اہل اصطخر مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار ہوئے تھے۔ مگر جب اہل اصطخر نے مسلمانوں کا راستہ روک لیا تو انہوں نے تمام اہل فارس کو امداد کے لیے بلوایا۔ اور وہ ہر علاقے اور ہر ضلع سے آ کر وہاں جمع ہو گئے۔

نئی پود کے کارنامے:

طاؤس کی جنگ کے بعد اہل فارس کا مقابلہ ابوسبرہ سے ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس امدادی فوج (کمک) پہنچ گئی تھی۔ اور مشرکوں کو بھی امداد حاصل ہو گئی تھی مشرکوں کا سپہ سالار شہرک تھا۔ جب جنگ ہوئی تو اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور مشرکین مارے گئے۔ اور مسلمانوں نے دل کھول کر انہیں نقصان پہنچایا یہ وہ جنگ تھی جس میں بصرہ کی نئی پود نے اپنے جوہر دکھائے۔ اور تمام اسلامی شہروں کی نئی پود (نوجوانوں) میں بہترین ثابت ہوئی۔

فوجوں کی واپسی:

پھر وہ مال غنیمت حاصل کرنے کے بعد لوٹ آئے کیونکہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ وہ وہاں نہ ٹھہریں اور جلد واپس آ جائیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس واپس بصرہ آ گئے اور جو وہاں رہتے تھے وہ اپنے گھر چلے گئے اور جو اہل ہجر تھے وہ اپنے قبائل کی طرف چلے گئے اور جو قبیلہ قیس کے تھے وہ سوق البحرین پر مقام پر آ گئے جب حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اہواز کو فتح کر لیا اور اہل فارس کو شکست دے دی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حج کرنے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر انہوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ حج سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے عہدے سے استعفا پیش کیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا استعفا منظور نہیں کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی عمل داری کی طرف لوٹ جائیں۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

اس وقت انہوں نے اللہ سے دعا مانگی اور واپس چلے۔ مگر (راستے میں) بطن نخلہ کے مقام پر رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ ان کے مزار کی زیارت کے لیے گئے اور فرمانے لگے: ''اگر مقررہ اجل اور لکھی ہوئی قسمت کا عقیدہ نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ تمہیں میں نے قتل کیا ہے''۔ پھر آپ نے ان کی خوبیوں کی بہت تعریف کی۔

پس ماندگان:

انہوں نے دیگر مہاجرین کی طرح اپنے لیے زمینیں نہیں حاصل کی تھیں اس لیے ان کے لڑکے کو گھر کا حصہ (اپنی پھوپھی) فاختہ بنت غزوان کی طرف سے ملا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے رشتہ زوجیت میں تھیں۔ ان کے آزاد کردہ (مولی) غلام خباب نے بھی انہی جیسا طریقہ اختیار کیا اور اپنے لیے کوئی گھر حاصل نہیں کیا۔

اہل طاؤس:

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بن غزوان نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مدائن چھوڑنے کے تین سال بعد وفات پائی ان کے جانشین (حاکم بصرہ) حضرت ابوسبرہ بن ابی اہم رضی اللہ عنہ ہوئے ان کے عمال اپنی حالت پر برقرار رہے اور ان کی فوجی چوکیاں نہر تیری' مناذر' سوق الاہواز اور سرق پر برقرار رہیں' ہرمزان بدستور رامہرمز میں اس علاقے کی طرف سے نیز سوس' بنیان' چندی سابور' مہر جائزق کی طرف سے مصالحت کا نگران تھا یہ واقعہ علاء کے بحری حملہ اور مسلمانوں کے بصرہ واپس آنے کے بعد رونما ہوا۔ اور جو واپس آئے تھے وہ جنگ طاؤس سے تعلق رکھنے کی بنا پر اہل طاؤس کہلاتے تھے۔

بصرہ کے حکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسبرہ بن ابی اہم کو سال کے باقی حصے میں بصرہ کا حاکم بحال رکھا۔ پھر حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی وفات کے دوسرے سال حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا وہ دو سال تک کام کرتے رہے کسی نے ان کے کام کی مخالفت نہیں کی۔ اور وہ وہاں سلامتی کے ساتھ رہے البتہ ان کے اور ابوبکرہ کے درمیان (مخالفت پیدا) ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا پھر انہیں کوفہ تبدیل کر دیا گیا اور عمر بن سراقہ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا پھر ان کا تبادلہ بصرہ سے کوفہ کی طرف ہو گیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بصرہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔

فتح رامہرمز وسوس

سیف کی روایت کے مطابق ۱۷ھ میں رامہرمز' سوس اور تستر مفتوح ہوئے اور اسی سال ہرمزان گرفتار ہوا۔ ان واقعات کا سبب یہ ہوا کہ شاہ یزدگرد اہل فارس کو بھڑکاتا رہا کہ ان کے قبضے سے ان کے علاقے نکل رہے ہیں جب وہ مرو میں تھا تو اس وقت اس نے ان کو برانگیختہ کرنے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

''اے اہل فارس! کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ اہل عرب سواد عراق اور اہواز کے علاقوں پر غالب آ جائیں اور پھر تمہارے اصل ملک اور گھر سے نکال دیں''۔

اس (خط) سے ان میں جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے ایک دوسرے سے خط و کتابت کی اور اہل فارس اور اہل اہواز کا باہم عہد و پیمان ہوا۔ اور انہوں نے فتح و نصرت حاصل کرنے کا عزم صمیم کر لیا۔

حکام کا تقرر:

یہ خبریں حرقوص بن زہیر کو ملی گئیں اور غالب وکلیب کی طرف سے حضرات جزء، سلمٰی اور حرملہ کو بھی یہ خبریں موصول ہوئیں۔ سلمٰی اور حرملہ نے اس کی تحریری اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بصرہ کے مسلمانوں کو بھیجی۔ سب سے پہلے سلمٰی اور حرملہ کا خط پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا:

''تم نعمان بن مقرن کے زیر قیادت جلد ایک بھاری لشکر اہواز بھیجو اور سوید بن مقرن' عبداللہ بن ذی السہمین' جریر بن عبداللہ حمیری اور جریر بن عبداللہ بجلی کو اس مقصد کے لیے روانہ کرو کہ وہ ہرمزان کے مقابلے پر فروکش ہوں تاکہ وہ اس کا حال معلوم کر سکیں''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط:

آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر فرمایا:

''تم اہواز کی طرف ایک بھاری لشکر روانہ کرو اور سہیل بن عدی کے بھائی سہل بن عدی کو اس کا سپہ سالار بناؤ اور ان کی مدد کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کو شامل کرو:

(۱) براء بن مالک (۲) عاصم بن عمرو (۳) مجزاۃ بن ثور (۴) کعب بن سور (۵) عرفجہ بن ہرثمہ (۶) حذیفہ ابن محصن (۷) عبدالرحمٰن بن سہل (۸) حصین بن معبد''۔

کوفہ اور بصرہ کی فوج:

اہل بصرہ اور اہل کوفہ دونوں کے مشترکہ سپہ سالار ابوسبرہ بن ابی اہم ہوں گے اور جو آئے گا وہ ان کا مددگار ہوگا۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر نکلے انہوں نے سواق عراق کے درمیان کا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ وہ دریائے دجلہ کا راستہ قطع کر کے میسان پہنچے پھر اہواز تک خشکی کا راستہ اختیار کیا وہ خچروں پر سوار تھے ان کے پہلو میں گھوڑے بھی تھے وہ بہرتیری پر پہنچ گئے تھے پھر آگے بڑھ کر وہ مناذر اور سوق الاہواز سے آگے نکل گئے انہوں نے حرقوص' سلمیٰ اور حرملہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا پھر وہ ہرمزان کی طرف روانہ ہوئے ہرمزان اس وقت تک رامہرمز میں تھا۔

ہرمزان کو شکست:

جب ہرمزان نے یہ سنا کہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اس کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے جلدی سے حملہ کرنا چاہا تاکہ جلدی سے ان کا صفایا کر دے اسے اہل فارس کی امداد کی بڑی توقع تھی جو اس کی طرف روانہ ہو چکی تھی اور ان کی پہلی امدادی فوج تستر پہنچ چکی تھی۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کا اربک کے مقام پر مقابلہ ہوا اور بہت سخت جنگ ہوئی پھر اللہ نے ہرمزان کو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں شکست دی اور وہ رامہرمز کو خالی کر کے بھاگ گیا اور تستر پہنچ گیا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا قیام:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اربک سے رامہرمز رہنے کے لیے روانہ ہوئے پھر ایذج کے مقام پر پہنچے وہاں تیرویہ نے صلح کر لی اور انہوں نے اس کی صلح قبول کر لی اور وہاں کے لوگوں کو (اسی حالت میں) چھوڑ کر رامہرمز لوٹ آئے اور وہاں رہنے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (امدادی فوج بھیجنے کے لیے) خطوط لکھے تھے۔ لہٰذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر سہل سے آگے بڑھ گئے بلکہ تمام اہل بصرہ سے آگے نکل گئے تھے انہوں نے ہرمزان کو شکست دے دی تھی (جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے)

تستر کی طرف روانگی:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کو لے کر روانہ ہوئے تاکہ وہ سوق الاہواز میں فروکش ہوں وہ رامہرمز کا قصد کر رہے تھے کہ انہیں اس کے فتح ہونے کی خبر ملی اس وقت وہ سوق الاہواز میں تھے انہیں یہ بھی اطلاع ملی کہ ہرمزان تستر پہنچ گیا ہے اس لیے وہ سوق الاہواز سے براہ راست تستر کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بھی رامہرمز سے تستر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرات سلمیٰ، حرملہ، حرقوص اور جزء بھی روانہ ہوئے اور وہ سب تستر کے مقام پر فروکش ہو گئے۔

مزید امدادی فوج:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی قیادت کر رہے تھے اور اہل بصرہ ان کے مددگار تھے ان کے مقابلے پر ہرمزان اور ان کا لشکر تھا جو فارس' جبال اور اہواز کے سپاہیوں پر مشتمل تھا ان لوگوں نے خندقیں کھودیں تھیں اور یہ سب خندقوں میں تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا حضرت ابوسبرہ نے ان سے امداد طلب کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے خود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (فوج دے کر) بھیجا اور وہ ان کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمن کا محاصرہ:

اب اہل کوفہ کے لشکر کے سپہ سالار حضرت نعمان رضی اللہ عنہ تھے اور اہل بصرہ کے سپہ سالار حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ تھے اور

دونوں لشکروں کے مشترک سپہ سالار اعلیٰ حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ تھے مسلمانوں نے اہل فارس کا کئی مہینوں تک محاصرہ کیا اور (اس اثناء میں) ان کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔

اہل کوفہ وبصرہ کے کارنامے:

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس محاصرہ کے دوران ایک سو سورما سپاہیوں کو قتل کیا۔ مجزاہ بن ثور نے بھی اسی قدر افراد کو قتل کیا اسی طرح کعب بن ثور' ابوتمیمہ اور دیگر اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے بھی اسی قدر تعداد میں (دشمن کے بہادر سپاہیوں) کو ٹھکانے لگایا جن میں سے حبیب بن قرہ' ربعی بن عامر' عامر بن عبدالاسود (قابل ذکر) ہیں۔

اسی حملے:

مشرکوں نے تستر کے محاصرہ میں اسی حملے کیے جن میں کبھی انہیں شکست ہوتی تھی اور کبھی کامیابی ہوتی تھی جب آخری حملہ ہوا تو جنگ بہت سخت ہوگئی اس وقت مسلمانوں نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے براء! تم اللہ سے دعا مانگو کہ وہ انہیں شکست دے اور مجھے شہادت عطاء فرمائے''۔ چنانچہ مسلمانوں نے اللہ سے دعا مانگی اے اللہ! تو انہیں شکست دے'' چنانچہ مسلمانوں نے کافروں کو شکست دی اور انہیں خندقوں میں گھس جانے پر مجبور کردیا پھر مسلمان خود وہاں گھس گئے اور وہ اپنے شہر کے اندر گھس گئے۔ جس کا مسلمانوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا۔

شہر کا خفیہ راستہ:

جب مسلمان ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور اس سے تنگ آ گئے تھے کیونکہ ان کی جنگ بہت طویل ہوگئی تھی اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا وہ پناہ کا طالب ہوا تاکہ وہ مسلمانوں کا شہر میں داخل ہونے کا راستہ بتائے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک تیر پھینکا گیا تھا جس میں یہ تحریر تھا۔ ''مجھے آپ لوگوں پر بھروسہ اور اطمینان ہے اسی وجہ سے میں آپ سے اس شرط پر پناہ کا طالب ہوں کہ میں آپ کو وہ راستہ بتاؤں گا جہاں سے تم شہر میں داخل ہوسکو گے اور اس کی بدولت شہر فتح ہو سکے گا''۔

مسلمانوں نے بھی تیر پھینکا اور اسے پناہ دے دی لہٰذا اس نے دوسرا تیر پھینک کر بتایا۔ ''تم پانی کے نکلنے کی جگہ پہنچ جاؤ۔ وہاں سے تم عنقریب اس شہر کو فتح کرسکو گے''۔

جانے والے حضرات:

اس پر مشورہ لیا گیا اور وہاں جانے کے لیے مندرجہ ذیل کے علاوہ بہت سے لوگ تیار ہوگئے وہ لوگ یہ تھے۔

(۱) عامر بن عبد قیس (۲) کعب بن سور (۳) مجزاۃ بن ثور (۴) مسکۃ الحبطی یہ لوگ رات کے وقت اس مقام پر پہنچ گئے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے بھی جب وہ شخص آیا تو اس کے ساتھ مندرجہ ذیل (افسروں) کو بھیجا (۱) سوید بن الشعبہ (۲) ورقاء بن الحارث (۳) بشیر بن ربیعہ خثعمی (۴) نافع بن زید حمیری (۵) عبداللہ بن بشیر ہلالی۔ یہ لوگ بہت سے افراد کو لے کر وہاں روانہ ہوئے اور یہ (اہل کوفہ) اور اہل بصرہ پانی کے نکاسی کے مقام پر اکٹھے ہوگئے سوید اور عبداللہ بن بشیر وہاں سے اندر گھس گئے اور اس کے بعد دونوں لشکروں کے افراد گھسے۔

شہر میں داخلہ:

جب وہ اندر پہنچ گئے تو کچھ لوگ باہر رہے جب اندر کے مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو باہر کے مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر کہا اس وقت دروازے کھول دیے گئے تھے تو مسلمانوں نے بحث کر کے تمام جنگجو سپاہیوں کو (موت کی نیند) سلا دیا۔

ہرمزان کی شرط:

ہرمزان قلعہ کے اندر گھس گیا مگر ان مسلمانوں نے جو اندر گھس آئے تھے اس کا محاصرہ کر لیا جب انہوں نے اس کو دیکھا تو مسلمان اس کی طرف بڑھے تو وہ بولا تم کیا دیکھ رہے ہو تم مجھے تنگی کی حالت میں دیکھ رہے ہو مگر میرے ترکش میں ایک سو تیر ہیں خدا کی قسم! جب تک میرے پاس ایک تیر بھی باقی رہے گا اس وقت تک تم مجھے پکڑ نہیں سکتے ہو میری اس گرفتاری سے کیا فائدہ ہے؟ جب کہ میں تمہارے سو آدمیوں کو نقصان پہنچاؤں۔ ان میں سے کوئی مقتول ہوگا اور کوئی زخمی ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا میں اس شرط پر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر سکتا ہوں کہ میرے بارے میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔

مال غنیمت کی تقسیم:

مسلمانوں نے کہا ''تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی'' اس پر اس نے اپنی کمان پھینک دی اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا مسلمانوں نے اس کے بیڑی ڈال دی اور جو مال غنیمت ملا وہ تقسیم کر لیا۔ چنانچہ سوار کا حصہ تین ہزار تھا اور پیادے کا حصہ ایک ہزار دیا گیا۔

رہنما کو پناہ:

اس شخص کو جس نے تیر کے ذریعے مسلمانوں کو پیغام بھیجا تھا بلایا گیا چنانچہ وہ شخص اور وہ جو بذات خود نکل کر (رہنمائی کر رہا تھا) دونوں آئے اور کہنے لگے ''کون ہے جو ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو پناہ دے گا''۔ مسلمانوں نے پوچھا: ''تمہارے ساتھ کون ہے؟''۔ وہ بولے ''جس نے وہ دروازہ کھولا تھا جہاں سے آپ لوگ داخل ہوئے'' لہٰذا ان لوگوں کو پناہ دی گئی۔

مسلمانوں کی شہادت:

اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور جن مسلمانوں کو ہرمزان نے بذاتِ خود شہید کیا تھا ان میں مجزاۃ بن ثور اور براء بن مالک شامل تھے۔

تعاقب اور واپسی:

حضرت ابوسبرہ تستر کے شکست خوردہ لوگوں کے تعاقب میں سوس تک گئے ان کے ساتھ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ہرمزان بھی ساتھ تھا یہ لوگ سوس کے قریب پہنچ گئے تھے اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ بن سراقہ کو تحریر فرمایا کہ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ بصرہ کی طرف لوٹ جائیں اس طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو تیسری مرتبہ بصرہ کی حکومت ملی۔ آپ نے زر بن عبداللہ فقیمی کو تحریر کیا کہ وہ جندی سابور چلے جائیں چنانچہ وہ وہاں چلے گئے اور وہیں رہنے لگے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط آنے تک وہیں ٹھہرے تھے اس کے بعد وہ بصرہ واپس آ گئے۔

حضرت مقترب رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقترب اسود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اسود اور زر رضی اللہ عنہما مہاجرین صحابہ میں سے تھے۔ اسود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تھا میں آپ کی خدمت میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی صحبت میں رہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔ اس قول کی وجہ سے آپ نے ان کا نام مقترب رکھا۔

حضرت زر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

حضرت زر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے عرض کیا ''میرا پیٹ خالی ہے اور ہمارے بھائیوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے'' آپ نے فرمایا: ''اے اللہ تو زر کی ضرورتوں کو پورا کر''۔

ہرمزان کا لباس:

حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے ایک وفد بھیجا جس میں حضرات انس بن مالک اور احنف بن قیس رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے ان کے ساتھ ہرمزان کو بھی بھیجا وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ آئے وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ہرمزان کو اس کی اصل وضع قطع میں تبدیل کیا انہوں نے اسے ریشمی لباس پہنچایا جو سونے سے مرصع تھا اس کے سر پر تاج رکھا جو آذین کہلاتا تھا اور یاقوت سے مرصع تھا اور اسے اس کا زیور پہنایا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مسلمان اسے اصلی حالت میں دیکھیں پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور راستے میں لوگوں کو دکھاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر پر نہیں ملے جب ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ وہ مسجد میں ایک وفد کے ساتھ جو کوفہ سے آیا ہے بیٹھے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ ان کی تلاش میں مسجد گئے وہاں بھی وہ نہیں ملے جب وہ لوٹنے لگے تو وہ مدینہ کے لڑکوں کے پاس سے گذرے جو کھیل رہے تھے لڑکوں نے کہا: ''کیا تم امیر المؤمنین کو تلاش کر رہے ہو؟'' وہ ''تو مسجد کے قریب دائیں طرف سوئے ہوئے ہیں اور اپنی لمبی ٹوپی کو تکیہ بنایا ہوا ہے''۔

مسجد میں آرام:

(واقعہ یہ تھا) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے ایک وفد سے ملاقات کرنے کے لیے اپنی لمبی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھے تھے جب آپ ان کی گفتگو سے فارغ ہوئے اور وہ چلے گئے اور آپ تنہا رہ گئے تو آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر اسے تکیہ بنایا اور سو گئے تھے جب یہ لوگ آئے تو ان کے ساتھ تماشائی بھی تھے وہ سب آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ سویا تھا۔ اور نہ کوئی بیدار تھا آپ کے ہاتھ میں درہ (کوڑا) تھا۔

ہرمزان کے سوالات:

اس موقع پر ہرمزان نے پوچھا ''(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں'' لوگوں نے کہا ''وہ یہ ہیں''۔ وفد لوگوں کو اشارہ یہ کر رہا تھا۔ ''خاموش ہو جاؤ'' ہرمزان نے وفد سے پوچھا ''ان کے محافظ اور دربان کہاں ہیں؟'' مسلمانوں نے کہا ''ان کا نہ کوئی محافظ ہے اور نہ دربان ہے نہ کوئی سیکرٹری ہے اور نہ دفتر ہے''۔ وہ بولا: ''پھر تو وہ پیغمبر ہیں''۔ وہ بولے ''وہ پیغمبر نہیں ہیں مگر پیغمبروں جیسے کام

کرتے ہیں''۔ اتنے میں لوگوں کی بھیڑ ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شور و غل سے بیدار ہو گئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے ہرمزان کی طرف نگاہ کی تو پوچھنے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

''کیا یہ ہرمزان ہے؟'' لوگوں نے کہا ''ہاں'' اس پر آپ نے اسے غور سے دیکھا اور اس کے لباس کو بھی غور سے دیکھا اور فرمایا:

''میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اسی سے مدد کا طالب ہوں''۔ پھر آپ نے فرمایا: ''خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کے ذریعے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ذلیل کیا اے مسلمانو! تم اس دین (اسلام) کی پابندی کرو اور اپنے پیغمبرؐ کے طریقے سے ہدایت حاصل کرو تم دنیا حاصل کر کے مت اتراؤ کیونکہ یہ دھوکا دینے والی ہے''۔

وفد نے کہا یہ اہواز کا بادشاہ ہے آپ اس سے گفتگو کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں جب تک اس کے بدن پر کوئی زیور باقی ہو گا (میں اس سے گفتگو نہیں کروں گا)'' اس پر اس کے بدن سے ہر چیز اتار دی گئی صرف ستر پوشی کا لباس باقی رہ گیا تھا۔ اس کے بعد اسے معمولی لباس پہنایا گیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہرمزان سے گفتگو:

''اے ہرمزان! تمہیں غداری اور اللہ کے حکم کا انجام کیسا نظر آیا'' وہ بولا ''اے عمرؓ! دور جاہلیت میں اللہ نے ہمیں اور تمہیں تنہا چھوڑ رکھا تھا۔ تو ہم آپ لوگوں پر غالب تھے کیونکہ اس وقت اللہ نہ ہمارے ساتھ تھا اور نہ تمہارے ساتھ تھا۔ مگر جب وہ آپ کے ساتھ آ گیا تو آپ ہم پر غالب آ گئے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تم دور جاہلیت میں ہم پر اس لیے غالب آ گئے تھے۔ کہ تم متحد تھے اور ہم پراگندہ تھے''۔ پھر آپ نے فرمایا:

پانی مانگنا:

''تم نے بار بار عہد شکنی کیوں کی'' وہ بولا ''مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے پہلے کہ میں آپ کو کسی بات کی اطلاع دوں۔ آپ مجھے قتل کر دیں گے'' آپ نے فرمایا: ''تم اس بات کا اندیشہ نہ کرو''۔ اس نے پانی مانگا تو اسے ایک معمولی پیالے میں پانی لا کر دیا گیا وہ بولا ''اگر میں پیاس سے مر بھی جاؤں تب بھی اس پیالے میں پانی نہیں پیوں گا''۔ اس پر اس کے پسند کے مطابق برتن میں پانی لایا گیا اس پر اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور وہ کہنے لگا: ''مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے پانی پیتے ہوئے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تک تم پانی نہ پی لو گے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا''۔

ہرمزان کا حیلہ:

(یہ سن کر) اس نے برتن کو الٹ دیا۔ آپ نے فرمایا ''اسے دوبارہ (پانی) لا کر دو تا کہ اسے قتل اور پیاس (دو چیزوں) کی سزا نہ ملے'' وہ بولا: ''مجھے پانی پینے کی کوئی خواہش نہیں ہے بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں پناہ حاصل کروں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمہیں قتل کروں گا''۔

پناہ لینے کا حیلہ:

اس نے کہا ''آپ نے مجھے پناہ دی ہے'' آپ نے فرمایا ''تم جھوٹ بول رہے ہو'' اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے امیرالمومنین! وہ سچ کہتا ہے آپ نے اسے پناہ دی ہے'' آپ نے فرمایا ''اے انس رضی اللہ عنہ! کیا میں مجزاۃ بن ثور اور براء بن مالک کے قاتل کو پناہ دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! تم ثبوت لاؤ۔ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا''۔ وہ بولے: ''آپ نے فرمایا تھا تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ تم مجھ سے بات نہ کرلو اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک کہ تم پانی نہ پی لو'' اس قول کی تائید ان لوگوں نے بھی کی جو آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اس پر آپ ہرمزان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

ہرمزان کا مسلمان ہونا:

''تم نے مجھے فریب دیا ہے خدا کی قسم! میں صرف ایک مسلمان کے فریب میں آسکوں گا'' اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ منورہ میں آباد کیا۔

ترجمان:

ابن عیسیٰ کی روایت ہے کہ ہرمزان سے ملاقات کے دن اس کے ترجمان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے تاآنکہ اصلی ترجمان آ گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تھوڑی بہت فارسی جانتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اس سے پوچھو تم کہاں کے رہنے والے ہو'' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے (فارسی میں) کہا ''از کہ ام ارضی'' (تم کون سی سرزمین کے ہو؟) اس نے کہا کہ ''مہرجان کا ہوں'' آپ نے فرمایا کہ ''تم اپنا ثبوت لاؤ'' وہ بولا:

زندہ کلام:

''کیا زندہ کلام بولوں یا مردہ کلام؟'' آپ نے فرمایا ''زندہ کلام (کہو)'' اس پر اس نے کہا ''آپ نے مجھے پناہ دی ہے'' آپ نے فرمایا ''تم نے مجھے دھوکا دیا ہے جنگ میں دھوکے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں تمہیں پناہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ تم اسلام نہ لاؤ'' اس وقت اسے یقین ہو گیا کہ یا تو قتل ہونا ہے یا اسلام ہے لہٰذا وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ میں آباد کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں تمہیں اس میں ماہر نہیں دیکھتا ہوں جو شخص اس (زبان) کو اچھی طرح نہیں جانتا ہے وہ دھوکے میں آ جاتا ہے اور جو فریب میں آ جائے وہ مارا جاتا ہے تم اس سے بچو اور پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ اعراب کو خراب کر دیتی ہے''۔ اس کے بعد زید آئے تو انہوں نے گفتگو کی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس (ہرمزان) کے قول کی ترجمانی کرتے تھے۔ اور ہرمزان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سمجھاتے تھے۔

عہد شکنی کی تحقیق:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''شاید مسلمان ذمی افراد کو تکالیف پہنچاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ عہد شکنی کرتے ہیں'' وہ بولے جہاں تک ہمیں علم ہے ایفائے عہد اور حسن سلوک ہوتا ہے''۔ آپ نے

فرمایا: ''پھر اس قسم کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟''۔ اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ البتہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے یہ کہا:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کی توضیح:

''اے امیر المومنین! میں (اس کا سبب) آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ نے ہمیں (ان کے ملک میں پیش قدمی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مفتوحہ علاقے کے اندر رہیں۔ حالانکہ ان کا بادشاہ ان کے ملک میں زندہ وسلامت موجود ہے اس وجہ سے جب تک ان کا بادشاہ زندہ رہے گا۔ وہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ دو بادشاہ ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے جب تک کہ وہ ایک دوسرے کو نہ نکال دے اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ اسی وجہ سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

بادشاہت ختم کرنے کی ضرورت:

یہ بادشاہ ہی ہے جو انہیں (غداری کے لیے) بھڑکاتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے ملک میں گھس جائیں اس صورت میں ہم اس کی بادشاہت کا فارس سے خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اور اسے اس کے ملک سے نکال کر ان کی قومی عزت و وقار کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس وقت اہل فارس کی توقعات منقطع ہو جائیں گی اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا: ''تم سچ بات کہتے ہو اور تم نے معاملہ کی پوری تشریح و توضیح کی ہے''۔ پھر آپ نے ان کی ضرورتیں پوری کیں اور انہیں رخصت کیا۔

پیش قدمی کی اجازت:

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا کہ اہل نہاوند جمع ہو رہے ہیں۔ اور اہل مہر جانقذق اور اہل اہواز ہرمزان کی رائے اور فیصلہ کو تسلیم کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایران کے علاقے میں گھس جانے اور پیش قدمی کرنے کی اجازت دے دی۔

باب ۵:

فتح سوس

سوس کی فتح کے بارے میں اہل سیرت کا اختلاف ہے۔ مدائنی کہتا ہے:

''جب جلولاء کی شکست خوردہ فوج یزدگرد کے پاس پہنچی۔ تو اس نے اپنے خاص لوگوں کو اور موبذ کو بلوایا اور کہا: ''یہ فوج جس فوج سے مقابلہ کرتی ہے اسے شکست دیتی ہے تمہاری کیا رائے ہے؟'' موبد بولا: ''ہماری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل کر اصطخر میں قیام کریں کیونکہ وہ سلطنت کا مرکزی مقام ہے اور وہاں اپنے خزانے بھی لے جائیں اور وہاں سے فوج کو روانہ کریں''۔

بادشاہ نے اس کی رائے پر عمل کیا اور اصفہان چلا گیا اور اس نے سیاہ کو بلا کر اس کے ساتھ تین سو افراد بھیجے جن میں ستر عظیم افراد تھے بادشاہ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر شہر سے جہاں اس کا گذر ہو جس کو چاہے منتخب کرے۔

کلبانیہ میں قیام:

سیاہ روانہ ہوا اور اس کے پیچھے یزدگرد بھی روانہ ہوا تا آنکہ وہ اصطخر پہنچے اس وقت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سوس کا محاصرہ کر رہے تھے اس وقت سیاہ کو سوس بھیجا گیا اور ہرمزان کو تستر کی طرف روانہ کیا گیا سیاہ کلبانیہ میں مقیم ہوا۔ اس وقت اہل سوس کو جلولاء کی جنگ میں شکست کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یزدگرد اصطخر شکست کھا کر چلا گیا ہے ایسی صورت میں انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کی تو انہوں نے مصالحت کر لی اور وہ رامہرمز چلے گئے۔ سیاہ کلبانیہ میں مقیم رہے اسے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا معاملہ بہت دشوار معلوم ہوا۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تستر روانہ ہو گئے تو سیاہ وہاں سے منتقل ہوا اور رامہرمز اور تستر کے درمیان مقیم ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر آئے۔

مسلمان ہونے کا ارادہ:

اسی وقت سیاہ نے ان سرداروں کو بلوایا جو اس کے ساتھ اصفہان سے روانہ ہوئے تھے اور ان سے کہا:

''تم جانتے ہو کہ ہم یہ گفتگو کرتے تھے کہ یہ قوم بہت بدبخت اور پریشان ہے مگر یہ لوگ عنقریب اس سلطنت پر غالب آ جائیں گے۔ اور ان کے مویشی اصطخر کے محلوں اور کارخانوں میں لید کریں گے اور وہ اپنے گھوڑوں کو اسی کے درخت کے ساتھ باندھیں گے وہ ان علاقوں پر غالب آ گئے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو جس لشکر سے مقابلہ کریں گے اس کو شکست دیں گے اور جس قلعہ کے پاس اتریں گے فتح کر کے چھوڑیں گے تم اپنے آپ اس معاملے پر غور کرو''۔

وہ بولے:

''ہماری وہی رائے ہے جو تمہاری رائے ہے''۔

وہ بولا:

''تم میں سے ہر ایک کو مع متعلقین میرا ساتھ دینا چاہیے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کا مذہب قبول کر لیں''۔

آخر کار انہوں نے شیرویہ کو اساورہ قوم کے پاس دس افراد کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ چند شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے معاملہ کو طے کرائیں۔

شیرویہ کی شرائط:

شیرویہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

''ہم آپ کا مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہیں اور اس شرط پر مسلمان ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر اہل عجم سے جنگ کریں گے مگر آپ کے ساتھ مل کر اہل عرب سے جنگ نہیں کریں گے اور اگر اہل عرب میں سے کوئی ہمارے ساتھ جنگ کرے تو آپ اس کے خلاف ہماری مدد کریں گے۔ ہم جہاں چاہیں گے رہیں گے آپ ہمیں بہترین عطیات دیں گے اور یہ معاہدہ وہ حاکم انجام دے گا جو آپ سے بڑا ہے''۔

مطالبات کی منظوری:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہیں وہ حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تمہارے بھی وہی فرائض ہوں گے جو ہمارے فرائض ہیں''۔ انہوں نے کہا: ''ہم اس پر رضامند نہیں ہیں''۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں تحریر کیا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: ''وہ جو مطالبہ کرتے ہیں اسے منظور کر لو'' اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے معاہدہ تحریر کیا اور وہ مسلمان ہو گئے وہ ان کے ساتھ محاصرہ میں شریک ہوئے۔ مگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان میں سرگرمی اور جوش وخروش نہیں دیکھا۔ اس پر انہوں نے سیاہ سے کہا:

بہترین عطیات کا مطالبہ:

''تم اور تمہارے ساتھی ویسے ثابت نہیں ہوئے جیسا کہ ہم توقع رکھتے تھے'' وہ بولے ''ہم اس مذہب میں تمہاری طرح نہیں ہیں اور نہ ہماری عقل وبصیرت تمہاری طرح ہے اور نہ ہمارے پاس کوئی حرم ہے جس کی ہم حفاظت کریں نیز تم نے ہمیں بہترین عطیات نہیں دیئے ہیں ہمارے پاس ہتھیار وساز وسامان ہے اور تم نہتے ہو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا: ''تم ان کے بہادارانہ کارناموں کے مطابق ان کے لیے بہترین وظائف مقرر کرو اور انہیں زیادہ سے زیادہ حصہ جو کسی اہل عرب کو دیا جاتا ہے عطا کرو۔ ان کے سو افراد کو دو دو ہزار کے وظائف دو اور ان کے مندرجہ ذیل چھ افراد میں سے ہر ایک کو ڈھائی ڈھائی ہزار کا عطیہ دو وہ اشخاص یہ ہیں: ''(۱) سیاہ (۲) خسرو جس کا لقب مقلاص ہے (۳) شہریار (۴) شہرویہ (۵) شیرویہ (۶) افروذین''۔

سیاہ کا کارنامہ:

انہوں نے فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا رات کے آخری حصے میں سیاہ چپکے سے قلعہ کے دروازہ کے قریب اہل عجم کے لباس میں پہنچ گیا وہ اپنے کپڑوں پر خون چھڑک کر لیٹ گیا۔

صبح کے وقت اہل قلعہ نے ان کے پاس اپنے لباس میں ایک آدمی کو پڑا ہوا دیکھا انہوں نے خیال کیا کہ کوئی انہی کا زخمی آدمی

ہے انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تا کہ وہ داخل ہو جائے اس پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان سے جنگ کرنے لگا وہ قلعہ کے دروازہ سے بھاگ گئے لہٰذا اس نے تن تنہا قلعہ کا دروازہ کھولا جس میں تمام مسلمان داخل ہو گئے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ کام سیاہ نے تستر کی جنگ میں کیا انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو خسرو قلعہ کی طرف گیا وہاں کوئی آدمی گفتگو کرنے کے لیے جھانکا تو خسرو نے ایک تیر چلا کر اسے مار ڈالا۔

دجال کی فتح کی روایت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر سوس کے قریب پہنچے اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تو اس وقت ہرمزان کا بھائی شہریار اہل سوس کی قیادت کر رہا تھا انہوں نے کئی مرتبہ جنگ کی اور ہر موقع پر اہل سوس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ ایک دن ان کے راہبوں اور مذہبی پیشواؤں نے ان کو دیکھا تو (وہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر) کہنے لگے:

''اے اہل عرب! ہمارے اہل علم اور بزرگوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ سوس کو دجال یا ایسی قوم فتح کرے گی جس میں دجال شامل ہو گا اگر تمہارے اندر دجال ہے تو تم عنقریب اسے فتح کر لو گے اور اگر نہیں ہے تو ہمارے محاصرہ کا قصد نہ کرو''۔

حکام کے تبادلے:

اتنے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی منتقلی بصرہ ہو گئی اور مقترب' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بجائے جو سوس میں تھے۔ اہل بصرہ کے حاکم بنائے گئے اہل عجم نہاوند میں جمع ہو گئے نعمان جو اہل کوفہ پر مقرر تھے وہ ابو سبرہ کے ساتھ سوس کا محاصرہ کر رہے تھے حضرت زر اہل نہاوند کا محاصرہ کر رہے تھے اس لیے اہل کوفہ کی فوج کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا گیا کہ وہ نہاوند پہنچ جائیں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نہاوند جانے کے لیے تیار ہو گئے پھر جانے سے پیشتر انہوں نے حملہ کیا تو وہی راہب اور مذہبی پیشوا آ کر کہنے لگے:

''اے عرب کی جماعت! تم حملہ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ کیونکہ اسے یا تو دجال فتح کرے گا یا وہ قوم فتح کرے گی جس کے ساتھ دجال ہو گا''۔

صاف کا حملہ:

وہ مسلمانوں پر چیخے اور چلائے۔ اس زمانے میں نعمان کے سواروں میں صاف بن صیاد تھا بہر حال مسلمان حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے اور کہنے لگے ''ہم جانے سے پہلے ان سے جنگ کریں گے''۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ابھی تک روانہ نہیں ہوئے تھے۔

صاف غیض و غضب کی حالت میں سوس کے دروازے تک پہنچا اور اس کو لات مار کر کہنے لگا ''کھل جا'' اس وقت زنجیریں اور قفل ٹوٹ گئے اور دروازے ٹوٹ گئے اور مسلمان اس کے اندر داخل ہو گئے۔

اہل سوس کی مصالحت:

مشرکوں نے اسی وقت ہتھیار ڈال دیے اور صلح' صلح پکارنے لگے اس وقت مسلمان بزور شمشیر داخل ہو چکے تھے۔ اور مال غنیمت آپس میں تقسیم کر چکے تھے بہر حال جب اہل سوس نے مصالحت کی درخواست کی تو مصالحت قبول کی گئی اس کے بعد مسلمان وہاں سے روانہ ہو گئے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی واپسی:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر اہواز سے روانہ ہوئے تا آنکہ وہ ماہ کے مقام پر مقیم ہو گئے حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ نے مقترب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ حضرت زر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جندی سابور میں مقیم ہو جائیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ماہ میں رہے تا آنکہ اہل کوفہ کا لشکر وہاں پہنچ گیا۔ پھر انہیں لے کر وہ نہاوند پہنچ گئے جب فتح ہوئی تو صاف مدینہ لوٹ گیا۔ اور وہیں رہنے لگا اور مدینہ میں اس نے وفات پائی۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ:

عطیہ کی روایت ہے کہ (فتح سوس کے بعد) حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ''حضرت دانیال علیہ السلام پیغمبر کی لاش اسی شہر میں ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے''۔ اس طرح انہوں نے (ان کی لاش کو) انہیں کے قبضے میں رہنے دیا۔

حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے بعد فارس کے علاقے میں رہنے لگے تھے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کسی کو اسلام کا پیرو نہیں پایا اس لیے انہوں نے اللہ کی کتاب کو ان کافروں سے محفوظ و محترم رکھنا چاہا جو اس پر ایمان لائے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسے اپنے پروردگار کے سپرد کر دیں اس لیے انہوں نے اپنے فرزند سے کہا: ''تم ساحل بحیر کی طرف جا کر یہ کتاب سمندر میں پھینک دو وہ لڑکا کتاب لے کر چلا اور اتنی دیر غائب رہا جتنی دیر آمد و رفت ہو سکتی تھی مگر کتاب کو محفوظ رکھا پھر آ کر اس نے کہا میں نے یہ کام کر دیا ہے آپ نے فرمایا جب یہ کتاب سمندر میں گری تو اس وقت سمندر پر کیا اثر ہوا وہ بولا میں نے کوئی بات شاہدہ نہیں کی۔ اس پر آپ غضب ناک ہوئے اور فرمانے لگے۔ ''خدا کی قسم تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی'' اس پر وہ لڑکا پھر نکلا ور پہلے کی طرح آ کر کہنے لگا۔ ''میں نے یہ کام کر دیا ہے'' آپ نے فرمایا ''جب سمندر میں یہ کتاب گری تو سمندر کی کیا کیفیت ہوئی؟ وہ بولا سمندر میں لہریں اٹھیں اور طلاطم برپا ہو گیا اس پر وہ پہلے سے زیادہ غضب ناک ہوئے اور کہنے لگے ''میں نے جو حکم دیا تھا تم نے اس کی تعمیل نہیں کی''۔

کتاب اللہ کی حفاظت:

تیسری مرتبہ ان کے فرزند نے اسے سچ مچ سمندر میں پھینکنے کا عزم مصمم کیا اور وہ سمندر کے ساحل پر پہنچا اور اس سمندر میں اس نے کتاب پھینک دی (اس کے نتیجے میں) فوراً سمندر زمین سے الگ ہو گیا اور زمین نمودار ہو گئی۔ زمین پھٹ کر اس میں سے نور کی نمودار ہوئی وہ کتاب اس نور میں گر گئی پھر زمین درست ہو گی اور اس میں پانی شامل ہو گیا جب تیسری مرتبہ وہ واپس آیا تو حضرت دانیال علیہ السلام نے پھر سوال کیا تو اس نے تمام کیفیت بیان کی اس وقت وہ فرمانے لگے: ''اب تم نے سچ بات کہی ہے''۔ اس کے بعد وہ سوس میں وفات پا گئے۔ تاہم ان کے جسد مبارک کے ذریعے بارش طلب کی جانے لگی تھی۔

جب مسلمانوں نے سوس کو فتح کیا۔ تو وہ آپ کے (جسد مبارک) کو لائے آپ نے اسے ان کے پاس ہی رہنے دیا۔

جسدِ مبارک کی تدفین:

جب حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ وہاں سے الگ ہو کر جندی سابور چلے گئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سوس آئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ (ان کے جسد مبارک کو) دفن کر دیا جائے چنانچہ سے کفن دیا گیا اور مسلمانوں نے اسے دفن کر دیا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا:

''کہ ان کی ایک انگوٹھی تھی جو ان کے پاس ہے انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ وہ اس کو مہر کے لیے استعمال کریں''۔

اہل جندی سابور کی مصالحت

سیف کی روایت ہے کہ ۱۷ھ میں اہل جندی سابور سے مسلمانوں نے مصالحت کی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ سوس کی فتح سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی فوجوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور جندی سابور کے قریب پہنچے وہاں حضرت زر بن عبداللہ بن کلیب ان کا محاصرہ کر رہے تھے حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ بھی (اپنے لشکر کے ساتھ) وہاں مقیم ہو گئے اور صبح و شام ان سے جنگ ہوتی رہی اور محاصرہ ہوتا رہا۔ تاآنکہ مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی نے ان کو پناہ دے دی جس کی اطلاع تیر پھینک کر دی گئی تھی (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) مسلمانوں نے اچانک یہ دیکھا کہ شہر کے دروازے کھل گئے ہیں اور لوگ باہر نکل آئے ہیں۔ اس پر مسلمانوں نے پیغام بھیجا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ بولے:

پیغام امن:

''آپ لوگوں نے تیراندازی کے ذریعے ہمیں امن وامان کا پیغام دیا ہے۔ جسے ہم نے قبول کر لیا ہے ہم جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں بشرطیکہ آپ ہماری حفاظت کریں''۔ مسلمانوں نے کہا: ''ہم نے ایسا کوئی پیغام نہیں دیا ہے'' وہ بولے: ''ہم جھوٹ نہیں بول رہے ہیں'' آخر کار مسلمانوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایک غلام نے جو یہاں کا باشندہ تھا اور جس کا نام مکنف تھا انہیں امن وامان کا پیغام لکھ کر بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے کہا: ''وہ تو غلام ہے'' وہ بولے ''ہم اپنے آزاد اور غلام کے درمیان تفریق نہیں سمجھتے ہیں ہمارے پاس امن وامان کا پیغام آیا ہم نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور اس پر قائم ہیں اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ہے اگر تمہاری مرضی ہے تو غداری کرو۔

غلام کی بات کی منظوری:

مسلمانوں نے اس معاملے میں توقف کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صورتِ حال سے مطلع کیا انہوں نے یہ تحریر کیا:

''اللہ نے ایفائے عہد کو بہت اہمیت دی ہے تم اس وقت تک باوفا نہیں بن سکتے جب تک کہ تم ایفائے عہد نہ کرو۔ تم انہیں مصالحت کی اجازت دے دو۔ اور ان کے معاہدہ پر قائم رہو اور وہاں سے لوٹ آؤ''۔

پیش قدمی کی اجازت:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں مسلمانوں کو فارس کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اجازت دے دی تھی۔ آپ نے یہ فیصلہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر کیا تھا کیونکہ آپ ان کی صداقت اور فضیلت سے واقف تھے۔

سپہ سالاروں کا تقرر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الگ الگ لشکر اور سپہ سالار مقرر کر دیے تھے اہل بصرہ کے سپہ سالار جداگانہ تھے اور اہل کوفہ کے

سپہ سالار دوسرے تھے اور ان لوگوں کو اپنے احکام سے مطلع کر دیا تھا۔ انہیں ۱۷ھ میں پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا مگر وہ ۱۸ھ میں آگے روانہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ بصرہ سے روانہ ہو کر بصرہ کی آخری عمل داری تک پہنچ جائیں اور وہاں تاحکم ثانی مقیم رہیں۔

سپہ سالاروں کے مقامات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کے علم حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیے وہ ان جھنڈوں کو لے کر آئے انہوں نے خراسان کی جنگ کا جھنڈا حضرت احنف بن قیس کو دیا اور اردشیر خرہ اور سابور (کی جنگ) کا جھنڈا حضرت مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اصطخر (کی جنگ) کا جھنڈا حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور فساء اور درابجرد (کی جنگ) کا علم حضرت ساریہ بن زنیم کنانی کو دیا کرمان کی جنگ کا علم حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور سجستان (کی جنگ) کا علم حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ صحابی تھے مکران کا علم حضرت حکم بن عمیر تغلبی کو ملا۔

سال روانگی:

یہ لوگ ۱۷ھ میں روانہ ہو گئے تھے مگر ان (مذکورہ بالا) علاقوں تک پہنچنے کے لیے وہ صف آرائی کرتے رہے تا آنکہ جب وہ مکمل طور پر روانہ ہوئے تو اس وقت ۱۸ ہجری کا سال شروع ہو گیا تھا۔

ان کے معاونین:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان (سپہ سالاروں) کی امداد کے لیے (نامور) اہل کوفہ کو بھیجا۔ چنانچہ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے حضرت علقمہ بن نضر رضی اللہ عنہ کا تقرر کیا نیز عبداللہ بن ابی عقیل، ربعی بن عامر اور ابن ام غزل کو بھی بھیجا حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے عبداللہ بن عمیر اشجعی کو روانہ فرمایا۔ حضرت حکم بن عمیر تغلبی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے شہاب بن مخارق مازنی کا تقرر فرمایا۔

بعض (مؤرخین) کا قول ہے کہ سوس، رامہرمز کی فتح اور تستر سے ہرمزان کی واپسی ۲۰ھ میں ہوئی۔

اس سال کے حکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ۱۷ھ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ حج کیا اس وقت مکہ معظمہ کے حاکم عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے یمن کے حاکم یعلیٰ بن امیہ تھے یمامہ اور بحرین کے حاکم حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ عمان کے حاکم حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ تھے شام کے حکام وہ تھے جن کے اسمائے گرامی پہلے مذکور ہوئے ہیں کوفہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اس کے قاضی ابوقرہ تھے، بصرہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ گذشتہ (صفحات) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ وہ وہاں سے معزول کیے گئے تھے اور اس وقت کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جب وہ دوبارہ (بصرہ کے) حاکم بن کر آئے وہاں کے قاضی ابومریم حنفی تھے جزیرہ اور موصل کے حکام کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔

۱۸ھ کے واقعات

ابوجعفر طبری تحریر کرتے ہیں کہ اس سال مسلمانوں کو سخت قحط اور خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا اسی وجہ سے اس سال کو عام الرمادہ کہا جاتا ہے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ھ میں قحط سالی اور عمواس کا طاعون نمودار ہوا اس طرح اس سال بہت لوگ ہلاک وفنا ہوئے۔

ابومعشر بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ھ میں قحط سالی اور عمواس کا طاعون آیا۔

شرابیوں کے بارے میں حکم:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا: ''چند مسلمانوں نے شراب پی ہے جن میں ضرار اور ابوجندل بھی ہیں ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کی تاویل کی اور کہا: ہمیں اختیار دیا گیا ہے تو ہم نے اسے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فهل انتم منتهون﴾ ''کیا تم باز آنے والے ہو؟''

(وہ کہتے ہیں) ''اس میں عزم مصمم (پختہ ممانعت) نہیں ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) یہ تحریر فرمایا:

''(مذکورہ بالا آیت) ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم (شراب پینے سے) باز آ جاؤ''۔

اسی کوڑے:

اس پر مسلمان جمع ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں اسی کوڑے مارے جائیں اور جو کوئی اس قسم کی تاویل کرے اور منکر ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

''تم ان شرابیوں کو بلاؤ اگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ شراب حلال ہے تو انہیں قتل کر دو اور اگر وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ حرام ہے تو انہیں اسی کوڑے مارو''۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا بھیجا اور ان سے لوگوں کے سامنے پوچھا تو انہوں نے کہا: ''یہ حرام ہے''۔ اس پر ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے مارے گئے۔ اور وہ اپنے اصرار پر بہت پشیمان ہوئے آپ نے ان سے کہا:

''اے اہل شام! تمہارے ملک میں بہت بڑا حادثہ نمودار ہوگا''۔ چنانچہ رمادہ کا قحط نمودار ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرار رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط موصول ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب تحریر کیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ ''وہ انہیں سب مسلمانوں کے

سامنے بلوائیں اور پوچھیں کہ آیا شراب حلال ہے یا حرام۔ اگر وہ کہیں ''حرام'' ہے تو انہیں اسی کوڑے مارو اور ان سے توبہ کرواؤ اور اگر وہ کہیں کہ شراب حلال ہے تو ان کی گردنیں مارو''۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ''شراب حرام ہے'' اس پر ان کو کوڑے کی سزا دی۔

مجرموں کی پشیمانی:

وہ لوگ اس قدر شرمندہ ہوئے کہ وہ گھروں میں بیٹھ گئے (باہر نہیں نکلتے تھے) بلکہ ابوجندل رضی اللہ عنہ کے دل میں بہت سے وسوسے اور شکوک پیدا ہو گئے۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''ابوجندل کے دل میں بہت سے توہمات وشکوک پیدا ہو گئے ہیں اللہ آپ ہی کے ذریعے اس کے دل سے یہ اوہام و شکوک نکال سکتا ہے آپ اسے خط لکھیے اور وعظ ونصیحت کیجیے''۔

شرابیوں کو نصیحت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

''یہ حقیقت ہے کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ دوسرے (گناہوں) کو جس کے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ تم توبہ کرو اور اپنا سر اٹھا کر باہر نکلو اور (اللہ کی رحمت سے) مایوس مت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہی بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

سکون قلب:

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھ کر سنایا تو اس کے دل میں سکون ہوا اور اس کی بے چینی دور ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کو بھی اسی قسم کے خطوط لکھے (ان کی بدولت) وہ گھر سے باہر نکلنے لگے آپ نے عام مسلمانوں کو یہ لکھا:

''تم اپنے آپ میں رہو جو تبدیلی اور اصلاح کا مستحق ہو اور اس کی اصلاح کرو مگر کسی کو بدنام نہ کرو ورنہ یہ مصیبت پھیل جائے گی۔ عطاء نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر انہوں نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو یہ لکھا کہ وہ کسی کو بدنام نہ کریں''۔ مزید روایت یہ ہے:

جہاد کی درخواست:

ان لوگوں نے یہ کہا اہل روم نے جنگ شروع کر رکھی ہے آپ ہمیں ان سے جہاد کرنے کی اجازت دیں اگر اللہ نے ہماری قسمت میں شہادت لکھی ہے تو یہ عین مراد ہے ورنہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ اس کے بعد ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ شہید ہو گئے اور دوسرے زندہ رہے ان پر حد شرعی جاری کی گئی۔

قحط سالی:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں قحط پڑا جب ہوا چلتی تھی تو

راکھ کی طرح مٹی اڑتی تھی اس وجہ سے یہ سال عام الرمادہ (راکھ کا سال) کہلایا جائے گا اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ گھی' دودھ اور گوشت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھیں گے جب تک کہ عام مسلمان پہلی بارش سے فیض یاب نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار:

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی حالت پر رہے تا آنکہ لوگ پہلی بارش سے فیضیاب ہوئے اس عرصے میں بازار میں گھی کا پیپا اور دودھ کا مشکیزہ آیا جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے چالیس (درہم) میں خرید لیا پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا اے امیر المومنین! اللہ نے آپ کی قسم پوری کی اور آپ کو بڑا اجر دیا بازار میں دودھ کا مشکیزہ اور گھی کا پیپا آ گیا ہے اور میں نے اسے چالیس (درہم) میں خرید لیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ان دونوں چیزوں کو گراں خریدا انہیں خیرات کر دو۔ کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اسراف کے ساتھ کھاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید یہ فرمایا مجھے رعایا کا حال کیسے معلوم ہوگا اگر مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو تکلیف انہیں پہنچ رہی ہے۔

شدید قحط:

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ۱۷ھ کا آخر اور ۱۸ھ کا آغاز تھا جب رمادہ کا قحط رونما ہوا تو اس وقت اور اس کے اطراف کے لوگوں کو بھوک نے ہلاک کر دیا تھا۔ اور یہ حالت ہوگئی تھی کہ وحشی جانور انسان کے پاس پناہ لینے آتے تھے اور اس وقت یہ حال تھا کہ ایک آدمی جب بکری کو ذبح کیا کرتا تھا تو وہ اس قدر خشک اور بدبودار نکلتی تھی کہ اس سے کراہیت آنے لگتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد:

اس وقت اہل مدینہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر شہروں سے منقطع ہو کر محاصرہ جیسی حالت میں تھے۔ تا آنکہ بلال بن حارث مزنی آیا اور اس نے ان الفاظ میں آپ سے اجازت طلب کی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''میں نے تمہیں دانشمند دیکھا ہے' تمہارے پاس ایک آدمی بھی موجود ہے تمہارا یہ حال کیوں ہو گیا ہے؟''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

تم نے یہ خواب کب دیکھا وہ بولا گزشتہ رات کو اس پر آپ نکلے اور لوگوں سے اعلان کرایا کہ نماز ہونے والی ہے آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور فرمایا:

''اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آیا تم نے میرے کاموں سے بہتر کوئی بات ملاحظہ کی ہے''۔ وہ بولے: ''نہیں''۔

اس پر آپ نے فرمایا:

''بلال بن حارث اس طرح بیان کرتا ہے''۔ لوگ کہنے لگے: ''وہ صحیح کہتا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اور مسلمانوں کے لیے بھی دعا مانگیں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نماز استسقاء:

اللہ اکبر! مصیبت کا زمانہ ختم ہو گیا اور وہ دور ہو گئی۔ جس قوم کو دعا مانگنے کی اجازت دی جائے اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے''۔ آپ نے شہروں کے حکام کے نام تحریر کیا: ''تم لوگ اہل مدینہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے نماز استسقاء پڑھو کیونکہ وہ اپنی مصیبت کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں''۔

آپ نے نماز استسقاء کے لیے مسلمانوں کو باہر (میدان میں) جمع کیا آپ پا پیادہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے آپ نے مختصر خطبہ پڑھا۔ پھر آپ نے نماز استسقاء پڑھائی پھر روانہ ہو کر آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم ایاك نعبدو ایاك نستعین اللھم اغفرلنا و ارحمنا و ارض عنا.

''اے میرے اللہ! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں اے میرے اللہ! تو ہمیں معاف کر۔ ہم پر رحم کر اور ہم سے راضی ہو جا''۔

جب آپ واپس جانے لگے تو ابھی گھر نہیں پہنچنے پائے تھے کہ (بارش کی کثرت کی وجہ سے) میدان تالاب بن گئے۔

دوسری روایت:

عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ''ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط سالی ہوئی مال مویشی سب لاغر ہو گئے قبیلہ مزینہ کے گھر والوں نے جو صحرا نشین تھے' اپنے گھر والوں سے کہا: ''ہم تباہ ہو گئے ہیں ہمارے لیے ایک بکری ذبح کرو''۔ وہ بولا: ''ان میں کچھ باقی نہیں رہا ہے جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے ان کے لیے ایک بکری ذبح کی جب اس کی کھال اتاری گئی۔ تو وہ سرخ ہڈیوں کا ڈھانچہ نکلی اس وقت اس نے ''یا محمداہ'' نعرہ بلند کیا اس کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لا کر فرمانے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام نبویؐ:

تمہیں بارش کی خوشخبری ہو تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام پہنچا کر کہو: ''میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم عہد و پیمان کو پورا کرنے میں بہت مستحکم ہو اے عمرؓ! تم دانش مندی کا طریقہ اختیار کرو''۔

(یہ خواب دیکھ کر) وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور ان کے غلام سے یہ کہا ''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے لیے اجازت طلب کرو''۔

اس نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع دی وہ گھبرا کر پوچھنے لگے: ''کیا تم نے اس کے اندر خلل دماغ پایا ہے''۔ غلام نے کہا: ''نہیں'' اس پر آپ نے فرمایا: ''اسے اندر بھیجو'' جب وہ داخل ہوا تو اس نے تمام حال بتایا۔ آپ نے نکل کر مسلمانوں میں اعلان کرایا۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا:

استسقاء میں تاخیر:

میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ''کیا تم نے میرے اندر کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی'' لوگوں نے کہا: ''ہرگز نہیں'' پھر انہوں نے پوچھا ''آپ یہ کیوں دریافت کر رہے ہیں''۔ اس پر آپ نے انہیں تمام واقعہ بتایا جسے وہ لوگ سمجھ گئے مگر آپ

نہیں سمجھ سکے وہ بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء کی طرف اشارہ کیا ہے آپ ہمیں نماز استسقاء پڑھائیے' لہٰذا آپ نے دو مختصر رکعتیں پڑھیں اور یہ دعا مانگی:

دعا:

اللھم عجزت عنا انصارنا و عجزعناحولنا و قوتنا و عجزت غسا انفسا و لا حول و لا قوۃ الابك اللھم فاسقنا واحی العباد و البلاد.

''اے اللہ! ہمارے مددگار! ہم عاجز ہو گئے ہیں اور ہماری قوت و طاقت ناکام ہو گئی ہے اور خود ہم عاجز ہو گئے طاقت و قوت تیرے ہی اختیار میں ہے اے اللہ! تو ہمیں سیراب کر اور بندوں اور شہروں کو زندگی سے فیض یاب کر''۔

غلہ کی امداد:

رجاء کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی شہروں کے حکام کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی امداد کریں چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ چار ہزار اونٹوں پر غلہ لاد کر لائے۔ آپ نے انہی کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ وہ اسے اہل مدینہ اور اس کے اردگرد کے لوگوں میں تقسیم کریں۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے اور واپس جانے لگے تو آپ نے انہیں چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا انہوں نے فرمایا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' اے امیر المومنین! میں نے اللہ کی رضامندی طلب کی تھی۔ آپ مجھے (مال) دنیا میں مبتلا نہ کریں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اسے قبول کر لو چونکہ تم نے اسے طلب نہیں کیا تھا اس لیے لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ انہوں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم اسے قبول کر لو کیونکہ ایسا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میرے لیے مقرر فرمایا تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ارشاد فرمایا تھا جو میں نے کہا ہے اور اس موقع پر میں نے بھی آپ کی خدمت میں وہی عرض کیا تھا جو تم کہتے ہو اس کے باوجود آپ نے وہ رقم عطا فرمائی''۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ رقم قبول کر لی اور اپنی عمل داری کی طرف چلے گئے۔

بعد ازاں مسلمانوں نے لگاتار (امداد) بھیجی اور اس سے اہل حجاز خوش حال ہو گئے اور پہلی بارش کے بعد ان کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا۔

بحری راستہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں شامی سمندر (بحیرہ قلزم) کو کھود کر بحر مغرب کے ساتھ ملا دیا گیا تھا مگر رومیوں اور قبطیوں نے اس راستے کو بند کر دیا اگر آپ چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں غلہ کا بھاؤ مصر میں غلہ کے بھاؤ کے مطابق رہے تو میں نہر کھود کر اس پر پل بنوانے کی اجازت چاہتا ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا: ''تم یہ کام جلد انجام دو''۔

اہل مصر نے ان سے کہا ''تمہارا اخراج کافی ہے اور اس کی وجہ سے تمہارا امیر تم سے خوش ہے اگر یہ کام مکمل ہو جائے تو خراج کم ہو جائے گا۔

اس پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا کہ اس کام سے مصر کا خراج کم ہو جائے گا۔ اور اس کی ویرانی ہوگی۔ اس کے

جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا: ''تم یہ کام بہت جلد انجام دو۔ اگر مدینہ کی آبادی اور اس کی ترقی میں مصر کا نقصان ہو تو کوئی حرج نہیں ہے''۔

غلہ کی ارزانی:

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بحیرہ قلزم کا یہ کام مکمل کیا اور اس کے نتیجے میں نہ صرف مدینہ منورہ کے بھاؤ مصر کے بھاؤ کی طرح ہو گئے بلکہ اس کے ذریعے مصر کی خوش حالی میں اور ترقی ہوتی گئی۔ اہل مدینہ نے رمادہ کی قحط سالی کے بعد پھر قحط نہیں دیکھا۔ البتہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو یہ بحری راستہ مسدود ہو گیا۔

دیگر فتوحات:

ابو جعفر طبری کہتے ہیں کہ ''واقدی کا قول ہے کہ رقہ اور رہا اور حران حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسی سال ۱۸ھ میں مفتوح ہوئے اور اسی سال حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عین الوردہ فتح ہوا۔ (میں نے گذشتہ صفحات میں اس کی مخالفت روایت بیان کر دی ہے)

متفرق واقعات:

میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام (حرم) کو اسی سال (۱۸ھ) میں ماہ ذوالحجہ میں موجودہ مقام پر منتقل کیا تھا اس سے پہلے یہ خانہ کعبہ کے متصل تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمواس کے طاعون میں پچیس ہزار افراد فوت ہوئے۔

ابو جعفر طبری مزید فرماتے ہیں کہ بقول بعض اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریح بن حارث الکندی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا اور بصرہ کا قاضی کعب بن اسوراز دی کو مقرر فرمایا اور اس سال بھی آپ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا آپ کے حکام اس سال وہی تھے جو ۱۷ھ میں مقرر تھے۔

۱۹ھ کے واقعات

ابومعشر کی روایت ہے کہ جلولاء کی فتح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۱۹ھ میں ہوئی واقدی کا قول بھی یہی ہے محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جزیرہ رہا کو حران' راس العین اور نصیبین کی فتوحات ۱۹ھ میں ہوئیں۔

ابوجعفر طبری کہتے ہیں: ''ہم نے اس کے مخالف قول کا اس سے پہلے تذکرہ کر دیا تھا۔ ابومعشر کی روایت ہے کہ فتح قیساریہ ۱۹ھ میں ہوئی اس کے امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ تھے واقدی بھی اس قول میں ابومعشر کے ہمنوا ہیں۔ البتہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ فلسطین سے فتح قیساریہ' ہرقل کا فرار اور فتح مصر کے واقعات ۲۰ھ میں رونما ہوئے۔

سیف کی روایت ہے کہ یہ واقعات ۱۶ھ میں ہوئے۔ فتح قیساریہ کا واقعہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے البتہ فتح مصر کے واقعات مخالف اور موافق راویوں کے قول کے مطابق ۲۰ھ میں بیان کیے جائیں گے۔

واقدی کے بیانات:

ابوجعفر طبری کہتے ہیں ''اس سال یعنی ۱۹ھ میں مدینہ کے بیرونی علاقے میں آگ بھڑک اٹھی جیسا کہ واقدی نے بیان کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں مردوں کو لے جانے کا ارادہ کیا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صدقہ ادا کریں اس کی وجہ سے آگ بجھ گئی۔

واقدی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مدائن اور جلولاء کے شہر اس سال فتح ہوئے جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کی روایت ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا ان کے حکام اور قاضی اسلامی شہروں میں وہی تھے جو ۱۸ھ میں مقرر تھے۔

باب ۶

۲۰ھ کے واقعات

محمد بن اسحاق اور ابو معشر کی روایت کے مطابق فتح مصر ۲۰ھ میں ہوئی اس کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔
(اسکندریہ کی فتح کے سن میں اختلاف ہے) ابو معشر کا قول ہے کہ اسکندریہ ۲۵ھ میں مفتوح ہوئے واقدی نے بروایت ابن سعد بیان کیا ہے کہ مصر و اسکندریہ ۲۰ھ میں مفتوح ہوئے۔ سیف کی روایت ہے کہ مصر اور اسکندریہ ۱۶ھ میں مفتوح ہوئے۔

فتح مصر و اسکندریہ

ہم نے مصر و اسکندریہ کی فتح کے سال میں اہل سیر و تاریخ کا اختلاف ابھی بیان کیا ہے اب ہم ان کی فتح کے واقعات بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی تمام فتوحات سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر مصر کی طرف روانہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے فوج کشی کی اور ۲۰ھ میں (پہلے) باب الیون فتح کیا۔

فتح اسکندریہ میں اختلاف:

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں ''فتح اسکندریہ میں اختلاف ہے بعض (مؤرخین) بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دوسرے سال ۲۵ھ میں فتح ہوا اور اس کے سپہ سالار بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔

زیاد بن جزء زبیدی بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے جب مصر اور اسکندریہ دونوں مفتوح ہوئے۔ وہ کہتے ہیں ''ہم نے اسکندریہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں فتح کیا۔

جب ہم نے باب الیون کو فتح کیا تو ہمارے اور اسکندریہ کے درمیان کے دیہات ایک ایک گاؤں کر کے مطیع ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم ایک ساحلی دیہات کے ایک گاؤں بلہیب تک پہنچ گئے جسے قریۃ الریش بھی کہا جاتا ہے اس وقت ہمارے جنگی قیدی مکہ، مدینہ اور یمن تک پہنچ گئے تھے۔

صلح کا پیغام:

جب ہم بلہیب پہنچے تو اس وقت اسکندریہ کے حاکم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا:

''اے اقوام عرب! میں تم سے زیادہ قابل نفرت قوموں یعنی اہل فارس و روم کو جزیہ ادا کرتا تھا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میرے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دیں''۔

پیغام کا جواب:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب بھیجا:

''میرے علاوہ بھی ایک بڑا حاکم ہے جس کی مرضی کے بغیر میں کوئی کام نہیں کرسکتا ہوں تم نے جو پیش کش کی ہے میں اس کے بارے میں انہیں تحریر کررہا ہوں اگر انہوں نے منظور کرلیا تو میں بھی منظور کرلوں گا اور اگر اس کے علاوہ انہوں نے حکم دیا تو میں اس حکم کی تعمیل کروں گا اس وقت تک تم بھی توقف کرو اور میں بھی انتظار کروں گا''۔

اس حاکم نے یہ بات مان لی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہم لوگوں سے کوئی تحریر' جو وہ لکھتے تھے پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے حاکم اسکندریہ کے خط کا تذکرہ بھی کیا۔ اس وقت ہمارے پاس بقایا جنگی قیدی بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب خط کے انتظار میں ہم موضع بلہیب میں ٹھہرے رہے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب آ گیا جسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں پڑھ کرسنایا وہ یہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

''مجھے تمہارا خط موصول ہوا جس میں تم نے یہ تحریر کیا ہے کہ حاکم اسکندریہ نے جزیہ ادا کرنا قبول کرلیا ہے۔ بشرطیکہ تم اس کے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دو حقیقت یہ ہے کہ جزیہ وہ مستقل آمدنی ہے جو ہمارے لیے اور ہمارے بعد کے آنے والے مسلمانوں کے کام میں آسکتی ہے یہ چیز مجھے اس مال غنیمت سے زیادہ پسند ہے جو تقسیم کردیا جاتا ہے پھر وہ مال ختم ہو جاتا ہے۔

تم حاکم اسکندریہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ جزیہ ادا کرے مگر جو جنگی قیدی تمہارے قبضے میں ہیں انہیں اختیار دیا جائے گا۔ کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی قوم کے مذہب کو برقرار رکھیں جو مسلمان ہو جائے گا وہ مسلمانوں میں شامل ہوگا اس کے حقوق و فرائض انہی جیسے ہوں گے مگر جو اپنی قوم کے مذہب پر برقرار رہے گا اس پر وہی جزیہ مقرر کیا جائے گا جو اس کے ہم مذہبوں پر برقرار ہوگا۔

البتہ وہ جنگی قیدی' جو سرزمین عرب میں پہنچ گئے ہیں اور مکہ' مدینہ اور یمن کے علاقوں میں جا کر الگ الگ ہو گئے ہیں ان کو واپس کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے اس لیے ہم ایسے معاملے پر مصالحت نہیں کرسکیں گے جس کو ہم پورا نہ کرسکیں۔

مذہبی آزادی:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حاکم اسکندریہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے مضمون سے مطلع کیا' اس نے یہ تجاویز تسلیم کرلیں لہٰذا جو جنگی قیدی ہمارے قبضے میں تھے ہم نے انہیں اکٹھا کرلیا اور وہیں تمام عیسائی افراد جمع ہو گئے ہم ان میں سے ایک ایک آدمی کو لاتے تھے اور اسے اسلام اور عیسائیت میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے جب کوئی اسلام قبول کرتا تھا تو اس وقت ہم ایسا نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے جو اس نعرہ سے زیادہ زوردار ہوتا تھا جب کہ ہم کوئی گاؤں فتح کرتے تھے (اسلام قبول کرنے کے بعد) ہم اسے اپنے حلقے میں شامل کرلیتے تھے۔ جب کوئی عیسائیت کو ترجیح دیتا تھا۔ تو عیسائی بہت فخر کرتے تھے اور انہیں اپنے حلقے میں شامل کرلیتے تھے۔ اور ہم اسی وقت اس پر جزیہ عائد کردیتے تھے تاہم اس موقع پر ہمیں بہت رنج ہوتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہمارا کوئی آدمی نکل کر ان کی طرف چلا گیا ہو۔

ابومریم کا اسلام:

بہرحال یہ طریقہ جاری رہا تا آنکہ ہم ان سے فارغ ہو گئے اس سلسلے میں جو افراد (مسلمان ہو کر) ہماری طرف آ گئے تھے ان میں ابومریم عبداللہ بن عبدالرحمٰن بھی شامل تھے' جب ہم نے کھڑا کر کے اس پر اسلام پیش کیا اور عیسائی رہنے کا اختیار بھی دیا گیا تو انہوں نے اسلام کو ترجیح دی لہٰذا ہم نے انہیں اپنی جماعت میں شامل کر لیا اس پر اس کے والدین اور بھائی اسے ہم سے گھسیٹنے کے لیے دوڑے یہاں تک کہ انہوں نے اس کے کپڑے پھاڑ دیے (مگر وہ اسلام پر قائم رہا) آج کل وہ ہمارا چوہدری ہے یعنی وہ قبیلہ بنو زبید کا نگران ہے۔

فتح اسکندریہ:

پھر اسکندریہ کا شہر ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم وہاں داخل ہو گئے یہ مقام جو آج نظر آ رہا ہے جس کے چاروں طرف پتھر ہیں وہ (فتح اسکندریہ کے موقع پر) اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

غلط بات کی تردید:

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسکندریہ اور اس کے ماحول کے دیہات پر جزیہ نہیں مقرر کیا گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں اس واقعہ کے راوی قاسم بیان کرتے ہیں کہ یہ (تردیدی) گفتگو اس لیے کی گئی ہے کہ بنوامیہ کے سلاطین مصر کے حکام کو یہ لکھا کرتے تھے کہ مصر بزور شمشیر فتح ہوا ہے اور اہل مصر ہمارے غلام ہیں ہم ان پر جس قدر چاہیں (ٹیکس کا) اضافہ کر سکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلیاء پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے صلح کرنے کے بعد چند دنوں قیام کیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر روانہ کیا۔ اور اگر اللہ مصر کی فتح عطا فرمائے تو اس صورت میں وہاں کا حاکم بھی مقرر کر دیا تھا ان کے پیچھے آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو امدادی فوج دے کر بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو رمادہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اللہ اگر انہیں فتح عطا کرے تو وہ اپنی عمل داری کی طرف لوٹ جائیں۔

معذرت کا موقع:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ واپس چلے گئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ باب الیون تک پہنچ گئے ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے اور وہ دونوں وہاں اکٹھے ہو گئے وہاں انہیں ابومریم اور مصر کا بشپ ملے انہیں مقوقس (حاکم مصر) نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ان سے جنگ شروع کر دی انہوں نے اہل مصر کو پیغام بھیجا: ''تم ہمارے ساتھ (جنگ کرنے میں) جلدی نہ کرو۔ تاکہ ہم تمہیں معذرت کا موقع دیں اور تم (ہماری بات پر) کوئی فیصلہ کر سکو''۔

اہل مصر نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی سے باز رکھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ میں (بات چیت کے لیے) نکل رہا ہوں اس لیے ابومریم اور ابومریام آ جائیں' چنانچہ وہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو پناہ دی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان دونوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

دعوتِ اسلام:

تم دونوں اس شہر کے راہب ہو تو سنو کہ اللہ بزرگ و برتر نے محمد ﷺ کو حق و صداقت کا پیغام بھیجا ہے اللہ نے انہیں حکم دیا اور ہمیں محمد ﷺ نے احکام دیئے اور اللہ کے احکام ہم تک پہنچائے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوگئے اور جو فرض تھا اس کی تکمیل فرما گئے اور ہمیں اس سرزمین پر چھوڑ گئے۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہم لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔

ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری دعوت قبول کرے گا وہ ہماری طرح ہی ہو جائے گا اور جو ہماری دعوت قبول نہیں کرے گا ہم اس پر جزیہ پیش کریں گے اور اس صورت میں ہم اس کی حفاظت کریں گے انہوں نے (آنحضرت ﷺ نے) ہمیں پیشین گوئی کی ہے کہ ہم تمہیں فتح کرلیں گے تاہم انہوں نے از راہ ہمدردی تمہاری حفاظت کی ہدایت کی ہے لہٰذا اگر تم نے ہماری بات مان لی تو ہم پر تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہے۔

حسن سلوک کی ہدایت:

ہمارے امیر المومنین نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ ہم قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے کیونکہ ان کے ساتھ آپ کی رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا خاندان:

اہل مصر کہنے لگے ''ہاں بہت دور کی رشتہ داری ہے جس کا انبیاء کرام ہی خیال رکھتے تھے وہ (ہاجرہ علیہا السلام) بہت مشہور معروف اور شریف خاتون تھیں وہ ہماری شہزادی تھیں اور حنف کی رہنے والی تھیں ان کے خاندان میں بادشاہت رہی تا آنکہ انقلاب آیا' اور اہل عین شمس نے ان کے خاندان کو قتل کر دیا اور ان کی سلطنت چھین لی اور وہ جلاوطن ہو گئے اور اس وجہ سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلی گئیں ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں''۔

مزید مہلت:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے جیسا شخص فریب میں نہیں آ سکتا ہے تاہم میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم خود غور کر سکو اور اپنی قوم سے بھی مشورہ کر سکو ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے''۔ وہ دونوں بولے ''آپ ہمیں مزید مہلت دیں'' اس پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک دن کا اضافہ کیا اس کے بعد بھی انہوں نے مزید مہلت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ایک دن اور بڑھا دیا (یہاں سے اٹھ کر) وہ مقوقش (شاہِ مصر) کے پاس گئے تو ارطبون نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ جنگ کرنے کا حکم دیا اس کے بعد وہ دونوں اشخاص اہل مصر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

> ''ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری حفاظت کریں اور ان کی طرف نہ لوٹیں اب چار دن باقی رہ گئے ہیں اس عرصے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ہمیں توقع ہے کہ امن و امان ہوگا''۔

فرقب کا حملہ:

(تاہم مدت گزرنے سے پہلے) فرقب کی طرف سے رات کے وقت حملہ شروع ہو گیا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس حملہ

کے لیے تیار تھے اس لیے انہوں نے اس کا مقابلہ کیا جس میں فرقب اور اس کے ساتھی مارے گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عین شمس کا قصہ کیا وہاں ان کی جماعت موجود تھی آپ نے فرما کی طرف ابرہ بن الصباح کو بھیجا اور وہ وہاں پہنچ گئے نیز عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ کی طرف بھیجا اور وہ بھی اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے شہر والوں سے کہا ''اگر تم صلح کرلو گے تو تمہیں امن وامان دیا جائے گا''۔ وہ بولے ''بہت بہتر ہے''۔ وہ ان سے خط وکتابت کرتے رہے عین شمس کے باشندے ان کا انتظار کرتے رہے اس اثناء میں مسلمانوں نے کئی اشخاص کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنالیا۔

اسکندریہ اور فرما کے شہر:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اہل اسکندریہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ''اے اہل اسکندریہ! تمہارا شہر کس قدر خوبصورت ہے وہ بولے اسکندر نے کہا تھا:

''میں ایسا شہر تعمیر کررہا ہوں جو اللہ کا محتاج ہوگا۔ مگر لوگوں سے بے نیاز رہے گا۔ اس وجہ سے اس کی رونق اور خوبصورتی باقی رہی''۔

ابرہ نے اہل فرما سے کہا ''اے اہل فرما تمہارا شہر کس قدر پرانا اور بوسیدہ ہے وہ بولے'' فرما (شخص) نے کہا تھا'' میں ایسا شہر تعمیر کررہا ہوں جو اللہ سے بے نیاز ہوگا اور لوگوں کا محتاج ہوگا'' (اس قول کی وجہ سے) اس شہر کی رونق اور خوب صورتی جاتی رہی''۔ اسکندر اور فرما آپس میں بھائی بھائی تھے۔

کلبی بیان کرتے ہیں'' اسکندر اور فرما دو بھائی تھے انہوں نے یہ دو شہر تعمیر کرائے جو انہی کے نام سے منسوب ہوگئے۔ فرما کے شہر میں روزانہ کوئی نہ کوئی چیز منہدم ہورہی ہے اور اس کے مناظر پرانے ہوگئے ہیں مگر اسکندریہ کی تروتازگی ابھی تک باقی ہے۔

جنگ اور صلح:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عین شمس کے مقام پر پہنچے۔ تو وہاں کا بادشاہ قبطیوں اور ان کے درمیان تھا۔ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے اہل مصر نے اپنے بادشاہ سے کہا:

''آپ اس قوم سے جنگ کرنے کا قصد کررہے ہیں جنہوں نے قیصر وکسریٰ کو شکست دی اور وہ ان کے ملک پر قابض ہو گئی ہے۔ لہٰذا آپ ان لوگوں سے مصالحت کریں اور ان سے معاہدہ کرلیں نہ تو آپ ان سے مقابلہ کریں اور نہ ہمیں ان کے مقابلہ کے لیے بھیجیں''۔

یہ بات انہوں نے چوتھے دن کہی۔ مگر بادشاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کردیا تھا اور مقابلہ کے لیے تیار ہوا اس لیے مسلمانوں نے ان سے جنگ کی۔ (حضرت) زبیر (جنگ کرتے ہوئے) شہر کی فصیل پر چڑھ گئے تھے۔ جب انہوں نے (جنگ کی شدت) محسوس کی تو انہوں نے دروازہ کھول دیا اور مصالحت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے ان کی مصالحت قبول کرلی۔ مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس عرصے میں (کچھ حصہ پر) قابض ہوگئے تھے اور وہ قبضہ کرنے کے بعد اس دروازے سے اہل شہر کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ لہٰذا جب وہ تباہی کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے معاہدہ

صلح کر لیا اور جس علاقے پر زبردستی قبضہ کیا گیا تھا وہ بھی معاہدہ صلح میں شامل ہو گیا اس طرح یہ لوگ مسلمانوں کی ذمہ داری (حفاظت) میں آ گئے ان کا صلح نامہ مندرجہ ذیل تھا۔

صلح نامہ:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کو جان و مال اور مذہب کی پناہ دی ہے ان کے گرجے، صلیبیں اور خشکی و تری کے تمام مقامات محفوظ رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں اور مجتمع ہو کر یہ صلح نامہ قبول کر لیں ان سے انتہائی آمدنی پانچ کروڑ کے قریب وصول کی جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی جزیہ ادا کرنے سے انکار کرے گا تو ان سے جزیہ وصول نہیں ہوگا۔ مگر اس کی حفاظت کی ذمہ داری سے ہم بری ہوں گے۔ اگر ان کی آمدنی مقررہ رقم سے کم ہوئی تو اس قدر انداز سے وصولی کی رقم کم کر دی جائے گی۔ روم و حبشہ کے باشندوں میں سے جو کوئی اس صلح نامہ میں شامل ہونا چاہے تو ان کے حقوق و فرائض بھی اہل مصر کے حقوق و فرائض کے برابر ہوں گے۔ جو اس سے انکار کرے اور دوسری جگہ جانا چاہے تو اسے مکمل پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ امن کے مقام پر پہنچ جائے یا ہماری سلطنت سے نکل جائے۔

جو کچھ اس معاہدہ میں لکھا گیا ہے اس کے ذمہ دار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفہ امیر المومنین اور تمام مسلمان ہیں اہل حبشہ میں سے جو اس معاہدہ کو قبول کریں ان کے لیے یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اسی قدر شخصی امداد کریں، اور گھوڑوں سے بھی امداد کریں نیز وہ جنگ نہ کریں اور نہ درآمد اور برآمد کی تجارت کو روکیں۔

اس معاہدہ کے گواہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند حضرت عبداللہ بن عمرو اور محمد بن عمرو تھے۔ اس کے کاتب وردان تھے۔ اس معاہدہ میں تمام اہل مصر شامل ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اس صلح نامہ کو قبول کر لیا تھا۔

فسطاط کی تعمیر:

مصر میں چونکہ بہت گھوڑے اور سوار جمع ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فسطاط کا شہر تعمیر کر لیا اور وہاں مسلمان رہنے لگے۔

جنگی قیدیوں کا معاملہ:

ابو مریم اور ابو مریام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان دونوں نے ان جنگی قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی جو جنگ کے بعد گرفتار ہوئے تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا ان کے بارے میں بھی کوئی عہد و پیمان ہے؟ اس وقت ہم پر تمہاری طرف سے حملے ہو رہے تھے'' یہ کہہ کر آپ نے ان دونوں کو رخصت کر دیا وہ دونوں پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے:

''جب ہم تم سے گفت و شنید کر رہے تھے اس وقت سے جو کچھ تم لوگوں نے حاصل کیا وہ تمہاری ذمہ داری میں آئے گا''۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کیا تم ہم پر حملے کرو اس وقت بھی ہماری ذمہ داری رہے گی؟''۔

وہ دونوں بولے

''ہاں!''

بہر حال حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے وہ جنگی قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اس کے بعد وہ عرب کے شہروں میں بھی پہنچ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوالات:

قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی بشارت لے کر پہنچا اور خمس کا مال (پانچواں حصہ) بھی لایا اس کے بعد وفود بھی پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے سوالات کرتے رہے اور وہ جوابات دیتے رہے تا آنکہ انہوں نے ان دونوں راہبوں کی گفتگو سے بھی آگاہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

''میرے خیال میں وہ دونوں صحیح کہتے ہیں اور تم ناواقف ہو اور صحیح بات نہیں سمجھتے ہو جو تم سے جنگ کرے اس کے لیے کوئی پناہ نہیں ہے اور جو جنگ نہ کرے تو اس صورت میں اگر اہل دیہات کی کوئی چیز تمہارے قبضے میں آ جائے تو وہ مہلت کے ان پانچ دنوں میں محفوظ ہوگی بجز ان لوگوں کے جو بعد میں جنگ کریں لہٰذا تم ان کے جنگی قیدی لوٹا دو''۔

شان و شوکت کا اظہار:

قبطی باشندے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے اس سے پہلے انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ یہ لوگ کہہ رہے تھے۔ ''عرب کتنے خستہ حال اور حقیر لوگ ہیں جن کے مطیع اور فرماں بردار ہمارے جیسے اشخاص ہو گئے ہیں'' اس پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے دل میں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بات انہیں مخالفت پر آمادہ نہ کر دے۔ اس لیے انہوں نے حکم دیا کہ اونٹ ذبح کیے جائیں اور انہیں نمک اور پانی سے پکایا جائے نیز سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ وہ سب حاضر ہوں اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی اطلاع دے دیں وہ خود وہاں بیٹھے اور اہل مصر کو بھی آنے کی اجازت دی۔ پھر گوشت اور شوربا لایا گیا انہیں مسلمانوں کے کھانے کا معائنہ کرایا گیا مسلمانوں نے عربی طریقے سے کھانا کھایا یہ لوگ عبا میں ملبوس تھے اور ہتھیار بند نہیں تھے اہل مصر جب وہاں سے رخصت ہوئے تو ان کی جرأت اور بے باکی میں اور اضافہ ہوا۔

اہل مصر کے لباس میں:

دوسرے پہر مسلمان سپہ سالاروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آئیں مگر اہل مصر کے لباس اور ان کے جوتوں میں آئیں اور ان کے ساتھی بھی یہ لباس پہنیں چنانچہ انہوں نے تعمیل حکم کی اہل مصر کو دوبارہ وہاں آنے کی اجازت دی گئی انہوں نے اس وقت گذشتہ دن سے بالکل مختلف حالت دیکھی انہوں نے دیکھا کہ ان عربوں کو مصری کھانے کھلائے جا رہے ہیں اور یہ لوگ مصری معاشرت اختیار کیے ہوئے ہیں۔

مسلح فوج کا معائنہ:

تیسرے دن مسلمان فوجیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ معائنہ کرانے کے لیے مسلح ہو کر آئیں اہل مصر کو بھی آنے کی اجازت دی گئی

اوران کے سامنے مسلح فوج کو گذارا بعدازاں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی تقریر:

''مجھے تمہارے خیالات کا علم ہو گیا تھا جب تم نے عربوں کی سادگی اور کفایت شعاری دیکھی تو اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ تم (غلط فہمی میں) ہلاک نہ ہو جاؤ اس لیے میں نے یہ چاہا کہ تمہیں دکھاؤں کہ عربوں کی اپنے وطن میں کیا حالت تھی پھر تمہاری سرزمین میں آ کر کیا تبدیلی ہوئی پھر میں نے تمہیں یہ بھی دکھایا کہ جنگ کی صورت میں ان کی کیا حالت ہوتی ہے انہوں نے اپنی پہلی سادہ زندگی میں رہ کر تم پر فتح حاصل کی اور تمہارے ملک پر دوسرے دن کے طرز معاشرت اختیار کرنے سے پہلے قبضہ کرلیا تھا لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ تمہیں اس بات سے مطلع کیا جائے کہ تیسرے دن تم نے جن لوگوں کو (مسلح حالت میں) دیکھا تھا وہ دوسرے دن کی طرز معاشرت کو نہیں چھوڑیں گے اور پہلے دن کے طرز معاشرت کی طرف نہیں لوٹیں گے''۔

یہ سن کر وہ منتشر ہو گئے مگر آپس میں یہ کہہ رہے تھے: ''تمہیں عربوں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے مصاحبوں سے فرمایا:

''خدا کی قسم! اس کی جنگ نرم ہوتی ہے اس کے اندر دوسروں جیسا دبدبہ اور تیزی نہیں ہوتی ہے مگر اس کی کاٹ بہت سخت ہوتی ہے''۔

پھر آپ نے انہی کو حاکم برقرار رکھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیش قدمی:

عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مقوقس (شاہِ مصر) کا عین شمس میں مقابلہ ہوا تو ان دونوں کے سواروں کا مقابلہ ہوا اور مسلمان دور بھاگنے لگے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کو ملامت کی تو یمن کے ایک شخص نے کہا: ''ہم پتھر اور لوہے کے بنے ہوئے نہیں ہیں'' وہ بولے: ''تم خاموش ہو جاؤ تم کتے ہو'' وہ بولا ''آپ کتوں کے سردار ہیں'' ایسی صورت میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پکار کر کہنے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کہاں ہیں؟ اس پر جو صحابی وہاں تھے وہ آ گئے۔ اس وقت انہوں نے کہا آپ لوگ آگے بڑھیں آپ کی برکت سے اللہ مسلمانوں کو فتح عطا کرے گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے بڑھے ان میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے دوسرے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور انہیں بہترین کامیابی حاصل ہوئی اور مصر ۱۶ھ میں ماہ ربیع الاوّل میں فتح ہو گیا اس طرح اسلامی ممالک صرف ایک شخص (خلیفہ) کے زیر نگین آ گئے اور مختلف اقوام وسلاطین اس سے فیضیاب ہونے لگے (اس سے پہلے) اہل مصر کا الگ بادشاہ ہوتا تھا اور اہل مکران کا بادشاہ راسل اور داہر ہوتا تھا اور اہل سجستان کا شاہ ہوتا تھا اور اور اہل خراسان حرباب کا (بادشاہ) خاقان کہلاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو از راہِ ہمدردی (آگے بڑھنے سے) روک دیا تھا اور اگر انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ ہر (ملک

کے) چشمے پر پہنچ جاتے۔

نوبہ پر حملہ:

یزید بن حبیب کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر کو فتح کر لیا تو انہوں نے مصر کے علاقے نوبہ کے علاقے پر بھی حملہ کیا۔ مگر مسلمان زخمی ہو کر واپس آئے ان کی آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں کیونکہ وہاں کے لوگ تیراندازی میں بہت ماہر تھے اور وہ آنکھوں پر تیرانداز کے نام سے موسوم تھے۔

نوبہ کا صلح نامہ:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا کہ انہوں نے اہل نوبہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ وہ سالانہ مقررہ تعداد میں تحائف بھیجیں گے اور مسلمان سالانہ انہیں غلہ اور کپڑا بھیجا کریں گے ابن طعیصہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء اور امراء نے اس صلح نامہ کو برقرار رکھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسلمانوں کے مصالح اور مفاد کے پیش نظر اس صلح نامہ کو قائم رکھا۔

فوجی مراکز کا قیام:

سیف کی روایت ہے کہ ماہ ذوالقعدہ ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کی چھاؤنیاں اور فوجی مراکز تمام ساحلی مقامات پر قائم کیے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل شام اور مصر پر بحری حملے کرتا تھا اور اہل حمص کی امداد کے لیے بذاتِ خود روانہ ہوا تھا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ساڑھے تین سال گذرے تھے۔

متفرق واقعات:

۲۰ھ میں ابو بحریہ عبداللہ بن قیس کندی نے روم پر فوج کشی کی اور وہی سب سے پہلے اس علاقے میں داخل ہوئے تھے بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے رومی علاقے میں میسرہ بن مسروق عبسی داخل ہوئے تھے انہوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

واقدی کی روایت ہے اس سال (۲۰ھ) آپ نے قدامۃ بن مظعون کو بحرین کی حکومت سے معزول کیا اور شراب خوری کے الزام میں حد شرعی جاری کی۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین اور یمامہ کا حاکم مقرر کیا اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت الولید ام عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے نکاح کیا۔

اسی سال حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ (مؤذن رسول ﷺ) نے وفات پائی اور دمشق کے مقبرہ میں مدفون ہوئے اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی شکایت پر معزول کیا انہوں نے یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے علاقے کو مسلمانوں میں تقسیم کیا اور یہودیوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا تھا اور ابو جبیہ کو فدک بھیجا اور انہوں نے وہاں عطیات دیے پھر وادی القری گئے اور اس کو بھی تقسیم کر دیا واقدی کی روایت ہے کہ ۲۰ھ میں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے دفاتر قائم کیے اور رجسٹر تیار کرائے۔

حبشہ کی مہم:

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن مجزز المدلجی کو بحری راستے سے حبشہ بھیجا۔ وہاں مسلمانوں نے نقصانات برداشت کیے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (آئندہ کے لیے) یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ بحری راستے سے کسی کو ہرگز نہیں بھیجیں گے۔

ابومعشر کی روایت یہ ہے کہ اسادوہ کی جنگ بحری حملے کی صورت میں ۳۱ھ میں ہوئی۔

دیگر واقعات:

واقدی کی روایت ہے کہ اس سال ماہ شعبان میں اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور اسی سال حضرت زینب بنت جحش (ام المومنین) رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال بھی حج کیا اس سال اسلامی شہروں میں ان کے حکام وہی تھے جو اس سے پہلے سال میں تھے سوائے ان لوگوں کے جو معزول کیے گئے تھے اور ان کے بجائے دوسرے حکام مقرر کیے گئے تھے۔ اسی طرح اسلامی ممالک کے قاضی بھی وہی تھے جو اس سے پیشتر سال میں تھے۔

باب ۷

۲۱ھ کے واقعات جنگ نہاوند

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق جنگ نہاوند ۲۱ھ میں ہوئی ابو معشر اور واقدی بھی کہتے ہیں البتہ سیف بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے کہ جنگ نہاوند ۱۸ھ میں ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا چھٹا سال تھا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کسکر کے حاکم تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا کہ (حضرت) سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے مگر وہ جہاد میں شریک ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''نعمان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ تحریر کیا ہے کہ تم نے اسے خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے وہ اس کام کو ناپسند کرتے ہیں اور جہاد کرنا پسند کرتے ہیں اس لیے تم انہیں نہاوند کی اہم جنگ کی طرف روانہ کردو''۔

نہاوند کے مقام پر اہل عجم کا لشکر جمع ہو گیا تھا ان کا سردار ذوالحاجب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو بھی یہ خط لکھا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو خط:

''تم پر سلامتی ہو میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے بعد حمد وثنا کے واضح ہو کر مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل عجم کا ایک بڑا لشکر تمہارے مقابلے کے لیے نہاوند کے شہر میں جمع ہو گیا ہے جب تمہیں میرا یہ خط موصول ہو تو تم اللہ کے حکم کے مطابق اور ان کی تائید و معونت کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر روانہ ہو جاؤ انہیں دشوار گذار راستے پر مت لے جاؤ جس سے انہیں تکلیف ہو ان کی حق تلفی نہ کرو اور نہ انہیں دلدلی زمین میں سے لے جاؤ کیونکہ مسلمانوں کا ایک فرد مجھے ایک لاکھ دینار سے بہتر نظر آتا ہے۔ والسلام علیک''۔

ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابیوں کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں حضرت حذیفہ بن الیمان' حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب' حضرت جریر بن عبداللہ بجلی' مغیرہ بن شعبہ' عمرو بن معدی کرب زبیری' طلحہ بن خویلد اسدی اور قیس بن مکشوح مرادی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔

جنگی تدابیر:

جب حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر نہاوند پہنچے تو دشمنوں نے لوہے کے کانٹے ڈال دیئے جب انہوں نے مخبروں کو بھیجا تو انہیں لوہے کے کانٹوں کا علم نہ تھا اس لیے چلتے وقت جب انہوں نے گھوڑے کو ہنکایا تو ان کے پاؤں میں کانٹے چبھ گئے اور وہ ٹھہر گئے وہ آدمی اتر کر دیکھنے لگا تو اس کے پاؤں میں لوہے کے کانٹے اٹکے ہوئے تھے لہٰذا وہ مخبر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے

پاس آیا اور انہیں حال بتایا اسی وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا:

''تمہاری کیا رائے ہے؟''۔

وہ بولے:

''آپ اس مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں تاکہ وہ یہ خیال کریں کہ آپ ان سے بھاگ کر چلے گئے ہیں اس طرح وہ آپ کے تعاقب میں باہر نکلیں گے''۔

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ جب اہل عجم کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لوہے کی باڑ اور کانٹوں کو صاف کر کے ہٹا دیا پھر وہ ان کے تعاقب میں نکل آئے اس پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف توجہ دی اور صف آرائی کر کے مسلمانوں کو یوں مخاطب ہوئے:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

''اگر میں شہید ہو جاؤں تو تم حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو (سپہ سالار) بناؤ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو تم جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو (قائد) مقرر کرو اور اگر جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہ کو (اپنا سردار) مقرر کرو''۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کچھ صدمہ ہوا کیونکہ انہیں جانشین نہیں بنایا گیا تھا وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے:

''آپ (اس جنگ میں) کیا کرنا چاہتے ہیں''۔

وہ بولے:

''جب ہم ظہر کی نماز پڑھ لیں گے تو اس کے بعد ہم جنگ کریں گے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ اسی طریقہ کو پسند فرماتے تھے''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتا تو میں سویرے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیتا''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم نے سویرے جنگ کی ہوگی مگر تمہیں سرخ روئی حاصل نہیں ہوئی ہوگی''۔

اس دن جمعہ تھا اس لیے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر اللہ نے چاہا تو ہم نماز (جمعہ) پڑھیں گے پھر نماز کے بعد ہم اپنے دشمن کا مقابلہ کریں گے''۔

جب صف بندی ہو گئی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے کہا:

تین تکبیریں:

''میں تین دفعہ نعرہ تکبیر بلند کروں گا جب میں پہلی تکبیر کہوں تو ہر شخص اپنے تسمے باندھ لے اور اپنی حالت درست کر لے

جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر آدمی کمر بستہ ہو جائے اور ہر آدمی حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جب میں تیسری تکبیر کہوں تو تم دشمنوں پر حملہ کر دو کیونکہ اس وقت میں بھی حملہ کروں گا''۔

اہل عجم کے لشکر نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ رکھا تھا تا کہ وہ بھاگ نہ سکیں اور اس حالت میں وہ مقابلے کے لیے نکلے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو انہوں نے بھی جنگ کی اور ان کا ایک تیر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے آ کر لگا اور وہ شہید ہو گئے ان کے بھائی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا اور ان کی شہادت کی خبر کو چھپائے رکھا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس کے بعد انہوں نے اسلامی علم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اللہ نے (ان کے سپہ سالار) ذوالحاجب کو قتل کرایا اور جنگ نہاوند میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اس کے بعد اہل عجم کا کوئی بڑا لشکر نہیں جمع ہو سکا۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع مولیٰ ثقیف رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو حساب دان کا تب تھے۔ آپ نے فرمایا تم اس لشکر میں شامل رہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فتح عنایت فرمائے تو تم مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کرو اور اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکالو۔ اور اگر اس لشکر کو (خدانخواستہ) شکست ہو تو تم مضافات میں چلے جاؤ کیونکہ اس وقت زمین کا اندرونی حصہ اس کے بیرونی حصے سے بہتر ہو گا۔

سائب فرماتے ہیں: جب اللہ نے مسلمانوں کو نہاوند میں فتح عطا فرمائی تو انہیں بہت مال غنیمت حاصل ہوا جب میں مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کر رہا تھا اس وقت اہل عجم میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

جواہرات کا خزانہ:

''کیا تم مجھے جان و مال اور اہل و عیال کی پناہ دو گے اگر میں تمہیں جان کے خزانوں کا پتہ بتاؤں جو دراصل شاہ ایران کے خزانے ہیں یہ تمہارے اور تمہارے ساتھی کے لیے مخصوص رہیں گے اور اس میں تمہارا کوئی شریک نہیں ہو گا''۔

میں نے کہا ہاں (بتاؤ) وہ بولا:

''تم میرے ساتھ کسی کو بھیجو تا کہ میں اسے خزانہ کا پتہ بتاؤں''۔

میں نے اس کے ساتھ (ایک آدمی) بھیجا وہ دو بہت بڑے صندوقچے لایا جن میں صرف دو موتی زبر جد اور یاقوت تھے جب میں مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہوا تو میں ان دونوں صندوقچوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور انہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا:

''تم کیا خبر لائے؟''۔

میں نے کہا:

''اے امیر المومنین! خیریت ہے اللہ نے آپ کو سب سے بڑی فتح عطا فرمائی مگر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے''۔

شہادت کی فضیلت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''انا للہ و انا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ کے ہیں اور حقیقت میں ہم اسی کی طرف لوٹ جائیں گے)۔

پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ سسکیاں لینے لگے۔ میں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو میں نے کہا اے امیر المومنین! ان کے بعد کوئی مشہور اور ممتاز شخص شہید نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا:

''وہ کمزور مسلمان ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشرف کیا ہے وہی آبرو والے اور اعلیٰ نسب والے ہیں''۔

پھر جب آپ اندر جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا:

جواہرات کا تحفہ:

''میرے پاس بہت مال ہے جو میں لایا ہوں''۔

پھر میں نے صندوقچوں کا حال بتایا آپ نے فرمایا:

''تم انہیں بیت المال میں داخل کر دو ہم بعد میں ان کے بارے غور کریں گے بعد ازاں تم اپنے لشکر میں چلے جاؤ''۔

چنانچہ میں نے ان دونوں صندوقچوں کو بیت المال میں داخل کر دیا اور پھر تیزی کے ساتھ میں کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قاصد کو بھیجنا:

جس رات میں روانہ ہوا تھا وہ رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گزار دی جب صبح ہوئی تو آپ نے میرے پیچھے قاصد روانہ کیا مگر بخدا وہ مجھے نہیں پکڑ سکا تا آنکہ میں کوفہ آ پہنچا جب میں نے اپنا اونٹ بٹھایا تو وہ قاصد بھی پیچھے سے آ کر اونٹ سے اترا اور کہنے لگا تم امیر المومنین کے پاس پہنچو کیونکہ انہوں نے مجھے تمہیں بلانے کے لیے بھیجا تھا مگر میں تمہیں اب پکڑ سکا ہوں۔ میں نے کہا انہوں نے کیوں اور کس لیے (بلایا ہے)۔ وہ بولا بخدا میں تو نہیں جانتا ہوں۔ اس پر میں اس کے ساتھ سوار ہو کر گیا۔ یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ گیا جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمانے لگے:

''میرا سائب سے کیا تعلق ہے؟''۔

میں نے عرض کیا:

''اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟''۔

آپ نے فرمایا:

جواہرات کو لوٹانا:

گذشتہ رات جب تم نکل کر گئے تو میں سو گیا مگر رات بھر میرے پروردگار کے فرشتے مجھے ان صندوقچوں کی طرف گھسیٹتے رہے جو آگ سے بھڑک رہے تھے وہ فرشتے کہہ رہے تھے:

''ہم تمہیں انہیں گرم کر کے داغ لگائیں گے''۔

میں ان سے یہی کہتا رہا ''میں عنقریب ان دونوں صندوقچوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ تم میرے پاس سے انہیں لے

جاؤ اور انہیں فروخت کر کے انہیں مسلمانوں کے وظائف اور عطیات میں شامل کر دو"۔

بیس لاکھ میں فروخت:

سائب کہتے ہیں: "میں ان دونوں صندوقچوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں نے ان دونوں صندوقچوں کو مسجد کوفہ میں لا کر رکھ دیا میرے پاس بہت سے سوداگر آنے لگے۔ آخر کار عمرو بن حریث مخزومی نے مجھ سے انہیں بیس لاکھ میں خرید لیا وہ انہیں لے کر عجمی علاقے میں گیا۔ اور وہاں اس نے انہیں چالیس لاکھ میں فروخت کر دیا۔ اس طرح وہ تمام اہل کوفہ سے زیادہ مالدار ہو گیا۔

ایران کا سر:

زیاد بن جبیر اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہرمزان کو پناہ دی تو آپ نے فرمایا: "تم مجھے کوئی مشورہ دو"۔ وہ بولا: "آج کل فارس کا ایک سر اور دو بازو ہیں"۔ آپ نے فرمایا "سر کہاں ہیں؟"۔ وہ بولا: "وہ نہاوند میں بغداد کے پاس ہے اس کے ساتھ کسریٰ کی اساورہ کی فوج اور اہل اصفہان ہیں"۔ آپ نے فرمایا: "دو بازو کہاں ہیں؟" اس پر اس نے کسی ایک مقام کا ذکر کیا جو میں بھول گیا ہوں۔ ہرمزان نے کہا "آپ دونوں بازوؤں کو کاٹ دیں سر ختم ہو جائے گا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بول رہے ہو میں اس کا سر کاٹنے کی کوشش کروں گا جب اللہ سر کو کاٹ دے گا تو دونوں بازو خود بخود ختم ہو جائیں گے"۔

مختلف فوجوں کی روانگی:

اس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود وہاں روانہ ہونے کا ارادہ کیا اس پر مسلمانوں نے کہا ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ آپ بذاتِ خود عجم کے میدان جنگ کی طرف روانہ نہ ہوں کیونکہ اگر (خدانخواستہ) آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو مسلمانوں کا کوئی نظام باقی نہیں رہے گا آپ مختلف فوجوں کو بھیجیں لہٰذا آپ نے اہل مدینہ کو بھیجا جن میں عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے اور ان میں مہاجرین وانصار بھی شامل تھے۔

مشترکہ سپہ سالار:

آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا کہ وہ اہل بصرہ (کی فوج) کو لے کر روانہ ہو جائیں اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کو یہ لکھا کہ وہ اہل کوفہ (کی فوج) لے کر روانہ ہوں اور سب نہاوند کے قریب جمع ہو جائیں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا:

"جب تم جمع ہو جاؤ تو تم سب کے سپہ سالار (حضرت) نعمان بن مقرن مزنی ہوں گے"۔

مسلمانوں کا قاصد:

جب سب مسلمان نہاوند کے مقام پر جمع ہو گئے تو (اہل عجم کے سپہ سالار) بندار نے یہ پیغام بھیجا "ہماری طرف کوئی آدمی بھیجو جس سے ہم گفتگو کر سکیں مسلمانوں نے اس کے پاس (حضرت) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا ان کے بال لمبے تھے اور وہ یک چشم (کانے) تھے جب وہ واپس آئے تو ہم لوگوں نے (اہل عجم کے بارے میں) ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا:

حضرت مغیرہ کا بیان:

''میں نے یہ دیکھا کہ اس سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا ''ہم کس طریقہ سے اس عرب شخص کو اندر آنے کی اجازت دیں آیا ہم اس کے سامنے اپنی ملکی شان وشوکت کا اظہار کریں یا سادگی اختیار کریں تا کہ اسے ہم سے بے رغبتی پیدا ہو''۔

وہ سب کہنے لگے:

''آپ بہترین ساز وسامان سے آراستہ ہوں اور نہایت شان وشوکت کے ساتھ اس سے ملاقات کریں''۔

شان وشوکت کا اظہار:

جب ہم ان کے پاس گئے تو ان کے نیزے اور بھالے اس قدر چمک رہے تھے کہ آنکھیں ان سے چکا چوند ہو رہی تھیں۔اور یہ (اہل عجم) اس کے سر پر شیطانوں کی طرح (کھڑے ہوئے) تھے۔اور ان کا سردار سونے کے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر تاج تھا۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں حسب معمول چلتا رہا۔مگر مجھے جا بجا روکا گیا اس پر میں نے کہا: قاصدوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا ہے''۔وہ بولے: ''تم کتے ہو'' میں نے کہا: ''معاذ اللہ! میں اپنی قوم میں اس شخص سے زیادہ شریف ہوں''۔اس پر انہوں نے مجھے دھمکایا۔اور کہا ''تم بیٹھ جاؤ'' پھر انہوں نے مجھے بٹھایا اس کے بعد اس (سپہ سالار) کی اس گفتگو کا ترجمہ کیا گیا۔

ایرانی سردار کی تقریر:

''اے اقوام عرب! تم سب لوگوں سے زیادہ بھلائی سے دور تھے اور سب لوگوں سے زیادہ بھوکے رہتے تھے اور سب سے زیادہ بدنصیب اور گندے افراد تھے تم گھروں سے بھی دور رہتے تھے۔میں نے اپنے اردگرد کی اساورہ قوم کو تمہارے برخلاف تیر اندازی کرنے سے محض اس وجہ سے روک رکھا ہے کہ تم ناپاک اور مردار ہو اور تم گندگی اور غلاظت کا نمونہ ہو اگر تم چلے جاؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا:

''بخدا آپ نے ہمارا حال بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ہم لوگ خانماں برباد تھے۔سب سے زیادہ بھوکے اور بدنصیب تھے ہم خیر وبرکت سے بھی محروم تھے۔تا آنکہ اللہ بزرگ وبرتر نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا انہوں نے ہمارے ساتھ دنیا میں فتح ونصرت اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا خدا کی قسم! جب سے اللہ کے رسول آئے ہیں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے فتح ونصرت عطاء ہوتی رہی یہاں تک کہ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔بخدا ہمیں وہ بدبختی پھر ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔یہاں تک کہ ہم تمہارے مقبوضہ علاقوں پر غالب آجائیں گے یا تمہاری سرزمین میں شہید ہوں گے''۔

اس پر وہ بولا:

''بخدا یہ یک چشم اپنے خیالات کو سچے طریقے سے بیان کرتا ہے''۔

اس کے بعد میں کھڑا ہو گیا میں نے اہل عجم کو اپنے امکان کے مطابق مرعوب کر دیا تھا''۔

جنگ کا فیصلہ:

راوی کہتا ہے: ''اس کے بعد اہل عجم نے ہماری طرف یہ پیغام بھیجا:

''یا تم عبور کر کے ہماری طرف نہاوند میں آ جاؤ۔ یا ہم عبور کر کے تمہاری طرف آتے ہیں''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم عبور کر کے ہماری طرف آؤ''۔

جب وہ عبور کر کے آنے لگے تو اس دن عجیب نظارہ تھا وہ آتے ہوئے ایسے معلوم ہو رہے تھے۔ جیسا کہ لوہے کے پہاڑ حرکت کر رہے ہیں انہوں نے ایک دوسرے کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا تا کہ وہ اہل عرب سے (ڈر کر) نہ بھاگ جائیں۔ ہر ایک زنجیر میں ان کے سات افراد جکڑے تھے انہوں نے اپنے پیچھے لوہے کی باڑیں بچھا رکھی تھیں وہ کہتے تھے جو ہمارے پاس سے بھاگے گا اسے لوہے کی باڑیں زخمی کر دیں گی''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کا لشکر جرار دیکھا تو وہ کہنے لگے:

''مجھے آج کے دن ناکامی نظر آ رہی ہے کیونکہ ہمارے دشمنوں کو پورے طور پر تیار ہونے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اور (ان پر حملہ کرنے میں) جلدی نہیں کی جا رہی ہے بخدا اگر قیادت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں جلد حملہ کرتا''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت نعمان بن مقرن نرم رضی اللہ عنہ دل انسان تھے انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے مواقع دکھلائے گا تمہیں رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے اور اس حالت میں تمہارے لیے کوئی ننگ و عار کی بات نہیں ہے مجھے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ جنگ کیا کرتے تھے تو دن کے شروع حصہ میں جنگ نہیں کرتے تھے آپ جلد بازی سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ آپ اس وقت جنگ کرتے تھے جب نماز (ظہر) کا وقت ہو جاتا تھا ہوائیں چلنے لگتی تھیں اور جنگ کرنے کا اچھا وقت ہو جاتا تھا مجھے صرف اسی بات نے روکا ہے''۔

شہادت کی تمنا:

''اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تو آج میری آنکھوں کو ایسی فتح کے ذریعے ٹھنڈک عطا کر جس سے اسلام کا بول بالا ہو اور کافروں کو ذلت نصیب ہو پھر مجھے شہادت عطا کر کے اپنے پاس بلا لے تم سب آمین کہو اللہ تم پر رحم کرے''۔

فوج کو ہدایات:

ہم نے آمین کہی اور سب رونے لگے پھر انہوں نے فرمایا:

''میں اپنے علم کو حرکت دوں گا تو اس وقت تم تیار ہو جاؤ۔ جب دوبارہ علم کو حرکت دوں تو تم اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور جب میں تیسری مرتبہ جھنڈا ہلاؤں تو ہر قوم اپنے قریب کے دشمن کی فوج پر اللہ کی برکت کے ساتھ حملہ کر دے''۔

تکبیر اور جھنڈا لہرانا:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ تھوڑے عرصے ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب وہ نماز (ظہر) سے فارغ ہو گئے اور ہوائیں چلنے لگیں تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ان کے ساتھ ہم نے بھی تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا:

''مجھے توقع ہے کہ اللہ میری دعا قبول کرے گا اور مجھے فتح عطا فرمائے گا پھر آپ نے جھنڈا لہرایا اس پر ہم جنگ کے لیے تیار ہو گئے جب آپ نے اسے جنبش دی تو ہم دشمن کے مقابلے پر آ گئے۔ پھر آپ نے (اسلامی علم) تیسری مرتبہ لہرایا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا ''ہمیں فتح حاصل ہوگی جس کے ذریعے اللہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کرے گا''۔

جانشینوں کا تقرر:

بعد ازاں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر میں شہید ہو جاؤں تو حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے سپہ سالار ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو فلاں سردار ہوں گے''۔ اس طرح آپ نے سات افراد کو (یکے بعد دیگرے) جانشین مقرر کیا۔ ان میں آخری جانشین مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے پھر تیسری مرتبہ جھنڈا لہرانے کے بعد ہر مسلمان نے اپنے قریب کے دشمن پر حملہ کیا۔

گھمسان کی لڑائی:

راوی کا بیان ہے کہ اس دن کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو فتح و نصرت یا شہادت کے بغیر اپنے گھر واپس جانا چاہتا ہو۔ مسلمانوں نے مل کر یک دم حملہ کیا۔ مگر دشمن ہمارے مقابلے پر ثابت قدم رہے ہم لوہے پر لوہے کے وار کی آواز ہی سنتے رہے یہاں تک کہ مسلمان بہت سے مصائب میں مبتلا ہو گئے۔

دشمن کا فرار:

جب دشمن نے مسلمانوں کا صبر و استقلال دیکھا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ وہ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے ہیں اور ثابت قدم ہیں تو وہ شکست کھا کر بھاگنے لگے جب ایک آدمی گرتا تھا تو زنجیروں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے سات افراد گرتے تھے اور سب کے سب مارے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے لوہے کی باڑیں بچھا رکھی تھیں وہ انہیں زخمی کر رہی تھیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم جھنڈے آگے لے جاؤ'' چنانچہ مسلمان جھنڈے آگے بڑھا کر دشمن کو قتل کرتے رہے اور انہیں شکست دیتے رہے۔

فتح اور شہادت:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے اور فتح و نصرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو اس

وقت ایک تیر آ کر ان کی کوکھ میں لگا جس سے وہ شہید ہو گئے اس وقت ان کے بھائی معقل نے آ گے بڑھ کر ان پر کپڑا ڈال دیا اور ان کا علم لے کر جنگ کرنے لگے اور کہنے لگے "تم پیش قدمی کرو تا کہ ہم انہیں قتل کریں اور شکست دیں"۔

جب لوگ اکٹھے ہوئے تو وہ پوچھنے لگے:

"ہمارا امیر کہاں ہے؟"

اس وقت حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یہ تمہارا امیر ہے اللہ نے فتح عطا کر کے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں اور ان پر شہادت کی مہر لگا دی ہے"۔

اس کے بعد مسلمانوں نے (حضرت) حذیفہ رضی اللہ عنہ (کی اطاعت کی) بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ان کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

شہادت کی خبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی کے ہاتھ فتح کا حال لکھ کر بھیجا گیا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے کہا:

"اے امیر المومنین! آپ کو فتح کی بشارت دی جاتی ہے جس کے ذریعے اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل کیا"۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کہی پھر فرمایا: "کیا نعمان رضی اللہ عنہ نے تمہیں بھیجا ہے"۔ وہ بولا: "اے امیر المومنین (حضرت) نعمان رضی اللہ عنہ نے (شہادت کا) ثواب حاصل کر لیا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آپ نے انا للہ و اِنَّا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا:

گمنام شہداء:

"اور کون شہید ہوئے"۔ اس پر اس نے بہت سے لوگوں کے نام بتائے اور آخر میں یہ کہا اور دوسرے بھی ہیں جنہیں آپ نہیں جانتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے فرمایا "اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں جانتا ہے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے اللہ ان سے خوب واقف ہے"۔

جنگ کی وجوہات:

سیف کی روایت ہے کہ جنگ نہاوند اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بصرہ نے ہرمزان کو شکست دی تھی اور علاء الحضرمی کے لشکر کو بہت جلدی محاصرہ سے بچا لیا تھا اور اہل فارس کو روند ڈالا تھا اس وجہ سے انہوں نے اپنے بادشاہ سے جو مرد کے مقام پر تھا خط و کتابت کی اور اسے جھنجھوڑا۔ لہٰذا بادشاہ نے اہل حیال کو جو باب' سندھ' خراسان اور حلوان کے درمیان رہتے تھے اس بارے میں لکھا۔ اس سے ان میں جوش پیدا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے خط و کتابت کرنے لگے۔ اور (مشورہ اور باہمی امداد کے لیے) ایک دوسرے کی طرف سوار ہو کر گئے آخر کار ان سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ سب نہاوند پہنچ جائیں اور وہاں اپنا فیصلہ پختہ کریں۔ چنانچہ ان کا پہلا حصہ نہاوند پہنچ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قباد صاحب حلوان کے بارے میں خبر مل گئی تھی اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع

دے دی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

اس اثناء میں ایک جماعت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوگئی اور ان کے برخلاف سازشیں کرنے لگی حالانکہ اس زمانے میں دشمن باہمی خط و کتابت کر رہے تھے اور نہاوند میں جمع ہو رہے تھے۔ مگر ان (سازشی مسلمانوں) کو اس مصیبت کا کوئی خیال نہیں تھا جو ان پر نازل ہونے والی تھی اس مخالفانہ سرگرمی میں جراح بن سنان اور ان کے ساتھی پیش پیش تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

''تمہاری شرارت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تم اس وقت اس معاملے کو لے کر کھڑے ہو جب کہ دشمن تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہے' تاہم بخدا یہ مصیبت مجھے تمہارے معاملے پر غور کرنے سے نہیں روک سکتی''۔

آپ نے محمد بن مسلمہ کو اس وقت بھیجا جب کہ مسلمان اہل عجم سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور اہل عجم جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف تحقیقات:

محمد بن مسلمہ حضرت کے دور خلافت میں حکام کے برخلاف شکایات کی تحقیقات کرنے پر مقرر تھے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ انہیں لے کر تمام اہل کوفہ کی مساجد کا گشت کریں وہ پوشیدہ طور پر ان کے برخلاف کوئی بات دریافت نہیں کرتے تھے کیونکہ پوشیدہ طور پر سوالات کرنے کا اس زمانے میں کوئی دستور نہ تھا وہ جس مسجد میں جاتے تھے اور وہاں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کرتے تو سب لوگ یہی کہتے:

''ہم لوگ سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں اور انہیں تبدیل کرانا نہیں چاہتے ہیں اور نہ ان کے برخلاف ہمیں کوئی شکایت ہے''۔

جراح بن سنان اور ان کے ساتھی خاموش رہے نہ تو انہوں نے برائی کی اور نہ تعریف کی۔ جب یہ لوگ قبیلہ عبس کے محلے میں پہنچے تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کوئی حق بات ہو اسے بیان کرے''۔

مخالف کا بیان:

اسامہ بن قتادہ نے کہا: ''چونکہ تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے اس لیے میں کہتا ہوں وہ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) مساویانہ تقسیم نہیں کرتے ہیں اور نہ رعایا کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں اور نہ کسی جنگ میں خود لڑتے ہیں''۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر بد دعا کے طور پر) یہ کہا:

''اے اللہ! اگر اس نے یہ بات جھوٹ کہی اور ریا کاری اور بدنام کرنا اس کا مقصد ہو تو اسے اندھا کر.... اس کی عیال داری میں اضافہ کر.... اور اسے فتنہ و فساد کی تباہ کاریوں میں مبتلا کر''۔

بددعا کا اثر:

چنانچہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی دس بیٹیاں ہوئیں وہ کہا کرتا تھا کہ اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے مبارک شخص کی بددعا لگی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کے لیے بھی بددعا کی' آپ نے فرمایا:

''اے اللہ! اگر وہ غرور تکبر جھوٹ اور بدنامی کرانے کے لیے نکلے ہوں تو انہیں مصیبت میں مبتلا کر''۔

چنانچہ وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔ جراح تلواروں کے حملوں سے مقتول ہوا جب کہ اس نے ساباط کے مقام پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تاکہ وہ انہیں اچانک قتل کر دے۔

قبیصہ بھی سنگسار ہوا اور اربد بھی تلواروں کے وار سے مارا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''میں پہلا شخص ہوں جس نے مشرکوں کا خون بہایا تھا نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا تھا۔ کسی دوسرے کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی میں اسلام لانے میں پانچویں درجے پر ہوں مگر بنو اسعد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ: میں اچھی نماز نہیں پڑھاتا ہوں اور سیر و شکار میں مشغول رہتا ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفوں کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہاں آ کر انہوں نے (خلیفہ فاروقِ اعظم کو) صورتحال سے مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''اے سعد رضی اللہ عنہ تم کیسے نماز پڑھتے ہو؟''۔

وہ بولے:

''میں پہلی دو رکعتوں کو طویل پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں''۔

آپ نے فرمایا:

''تمہارے بارے میں ایسا ہی گمان تھا''۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر احتیاط نہ ہوتی تو ان کا راستہ واضح تھا''۔ پھر آپ نے فرمایا: ''کوفہ میں تمہارا جانشین کون ہے؟''۔

وہ بولے:

''عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان ہے''۔

آپ نے انہیں برقرار رکھا بلکہ حاکم مقرر کیا۔

جنگِ نہاوند کی تیاری:

جنگ نہاوند کے اسباب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہو گئے تھے' اور اس کے بارے میں مشورے اور فوجوں کی روانگی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع ہو گئی تھی مگر جنگ کا اصل واقعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔

اصل اسباب:

اس جنگ کا اصل سبب یہ ہے کہ اہل عجم شاہ یزدگرد کے خط سے بہت متاثر ہوئے اور وہ نہاوند کے مقام پر پہنچ گئے ۔ وہاں خراسان سے لے کر حلوان تک کے اور باب سے لے کر حلوان تک کے نیز سجستان سے لے کر حلوان تک کے علاقے کے لوگ جمع ہو گئے ۔ اس طرح اہل جبال کی باب سے حلوان تک کے علاقوں میں سے تیس ہزار جنگ جو سپاہی جمع ہو گئے اور خراسان سے حلوان تک کے علاقے میں سے ساٹھ ہزار جنگ جو سپاہی آ گئے اور سجستان سے لے کر فارس و حلوان تک کے علاقے سے بھی ساٹھ ہزار جنگی سپاہی اکٹھے ہو گئے یہ سب فیرزان کی قیادت میں جمع ہو گئے ۔

اہل عجم کے خیالات:

ابوطعمہ ثقفی بیان کرتے ہیں کہ اہل عجم یہ کہتے تھے :

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب میں اپنا دین لے کر آئے انہوں نے ہمارے ملک کا قصد نہیں کیا۔ پھر (حضرت) ابوبکر ان کے جانشین ہو گئے وہ بھی اہل فارس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ۔ البتہ ان کے ساتھ چند جھڑپیں ہوئیں ورنہ وہ بالعموم اپنے ہی ملک اور اس کے مضافات ہی میں رہے ۔

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کا عہد خلافت طویل رہا اور اہواز کے علاقے کم کر لیے اور ان پر قبضہ کر لیا پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اہل فارس کے گھر میں گھس آئے اگر تم ان کا مقابلہ کرنے نہیں آ ؤ گے تو وہ تمہارے علاقے میں بھی گھس آئیں گے انہوں نے تمہارے پایۂ تخت کو بھی ویران کر دیا ہے اور وہ تمہارے بادشاہ کے شہروں میں گھس آئے ہیں اور وہ اس وقت تک رکنے والے نہیں جب تک کہ تم ان کے لشکر کو اپنے شہروں سے نہ نکال دو اور ان دونوں شہروں کو (کوفہ و بصرہ کو) نہ کاٹ دو پھر تم ان کے ملک کے اندر ان کا مقابلہ کر سکو گے ۔

پیش قدمی کی اجازت:

اہل فارس نے باہمی عہد و پیمان کیا اور باہمی تحریری معاہدہ بھی کیا یہ خبر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچی جب وہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو اپنا جانشین بنا کر روانہ ہو رہے تھے ۔ اس لیے جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے زبانی یہ خبر سنائی اس سے پہلے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں (ابتدائی معلومات کی) اطلاع دے چکے تھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

''اہل کوفہ آپ سے پیش قدمی کی اجازت چاہتے ہیں تاکہ وہ پہلے سے حملہ کر دیں'' ۔

اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں کے اندر پیش قدمی کرنے سے منع کر رکھا تھا ۔

جلد حملہ کرنے کا مشورہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے یہ لکھا تھا کہ:

''اہل عجم کے ڈیڑھ لاکھ جنگجو سپاہی جمع ہو گئے ہیں اگر وہ ہمارے حملہ کرنے سے پیشتر ہمارے قریب آ گئے تو ان کی قوت اور بہادری بڑھ جائے گی اور اگر ہم نے جلد حملہ کر دیا تو ہمارے لیے مفید ہوگا'' ۔

نیک شگون:

یہ پیغام لانے والے قاصد قریب بن ظفر عبدی تھے پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی آئے اور وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے میں شریک ہوئے جب قاصد یہ خط لے کر آئے تو آپ نے ان کو دیکھا تو آپ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" وہ بولے "قریب" آپ نے فرمایا "تم کس کے فرزند ہو" وہ بولے "ظفر کے"۔ اس پر آپ نے نیک شگون لیا اور فرمایا "ظفر قریب ہے انشاء اللہ اور قوت و غلبہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے" پھر مسلمانوں میں یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے چنانچہ لوگ جمع ہو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی آ گئے آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نیک شگون کا ذکر کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرمانے لگے لوگوں کو اصل حالات سے آگاہ کیا اور ان سے مشورہ لیا۔

مسلمانوں سے مشورہ:

آپ نے فرمایا: "یہ وہ دن ہے جس کے بعد کئی دن آئیں گے میں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہے اور اسے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں تم اسے سن کر مجھے مشورہ دو اور مختصر بات کرو اور جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ساکھ جاتی رہے گی۔ زیادہ اور لمبی باتیں نہ بناؤ ورنہ تمہارے کام خراب ہو جائیں گے اور صحیح رائے ملتوی ہو جائے گی کیا یہ مناسب رائے ہے کہ میں ان لوگوں کو لے کر جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کو لے کر جو مجھے مل سکیں روانہ ہو جاؤں"۔ اور ایسے مقام پر قیام کروں جو ان دونوں شہروں کے درمیان ہو وہاں جا کر میں مسلمانوں کو جنگ کے لیے آمادہ کروں اور ان کی مدد کروں تا آنکہ اللہ تعالیٰ انہیں فتح نصیب کرے اور جو چاہے اسکا فیصلہ کرے جب اللہ فتح عطا کرے گا تو میں ان لوگوں کو ان کے شہروں میں بھیج دوں گا"۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب:

اس پر حضرات عثمان بن عفان، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف اہل رائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی تقریروں میں یہ کہا:

"ہم اس رائے کی حمایت نہیں کرتے البتہ آپ کی رائے اور مشورہ کے مطابق انہیں کام کرنا چاہیے ان کے مقابلے کے لیے عرب سردار، شہسوار اور مشہور حضرات ہیں انہی لوگوں نے دشمن کی جمعیت کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے بادشاہوں کو قتل کیا ہے اور اس سے بڑی بڑی جنگوں کو سر کیا ہے انہوں نے آپ سے لڑنے کی اجازت طلب کی ہے آپ انہیں اجازت دیں اور انہیں جہاد کی طرف بلائیں اور ان کے لیے دعا کرتے رہیں"۔

رائے پیش ہونے کے بعد اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تنقید کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابوطعمہ کی روایت ہے کہ (اس موقع پر) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے، انہوں نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! ان لوگوں نے صحیح رائے دی ہے اور جو کچھ آپ کے پاس تحریر آئی ہے۔ اسے انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس جنگ میں کامیابی اور ناکامی کا دارومدار تعداد کی قلت و کثرت پر نہیں ہے بلکہ یہ دین الٰہی ہے جس کو خدا نے غالب کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جسے عزت دی گئی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی معاونت کی گئی ہے یہاں تک

کہ یہ اسلامی لشکر اس حالت پر پہنچ گیا ہے اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہی اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائے گا۔

مسلمانوں میں آپ کے مقام کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہار کی لڑی میں مرکزی دانے کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے نظام کو قائم رکھتا ہے اور تمام دانوں کو قائم رکھتا ہے اگر وہ منتشر ہو گیا تو ہر چیز منتشر ہو جائے گی اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا پھر کبھی اس کی شیرازہ بندی نہیں ہو سکے گی۔

گو اہل عرب آج کل قلیل تعداد میں ہیں مگر اسلام کا شرف حاصل کرنے کے بعد ان کی (یہ تعداد بہت ہے اس لیے آپ یہیں قیام فرمائیں اور اہل کوفہ کو (جنگ کرنے کے لیے) تحریر کریں۔ کیونکہ وہ عرب کے سردار اور ممتاز افراد ہیں ان سے زیادہ سرگرم عمل اور پر جوش کوئی نہیں ہے ان (اہل کوفہ) کا ایک تہائی حصہ وہاں قیام کرے اور دو تہائی حصے (جنگ کے لیے) روانہ ہو جائیں۔

آپ اہل بصرہ کو بھی تحریر فرمائیں کہ وہ اپنا ایک حصہ امدادی فوج کے طور پر روانہ کریں''۔

مزید مشورہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی عمدہ رائے اور مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کی تدبیروں کو آپ نے بہت پسند کیا اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! آپ مطمئن رہیں یہ (اہل عجم) محض انتقام لینے کے لیے جمع ہوئے ہیں''۔

ابو بکر الہذلی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تمام حالات بتائے اور ان سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا:

''تم مختصر بات کرو اور لمبی گفتگو نہ کرو۔ ورنہ تمہارے کام خراب ہو جائیں گے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج کے بعد بھی کئی ایام آئیں گے''۔ (اس کے مطابق گفتگو کرو)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب صحابی تھے انہوں نے کلمہ شہادت پڑھنے اور حمد و ثنا کرنے کے بعد یوں خطاب کیا:

''اے امیر المومنین! ان معاملات نے آپ کو مستحکم کر دیا ہے اور مصائب کی آزمائش میں آپ ثابت قدم رہے بلکہ ان تجربوں نے آپ کو آزمودہ کار بنا دیا ہے آپ اپنی رائے پر عمل کریں کیونکہ آپ کی رائے صائب ہوتی ہے آپ کو اس معاملے کا پورا اختیار حاصل ہے آپ حکم دیجیے ہم آپ کی اطاعت کریں گے آپ ہمیں بلائیں گے تو ہم لبیک کہیں گے۔ آپ ہمیں سوار کرائیں گے تو ہم سوار ہو جائیں گے۔ کہیں وفد کے طور پر بھیجیں گے تو ہم وہاں چلے جائیں گے اگر آپ قیادت فرمائیں گے تو ہم آپ کی قیادت کو قبول کریں گے کیونکہ آپ بااختیار حاکم ہیں میں نے بارہا آزمایا ہے اور تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ اللہ نے انجام کار آپ کو کامیابی عطا کی ہے''۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے:

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھران الفاظ کا اعادہ کیا: ''آج کے بعد کئی دن اور بھی آئیں گے۔ اس لیے پوری طرح گفتگو کرو۔ اس پر حضرت عثمان بن عفان کھڑے ہو کر یوں فرمانے لگے۔'' اے امیر المومنین! میری یہ رائے ہے کہ آپ اہل شام کو لکھیں تا کہ وہ شام سے روانہ ہوں اور اہل یمن کو بھی تحریر فرمائیں تا کہ وہ بھی فوج لے کر کوچ کریں۔ اور آپ ان حرمین کے لوگوں کو لے کر کوفہ اور بصرہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں مسلمانوں کی فوج جمع کر کے مشرکوں کی فوج سے مقابلہ کیجیے کیونکہ جب آپ اپنے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کو لے کر خود روانہ ہوں گے تو دشمنوں کی کثیر تعداد بھی آپ کو کم معلوم ہوگی بلکہ اے امیر المومنین! آپ ہی غالب آئیں گے اور ان پر بھاری رہیں گے آپ کے بعد عرب میں آپ جیسا کوئی شخص نہیں ہے چونکہ یہ دن (ایسا اہم) ہے کہ اس کے بعد (مزید اہم) ایام آئیں گے اس لیے آپ اس میں اپنی رائے اور اپنے مددگاروں کے ذریعے شریک ہوں اور اس جنگ سے غیر حاضر نہ رہیں۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہو کر یوں مخاطب ہوئے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جوابی تقریر:

اے امیر المومنین! اگر آپ شام سے اہل شام کو روانہ کریں تو اہل روم ان کے اہل وعیال پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل یمن کو یمن سے روانہ ہونے کا حکم دیں گے تو اہل حبشہ ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیں گے اور اگر آپ (بنفس نفیس) اس سرزمین سے روانہ ہوں گے تو چاروں طرف سے اہل عرب اس علاقے پر ٹوٹ پڑیں گے اس صورت میں آپ کے لیے بیرونی حملوں کے بجائے اندرون ملک کی سرحدوں اور اہل وعیال کو سنبھالنا اہم ہوگا۔ لہٰذا آپ ان لوگوں کو ان کے شہروں میں برقرار رکھیے اور اہل بصرہ کو تحریر کیجیے کہ وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں ان کا ایک گروہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرے اور دوسرا گروہ (غیر مسلم) ذمیوں کی نگرانی کرے تا کہ وہ ان پر حملہ نہ کر سکیں اور تیسرا گروہ اپنے بھائیوں یعنی اہل کوفہ کی مدد کے لیے روانہ ہو جائے''۔

خود جانے کے نقصانات:

اہل عجم آئندہ جب وہ آپ کو دیکھیں تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ عربوں کا حاکم ان کی اصل بنیاد ہے۔ اس طرح آپ کا وجود آپ کی مخالفت پر انہیں زیادہ آمادہ کر لے گا۔

''آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ دشمن کی فوجیں روانہ ہوگئی ہیں تو یہ ان کا وہ عمل ہے جسے اللہ آپ سے زیادہ ناپسند کرتا ہے اور جس بات کو اللہ ناپسند کرے تو وہ اسے دور کرنے پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ جہاں تک ان کی تعداد کی کثرت کا تعلق ہے تو ہم گذشتہ زمانے میں کثرت کے بل بوتے پر جہاد نہیں کرتے تھے بلکہ نصرت خداوندی کے بھروسے پر مجاہدانہ جنگ کرتے تھے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بے شک اگر میں اس شہر سے روانہ ہو جاؤں تو اس کے اطراف واکناف سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل

عجم نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میدان جنگ کو نہیں چھوڑیں گے اور انہیں وہ لوگ بھی امداد بہم پہنچائیں گے جو امداد دینا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ یہی کہیں گے''۔

یہ عرب کی اصل بنیاد ہے اگر تم اس کو کاٹ دو گے تو سمجھو تم نے عرب کی جڑ کو کاٹ دیا۔

سپہ سالار کا انتخاب:

اب تم مجھے مشورہ دو کہ میں آئندہ اس جنگ کا سپہ سالار کسے بناؤں؟ مسلمانوں نے کہا:

''آپ بہترین رائے اور صلاحیت کے مالک ہیں''۔

آپ نے فرمایا: ''مجھے کوئی عراقی شخص بتاؤ''۔

وہ بولے: ''اے امیر المومنین! آپ اہل عراق اور اپنے لشکر کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں وہ آپ کے پاس وفد بنا کر آتے ہیں آپ انہیں دیکھتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی کرتے ہیں''۔

آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم میں ایسے شخص کو سپہ سالار مقرر کروں گا جو کل جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے نیزہ سنبھالے گا''۔

لوگوں نے پوچھا: ''وہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا: ''وہ نعمان بن مقرن مزنی ہیں''۔

لوگ کہنے لگے: ''بے شک وہ اس جنگ کے لیے موزوں ترین شخص ہیں''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس زمانے میں بصرہ میں تھے ان کے ساتھ کوفہ کے جرنیل بھی تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کی عہد شکنی کے موقع پر امداد کے لیے بھیجا تھا اور انہوں نے رامہرمز اور ایذج کے مقامات کو فتح کر لیا تھا۔ اور تستر' جندی سابور اور سوس کی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں زر بن کلیب اور مقترب اسود بن ربیع کے ذریعے جنگ کی اطلاع بھیجی اور یہ بھی تحریر کیا:

''میں نے تمہیں اہل عجم کی جنگ کا سپہ سالار بنایا ہے اس لیے تم اپنے مقام سے روانہ ہو جاؤ اور ماہ کے مقام پر پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے اہل کوفہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ تم سے وہاں ملیں جب تمہاری فوجیں اکٹھی ہو جائیں تو تم فیرزان اور اہل عجم کی ان فوجوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جاؤ جو ان کے پاس جمع ہو گئی ہیں۔

تم اللہ سے مدد طلب کرو اور لاحول و لاقوۃ الا باللہ. (اللہ ہی کو اختیار حاصل ہے) زیادہ پڑھا کرو''۔

جہاد کا شوق:

ابو وائل کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کسکر کے حاکم تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا:

''میری اور کسکر کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نوجوان مرد کے پہلو میں بدکار عورت ہو جو اپنے رنگ و بو سے اسے لبھا رہی ہو میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے کسکر سے معزول کر کے مسلمانوں کے کسی لشکر میں (جہاد کے لیے) بھیج دیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا۔

مشترکہ جنگ کا خاتمہ:

''تم اپنے لشکر کو لے کر نہاوند پہنچو اور وہاں تمہیں سپہ سالار ہو گے''۔

چنانچہ جب مسلمانوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اس وقت ان کے بھائی سوید بن مقرن نے علم سنبھالا پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس کے بعد اہل فارس چاروں طرف سے جمع ہو کر کہیں مقابلہ نہ کر سکے۔ بلکہ اس کے بعد وہاں کے شہر والے ہی اپنے شہروں میں دشمن (مسلمانوں) کا مقابلہ کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سیف کی مزید روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربعی بن عامر کے ذریعے عبداللہ بن عبداللہ (نئے حاکم کوفہ) کو یہ تحریر کیا کہ ''تم نعمان کے پاس ان لوگوں کو روانہ کرو کیونکہ میں نے انہیں لکھ دیا ہے کہ وہ اہواز سے ماہ پہنچ جائیں تمام فوج اسی مقام پر ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور پھر وہاں سے سب نہاوند پہنچ جائیں۔

میں نے ان پر (اہل کوفہ کی فوج پر) حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا ہے تا آنکہ وہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جائیں۔ میں نے نعمان رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے کہ اگر تم پر کوئی حادثہ رونما ہو جائے تو مسلمانوں کے سپہ سالار حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی حادثہ کا شکار ہو جائیں تو اس وقت نعیم بن مقرن سپہ سالار ہوں گے''۔

فوج کا امین:

آپ نے قریب بن ظفر (قاصد) کے ساتھ سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کو امین کی حیثیت سے واپس بھیجا اور فرمایا:

''اگر اللہ تمہیں فتح عطا کرے تو تم مسلمانوں میں مال غنیمت کو تقسیم کر دو اس میں مجھے دھوکا نہ دینا اور نہ کوئی بدی اختیار کرنا اگر مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو نہ تم مجھے اپنی شکل دکھاؤ اور نہ میں تمہیں دیکھوں گا''۔

رضا کار فوج کی شرکت:

وہ دونوں ترغیب جہاد پر مشتمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک لے کر آئے اس جہاد میں اہل کوفہ کی رضا کار فوج نے سب سے جلد شرکت اختیار کی تاکہ وہ اپنی دینداری کا ثبوت دیں اور (مال غنیمت میں) حصہ حاصل کریں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر نکلے ان کے ساتھ نعیم بن مقرن بھی تھے وہ طرز کے مقام پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے ملے انہوں نے مرج القلعہ میں سواروں کا ایک دستہ مقرر کیا جس پر نصیر حاکم تھے۔

دیگر سرداروں کو خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلمی بن القین، حرملہ بن مریطہ، زر بن کلیب، مقترب بن اسود بن ربیعہ اور ان مسلمان جرنیلوں کو یہ خطوط لکھے جو فارس اور اہواز کے درمیان متعین تھے۔

''تم اہل عجم کو اپنے بھائی مسلمانوں کی طرف آنے سے روکے رکھو اور اس طرح اپنی قوم اور اپنی زمین کی حفاظت کرو نیز تم فارس اور اہواز کی درمیانی سرحدوں پر اس وقت تک ڈٹے رہو جب تک کہ تمہارے پاس میرا (دوسرا) حکم نہ آئے''۔

درمیانی مورچے:

مجاشع بن مسعود سلمی کو اہواز بھیجا گیا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ وہاں سے ماہ کے مقام پر جائیں چنانچہ وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ غفی کے درخت کے قریب پہنچے تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرے ہیں۔ وہ غفی درخت اور مرج القلعہ کے درمیان ٹھہرے رہے۔

سلمی' حرملہ' زر اور مقترب چپکے سے اصفہان اور فارس کی سرحدوں پر پہنچ گئے اس طرح انہوں نے اہل نہاوند کے لیے فارس سے امداد روک دی۔

نامور بہادروں کی شرکت:

جب اہل کوفہ طرز کے مقام پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے ملے تو ان کو قریب کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک موصول ہوا۔

''تمہارے ساتھ عرب کے نامی گرامی سردار ہیں جو عہد جاہلیت میں بہادرانہ کارنامے انجام دے چکے ہیں اس لیے جنگی امور میں ان سے کمتر ماہرین کے بجائے انہیں اپنے ساتھ رکھو اور ان کی خدمات حاصل کرو اور ان کی رائے اور مشورہ پر عمل کرو۔ تم طلیحہ' عمرو اور عمر سے خدمت لو اور انہیں کسی خاص کام کا حاکم مقرر نہ کرو''۔

خبر رسانی کی مہم:

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے طرز کے مقام سے (حضرات طلیحہ' عمرو اور عمر کو خبر رسانی کے لیے بھیجا تاکہ وہ دشمن کی (نقل و حرکت) کی خبریں لے کر آئیں اور اس میں مبالغہ آمیزی نہ کریں۔ چنانچہ طلیحہ' عمرو بن ابی سلمی القرزی اور عمر بن معدی کرب زبیدی روانہ ہوئے وہ دن میں رات تک پھرتے رہے اس کے بعد عمرو بن ابی سلمہ واپس آ گئے لوگوں نے پوچھا: ''تم کیوں جلد واپس آ گئے؟'' وہ بولے'' میں اہل عجم کے علاقے میں گیا تھا یہ زمین ناواقف شخص کو تباہ کر دیتی ہے اور جو (اس کے راستوں سے) واقف ہوتا ہے وہ اس زمین کو تباہ کر دیتا ہے''۔

طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب چلتے رہے جب رات کا آخری حصہ ختم ہوا تو عمرو بن معدی کرب بھی واپس آ گئے لوگوں نے پوچھا: ''تم کیسے واپس آئے؟'' وہ بولے'' ہم ایک دن اور ایک رات چلتے رہے اور ہم نے کچھ نہیں دیکھا آخر کار ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہم راستے سے نہ بھٹک جائیں''۔

حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی:

حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ چلتے رہے یہاں تک کہ وہ نہاوند تک پہنچ گئے طرز اور نہاوند کے درمیان تقریباً پچیس فرسخ کا فاصلہ تھا انہیں دشمن کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں کی پروا نہیں کی تھی (بلکہ آگے نکل گئے تھے) اس وجہ سے مسلمان یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ (طلیحہ) دوبارہ مرتد ہو گئے ہیں۔

جب وہ واپس آئے اور مسلمانوں کے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا انہوں نے پوچھا'' کیا بات ہے؟'' لوگوں نے ان کے بارے میں بدگمانی اور اندیشہ کا ذکر کیا اس پر وہ بولے اگر دین و مذہب محض عرب قومیت میں ہوتا تو اس صورت میں بھی میں اہل عجم کے پاس جا کر پناہ نہ لیتا بعد ازاں وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حالات سے مطلع کیا اور انہیں بتایا

کہ ان کے اور نہاوند کے درمیان کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ کوئی (راہ میں حائل) ہے۔

صف آرائی:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اب کوچ کرنے کا اعلان کیا اور صف بندی کرنے کا حکم دیا انہوں نے مجاشع بن مسعود کو یہ پیغام دیا کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کرے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ صفیں درست کرتے رہے ان کے ہراول دستے پر نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ ان کے دونوں پہلوؤں پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے ایک حصہ پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور پچھلے حصہ پر مجاشع رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ کی امدادی فوج بھی پہنچ گئی تھی ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے آخر کار وہ امید ہان کے مقام پر پہنچ گئے۔

دشمن کی تیاری:

دشمن نے بھی صف بندی کر لی تھی ان کا سپہ سالار فیرزان تھا اور اس کے دائیں بائیں زردق اور بعلمن جاذویہ تھے جو ذوالحاجب کی جگہ مقرر ہوا تھا۔ نہاوند کی جنگ میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو قادسیہ اور دوسری جنگوں میں شریک نہیں تھے وہ سرحدی مقامات پر رہتے تھے ان میں ان کے امراء اور ممتاز افراد شامل ہوئے ان کے سواری دستے کا سردار انوشق تھا۔

نعرہ تکبیر کا اثر:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اس سے ایرانیوں کی صفوں میں ہلچل پیدا ہوگئی پھر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے سامان اتارنے اور خیمے نصب کرنے کا حکم دیا کوفہ کے اشراف نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے لیے خیمہ نصب کیا پھر چودہ ممتاز سرداروں کے خیمے نصب کیے گئے جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

ممتاز سردار:

۱۔حذیفہ بن الیمان ۲۔عقبہ بن عمرو ۳۔مغیرہ بن شعبہ ۴۔بشر بن الخاصیہ ۵۔حنظلۃ الکاتب بن ربیع ۶۔ابن الہویر ۷۔البعی بن عامر ۸۔عامر بن مطر ۹۔جریر بن عبداللہ حمیر ۱۰۔اقرع عبداللہ حمیری ۱۱۔جریر بن عبداللہ بجلی ۱۲۔اشعث بن قیس کندی ۱۳۔سعید بن قیس ہدانی ۱۴۔وائل بن حجر رضی اللہ عنہم۔ ان لوگوں جیسے (عمدہ) خیمے عراق میں نہیں دیکھے گئے۔

گھمسان کی جنگ:

سامان اتارنے کے بعد حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ چھیڑ دی یہ جنگ چہار شنبہ اور پنج شنبہ دو دنوں تک ہوتی رہی۔ یہ جنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ساتویں سال ۱۹ھ میں ہوئی یہ گھمسان کی لڑائی تھی جس میں فریقین ہم پلہ رہے جمعہ کے دن وہ اپنی خندقوں میں گھس گئے اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ نے چاہا وہ ان کا محاصرہ کرتے رہے ایرانیوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ جب وہ چاہتے نکل آتے مسلمانوں کو یہ بات شاق گذری اور انہیں اندیشہ ہوا کہ اس طرح محاصرہ طوالت اختیار کرے گا لہٰذا جمعہ کے دن مسلمانوں کا اجتماع ہوا اور اہل رائے مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ اور کہنے لگے:

باہمی مشورہ:

''ہم ان (دشمنوں) کو خود مختار دیکھ رہے ہیں''۔

آخر کار وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جب انہوں نے یہ بات بتائی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا ہم خیال پایا کیونکہ جس بات پر وہ غور وخوض کر رہے تھے وہی مسئلہ ان کے زیر غور بھی تھا وہ بولے''تم ٹھہر جاؤ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو''۔اس کے بعد انہوں نے باقی ماندہ جنگی امور کے ماہروں کو بلا بھیجا جب وہ پہنچے تو حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم مشرکوں کو دیکھ رہے ہو کہ وہ خندق اور شہروں میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں اور جب وہ چاہتے ہیں نکل آتے ہیں مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں اس بات سے مسلمان بہت پریشان ہیں۔جب کہ دشمن کو باہر نکلنے کی آزادی حاصل ہے لہٰذا انہیں باہر نکال کر جنگ کرانے کی کون سی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے جس سے یہ محاصرہ طویل نہ ہو سکے''۔

جنگی ماہروں کی رائے:

اس زمانے میں جو سب سے زیادہ سن رسیدہ ہوتا تھا وہی سب سے پہلے بولتا تھا لہٰذا عمرو بن بشی جو سب سے زیدہ سن رسیدہ تھے کہنے لگے:

''دشمن کے لیے قلعہ نشین ہونا آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے زیادہ مضر ہے لہٰذا انہیں آپ اپنی حالت پر چھوڑیے اور انہیں نہ چھیڑیں بلکہ جو آپ کے پاس آئے اس سے جنگ کیجیے''۔

سب مسلمانوں نے ان کی رائے کی مخالفت کی اور کہا:

''ہمیں یقین ہے کہ ہمارا پروردگار ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرے گا''۔

حضرت عمر بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بولے:

''آپ ان کا مقابلہ کریں اور ان سے جنگ کریں اور ان سے بالکل نہ ڈریں''۔

سب لوگوں نے ان کی رائے بھی رد کر دی اور کہا:

''صرف دیواریں ہمارے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں اور وہی دشمن کے برخلاف ہماری مددگار ہیں''۔

حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ان دونوں نے گفتگو کی مگر صحیح رائے نہیں دی میری رائے یہ ہے کہ آپ گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھیجیں تا کہ وہ انہیں گھیر لے پھر وہ ان پر تیر اندازی کرے۔تا کہ وہ جنگ چھیڑیں۔جنگ شروع ہو جائے اور وہ نکل کر ان سے گتھم گتھا ہو جائیں تو وہ دستہ ہماری طرف واپس آ جائے اور چونکہ ہم اپنی تمام جنگوں میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے تھے اور اب پیچھے ہٹ رہے ہیں تو انہیں ہماری شکست کی توقع ہے۔اور وہ اس میں شک نہ کرتے ہوئے ہماری طرف آئیں گے اور ہم سے جنگ کریں گے اور ہم ان سے جنگ اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ اللہ اپنی مرضی کے مطابق ہمارے اور

ان کے درمیان فیصلہ نہ صادر فرمائے''۔

جنگی تدبیر:

لہذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو آگے جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے جنگ چھیڑ دی دشمن کچھ دیر توقف کرنے کے بعد باہر نکل آئے جب وہ نکل آئے تو وہ برابر پیچھے پیچھے ہٹتے گئے ایرانیوں نے اس بات کو غنیمت جانا اور وہ جیسے کہ طلیحہ کا خیال تھا باہر نکل آئے اور ان لوگوں کے سوا جو دروازوں پر تھے باقی سب باہر نکل آئے اور سب سواریوں پر تھے اس وقت حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئے اور دشمن کی فوجیں ایک حد تک اپنے قلعوں سے کٹ گئیں۔

دشمن کی تیراندازی:

اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی فوجیں صف آرا تھیں اور جمعہ کے دن کا آغاز تھا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنے مقامات پر ڈٹے رہیں اور اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک کہ وہ انہیں اجازت نہ دیں چنانچہ مسلمانوں نے تعمیل حکم کی انہوں نے تیراندازی سے بچنے کی کوشش کی۔ مگر مشرکین مسلمانوں پر تیراندازی کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمان بہت زخمی ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے اس کی شکایت کرنے لگے پھر وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے:

''کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں اور کیا مسلمانوں پر جو مصیبت نازل ہو رہی ہے اس کا آپ کو کوئی علم نہیں ہے آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ آپ مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیں''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا توقف:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ'' مسلمان بار بار ان کے پاس گئے اور وہ ہر موقع پر یہی جواب دیتے رہے۔ ''تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور توقف کرو''۔

اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر یہ کام (سپہ سالاری) میرے سپرد ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں کیا کرتا ہوں''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم ٹھہر جاؤ تمہیں بھی کام کرنے کا موقع ملے گا جب تم حاکم تھے تو تم بھی اچھا کام کرتے تھے اللہ تمہیں اور ہمیں رسوا نہیں کرے گا ہمیں توقف کرنے میں بھی اسی قسم کی توقع ہے جس قسم کی توقع ترغیب جہاد (کے جلدی کرنے) میں ہو سکتی ہے''۔

سنت نبوی کا اتباع:

دراصل حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ جنگ کرنے میں اس مبارک گھڑی کا انتظار کر رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا آغاز کرنے میں زیادہ پسند تھی یہ وقت زوال کے بعد کا تھا جب کہ سایہ ڈھل چکا ہو اور ہوائیں چل رہی ہوں جب یہ وقت قریب آیا تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سوار ہو کر گشت کرنے لگے۔ اور ہر علمبردار کے قریب جا کر اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور فرماتے:

ترغیب جہاد:

''تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں اس دین و مذہب کی بدولت عزت بخشی ہے اور تم سے غالب آنے کا وعدہ کیا ہے اللہ نے اپنے وعدے کا ابتدائی حصہ مکمل کر دیا ہے اور اب اس کا آخری حصہ باقی رہ گیا ہے اللہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور آخری دور کو بھی پہلے دور کی طرح کامیاب کرے گا تم اپنے گذشتہ زمانے کو یاد کرو جب کہ تم ذلیل و حقیر تھے اور جب تم نے اس دین و مذہب کو قبول کیا تو تم معزز و محترم ہو گئے۔ تم آج اللہ کے سچے بندے ہو اور اس کے دوست ہو۔

اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ:

''تمہیں معلوم ہے کہ تم اپنے کوفی بھائیوں سے الگ ہو گئے ہو اس لیے تمہاری فتح و نصرت میں ان کا فائدہ ہے اور تمہاری شکست اور ذلت میں ان کا نقصان ہے تمہیں معلوم ہے کہ اپنے دشمن کے مقابلے میں تم کون ہو؟ اور ان کے پیش نظر کیا ہے اور تمہارے پیش نظر کیا ہے؟ وہ اپنے ملک و وطن اور اپنی دنیا کی حفاظت کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ مگر تم اپنے دین و مذہب اور اپنے مرکز کی حفاظت کے لیے جہاد کر رہے ہو تم اور وہ اپنے مقاصد میں برابر نہیں ہو ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی دنیا کی حفاظت و حمایت میں زیادہ سرگرم ثابت ہوں بہ نسبت اس کے کہ تم اپنے دین و مذہب کی حفاظت و حمایت میں جوش و خروش کا مظاہرہ کرو۔

وہ بندہ سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے جو اللہ کے کاموں میں خلوص و صداقت کا اظہار کرے اور اس مقصد کے لیے بہترین کارنامہ انجام دے۔

شہادت یا فتح:

تم دو قسم کی بھلائیوں کے درمیان ہو اور دو نیکیوں میں سے کسی ایک نیکی کی تمہیں توقع ہے یا تو تم شہید ہو کر زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور اللہ کے پاس سے تمہیں رزق دیا جائے گا یا تم جلد فتح اور کامیابی حاصل کرو گے تم میں سے ہر ایک اپنے قریب (کے دشمن) کے لیے کافی ہے بلکہ تم میں سے ہر ایک اپنے قریب کے لوگوں پر غالب آئے گا۔

جنگی ہدایات:

جب میں حکم دوں تو تم تیار ہو جاؤ میں تین تکبیریں کہوں گا جب میں پہلی تکبیر کہوں تو جو شخص تیار نہ ہو وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر ایک ہتھیار بند ہو جائے اور حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور جب تیسری مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں تو اس وقت میں خود حملہ کروں گا تم بھی مل کر حملہ کرو۔

فتح و شہادت کے لیے دعا:

اے اللہ تو اپنے دین و مذہب کو غالب کر اور اپنے بندوں کو فتح و نصرت عطا کر اور اپنے دین کی عزت اور اپنے بندوں کی فتح و نصرت کے ساتھ تو نعمان کو آج کا شہید اول بنا''۔

شدید جنگ:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فوج کے مختلف دستوں کے پاس جا کر انہیں ہدایات دے چکے اور انہیں اپنے احکام بتا چکے تو اپنے

مرکز پر واپس آ گئے اس کے بعد انہوں نے (حسبِ ہدایت) تین دفعہ نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمان سنتے رہے اور تعمیل کرتے رہے اور مقابلے کے لیے اچھی طرح تیار ہو گئے اس کے بعد حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ شروع کی اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے مل کر حملہ کر دیا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا علم ان پر عقاب کی طرح جھپٹ رہا تھا اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سفید قبا اور سفید ٹوپی میں امتیازی شان رکھتے تھے اس وقت شمشیر زنی کے ساتھ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کہ اس سے پہلے سننے والوں نے ایسی شدید جنگ کے واقعات نہیں سنے تھے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

زوال کے بعد سے لے کر شام تک اہل فارس کے اس قدر سپاہی مارے گئے کہ تمام میدان جنگ ان کی لاشوں سے پٹا ہوا تھا کہ لوگ اور (سواری کے) جانور (اس خون کی ندی میں) پھسل رہے تھے اور مسلمانوں کے بہت سے شہسواروں نے اس لہولہان مقام میں نقصان اٹھایا چنانچہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل گیا اور جب ان کا گھوڑا پھسلا تو وہ گر کر شہید ہو گئے ان کے گرنے سے پہلے حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے ان کا جھنڈا سنبھال لیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ (کی لاش) کو ایک کپڑے سے ڈھانک دیا اس کے بعد جھنڈا لے کر حذیفہ کے پاس آئے اور (سپہ سالار کا) جھنڈا ان کے حوالے کر دیا وہ ان کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ منتقل کر دیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا مورچہ سنبھال کر ان کا علم بلند کر دیا۔ اس وقت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

> ''تم اپنے امیر کی شہادت کی خبر کو اس وقت تک پوشیدہ رکھو جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللہ ان کے اور ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے اس اثناء میں مسلمانوں کے اندر کمزوری نہیں آنی چاہیے''۔

مشرکوں کو شکست:

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو مشرکوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر (اندھیرے کی وجہ سے) وہ راستہ بھٹک گئے اس لیے انہوں نے ان کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا ایرانی فوج بھاگ کر اسبیذ ہان کے قریب اترے تو وہ آگ میں گر گئے جب ان میں سے کوئی آگ میں گرتا تھا تو وہ کہتا تھا۔ (وائے خرد) اس وجہ سے آج تک اس مقام کا نام ''وایہ خرد'' ہے اس طرح اس جگہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ افراد (آگ میں جل کر) مر گئے یہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں جو میدانِ جنگ میں مقتول ہوئے اور صرف وہی بچ سکے جو (صحیح سالم) بھاگ سکے تھے۔

فیرزان کا قتل:

(ایرانی سردار) فیرزان بھی جنگ سے بچ نکلا تھا۔ وہ بھگوڑی فوج کے ساتھ ہمدان کی طرف بھاگ گیا حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ہمدان کی گھاٹی میں جا پکڑا اس وقت وہ گھاٹی ان خچروں اور گدھوں کی (آمد و رفت) وجہ سے مسدود ہو گئی تھی جن پر شہد لدا ہوا تھا۔ ان کی وجہ سے وہ اس گھاٹی میں رک گیا تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ کر اسی گھاٹی پر اسے مار ڈالا اس وقت مسلمان کہنے لگے: ''اللہ نے شہد کی شکل میں (اپنا غیبی) لشکر بھیجا تھا''۔ اس کے بعد وہ شہد اور اس کے ساتھ کے تمام ساز و سامان کو اپنے ساتھ لے گیا اس واقعہ کی بدولت یہ گھاٹی ثنیۃ العسل کہلانے لگی۔

فیزان کے قریب جب حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تھے۔ تو وہ (گھوڑے سے) اتر گیا تھا اور پہاڑ پر چڑھ گیا تھ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پہاڑ پر چڑھ گئے اور اسے پکڑ لیا۔

دشمن کا تعاقب:

شکست خوردہ لشکر چل کر شہر ہمدان پہنچ گیا گھوڑ سوار دستے ان کے تعاقب میں تھے جب وہ ہمدان کے شہر میں داخل ہوئے تو مسلمان بھی شہر کے قریب پہنچ گئے اور آس پاس کی چیزوں پر قبضہ کر لیا جب خسرو شنوم نے یہ حالت دیکھی تو اس نے صلح وامن کی درخواست کی اور اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ ہمدان اور دستبی کے مقامات کا (جزیہ وصول کرنے میں) ذمہ دار ہے چنانچہ مسلمانوں نے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا اور انہیں پناہ دی گئی اور جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے۔

شہر میں داخلہ:

جنگ نہاوند میں مشرکین کی شکست کے بعد مسلمان نہاوند کے شہر میں داخل ہو گئے اور جو کچھ اس کے اندر تھا اور جو اس کے اردگرد تھا سب پر قبضہ کر لیا انہوں نے ساز وسامان میر سامان سائب ابن اقرع رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کرا دیا۔

جواہرات کا خزانہ:

اس کے بعد سب اہل لشکر انتظار کرنے لگے کہ ان کے بھائی جو تعاقب کے لیے ہمدان گئے تھے کیا خبر لے کر آتے ہیں اتنے میں آتش کدہ کا منتظم پناہ کے ارادے سے آیا اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا گیا تو وہ بولا ''کیا آپ مجھے اس شرط پر پناہ دیں گے کہ میں آپ کو اہم معلومات سے مطلع کروں؟ وہ بولے (ضرور ہم پناہ دیں گے) اس نے بتایا:

> ''نخیر جان نے میرے پاس کسریٰ (شاہِ ایران) کا خزانہ رکھوایا تھا میں اسے نکال کر آپ کو دوں گا۔ بشرطیکہ آپ مجھے پناہ دیں اور ان لوگوں کو بھی پناہ دوں جنہیں میں چاہوں''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی۔ اس پر اس نے کسریٰ کا خزانہ نکال کر دیا جو ان جواہرات پر مشتمل تھا جو حوادث زمانہ کے موقع کے لیے جمع کیے گئے تھے جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو سب کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں اسے ان کے حصہ میں شامل کر لیا گیا چنانچہ جب مسلمان (مال غنیمت کی تقسیم سے) فارغ ہوئے تو پانچویں حصہ کے ساتھ یہ (جواہرات) بھی بھیجے گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما نے لوگوں میں مال غنیمت کو تقسیم کرایا۔ چنانچہ جنگ نہاوند میں ایک سوار کا حصہ چھ ہزار تھا اور پیادے کا حصہ دو ہزار تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانچویں حصے میں سے جنگ نہاوند میں بہادری کے کارنامے انجام دینے والوں کو مزید انعام اپنی مرضی کے مطابق دیے اس کے بعد جو پانچواں حصہ باقی رہ گیا تھا وہ سائب بن اقرع کے حوالے کیا گیا۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ وہ پانچواں حصہ (خمس) اور کسریٰ کا ذخیرہ (جواہرات) لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ نہاوند کی فتح کا خط بھجوا دیا تو جواب کے انتظار میں انہوں نے نہاوند میں ہی قیام کیا اور مزید حکم کے منتظر رہے۔ فتح کی خبر کا قاصد طریف بن سہم تھا جس کا قبیلہ ربیعہ بن مالک سے تعلق تھا۔

اہل ماہین کی درخواست:

جب اہل ماہین کو یہ اطلاع ملی کہ ہمدان پر قبضہ ہو گیا ہے اور نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں وہاں رہنے لگے ہیں تو انہوں نے بھی خسرو شنوم کے طرز عمل کی پیروی کی انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی۔ انہوں نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ سب نے متفقہ طور پر (صلح کی تجویز کو) مان لیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کیا مگر دینار نے انہیں دھوکا دیا۔ وہ ایرانیوں کا کم درجے کا بادشاہ تھا۔ دوسرے بادشاہ اس سے اعلیٰ درجے کے تھے۔ اور ان میں سب سے زیادہ شریف قارن تھا۔

دینار کی مصالحت:

دینار نے اپنے لوگوں سے یہ کہا۔ ''تم ان سے حسن و جمال (کے لباس) میں نہ ملاقات کرو بلکہ معمولی لباس میں جاؤ''۔ لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر وہ ان کے برخلاف ریشمی کپڑوں اور زیورات سے آراستہ ہو کر گیا اس سے جو مطالبہ کیا گیا پورا کیا اور مسلمانوں کی تمام باتیں تسلیم کر لیں اس لیے مسلمانوں نے اس سے معاہدہ کر لیا اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کہ وہ اس کی اطاعت کریں اور اس کا حکم مانیں اس لیے اس مقام کا نام ماہ دینار ہو گیا اور اس تعلق کی وجہ سے اس کا نام بہراذان ہی ہو گیا تھا۔

قلعہ نسیر:

نسیر بن ثور ایک قلعہ پر مقرر تھے وہاں ایک جماعت پناہ گزیں تھی۔ انہوں نے ان سے جہاد کر کے اس قلعہ کو فتح کر لیا تھا اس لیے وہ قلعہ نسیر کی طرف منسوب ہو گیا تھا۔

امدادی فوج کی شرکت:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھی مال غنیمت تقسیم کیا جو مرج القلعہ میں رہ گئے تھے اور جو لوگ غضی درخت کے قریب مقیم تھے نیز جو فوجی مراکز میں متعین تھے ان سب کو جنگ نہاوند کے مال غنیمت میں اسی طرح شریک کیا گیا جس طرح اصل جنگ جو فوج کو شریک کیا گیا تھا کیونکہ یہ مسلمانوں کی امداد کے طور پر متعین تھے تا کہ دشمن کسی اور راستے سے حملہ نہ کر دے۔

فتح کا قاصد:

جودن دشمن کے حملہ کے لیے مقرر تھا۔ اس رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بے چین رہے اس لیے خبر معلوم کرنے کے لیے وہ باہر نکلتے رہے اسی دن ایک مسلمان شخص مدینہ سے باہر گیا تھا وہ کسی کام کی وجہ سے نکلا تھا جب رات کے وقت وہ مدینہ واپس آ رہا تھا تو اسے جنگ نہاوند کی تیسری رات کو ایک سوار ملا جو مدینہ جا رہا تھا اس نے اس سے دریافت کیا: ''کہاں سے تم آئے ہو''۔ اس نے کہا ''نہاوند سے''۔ پوچھا کیا خبر ہے؟ وہ بولا اچھی خبر ہے اللہ نے نعمان کو فتح دی اور شہادت بھی دی۔ اس کے بعد نہاوند کے مال غنیمت کو مسلمانوں نے تقسیم کر لیا ہے اور ہر سوار کو چھ ہزار کا حصہ ملا ہے'' یہ کہہ کر وہ سوار مدینہ میں غائب ہو گیا۔

جنات کا ہرکارہ:

اس شخص نے جسے یہ خبر ملی تھی رات گذارنے کے بعد صبح یہ خبر سنائی تو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچی وہ خبر معلوم کرنے کے

لیے بہت بے چین تھے اس لیے انہوں نے اس کو بلا کر دریافت کیا تو اس شخص نے یہ خبر سنائی آپ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے یہ عشیم ہے جو جنات کا ہرکارہ ہے اس نے انسانوں کے قاصد کو دیکھ لیا تھا۔

فتح وشہادت کی خبر:

پھر طریف فتح کی خبر لے کر آ گئے تو پوچھا "کیا خبر ہے؟" وہ بولے "میرے پاس فتح سے بھی زیادہ خبریں ہیں پھر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور دور تک چلے گئے تو انہیں ایک سوار دکھائی دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ سائب ہے" جب وہ قریب آئے تو پوچھا: "کیا خبر ہے" وہ بولے بشارت ہے اور فتح ہے" آپ نے فرمایا: "حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کیا کیا" وہ بولے دشمن کے خون میں گھوڑا پھسل گیا۔ اس وجہ سے وہ گر پڑے اور شہید ہو گئے" آپ واپس چلنے لگے تو سائب ان کے ساتھ چل رہے تھے آپ نے ان سے مسلمان شہیدوں کی تعداد دریافت کی انہوں نے تھوڑی تعداد بتائی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس "فتح الفتوح" میں سب سے پہلے شہید ہوئے جیسا کہ اہل کوفہ اور دیگر مسلمان بیان کرتے ہیں جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو سامان اتار کر مسجد میں رکھا گیا اور آپ نے اپنے چند ساتھیوں کو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے یہ حکم دیا کہ وہاں وہاں راستہ بھر (حفاظت کرتے) رہیں۔

جواہرات کی واپسی:

جب آپ اپنے گھر داخل ہونے لگے تو سائب نے ان دونوں صندوقچوں کو (جن میں کسریٰ کے جواہرات تھے) پیش کیا اور ان کا حال سنایا اور لوگوں کے فیصلے سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا:

"اے ابن ملیکہ بخدا نہ وہ لوگ اس بات کو جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو تم بہت جلد الٹے پاؤں واپس جاؤ اور فوراً حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو کہ وہ دیگر مال غنیمت کی طرح انہیں بھی تقسیم کر دیں"۔

چنانچہ وہ فوراً واپس گئے اور ماہ کے مقام پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے انہوں نے دونوں صندوقچے لے لیے اور انہیں فروخت کیا تو اس کی قیمت چالیس لاکھ ملی۔

طلیحہ کی کرامات:

محمد بن قیس ازدی راوی ہیں کہ ایک شخص نے جس کا نام جعفر بن راشد بتایا جاتا ہے طلیحہ سے اس وقت کہا جب کہ وہ لوگ نہاوند میں مقیم تھے:

"ہمیں بھوک لاحق ہے۔ کیا تمہارے عجیب کارناموں میں سے کوئی ایسی چیز باقی ہے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے"۔

وہ بولے:

"جیسا تم چاہو"۔

انہوں نے ایک چادر کو لے کر نقاب کی طرح اوڑھ لیا پھر فرمایا:

"اس کا بیان یہ ہے کہ زمینداروں کی بکریاں باغ میں ہیں"۔

چنانچہ جب وہ باغ میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں موٹی تازی بکریاں پائیں۔

دینار کی مصالحت:

قبیلہ عبس کا ایک شخص راوی ہے: ''جب ہم اہل نہاوند کا محاصرہ کر رہے تھے تو وہ نکل کر ہم سے جنگ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد اللہ نے ان کو شکست دے دی اس وقت سماک بن عبید عبسی نے ان میں سے ایک آدمی کا تعاقب کیا جن کے ساتھ آٹھ آدمی گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے انہیں مبارزہ (انفرادی جنگ) کے لیے بلایا چنانچہ جو کوئی مقابلے کے لیے نکلا اسے قتل کر دیا یہاں تک کہ ان تمام افراد کا خاتمہ کر دیا پھر انہوں نے اس خاص آدمی پر حملہ کیا جس کے ساتھ یہ (آٹھ سو) سوار تھے۔ اور اسے قیدی بنالیا اور اس کے ہتھیار چھین لیے اور اس کی نگران کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔ جس کا نام عبد تھا۔ اس پر وہ بولا ''تم مجھے اپنے امیر کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں اس سرزمین کی طرف سے ان سے مصالحت کروں اور انہیں جزیہ ادا کروں۔ تم نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے کیونکہ تم نے مجھے قتل نہیں کیا ہے میں اس وقت سے تمہارا غلام ہوں اگر تم مجھے اپنے بادشاہ کے پاس پہنچاؤ گے اور میرے تعلقات اس سے درست کرادو گے تو میں تمہارا بہت ممنون ہوں گا۔ اور تم میرے بھائی بن جاؤ گے'' اس پر انہوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور اسے پناہ دی اور پوچھا: ''تم کون ہو؟ اس نے کہا میں دینار ہوں'' چنانچہ اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں دینار نے سماک کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ کہ انہوں نے کتنے افراد کو قتل کیا اور مسلمانوں کی کس قدر حمایت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے خراج ادا کرنے پر صلح کر لی اور اس مناسبت سے ماہ کا علاقہ اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ وہ سماک سے بہت دوستی رکھتا تھا۔ اور اسے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اور جب کبھی اسے حاکم کوفہ سے کوئی کام ہوتا تھا تو وہ کوفہ آیا کرتا تھا۔

دینار کا خطاب:

ایک دفعہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ آیا تو اس وقت کوفہ میں مسلمانوں سے یوں مخاطب ہوا:

''اے اہل کوفہ! تم سب سے پہلے ہمارے علاقے میں آئے تھے۔ اس وقت تم بہترین انسان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اسی حالت پر قائم رہے۔ اس کے بعد تم تبدیل ہو گئے اور تم میں یہ چار خصلتیں پیدا ہو گئیں: ۱۔ بخل ۲۔ فریب ۳۔ غداری ۴۔ تنگی۔ اس سے پیشتر تمہارے اندر ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ جب میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ چیزیں تمہارے پیدائشی علاقے سے آئیں۔ فریب دہی نبطیوں کی طرف سے آئی۔ بخل فارس سے آیا۔ غداری خراسان سے آئی اور تنگ دلی اہواز کی طرف سے آئی''۔

ابولوالواۃ کا افسوس:

حضرت شعبی فرماتے ہیں: ''جب نہاوند کے قیدی مدینہ میں لائے گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولوالواۃ فیروز جب کسی بچے کو دیکھتا تھا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور روتا تھا''۔ وہ کہتا تھا ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا کلیجہ کھالیا ہے''۔

مقتولوں کی تعداد:

وہ دراصل نہاوند کا رہنے والا تھا۔ اہل روم نے اہل فارس کے ساتھ جنگ میں اس کو قیدی بنالیا تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے قیدی بنالیا تھا اس لیے وہ اس مقام سے منسوب ہو گیا جہاں سے وہ گرفتار کر کے اسیر بنایا گیا تھا۔

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ (شکست کے بعد) آگ میں اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) گر گئے تھے اور میدانِ جنگ میں تیس ہزار

(۳۰٬۰۰۰) مارے گئے یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جو لوگ تعاقب میں مارے گئے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مسلمانوں کی کل تعداد تیس ہزار (۳۰٬۰۰۰) تھی۔ نہاوند کا شہر ۱۹ھ کے شروع میں فتح ہوا تھا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے سات سال ہو گئے تھے۔ اور ۱۸ھ ختم ہو چکا تھا۔

اہل ماہین کے لیے معاہدہ:

سیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل ماہین کے لیے یہ معاہدہ تحریر کیا:
نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اہل ماہ بہراذان کو یہ معاہدہ لکھ کر دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''وہ ان کی جان و مال اور اراضی کو محفوظ رکھنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ وہ کسی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کے مذہب اور قوانین میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی وہ جب تک سالانہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے تو ان کی حفاظت کی جائے گی۔ ہر بالغ پر اس کی حیثیت کے مطابق اس کے جان و مال کا (جزیہ) ہے ان کے ذمہ یہ ہے کہ وہ مسافر کی رہنمائی کریں اور راستوں کو درست کریں اور مسلمانوں کی فوج میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گذرے تو وہ اسے ایک رات دن کے لیے پناہ دیں وہ وفادار اور خیر خواہ رہیں۔ اگر انہوں نے دھوکہ دیا اور معاہدہ کی مخالفت کی تو ہم ان سے بری الذمہ ہیں''۔

اس پر عبداللہ بن ذی السہمین، قعقاع بن عمرو اور جریر بن عبداللہ گواہ ہیں اور یہ ماہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا معاہدہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ (معاہدہ) حذیفہ بن الیمان نے اہل ماہ دینار کے لیے لکھ کر دیا ہے:
''وہ انہیں جان و مال اور اراضی پر پناہ دیتے ہیں وہ ان کی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کے مذہب و قوانین میں کسی قسم مداخلت نہیں کی جائے گی مسلمانوں پر ان کی حفاظت اسی وقت تک (فرض) ہے جب تک کہ وہ سالانہ جزیہ مسلمان حاکم کو ادا کرتے رہیں گے۔ جو ہر بالغ پر اس کی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس کے جان و مال پر ہے وہ مسافر کو راستہ بتائیں اور راستوں کو درست رکھیں اور مسلمان سپاہیوں میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گذرے تو اسے ایک دن اور ایک رات ٹھہرائیں وہ (مسلمانوں کے) خیر خواہ رہیں اگر وہ تبدیل ہو گئے اور دھوکہ دینے کی کوشش کریں تو (ان کی حفاظت کی) ہماری ذمہ داری ان پر سے ساقط ہو جائے گی۔
اس کے گواہ قعقاع بن عمرو' نعیم بن مقرن اور سوید بن مقرن ہیں اور یہ ماہ محرم میں لکھا گیا''۔

کارناموں پر انعام:

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو جنگ نہاوند میں شریک ہوئے اور رضا کاروں میں سے جنہوں نے عمدہ بہادری کے کارنامے انجام دیے۔ دو دو ہزار کے عطیات دیے اور انہیں اہل قادسیہ کے برابر تسلیم کیا۔

باب ۸

پیش قدمی کی اجازت

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فارس کی فوجوں کا جہاں کہیں وہ ہوں تعاقب کریں آپ نے یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی بعض وہ فوجیں جو بصرہ اور اس کے گردونواح میں ہوں فارس کرمان اور اصفہان کی طرف روانہ ہوں اسی طرح کوفہ اور اس کے گردونواح کی بعض افواج کو اصفہان، آذربائیجان اور رے کے علاقوں کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

شاہ ایران کو نکالنے کا فیصلہ:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ شاہ یزدگرد ہر سال (اپنی قوم کو) مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا ہے اور انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ جب تک اسے اس کی سلطنت سے نکالا نہیں جائے گا وہ یہی طرز عمل اختیار کرتا رہے گا تو انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سرزمین عجم میں گھس جائیں تاکہ وہ شاہ یزدگرد پر غالب آجائیں اور اس کے مقبوضات کو فتح کرلیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے کوفہ اور بصرہ کے سرداروں کو جنگ نہاوند کی فتح کے بعد روانہ کیا۔

حکام کوفہ:

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے درمیانی عرصہ میں دو حاکم (کوفہ) مقرر ہوئے تھے پہلے حاکم عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان رضی اللہ عنہ تھے ان کے زمانے میں جنگ نہاوند ہوئی۔ دوسرے حاکم زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ تھے جو قبیلہ بنو عبد بن قصی کے حلیف تھے اور ان کے زمانے میں پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا۔

(پہلے حاکم) عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے انہیں دوسری جگہ بھیجا گیا اور ان کی جگہ پر زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا جو مہاجرین میں سے تھے انہوں نے بہت کم کام کیا بلکہ وہ سبکدوش ہو جانے پر اصرار کرتے رہے اس لیے انہیں سبکدوش کر کے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو زیاد کے بعد حاکم (کوفہ) مقرر کیا گیا۔

آپ نے اہل بصرہ کی امداد کے لیے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور اہل کوفہ کی امداد کے لیے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ان کی جگہ عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔

جنگوں کے سپہ سالار:

زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھنڈے اہل کوفہ کے (سرداروں کے لیے) آگئے تھے چنانچہ ایک علم نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا چونکہ اہل ہمدان نے صلح کرنے کے بعد عہد شکنی کی تھی اس لیے انہیں اہل ہمدان (کی سرکوبی) کے لیے بھیجا گیا آپ نے یہ فرمایا تھا: کہ

''اگر (ہمدان) تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے تو تم اس سے آگے اپنے راستے پر خراسان تک چلے جاؤ''۔

آپ نے عتبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو آذربائیجان کی مہم پر روانہ فرمایا مگر ان کے (راستوں میں) تبدیلی کر دی تھی۔ آپ

نے ان دونوں میں سے ایک کو یہ حکم دیا کہ وہ حلوان سے دائیں سمت اختیار کرے اور دوسرے کو یہ حکم دیا کہ وہ موصل سے بائیں سمت کا راستہ اختیار کرے۔ چنانچہ پہلا اپنے ساتھی کے دائیں سمت چلا اور دوسرا اپنے ساتھی کے بائیں سمت سے روانہ ہو۔

اصفہان کے سپہ سالار:

آپ نے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک علم دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اصفہان جائیں وہ اشراف صحابہ میں سے بہت بہادر اور دلیر انسان تھے۔ وہ انصار کے معزز فرد تھے اور بنو اسد کے حلیف تھے ان کی مدد کے لیے بصرہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا اور عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (کے تقرر) کا معاملہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح نہاوند کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ پیش قدمی کرنے کی اجازت دیں لہٰذا آپ نے انہیں لکھا:

''تم کوفہ سے روانہ ہو کر مدائن میں قیام کرو اور لوگوں کو (جہاد کے لیے) بلاؤ اور ان کا انتخاب نہ کرو۔ بلکہ اس بارے میں مجھے لکھو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اصفہان بھیجنا چاہتے تھے۔ لہٰذا دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن ورقاء ریاحی اور عبداللہ بن الحارث بن ورقاء اسدی رضی اللہ عنہما بھی (جانے کے لیے) تیار ہوئے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

جن (مؤرخین) کو (صحیح) علم نہیں ہے ان دونوں میں سے ایک عبداللہ ابن بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ (اس روایت میں) ورقاء کا ذکر ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ انہیں اپنے جدامجد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین میں مقتول ہوئے۔ تو اس وقت ان کی عمر چوبیس سال کی تھی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بچے تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا تقرر:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے ہیں اور (اسلامی) فوجیں پیش قدمی کر رہی ہیں تو انہوں نے زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا آپ نے اس وقت یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿ و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین ﴾

''ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور ہیں اور انہیں رہنما بنائیں اور (زمین کا) وارث بنائیں''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے وسط میں جب سلمان اور عبدالرحمٰن فرزندان ربیعہ نے (قاضی کے عہدے سے) استعفا دے دیا تھا۔ تو زیاد کو اس وقت تک کا قاضی بنایا گیا تھا جب تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حمص سے نہ آ جائیں۔

عراق کے حکام:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دریائے فرات و دجلہ کے سیراب کردہ علاقوں میں کام کیا تھا مگر ان دونوں نے استعفا پیش کیا اور کہا:

''ہمیں اس کام سے معافی دی جائے جو ایک بدکار عورت کی طرح اپنی زیب و زینت دکھا کر تباہ کر رہا ہے آپ نے ان دونوں کو سبکدوش کر دیا اور ان کے بجائے حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ اور جعفر بن عمرو الحزنی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا پھر ان دونوں نے بھی استعفا دیا تو ان کا استعفا قبول کر کے ان دونوں کے بجائے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ دریائے دجلہ کے سیراب کردہ علاقے پر مقرر تھے۔ اور عثمان بن حنیف دریائے فرات کے سیراب کردہ علاقے پر مقرر تھے''۔

تقرر کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ تحریر فرمایا:

''میں نے تمہاری طرف عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر (حاکم) بنا کر بھیجا ہے اور میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے میں نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دریائے دجلہ کے سیراب کردہ علاقے اور ان کے پیچھے کے علاقے پر مقرر کیا ہے اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات اور اس کے سیراب شدہ علاقے پر مقرر کیا ہے''۔

فتح اصفہان:

جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ امیر کوفہ مقرر ہو کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو موصول ہوا:

''تم اصفہان کی طرف روانہ ہو جاؤ زیاد کوفہ میں ہوں گے اور تمہارے ہراول دستے پر عبداللہ بن ورقاء اسدی اور عصمۃ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہوں گے''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوج کو لے کر روانہ ہوئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے کام کی طرف لوٹ گئے اور عبداللہ نہاوند سے اپنے ساتھیوں اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی فوج کو لے کر نکلے اور اس لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے جو اہل صفہان پر مشتمل استندار کی زیر قیادت تھا اس کے ہراول لشکر پر ایک بوڑھا شخص قیادت کر رہا تھا جس کا نام شہر براز جاذویہ تھا اس کے ساتھ بہت بڑی جمعیت تھی۔

اہل اصفہان کی شکست:

مسلمان اس آگے کے لشکر سے اصفہان کے ایک مقام پر نبرد آزما ہوئے اور گھمسان کی لڑائی ہوئی بوڑھے سردار نے مسلمانوں کو مبارزہ (انفرادی جنگ) کی دعوت دی تو اس کے مقابلے کے لیے عبداللہ بن ورقاء رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور اسے مار ڈالا اس کے بعد اہل اصفہان شکست کھا کر بھاگ گئے چنانچہ مسلمانوں نے اس علاقے کا نام استاق الشیخ رکھا۔ جو آج تک اسی نام سے موسوم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حاکم کو دعوت دی تو استندار نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ ان سے صلح کر لی گئی یہ اصفہان کا پہلا ضلع تھا جو مفتوح ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ استاق الشیخ سے جی کے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔

شاہِ اصفہان سے مقابلہ:

اس زمانے میں اصفہان کا بادشاہ فاذوسفان تھا آخر کار وہ لوگوں کو لے کر جی کے مقام پر آ گئے اور دشمن کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ

عرصہ کے بعد وہ جنگ کرنے کے لیے نکلے جب مڈبھیڑ ہوئی تو فاذوسفان نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''تم میرے ساتھیوں کو قتل نہ کرو اور نہ میں تمہارے ساتھیوں کو قتل کروں گا بلکہ تم خود میرے مقابلے کے لیے نکلو اگر میں نے تمہیں قتل کر دیا تو تمہارے ساتھی واپس چلے جائیں گے اور اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو میرے ساتھی تم سے صلح کریں گے خواہ میرے ساتھیوں کو کوئی تیر نہ لگا ہو''۔

چنانچہ اس کے مقابلے کے لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا: ''یا تم مجھ پر حملہ کرو یا میں تم پر حملہ کرتا ہوں''۔ وہ بولا ''میں تم پر حملہ کرتا ہوں'' چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے فاذوسفان نے حملہ (کا آغاز) کرتے ہوئے ان پر ایک نیزہ مارا جوان کی زین کے اگلے حصہ پر لگا اس سے زین کا ساز و سامان وغیرہ ٹوٹ گیا مگر حضرت عبداللہ بدستور گھوڑے سے گر کر پھر کھڑے ہو گئے اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ''اب تم ثابت قدم رہو اور مقابلہ کرو''۔ وہ کہنے لگا:

مصالحت کی درخواست:

''میں تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں نے تمہیں ''مردِ کامل'' دیکھا اس لیے میں تمہارے ساتھ تمہارے لشکر میں چلتا ہوں اور تم سے صلح کر کے شہر کو تمہارے سپرد کر دوں گا اس شرط پر کہ جو چاہے یہاں رہے اور جزیہ ادا کرے اور اس کا مال محفوظ رہے اور یہ بھی شرط ہے کہ تم نے جس کی زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہو وہ بھی اس معاہدہ میں شامل ہو گئی اور (ان کے مالکان) واپس آ جائیں گے اور جو ہمارے معاہدہ میں شامل نہ ہونا چاہے وہ جہاں چاہے چلا جائے اس وقت تم اس کی زمین پر قبضہ کر سکو گے''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہاری یہ شرطیں پوری ہوں گی''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اہواز کے راستے سے ان کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ فاذوسفان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر چکا تھا اس لیے مسلمان وہاں سے روانہ ہو گئے اور یہ ایرانی مسلمانوں کے زیر حفاظت آ گئے مگر تمیں افراد نے اپنی قوم کی مخالفت کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرمان پہنچ گئے جہاں ایک جماعت پہلے سے تیار تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جی کے شہر میں داخل ہو گئے جو اصفہان کا ایک شہر تھا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع بھیجی۔ وہاں جو رہا وہ خوش رہا اور وہاں سے جو چلا گیا وہ (آگے چل کر) پشیمان ہوا۔

کوچ کا حکم:

(تھوڑے عرصے کے بعد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک آیا:

''تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو اور ان سے مل کر کرمان والوں سے جنگ کرو۔ جی کے شہر کے باقی ماندہ لوگوں کو چھوڑ دو اور اصفہان پر سائب بن اقرع کو جانشین بناؤ''۔

اسید بن متشمس بیان کرتے ہیں:

''میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح اصفہان میں شریک تھا وہ وہاں امداد کے لیے پہنچے تھے''۔

معاہدہ اصفہان:

سیف کی روایت ہے کہ معاہدہ صلح اصفہان کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ عبداللہ کی تحریر فاذوسفان' اہل اصفہان اور اس کے گردونواح کے لوگوں کے نام ہے جب تک تم جزیہ ادا کرتے رہو گے تم امن وامان میں رہو گے تم پر جزیہ تمہاری حیثیت اور طاقت کے مطابق ہوگا جو ہر سال تم بالغ انسان کی طرف سے اپنے حاکم کو ادا کرتے رہو گے تم مسلمانوں کو راستہ بتاؤ گے اور راستے درست رکھو گے اور ایک رات اور ایک دن کی مہمان نوازی کرو گے تم مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے اس وقت تک تمہاری حفاظت کی جائے گی جب تک اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے جب تک (معاہدہ کے مطابق) کام کرتے رہو گے اور اگر تم نے اس میں کوئی تبدیلی کی یا کسی اور نے تمہاری طرف سے اسے تبدیل کیا تو ہم پر تمہاری ذمہ داری نہیں رہے گی جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا اس کو سزا ملے گی اور جو کوئی کسی مسلمان کو زدوکوب کرے گا تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ اسے لکھا گیا اور اس کے گواہ عبداللہ بن قیس' عبداللہ بن ورقاء اور عصمۃ بن عبداللہ ہیں''۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا جس میں انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ کرمان میں سہیل بن عدی کے لشکر میں شامل ہو جائیں تو وہ سواروں کے ایک دستے کے ساتھ نکلے اور انہوں نے سائب کو خلیفہ بنایا اور اس سے پہلے کہ سہیل کرمان پہنچیں وہ سہیل کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

ہرمزان سے مشورہ:

مقعل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے اصفہان پر حملہ کیا تھا تو ان کے سپہ سالار نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے وہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ہرمزان سے مشورہ کے طور پر دریافت کیا:

''تمہاری کیا رائے ہے؟ میں جنگ کا آغاز فارس سے کروں یا آذربائیجان یا اصفہان سے اس کا آغاز کروں؟''۔

وہ بولا:

اصفہان کی اہمیت:

''فارس اور آذربائیجان بازو ہیں اور اصفہان (اس ملک کا) سر ہے اگر آپ ایک بازو کاٹیں گے تو دوسرا بازو کھڑا ہو جائے گا لیکن اگر آپ سر کاٹ دیں گے تو دونوں بازو گر جائیں گے اس لیے آپ سر سے (جنگ کا) آغاز کریں''۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے جہاں نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے وہ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے جب انہوں نے اپنی نماز پڑھ لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ تمہیں حاکم مقرر کروں''۔

وہ بولے: ''میں محصول وصول کرنے والا نہیں بنوں گا' مجاہد بنوں گا''۔

آپ نے فرمایا: ''تم غازی بنو گے''۔

چنانچہ آپ نے ان کو اصفہان بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا کہ ''وہ امدادی فوج بھیجیں''۔

شاہِ اصفہان کی شان و شوکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اصفہان پہنچے تو فریقین کے درمیان دریا حائل ہوا تو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ ان کے پاس گئے تو ان کے بادشاہ کو جسے ذوالحاجبین کہا جاتا تھا مطلع کیا گیا کہ عرب کا قاصد دروازہ پر ہے اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور پوچھا ''کیا میں اس کے سامنے بادشاہ کی شان وشوکت کے ساتھ بیٹھوں؟'' وہ بولے ''ہاں''۔ چنانچہ وہ اپنے سر پر تاج رکھ کر بیٹھ گیا شہزادے اس کے چاروں طرف سونے کے کنگن، زیورات اور ریشمی لباس میں ملبوس تھے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ:

پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی جب وہ داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ اپنا نیزہ اور ڈھال لیے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنے نیزے سے ان کے فرش اور قالین کو چیر رہے تھے تا کہ وہ اسے بدشگونی سمجھیں دو آدمی انہیں پکڑے ہوئے تھے پھر وہ جا کر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو گئے ان کے بادشاہ نے ان سے اس طرح گفتگو کی:

''اے اقوام عرب! تمہیں بہت سخت بھوک لاحق ہے اگر تم چاہو تو ہم تمہیں غلہ دے دیتے ہیں تا کہ تم اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر یوں تقریر کی کہ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کہی پھر فرمایا:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

''ہم اقوام عرب گندے اور مردار جانوروں کا گوشت کھاتے تھے لوگ ہمیں روندتے تھے اور ہم کسی کو نہیں روند سکتے تھے تا آنکہ اللہ بزرگ و برتر نے ہم میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ہم میں سے اعلیٰ نسب کے تھے اور سب سے زیادہ حق و صداقت کی باتیں کہتے تھے''۔

اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مناسب طور پر ذکر کیا پھر مزید فرمایا:

''انہوں نے ہم سے چند باتوں کا وعدہ کیا جو ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق پائیں آپ نے ہم سے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ ہم تم پر غالب آئیں گے اور یہاں کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے میں تمہارا ایسا لباس وضع و ہیئت دیکھ رہا ہوں جو پیچھے کے لوگوں میں نہیں دیکھی تھیں''۔

تخت پر بیٹھنا:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اچھل کر اس ایرانی بادشاہ کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ جاؤں شاید اس بات کو وہ بدشگونی سمجھے چنانچہ میں چھلانگ مار کر اس کے تخت پر بیٹھ گیا اس پر وہ دھکے دینے اور ہٹانے لگے تو میں نے کہا:

''کیا تم سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ ہم ایسا نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہارے سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے''۔

بادشاہ نے کہا:

''اگر تم چاہو تو عبور کر کے ہماری طرف آ جاؤ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم (دریا کو) عبور کر کے تمہاری طرف پہنچیں گے''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بولے:

''ہم تمہاری طرف عبور کر کے پہنچیں گے''۔

چنانچہ ہم دریا پار کر کے ان سے جنگ کرنے کے لیے پہنچے۔

دشمن کی تیراندازی:

دشمن نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا ایک ایک زنجیر میں دس پانچ یا تین افراد (جکڑے ہوئے تھے) ہم ان کے سامنے صف آرا ہو گئے وہ ہماری طرف تیراندازی کرنے لگے اور ہم پر جلد جلد تیر کا نشانہ لگنے لگے اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ آپ پر رحم کرے دشمن جلد جلد تیراندازی کر رہا تھا آپ بھی حملہ کیجیے''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم بہت خوبیوں والے ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا جب آپ دن کے شروع میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ آپ جنگ کرنے میں تاخیر فرماتے تھے تا آنکہ سورج ڈھل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں۔ اس وقت (اللہ کی) فتح و نصرت نازل ہوتی ہے۔

میں اپنا جھنڈا تین مرتبہ لہراؤں گا جب میں پہلی مرتبہ لہراؤں تو ہر شخص اپنی ضروریات پوری کر لے اور وضو کر لے دوسری مرتبہ ہر شخص ہتھیار بند ہو جائے اور بالکل تیار ہو جائے تیسری مرتبہ جب جھنڈا لہرایا جائے تو تم یکدم حملہ کرو اور کوئی کسی کی طرف پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں اگر نعمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائے تو کوئی اس کی طرف رخ نہ کرے میں اللہ سے یہ دعا مانگتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک اس پر آمین کہے وہ دعا (یہ ہے): ''اے اللہ تو مسلمانوں کو فتح و نصرت کے ساتھ نعمان کو شہادت عطا فرما''۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا حملہ:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ جھنڈا لہرایا اس کے بعد انہوں نے زرہ بکتر پہن کر حملہ کیا اور سب سے پہلے (گھوڑے پر سے) گرے۔

مقعل راوی ہیں۔ میں ان کے پاس گیا تو مجھے ان کا عزم (شہادت) یاد آیا۔ تو میں نے ان پر ایک جھنڈا گاڑ دیا۔ پھر میں چلا گیا اس وقت جب ہم کسی شخص کو قتل کرتے تھے تو اس کے ساتھی ہم سے الگ ہو جاتے تھے اتنے میں ذوالحاجبین اپنے خچر پر سے گر پڑا۔ جس سے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور کے بعد اللہ نے دشمن کو شکست دے دی۔

نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

پھر میں پانی کا مشکیزہ لے کر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے ان کے چہرہ سے مٹی دھوئی۔ اس پر وہ کہنے لگے ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا ''معقل بن یسار رضی اللہ عنہ'' آپ نے پوچھا: ''مسلمانوں نے کیا کیا؟'' میں نے کہا اللہ نے انہیں فتح عطا کی انہوں نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے کہا ''الحمدللہ! تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع لکھ کر بھیجو''۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔

جانشین کا تقرر:

مسلمان اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے ان میں حضرات عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ عمرو بن معدی کرب اور حذیفہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے انہوں نے ان کو ام ولد (لونڈی) کے پاس یہ پیغام بھیجا ''وہ تمہارے ساتھ کیا معاہدہ چھوڑ گئے ہیں؟'' وہ بولی: ''یہاں ایک ٹوکری ہے جس میں ایک تحریر ہے انہوں نے اس تحریر کو حاصل کیا تو اس میں یہ تحریر تھا:

''اگر نعمان شہید ہو جائے تو فلاں (حاکم ہے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو فلاں حاکم مقرر) ہو''۔

متفرق واقعات:

واقدی کی روایت ہے کہ: ''اس سال یعنی ۲۱ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بمقام حمص وفات پائی اور اسی سال عبداللہ اور عبدالرحمٰن فرزندانِ عمرو نے اور ابوسروعہ نے جہاد کیا۔ پھر وہ مصر آئے اور عبدالرحمٰن نے شراب پی۔ اس کا نتیجہ وہ ہوا جس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اسی سال حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انطاکس جسے برقہ بھی کہتے ہیں گئے اور اسے فتح کر لیا۔ اہل برقہ نے تیرہ ہزار دینار ادا کرنے پر صلح کر لی۔ اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ وہ اپنے جزیہ میں جس قدر وہ چاہیں اپنے فرزندوں کو فروخت کریں گے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

۲۱ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا نگران اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اراضی کی پیمائش کا افسر مقرر کیا اہل کوفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو استعفا پیش کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ خالی ملے اور انہوں نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اور فرمایا تم اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

اتنے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عمرؓ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں ملے تھے۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے کہا ''تم جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس جاؤ اور انہیں سفر کے کھانے کی پیش کش کرو'' چنانچہ وہ ان کے پاس آئیں اور سفر کے کھانے کا تحفہ پیش کیا۔ پہلے وہ اس بات کو نہ سمجھ سکیں پھر کہنے لگیں' ہاں وہ کھانا لے آؤ۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا یقین ہو گیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''آپ نے جس حاکم کو مقرر کیا ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں نے کس کو مقرر کیا ہے؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ہے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں نہیں جانتا ہوں کہ اب میں کیا کروں؟ پھر انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک وہاں کے حاکم رہے۔

دیگر واقعات:

۲۱ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری کو روانہ کیا انہوں نے زدیلہ کے علاقے کو صلح کر کے فتح کر لیا چنانچہ زدیلہ اور برقہ کے درمیانی علاقوں میں مسلمانوں کا صلح کا معاہدہ تھا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ ۲۱ھ میں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور عمر بن سعید انصاری نے دمشق ثبنہ' حوران' حمص' قنسرین اور جزیرہ پر حملہ کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلقاء' اردن' فلسطین' سواحل انطاکیہ۔ معرۃ مصرین اور قلقیہ پر مقرر تھے۔ اس موقع پر ابو ہاشم ابن عتبہ نے قلقیہ انطاکیہ اور معرۃ مصرین کے علاقوں پر صلح کر لی۔

۲۱ھ میں حسن بصری اور عامر شعبی پیدا ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور مدینہ میں اپنا جانشین حضرت زید بن ثابت کو بنایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکام:

ان کے حکام مکہ' طائف' یمن' یمامہ' بحرین' شام' مصر اور بصرہ پر وہی تھے جو ۲۰ھ میں تھے۔ البتہ کوفہ کے حاکم عمار بن یاسر تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذمہ بیت المال کی نگرانی تھی اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ خراج کے نگران اور حضرت شریح رضی اللہ عنہ قاضی تھے۔

باب ۹

۲۲ھ کے واقعات

فتح آذربائیجان:

اس سال آذربائیجان فتح ہوا۔ چنانچہ ابومعشر اور واقدی کی یہی روایت ہے کہ آذربائیجان ۲۲ھ میں فتح ہوا اور اس کے سپہ سالار حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے مگر سیف کی روایت ہے کہ آذربائیجان ۱۸ھ میں ہمدان' رے' جرجان اور اصبہذ کی طبرستان کی صلح کے بعد مفتوح ہوا یہ تمام واقعات ۱۸ھ میں ہوئے۔

سیف کی روایت کے مطابق ہمدان اس طرح فتح ہوا کہ جب اہل عجم نہاوند میں جمع ہوئے تھے تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو ماہین کی طرف بھیج دیا گیا اور اہل کوفہ کو بھی انہی کی طرف روانہ کیا گیا اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت نعمان کے پاس پہنچ گئے۔

فوجی مراکز کا قیام:

جب اہل کوفہ حلوان سے رخصت ہوئے اور ماہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے چراگاہ کے ایک قلعہ پر حملہ کیا جہاں ہتھیار اور فوجی ساز و سامان تھا۔ مسلمانوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا یہ (اس سلسلے کی) پہلی فتح تھی۔ مسلمانوں نے ان کے مقامات پر گھوڑے باندھ دیے اور وہ قلعہ میں محفوظ رکھے گئے اس فوجی مرکز کا نام مرج القلعہ رکھا گیا۔ پھر مسلمان مرج القلعہ سے نہاوند کی طرف روانہ ہوئے جب وہ ایک قلعہ کے پاس پہنچے جہاں کچھ لوگ تھے تو انہوں نے قبیلہ عجل اور حنیفہ کے ساتھ نسیر بن ثور کو چھوڑ دیا چنانچہ یہ قلعہ نسیر کے نام سے موسوم ہوا۔ انہوں نے نہاوند کی فتح کے بعد اس قلعہ کو فتح کیا اس وجہ سے جنگ نہاوند میں نہ کوئی قبیلہ عجل کا فرد شریک ہوا۔ اور نہ قبیلہ حنیفہ کا شخص شریک ہوا۔ وہ سب نسیر کے ساتھ قلعہ کے قریب رہے تاہم جب جنگ نہاوند کا مال غنیمت تقسیم ہوا تو تمام قلعہ والوں کو اس میں شریک کیا گیا کیونکہ ہر ایک مورچہ دوسرے کی تقویت کا باعث تھا۔

فوجی مقاموں کے نام:

مرج القلعہ سے نہاوند تک جو مقامات آئے وہ بعض صفات کی وجہ سے ان صفاتی ناموں سے مشہور ہو گئے۔ مثلاً ماہ کے قریب ایک گھاٹی میں سواریوں کا اژدہام ہو گیا تو وہ گھاٹی ثنیۃ الرکاب کے نام سے مشہور ہو گئی وہ دوسری گھاٹی کے پاس آئے جس کا راستہ ایک چٹان پر سے جاتا تھا اس کا نام انہوں نے ملویہ رکھا۔ اس طرح ان مقامات کے پرانے نام مٹ گئے اور یہ اپنے صفاتی نام سے مشہور ہو گئے۔ مسلمان ایک لمبے اور اونچے پہاڑ کے پاس سے گذرے جو سب پہاڑوں میں سے ابھرا ہوا تھا (اس کو دیکھ کر) کسی نے کہا گویا کہ یہ سمیرہ کا دانت (سن سمیرہ) ہے سمیرہ قبیلہ بنی ضبی کی ایک شاخ بنو معاویہ کی مہاجرہ خاتون تھیں ان کا ایک دانت باقی دانتوں سے لمبا تھا۔ اس لیے یہ پہاڑ بھی سن سمیرہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

مصالحت و عہد شکنی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہاوند کے شکست خوردہ سپاہیوں کے تعاقب کے لیے نعیم بن مقرن اور قعقاع ابن عمرو رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا تھا جب وہ دونوں ہمدان پہنچے تو خسروشنوم نے ان سے مصالحت کر لی اس لیے وہ دونوں سردار وہاں سے لوٹ آئے بعد

میں اس نے عہد شکنی کی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے معاہدوں میں سے اس کا معاہدہ بھی آیا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو گئے اور حذیفہ بھی ان سے جدا ہو گئے ان کی منزل مقصود ہمدان تھی۔ اور ان کی منزل کوفہ کی طرف واپسی تھی ماہین پر حضرت عمرو بن بلال بن حارث کو جانشین بنایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

فوجی افسروں کے تقرر:

''تم روانہ ہو کر ہمدان پہنچو' تم اپنے ہراول دستے پر سوید بن مقرن کو بھیجو اور اپنے دونوں بازوؤں پر ربعی بن عامر اور مہلہل بن زید کو مقرر کرو۔ یہ طائی ہے اور وہ تمیمی ہے''۔

ثنیۃ العسل:

حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ صف آرا ہو کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ ثنیۃ العسل پہنچے۔ اس گھاٹی کا نام ثنیۃ العسل (شہد کی گھاٹی) اس لیے کہا جاتا ہے کہ جنگ نہاوند کے بعد جب مسلمانوں نے شکست خوردہ فوج کا تعاقب کیا تو (ان کا سردار) فیرزان اس گھاٹی پر پہنچا تو گھاٹی شہد لے جانے والے جانوروں سے بھری ہوئی تھی ان پر دوسری چیزیں بھی تھیں اس لیے فیرزان کو ان کی وجہ سے رکنا پڑا پھر وہ اتر کر پہاڑ پر چڑھ گیا جہاں ان کا گھوڑا لوٹ آیا اس طرح وہ گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچا (اس لیے اس گھاٹی کو ثنیۃ العسل کہا جاتا ہے)

جب مسلمان کنکور کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کے جانور چرا لیے گئے اس لیے اس مقام کا نام قصر الاصوص رکھا گیا۔

ہمدان کا محاصرہ:

پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ اس گھاٹی سے اتر کر شہر ہمدان کے قریب پہنچے اس وقت وہ شہر کے اندر قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور اس عرصہ میں انہوں نے ہمدان اور جرنیدان کے درمیان کا علاقہ فتح کر لیا اور ہمدان کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔

پیغام صلح:

جب شہر والوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔ اس شرط کے ساتھ کہ انہیں اور جو ان شرائط کو تسلیم کر لیں۔ ایک ہی قسم کی مراعات دی جائیں۔ حضرت نعیم نے ان کی مصالحت منظور کر لی۔ اور دستبی کو اہل کوفہ کے چند افسروں میں تقسیم کر دیا۔ جو مندرجہ ذیل تھے۔

فوجی مراکز کے نگران:

۱۔ عصمۃ بن عبداللہ الضبی ۲۔ مہلہل بن زید طائی ۳۔ سماک بن عبید عبسی ۴۔ سماک بن مخرمۃ الاسدی ۵۔ سماک بن خرشہ انصاری۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے دستبی کے فوجی مراکز کے نگران مقرر ہوئے اور انہوں نے ویلم قوم سے جنگ کی۔

روایات میں اختلاف:

واقدی کی روایت یہ ہے کہ فتح ہمدان ورے ۲۳ھ میں ہوا۔ واقدی کا بیان ہے: ''کہا جاتا ہے کہ رے کو حضرت قرظہ بن

کعب نے فتح کیا ربیعہ ابن عثمان کی روایت ہے کہ ہمدان کی فتح ماہ جمادی الاوّل میں ہوئی جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں چھ مہینے باقی تھے اس کے سپہ سالار مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی فوجیں وہاں لڑ رہی تھیں۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت کا یہ آخری سلسلہ ہے کہ جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ ہمدان میں بارہ ہزار فوجوں کے ساتھ مقیم تھے تو اہل ویم درے وآذربائیجان نے باہمی خط وکتابت کی پھران کا سردار موتا ویلم کی فوج کو لے کر نکلا تاکہ وہ داج روذ کے مقام پر صف آرا ہو جائے ابوالقرخان زینبی بھی اہل رے کو لے کر نکلا تاکہ وہ اس لشکر میں شامل ہو جائے ادھر سے رستم کا بھائی اسفندیار بھی اہل آذربائیجان کو لے کر وہاں پہنچا۔

شدید جنگ:

دستبی کے فوجی مرکزوں کے (مسلمان) سردار قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے یزید بن قیس کو اپنا جانشین بنایا اور فوج لے کر روانہ ہو گئے اور واج روذ کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جو نہاوند کے ہم پلہ تھی۔ اور اس سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ اور بہت آدمی مارے گئے۔ جن کا کوئی شمار نہ تھا۔ یہ بہت بڑے معرکوں میں سے ایک معرکہ تھا۔

فتح کی بشارت:

مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے اجتماع کی خبر دے دی تھی اور وہ اس سے بہت پریشان تھے۔ اس لیے انہیں جنگ کی بہت فکر لاحق تھی اور اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک قاصد ان کے پاس فتح ونصرت کی بشارت لے کر آیا آپ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم بشیر (خوشخبری لانے والے) ہو؟ وہ بولا: ''نہیں میں عروہ ہوں'' جب آپ نے دوبارہ یہ یہ فرمایا کہ تم بشیر ہو؟ تو وہ بات کو سمجھ گیا اور کہنے لگا: ''ہاں میں بشیر ہوں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا نعیم کے قاصد ہو'' وہ بولا ''ہاں نعیم کا قاصد ہوں'' آپ نے فرمایا ''کیا خبر ہے؟'' وہ بولا ''فتح ونصرت کی بشارت ہے'' پھر اس نے تمام واقعہ سنایا اس پر آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور خط کے پڑھنے کا حکم دیا جب مسلمانوں کے سامنے خط پڑھا گیا تو سب نے اللہ کی حمد وثنا کی۔

پھر سماک بن مخرمہ' سماک بن عبید اور سماک بن خرشہ (تینوں کے نام سماک ہیں) اہل کوفہ کے ایک وفد کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سب نے اپنا نام سماک بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تمہیں مبارک کرے اے اللہ تو ان کے ذریعہ اسلام کو مستحکم کر اور ان کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما''۔

ہمدان سے واپسی:

دستبی اور اس کے فوجی مراکز ہمدان سے متعلق ہو گئے تا آنکہ حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کا ایلچی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب لے کر واپس آیا:

''تم ہمدان پر اپنا جانشین مقرر کرو۔ اور بکیر بن عبداللہ سے سماک بن خرشہ کے ذریعہ امداد فراہم کرو۔ پھر وہاں سے کوچ

کر کے رے آؤ۔ وہاں دشمن کی فوج سے مقابلہ کرو۔ پھر وہیں قیام کرو۔ کیونکہ یہ شہر ملک کے تمام شہروں کے درمیان ہے اور ان سب پر حاوی ہے اور عین تمہارے مقصد کے مطابق ہے''۔

(اس حکم کے مطابق) حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے یزید بن قیس ہمدانی کو ہمدان میں (جانشین) مقرر کیا اور فوجوں کو لے کر حراج روذ سے رے کی طرف روانہ ہوئے۔

سماک بن مخرمہ مسجد سماک والے تھے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ہمدان کے صلح نامہ کا اعادہ کیا اور یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ رے پہنچ گئے۔

فتح رے:

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مقرن حراج روز سے فوجوں کو لے کر روانہ ہوئے اس اثناء میں انہوں نے دستبی تک (وہاں کا علاقہ) ویران کر دیا تھا وہاں سے وہ رے کی طرف روانہ ہوئے دشمن کی فوجیں ان کے مقابلے کے لیے اکٹھی ہوگئی تھیں ابوالفرخان زینبی نکلا اور اس نے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سے قہا کے مقام پر ملاقات کی وہ مصالحت کا خواہاں تھا اور رے کے بادشاہ کا مخالف تھا وہ مسلمانوں کے کارناموں کا مشاہدہ کر چکا تھا نیز وہ سیاوخش اور اس کے اہل خاندان سے بھی حسد رکھتا تھا۔ اس لیے وہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گیا۔

دشمن کا مقابلہ:

اس وقت رے کا بادشاہ سیاوخش بن مہران بن بہرام چوبین تھا۔ اس نے اہل دنیاوند' طبرستان' قومس وجرجان سے امداد طلب کی تھی اور کہا تھا:

''تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ رے میں آ گئے ہیں اب تمہارے لیے کوئی مقام نہیں ہے اس لیے تم متحد ہو جاؤ''۔

بہر حال سیاوخس نے (مسلمانوں کا) مقابلہ کیا اور رے کے شہر میں پہلو میں پہاڑ کے دامن میں (فریقین میں) جنگ کا آغاز ہوا اور لڑائی ہوتی رہی۔

پوشیدہ راستہ:

زینبی نے نعیم سے کہا: ''ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہماری تعداد کم ہے تم میرے ساتھ سواروں کا ایک دستہ بھیجو تا کہ میں انہیں شہر میں ایک ایسے (پوشیدہ) راستے سے داخل کراؤں جس کا انہیں کوئی علم نہیں ہے آپ ان سے مقابلہ کرتے رہیں کیونکہ جب وہ ان پر حملہ کریں گے تو وہ آپ کے مقابلے میں جم نہیں سکیں گے۔

دشمن کو شکست:

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت ایک سواروں کا دستہ اپنے بھتیجے منذر بن عمرو کی سرکردگی میں روانہ کر دیا۔ زینبی نے انہیں شہر میں داخل کر دیا جس کا دشمن کو علم نہیں ہو سکا۔ پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے شبخون مارا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے شہر کا انتظام نہیں کر سکے اور جنگ کرتے رہے اور جنگ میں ڈٹے رہے مگر جب انہوں نے اپنے پیچھے سے نعرۂ تکبیر کو سنا تو شکست کھا کر بھاگ گئے اور بری طرح سے مارے گئے۔

آل زینبی کی حکومت:

اللہ نے مسلمانوں کو رے میں مدائن کے مال غنیمت کے برابر مال عطا کیا زینبی نے اہل رے کی طرف سے صلح کی اسی لیے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں کا نگران حاکم بنا دیا اور پھر زینبی خاندان میں حکومت رہی اور اسی خاندان سے متعلق شہرام وفرخام تھے بہرام کے خاندان کو زوال آ گیا۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ان کے شہر کو جو ''پرانا شہر'' کہلاتا ہے تباہ و برباد کر دیا۔ پھر زینبی کے حکم سے نیا شہر آباد ہوا۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فتح کی خوش خبری مصارب العجلی کے ہاتھ روانہ کی اور مال خمس تمیسہ بن انہاس اور ابومغزا کے ہاتھ کوفہ کے معزز سرداروں کے وفد کے ساتھ روانہ کیا۔ جب انہوں رے فتح کر لیا تو انہوں نے بکیر بن عبداللہ کی امداد کے لیے سماک بن عبداللہ خرشی انصاری کو روانہ کیا۔ چنانچہ سماک بکیر کے لیے امدادی فوج لے کر آذربائیجان روانہ ہوا۔

رے کا صلح نامہ:

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے اہل رے کو یہ صلح نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے زینبی بن قولہ کو یہ صلح نامہ لکھ کر دیا:

''میں اہل رے کو اور جو ان کے ساتھ ہیں پناہ دیتا ہوں بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں جو ہر بالغ اپنی حیثیت کے مطابق ہر سال ادا کرے گا انہیں چاہیے کہ وہ وفادار اور خیر خواہ ثابت ہوں راستہ بتائیں چوری نہ کریں اور مسلمانوں کو ایک رات اور ایک دن کا کھانا کھلائیں اور ان کی عزت کریں اور جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا یا اس کی بے عزتی کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا اور جو کوئی کسی مسلمانوں کو زدوکوب کرے گا تو وہ قتل کیا جائے گا اور جو کوئی بدل جائے گا اور اس کی مخالفت کرے گا تو (سمجھو کہ) اس نے تمہاری جماعت کو تبدیل کیا (وہ مسلمانوں کی حفاظت میں نہیں رہے گا) انہوں (نعیم) نے خود اسے لکھا اور اس کی شہادت دی''۔

دوسرا صلح نامہ:

عصمنان نے بھی ان سے خط و کتابت کی تاکہ وہ کچھ فدیہ دے کر ان سے صلح کر لے۔ اس نے معاونت اور حفاظت کی درخواست نہیں کی تھی۔ اس کی درخواست بھی قبول کر لی گئی۔ اس کے لیے بھی ایک تحریری معاہدہ کیا گیا۔ جس میں معاونت کا ذکر نہیں تھا وہ معاہدہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعیم بن مقرن' مردان شاہ' مضمنان دیناوند اور اہل نہاوند' اخوار' لارز اور شرانک یہ معاہدہ لکھتا تھا:

''میں تمہیں اور جو تمہارے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوں پناہ دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اپنے لوگوں کو (لڑائی سے) باز رکھو اور جو سرحد کے حاکم ہوں انہیں دو لاکھ درہم سالانہ ادا کرو تم پر حملہ نہیں کیا جائے گا اور جب تک تم اس معاہدہ پر قائم رہو گے تو تمہارے علاقہ میں کوئی داخل نہیں ہوگا اور اگر کسی نے (اس معاہدہ کی) خلاف ورزی کی تو یہ معاہدہ برقرار نہیں

رہے گا یہ تحریر کیا گیا اور گواہی دی گئی''۔

فتح قومس:

جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے مضارب عجلی کے ہاتھ رے کی فتح کی خبر بھجوائی اور وفد کے ہاتھ مال خمس بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا:

''تم سوید بن مقرن کو قومس بھیجو ان کے ہراول دستے پر سماک بن محرمہ کو بھیجو اور ان کے دونوں بازوؤں پر عتبہ بن النہاس اور ہند بن عمرو الجملی کو مقرر کرو''۔

لہٰذا حضرت سوید بن مقرن صف آرا ہو کر رے سے قومس کی طرف روانہ ہوئے ان کے مقابلے کے لیے کوئی نہیں آیا اور انہوں نے مصالحت کے ذریعہ اس شہر پر قبضہ کر لیا اور وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

جب مسلمانوں کی فوج نے ان کے دریا کا پانی پیا جس کا نام ملاذ تھا اور ان میں بیماری پھیلی اس پر حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم اپنا پانی تبدیل کر دو ورنہ تم بھی یہاں کے باشندوں کی طرح ہو جاؤ گے''۔ چنانچہ انہوں نے پانی تبدیل کیا جو انہیں خوش گوار معلوم ہوا۔

جو لوگ یہاں کے باشندوں میں سے طبرستان بھاگ گئے تھے۔ اور وہ لوگ جو جنگلوں میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے خط و کتابت کی تو حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے انہیں صلح اور جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی اور ان کے لیے یہ معاہدہ تحریر کیا:

قومس کا معاہدہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سوید بن مقرنؓ نے اہل قومس اور ان کے ساتھیوں کو ان کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں جسے ہر بالغ اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق ادا کرے گا ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خیر خواہ رہیں اور فریب نہ دیں اور (مسلمانوں کو) راستہ بتائیں۔ اور مسلمانوں کو ایک دن اور ایک رات اوسط درجے کا کھانا کھلائیں اگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی یا معاہدہ کی پابندی نہیں کی تو (ہم) ان کی حفاظت سے بری الذمہ ہیں یہ لکھا گیا اور اس پر گواہی دی گئی''۔

فتح جرجان:

پھر حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے بسطام میں پڑاؤ ڈالا اور جرجان کے بادشاہ رزبان صول سے خط و کتابت کی پھر ادھر روانہ ہو گئے رزبان صول (بادشاہ) نے خط و کتابت کے ذریعہ سے جلدی صلح کر لی اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح جرجان کو جنگ سے بچا لیا۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے اس کی صلح قبول کر لی اس لیے رزبان صول (بادشاہ) حضرت سوید رضی اللہ عنہ کے جرجان داخل ہونے سے پہلے ان سے ملا اور دونوں ساتھ ساتھ شہر میں داخل ہوئے حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے وہاں لشکر کو ٹھہرایا تا کہ خراج وصول کیا جائے انہوں نے وہاں کی سرحدوں کو مستحکم کیا اور دہستان کو چھوڑ دیا جو لوگ سرحد کی حفاظت کرتے تھے ان کا جزیہ معاف کر دیا گیا اور انہیں یہ معاہدہ لکھ دیا گیا۔

جرجان کا معاہدہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سوید بن مقرن نے رزبان صول بن رزبان' اہل دہستان اور تمام اہل جرجان کے لیے یہ (معاہدہ) لکھا۔ تم ہمارے زیر حفاظت ہو اور ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ بشرطیکہ تم جزیہ ادا کرو۔ جو ہر بالغ سالانہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق ادا کرے گا۔ اگر ہم تم میں سے کسی سے کوئی خدمت لیں گے تو اس کے جزیہ کے بدلے اسے معاوضہ دیا جائے گا ان کی جان و مال' مذہب اور قوانین محفوظ رہیں گے اور اس معاہدہ میں اس وقت تک تبدیلی نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔ مسافروں کو راستہ بتائیں گے اور خیر خواہ رہیں گے نیز وہ مسلمانوں کی ضیافت بھی کریں اور کسی قسم کی چوری اور دغابازی نہ کریں جو کوئی یہاں آ کر رہے گا اسے بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے اور جو یہاں سے نکلنا چاہے تو اسے پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ پناہ کی جگہ پر پہنچ جائے۔
جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا تو اس کو سزا دی جائے گی۔ اور جو اسے زدوکوب کرے گا تو اس کی جان خطرہ میں ہو گی''۔

معاہدہ کے گواہ:

مندرجہ ذیل اس معاہدہ کے گواہ ہیں: ''۱۔ سواد ابن قطبہ ۲۔ ہند بن عمرو ۳۔ سماک بن مخرمہ ۴۔ عتبہ بن النہاس یہ ۱۸ھ میں لکھا گیا''۔

مدائنی کی روایت یہ ہے کہ جرجان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۰ھ میں مفتوح ہوا۔

فتح طبرستان:

اصبہذ (حاکم طبرستان) نے بھی حضرت سوید سے صلح کے بارے میں خط و کتابت کی کہ فریقین صلح کرلیں اور باہمی امداد کے اقرار کے بغیر وہ کچھ (فدیہ) بھیجے گا۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات منظور کرلی اور اس کی منظوری دے دی۔ اور اسے ایک تحریری معاہدہ بھی لکھ کر دیا (وہ یہ ہے)۔

معاہدہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر سوید بن مقرن نے فرخان اصبہذ خراسان کو طبرستان اور اہل جیلان کے لیے لکھی ہے:
''تم اللہ بزرگ و برتر کی امان میں ہو اس شرط پر کہ تم ہمارے برخلاف بغاوت نہیں کرو گے اور جو تمہارے سرحدی علاقہ پر (ہمارا) حاکم ہوگا اسے اپنے ملک کے سکے کے حساب سے پانچ لاکھ درہم دو گے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم میں سے کوئی تم پر حملہ نہیں کرے گا اور نہ تمہارے علاقے میں کوئی تمہاری اجازت کے بغیر داخل ہوگا۔ ہمارا طریقہ تمہارے ساتھ امن کے ساتھ با اجازت ہوگا اور اسی طرح تمہارا رویہ ہوگا تم ہمارے باغیوں کو پناہ نہیں دو گے اور نہ ہمارے دشمن کی حمایت کرو گے اور نہ خیانت و غداری کرو گے اگر تم ایسا کرو گے تو ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہے

گا (اس معاہدہ کے) گواہ یہ ہیں: ۱۔سواد بن قطبہ تمیمی ۲۔ ہند بن عمرو المرادی ۳۔سماک بن مخرمہ اسدی ۴۔سماک بن عبید عبسی ۵۔عتبہ بن النہاس بکری۔ یہ معاہدہ ۱۸ھ میں لکھا گیا''۔

فتح آذربائیجان:

جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ہمدان کو دوبارہ فتح کر لیا اور واج روذ سے رے کی طرف گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ وہ آذربائیجان میں حضرت بکیر بن عبداللہ کی امداد کے لیے سماک بن خرشہ انصاری کو بھیجیں انہوں نے اس معاملے کو اس وقت تک ملتوی رکھا جب تک کہ انہوں نے رے کو فتح نہیں کیا۔ رے کی فتح کے بعد انہوں نے سماک کو وہاں سے روانہ کیا چنانچہ سماک' بکیر کی طرف آذربائیجان روانہ ہو گئے۔

سماک بن خرشہ اور عتبہ بن فرقد عرب کے دولت مند افراد تھے۔ اور اسی خوشحالی کے ساتھ دونوں کوفہ آئے۔

اسفندیار کی گرفتاری:

حضرت بکیر کو جب بھیجا گیا تو وہ روانہ ہوئے جب وہ جرمیذان کے سامنے پہنچے تو وہاں اسفندیار بن فراخ زاد بھی واج روز سے شکست کھا کر پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ آذربیجان میں مسلمانوں کی سب سے پہلی جنگ اسی سے ہوئی جنگ میں اللہ نے اس کے لشکر کو شکست دی اور حضرت بکیر نے اسفندیار کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اسفندیار نے ان سے پوچھا کیا آپ کو صلح زیادہ پسند ہے یا جنگ؟ وہ بولے صلح زیادہ پسند ہے اس پر وہ بولا'' آپ مجھے اپنے پاس رکھیے کیونکہ اہل آذربائیجان آپ کے پاس نہیں آئیں گے جب تک کہ میں ان کی طرف سے صلح نہ کروں یا ان کے پاس نہ جاؤں''۔

علاقہ پر قبضہ:

اہل آذربائیجان اس کے اردگرد کے پہاڑوں میں چلے گئے جو قبج اور رومیوں کے تھے (اور ان میں قلعہ بند ہو گئے) اور جو کوئی قلعہ بند ہو جائے تو وہ کچھ دنوں تک قلعہ نشین رہتا ہے بہر حال حضرت بکیر نے اسفندیار کو اپنے پاس مقید رکھا۔ اس کے بعد قلعہ کے علاوہ سارے علاقے پر ان کا قبضہ ہو گیا۔

سماک بن خرشہ امدادی فوج لے کر اس وقت پہنچے جب اسفندیار ان کی قید میں تھا اور انہوں نے مضافات کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ عتبہ بن فرقد نے بھی اپنے قریب کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔

جب سماک وہاں پہنچے تو حضرت بکیر نے از راہ ظرافت یہ فرمایا:

''میں اب تمہارا اور عتبہ کا کیا کروں۔ تم دونوں دولت مند ہو اگر میں اپنی مرضی کے مطابق کام کروں تو میں آگے بڑھوں گا اور تم دونوں کو چھوڑ دوں گا۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ رہو اور اگر چاہو تو عتبہ کے پاس جاؤ میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے میری رائے یہ نہیں ہے کہ میں تم دونوں کو چھوڑ کر ایسا طریقہ اختیار کروں جو اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے''۔

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سبکدوش ہونے کی درخواست کی۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ بشرطیکہ وہ باب کے علاقہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنے کام پر کسی کو جانشین بنائیں۔

عتبہ کی جانشینی:

ہذا انہوں نے عتبہ کو اپنے مفتوحہ علاقے کا جانشین بنایا اور آگے روانہ ہو گئے انہوں نے اسفند یار کو عتبہ کے حوالے کیا۔ چنانچہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس رکھا اور انہوں نے سماک بن خرشہ کے سپرد وہ حصہ کیا جو حضرت بکیر نے فتح کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام آذربائیجان کو حضرت عتبہ بن فرقد کے زیر انتظام دے دیا تھا۔

بہرام کی شکست:

بہرام بن فرخ زاد نے آ کر حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کا راستہ روک لیا تھا اور مقابلہ کے لیے لشکر لے آیا تھا اس لیے حضرت عتبہ بھی مقابلے پر آ گئے اور فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ آخر کار حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس کو شکست دے دی اور بہرام بھاگ گیا۔ جب اسفند یار کو بہرام کی شکست اور فرار کی خبر ملی تو وہ اس وقت حضرت بکیر کی قید میں تھا۔ اس نے کہا:

صلح کی تکمیل:

اب صلح مکمل ہو گئی ہے اور آتش جنگ بجھ گئی ہے:'' اس لیے اس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی اور ان سب لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور آذربیجان میں امن و امان ہو گیا حضرت بکیر اور عتبہ رضی اللہ عنہما نے اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔ نیز مال غنیمت میں سے مال خمس ایک وفد کے ساتھ بھجوایا.......

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت بکیر رضی اللہ عنہ اپنے علاقوں کو فتح کر چکے تھے۔ مگر صلح اس وقت مکمل ہوئی جب حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے بہرام کو شکست دی انہوں نے اس وقت اہل آذربیجان کے ساتھ تحریری معاہدہ کیا جب کہ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کا علاقہ ان کے زیر انتظام آ گیا تھا وہ (معاہدہ) یہ تھا:

''یہ معاہدہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حاکم عتبہ بن فرقد نے اہل آذربیجان کے ساتھ ان کے تمام میدانوں' پہاڑوں' مضافات اور تمام اقوام کے لیے کیا ہے ان کے جان و مال' مذہب و ملت اور رسوم و قوانین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے بشرطیکہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق جزیہ ادا کریں یہ جزیہ بچے' عورت اور ایسے مفلس و اپاہج پر عائد نہیں ہے جس کے پاس دنیاوی مال و متاع کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ ایسے عابد و راہب پر ہے جس کے پاس دنیاوی مال و متاع نہ ہو اور جو ان کے ساتھ رہتے ہیں ان کے بارے میں بھی یہی حکم ہے مگر عوام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی لشکر کے کسی شخص کی دن اور ایک رات مہمان داری کریں اور اسے راستہ بتائیں جو قحط سالی کا شکار ہو گا تو اس سے اس سال کا جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

جو کوئی یہاں آ کر رہے گا تو اس کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس سے پہلے کے باشندوں کو حاصل ہیں اور جو یہاں سے نکلنا چاہے تو اسے پناہ دی جائے گی' تا آنکہ وہ محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔

اسے جندب نے ۱۸ھ میں تحریر کیا اور بکیر بن عبداللہ لیثی اور سماک بن خرشہ انصاری اس کے گواہ ہیں''۔

اس سال حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ حلوہ لے کر آئے اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحفہ کے طور پر پیش کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ ان کے حکام ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوا کریں تاکہ انہیں مظالم سے روکا جائے اور ان کی تحقیق و تفتیش کی جائے۔

فتح باب:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ واپس کر دیا اور سراقہ بن عمرو جوذوانور کے لقب سے مشہور ہیں باب کی طرف بھیجا ان کے ہراول دستے پر حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا وہ بھی ذوالنور کے لقب سے مشہور تھے۔ اس لشکر کے ایک بازو کا سردار حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے بازو کا سردار حضرت بکیر بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا جو باب[1] کے مقابلے پر تھے۔ اس سے پہلے کہ وہاں حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جائیں آپ نے نہیں لکھا تھا کہ وہ ان کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ تقسیم مال پر آپ نے حضرت سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

صف آرائی:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو آگے بھیجا اور خود ان کے پیچھے روانہ ہوئے جب وہ آذربائیجان سے باب کی طرف روانہ ہوئے تو وہ باب کے قریب حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور باب کے علاقہ میں اس صف آرائی کے ساتھ داخل ہوئے جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایات بھیجی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی جزیرہ سے تبدیل کر کے بھیجا اور ان کی جگہ حضرت زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

شہر براز کی ملاقات:

جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ باب کے بادشاہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے اس سے رجوع کیا اس زمانے میں باب کا بادشاہ شہر براز تھا جو اہل فارس سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس سرحد پر مقرر تھا۔ وہ قدیم بادشاہ شہر براز کی نسل سے تھا جس نے بنو اسرائیل کو تباہ کیا اور شام کو ان سے خالی کرا دیا تھا۔

شہر براز نے ان سے خط و کتابت کی اور آنے کے لیے پناہ طلب کی۔ انہوں نے پناہ دی تو وہ ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

شاہ باب کی گفتگو:

''میں ایک بہت ذلیل دشمن کے مقابلے پر ہوں میرے علاقے میں مختلف قومیں آباد ہیں۔ جن کا کوئی حسب ونسب نہیں ہے اس لیے ایک شریف النسل عقل مند انسان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان جیسے لوگوں کی مدد کرے اور نہ ان سے شریف النسل لوگوں کے برخلاف مدد طلب کرے کیونکہ شریف خاندان کا انسان دوسرے شریف خاندان کے انسان کا قریبی رشتہ دار ہے خواہ وہ کہیں ہو۔

میرا نہ قبیج قوم سے تعلق ہے اور نہ میں ارمن قوم سے ہوں تم میرے ملک وقوم پر غالب آ گئے ہو۔ اس لیے آج سے میرا تعلق بھی تم سے ہے اور میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میری دوستی آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو برکت دے۔ ہمارا جزیہ یہ ہے کہ ہم آپ کی جنگی مدد کریں۔ فتح ونصرت آپ کے قدم چوم رہی ہے اور جو آپ چاہیں گے وہ پورا ہوگا مگر جزیہ عائد کر کے ہمیں

---

[1] یہ بحیرہ خزر (طبرستان) کے قریب بہت بڑا شہر تھا۔ اور سرحدی مقام تھا ملاحظہ ہو حاشیہ ص ۶ محاضرات الامم الاسلامیہ حصہ اوّل از علامہ خضری مطبوعہ مصر۔

ذلیل نہ کریں اس طرح آپ اپنے دشمن کے سامنے ہماری توہین کریں گے"۔

جنگی خدمات کی منظوری:

حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرے اوپر ایک اور شخص ہے تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے منظوری حاصل کرو" چنانچہ وہ حضرت سراقہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں نے یہ بات تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے منظور کر لی۔ بشرطیکہ وہ اس پر قائم رہیں (ہماری جنگی مدد کرتے رہیں) مگر جو (جنگی خدمت کے لیے) روانہ نہیں ہوگا۔ اور (اپنے وطن میں) رہے گا اسے جزیہ ادا کرنا ہوگا"۔

اس نے یہ بات تسلیم کر لی چنانچہ اس کے بعد یہ رواج قائم ہو گیا کہ مشرکوں میں سے جو لوگ (مسلمانوں کے) دشمنوں سے جنگ کرتے تھے تو ان کا اس سال کا جزیہ معاف ہوتا تھا اور ان کا جزیہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں[1] حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں تحریر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کی منظوری دے دی اور اس تجویز کو مستحسن سمجھا۔

فوجی چھاؤنی:

اس علاقہ کے پہاڑوں میں آبادی نہیں تھی۔ یہاں کے ارمنی باشندے گردونواح کے مقامات میں رہتے تھے۔ مسلسل غارت گری کی وجہ سے اس کی آبادی ویران ہوگئی تھی اور یہاں کے لوگ دوسرے مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔ اس لیے یہاں صرف فوج رہتی تھی یا وہ لوگ مقیم تھے جو ان کے مددگار تھے اور ان کے ساتھ کاروبار کرتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت سراقہ سے ایک تحریری معاہدہ لکھوایا جو مندرجہ ذیل تھا:

اہل آرمینیہ کا معاہدہ:

"امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حاکم سراقہ بن عمرو شہر براز اور باشندگان آرمینیہ کو پناہ دیتے ہیں ان کے جان و مال اور مذہب و ملت کی حفاظت کی جاتی ہے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ معاہدہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جنگ میں شریک ہوں گے اور ہر اہم اور غیر اہم مہم کے موقع پر (مسلمان) حاکم کی جیسا کہ وہ مناسب سمجھیں، جنگی مدد دیں گے اور جو لوگ جنگ میں شریک ہوں گے ان پر سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا یہ جنگی خدمات ان کے جزیہ کا معاوضہ ہیں اور جو یہ خدمات انجام نہیں دے گا اور (گھر پر) بیٹھا رہے گا وہ اہل آذربیجان کی طرح جزیہ ادا کرے گا اور مسلمانوں کو راستہ بتائے گا اور پورے دن کی مہمان نوازی کرے گا

اگر یہ لوگ جنگ میں شریک ہوئے تو ان پر جزیہ نہیں لگایا جائے گا اور اگر نہ شریک ہوئے تو جزیہ عائد ہوگا"۔

---

[1] اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ فوجی خدمت سے معافی کا ٹیکس ہے اور اگر غیر مسلم بھی فوجی خدمت کریں تو ان پر سے جزیہ ساقط ہو جاتا

اس معاہدہ کے گواہ یہ ہیں: ۱۔عبدالرحمٰن ۲۔سلمان بن ربیعہ ۳۔بکیر بن عبداللہ' مرضی بن مقرن نے اس معاہدہ کو لکھا اور وہ بھی اس کا گواہ ہے۔

کوہستانی مہمیں:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد بکیر بن عبداللہ' حبیب بن مسلمہ' حذیفہ بن اسد اور سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہم کو ان پہاڑوں کے باشندوں کی طرف بھیجا جو آرمینیہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں چنانچہ بکیر کو موقان کی طرف بھیجا گیا اور حبیب کو تفلیس کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور حذیفہ بن اسد کو ان لوگوں کے برخلاف بھیجا گیا۔ جو کوہ لان میں رہتے تھے سلمان بن ربیعہ کو دوسری طرف بھیجا گیا۔

مشکل مہم:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے فتح کا حال اور ان مہموں کی خبر جہاں ان لوگوں کو انہوں نے بھیجا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچائی اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسا معاملہ درپیش ہوا جس کے متعلق ان کی یہ رائے تھی کہ وہ تکالیف و مصائب کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوگا کیونکہ یہ بہت بڑی سرحد تھی۔ جہاں بہت بڑا لشکر متعین تھا ابن فارس ان کے کارناموں (کے نتائج) کے منتظر تھے تاکہ ان کے مطابق جنگ کو بند کریں یا جاری رکھیں۔

جب مسلمانوں کا انتظام پختہ ہو گیا اور اسلامی عدل و انصاف جاری ہو گیا تو حضرت سراقہ نے وفات پائی عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے جن سپہ سالاروں کو (آگے کی مہم کے لیے) بھیجا تھا ان میں سے کسی نے کوئی علاقہ فتح نہیں کیا البتہ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ نے موقان کو فتح کر لیا تھا اور وہاں کے لوگ جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے تھے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ معاہدہ بکیر بن عبداللہ نے کوہ قبیح کے اہل موقان کو (لکھ کر) دیا۔ ان کے جان و مال مذہب و ملت اور رسوم و قوانین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ ہر بالغ ایک دینار یا اس کے برابر کی قیمت جزیہ کے طور پر ادا کرے اور خیر خواہی کرے۔ نیز مسلمانوں کو راستہ بتائے اور ایک دن اور ایک رات کا کھانا کھلائیں۔ انہیں پناہ دی جائے گی جب تک کہ وہ اس (معاہدہ) کے پابند رہیں گے۔ اور اللہ سے مدد حاصل کریں گے۔ اگر ان لوگوں نے (معاہدہ کی) خلاف ورزی کی اور ان کی طرف سے فریب ظاہر ہوا تو انہیں کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ وہ غداروں کو (ہمارے) حوالے کر دیں ورنہ وہ بھی غدار سمجھے جائیں گے۔

شماخ بن ضرار' ابارس بن جناد ب اور حملۃ بن جویہ اس کے گواہ ہیں اور یہ ۲۱ھ میں لکھا گیا''۔

ترکوں سے جنگ:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن ان کے جانشین ہوئے ہیں تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن کو باب کی سرحد کی حکومت پر بحال رکھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ترکوں سے جنگ کریں۔

عبدالرحمٰن کی پیش قدمی:

حضرت عبدالرحمٰن مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے جب انہوں نے باب کو عبور کرنا چاہا تو شہر براز نے ان سے پوچھا ''تم کیا کرنا چاہتے ہو'' وہ بولے ''میں بلنجر جانا چاہتا ہوں'' شہر براز نے کہا: ''ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں باب کے قریب ہی دعوت (جنگ) دیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا: ''ہم یہ نہیں چاہتے ہیں بلکہ ہم ان کے گھر پہنچیں گے خدا کی قسم ہمارے ساتھ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہمارے امیر آگے بڑھنے کی اجازت دیں تو میں انہیں لے کر روم پہنچ جاؤں'' وہ بولا: ''وہ کون لوگ ہیں'' وہ بولے:

صحابہ رضی اللہ عنہ کی برکات:

''یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور وہ خلوص نیت کے ساتھ مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ عہد جاہلیت میں بھی حیادار اور شریف تھے (مسلمان ہونے کے بعد) ان کی حیا اور شرافت میں اضافہ ہوگیا۔ اس لیے یہ (فتح) ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ یہاں تک کہ مفتوح اقوام انہیں بتدیل نہ کردیں۔ اور انہیں اپنے رنگ میں نہ رنگ لیں''۔

مجاہدانہ حملے:

انہوں نے غازی کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بلنجر پر حملہ کیا اس میں نہ کوئی عورت بیوہ ہوئی اور نہ کوئی بچہ یتیم ہوا۔ ان کے گھوڑے اس مبارک جہاد میں بلنجر سے دوسو فرسخ کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ اور جہاد کرنے کے بعد صحیح سالم واپس آگئے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی کئی مجاہدانہ حملے کیے انہیں اس وقت نقصان پہنچا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل کوفہ بدل گئے تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حاکم بنایا۔ جو سابق مرتد تھا۔ وہ ان کی اصلاح کے لیے آیا تھا۔ مگر وہ ان کی اصلاح نہیں کرسکا بلکہ وہ بگڑتے گئے تا آنکہ ان پر وہ لوگ حکومت کرنے لگے جو دنیا کے طلب گار تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بہت تنگ کیا۔

ترکوں پر رعب:

سلمان بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ ترکوں کے پاس جاتے تو اللہ انہیں ان کا مقابلہ کرنے سے روک دیتا تھا ترک یہ کہا کرتے تھے:

''اس شخص نے ہمارا مقابلہ کرنے کی اس وجہ سے جرأت کی ہے کہ اس کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں موت سے بچاتے ہیں''۔

وہ قلعہ بند ہوگئے اور پھر بھاگ گئے چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مال غنیمت لے کر فتح و نصرت کے ساتھ واپس آگئے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی کئی مجاہدانہ حملے کیے اور حسب معمول فتح و نصرت حاصل کرتے رہے۔

اسلامی رعب کا خاتمہ:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سابق مرتد شخص کو حاکم بنایا تو اہل کوفہ کے اخلاق بگڑ گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے جہاد کیا۔ تو ترک قوم متحد ہوگئی ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا۔ ''یہ لوگ غیر فانی ہیں''۔ دوسرے شخص نے کہا ''اس کی آزمائش کرنی چاہیے۔'' اس مقصد کے لیے وہ جھاڑیوں میں پوشیدہ ہو گئے اور ایک شخص نے ایک مسلمان کو اچانک تیر مار کر قتل کر دیا اس کے بعد اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ (یہ دیکھ کر) وہ لوگ مقابلے کے لیے نکلے اور جنگ کا آغاز کر دیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس وقت فضا سے ایک (غیبی) آواز بلند ہوئی ''اے عبدالرحمٰن صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے'' لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن (بہادری کے ساتھ) جنگ کرتے رہے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت سلمان بن ربیعہ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور جنگ کرتے رہے اس موقع پر بھی فضا سے ایک غیبی آواز بلند ہوئی ''اے سلمان بن ربیعہ! صبر کرو'' اس پر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا تم پریشان ہو''۔ پھر وہ لوگوں کو لے کر نکلے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسی جیلان گئے وہاں سے وہ جرجان چلے گئے بہر حال اس کے بعد ترک (مقابلے کے لیے) بہت دلیر ہو گئے تھے اس کے باوجود وہ عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے بہت معتقد ہو گئے تھے اور ان کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور ابھی تک ان کا یہ عمل جاری تھا۔

سد اسکندری کی مہم:

مطر بن ثلج تمیمی بیان کرتے ہیں۔ ''میں (حضرت) عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے پاس باب میں (قیام کے موقع پر) آیا ان کے پاس شہر براز بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور وہ شہر براز کے پاس بیٹھ گیا اس وقت میں (مطر) یمنی چادروں کی قبا میں ملبوس تھا جس کی زمین سرخ تھی اور اس کے نقش و نگار سیاہ تھے یا اس کے نقش و نگار سرخ تھے اور اس کی زمین سیاہ تھی۔ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ پھر شہر براز نے کہا:

''اے امیر کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ آدمی کہاں سے آیا؟ اس شخص کو کئی سال پہلے میں نے بند دیواروں اور فصیلوں (سد سکندری؟) کی طرف بھیجا تھا تا آنکہ وہ معلوم کرے کہ اس کا کیا حال ہے اور اس کے قریب کون ہے؟ میں نے اسے بہت مال دے کر بھیجا تھا اور اپنے قریبی علاقے کے حاکم کے نام بھی ایک خط اسی کے کے بارے میں تحریر کیا تھا اور اس کے ساتھ تحائف بھی بھیجے تھے۔ میں نے قریبی حاکم کو یہ لکھا تھا کہ وہ اس کے بارے میں دوسرے حاکم کو خط لکھے اور ہر بادشاہ کے لیے تحائف اس کے ساتھ کر دیے تھے چنانچہ وہ ہر بادشاہ سے اس طرح ملتا۔ ہاں جو اس کی راہ میں آئے یہاں تک کہ وہ اس بادشاہ کے پاس پہنچ گیا جس کی سرزمین میں وہ فصیل (سد) یا بند دیوار تھی اس نے اس شہر کے حاکم کو خط لکھ دیا وہ اس کے پاس آیا اس نے اس کے ساتھ بازیار (باز کے شکاری) کو بھیجا جس کے ساتھ ایک عقاب تھا۔ اس نے اس کو ریشمی کپڑا دیا جس پر بازیار نے میرا شکریہ ادا کیا راوی کہتا ہے:

یاقوت کا تحفہ:

جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک بڑی دیوار کھینچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں پہاڑوں پر چھا گئی تھی۔ اس فصیل کے قریب بہت بڑی خندق تھی جو تاریک رات سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ میں نے سب چیزیں دیکھیں اور ان پر غور کیا

پھر جب میں جانے لگا تو باز یار نے کہا: ''تم ٹھہر جاؤ'' جو بادشاہ یہاں حکمران ہوتا ہے وہ دنیا کی بہترین چیز اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے اور وہ اسے اس آگ میں پھینک دیتا ہے'' یہ کہہ کر اس نے گوشت کے کچھ ٹکڑے کاٹے اور انہیں ہوا میں اچھالا اس کا عقاب اس پر جھپٹا اس وقت اس نے کہا۔ اگر ان کے گرنے سے پہلے اس عقاب نے ان چیزوں کو جھپٹ لیا تو اس کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر گرنے کے بعد انہیں پکڑا تو کچھ نہ کچھ ساتھ لائے گا۔

چنانچہ جب عقاب اپنے پنجوں میں گوشت کے ٹکڑے لے کر آیا تو اس کے ساتھ ایک یاقوت تھا جو اس باز یار نے مجھے عطیہ کے طور پر دے دیا اور وہ یہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن کی تعریف:

شہر براز نے اسے سرخ دیکھا حضرت عبدالرحمٰن نے بھی ملاحظہ فرما کر اسے واپس کر دیا شہر براز نے کہا یہ چیز اس پورے شہر باب سے زیادہ قیمتی ہے خدا کی قسم تم مجھے ملکہ ایران سے زیادہ محبوب ہو۔ اگر میں ان کی سلطنت میں ہوتا اور انہیں اس یاقوت کے بارے میں اطلاع پہنچتی تو وہ اسے مجھ سے چھین لیتے''۔

خدا کی قسم! جب تک تم ایفائے عہد کرتے رہو گے اور تمہارا حاکم اعلیٰ بھی وفا شعار رہے گا اس وقت تک تمہارے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی۔

فصیل کا رنگ:

حضرت عبدالرحمٰن اس قاصد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے:

''اس فصیل کا کیا حال ہے اور وہ کس کے مشابہ ہے؟''۔

وہ بولا:

''یہ اس کپڑے کے مشابہ ہے جو یہ شخص پہنے ہوئے ہے''۔

راوی کا بیان ہے کہ:

''انہوں نے میرے کپڑے کی طرف دیکھا۔ میں نے (مطر بن ثلج راوی) نے (حضرت) عبدالرحمٰن سے کہا:

''یہ شخص سچ کہتا ہے وہ وہاں تک پہنچ گیا تھا اور اس نے اس کا مشاہدہ کر لیا تھا''۔

وہ بھی کہنے لگے: ''ہاں اس نے لوہے اور تانبے کا رنگ بتایا ہے (قرآن کریم میں) مذکور ہے کہ ذوالقرنین نے اس قوم سے جو یاجوج ماجوج سے تنگ آئے ہوئے تھے یہ کہا تھا۔ 'تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ''۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے شہر براز سے یہ پوچھا:

یاقوت کی قیمت:

''تمہارے تحفے پر یاقوت کی قیمت کتنی ہے؟''۔

وہ بولا:

''اس کی قیمت میرے ملک میں ایک لاکھ ہے اور تیس لاکھ یا اس سے زیادہ دوسرے ملکوں میں ہے''۔

متفرق واقعات:

واقدی کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال روم میں جنگ کی تھی۔
اور وہ دس ہزار مسلمانوں کو لے کر روم کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔
اسی سال یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان پیدا ہوئے۔

اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔ مکہ معظمہ میں ان کے حاکم تحیاب بن اسید تھے۔ یمن کے حاکم یعلی بن امیہ تھے۔ باقی شہروں کے حکام وہی تھے جو اس سے پہلے کے سال میں تھے جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

باب ۱۰

مفتوحہ علاقوں کی تقسیم

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک سال سے زیادہ کوفہ کے حاکم رہے اسی زمانے میں بصرہ کے حاکم حضرت عمر بن سراقہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا جس میں یہ تحریر تھا کہ اہل بصرہ کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔ اور ان کے علاقہ کا خراج ان کے لیے ناکافی ہے انہوں نے درخواست کی تھی کہ ماہین کا ایک علاقہ یا ماسبذان کا علاقہ ان سے متعلق کر دیا جائے۔

اس بات کی اطلاع اہل کوفہ کو ہوگئی تھی انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا:

''آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کریں کہ رامہرمز اور ایذج ہمارے ہیں اہل بصرہ کے نہیں ہیں انہوں نے اس معاملے میں نہ ہماری مدد کی اور نہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے تن تنہا ان دونوں علاقوں کو فتح کر لیا تھا''۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے'' اس پر ایک شخص نے جس کا نام عطارد ہے' یہ کہا ''اے ذلیل غلام ہم کس لیے اپنا مال غنیمت چھوڑیں'' وہ بولے ''تم نے مجھے گالی دی ہے'' بہر حال انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ اس وجہ سے اہل کوفہ ان سے نفرت کرنے لگے تھے۔

اہل کوفہ و بصرہ کے تنازعات:

جب اہل کوفہ نے ان دونوں علاقوں کے معاملے میں زیادہ جھگڑنا شروع کیا تو کچھ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے سامنے یہ شہادت دی کہ رامہرمز اور ایذج کے باشندوں نے صلح کر لی تھی۔ اور جب انہیں امان مل چکی تھی۔ اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ نے ان سے خط و کتابت کی تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی منظوری دے دی اور اور گواہوں کی شہادت سے اہل بصرہ کے حق میں فیصلہ کیا۔

اصفہان کے دیہات:

اہل بصرہ نے اصفہان کے چند دیہات کے بارے میں بھی دعویٰ کیا جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس وقت فتح کیے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کی امداد کے لیے بھیجا تھا۔ یہ مفتوحہ دیہات جی مقام کے قریب تھے اہل کوفہ نے اس بارے میں کہا: ''تم ہماری امداد کے لیے اس وقت آئے تھے جب ہم نے تمام علاقہ فتح کر لیا تھا اس وقت ہم نے مال غنیمت دے کر تمہاری حوصلہ افزائی کی تھی مگر ذمہ داری ہماری تھی اور یہ سرزمین ہماری تھی'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ سچ کہتے ہیں''۔

مزید علاقوں کا عطیہ:

پھر اہل بصرہ میں سے جو قادسیہ اور دوسری جنگوں میں شریک ہوئے تھے ایک دوسرا معاملہ پیش کیا وہ کہنے لگے ''ہمیں ان علاقوں میں سے حصہ ملنا چاہیے جن کی فتح میں ہم شریک تھے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم ماہ کا علاقہ لینے پر رضا مند ہو؟''۔

نیز اہل کوفہ سے آپ نے فرمایا:

''کیا تم رضا مند ہو کہ ہم انہیں مابین کے دو علاقوں میں سے ایک علاقہ دے دیں''۔

اہل کوفہ نے کہا آپ جو مناسب سمجھیں اس پر عمل کریں:

'لہٰذا آپ نے بصرہ کے ان لوگوں کو جو جنگ قادسیہ اور دیگر جنگوں میں شریک ہوئے تھے ان کے حصہ کے طور پر ماہ دینار سے لے کر مہرجانقذق اور بصرہ کے مضافات کا علاقہ دے دیا''۔

اہل عراق کی منتقلی:

جب امیر معاویہ بن سفیان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عراق سے آنے والی فوج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں قنسرین میں آباد کر دیا حالانکہ قنسرین حمص کے علاقے کا شہر تھا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ان فوجیوں سے آباد کر دیا جو بصرہ اور کوفہ کو اس زمانے میں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس لیے ان کے حصہ میں عراق کی فتوحات میں سے آذربیجان' موصل اور باب کے علاقے شامل کر لیے تھے۔ اس زمانے میں اہل جزیرا اور اہل موصل بھی منتقل ہوتے رہتے تھے وہ بھی ان دونوں شہروں کے لوگوں کے ساتھ منتقل ہوتے رہتے تھے۔

باب' آذربائیجان' جزیرہ اور موصل اہل کوفہ کی مفتوحات میں شامل تھے۔ اس لیے یہ علاقے بھی ان کی طرف منتقل ہو گئے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام منتقل ہو گئے تھے۔

اہل تفلیس کا معاہدہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل آرمینیہ نے عہد شکنی کی۔ اس وقت انہوں نے حبیب بن مسلمہ کو باب کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت حبیب جرزان میں تھے۔ اس لیے انہوں نے اہل تفلیس اور اس سے متعلقہ پہاڑی علاقوں کے لوگوں سے خط و کتابت کی پھر انہوں نے ان سے مقابلہ کیا تا آنکہ انہوں نے صلح قبول کر لی اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کر لیا' جو خط و کتابت کے بعد منظور ہوا۔ حضرت حبیب نے پہلے انہیں یہ خط لکھا:

حضرت حبیب کا خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ خط حبیب بن مسلمہ کی جانب سے اہل تفلیس کے نام ہے جو ارض رامہرمز' جرزان سے متعلق ہیں'' سب سے پہلے میں تمہارے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے (پھر یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ) تمہارا قاصد تفلی ہمارے پاس آیا تھا اس نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور جو پیغام تم نے دیا تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ تفلی نے تمہارے بارے میں بیان کر دیا ہے ہم ویسی قوم نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو۔ البتہ ہم پہلے ایسے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی اور ذلت ورسوائی اور جہالت کے بعد ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی۔

تفلیس قاصد بیان کرتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مصالحت کرنے کے لیے تیار ہو میں اور میرے ساتھی بھی اس کو پسند کرتے ہیں اس مقصد کے لیے میں نے تمہاری طرف عبدالرحمٰن بن جزء السلمی کو روانہ کیا ہے۔ اگر تم (صلح کے لیے) رضامند ہو تو وہ یہ (معاہدہ) تمہارے حوالے کریں گے اور اگر تم اسے منظور نہیں کرتے ہو تو میں مقابلہ کی جنگ کا اعلان کرتا ہوں کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے'' (خط کے بعد تحریری معاہدہ اس طرح مذکور ہے)

معاہدہ تفلیس:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر حبیب بن مسلمہ کی طرف سے جرزان ارض الہرمز کے اہل تفلیس کے نام ہے:

''تمہارے جان ومال' گرجوں' عبادت خانوں اور مذہبی رسومات کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے بشرطیکہ تم جزیہ ادا کرنے کا اقرار کرو۔ جو ہر گھرانے پر ایک مکمل دینار ہے۔ نیز یہ کہ تم ہماری خیر خواہی کرو' اور ہمارے اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد کرو اور اہل کتاب کے حلال کھانے پینے کی چیزوں سے مسلمان مسافر کی ایک رات مہمان نوازی کرو اور اسے راستہ بتاؤ جس سے تمہارے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

اگر تم اسلام قبول کرو تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو تم ہمارے دینی بھائی اور ہمارے دوست بن جاؤ گے اور جو اللہ' اس کے رسولؐ، اس کی کتابوں اور اس کے گروہ سے کنارہ کشی کرے گا تو ہم اس کے ساتھ برابر کی جنگ کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے اس کے گواہ عبدالرحمٰن بن خالد حجاج اور عیاض ہیں اسے رباح نے تحریر کیا۔ میں اللہ' اس کے فرشتوں اور ایمان والوں کو شہادت کے لیے پیش کرتا ہوں۔ تاہم اللہ گواہی کے لیے کافی ہے''۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا اور ان کے بجائے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا۔ یہ قول ایک روایت کے مطابق ہے۔ اس سے پہلے ہم نے واقدی کا قول نقل کیا تھا۔

ہم نے ابھی ان کی معزولی کی بعض وجوہات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کی باقی وجوہات سیف کی روایت کے مطابق یہ ہیں۔

اہل کوفہ کی مخالفت:

اہل کوفہ میں سے عطارد اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت لکھی انہوں نے بیان کیا کہ وہ (صحیح معنوں میں) امیر نہیں ہیں اور نہ ان کے اندر ایک حاکم کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اہل کوفہ ان کے خلاف ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا: ''تم میرے پاس آؤ'' لہٰذا اہل کوفہ کا ایک وفد لے کر روانہ ہوئے اور کچھ ایسے لوگوں کو وفد کے طور پر بھی بھیجا جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے حامی ہیں مگر وہ ان سے زیادہ مخالف نکلے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اس لیے وہ بہت پریشان ہوئے ان سے پوچھا گیا: ''اے ابوالیقظان! یہ گھبراہٹ کیوں ہے'' وہ بولے: ''خدا کی قسم! میں اس پر اپنی ذات کی تعریف نہیں کرتا ہوں بہر حال اس میں مبتلا ہوں''۔

معزولی:

مختار ثقفی کا چچا سعد بن مسعود ثقفی اور جریر بن عبداللہ ان کے ساتھ تھے۔ ان دونوں نے ان کی شکایت کی اور ان کے بارے میں ایسی باتیں بتائیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور پھر انہیں حاکم نہیں بنایا۔ ابوالطفیل کی روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

''کیا یہ معزولی تمہیں بری نہیں معلوم ہوئی؟''۔

وہ بولے:

''خدا کی قسم! جب مجھے حاکم بنایا گیا تھا اس وقت مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی تھی مگر جب مجھے معزول کیا گیا تو مجھے اس کا رنج ہوا''۔

کوفہ اور مدائن کا مقابلہ:

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے دریافت کیا:

''تمہیں کوفہ اور مدائن میں سے کون سا مقام زیادہ پسند ہے؟ اگرچہ میں ایک دوسرے کی فضیلت کو جانتا ہوں تاہم میں تم سے تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے یہ سوال کر رہا ہوں''۔

جریر نے کہا:

''ہمارا یہ قریبی مقام (کوفہ) سواد عراق کا ایسا مقام ہے جو خشک علاقہ سے زیادہ قریب ہے مگر دوسرا مقام (مدائن) سمندر کے قریب ہے مرطوب مقام ہے اور مچھروں سے بھرا ہوا ہے''۔

اس پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم اس سے زیادہ جھوٹے ہو''۔ پھر آپ نے پوچھا:

نا اہلی کی شکایت:

''تم اپنے امیر عمار کے بارے میں کیا جانتے ہو؟''۔

خدا کی قسم وہ نا اہل ہیں اور انہیں سیاست اور انتظامی امور کا کوئی علم نہیں ہے۔

جریر نے کہا: ہشام بن عبدالرحمٰن ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

''خدا کی قسم! تم یہ نہیں جانتے ہو کہ تم کس علاقہ پر حاکم بنائے گئے ہو''۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

زیر انتظام علاقے:

''اے عمار! میں نے تمہیں کس علاقے پر حاکم مقرر کیا ہے''۔

وہ بولے: ''حیرہ اور اس کے علاقے پر''۔

آپ نے کہا: ''ہم نے سنا ہے کہ حیرہ میں سوداگر رہتے ہیں جو وہاں آتے جاتے رہتے ہیں''۔

پھر پوچھا: ''پھر کس علاقے پر'' وہ کہنے لگے ''بابل اور اس کے علاقہ پر'' آپ نے فرمایا: ''میں نے قرآن کریم میں پڑھا ہے'' پھر فرمایا ''اور کس چیز پر'' وہ بولے: ''مدائن اور اس کے مضافات پر'' آپ نے پوچھا ''کیا مدائن کسریٰ پر؟'' وہ بولے: ''ہاں'' پھر پوچھا ''اور کس علاقہ پر'' وہ بولے مہرجان قذق اور اس کی سرزمین پر'' لوگ کہتے ہیں ''ہم نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ نے ان کو کن کن علاقوں کا حاکم بنا کر بھیجا ہے؟'' اس پر آپ نے ان کو معزول کر دیا۔

معزولی کا رنج:

پھر انہیں بلا کر پوچھا: ''کیا تمہیں رنج ہوا جب میں نے تمہیں معزول کیا؟'' وہ بولے: ''خدا کی قسم جب آپ نے مجھے حاکم بنا کر بھیجا تھا تو اس وقت مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی البتہ جب آپ نے مجھے معزول کیا تو مجھے اس کا سخت رنج ہوا'' آپ نے فرمایا: ''مجھے معلوم تھا کہ تم کام کے آدمی نہیں ہوتا ہم میں نے (قرآن کریم کی اس آیت پر) عمل کیا:

کمزوروں کی حکومت:

﴿ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾

''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں۔ جو زمین میں کمزور سمجھے جاتے ہیں اور ہم انہیں (زمین کا) وارث بنائیں''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

دفرۃ الشمری کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر پوچھا ''اے اہل کوفہ! تم کس کو (حاکم بنانا) چاہتے ہو؟'' وہ بولے ''(حضرت) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو'' اس کے بعد آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں حاکم بنا دیا اور وہ ایک سال تک ان کے حاکم رہے۔

ان کے خلاف شکایت:

ایک دفعہ ان کے غلام نے چارہ فروخت کر دیا اور ولید بن عبد شمس نے اسے کچھ باتیں کرتے ہوئے سنا تو وہ اور ان کے ساتھی (شکایت کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس) پہنچے اور کہنے لگے ''ہمیں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ضرورت نہیں ہے'' آپ نے فرمایا ''کیوں'' وہ بولے ''ان کا غلام ہماری چیزوں کی تجارت کرتا ہے اس پر آپ نے انہیں معزول کر دیا اور انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن سراقہ کا جزیرہ کی طرف تبادلہ کر دیا۔

طاقتور یا کمزور حاکم:

آپ نے ان لوگوں سے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معزول کرانے کے لیے کوفہ سے آئے تھے۔ یہ فرمایا: ''کیا تمہیں طاقتور اور سخت مزاج انسان زیادہ پسند ہے یا کمزور مومن؟'' مگر وہ کوئی جواب نہیں دے سکے وہاں سے اٹھ کر مسجد کے ایک گوشے میں چلے گئے اور وہاں سو گئے۔

اہل کوفہ سے پریشانی:

اتنے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انتظار کرنے لگے جب آپ بیدار ہوئے تو انہوں

نے پوچھا: ''کیا آپ کو اہم معاملہ درپیش ہے؟ یا کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اس سے بڑھ کر عظیم واقعہ کیا ہوسکتا ہے کہ ایک لاکھ افراد کسی حاکم سے خوش نہیں رہتے ہیں اور نہ وہ حاکم ان سے خوش ہوتا ہے'' آپ اس معاملے میں جس قدر اللہ نے چاہا بولتے رہے۔

جب کوفہ آباد ہوا تھا تو اس وقت بھی ایک لاکھ جنگجو سپاہی وہاں رہتے تھے اس عرصے میں دیگر صحابی بھی آ گئے۔ اور پوچھنے لگے: ''اے امیر المومنین! کیا معاملہ ہے'' آپ نے فرمایا ''میں اہل کوفہ کی الجھن میں پھنسا ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بہت تنگ کر رکھا ہے'' اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا سوال مشورہ کے طور پر دہرایا۔ اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

کمزور مسلمان کی کمزوری سے آپ کا اور مسلمانوں کا نقصان ہے اور اس کی خوبیوں سے صرف اس کا ذاتی فائدہ ہے مگر طاقت ور اور سخت حاکم کی طاقت سے آپ کو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا اور اس کی سخت مزاجی سے اس کی ذات کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور فائدہ بھی ہوسکتا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم مقرر کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سعید بن عمرو کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنے سے پہلے (لوگوں سے) یہ پوچھا:

''تمہاری کیا رائے ہے آیا کمزور مسلمان کو حاکم مقرر کیا جائے یا طاقت ور سخت انسان کو''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ کہا:

''کمزور مسلمان کا اسلام اس کے ذاتی فائدہ کے لیے ہے مگر اس کی کمزوری سے آپ کا نقصان ہے۔ مگر طاقت ور سخت انسان کی سختی کا تعلق اس کی ذات سے ہے اور اس کی قوت مسلمانوں کے فائدہ کے لیے ہوگی''۔

اس پر آپ نے فرمایا: ''اے مغیرہؓ! ہم تمہیں حاکم مقرر کرتے ہیں''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم رہے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ان کی مدت حکومت دو سال سے کچھ زیادہ ہے جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ جانے کے لیے آپ سے رخصت ہونے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''اے مغیرہ رضی اللہ عنہ! شریف انسان کو تم سے مطمئن رہنا چاہیے اور بدکاروں کو تم سے ڈرنا چاہیے'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے سعد کو مقرر کریں مگر اس سے پہلے آپ شہید ہو گئے تاہم آپ نے ان کے بارے میں وصیت فرما دی تھی۔

حکام سے باز پرس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ پسندیدہ طریقہ رہا تھا کہ آپ نے اپنے حکام پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوا کریں تاکہ ان کے کام کا جائزہ لے سکیں اور وہ (کچھ عرصہ) اپنی رعایا سے الگ رہیں اور انہیں ان کے برخلاف شکایت پہنچانے کا کافی وقت اور موقع مل سکے۔

فتح خراسان

اس سال ایک روایت کے مطابق حضرت احنف بن قیس نے خراسان پر حملہ کیا اور شاہ یزدگرد سے جنگ کی۔ سیف کی روایت کے مطابق حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے ۱۸ھ میں خراسان پر حملہ کیا تھا۔

جب اہل جلولاء کو شکست ہوئی تو ایران کا بادشاہ یزدگرد بن شہریار رے کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے لیے ایک محل بنایا گیا جو اس کے اونٹ کی تمام پشت پر چھایا ہوا تھا اور وہ اپنے اسی محل میں سوتا تھا اس کا سفر لگاتار جاری رہا اور درمیان میں قیام نہیں ہوا۔ جب بادشاہ اپنے محل میں سویا ہوا تھا ایک منزل پر اسے جگایا گیا۔ کیونکہ اسے ایک دریائی مقام پر عبور کرنا تھا اس وجہ سے اس کے ملازموں نے اس خیال سے جگایا کہ وہ اونٹ کے دریا پار کرنے پر گھبرا نہ جائے۔

یزدگرد کا خواب:

جب وہ بیدار ہوا تو اس نے ان کو دھمکایا اور کہا:

''تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا خدا کی قسم! اگر تم مجھے نیند کی حالت میں چھوڑے رکھتے تو اس قوم (عرب) کے مدت معلوم ہو جاتی۔ میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پاس سرگوشیاں کر رہے ہیں اللہ نے ان سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: ''تم ایک سو سال تک حکومت کرو''۔ انہوں نے فرمایا: ''(اے اللہ) اس میں اضافہ کر'' اللہ نے فرمایا: ''اچھا ایک سو بیس سال تک (حکومت کرو)'' انہوں نے مزید اضافہ کا مطالبہ کیا تو اللہ نے کہا ''ایک سو تیس سال تک'' پھر اضافہ کا مطالبہ کیا گیا تو جواب ملا جو تمہاری مرضی ہے'' اس کے بعد تم نے مجھے جگا دیا اگر تم مجھے اسی حالت میں رہنے دیتے تو مجھے اس قوم کی تو مجھے اس قوم کی آخری مدت معلوم ہو جاتی''۔

حاکم رے کی بغاوت:

جب بادشاہ رے پہنچا تو وہاں کا حاکم آبان جاذویہ تھا۔ اس نے اس پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا بادشاہ نے کہا: ''اے آبان جاذویہ! کیا تم میرے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہو'' اس نے کہا ''تاہم چونکہ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں (تم سے) وہ چیزیں لکھوا لوں جو پہلے میرے قبضہ میں تھیں اور وہ مزید چیزیں بھی حاصل کروں جو حاصل کرنا چاہتا ہوں''۔

یہ کہہ کر اس نے یزدگرد کی مہر پر قبضہ کر لیا اور اپنی پسند کے مطابق دستاویز لکھوائیں اور ان پر مہر لگوا کر بادشاہ کی مہر کی انگوٹھی اسے واپس کر دی۔

پھر وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے وہ تمام چیزیں واپس لے لیں جو تحریری طور پر لکھی ہوئی تھیں۔

خراسان میں قیام:

جب آبان جاذویہ شاہ یزدگرد سے اپنی تمام کارروائی مکمل کرا چکا تو شاہ یزدگرد رے سے اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ آبان جاذویہ نے وہاں اس کا قیام ناپسند کیا اس لیے اسے وہاں پناہ نہیں مل سکی۔ اس لیے بادشاہ کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ کرمان پہنچا تو (مقدس) آگ اس کے ساتھ تھی۔ اس نے اسے وہاں منتقل کرنے کا ارادہ کیا پھر اس نے خراسان کا قصد کیا اور مرو میں آ کر مقیم ہو گیا اس نے (مقدس) آگ کو بھی وہاں منتقل کر لیا اور اس کے لیے آتش کدہ تعمیر کرایا اور باغ لگایا اور وہ باغ مرو سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

یہاں آ کر وہ امن وامان کے ساتھ رہنے لگا اور غیر مفتوحہ علاقوں کے اہل عجم سے خط و کتابت کرنے لگا تا آنکہ وہ سب اس کے مطیع ہو گئے اس نے (مفتوحہ علاقوں کے) اہل فارس اور ہرمزان کو ورغلایا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے عہد شکنی کی' نیز اہل جبال اور فیرزان نے بھی بغاوت کی اور معاہدے توڑ دیے۔

جنگی مہمیں:

ان وجوہات کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ ایران کے علاقوں میں پیش قدمی کر کے گھس جائیں۔ چنانچہ اہل بصرہ اور اہل کوفہ روانہ ہو گئے اور انہوں نے ان کی سرزمین میں زبردست حملے شروع کر دیے۔

خراسان کی مہم:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ خراسان کی طرف روانہ ہوئے انہوں نے مہرجان قذق پر قبضہ کر لیا پھر وہ اصفہان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت اہل کوفہ جی کے شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ طبین کی راہ سے خراسان میں داخل ہوئے اور ہرات پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں صحار العبدی کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر وہ مروشاہ جہان کی طرف روانہ ہوئے۔ درمیان میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے نیشاپور کی طرف مطرف بن عبداللہ بن الشخیر کو بھیجا اور سرخس کی طرف وارث بن حسان کو روانہ کیا جب حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مروشاہ جہان کے قریب پہنچے تو شاہ یزدگرد مرو روز چلا گیا اور وہاں رہنے لگا حضرت احنف رضی اللہ عنہ مروشاہ جہاں میں فروکش ہو گئے۔

امداد کی درخواست:

جب شاہ یزدگرد مرو رروز پہنچا تو اس نے خاقان سے امداد کی درخواست کی نیز شاہ صغد کو بھی تحریر کیا کہ وہ بھی فوج کے ذریعے ان کی مدد کرے چنانچہ اس کے دونوں قاصد خاقان اور شاہ صغد کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس نے شہنشاہ چین سے بھی امداد کی درخواست کی۔

مسلمان سپہ سالار:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے مروشاہ جہان پر حارثہ بن نعمان باہلی رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا اس عرصہ میں مندرجہ ذیل چار سرداروں کی قیادت میں اہل کوفہ کی فوجیں ان کے پاس پہنچ گئیں تھیں۔ ۱۔علقمہ بن نضر نضری ۲۔ ربعی بن عامر تمیمی ۳۔عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی ۴۔ابن ام غزال ہمدانی۔

فوجی لشکر سے مقابلہ:

جب وہ تمام فوجیں آ گئیں تو حضرت احنف رضی اللہ عنہ مروشاہ جہاں سے روانہ ہو گئے اور مرورروز کی طرف فوج کشی کی۔ جب شاہ یزدگرد کو یہ خبر ملی تو وہ بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ مرورروز میں مقیم ہو گئے جب کوفہ کی فوجیں آ ئیں تو وہ (براہِ راست بلخ روانہ ہوئیں) حضرت احنف رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

یزدگرد کو شکست:

بلخ میں اہل کوفہ اور شاہ یزدگرد کی فوجوں کا مقابلہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے یزدگرد کو شکست دے دی اور وہ ایرانیوں کو لے کر دریا کی طرف روانہ ہوا اور دریا پار کر کے بھاگ گیا۔

بلخ کی فتح:

اتنے میں حضرت احنف رضی اللہ عنہ بھی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے اس وقت اللہ نے بلخ کو ان کے ہاتھوں فتح کرا دیا اس لیے بلخ اہل کوفہ کی فتوحات میں شامل تھا۔

اہل خراسان کی مصالحت:

اس کے بعد اہل خراسان میں سے جو بھاگ گئے تھے یا قلعہ بند ہو گئے تھے۔ صلح کے لیے آنے لگے ان میں شاہ ایران کی مملکت میں سے نیشاپور سے لے کر طخارستان کے علاقے تک جتنے باشندے تھے۔ سب شامل تھے۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ مرورروز واپس چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ انہوں نے طخارستان کے علاقہ پر ربعی بن عامر کو اپنا جانشین بنایا جو عرب کے شرفاء میں سے تھے۔

فتح کی خبر:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح خراسان کی خبر لکھ کر بھجوائی اس وقت آپ نے فرمایا:

''میں چاہتا تھا کہ ان کے خلاف کوئی لشکر نہ بھیجتا اور میری تمنا تھی کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا''۔

عہد شکنی کا اندیشہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''اے امیر المومنین! یہ بات آپ کیوں فرماتے ہیں؟''۔

آپ نے فرمایا:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندے تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے اور تیسری مرتبہ انہیں (مغلوب کرنے) کی ضرورت ہوگی۔ اگر مشرکین یہ کام کریں تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ مسلمان اس عہد شکنی کے مرتکب ہوں''۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح خراسان کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے:

''میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''فتح خراسان سے آپ کو کیا تکلیف ہے یہ تو خوشی کا مقام ہے''۔

آپ نے فرمایا:

''ہاں (یہ خوشی کی بات ہے) مگر وہ تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے''۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو ہدایت:

وازع بن زید کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مرو کے دونوں شہروں پر قابض ہو گئے اور بلخ بھی فتح کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''احنف اہل مشرق کے سردار ہیں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا:

''تم دریا کو عبور نہ کرنا۔ بلکہ اس سے پہلے کے علاقے میں مقیم رہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم کن خصوصیات کے ساتھ خراسان میں داخل ہوئے تھے۔ اس لیے آئندہ بھی تم ان عادات پر قائم رہو اس طرح تمہیں ہمیشہ فتح و نصرت حاصل ہو گی تم دریا کو عبور کرنے سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے''۔

ترکوں کی امداد:

جب شاہِ یزدگرد کے دونوں قاصد خاقان اور غوزک کے پاس پہنچے تو وہ دونوں اس وقت تک اس کی فوجی امداد نہیں کر سکے تا آنکہ وہ شکست کھا کر دریا عبور کر کے خود ان دونوں کے پاس پہنچ گیا اس وقت اس کی فوجی امداد کی تکمیل ہوئی۔ ترک اور اہل فرخانہ وصغد اس کی مدد کے لیے جمع ہو گئے کیونکہ وہ سلاطین کی امداد کو ضروری سمجھتے تھے۔

امدادی لشکر:

شاہ یزدگرد یہ امدادی لشکر لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا خاقان بھی اپنی ترک فوج کے ساتھ خراسان روانہ ہوا اور وہ دونوں لشکروں نے دریا عبور کیا اور وہ بلخ پہنچ گئے اس وقت اہل کوفہ احنف رضی اللہ عنہ کے پاس مرورُوذ پہنچ گئے تھے۔ اس لیے مشرکین کا لشکر بھی بلخ سے کوچ کر کے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پاس مرورُوذ پہنچ گیا۔

سپاہی کا مشورہ:

جب حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ خاقان اور صغد نے بلخ کے دریا کو عبور کر لیا ہے اور وہ لوگ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے لشکر کا گشت کیا تا کہ وہ کوئی ایسا کار آمد مشورہ سن سکیں جس سے ان کو (جنگی) فائدہ پہنچ سکے۔ وہ دو شخصوں کے پاس سے گذرے جو چارہ صاف کر رہے تھے۔ وہ چارہ یا تو بھوسا تھا یا جو تھے۔ ان دونوں میں سے ایک آدمی دوسرے شخص سے یہ کہہ رہا تھا:

''اگر ہمارا امیر ہمیں اس پہاڑ کے پاس لے آئے تو یہ دریا ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان خندق کا کام دے گا اس وقت یہ پہاڑ ہماری پشت پر ہوگا اس وجہ سے ہمارے پیچھے کی طرف سے کوئی حملہ آور نہیں ہوگا اور ہماری جنگ صرف

ایک طرف ہوگی پھر یہ توقع کی جا سکے گی کہ اللہ ہمیں فتح و نصرت عطا کرے''۔

پہاڑ کے دامن میں:

(یہ بات سن کر) حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ لوٹ آئے چونکہ رات تاریک تھی۔ اس لیے یہی مشورہ ان کے لیے کافی ثابت ہوا۔ جب صبح ہوئی' تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''تمہاری تعداد کم ہے اور تمہارے دشمن کی تعداد زیادہ ہے مگر تمہیں اس بات سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کے حکم سے ایک چھوٹی جماعت اکثر بڑی تعداد کی جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے تم اس مقام سے کوچ کرو اور اس پہاڑ کا سہارا حاصل کرو۔ یہ پہاڑ تمہاری پشت کی طرف ہونا چاہیے اور یہ دریا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان رہے اور تم صرف ایک سمت سے جنگ کرو''۔

مسلمانوں کی تعداد:

انہوں نے ان ہدایات پر عمل کیا اور مناسب طریقے سے اپنے آپ کو تیار کیا بصرہ کی فوج دس ہزار تھی اور کوفہ کی فوج بھی تقریباً اتنی تھی۔ ترک سپاہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے لگے۔ یہ صبح شام جنگ کرتے تھے۔ اور رات کے وقت جنگ بند کر دیتے تھے۔

خبر رسانی:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ان دشمنوں کے رات کے ٹھکانوں کا علم ہو جائے اس لیے ایک رات معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ خبر رسانی کے لیے نکلے جب وہ خاقان کے لشکر کے قریب پہنچے تو وہ ٹھہر گئے جب صبح کا وقت قریب آیا تو ایک ترک سوار اپنا طوق لے کر نکلا۔

ترک سواروں کا قتل:

وہ اپنا طبلہ بجانے لگا پھر وہ اپنے لشکر کے ایک مقرر مقام پر جا کر ٹھہر گیا۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا دونوں نے دو دفعہ نیزے کے وار کیے آخر کار حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے نیزہ مار کر مار ڈالا۔ پھر اس ترکی سوار کے مقام پر کھڑے ہو گئے اور اس کے طوق (بگل) پر قبضہ کر لیا پھر دوسرا ترک سوار نکلا اس کے ساتھ بھی انہوں نے وہی سلوک کیا اور نیزہ کے دو دفعہ کے واروں کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اسے بھی قتل کر دیا اور پھر وہ دوسرے سوار کے مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے اور اس کا طوق بھی لے لیا اور اس کے بعد تیسرا ترک سوار نکلا اور اس نے بھی وہی کام کیا جو پہلے دونوں اشخاص نے کیا تھا۔ اور وہ بھی دوسرے سوار کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی حملہ کیا اور نیزے کے دو دفعہ کے حملوں کے تبادلے کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اسے بھی نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

قتل کی بدشگونی:

ترکوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اس وقت تک جنگ کے لیے نہیں نکلتے تھے جب تک کہ مذکورہ بالا سواروں کی طرح تین سوار بگل نہیں بجاتے تھے۔ وہ تیسرے سوار کے بعد نکلا کرتے تھے۔ چنانچہ اس رات بھی ترک فوج تیسرے سوار کے بعد نکلی تو انہوں نے

اپنے سواروں کو دیکھا کہ وہ مرے پڑے ہیں خاقان نے اس واقعہ کو بدشگونی خیال کیا اور اس بات کو منحوس سمجھا وہ کہنے لگا۔

خاقان کی واپسی:

ہمارا یہاں طویل قیام ہو گیا ہے اور یہ سوار ایسے مقام پر مارے گئے ہیں۔ جہاں کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس لیے ہمیں لوٹ جانا چاہیے چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔

جب دن چڑھ گیا تو مسلمانوں نے ان کا کوئی آدمی نہیں دیکھا اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ خاقان بلخ کی طرف لوٹ گیا ہے۔

خزانہ نکالنا:

شاہ یزدگرد نے خاقان کو مرو روز میں چھوڑا تھا اور خود مرو شاہ جہان کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہاں حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی قلعہ بند ہو گئے تھے اس نے ان کا محاصرہ کیا اور اپنا خزانہ مقررہ مقام سے نکال لیا خاقان واپس آ کر بلخ میں مقیم ہو گیا تھا۔

تعاقب کی ممانعت:

اس وقت مسلمانوں نے احنفؒ سے کہا۔ آپ کا ان کا تعاقب کرنے میں کیا خیال ہے وہ بولے ''تم اپنے مقام پر رہو اور ان کا (تعاقب) نہ کرو''۔

اہل فارس کی مزاحمت:

جب یزدگرد نے وہ خزانہ جمع کر لیا جو اس نے مرو میں رکھا تھا اس نے چاہا کہ اسے جلد لے جائے وہ اسے مستقل طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ ایران کا بہت بڑا خزانہ تھا وہ اسے لے کر خاقان کے پاس جانا چاہتا تھا تو اہل فارس نے اس سے دریافت کیا:

یزدگرد کا ارادہ:

''اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' وہ بولا میں چاہتا ہوں کہ میں خاقان کے پاس چلا جاؤں گا اور اس کے ساتھ رہوں یا چین چلا جاؤں۔ ایرانیوں نے اس سے کہا:

ایرانیوں کی تجویز:

''آپ ٹھہر جایئے یہ بری تجویز ہے اس طرح آپ دوسری قوم کے ملک جائیں گے اور اپنی قوم اور اپنے وطن کو چھوڑ دیں گے آپ اس کے بجائے ہمیں اس قوم (مسلمانوں) کے پاس لے جائیں یہ باوفا اور دیندار قوم ہے اور یہ ہمارے ملک کے قریب رہتے ہیں ایسا دشمن جو ہمارے ملک کے قریب رہتا ہو ہمیں اس دشمن سے زیادہ محبوب ہے جو دور کے ملک میں رہتا ہو۔ اور جس کا کوئی دین اور ایمان نہ ہو اور ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ کہاں تک باوفا ہیں جب اس نے ان کی بات نہیں مانی تو وہ کہنے لگے: ''آپ ہمارے خزانے چھوڑ جائیں تاکہ وہ ہمارے ملک میں رہیں آپ اسے نکال کر دوسرے ملک میں نہیں لے جا سکتے''۔

مخالفت اور جنگ:

جب بادشاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ اس سے الگ ہو گئے صرف اس کے ملازمین اور نوکر چاکر اس کے پاس

باقی رہ گئے تھے۔اس کی رعایا نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دے دی اور اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا انہوں نے اس کی اطلاع حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو بھی دے دی تھی۔ چنانچہ مرو کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکوں دونوں نے اس سے جنگ کی۔

یزدگرد کا فرار:

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب سامان اور خزانے وغیرہ سے محروم ہو کر فرار ہو گیا اور دریا کو عبور کر کے فرغنہ چلا گیا اور وہاں ترکوں کے پاس رہنے لگا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ تک وہیں رہا۔ تاہم وہ ان (اہل خراسان) سے خط و کتابت کرتا رہا اور وہ بھی اس کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہل خراسان نے عہد شکنی کی۔

صلح کا معاہدہ:

(یزدگرد کے چلے جانے کے بعد) ایرانی حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کے پاس صلح کا معاہدہ کیا اور تمام خزانے اور دولت حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور خود اپنے وطن میں اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔ وہ سلاطین ایران کے عہد سے زیادہ خوشحال ہو گئے کیونکہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ عدل وانصاف کا سلوک کیا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو گئے اور خوش و خرم ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔

یزدگرد کی جنگ میں ہر سوار کو اسی قدر حصہ ملا تھا جس قدر جنگ قادسیہ میں ایک سوار کو حصہ ملا تھا۔

اہل خراسان کی عہد شکنی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل خراسان نے عہد شکنی کی اور ان کی دعوت پر شاہ یزدگرد وہاں پہنچا اور مرو میں مقیم ہو گیا پھر یزدگرد اور اس کے ساتھیوں کا اہل خراسان سے اختلاف ہو گیا۔ اس وقت شاہ یزدگرد (بھاگ کر) ایک چکی کے پیچھے روپوش ہو گیا لوگوں نے اس کو وہاں سے پکڑ کر مار ڈالا۔ پھر اسے دریا میں پھینک دیا۔

یزدگرد کا انجام:

شاہ یزدگرد جب مرو میں گرفتار ہوا تھا اس وقت وہ ایک چکی میں پوشیدہ تھا وہ کرمان میں پناہ لینا چاہتا تھا اس کے مال غنیمت پر مسلمانوں اور مشرکوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

بلخ کی طرف روانگی:

اس سے پہلے جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ فوراً مسلمانوں کی فوج کو لے کر بلخ کی طرف روانہ ہو گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ خاقان اور یزدگرد کے ساتھیوں کا مقابلہ کریں کیونکہ خاقان اور ترک بلخ میں تھے۔

خاقان کا فرار:

خاقان کو جب یزدگرد کا حال معلوم ہوا تو یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان فوجیں اس کی طرف روانہ ہو گئی ہیں تو اس نے بلخ کو چھوڑ دیا اور دریا کو عبور کر کے چلا گیا۔

فتح کی خبر:

جب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ قیس وہاں پہنچے تو وہ بلخ میں مقیم ہو گئے اور کوفہ کی فوجیں اس کے چاروں طرف اضلاع میں مقیم ہو

گئیں پھر حضرت احنف رضی اللہ عنہ مروروز واپس آ گئے اور خاقان اور یزدگرد پر فتح حاصل کرنے کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کی نیز مال خمس بھی ایک وفد کے ساتھ بھیجا۔

سفیر چین سے ملاقات:

جب خاقان نے دریا کو عبور کیا اور اس کے ساتھ شاہ ایران کے ملازمین اور ساتھی بھی جو بلخ میں موجود تھے چلے گئے انہوں نے (راستے میں) شاہ یزدگرد کے اس سفیر سے ملاقات کی جو شہنشاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا اور وہ شہنشاہ کے لیے تحائف وہدایا لے کر گیا تھا' وہ شہنشاہ چین کا جوابی خط لے کر واپس آ رہا تھا انہوں نے اس سفیر سے دریافت کیا'' کیا خبر ہے؟'' وہ بولا:

شاہ چین سے گفتگو:

جب میں خط اور تحائف لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے اچھا بدلہ دیا' اور تحائف دیے پھر اس نے شاہ یزدگرد کے خط کا جواب دیا اس سے پہلے اس نے مجھ سے یہ گفتگو کی تھی: '' مجھے یہ معلوم ہے کہ بادشاہوں پر دشمن کے مقابلے میں دوسرے بادشاہوں کی مدد کرنا ضروری ہے تاہم تم مجھے اس قوم کے حالات بتاؤ جس نے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے کیونکہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ ان کی تعداد قلیل اور تمہاری تعداد کثیر ہے۔ لہٰذا یہ قلیل تعداد تم پر اور تمہاری کثرت تعداد کے باوجود اس لیے غالب آئی ہوگی کہ ان میں خوبیاں موجود ہیں اور تم میں برائیاں موجود ہوں گی''۔ میں نے کہا'' جو آپ مناسب سمجھیں دریافت کریں''۔

عربوں کا حال:

شہنشاہ چین نے دریافت کیا'' کیا یہ لوگ عہد و پیمان کی پابندی کرتے ہیں؟'' میں نے کہا'' ہاں'' پھر پوچھا'' وہ تم سے جنگ کرنے سے پہلے کیا کہتے ہیں؟'' میں نے کہا'' وہ ہمیں تین چیزوں میں سے ایک چیز کی دعوت دیتے ہیں: ۱۔ یا تو ہم ان کا دین و مذہب قبول کر لیں اگر ہم ان کا دین قبول کر لیں گے تو وہ ہمیں اپنے جیسے سمجھیں گے۔ ۲۔ یا جزیہ ادا کریں تو وہ ہماری حفاظت کریں گے۔ ۳۔ یا وہ ہم سے جنگ کریں گے''۔

دیگر حالات:

اس نے پھر دریافت کیا'' یہ لوگ اپنے حکام کی کیسی اطاعت کرتے ہیں؟'' میں نے کہا'' وہ ان کی اس قوم سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں جو قوم کسی مرشد کی اطاعت کرتی ہے'' اس نے پھر پوچھا'' وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں'' اسے میں نے ان کی تفصیلات بتائیں پھر پوچھا'' کیا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں تبدیل کرتے ہیں؟'' میں نے کہا نہیں'' اس پر وہ بولا'' یہ قوم کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ جب تک کہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ قرار دیں۔ پھر پوچھا'' مجھے ان کا لباس بتاؤ اس پر میں نے ان کا لباس بتایا''۔

گھوڑے اور اونٹ:

اس نے ان کی سواریوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا'' وہ عربی گھوڑے ہیں'' پھر میں نے ان کا حال بیان کیا اس پر اس نے کہا'' وہ نہایت عمدہ قلعے ہیں'' پھر میں نے اونٹوں ان کے بیٹھنے اور ان کے چلنے کا حال بیان کیا۔ اس پر اس نے کہا یہ لمبی گردن والے مویشیوں کی خصوصیات ہیں''۔ اس کے بعد اس نے (شاہ) یزدگرد کو یہ خط لکھا۔

یزدگرد کو نصیحت:

مجھے آپ کی طرف ایک ایسے عظیم الشان لشکر کو بھیجنے سے جس کا ایک حصہ مرو میں ہو اور دوسرا حصہ چین تک ہو۔ صرف اس بات نے روک رکھا تھا کہ میں اس قوم کے حالات سے ناواقف تھا مگر جیسا کہ آپ کے سفیر نے بیان کیا ہے یہ قوم ایسی ہے کہ اگر وہ پہاڑوں کا مقابلہ کرے تو وہ ان کو بھی پاش پاش کر دے اور اگر ان کے لشکر کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ مجھے بھی ہٹا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان میں یہ یہ خصوصیات باقی رہ گئی ہوں۔

آپ ان سے مصالحت کر لیں اور مصالحت کرنے کو عزت سمجھیں اور جب تک وہ برسر پیکار نہ ہوں آپ ان سے ہرگز جنگ نہ کریں۔

فرغانہ میں قیام:

شاہ یزدگرد اور شاہی خاندان پھر خاقان کے ساتھ فرغانہ چلا گیا۔ اور وہیں رہنے لگا۔

مسلمانوں کا اجتماع:

جب مسلمانوں کا قاصد اور وفد خبر فتح اور اس مال غنیمت کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کیا پھر نامہ فتح کے پڑھنے کا حکم دیا گیا اور وہ پڑھا گیا آپ نے اپنے خطبے میں یہ فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے کہ اس نے انہیں ہدایت دے کر بھیجا ہے اور حق وصداقت کا دین بھی عطا فرمایا ہے تاکہ اسے تمام ادیان اور مذاہب پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گذرے اس نے پیروان اسلام کو دنیاوی معاوضہ (مال ودولت) اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی دونوں چیزوں کو عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور خود فرمایا ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر غالب کرے خواہ مشرکین اس بات کو کتنا ہی ناپسند کریں''۔

خدا ہی تمام تعریفوں اور حمد وثنا کا سزاوار ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے لشکر کو فتح ونصرت عطا فرمائی آگے چل کر آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

مجوسیت کا خاتمہ:

''آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے مجوسیت کی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اب وہ اپنے ملک کی ایسی بالشت بھر زمین پر بھی قابض نہیں ہوسکیں گے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ دیکھو اللہ نے تمہیں ان کی سرزمین' ان کے ملک' ان کے مال ودولت اور ان کے فرزندوں کا مالک بنا دیا ہے تاکہ وہ معلوم کر سکے کہ تم کیا کارنامے انجام دو گے؟۔

مسلمانوں کو تنبیہ:

آ گاہ ہو جاؤ کہ تمہاری طرح بہت سی شہری فوجی طاقت کے مالک تھے اور گذشتہ زمانے کی بہت سی مہذب قومیں دور دراز کے ممالک پر قابض ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ کر کے رہے گا اور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو نمودار کرے گا۔

حق کی اطاعت:

تم اس کے احکام کو نافذ کرانے کے لیے ایسے شخص کی پیروی کرو جو اس کے معاہدہ کی پابندی کرے اور تمہارے لیے خدائی وعدہ کو پورا کر دکھائے دیکھو! تم اپنی حالت میں تغیر و تبدل نہ کرنا۔ ورنہ اللہ دوسرے قوم کو تم پر مسلط کر دے گا مجھے اس امت مسلمہ کی بتاہی و بربادی کا صرف تمہی سے اندیشہ ہے''

عہد شکنی:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خراسان کے دور و نزدیک باشندوں نے جب کہ ان کے عہد خلافت کے دو سال گذرے تھے۔ عہد شکنی کی ان کی اس عہد شکنی کے بقایا حالات ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر شاہ یزدگرد کے قتل کے واقعات کے ضمن میں بیان کیے جائیں گے۔

اس سال کے حکام:

اس سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا ان کے حکام اس سال بھی وہی تھے جو ۲۱ھ میں مقرر تھے۔ البتہ کوفہ کے حاکم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور بصرہ کے حاکم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔

باب ۱۱

۲۳ھ کے واقعات

ابو معشر کے قول کے مطابق اس سال اصطخر فتح ہوا اور اس کے ساتھ ہمدان بھی فتح ہوا۔ واقدی نے بھی یہی کہا ہے مگر سیف کی روایت یہ ہے کہ اصطخر توج کے بعد فتح ہوا۔

فتح توج:

سیف کی روایت یہ ہے کہ بصرہ کے سردار فارس کے مختلف علاقوں میں جنگی مہموں پر روانہ کیے گئے تھے ان میں ساریۃ ابن زنیم بھی شامل تھے۔ وہ لوگ اپنی فوجیں لے کر مختلف علاقوں کے لیے روانہ ہوئے۔ اہل فارس توج کے مقام پر اکٹھے ہو گئے تھے مگر مسلمانوں کی فوجوں نے ان کا قصد نہیں کیا بلکہ ہر مسلمان سپہ سالار اپنے اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوا جس پر وہ مقرر تھا۔ جب ایرانیوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اپنے اپنے علاقوں کی مدافعت کرنے کے لیے منتشر ہو گئے۔ اس طرح انھیں جنگ کے بغیر شکست ہو گئی اور ان کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کی اجتماعی طاقت منتشر ہو گئی۔ مشرکوں نے اس بات کو بدشگونی پر محمول کیا اور انھیں اپنا انجام نظر آ گیا۔

اہل توج کو شکست:

حضرت مجاشع بن مسعود نے سابور اور اردشیر خرہ کے مقامات کا قصد کیا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کی فوج تھی۔ مسمانوں کا توج کے مقام پر اہل فارس سے مقابلہ ہوا۔ وہ جب تک اللہ نے چاہا جنگ کرتے رہے پھر خدائے بزرگ و برتر نے مسمانوں کے مقابلے میں اہل توج کو شکست دی اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے کافروں کا صفایا کر دیا اور انھیں بے دریغ قتل کیا اور ان کے لشکر کا تمام مال و اسباب اپنے قبضہ میں کر لیا۔

توج کی آخری جنگ:

یہ توج کی آخری جنگ ہے اس کے بعد یہ لوگ سر نہیں اٹھا سکے۔ پہلی جنگ وہ تھی جس میں حضرت علاء کے لشکر نے طاؤس کی جنگ لڑی تھی۔ اس طرح پہلی اور دوسری جنگیں یکساں نوعیت کی تھیں۔

اہل توج کا معاہدہ:

پھر اہل توج کو جزیہ ادا کرنے اور ذمی رعایا بننے کی دعوت دی گئی تو وہ اپنے علاقے میں لوٹ آئے اور وہاں معاہدہ کر کے رہنے لگے۔

قاصد اور وفد کو انعام:

حضرت مجاشع نے مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) مدینہ بھیجا اور ایک وفد بھی بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے یہ طریقہ رائج تھا کہ فتح کی خوشخبری لانے والوں اور متعلقہ وفود کو انعام دیے جاتے تھے اور ان کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔

خیانت کی ممانعت:

ابو عاصم کلیب بیان کرتے ہیں: ''ہم مجاشع بن مسعود کے ساتھ توج کے جہاد پر روانہ ہوئے ہم نے اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ نے چاہا ہم نے ان سے جنگ کی۔ پھر ہم نے فتح حاصل کی اور وہاں بہت مال غنیمت حاصل کیا اور دل کھول کر انھیں قتل کیا۔ اس وقت میں جو کرتہ پہنے ہوئے تھا وہ پھٹ گیا تھا۔ میں نے سوئی تاگا لے کر اسے سینا شروع کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ مقتولوں میں سے ایک کے بدن پر قمیص تھی۔ میں نے قمیص اس کے بدن سے اتار لی اور پانی کے قریب اسے دھونے لگا اور دو پتھروں کے درمیان اسے پٹخ کر صاف کیا۔ یہاں تک کہ اس کی میل کچیل دور ہوگئی۔ اس وقت میں نے وہ قمیص پہن لی۔ جب مال غنیمت جمع ہوا تو حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد انھوں نے فرمایا:

''اے لوگو! تم مال غنیمت کی چوری نہ کرو کیونکہ جو چوری کرے گا قیامت کے دن اپنا چرایا ہوا مال لے کر آئے گا (ایسی کوئی چیز ہو تو) تم اسے لوٹا دو خواہ وہ سوئی تاگا کیوں نہ ہو''۔

جب میں نے یہ تقریر سنی تو میں نے قمیص کو اتار کر اسے مال غنیمت میں ڈال دیا۔

فتح اصطخر[1]:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے اصطخر کے مقام کا قصد کیا۔ ان کا اہل اصطخر کے ساتھ مقابلہ جور کے مقام پر ہوا۔ انھوں نے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا' جنگ کی پھر خدائے بزرگ و برتر نے انھیں جنگ جور میں فتح عطا کی اور مسلمانوں نے اصطخر بھی فتح کر لیا اور جس قدر اللہ نے چاہا ایرانیوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سے لوگوں کو حسب منشا زخمی کیا۔ اور جو لوگ بھاگ سکتے تھے' وہ بھاگ گئے۔

جزیہ کا معاہدہ:

پھر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کافروں کو جزیہ ادا کرنے اور ذمی رعایا بننے کی دعوت دی چنانچہ انھوں نے ان سے خط و کتابت کی اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بھی ان سے نامہ و پیام کرتے رہے۔ آخر کار (ان کے حاکم) ہربز نے یہ دعوت قبول کر لی۔ جو لوگ بھاگ گئے تھے یا الگ ہو گئے تھے وہ سب واپس آ گئے اور انھوں نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا۔

دیانتداری کی ہدایت:

جب دشمن کو شکست ہوگئی تھی اس وقت حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کو جمع کرایا تھا۔ اور اس کا مال خمس نکال کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور باقی حصہ مسلمانوں میں تقسیم کیا اور فوجوں کو لوٹ مار سے روک دیا اور وہ امانتیں ادا

---

[1] اصطخر صوبہ فارس کا مرکزی شہر تھا۔ یہ ساسانی بادشاہوں کا قدیم مرکزی اور مقدس مقام تھا۔ یہاں ان کا قدیمی آتش کدہ بھی تھا جس کی نگرانی خود شہنشاہ ایران کرتا تھا۔ یہ شہر قدیم ترین ایرانی شہر پرسوپولیس کے بعد ساسانی خاندان کا پایۂ تخت بنا تھا۔ (ارشد)

کرنے لگے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں اکٹھا کر کے یہ تقریر ارشاد فرمایا:

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی تقریر:

''ہمارا معاملہ ہمیشہ ترقی پذیر رہے گا اور لوگ مصائب سے محفوظ رہیں گے جب تک کہ وہ چوری اور خیانت نہ کریں جب وہ (مال غنیمت) میں خیانت کرنے لگیں گے تو وہ ناپسندیدہ باتیں دیکھیں گے اور تھوڑے لوگوں کے (برے) کام اکثریت کو نہیں بچا سکیں گے''۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فتح اصطخر کے دن یہ ارشاد فرمایا:

بددیانتی کے اثرات:

''اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں برائیوں سے بچاتا ہے اور ان میں امانت اور دیانت داری کا اضافہ کرتا ہے اس لیے تم امانتوں کی حفاظت کرو کیونکہ تم سب سے پہلے جو چیز اپنے دین و مذہب کی چھوڑو گے وہ امانت ہوگی جب تمہارے اندر سے دیانتداری جاتی رہے گی تو روزانہ تمہاری کوئی نہ کوئی نیکی جاتی رہے گی''۔

شہرک کی بغاوت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری زمانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال میں شہرک نے بغاوت کی اس نے اہل فارس کو بھڑکایا اور انھیں عہد شکنی کی دعوت دی تو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بھیجا گیا اور ان کی امداد کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کی سرکردگی میں فوجیں روانہ کی گئیں: ا۔عبداللہ بن معمر ۲۔شبل بن معبد بجلی۔ ان کا فارس کے مقام پر دشمن سے مقابلہ ہوا۔ اس وقت جب کہ معرکہ ہونے والا تھا' شہرک نے اپنے فرزند سے جو معرکہ میں موجود تھا یہ پوچھا:

فرزند سے گفتگو:

اے میرے فرزند! ہم دن کا کھانا کہاں کھائیں گے۔ یہاں یا شہرک میں''۔

شہرک ایک مقام تھا جو وہاں سے تین فرسخ دور تھا اور دوسرے لوگوں کے گاؤں کے درمیان بارہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔

فرزند کا جواب:

اس کے فرزند نے یہ جواب دیا:

''ابا جان! اگر وہ ہمیں چھوڑ دیں تو دن کا کھانا ہم یہاں کھائیں گے ورنہ شہرک میں کھائیں گے بلکہ ہم گھر میں کھانا تناول کریں گے۔ مگر بخدا میرے خیال میں وہ ہمیں چھوڑنے والے نہیں ہیں''۔

شہرک کا قتل:

ان دونوں کی یہ گفتگو ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مسلمانوں نے جنگ چھیڑ دی اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی جس میں شہرک اور اس کا فرزند مارے گئے۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کو بھی قتل کیا گیا۔ شہرک کو تو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی حکم بن ابی العاص بن دہمان نے قتل کیا تھا۔

روایت میں اختلاف:

ابو معشر کی روایت ہے کہ فارس کی پہلی جنگ اور اصطخر ی کی دوسری جنگ ۲۸ھ میں ہوئی اور فارس کی دوسری جنگ اور جور کی جنگ ۲۹ھ میں ہوئی۔

حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی ہدایت:

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا گیا تھا تو انھوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص کو دو ہزار کی فوج دے کر توج بھیجا۔ اس وقت بادشاہ ایران مدائن سے بھاگ گیا تھا اور فارس کے مقام جور چلا گیا تھا اس نے شہرک کو مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت حکم کہتے ہیں۔ وہ (شہرک) اپنی فوج کو لے کر جو لوہے کہ ہتھیاروں سے مسلح تھی' ایک گھاٹی پر سے اترا۔ اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان سپاہیوں کی آنکھیں (لوہے کی ہتھیاروں کی چمک سے) خیرہ نہ ہو جائیں اس لیے میں نے یہ اعلان کرا دیا: ''جس کے سر پر عمامہ ہو وہ اپنی آنکھیں عمامہ سے لپیٹ لے اور جس کے سر پر عمامہ نہ ہو وہ اپنی آنکھیں بند کر لے''۔ میں نے یہ بھی اعلان کرا دیا:

''تم اپنی سواریوں پر سے اتر آؤ''۔ شہرک نے جب دیکھا تو وہ بھی اتر گیا۔

صف آرائی:

پھر میں نے یہ اعلان کرایا: ''تم سوار ہو جاؤ'' پھر ہم نے صف آرائی کی اور وہ سوار ہو گئے۔ میں نے جارود عبدی کو دائیں بازو (میمنہ) پر مقرر کیا اور ابو صفرہ (مہلب کے باپ کو) بائیں بازو (میسرہ) پر سردار مقرر کیا۔

زبردست شکست:

دشمنوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا یہاں تک کہ ان کی کوئی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ جارود نے مجھ سے کہا: ''اے امیر لشکر! لشکر چلا گیا ہے''۔ میں نے کہا عنقریب تمہیں حقیقت حاصل معلوم ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر گزرنے نہیں پائی تھی کہ ان کے گھوڑے واپس آ گئے جو سواروں سے خالی تھے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کر رہے تھے اور ان کے سر ہمارے سامنے لڑھک رہے تھے۔ اس وقت میرے ساتھ ان کا ایک بادشاہ بھی تھا جسے مکعبر کہتے ہیں وہ کسریٰ کو چھوڑ کر میرے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

شہرک کا سر:

اتنے میں میرے پاس ایک بہت بڑا سر لایا گیا۔ مکعبر نے کہا یہ ازدھاق یعنی شہرک کا سر ہے۔

آذربائیجان سے مصالحت:

وہ شہر سابور میں محصور ہو گئے۔ ان کے بادشاہ آذربائیجان نے صلح کر لی اس لیے حضرت حکم نے آذربیجان سے اہل اصطخر کے برخلاف جنگ کرنے میں مدد حاصل کی۔

غداری کی خبر:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بجائے عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت

عبید اللہ کو یہ اطلاع ملی کہ آذربیجان غداری کرنا چاہتا ہے اس لیے انھوں نے اسے یہ کہلا بھیجا:

ضیافت کی فرمائش:

''میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھیوں کی ضیافت کرو اور ان کے لیے ایک گائے ذبح کرو اور اس کی ہڈیاں میرے قریب کے بہت بڑے برتن میں رکھ دو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہڈیوں کو چوڑوں''۔

طاقت کا مظاہرہ:

آذربیجان نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی ہڈیوں کو جو صرف کہلاڑوں ہی سے ٹوٹ سکتی تھیں' اپنے ہاتھ میں لے کر توڑنا شروع کیا اور پھر وہ اس کے گودے کھا گئے۔ وہ بہت بڑے طاقتور انسان تھے (یہ دیکھ کر) اس بادشاہ نے ان کے پاؤں پکڑ لیے اور بولا:

معاہدہ کی تجدید:

''یہ ایک پناہ گزین مقام ہے''۔

اس لیے انھوں نے اسے (پناہ دینے کا) معاہدہ لکھ دیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ منجنیق کی چوٹ کا شکار ہو گئے تھے اس لیے انھوں نے یہ وصیت کی:

دشمنوں کا قتل:

''تم ان شاء اللہ عن قریب یہ شہر فتح کر لو گے اس وقت تم میرے انتقام میں انھیں تہ تیغ کر دینا''۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی بہت بڑی تعداد کو مار ڈالا۔

امداد کی درخواست:

(محمد فاروقی کے گزشتہ واقعات کا آخری سلسلہ یہ ہے) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت حکم کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ شہرک کو شکست ہو گئی تھی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا:

''میرے اور کوفہ کے درمیان ایسی رخنہ انداز سرحد ہے جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ دشمن وہاں سے اندر آ سکتا ہے۔ انھیں حاکم کوفہ نے بھی اسی قسم کا خط لکھا تھا۔ اتفاق سے دونوں خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک دم ملے۔ اس لیے انھوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سات سو سپاہیوں کی فوج دے کر بھیجا اور انھیں بصرہ میں مقیم رکھا''۔

فتح فسا اور دراابجرد:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ نے مقام فسا اور دراابجرد کا قصد کیا یہاں تک کہ وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچ گئے اور وہاں فروکش ہو گئے اور جب تک اللہ نے چاہا ان کا محاصرہ کرتے رہے۔

دشمن کی بڑی تعداد:

اس کے بعد دشمن نے امداد حاصل کر لی اور ان کی بڑی تعداد ہو گئی اور فارس کے کردان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے مقابلہ سخت ہو گیا اور ایک بہت بڑا لشکر (جنگ کے لیے) آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب:

اس رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں ان کا معرکہ دیکھا اور ان کی تعداد بھی انھیں معلوم ہوگئی اس لیے دوسرے دن لوگوں کو مطلع کیا کہ سب لوگ نماز میں شریک ہوں یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آئی جب کہ آپ کو وہاں کا حال دکھایا گیا تو آپ مسلمانوں کے سامنے نمودار ہوئے۔ آپ کو یہ مشاہدہ کرایا گیا تھا کہ مسلمان صحرا میں ہیں اگر وہ وہاں قیام کریں تو ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ اپنے پیچھے کی طرف کے پہاڑ کا سہارا لیں تو صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو حکم:

''اے لوگو! میں نے فریقین کو دیکھا ہے۔'' اس کے بعد آپ نے دونوں لشکروں کا حال بیان کیا۔ پھر آپ نے فرمایا (اچانک خطبہ دیتے ہوئے) اے ساریہ! پہاڑ کی طرف چلے جاؤ (یاساریة الجبل الجبل) پھر آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''اللہ کے بہت سے لشکر ہیں اور شاید ان میں سے کوئی ان تک یہ پیغام پہنچا دے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت:

(یہ آپ کی کرامت ہے کہ) اس دن اسی گھڑی حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان پہاڑ کا سہارا لینے پر متفق ہو گئے چنانچہ انھوں نے (اس متفقہ رائے پر) عمل کیا اور ایک سمت سے دشمن سے جنگ کر کے خدا کی مدد سے انھیں شکست دی۔ اس کے بعد انھوں نے شہر کے فتح ہونے کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریری طور پر دی۔

پہاڑ کے دامن میں:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ ساریہ بن زنیم العائلی رضی اللہ عنہ کو فسا اور دار بجرد کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دی اور کثیر تعداد میں جمع ہو کر جنگل میں آ کر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔

خطبہ میں حکم:

آپ نے (خطبہ کے دوران فوراً) یہ الفاظ کہے (یا ساریہ ابن زینم الجبل الجبل) ''اے ساریہ ابن زنیم رضی اللہ عنہ پہاڑ کے دامن میں (چلے جاؤ)'' اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے قریب ایک پہاڑ تھا اگر وہ اس کی پناہ لیتے تو صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے وہ پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ کی اور دشمن کو شکست دی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

جواہرات کا صندوقچہ:

اس مال غنیمت میں جواہرات کا ایک صندوقچہ بھی تھا جسے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی رضامندی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص کیا تھا اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ اسے ایک شخص کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس زمانے میں قاصدوں اور وفود کو انعام دیا جاتا تھا اور ان کی ضرورت پوری کی جاتی تھی۔ اس لیے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

قاصد کی روانگی:

''تم اپنے انعام کی توقع پر اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے رقم لے لو''۔

چنانچہ وہ شخص پہلے بصرہ گیا اور وہاں سے (اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد) روانہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اور ان کے ساتھ ان کا عصا بھی تھا جس سے وہ اپنے اونٹ کو ہنکاتے تھے۔

کھانے کا وقت:

اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصد کیا تو آپ نے اس سے فرمایا (تم کھانے کے لیے) بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانے لگے۔ وہ شخص بھی کھڑے ہو کر ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرا ہے۔ لہٰذا جب آپ اپنے گھر پہنچے تو اسے اپنے گھر کے اندر لے گئے۔ وہاں انہوں نے نابنائی کو یہ حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے تمام مطبخ کی طرف خوان لے کر جائے۔ جب وہ گھر میں بیٹھ گئے۔ تو ان کے لیے دن کا کھانا لایا گیا جو روٹی' روغن زیتون اور نمک پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد آپ نے (اپنی بیوی سے) فرمایا: ''تم باہر نکل کر کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟'' وہ بولیں ''میں ایک مرد کی آواز سن رہی ہوں'' آپ نے فرمایا ''ہاں'' اس پر وہ بولیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی گفتگو:

''اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے نمودار ہوں تو آپ میرے لیے اس سے مختلف لباس خرید کر دیتے''۔

آپ نے فرمایا:

''کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہیں یہ کہا جائے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہو اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہو''۔

وہ بولیں:

''اس بات سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا''۔

اس کے بعد آپ نے اس شخص سے کہا:

کھانے کی دعوت:

''قریب آ کر کھانا کھاؤ اگر وہ خوش ہوتیں تو تم اس سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے جو تم دیکھ رہے ہو''۔

پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے کہا:

جنگ کا حال:

''میں ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں''۔

آپ نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے قریب بٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ کے گھٹنے اس کے گھٹنوں سے چھو رہے تھے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کا حال دریافت کیا پھر آپ نے حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا۔ اس نے ان کا حال بتایا پھر اس نے جواہرات کے صندوقچے کا حال بتایا آپ نے اسے ملاحظہ کیا۔ پھر آپ چلا کر فرمانے لگے:

جواہرات کو لوٹانا:

''(میں ہرگز قبول نہیں کروں گا) اور میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہاں تک کہ تم اپنے لشکر کی طرف واپس جا کر اسے وہاں کے لوگوں میں تقسیم نہ کرو''۔

یہ کہہ کر اسے نکال دیا:

قاصد کی محرومی:

وہ قاصد بولا: ''اے امیر المومنین! میرا اونٹ تھک کر لاغر ہو گیا ہے۔ نیز میں نے انعام کی توقع پر قرض لیا ہے۔ اس لیے آپ مجھے اتنا عطیہ دیجیے جس کے ذریعہ میں وہاں جا سکوں''۔ وہ اس بات پر اصرار کرتا رہا تا آنکہ آپ نے اس کا اونٹ لے کر صدقہ کا اونٹ دے دیا اور اس کے اونٹ کو صدقات کے اونٹوں میں شامل کر لیا۔ اس طرح یہ قاصد (انعام وعطیہ سے) محروم ہو کر اور معتوب بن کر لوٹ گیا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ وہاں اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز:

اہل مدینہ نے اس قاصد سے پوچھا ''کہ جنگ کے دن اس نے کوئی آواز سنی تھی''۔ وہ بولا: ''ہاں ہم نے یہ سنا تھا۔ یا ساریہ الجبل۔ اس وقت ہم تباہی کے قریب پہنچے ہوئے تھے لہٰذا (یہ سن کر) ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

فتح کرمان:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ نے کرمان کا قصد کیا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی شامل ہو گئے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے ہراول دستے پر نسیر بن عمرو عجلی تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے اہل کرمان جمع ہو گئے۔ انھوں نے قفس سے بھی مدد لی اور وہ اپنی سرزمین کے قریبی علاقے میں جنگ کرتے رہے آخرکار اللہ تعالیٰ نے انھیں منتشر کر دیا اور مسلمانوں نے ان کا راستہ روک لیا اور حضرت نسیر نے ان کے بڑے زمیندار کو قتل کر دیا۔ اس طرح حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے دیہاتیوں کے دستے سے دشمن کے راستوں کو جیرفت تک روک لیا اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سیر کے راستے سے وہاں پہنچے۔ اس مقام پر انھیں حسب منشا اونٹ اور بھیڑ بکریاں ملیں۔ انہوں نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی قیمت لگائی تو ان کی قیمت میں اختلاف پیدا ہوا کیونکہ بخت (اونٹوں کی ایک قسم ہے) کے اونٹ عرب کے اونٹوں سے بڑے تھے لہٰذا مسلمانوں نے ان کی قیمت میں اضافہ کرنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ انہوں نے جواب دیا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

''عربی اونٹ کی گوشت کے مطابق قیمت لگائی جاتی ہے اور یہ اسی کے مانند ہے۔ اگر تمہاری رائے میں وہ بڑھ کر ہے تو اس میں اضافہ کر دو کیونکہ اس کی قیمت اس کے مطابق ہے''۔

مدائنی کی روایت ہے کہ قہستان کے قاضی حنبل بن ابی جریدہ قہستان کے ایک زمیندار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ''حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ نے کرمان کو فتح کیا پھر وہ کرمان کے راستے طبسین آئے پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''میں نے طبسین کو فتح کرلیا ہے اس لیے آپ مجھے یہ دونوں علاقے جاگیر میں دے دیں''۔

جب آپ نے ان کی درخواست کو منظور کرنا چاہا تو آپ کو یہ بتایا گیا کہ دونوں علاقے بہت بڑے اضلاع ہیں۔ اور خراسان کے دروازے ہیں۔ لہٰذا آپ نے ان کو یہ دونوں علاقے جاگیر میں نہیں دیے۔

فتح سجستان:

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے سجستان (سیستان) کا رخ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی (فوج لے کر) ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کا اہل سجستان سے ان کے قریبی علاقے میں مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے انھیں شکست دی۔ پھر ان کا تعاقب کیا گیا یہاں تک کہ زرنج کے مقام پر ان کا محاصرہ کرلیا گیا۔ مسلمان سجستان کے دوسرے علاقوں کو اس عرصہ میں فتح کرتے گئے جہاں تک ان سے ممکن ہوا۔ آخر کار اہل سجستان نے زرغم اور دیگر مفتوحہ علاقوں کے بارے میں مصالحت کرلی اور ان کا معاہدہ منظور کرلیا گیا۔ انھوں نے اپنے صلح نامے میں یہ شرط منظور کرائی تھی کہ ان کے جنگل محفوظ چراگاہوں کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اس لیے مسلمان جب وہاں سے گزرتے تھے تو ان کے جنگلوں سے بچ کر نکلتے تھے کہ کہیں وہ انھیں نقصان پہنچا کر عہد شکنی کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ بہرحال اہل سجستان خراج دینے پر رضامند ہو گئے اور مسلمان ان کی حفاظت کے ذمہ دار بنے۔

سجستان[1] کا علاقہ:

سجستان خراسان سے بڑا علاقہ تھا اور اس کی سرحدیں دور دراز کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ قندھار، ترک اور دوسری قوموں سے جنگ کرتے رہتے تھے۔ یہ علاقہ سندھ اور دریائے بلخ کے درمیان تھا۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سب سے بڑا اور اہم علاقہ رہا۔ اس کی سرحدیں بہت دشوار گزار تھیں اور اس کی آبادی سب سے زیادہ تھی اور لشکر سب سے بڑا تھا۔

بادشاہ کی اطاعت:

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) وہاں کا بادشاہ اپنے بھائی رتبیل سے بھاگ کر شہر آمل کی طرف چلا گیا اور مسلم بن زیاد کا مطیع ہو گیا جو اس زمانے میں سجستان کے (حاکم) تھے۔ وہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے انھیں وہاں آباد کرایا۔ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات سے مطلع کیا کہ انہوں نے اس پر فتح حاصل کرلی ہے۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرا بھتیجا (سلم بن زیاد) اپنے اس کارنامہ پر خوش ہے مگر مجھے اس کا رنج ہے اور اسے بھی اس کا رنج ہونا چاہیے''۔

لوگوں نے دریافت کیا: ''اے امیر المومنین! (اس بات کا رنج) کیوں ہو؟'' آپ نے فرمایا ''اس کی وجہ یہ ہے کہ آمل ایسا شہر ہے

---

[1] سجستان کو ایرانی سیستان کہتے ہیں۔ مشہور ایرانی پہلوان رستم اس علاقہ کا باشندہ تھا۔ یہ کرمان کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا پایۂ تخت زرنج تھا۔ قدیم زمانے میں یہ بہت بڑا علاقہ تھا۔ اس کی سرحدیں مکران اور بلوچستان سے ملی ہوئی تھیں۔

جس کے اور زرنج کے درمیان پیچیدگی اور رنجش ہے۔ اور یہ قوم بہت بے وفا اور غدار ہے اس لیے آئندہ یہ تعلقات کمزور ہو جائیں گے اور وہ لوگ نہایت آسانی سے آمل کے تمام علاقے پر غالب آ جائیں گے۔ بہر حال انھوں نے مسلم بن زید کے معاہدہ کو برقرار رکھا۔

عہد شکنی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب فتنہ وفساد پھر شروع ہوا تو شاہ عہد شکنی کر کے آمل کے تمام علاقہ پر غالب آ گیا۔ رتبیل کو بادشاہ کا خوف دامن گیر ہوا تو اس نے اس مقام پر پناہ لی جہاں وہ اس زمانے میں رہا۔

زرنج پر حملہ:

اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب اس نے دیکھا کہ لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہیں تو اس نے زرنج پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار بصرہ سے ان لوگوں کے لیے فوجی امداد بھیجی گئی۔ اس زمانے سے رتبیل اور اس کے ساتھی اس ملک کے لیے مصیبت کا سبب بنے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک یہ علاقہ بالکل مطیع وفرمانبردار رہا تھا۔

فتح مکران:

حضرت حکم بن عمرو تغلبی رضی اللہ عنہ نے مکران کا قصد کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو حضرت شہاب ابن المخارق بن شہاب بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ عتبان رضی اللہ عنہ دونوں حضرات بھی بذاتِ خود (فوج لے کر) ان کی امداد کے لیے پہنچے۔ وہ سب دریا کے قریب جمع ہوئے۔ اہل مکران بھی وہاں دریا کے کنارے پر جمع ہو گئے تھے اور وہاں صف آرا تھے۔ ان کے بادشاہ راسل نے شاہ سندھ سے دریا کو عبور کر کے امداد طلب کی تھی۔ اس نے مقابلے کے لیے فوج بھیجی۔ چنانچہ ہراول دستوں کے پہنچنے کے کئی دن بعد جب آخری فوج آ گئی تو مسلمانوں کی ان سے جنگ ہوئی۔ یہ معرکہ مکران کے ایک مقام پر ہوا جو دریا سے کئی دن کی مسافت پر تھا۔

شاہ مکران کو شکست:

آخر کار اللہ نے راسل (شاہ مکران) کو شکست دی اور مسلمانوں نے اس کے لشکر کو لوٹ لیا اور معرکہ میں ان کی کثیر تعداد کو قتل کیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کئی دنوں تک انھیں قتل کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دریا تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے آ کر مکران میں مقیم ہو گئے۔

فتح کی خوشخبری:

حضرت حکم نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ صحار عبدی کے ہاتھ روانہ کیا اور ہاتھیوں کے بارے میں (جو مال غنیمت میں حاصل ہوئے تھے) ہدایت طلب کی۔

صحار عبدی کی باریابی:

صحار عبدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مکران کے

بارے میں دریافت کیا آپ ہر آدمی سے اس کے علاقہ کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا صحار نے (آپ کے سوال کے جواب میں) یوں گفتگو کی:

مکران کا حال:

''اے امیر المومنین! اس کے نرم میدانوں کی زمین بھی پہاڑ کی طرح ہے۔ وہاں پانی کمیاب ہے۔ اس کے پھل خراب ہیں۔ وہاں کے دشمن دلیر ہیں۔ وہاں بھلائی تھوڑی ہے اور برائی بہت زیادہ ہے۔ وہاں کثیر التعداد بھی تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور قلیل تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کا پچھلا حصہ اس سے بھی بدتر ہے''۔

صحیح خبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کی اس مسجع اور مقفیٰ گفتگو پر) یہ ارشاد فرمایا:

''کیا تم قافیہ پیمائی کر رہے ہو یا (صحیح) خبر دے رہے ہو''۔ وہ بولا:

''میں صحیح خبر پہنچا رہا ہوں''۔ اس نے آپ سے فرمایا:

(اگر یہ بات صحیح ہے تو) ''میرا لشکر بخدا وہاں کبھی حملہ نہیں کرے گا''۔

پیش قدمی کی مخالفت:

آپ نے حضرت حکم ابن عمرو اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کو یہ حکم لکھ کر بھیجا:

''تم دونوں کے لشکر میں سے کوئی بھی مکران سے آگے نہیں بڑھے گا اور دریا سے درے کے علاقوں میں محدود رہو''۔

آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ:

''ہاتھیوں کو اسلامی سرزمین میں فروخت کیا جائے اور ان کی قیمت مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دی جائے''۔

فتح بیروذ:

جس زمانے میں مسلمانوں کے سواروں کے دستے (ایران کے) مختلف علاقوں کے لیے روانہ ہوئے تو (اہواز کے ایک مقام) بیروذ میں کردوں اور دیگر افراد کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ اس زمانے میں جب کہ مسلمانوں کے لشکر مختلف جنگی مہموں پر جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ بصرہ کی انتہائی عملداری تک جائیں تاکہ پیچھے سے کوئی مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکے۔ آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں اسلامی لشکر کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے یا ان کا کوئی حصہ اصل لشکر سے منقطع نہ ہو جائے یا پیچھے نہ رہ جائے۔ چنانچہ آپ کو جس بات کا خطرہ تھا وہ درپیش آیا یعنی بیروذ کے مقام پر دشمن کی فوجیں اکٹھی ہو گئیں۔

دشمن سے مقابلہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں تاخیر سے پہنچے اس وقت تک ان کا بہت بڑا اجتماع ہو گیا تھا۔ آخر کار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ماہ رمضان المبارک میں بیروذ کے مقام پر پہنچے اور نہر تیری اور مناذر کے درمیان ان کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ وہاں فارس کے بہت سے سورما سپاہی اور کرد قوم کے بہادر افراد پہنچ چکے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنی جنگی چالوں میں گھیر لیں اور ان کی

صفوں میں انتشار پیدا کریں۔انہیں یقین تھا کہ ان کی کوئی نہ کوئی چال کامیاب ہوگی۔

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے کمربستہ تھے۔انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا:

''میں ہر روزہ دار کو قسم دلاتا ہوں کہ وہ لوٹ جائے اور روزہ افطار کرے''۔

دیگر روزہ داروں کی طرح ان کے بھائی بھی ان کی قسم کو پورا کرنے کے لیے لوٹ گئے۔ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے بھائی کے پاس سے چلے جائیں تا کہ وہ انھیں جنگجوئی سے منع نہ کریں چنانچہ وہ پیش قدمی کر کے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

دشمنوں کی محصوری:

ان کے بعد اللہ نے مشرکوں کو کمزور کر دیا یہاں تک کہ ان کی تعداد کم ہوتی گئی اور اور وہ قلیل تعداد میں ہونے کے بعد ذلت کے ساتھ قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے۔

ربیع کی جانشینی:

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ آگے آئے اور کہنے لگے۔''اے دنیا دارو! آگے بڑھو'' انھیں اپنے بھائی کی شہادت کا بڑا رنج تھا۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کے دل پر ان کے بھائی کے صدمے کا بہت برا اثر ہے تو ان پر ترس کھا کر انھیں فوج پر اپنا جانشین (سردار) بنا دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی واپسی:

پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ وہ اصفہان پہنچ گئے۔وہاں وہ کوفہ کی فوجوں سے ملے جو جی کے مقام کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ان فوجوں کی فتح وظفر کے بعد وہ بصرہ کی طرف لوٹے۔

اہل بیروز پر فتح:

اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ربیع بن زیاد کے ہاتھوں نہر تیری کے اہل بیروز پر فتح ونصرت عطا فرمائی۔انھوں نے ان گرفتار شدہ قیدیوں کو حاصل کیا جو ان کے ساتھ تھے اور ان میں سے ان اشخاص کا انتخاب کیا جن کا فدیہ دیا جا سکتا ہو کیونکہ فدیہ حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید تھا کیونکہ اس کی قیمتیں مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہو جاتی تھیں۔

ایک شخص کی شکایت:

اس کے بعد وفود تیار کیے گئے اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (خمس) نکالا گیا۔اس اثنا میں قبیلہ عنزہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے وفد میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے (اسے شریک کرنے سے) انکار کر دیا۔اس پر وہ وہاں سے چلا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی شکایت کی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی بریت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور دونوں کو اکٹھا کیا تاہم آپ نے نوکر کے معاملے کے علاوہ ہر

بات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معذور پایا۔ اس لیے اس شخص کی شکایت رد کردی اور اسے قابل ملامت قرار دے کر اسے تنبیہ کی کہ وہ آئندہ ایسی شکایت لے کر نہ آئے۔ پھر آپ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی عملداری کی طرف لوٹا دیا۔

جنگی قیدی:

سیف کی روایت ہے کہ جب (مسلمانوں کی) مختلف جنگی مہمیں ایران کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوئیں اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اصفہان سے واپس آئے تو اس وقت حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اہل بیروز کو شکست دے دی تھی نیز مال غنیمت اور جنگی قیدیوں کو اکٹھا کرلیا تھا اس وقت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وہاں کے بڑے بڑے زمینداروں کے فرزندوں میں سے ساٹھ لڑکوں کا انتخاب کیا اور انہیں الگ کرلیا۔ انھوں نے فتح کی خبر دینے کے علاوہ ایک وفد تیار کیا۔ اتنے میں قبیلہ عنزہ کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا ''آپ میرا نام وفد میں لکھ لیں''۔ انھوں نے کہا ''ہم نے تم سے زیادہ حقدار افراد کا نام لکھا ہے''۔ یہ سن کر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

عنزی شخص کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا ''قبیلہ عنزہ کے ایک شخص کا نام صبۃ بن محصف ہے ایسا معاملہ ہے''۔ اس کے بعد انھوں نے اس کا واقعہ تحریر کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط آیا اور فتح کی خوشخبری کی اطلاع ملی نیز وفد بھی آیا تو اس کے ساتھ ساتھ وہ عنزی شخص بھی آپہنچا۔

عنزی سے بے رخی:

وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے اپنا حال بتایا تو فرمایا: ''تمہارے لیے مرحبا اہلاً نہیں ہے (تمہارا خیر مقدم نہیں کیا جائے گا)''

اس پر اس نے کہا:

''مرحبا تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اہلاً کا سوال نہیں کیونکہ میرے اہل وعیال نہیں ہیں''۔

بہرحال وہ تین مرتبہ آپ کے پاس آیا اور ہر مرتبہ آپ اس کو یہی جواب دیتے تھے۔

مخالفانہ شکایات:

جب چوتھا دن ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: ''تم اپنے حاکم سے کس بات پر ناراض ہو؟'' وہ بولا: ''انھوں نے صرف اپنی ذات کے لیے زمینداروں کے فرزندوں میں سے ساٹھ غلام انتخاب کیے ہیں نیز ان کے پاس ایک لونڈی ہے جس کا نام عقیلہ ہے۔ وہ صبح وہ شام بڑا پیالہ بھر کر کھانا کھاتی ہے حالانکہ ہم میں سے کوئی شخص اس قدر کھانا کھانے پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔ ان کے پاس دو قفیز (ناپنے کے پیمانے) اور دو انگوٹھیاں ہیں۔

زیاد پر اعتماد:

انھوں نے اپنی حکومت کا تمام کام زیاد بن ابی سفیان کے سپرد کر رکھا ہے اور وہی بصرہ کی حکومت کے تمام کام انجام دیتا ہے۔ نیز انھوں نے حطیہ (شاعر) کو ایک ہزار کا انعام دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طلبی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام باتیں جو اس نے کہی تھیں' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجیں اور انھیں بلوا بھیجا۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے کئی دنوں تک انھیں روکے رکھا اور پھر انھیں اور ضبہ بن محصف دونوں کو بلوایا اور خط اس کے حوالے کیا اور فرمایا: ''جو تم نے لکھا تھا اسے پڑھو''۔ اس نے پڑھا: (۱) ''انھوں نے ساٹھ غلام اپنے لیے حاصل کیے''۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے ان کا پتہ چلایا تھا کہ ان کا زر فدیہ مقرر ہے۔ جو میں نے وصول کیا اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا''۔

اس پر ضبہ نے کہا:

''نہ انہوں نے جھوٹ بولا اور نہ میں نے جھوٹ بولا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے پاس دو قفیز ہیں''۔

دو پیمانے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک قفیز (ناپنے کا پیمانہ) میرے اہل وعیال کے لیے ہے جس کے ذریعہ میں انھیں خوراک مہیا کرتا ہوں اور دوسرا قفیز کا پیمانہ مسلمانوں کے لیے ہے اور وہ ان کے قبضے میں ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنا رزق حاصل کرتے ہیں''۔ ضبہ نے اس پر کہا:

''نہ انھوں نے دروغ گوئی کی اور نہ میں نے جھوٹ بولا''۔

عقیلہ کا ذکر:

جب اس نے عقیلہ کا ذکر کیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور انھوں نے کوئی معذرت نہیں کی اور یہ معلوم ہو گیا کہ ضبہ سچ کہتا ہے۔

زیاد کا معاملہ:

پھر اس نے کہا: ''زیاد لوگوں پر حکومت کرتا ہے اور انہیں اس کے کاموں کا کچھ علم نہیں ہے''۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں نے اس کے اندر شرافت اور عقلمندی دیکھی۔ اس لیے میں نے اپنے کام اس کو سپرد کر دیے''۔

اس نے کہا:

''انھوں نے حطیہ (شاعر) کو ایک ہزار کا انعام دیا''۔ (اس کا جواب) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

''میں نے اپنے مال کے ذریعہ اس کا منہ بند کیا تا کہ وہ مجھے گالی نہ دے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

آپ نے فرمایا: ''تم نے جو کیا سو کیا''

پھر آپ نے انھیں واپس بھیج دیا اور یہ فرمایا:

''جب تم وہاں پہنچو تو زیاد اور عقیلہ کو بھیج دو''۔

زیاد کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا چنانچہ عقیلہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس) زیاد سے پہلے پہنچ گئی اس لیے زیاد جب آئے تو دروازے پر کھڑے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو دروازے پر زیاد کھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ سفید کتان کی پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ''یہ لباس کیسا ہے'' زیاد نے اس کی تفصیل بتائی تو آپ نے پوچھا ''اس کی کیا قیمت ہے؟'' انہوں نے صحیح طریقہ سے اس کی معمولی قیمت بتائی۔ پھر آپ نے پوچھا:

زیاد سے گفتگو:

''تمہارا وظیفہ کیا ہے؟'' وہ بولے ''دو ہزار'' فرمایا: ''تم نے پہلے وظیفہ کو کیسے خرچ کیا؟'' وہ بولے ''میں نے پہلے وظیفہ پر اپنی والدہ کو خرید کر آزاد کیا اور جب دوسرا وظیفہ ملا تو میں نے اپنے پرورش یافتہ لڑکے عبید کو خرید کر آزاد کیا'' آپ نے فرمایا ''تم نے صحیح فعل کیا''۔

زیاد سے متاثر:

آپ نے ان سے فرائض و سنن اور قرآن کریم کے احکام دریافت کیے تو انھیں فقیہ و عالم پایا۔ چنانچہ آپ نے انھیں بصرہ واپس بھیج دیا اور بصرہ کے حکام کو ہدایت بھیجی کہ وہ ان کی رائے پر عمل کریں۔

جھوٹ کی مذمت:

آپ نے عقیلہ (لونڈی کو مدینہ ہی میں روک لیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''ضبہ عنزی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حق بات میں مخالفت کی تھی مگر ایک دنیاوی بات میں وہ ان سے الگ ہو گئے تھے۔ انھوں نے حق بات بھی کہی تھی اور جھوٹ بھی بولا تھا۔ جس نے ان کی حق بات کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ اس لیے جھوٹ سے پرہیز کرو کیونکہ دروغ گوئی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے''۔

بیروز میں دوبارہ آمد:

حطیہ (شاعر) ان سے ملا تھا اور انھوں نے جنگ بیروز میں اسے انعام دیا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیروز کا محاصرہ شروع کیا تھا اور ان سے جنگ کی تھی یہاں تک کہ انھیں شکست دے دی۔ پھر وہاں سے چلے گئے اور ان لوگوں پر ربیع کو حاکم مقرر کیا۔ پھر مکمل فتح کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس آئے اور مال غنیمت کو تقسیم کروایا۔

اصفہان کی جنگ:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اسید بن متشمس بیان کرتے ہیں:

''میں اصفہان کی جنگ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن ورقاء ریاحی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ورقاء اسدی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں وہاں کے دیہات فتح ہوئے''۔

حکام کے تبادلے:

پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ تبدیل کر دیے گئے اور بصرہ پر عمر بن سراقہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا گیا۔ دوبارہ حضرت

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے حاکم بنائے گئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ میں نماز پڑھانے پر مقرر تھے بصرہ کی حکومت کا کام بٹا ہوا تھا اور یکجا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بعض جنگی مہموں میں اسلامی لشکروں کی امداد کے لیے بھیج دیتے تھے اور وہ بعض لشکروں کے لیے امدادی فوج لے کر جاتے تھے۔

کردوں سے جنگ:

سلیمان بن بریدہ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے پاس مومنوں کا کوئی لشکر اکٹھا ہو جاتا تو آپ اہل علم وفقہ میں سے کسی شخص کو امیر مقرر کرتے تھے۔ چنانچہ جب ایک دفعہ مسلمانوں کا لشکر تیار ہو گیا تو آپ نے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور انھیں یہ ہدایات دیں:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

''تم اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ ان لوگوں کے برخلاف جو اللہ کو نہیں مانتے ہیں۔ جب تم مشرک دشمنوں سے ملو تو انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کر لیں اور اپنے گھروں میں رہنا پسند کریں تو ان کے مال و دولت پر زکوۃ مقرر ہو جائے گی مگر انھیں مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ البتہ اگر وہ تمہارے ساتھ جہاد پر جانا چاہیں تو انھیں تمہارے جیسے حقوق حاصل ہوں گے اور ان پر تمہارے جیسے فرائض بھی عائد ہوں گے۔

خراج کی دعوت:

اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کریں تو خراج دینے کی دعوت دو اگر وہ خراج دینا قبول کر لیں تو انہیں ان کے دشمن سے بچاؤ اور انھیں خراج ادا کرنے کے لیے فارغ چھوڑ دو اور انھیں ان کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کام کرنے پر مجبور نہ کرو۔

ذاتی ذمہ داری پر معاہدہ:

اگر وہ (خراج ادا کرنے سے بھی) انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اگر وہ تمہارے مقابلے میں قلعہ بند ہو جائیں اور تم سے درخواست کریں کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے تو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے پر رضامند نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ان کے بارے میں کیا ہے؟ اور اگر وہ تم سے یہ درخواست کریں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں آنے کے لیے تیار ہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو بھی قبول نہ کرو بلکہ خود اپنی ذمہ داری کے مطابق ان کا فیصلہ کرو۔

دیگر ہدایات:

اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور نہ غداری کرو اور نہ کسی کے اعضاء کاٹو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو''۔

فتح ونصرت:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہماری ملاقات اپنے مشرک دشمنوں سے ہوئی۔ ہم نے

امیر المومنین کے احکام و ہدایات کے مطابق انھیں دعوتِ اسلام دی۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر ہم نے انھیں خراج ادا کرنے کی دعوت دی تو جب انہوں نے اس سے بھی انکار کیا تو ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی تا آنکہ اللہ نے ہمیں ان پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ ہم نے جنگجو سپاہیوں کو قتل کیا اور ان کے اہل و عیال کو جنگی قیدی بنا لیا''۔

زیورات کا صندوقچہ:

ہم نے مالِ غنیمت جمع کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کچھ زیورات اور جواہرات دیکھے تو انہوں نے فرمایا: ''تمہیں اس میں سے کوئی حصہ نہیں پہنچے گا۔ تم خوشی سے اس بات کی اجازت دو کہ ہم اسے امیر المومنین کے پاس بھجوا دیں۔ کیونکہ وہ بھی بہت محنت و مشقت برداشت کر رہے ہیں''۔ تمام مسلمان اس کے بھجوانے پر راضی ہو گئے تو حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان زیورات کو ایک صندوقچہ میں رکھا۔ پھر انہوں نے اپنے قبیلے کے ایک شخص کے ہاتھ اسے روانہ کیا اور یہ ہدایات دیں:

قاصد کو ہدایت:

''اسے لے کر سوار ہو جاؤ۔ جب بصرہ پہنچو تو امیر المومنین کے انعامات کی توقع پر دو سواریاں خرید لو اور ان پر اپنا اور اپنے غلام کا توشہ راہ لاد لو اور پھر امیر المومنین کی طرف روانہ ہو جاؤ''۔

کھانا کھلانا:

قاصد کہتا ہے: ''میں نے حسب ہدایت کام کیا۔ جب میں حضرت عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ مسلمانوں کو دن کا کھانا کھلا رہے تھے اور آپ عصاء پر اسی طرح ٹیک لگائے ہوئے تھے جس طرح ایک چرواہا ٹیک لگاتا ہے۔ آپ کھانے کے پیالوں کے درمیان گشت لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

کھلانے کی نگرانی:

''اے یرفاء! ان لوگوں کو اور گوشت دو اور ان لوگوں کو مزید روٹی دو اور انھیں مزید شوربہ دو''۔

جب میں پہنچا تو آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ''۔

معمولی کھانا:

میں قریب کے لوگوں میں بیٹھ گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ موٹا اور سخت کھانا کھا رہے ہیں۔ بلکہ وہ کھانا جو میرے ساتھ (توشہ کے طور پر تھا) وہ اس سے عمدہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گھر:

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''اے یرفاء! برتن اٹھا لو''۔

پھر آپ واپس جانے لگے تو میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ گھر میں آئے پھر کمرے میں داخل ہو گئے تو میں نے (اندر آنے کی اجازت) طلب کی اور سلام کیا تو آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ جب میں اندر گیا تو آپ دو گدوں کے ایک بچھونے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو چمڑے کے تھے اور ان میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ نے مجھے ایک گدا دیا جس پر میں بیٹھ گیا۔ وہاں ایک کمرے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غذا:

آپ نے فرمایا: ''اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا! تم ہمارا کھانا لاؤ'' انھوں نے روغن زیتون کے ساتھ ایک روٹی بھیجی جس میں درمیان بغیر کٹے نمک کی ایک ڈلی رکھی ہوئی تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

آپ نے فرمایا: ''اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا! تم باہر نکل کر کیوں نہیں آ رہی ہو کہ تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ'' وہ بولیں ''میں آپ کے پاس ایک اجنبی مرد کی آواز سن رہی ہوں'' آپ نے فرمایا ''ہاں! اور میرے خیال میں وہ اس شہر کا رہنے والا نہیں ہے''۔

قاصد کہتا ہے: ''اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں''۔

ان کا جواب:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے نکلوں تو آپ مجھے ویسا ہی لباس پہنائیں جیسا کہ ابن جعفر نے اپنی بیوی کو پہنایا ہے''۔ آپ نے فرمایا ''کیا تمہارے لیے یہ (اعزاز) کافی نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ ام کلثوم (حضرت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں''۔

خلیفہ کا کھانا:

پھر آپ نے فرمایا: ''تم کھاؤ اگر وہ خوش ہوتیں تو تمہیں اس سے زیادہ عمدہ کھانا کھلاتا'' وہ قاصد بولا: ''میں نے تھوڑا کھانا کھایا۔ کیونکہ جو کھانا میرے پاس تھا وہ اس سے زیادہ عمدہ تھا۔ تاہم جس طرح آپ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے کسی کو اس سے بہتر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کا ہاتھ اور منہ کھانے سے آلودہ نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''پینے کی کوئی چیز لاؤ'' چنانچہ آپ کے پاس ستو لایا گیا۔ آپ نے فرمایا ''اس آدمی کو بھی دو'' چنانچہ مجھے بھی دیا گیا۔ میں نے اسے تھوڑی مقدار میں پیا کیونکہ جو ستو میرے پاس تھا وہ اس سے عمدہ تھا۔ پھر آپ نے پیا اور یہ دعا پڑھی:

کھانے کے بعد دعا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا فَاَتْبَعْنَا وَ سَقَانَا فَاَرْوَانَا۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور اس نے پلایا تو ہمیں سیراب کر دیا''۔

میں نے کہا: ''امیر المومنین! نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سیراب ہو کر پیا۔ اے امیر المومنین! میرا ایک ضروری کام ہے''۔

آپ نے فرمایا:

اصل گفتگو:

''تمہارا کیا کام ہے'' میں نے کہا ''میں سلمہ ابن قیس رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں'' آپ نے فرمایا ''سلمہ بن قیس اور اس کے قاصد کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ تم مجھے مہاجرین کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں؟'' میں نے کہا ''اے امیر المومنین! وہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں' خیریت سے ہیں اور اپنے دشمن پر انھوں نے فتح و نصرت حاصل کر لی ہے''۔

آپ نے پوچھا:

گوشت کا بھاؤ:

''ان کے بھاؤ کیسے ہیں؟'' میں نے کہا'' وہاں کے نرخ سب سے ارزاں ہیں'' آپ نے پوچھا:'' گوشت کا بھاؤ کیا ہے کیونکہ وہ عربوں کا ایسا درخت ہے جس کے بغیر عرب رہ نہیں سکتے'' میں نے کہا'' گائے کا یہ بھاؤ ہے اور بھیڑ بکری کا یہ بھاؤ ہے''۔

جنگ کا حال:

''اے امیر المومنین! ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم اپنے مشرک دشمنوں سے ملے۔ ہم نے حسب حکم ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا تو ہم نے انھیں خراج ادا کرنے کی دعوت دی جب انھوں نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اللہ نے ہمیں فتح ونصرت عطا کی۔ تو ہم نے جنگجو سپاہیوں کو مار ڈالا اور ان کے اہل وعیال کو گرفتار کر لیا۔

زیورات کا تحفہ:

''جب ہم نے مال غنیمت کو اکٹھا کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں زیورات دیکھے۔ اس پر انھوں نے مسلمانوں سے کہا'' یہ چیز تمہیں نہیں ملے گی۔ کیا تم اس بات پر رضا مند ہو کہ میں اسے امیر المومنین کے پاس بھیج دوں؟'' وہ بولے'' ہاں'' قاصد کہتا ہے'' یہ کہہ کر میں نے اپنا صندوقچہ نکالا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زیورات کے نگینوں کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ سرخ' زرد اور سبز رنگ کے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر کود پڑے۔ پھر اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے:

''(اگر میں یہ زیورات قبول کرلوں تو) اللہ عمر کا پیٹ نہ بھرنے دے''۔

تحفہ سے انکار:

عورتوں نے یہ خیال کیا کہ میں اچانک (خدانا خواستہ) ان پر حملہ کر رہا ہوں تو وہ سب پردہ کے پاس آ گئیں۔ آپ نے فرمایا ''تم جو لائے ہو وہ واپس لے جاؤ''۔ میں نے کہا:''اے امیر المومنین! مجھے سواری عطا فرمائیں''۔ آپ نے فرمایا:

سواری کی اونٹنیاں:

''اے یرفاء! اسے صدقہ کی دو اونٹنیاں دے دو۔ جب تم اپنے سے زیادہ کسی اور کو ان کا ضرورت مند دیکھو تو اسے یہ دونوں اونٹنیاں دے دو''۔

میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں ایسا ہی کروں گا''۔ آپ نے فرمایا:

جلد واپسی کی ہدایت:

''اگر مسلمان ان (زیورات) کے تقسیم ہونے سے پہلے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے تو میں تمہارے اور تمہارے حاکم کے ساتھ بہت برا سلوک کروں گا''۔

زیورات کی تقسیم:

قاصد کہتا ہے:''میں وہاں سے جلد کوچ کر کے (حضرت) سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا آپ نے مجھے جس کام کے لیے مخصوص کیا تھا اللہ نے اس میں برکت نہیں عطا فرمائی۔ آپ ان زیورات کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اس سے پہلے کہ مجھ پر اور آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو''۔ چنانچہ انھوں نے یہ (زیورات) ان میں تقسیم کر دیے۔ اس وقت ایک ایک نگینہ پانچ یا چھ درہم میں

فروخت ہوا حالانکہ ہر ایک نگینہ بیس ہزار کی قیمت سے زیادہ تھا۔

روایت میں اختلاف:

سیف کی دوسری روایت میں (مذکورہ بالا واقعات کے بارے میں قدرے اختلاف) ہے۔ اس کے مطابق راوی کا بیان ہے۔ ''جب ہم نے مال غنیمت کو جمع کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے جواہرات کے دو ڈبے پائے جسے انہوں نے ایک صندوقچہ میں رکھ دیا''۔

مختلف الفاظ:

(آگے کے واقعات میں) جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ لوگ یہ کہیں۔ (حضرت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا عمر بن الخطاب کی بیوی ہے؟''۔

اس کا جواب انہوں نے یہ دیا:

''یہ بات میرے لیے مفید نہیں ہے''۔

(آگے چل کر) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ستو) پینے کے لیے (قاصد کو) کہا تو وہ کہتے ہیں ''میں نے بہت تھوڑا پیا کیونکہ جو چیز میرے ساتھ تھی وہ اس سے زیادہ عمدہ تھی۔ پھر آپ نے پیالہ لیا جو ان کی پیشانی سے جا لگا۔ آپ نے فرمایا: ''تم کم خور و کم نوش ہو''۔

قاصد کو ملامت:

(آگے کے واقعہ میں) مزید یہ مذکور ہے: ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اگر یہ قبول کروں) تو خدا کرے عمر کا پیٹ نہ بھرے۔ اس وقت خواتین نے یہ خیال کیا کہ میں نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا ہے اس لیے انہوں نے پردہ اٹھایا'' آپ نے فرمایا ''اے یرفاء! اس کی گردن دباؤ'' چنانچہ اس نے میری گردن دبائی اور میں چیخ رہا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

دھمکی:

بہت جلد بھاگ کر واپس جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم دیر کرو گے۔ میں خدا کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اگر مسلمان اپنے موسم سرما کے ٹھکانوں کی طرف منتشر ہو گئے تو (میں مصیبت نازل کروں گا)۔

دعوتِ جہاد:

شقیق بن سلمہ اسدی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کو جو حیرہ کے مقام پر تھے حضرت سلمہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دی تھی اور فرمایا تھا۔ ''تم اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ''۔

آخری حج:

اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا جو آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ادا کیا۔

باب۱۲

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولولوۃ ملا۔ وہ عیسائی تھا۔ وہ بولا: ''اے امیر المومنین! آپ (حضرت) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے میری سفارش کر دیں کیونکہ مجھ پر بہت بڑا اخراج لگا ہوا ہے'' آپ نے پوچھا: ''تم پر کتنا خراج ہے؟'' وہ بولا:

ابولولوۃ کا جواب:

روزانہ دو درہم'' آپ نے پوچھا ''تمہارا کیا پیشہ ہے؟'' وہ بولا ''(میں) بڑھئی ہوں اور نقاش اور لوہار بھی ہوں'' اس پر آپ نے فرمایا: ''چونکہ تم کئی کام کرتے ہو اس لیے تمہارا اخراج زیادہ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں ایک ایسی پن چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا کے زور سے آٹا پیس دے'' اس نے کہا ''ہاں (میں یہ کام کر سکتا ہوں)'' آپ نے فرمایا ''تم میرے لیے ایسی پن چکی بنا دو'' وہ بولا ''اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کے لیے ایسی پن چکی بناؤں گا جس کا مشرق و مغرب میں چرچا رہے گا''۔

غلام کی دھمکی:

یہ کہہ کر وہ چلا گیا آپ نے فرمایا: ''اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے'' پھر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔

کعب کی پیش گوئی:

جب دوسرا دن ہوا تو کعب الاحبار آپ کے پاس آ کر کہنے لگا ''اے امیر المومنین میرا خیال ہے کہ آپ تین دن میں وفات پا جائیں گے'' آپ نے پوچھا ''تمہیں کیسے معلوم ہوا'' وہ بولے ''مجھے اللہ بزرگ و برتر کی کتاب تورات میں یہ بات نظر آئی ہے'' آپ نے فرمایا ''کیا تمہیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نام بھی تورات میں ملا ہے؟'' وہ کہنے لگے ''آپ کا نام تو نہیں ہے لیکن آپ کا حلیہ اور صفت موجود ہے۔ اس بات کا پتہ چلا ہے کہ آپ کی زندگی ختم ہو گئی ہے''۔

دنوں کا شمار:

راوی کا بیان ہے کہ اس زمانے میں آپ کو کوئی بیماری اور تکلیف لاحق نہ تھی۔ دوسرے دن بھی کعب آئے اور کہنے لگے: ''آپ کا ایک دن گزر گیا ہے اور دو دن باقی ہیں'' اگلے دن آ کر وہ کہنے لگے ''آپ کے دو دن گزر گئے اور صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ اب آپ کی زندگی صبح تک ہے''۔

ابولولوۃ کا وار:

جب اگلی صبح ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صبح کے وقت نماز کے لیے نکلے۔ آپ نے صف بندی کے لیے آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ جب صف بندی ہو گئی تو آپ نے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ عین اس وقت ابولولوۃ نمازیوں کی صفوں میں گھس گیا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔

چھ دفعہ حملہ:

اس کے دونوں طرف تیز دھاروں کے پھل تھے۔ اس کا دستہ درمیان میں تھا۔ اس نے آپ پر چھ دفعہ حملہ کیا۔ اس کا ایک وار آپ کی ناف کے نیچے پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اسی وقت اس نے کلیب بن ابی البکیر لیثی کو بھی شہید کیا جو آپ کے پیچھے تھے۔ جب آپ نے ہتھیار کی تپش اور اس کا اثر محسوس کیا تو آپ گر پڑے اور فرمایا:

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت:

''کیا نمازیوں میں (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں؟ لوگوں نے کہا ''ہاں یہ ہیں'' آپ نے فرمایا: ''تم آگے ؟ کر لوگوں کو نماز پڑھاؤ'' چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب کہ آپ گر گئے تھے۔

اہم مشورہ:

پھر مسلمان آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر لے گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: ''میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں'' وہ بولے ''ہاں اگر آپ مشورہ کریں گے تو میں آپ کا مشورہ قبول کروں گا'' آپ نے فرمایا ''تم کیا سمجھ رہے ہو؟'' وہ بولے: ''کیا آپ اس (خلافت) کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''نہیں'' اس پر انہوں نے کہا ''بخدا میں اس میں شامل نہیں ہوں گا'' آپ نے فرمایا ''تم خاموش رہو۔ تا آنکہ میں ان لوگوں سے مشورہ نہ کر لوں جن سے تاحین حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش رہے''۔

مجلس شوریٰ کا تقرر:

''تم (حضرات) علی، عثمان، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بلواؤ'' (جب وہ آ گئے) تو آپ نے فرمایا: ''تم تین دن تک اپنے بھائی طلحہ کا انتظار کرو اگر وہ آ جائیں (تو بہتر ہے) ورنہ اپنے معاملے کا خود فیصلہ کر لو''۔

ارکان شوریٰ کو ہدایت:

''اے علی رضی اللہ عنہ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو بنو ہاشم کو لوگوں کے سروں پر مسلط نہ کر دینا۔ اے عثمان رضی اللہ عنہ! برائے خدا اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم بنو ابو معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔ اے سعد رضی اللہ عنہ! اگر تمہیں حکومت ملے تو تم اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ تم کھڑے ہو جاؤ اور باہمی مشورے سے اپنے معاملے کا تصفیہ کر لو۔ اس وقت مسلمانوں کو صہیب رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے''۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا پہرہ:

پھر آپ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: ''تم ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان کے پاس نہ آنے دو''۔

جانشین کو ہدایات:

پھر آپ نے فرمایا:

''میں اپنے بعد کے آنے والے خلیفہ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ حسن سلوک کریں جنھوں نے نہ صرف

گھروں میں مسلمانوں کو پناہ دی بلکہ ایمان (اور اسلام) کو بھی پناہ دی۔ ان کے نیکوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور ان کے بروں سے درگزر کیا جائے۔

عربوں اور ذمیوں کے حقوق:

میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو عربوں کے بارے میں بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ وہ اسلام کی بنیاد ہیں اس لیے ان کے صدقات میں سے ان کا حق وصول کر کے ان کے غریبوں کو دیا جائے۔ نیز میں اپنے بعد کے خلیفہ کو یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ذمیوں کے معاہدات کو پورا کریں۔ اے اللہ! میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ میں نے آنے والے خلیفہ کو صاف ستھرے حالات میں چھوڑا ہے''۔

خدا کا شکر:

اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم نکل کر دیکھو کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ وہ بولے:

''آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولوۃ نے قتل کیا ہے''۔

اس پر آپ نے فرمایا:

''خدا کا شکر ہے کہ میری موت ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں ہوئی جس نے اللہ کے لیے ایک بھی سجدہ کیا ہو''۔

بیٹے کو ہدایات:

''اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہو جاؤں۔

اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! اگر یہ لوگ اختلاف کریں تو تم اکثریت کے ساتھ رہو اور اگر ایک طرف تین ہوں اور دوسری طرف بھی تین ہوں تو تم اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ جس میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں۔

عام اجازت:

اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! اب تم لوگوں کو آنے کی اجازت دو''۔

(اجازت ملتے ہی) مہاجرین اور انصار جماعتیں داخل ہوئیں اور وہ سلام کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے مشورہ سے یہ کام ہوا ہے؟''

وہ بولے: ''معاذ اللہ (خدا کی پناہ) ہم نے ایسا نہیں کیا''۔

لوگوں کے ساتھ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو آپ نے یہ شعر پڑھے:

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کو خطاب:

❶ کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے تین دن کے اندر (موت کی) خبر دی تھی جسے میں شمار کرتا رہا۔

بلا شک وشبہ جو کچھ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

❷ مجھے موت کا خوف نہیں ہے کیونکہ موت لامحالہ آئے گی۔ مجھے پے در پے گناہوں کا خوف ہے۔

طبیب کی آمد:

لوگوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ کسی طبیب کو بلوا لیجیے۔ چنانچہ بنوالحارث بن کعب رضی اللہ عنہ کا ایک طبیب بلوایا گیا۔ اس نے نبیذ پلوائی۔ وہ اسی طرح نکل گئی۔ پھر اس نے کہا: ''انھیں دودھ پلواؤ'' وہ بھی سفید رنگ کی حالت میں نکل گیا۔ پھر لوگوں نے کہا ''اے امیر المومنین آپ وصیت کیجیے'' آپ نے فرمایا ''میں اس سے فارغ ہو گیا ہوں''۔

وفات وتدفین:

آپ نے چہار شنبہ کی شب کو ۲۷/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور چہار شنبہ کی صبح کو آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مزارات کے پاس آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی امامت:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تھے۔ ان میں سے ایک نے سرہانے کی طرف سے پیش قدمی کی اور دوسرے نے پائیں طرف سے پیش قدمی کی۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لا الہ الا اللہ! تم دونوں خلافت کے لیے کتنے خواہش مند ہو! کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ حضرت امیر المومنین نے یہ کہا تھا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے''۔ اس پر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کی قبر میں پانچوں حضرات اترے۔

تاریخ وفات میں اختلاف:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات یکم محرم ۲۴ھ میں ہوئی۔

مدت خلافت:

اسمٰعیل بن محمد بن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بروز چہار شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ میں زخمی ہوئے اور بروز یکشنبہ یکم محرم ۲۴ھ کی صبح کو مدفون ہوئے۔ اس طرح آپ کی مدت خلافت دس سال پانچ مہینے اور اکیس دن رہی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت روز دوشنبہ ۲/محرم ۲۴ھ کو ہوئی۔

راویوں کا اختلاف:

راوی کہتے ہیں: ''میں نے یہ بات عثمان اخنسی کو بتائی تو وہ کہنے لگے: ''میرے خیال میں اس خبر میں سہو ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ۲۹/ ذوالحجہ کو ہوئی اور آپ نے اپنی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ھ سے کیا۔

ابومعشر کی روایت:

ابومعشر کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بروز چہار شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے اور چار دن رہی۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوئی۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

مدائنی حضرت شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳/ ذوالحجہ کو زخمی ہوئے اور ایک دوسری روایت کے مطابق یہ حادثہ ۲۶/ ذوالحجہ کو پیش آیا۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۳/محرم ۲۴ھ کو خلیفہ مقرر ہوئے اور انھوں نے (خلافت کے بعد) مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔

مجلس شوریٰ کا اجتماع:

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل شوریٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ۳/محرم الحرام کو اکٹھے ہوئے اس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے موذن نے اذان دے دی تھی۔ یہ لوگ اذان اور اقامت کے درمیانی عرصہ میں اکٹھے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے نکل کر نماز عصر پڑھائی اس وقت اسلامی شہروں کے وفد آئے ہوئے تھے۔

ہشام بن محمد کی روایت:

ہشام بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۷/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدت خلافت دس سال' چھ مہینے اور چار دن رہی۔

نام ونسب:

مؤرخین نے متفقہ طور پر آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان کیا ہے:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زرح بن عدی بن کعب بن لوی آپ کی کنیت ابو حفص ہے اور آپ کی والدہ کا اسم مبارک اور نسب یہ ہے حنتمہ بن ہاشم بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

فاروق رضی اللہ عنہ کا لقب:

آپ فاروق کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ بزرگان سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کس نے آپ کو یہ نسب دیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا یہ نام رکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول:

ذکوان کہتے ہیں: ''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کا نام ''فاروق'' کس نے رکھا''۔ انہوں نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ نام رکھا) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب نے آپ کا یہ نام تجویز کیا۔ اس کے بارے میں یہ روایت حضرت ابن شہاب زہری کی طرف منسوب ہے کہ اہل کتاب نے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھا مسلمان ان کے اس لقب کو پسند کرنے لگے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں یہ روایت نہیں ملی۔

حلیہ اور صفات:

حضرت زر بن حبیش فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ عید کے دن یا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں جب نمودار ہوئے تو وہ

گندم گوں اور دراز قد تھے۔ ان کے سر پر بال نہیں تھے۔ وہ پیدل چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ سواری پر سوار ہوں۔ ایک دوسری روایت میں حضرت زر بن حبیش فرماتے ہیں:

دراز قد:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ عید (کی نماز) پڑھانے پیدل اور برہنہ پا آتے تھے۔ آپ چادر اوڑھے رہتے تھے (آپ اس قدر دراز قد تھے کہ) جب آپ لوگوں کو دیکھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی سواری پر ہوں۔

گورا رنگ:

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت گورا دیکھا' جس پر سرخی غالب تھی۔ آپ دراز قد تھے اور آپ کے سر کے بال نہیں تھے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ''(حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سفید رنگ کے تھے جس پر سرخی غالب تھی۔ دراز قد تھے بڑھاپے کی وجہ سے سر پر بال نہیں تھے''۔

داڑھی میں خضاب:

خالد بن ابی بکر فرماتے ہیں ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ داڑھی میں خضاب لگاتے تھے اور سر میں کنگھی کرتے تھے''۔

پیدائش وعمر:

حضرت اسلم فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

''میں فجار کی سب سے بڑی اور آخری جنگ سے چار سال پہلے پیدا ہوا تھا''۔

عمر میں اختلاف:

بزرگانِ سلف کا آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ پچپن سال کے تھے۔ حضرت ابن عمر کا دوسرے سلسلہ روایت میں بھی یہی قول ہے حضرت ابن شہاب زہری بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کی عمر پچپن سال کی تھی۔

عامر وقتادہ کا قول:

عامر کا قول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ آپ کی عمر اکسٹھ سال کی تھی۔ حضرت اسلم کا قول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر شریف ساٹھ سال کی تھی۔

معتبر روایت:

محمد ابن عمر کہتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہے۔ مدائنی کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اس وقت ان کی عمر ستاون سال کی تھی۔

اہل وعیال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عہد جاہلیت میں زینب بنت مظعون جمحیہ سے نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن

عمر' حضرت عبدالرحمٰن اکبر' اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

ملیکہ بنت جرول:

علی بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملیکہ بنت جرول خزاعی سے بھی عہد جاہلیت میں نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ نے انہیں زمانہ صلح میں چھوڑا تھا تو آپ کے بعد ابوجہم بن حذیفہ نے ان سے نکاح کیا۔

زید اصغر کی والدہ:

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ زید اصغر اور عبیداللہ' جو جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقتول ہوئے تھے۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت جرول خزاعی تھیں۔ اسلام لانے کی وجہ سے حضرت کو انہیں چھوڑنا پڑا۔

قریبہ بنت ابی امیہ:

علی بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عہد جاہلیت میں قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے بھی نکاح کر لیا تھا۔ آپ نے انہیں بھی زمانہ صلح میں چھوڑا تھا۔ آپ کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔

ام حکیم:

روایت ہے کہ آپ نے اسلامی عہد میں ام حکیم بنت حارث مخزومی سے نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آپ نے انہیں طلاق دے دی۔ مدائنی کا قول ہے کہ آپ نے انہیں طلاق نہیں دی۔

جمیلہ بنت ثابت:

آپ نے عاصم بن ثابت انصاری کی ہمشیرہ جمیلہ سے بھی نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح بھی اسلامی عہد میں ہوا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عاصم پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے انہیں طلاق دے دی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

آپ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی نکاح کیا تھا۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان کے لیے چالیس ہزار کا مہر مقرر کیا۔ ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

لہیہ:

آپ نے ایک یمنی خاتون لہیہ سے بھی نکاح کیا تھا۔ جن کے بطن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

ام ولد:

مدائنی کا قول ہے کہ ان کے بطن سے عبدالرحمٰن اصغر پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ام ولد تھیں۔ واقدی کہتے ہیں: لہیہ کے بطن سے عبدالرحمٰن اوسط پیدا ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن اصغر کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

فکیھہ:

آپ کی ایک لونڈی فکیہہ تھیں وہ بھی ام ولد تھیں۔ ان کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں۔ واقدی کا قول ہے کہ زینب حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں۔

عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا:

آپ نے حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا۔ آپ سے پہلے وہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے پیغام:

مدائنی کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی جب کہ وہ کمسن تھیں' نکاح کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے ام کلثوم کو اس کا اختیار دیا تو حضرت ام کلثوم نے کہا:

''میں ان کے ساتھ نکاح نہیں کروں گی''۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کا انکار:

''کیا تم امیر المومنین کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتی ہو؟''۔

وہ بولیں:

''ہاں! وہ بہت سخت زاہدانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور خواتین کے ساتھ سخت مزاج ہیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انھیں یہ حال بتایا۔ وہ بولے: ''میں آپ کے لیے کافی ہوں''۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی آمد:

''مجھے ایک اطلاع ملی ہے جس سے میں آپ کو بچانا چاہتا ہوں''۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کیا ہے؟'' وہ بولے ''کیا آپ نے ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے رشتہ نکاح دیا ہے؟'' آپ نے فرمایا ''کیا تم مجھے ان سے الگ رکھنا چاہتے ہو؟ یا تم میرے بجائے ان کے خواست گار ہو؟''۔

صحیح مشورہ:

وہ بولے:

''ان میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں مگر (یہ بتانا چاہتا ہوں) کہ وہ (ام کلثوم) بہت کم سن ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ نہایت آرام اور خوشحالی میں زندگی بسر کی ہے نیز آپ کا مزاج اس قدر سخت ہے کہ ہم لوگ بھی آپ سے ڈرتے ہیں اور آپ کی کسی عادت کو تبدیل نہیں کر سکتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ جب وہ کسی بات میں آپ کی مخالفت کریں گی اس وقت آپ ان پر غالب رہیں گے اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ انصاف نہیں کر سکیں گے''۔

بہتر رشتہ کی اطلاع:

آپ نے فرمایا: ''میں (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) سے گفتگو کر چکا ہوں انھیں کیا جواب دوں'' وہ بولے ''میں ان

سے خود گفتگو کرلوں گا۔ میں ان سے بہتر رشتہ آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی وجہ سے آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے بھی تعلق قائم ہو جائے گا۔

ام ابان کا انکار:

مدائنی کی روایت ہے کہ آپ نے ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ کی طرف بھی پیغام نکاح بھیجا۔ مگر انہوں نے آپ کو پسند نہیں کیا وہ کہنے لگیں:

''وہ اپنے دروازے کو بند رکھتے ہیں۔ مال خرچ نہیں کرتے ہیں۔ نیز آتے جاتے ہر وقت ان کا منہ بنا رہتا ہے''۔

عبداللہ بن ثعلبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پینتالیس مردوں اور اکیس خواتین کے بعد مسلمان ہوئے۔

سیرت وخصائل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''اہل عرب ایک فرمانبردار اونٹ کی مانند ہیں جو اپنے قائد کی پیروی کرتا ہے۔ اس لیے انکے قائد کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ انھیں کہاں لے جا رہا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں کعبہ کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں انھیں (صحیح) راستے پر لے جاؤں گا''۔

حسن کی روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عوام کی اہمیت:

''اگر میں ایسے مقام پر پہنچ جاؤں جہاں صرف میرے لیے گنجائش ہو اور دوسرے لوگ وہاں نہ سما سکتے ہوں تو خدا کی قسم! وہ میرا صحیح مقام نہیں ہے تا آنکہ میں عام لوگوں کے برابر نہ آ جاؤں''۔

قوی اور امین:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام بیان کرتے ہیں: ''میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھا۔ تا آنکہ وہ صدقات کے ایک باڑے میں گئے۔ اس وقت سخت گرمی تھی اور باد سموم چل رہی تھی۔ وہ صدقات کے اونٹوں کا باڑہ تھا۔ وہاں ایک شخص تہبند باندھے ہوئے اور سر پر بھی ایک چادر باندھے ہوئے تھے۔ وہ اونٹوں کو نکال رہے تھے جو وہاں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم کس کو دیکھ رہے ہو۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا (قرآن کریم کے معیار کے مطابق) قوی اور امین آپ ہی ہیں''۔

قومی کاموں میں انہماک:

ابو بکر عبسی بیان کرتے ہیں ''میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ صدقات (کے جانوروں) کے باڑے میں گیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دھوپ میں کھڑے ہوئے جب کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی انھیں کچھ لکھوا رہے تھے۔ ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں۔ ایک چادر کو تہبند کے طرح باندھے ہوئے تھے اور دوسری چادر سے سر کو لپیٹ رکھا تھا۔ آپ صدقات کے اونٹ گن رہے تھے اور ان کے رنگ اور دانت کے

بارے میں لکھوا رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے کتاب اللہ سے یہ کہا تھا:

''ابا جان! انھیں (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو اجرت پر ملازم رکھ لو۔ کیونکہ جس سے تم اجرت پر کام لو ان میں سے وہ بہتر ہے جو قوی اور امین (امانت دار) ہو''۔

پھر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ایسے قوی اور امین آپ ہیں''۔

اسلامی شہروں کا دورہ:

حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ میں ایک سال تک رعایا (کے علاقوں) کا دورہ کروں گا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کے بہت سے اہم کام مجھے بتائے نہیں جاتے ہیں کیونکہ ان کے حکام وہ ضروری باتیں مجھ تک نہیں پہنچاتے ہیں اور تمام لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے ہیں۔ اس لیے میں شام جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر میں جزیرہ کے علاقے جاؤں گا وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ پھر میں مصر جاؤں گا۔ وہاں بھی دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر بحرین کا سفر کروں گا اور وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ پھر میں کوفہ آؤں گا۔ وہاں بھی میرا قیام دو مہینے کا ہوگا۔ سب سے آخر میں بصرہ جاؤں گا اور وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ خدا کی قسم یہ سال نہایت عمدہ سال ہوگا''۔

ملاقات کی عام اجازت:

کعب الاحبار کہتے ہیں: ''میں ایک شخص کا جس کا نام مالک تھا' مہمان ہوا۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: ''امیر المومنین سے ملاقات کرنے کا طریقہ کیا ہے؟'' وہ بولا:

''(ان سے ملنے میں) نہ کسی دروازے اور نہ پردے کی رکاوٹ ہے۔ وہ نماز پڑھاتے ہیں پھر وہ بیٹھ جاتے ہیں تو جو چاہے ان سے گفتگو کر سکتا ہے''۔

قومی مال کی حفاظت:

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھیجا کہ میں صدقات کے اونٹوں کو محفوظ چراگاہوں کی طرف لے جاؤں۔ لہٰذا میں نے اپنا سامان ان میں سے ایک عمدہ اونٹنی پر رکھا۔ جب میں نے اسے واپس لانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم اسے میرے پاس لاؤ'' اس لیے میں اسے آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے دیکھا کہ میرا سامان ایک عمدہ اونٹنی پر ہے تو آپ نے فرمایا: ''تم نے کیوں ایسی عمدہ اونٹنی کا انتخاب کیا جو مسلمانوں کے کسی گھر والوں کے کام آ سکتی تھی۔ تم نے کیوں کسی نوعمر اونٹ یا بوڑھی اونٹنی کا انتخاب نہیں کیا''۔

غیر مسلم سے احتیاط:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ شہر انبار میں وہاں کا ایک باشندہ ایسا ہے جسے دفتر کے حساب کتاب میں بہت مہارت

حاصل ہے آپ اسے کاتب مقرر کر لیں'' آپ نے فرمایا: ''اس صورت میں مجھے مسلمانوں کو چھوڑ کر (ایک غیر مسلم کو) اپنا بھیدی اور رازداں بنانا ہوگا''۔

ذمہ داری کا شدید احساس:

ایک دفعہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر دریائے فرات کے کنارے پر کوئی اونٹ ناحق ہلاک ہوگا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آل خطاب سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا'' آل خطاب سے مراد صرف آپ کی ذات ہے۔

انصاف کی ہدایت:

ابو عمران جونی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا:

''لوگ (تمہارے پاس) اپنی ضروریات پیش کرتے رہیں گے۔ اس لیے جو کوئی تمہارے پاس حاجت روائی کے لیے آئے تو اس کی تم عزت کرو۔ ایک کمزور مسلمان کے لیے یہی عدل و انصاف کے لیے کافی ہے کہ فیصلہ کرنے اور تقسیم کرنے میں اس کے ساتھ انصاف کیا جائے''۔

عوام سے ہمدردی:

حضرت شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: ''میرے اونٹ کی پشت پر زخم ہے اور دیگر مقامات پر بھی زخم ہیں اس لیے آپ مجھے دوسرا اونٹ دیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہارے اونٹ کے جسم میں کوئی زخم نہیں ہے''۔ یہ سن کر وہ اعرابی پیٹھ موڑ کر بھاگ گیا اور وہ یہ شعر پڑھتا جا رہا تھا:

''ابو حفص عمر نے قسم کھا کر کہا ہے۔ اس اونٹ کو کوئی زخم نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی بیماری ہے۔ اگر انھوں نے غلط بیانی کی ہو تو اللہ انہیں معاف کر''۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

''اے اللہ! تو مجھے معاف کر''۔

پھر آپ نے اعرابی کو بلا کر اسے اونٹ پر سوار کرا دیا۔

صلہ رحمی:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آیا جو ان کا رشتہ دار تھا۔ اس نے کوئی چیز مانگی۔ آپ نے اسے دھمکایا اور بدکلامی کی وجہ سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا:

''اے امیر المومنین! فلاں آدمی نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے اسے نکال دیا''۔

آپ نے فرمایا:

''اس نے مجھ سے اللہ کے مال میں سے مانگا تھا۔ تو اس وقت میں کیا عذر پیش کروں گا۔ اگر وہ بددیانت ثابت ہوا۔ وہ مجھ سے میرے مال میں سے کیوں نہیں مطالبہ کرتا ہے''۔

اس کے بعد آپ نے اسے (اپنے مال میں سے) دس ہزار (کی) رقم بھیجی۔

ظلم کرنے کی ممانعت:

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی علاقے پر کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجتے تھے تو آپ ان کے بارے میں یہ فرماتے تھے: ''اے اللہ! میں نے انھیں اس لیے نہیں مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کا مال چھینیں یا انھیں زدوکوب کریں۔ جو حاکم کسی پر ظلم کرے تو وہ میرے نزدیک حکومت کے لائق نہیں ہے''۔

منصفانہ تقسیم کی ہدایت:

معدان بن ابی طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا:

''اے اللہ! میں تیرے سامنے حکام بلاد کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے انھیں صرف اس کام کے لیے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو دین و مذہب کی تعلیم دیں اور سنت نبوی کی اشاعت کریں اور ان کے مال غنیمت کو ان کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کریں اور اگر کوئی دقت پیش آئے تو وہ مجھے مطلع کریں''۔

دینی تعلیم کی نصیحت:

ابوحصین روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکام کو مقرر کرتے تھے تو ان کے ساتھ نکل کر انھیں رخصت کرتے تھے اور انھیں یہ نصیحت فرماتے تھے:

''میں نے تمہیں لوگوں پر اس لیے حاکم نہیں بنایا ہے کہ تم ان کی چمڑیاں ادھیڑو۔ بلکہ میں نے تمہیں ان پر اس لیے حاکم بنایا ہے کہ تم نمازیں قائم کرو اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور ان کے درمیان (مال غنیمت) عادلانہ تقسیم کرو۔ میں نے تمہیں ان کے جسموں کا مالک نہیں بنایا ہے۔ تم اہل عرب کو کوڑے نہ مارو ورنہ تم انھیں ذلیل بنا دو گے اور نہ ان کی بے جا تعریف کرو۔ تاکہ وہ فریب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور نہ تم ان سے غافل رہو ورنہ وہ محروم رہ جائیں گے۔ تم انھیں خالص قرآن کریم کی تعلیم دو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کرو۔ میں (ہر معاملے میں) تمہارے ساتھ شریک ہوں''۔

حکام سے مواخذہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام سے قصاص لیا کرتے تھے اور جب کوئی حاکم کی ان کے پاس شکایت لے کر جاتا تھا تو آپ اس حاکم اور شکایت کرنے والے کو اکٹھا کیا کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی بات صحیح ثابت ہو جاتی تھی جو قابل مواخذہ ہوتی تھی تو آپ اس سے مواخذہ فرماتے تھے۔

زدوکوب کی ممانعت:

ابوفراس روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت عمر بن الخطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! خدا کی قسم میں تمہاری طرف حکام اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہاری چمڑیاں ادھیڑیں یا تمہارا مال چھینیں۔ بلکہ میں انھیں اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں دین اور سنت نبوی کی تعلیم دیں اور جو کوئی ان باتوں کے علاوہ اور کوئی (برا) کام کرے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس سے ضرور قصاص لوں گا''۔

اس پر (حضرت) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلدی سے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

حکام سے قصاص:

''اے امیر المومنین! اگر کوئی مسلمانوں کا حاکم ادب سکھانے کے لیے کسی کو سزا دے تو آپ اس سے بھی قصاص لیں گے؟''
آپ نے فرمایا ''ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت بھی اس سے قصاص لوں گا۔ میں کیسے اس سے قصاص نہ لوں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ خود اپنی ذات کو قصاص کے لیے پیش فرماتے تھے''۔

حکام کو ہدایت:

''دیکھو تم مسلمانوں کو زدوکوب نہ کرو ورنہ تم انھیں ذلیل بنادو گے اور نہ تم ان کی بے جا تعریف کرو ورنہ وہ فریب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور نہ تم ان کی حق تلفی کرو ورنہ وہ ناشکری کریں گے۔ انھیں دلدلی زمینوں میں نہ بساؤ اس طرح تم انھیں تباہ کردو گے''۔

رعایا کی خبر گیری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بذات خود گشت کرتے تھے اور مسلمانوں کے گھروں پر جا کر ان کا حال معلوم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے ان کی مدد کرتے تھے۔

داخل ہونے کے آداب:

بکر بن عبداللہ مزنی کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک عورت آئی اور اس نے دروازہ کھول کر کہا ''آپ اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر نہ بیٹھ جاؤں'' چنانچہ آپ اندر نہیں گئے جب تک کہ وہ عورت اپنے ٹھکانے پر نہیں بیٹھی۔ پھر اس نے کہا ''آپ اندر آجائیں'' اس وقت آپ اندر داخل ہوئے اور فرمایا ''کیا (کھانے کے لیے) کچھ ہے؟'' وہ عورت کھانا لائی جو آپ نے کھایا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''نماز مختصر کرو'' اس وقت انھوں نے سلام پھیرا۔ پھر وہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! آپ اس وقت کیسے تشریف لائے ہیں؟'' آپ نے فرمایا:

چوروں سے حفاظت:

''کچھ حضرات بازار میں آکر اترے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ چور (کوئی چیز نہ چرائیں) تم چلو کہ ہم ان کی حفاظت کریں''۔ اس پر وہ دونوں روانہ ہو گئے اور وہ دونوں بازار آئے اور زمین پر بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ انھیں ایک چراغ جلتا ہوا نظر آیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں نے سونے کے بعد چراغ جلانے سے منع نہیں کیا تھا؟'' چنانچہ وہ دونوں آگے بڑھے تو کچھ لوگ شراب پی رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ''یہاں سے واپس چلو کیونکہ میں نے انہیں پہچان لیا ہے''۔

ٹوہ لگانے پر اعتراض:

جب صبح ہوئی تو آپ نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا ''کیا تم اور تمہارے ساتھی گذشتہ رات کو شراب پی رہے تھے؟'' وہ

بولا: "آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟" آپ نے فرمایا: "میں نے خود مشاہدہ کیا ہے" وہ بولا: "کیا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع نہیں کیا تھا کہ آپ ٹوہ نہ لگایا کریں" اس بات پر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

چراغ جلانے کی ممانعت:

عمیر بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چراغ جلانے پر اس لیے ممانعت فرمائی تھی کہ چوہا چراغ کی بتی کو لے جاتا ہے اور گھر کی چھت پر پھینک دیتا ہے جس سے چھت جل جاتی ہے۔ اس وقت گھروں کی چھت کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی ہوتی تھیں"۔

راتوں کا گشت:

اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سنگلاخ زمین کی طرف گیا۔ جب ہم اونچے مقامات کی طرف پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اے اسلم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسافر سوار ہیں جو رات اور سردی کی وجہ سے یہاں ٹھہر گئے ہیں۔ آؤ ہم وہاں جائیں"۔ چنانچہ ہم تیز قدم چل کر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ کچھ بچے ہیں اور ایک ہانڈی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور اس کے بچے بلک رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انھیں دیکھ کر فرمایا)

مسافر عورت کی خبر گیری:

"اے روشنی والو! السلام علیکم" آپ نے اصحاب النار کہنا پسند نہیں کیا۔ وہ بولی "وعلیک السلام" آپ نے فرمایا "کیا ہم قریب آ سکتے ہیں؟" اس پر وہ بولی "اگر شرافت کے ساتھ آنا چاہتے ہو تو آ جاؤ" اس پر قریب آ کر آپ نے دریافت کیا "تمہارا کیا حال ہے؟" وہ بولی "رات اور سردی نے ہمیں یہاں روک لیا ہے" آپ نے پوچھا: "یہ بچے کیوں بلک رہے ہیں؟" وہ بولی "بھوک (سے پریشان ہیں)" آپ نے فرمایا "اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے؟" وہ بولی "پانی ہے جس کے ذریعے میں انھیں خاموش کر رہی ہوں۔ تاکہ وہ سو جائیں۔ بہر حال اللہ ہی ہمارے اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کرے گا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

آپ نے فرمایا "اللہ تم پر رحم کرے۔ عمر کو تمہاری حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے؟" وہ بولی "وہ ہم پر حکومت کرتا ہے اور ہمارے حال سے غافل ہے"۔

شکایت کا ازالہ:

اس پر آپ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: "آؤ ہم چلیں" لہٰذا ہم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ ہم آٹے کے گودام میں آئے۔ آپ نے وہاں سے ایک بوری نکالی جس میں چربی کا ایک کپا بھی تھا۔ پھر آپ نے فرمایا "تم اسے میری پشت پر لاد دو" میں (حضرت اسلم رضی اللہ عنہ) نے کہا: "اسے میں اٹھاؤں گا"۔

بوجھ اٹھانا:

آپ نے فرمایا "نہیں تم اسے میری پیٹھ پر لاد دو" آپ نے یہ الفاظ دو تین دفعہ دہرائے اور ہر موقع پر میں یہ کہتا تھا کہ "نہیں اسے میں اٹھاؤں گا" آخر کار آپ نے فرمایا "کیا قیامت کے دن تم میرے گناہوں کا بوجھ بھی برداشت کرو گے؟"۔

آٹے کی بوری:

لہٰذا میں نے (وہ بوری) آپ کی پشت پر لاد دی۔ اس کو لے کر آپ روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلا۔ آپ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم اس عورت کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے (وہ بوری) اتاری اور اس میں سے کچھ آٹا نکالا۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا ''تم (یہ کام پکانے کا) مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے لیے یہ کام کروں گا''۔

کھانا پکانا:

پھر آپ ہنڈیا کے نیچے (آگ جلانے کے لیے) پھونک مارنے لگے۔ آپ کی داڑھی بہت بڑی اور گھنی تھی اس لیے میں نے آپ کی ریش مبارک میں سے (آگ کا) دھواں نکلتا دیکھا۔

بچوں کو کھلانا:

جب کھانا پک گیا اور شوربہ تیار ہو گیا تو آپ نے ہنڈیا کو (چولہے پر سے) اتارا اور فرمایا: ''تم کوئی برتن لاؤ'' وہ عورت بڑا پیالہ لے آئی تو آپ نے اس میں کھانا نکالا اور فرمایا ''اے خاتون! تم ان بچوں کو کھانا کھلاؤ'' آپ وہاں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ان بچوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جو کھانا بچ گیا وہ آپ اس کے پاس چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اس عورت نے کہا:

عورت کی تعریف:

''اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ امیر المومنین سے زیادہ اس کام (خلافت) کے حقدار ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''تم اچھی بات کہنا جب تم امیر المومنین کے پاس آؤ گی تو مجھے ان شاء اللہ وہاں پاؤ گی'' پھر آپ اس عورت سے الگ ہو کر ایک گوشے میں چلے گئے۔

بچوں کا سو جانا:

وہاں آپ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں آپ سے بات کر رہا تھا۔ مگر آپ مجھے کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ تا آنکہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ آپس میں کشتی لڑ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ جب وہ سو گئے اور خاموشی اور سکون چھا گیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کر کے فرمانے لگے:

مکمل اطمینان:

''اے اسلم! بھوک نے انھیں بیدار کر رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ رو رہے تھے اسی لیے میں نے یہ بات پسند کی کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ لوٹوں جب تک کہ میں ان کی وہ حالت نہ دیکھ لوں جو میں نے ابھی مشاہدہ کی ہے''۔

نصیحت کا آغاز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کو کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا کرتے تھے یا کسی مصلحت کی وجہ سے انھیں کسی کام سے روکتے تھے تو نصیحت کا آغاز اپنے اہل وعیال سے کرتے تھے اور حکم کی خلاف ورزی پر انھیں دھمکاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا ہے:

رشتہ داروں کو تنبیہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منبر پر چڑھتے تھے اور لوگوں کو کسی بات سے منع کرتے تھے تو اس وقت اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے فرماتے تھے:

''میں نے لوگوں کو ان باتوں سے منع کیا ہے اور سب لوگ ہماری طرف نظریں اٹھا اٹھا کر اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح پرندہ گوشت کی طرف اپنی نظریں جماتا ہے۔ میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے تم میں سے کسی کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا تو میں اس کو دوگنی سزا دوں گا''۔

مشتبہ اشخاص پر سختی:

آپ مشتبہ اشخاص پر بہت سخت تھے اور اللہ کا حق حاصل کرنے میں بہت شدت پسند تھے تا آنکہ اللہ کا حق حاصل کر کے رہیں۔ آپ کمزوروں پر مہربان اور شفیق تھے۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''چند مسلمان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

سختی کی شکایت:

تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (ہمارے بارے میں) گفتگو کرو۔ کیونکہ ہم ان سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ ہم ان کی طرف نظریں نہیں اٹھا سکتے'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو فرمانے لگے:

نرم و سخت:

''کیا انھوں نے ایسی بات کہی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کے ساتھ اس قدر نرم ہوں کہ مجھے اس بارے میں اللہ کا خوف لاحق ہوتا ہے اور ان کے ساتھ اس قدر سخت بھی ہوں کہ اس صورت میں بھی مجھے خوف خدا لاحق رہتا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جس قدر مجھ سے ڈرتے ہیں اس سے زیادہ میں ان سے ڈرتا ہوں''۔

حاکم کی شکایت:

حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی کسی سڑک پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک انھوں نے کسی آدمی کو یہ کہتے سنا: ''اے عمر! خدا سے (ڈرو) تم اس کو حاکم مقرر کرتے ہو۔ جو خیانت کرتا ہے اور پھر تم یہ سمجھتے ہو کہ 'مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے' حالانکہ تمہارا حاکم ایسے کام کر رہا ہے''۔

شکایت دور کرنا:

آپ نے اس کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے عصا' اونی جبہ اور بکریاں دیں اور فرمایا ''تم بکریاں چرایا کرو کیونکہ تمہارا باپ بھی چرواہا تھا'' اس کا نام بھی عیاض بن غنجہ تھا۔ پھر آپ نے اسے بلوا کر اس کے سامنے مذکورہ بالا گفتگو کا تذکرہ کیا۔ (اس نے معذرت کی) پھر آپ نے اس کو اس کی عمل داری کی طرف لوٹا دیا اور یہ نصیحت کی کہ وہ باریک لباس نہ پہنے اور عمدہ سواری پر سواری نہ کرے''۔

حکام سے معاہدہ:

ابن خزیمہ بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو اس سے ایک معاہدہ لکھواتے تھے جس کے لیے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت گواہ ہوتی تھی۔ نیز اس سے یہ شرط لی جاتی تھی کہ وہ عمدہ سواری پر سوار نہیں ہوگا اور نہ میدہ کی روٹی کھائے گا اور نہ باریک لباس پہنے گا اور عوام کی ضروریات کو روکنے کے لیے دروازہ بند نہیں کرے گا''۔

تنگدستی:

سلام بن مسکین کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب مالی ضرورت ہوتی تھی تو وہ بیت المال کے خزانچی کے پاس جا کر اس سے کچھ قرض مانگتے تھے۔ بعض اوقات آپ بہت زیادہ تنگدست ہو جاتے تھے تو بیت المال کا افسر آپ کے پاس آ کر سخت تقاضا کرتا تھا تو آپ اس کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ کی تنخواہ آ جاتی تھی تو آپ اپنی تنخواہ میں سے ادا کرتے تھے۔

عوام سے اجازت لینا:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے (اس بیماری کو دور کرنے کے لیے) شہد کی تعریف کی گئی تو منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے: ''بیت المال میں شہد کا پیالہ ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو کہ میں اس میں سے کچھ شہد لوں تو میں کچھ مقدار حاصل کروں گا ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے''۔

امیر المومنین کی وجہ تسمیہ:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو مسلمان آپ کو اس طرح پکارتے تھے۔ ''اے خلیفہ! رسول اللہ کے خلیفہ''۔ آپ نے فرمایا: ''اس طرح خطاب بہت طویل ہو جائے گا۔ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں'' اس طرح آپ کا لقب امیر المومنین ہو گیا۔

اوّلین کارنامے

ہجری سنہ کا اجراء:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے تاریخی سنہ (ہجری) کو جاری کرایا اور ابن سعد کی روایت کے مطابق اس کو تحریری شکل میں ۱۶ھ کے ماہ ربیع الاول سے رائج کرایا۔ اس کو تحریری شکل میں جاری کرنے کے اسباب کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

تراویح با جماعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خطوط میں تاریخ لکھنے کا طریقہ رائج کیا اور مٹی کی مہریں بنوائیں اور سب سے پہلے ماہ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز باجماعت مقرر فرمائی اور ۱۴ھ میں اس کے بارے میں تمام شہروں میں تحریری احکام جاری فرمائے لوگوں کے لیے دو قاری (حافظ) مقرر فرمائے۔ ایک مردوں کو تراویح کی نماز پڑھاتا تھا اور دوسرا عورتوں کو (تراویح کی) نماز پڑھاتا تھا۔

درہ کا استعمال:

آپ ہی نے سب سے پہلے درہ (کوڑے) کا استعمال جاری کیا اور اس کے ذریعے لوگوں کو سزائیں دیں۔

دفاتر کا قیام:

آپ نے سب سے پہلے اسلام دور میں رجسٹر اور دفاتر قائم کیے اور لوگوں کے نام اور ان کے قبائل کے لحاظ سے (رجسٹروں میں) لکھے اور ان کے وظائف مقرر کیے۔

دفاتر کے بارے میں مشورہ:

جبیر بن حویرث بن نقید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رجسٹروں کے تیار کرنے اور دفتر قائم کرنے کے بارے میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آپ کے پاس ہر سال جو مال و دولت اکٹھا ہوا اسے آپ تقسیم کر دیا کریں اور کوئی چیز باقی نہ رکھیں''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری رائے یہ ہے کہ بہت مال اکٹھا ہو جائے گا جو سب مسلمانوں کے لیے کافی ہوگا۔ اگر اس کا حساب نہیں رکھا جائے گا تو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ کسے مال ملا اور کسے نہیں ملا۔ اس طرح مجھے بدانتظامی کا اندیشہ ہے''۔

ولید بن ہشام کا مشاہدہ:

ولید بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے امیر المومنین! میں شام گیا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ وہاں کے بادشاہوں نے دفتر قائم کیے ہیں اور فوجوں کا بھی باقاعدہ انتظام ہے''۔

نام رکھنے کی ترتیب:

آپ نے ان کے قول کو پسند کرتے ہوئے دفتر قائم کیا اور فوجی نظام بھی قائم کیا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اور جبیر بن ولیھہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا جو قریش کے ماہرین انساب تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ''تم لوگوں کے نام ان کے گھروں کے مطابق لکھو۔ چنانچہ انھوں نے بنو ہاشم کے افراد کے نام لکھنے سے اس کام کا آغاز کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے نام لکھے۔ پھر خلیفہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے قبیلے کے افراد کے نام لکھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ملاحظہ فرمایا تو آپ نے فرمایا:

اعزۂ نبوی سے ابتداء:

''میں ایسا ہی چاہتا ہوں مگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے اس کا آغاز کرو۔ پہلے قریب ترین عزیزوں کے نام لکھو پھر درجہ بدرجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا نام لکھتے جاؤ۔ عمر کا نام اسی مقام پر لکھو جو اللہ نے اس کا مقام پہلے سے مقرر کر رکھا ہے''۔

بے جا رعایت سے پرہیز:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے دو تحریریں پیش کی گئیں جن میں قبیلہ بنو تیم کو بنو ہاشم کے بعد رکھا گیا تھا اور بنو عدی کو تیم سے بعد رکھا گیا تھا جب آپ کو وہ نام سنائے گئے تو آپ نے فرمایا ''تم عمر کو اس کے صحیح مقام پر رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کے درجہ بدرجہ لکھتے رہو''۔

یہ بات سن کر بنو عدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اقربا پروری کی مخالفت:

''آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے اس لیے آپ اپنے آپ کو وہیں رکھیں جہاں پر ان لوگوں نے آپ کا نام لکھا ہے'' آپ نے فرمایا ''خاموش ہو جاؤ کیا تم میرے پس پشت فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو اور اپنے مفاد کے لیے میری تمام نیکیاں تباہ کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارا نام اپنے درجہ کے مطابق آئے گا خواہ رجسٹر ختم ہو جائے اور تمہارا نام سب سے بعد میں آئے۔ میرے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایک راہ متعین کر دی ہے اگر میں ان دونوں کی مخالفت کروں گا تو میری بات نہیں مانی جائے گی۔''

اسلام کے ذریعہ فضیلت:

خدا کی قسم! ہمیں دنیا میں کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی اور آخرت میں اگر ہمیں اپنے نیک اعمال کا ثواب ملا تو یہ سب کچھ

حضرت محمد ﷺ کے طفیل اور ان کی بدولت ہوگا۔ انھیں کے ذریعہ ہمیں عزت و شرافت حاصل ہوئی ہے۔ ان کی قوم عرب میں افضل ہے اس کے بعد آپ کے قریبی رشتہ داروں کا مرتبہ ہے عرب کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ عزت و شرافت حاصل ہوئی ہے۔

اعمال کی نسبت برتری:

اگر اہل عجم نیک اعمال کریں گے اور ہم کوئی نیک عمل نہ پیش کر سکیں تو وہ ہم سے زیادہ محمد ﷺ کے قریب قیامت کے دن ہوں گے۔ کسی شخص کو اللہ کے نیک کام کرنے کے لیے قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس کے اعمال کوتاہ ہوں گے اس کا نسب اس کے کام نہیں آئے گا''۔

تقسیم عطیات:

ہشام کعبی بیان کرتے ہیں۔ ''میں نے یہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاعہ کے (وظائف) کا رجسٹر لیے ہوئے جار ہے تھے۔ جب وہ ان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ایک ایک کر کے ہر کنواری اور شادی شدہ عورت کے وظائف ان کے ہاتھوں میں دیے۔ پھر وہاں سے واپس آ کر غسان گئے۔ وہاں بھی آپ نے خود (وظائف) تقسیم کیے آپ کا یہ طریقہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔

مالی مساوات:

سائب ابن یزید کہتے ہیں۔ ''میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو یہ فرماتے سنا ''اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (آپ نے قسم کے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے) ہر ایک کا اس بیت المال میں حق ہے اور اس معاملے میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ بلکہ میں بھی عوام کا ایک معمولی فرد ہوں۔ البتہ ہمیں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق چلنا ہوگا۔ نیز ہر ایک کے اسلامی کارنامو' اس کی دولت مندی اور ضرورت اور قدیم اسلام لانے کے تعلقات کا لحاظ کرنا ہوگا۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو صفاء کے ایک چرواہے کو اس کا حصہ وہیں بیٹھے بیٹھے ملے گا''۔

جہاد کے گھوڑے:

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں۔ ''میں نے حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گھوڑے دیکھے جن کی رانوں پر داغ لگے ہوئے تھے اور وہ جہاد کے لیے وقف تھے''۔

بادشاہ اور خلیفہ کا فرق:

حضرت سلمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک دن) ان سے کہا۔ ''میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ہوں۔'' حضرت سلمان نے ان سے کہا۔ ''اگر آپ مسلمانوں کی سرزمین سے کم و بیش مال وصول کر کے ان کا ناجائز استعمال کرتے ہیں تو آپ بادشاہ ہیں مگر خلیفہ نہیں ہیں''۔ اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبرت حاصل کی۔

رعایا کے لیے بار برداری:

نافع مولیٰ زبیر روایت کرتے ہیں۔ ''میں نے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا۔ اللہ ابن حنتمہ (فاروق اعظم کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حنتمہ تھا) پر رحم کرے۔ میں نے رمادہ کے سال (قحط سالی) میں انہیں اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی کمر پر

دو بوریاں لادے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں روغن زیتون کا پیالہ تھا۔ وہ اور اسلم (ان کے غلام) باری باری انہیں اٹھا کر لے جا رہے تھے''۔

غریبوں کی امداد:

جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''اے ابوہریرہؓ! کہاں سے آ رہے ہو؟'' میں نے کہا۔ ''قریب سے (آ رہا ہوں) میں آپ کے پیچھے چلتا رہا اور ہم باری باری سامان اٹھاتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک اونچی بستی میں پہنچ گئے جہاں قبیلہ محارب کے بیس گھر تھے (وہ آپ کے پاس آئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ''تم کیسے آئے''۔ وہ بولے۔ ''بھوک (ہمیں یہاں لائی ہے)'' پھر انہوں نے ہمیں مردار کی بھنی ہوئی کھال نکال کر دکھائی جسے وہ کھا رہے تھے۔ وہ بوسیدہ ہڈیوں کو پیس کر انھیں پانی میں ڈال کر پی رہے تھے۔

قحط سالی کا انسداد:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی چادر اتاری اور آپ نے اپنے تہمد کو مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا۔ پھر آپ نے ان کے لیے کھانا پکوایا اور پیٹ بھر کر کھلایا۔ پھر آپ نے (حضرت) اسلم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی طرف بھیجا۔ وہ بہت سے اونٹ لے کر آئے جن پر آپ نے ان (بھوکے) لوگوں کو سوار کرایا اور انھیں جبانہ میں ٹھہرایا۔ پھر انہیں پہننے کے لیے کپڑے بھی دیے۔ آپ ان لوگوں اور دوسرے اس قسم کے (بھوکے) لوگوں کے پاس آمد و رفت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے قحط سالی دور کر دی''۔

قرب عوام کی حمایت:

راشد ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال لایا گیا۔ آپ اسے عام لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کے چاروں طرف بھیڑ لگا دی۔ اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ہٹاتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے درہ (کوڑا) اٹھایا اور فرمایا ''تم آ گئے ہو' کیا تم اس سرزمین کے خدائی سلطان سے نہیں ڈرتے ہو؟' میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ''اللہ کا سلطان تم سے نہیں ڈرتا ہے''۔

چستی اور تیز روی:

شفا بنت عبداللہ بیان کرتی ہیں: ''میں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ درمیانی چال چل رہے تھے اور آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟'' لوگوں نے کہا ''یہ عبادت گزار ہیں'' میں نے کہا ''خدا کی قسم! (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ جب گفتگو کرتے تھے تو ان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی اور جب چلتے تھے تو تیز چلتے تھے اور جب کسی کو مارتے تھے تو سخت مارتے تھے۔ اس کے باوجود صحیح معنوں میں عبادت گزار تھے''۔

دنیا سے بے نیازی:

عبداللہ ابن عامر کی روایت ہے کہ حضرت نے ایک شخص کی کسی چیز کے کھانے میں مدد کی تو اس شخص نے آپ کو دعا دیتے ہوئے کہا ''اے امیر المومنین سب کے فرزند آپ کو فائدہ پہنچائیں'' آپ نے فرمایا:

''اللہ نے اس چیز سے مجھے بے نیاز کر دیا ہے''۔

زریں اصول:

عمر بن مجاشع کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قوت عمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے۔ امانت (دیانت داری) یہ ہے انسان کا باطن اس کی ظاہری حالت کے مخالف نہ ہو۔ تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرتے رہو کیونکہ تقویٰ کا وصف خوف خدا سے حاصل ہوتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا رہے گا' اللہ اس کو محفوظ رکھے گا''۔

فوری انصاف:

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازاروں میں گشت کرتے تھے اور قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے اور جہاں کوئی جھگڑا ہوتا تھا اس جگہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

ناانصافی کی سزا:

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ ایک جماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

''اہل وعیال کی کثرت اور خرچ زیادہ ہے اس لیے آپ ہمارے وظائف میں اضافہ کیجیے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمام تکالیف کو جمع کر لیا ہے اور اب اللہ کے مال کے ذریعے کام چلانا چاہتے ہو۔ بخدا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اور تم سمندر کی بھنور میں دو کشتیوں پر سوار ہو جائیں جو منجدھار میں سے ہو کر مشرق و مغرب کی طرف جائے۔ اس وقت وہ لوگ اپنی جماعت میں سے کسی کو حاکم بنائیں گے اگر وہ راہ راست پر چلتا رہا تو وہ اس کی پیروی کریں گے اور اس سے ناانصافی کی تو اسے قتل کر دیں گے''۔

ناجائز مال کی مذمت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا مضائقہ تھا اگر آپ یہ فرماتے: ''اگر اس نے کجروی کی تو اسے معزول کر دیں گے''۔ آپ نے فرمایا:

''نہیں قتل کی سزا آنے والے لوگوں کے لیے زیادہ عبرت ناک ہے۔ تم قریش کے شریف انسان کے اس نوجوان فرزند سے ڈرو جو خوشی کی حالت میں سوتا ہوا اور غیظ و غضب کے موقع پر بھی ہنستا ہوا اور پھر بھی وہ اوپر اور نیچے سے حاصل کرتا رہے''۔

جماعت بندی کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے قریش کے لوگوں سے فرمایا:

''مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم نے (مخصوص) محفلیں قائم کر رکھی ہیں۔ یہاں تک کہ جب دو اشخاص بھی کہیں بیٹھے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کے ساتھیوں میں سے ہیں اور وہ فلاں کا ہم نشین ہے یہاں تک کہ ہر طرف مجالس و محافل کی کثرت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم! یہ چیز تمہارے دین و مذہب میں تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ نیز تمہاری عزت،

شرافت اور خود تمہاری ذات میں بھی دخیل ہو رہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ نظر آ رہا ہے کہ تمہارے بعد جو آئیں گے وہ یہ کہیں گے: ''یہ فلاں کی رائے ہے'' یہ لوگ اسلام کو کئی حصوں میں بانٹ دیں گے۔ تم اپنی مجالس کو وسیع کرو اور مل کر بیٹھا کرو۔ اس طرح تمہارا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قائم رہے گا اور دوسرے لوگوں میں تمہارا رعب زیادہ قائم رہے گا''۔

گروہ بندی سے بیزاری:

''اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور میں بھی ان سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میرے احساسات جداگانہ ہیں اور ان کے احساسات الگ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم ہے کہ ہماری کیا حالت ہوگی۔ مجھے اسی قدر معلوم ہے کہ ان کا صرف اپنے قبیلہ میں سے تعلق ہے۔ اس لیے (اے خدا) مجھے اپنی طرف اٹھا لے''۔

عوامی مفادات کو ترجیح:

عبداللہ بن ابی ربیعہ نے مدینہ منورہ میں گھوڑے پال رکھے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اس بات سے منع فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں صرف اسی صورت میں اجازت دے سکتا ہوں کہ اس کے لیے چارہ مدینہ کے علاوہ دوسرے مقام سے لایا جائے''۔ چنانچہ انہوں نے گھوڑے اس طرح سے رکھے کہ ان کے لیے ان کی یمن کی زمین سے چارہ لایا جاتا تھا۔

سادہ لوحی کا خطرہ:

مجالد بیان کرتے ہیں ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محفل میں ایک شخص کا ذکر آیا تو کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! وہ شخص نہایت قابل اور فاضل انسان ہے برائی سے تو بالکل ناآشنا ہے'' آپ نے فرمایا ''(اسی لاعلمی کی وجہ سے) اس کا برائی میں پھنسنے کا زیادہ احتمال ہے''۔

باب ۱۳

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خطبات

پہلا خطبہ:

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے اللہ بزرگ و برتر کا ذکر کیا۔ نیز روز آخرت کا تذکرہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں۔ اگر یہ توقع نہ ہوتی کہ میں تمہارے لیے بہترین اور سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوں گا اور میں تمہارے اہم کاموں کو انجام دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہوں' تو میں اس ذمہ داری کو قبول نہ کرتا''۔

تائید الٰہی پر اعتماد:

عمر (میرے لیے) کے لیے یہ تشویش ناک مہم کافی ہے کہ وہ اس بات کا انتظار کرے کہ وہ تمہارے حقوق کی کیسی حفاظت کرتا ہے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اہم کام میں صرف اپنے پروردگار ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ عمر کو اپنی قوت و تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں ہے جب تک اللہ بزرگ و برتر کی مدد' تائید اور رحمت اس کے شامل حال نہ ہو۔

خدائی مدد کی ضرورت:

اللہ بزرگ و برتر نے مجھ پر تمہارے کاموں کو انجام دینے کی ذمہ داری سونپی ہے اس لیے میں اللہ ہی سے اس مقصد کی تکمیل کے لیے امداد کا خواہاں ہوں تا کہ وہ اس کام کی تکمیل میں بھی میری ویسی ہی حفاظت کرے جیسی اس نے دوسرے کاموں میں میری حفاظت اور مدد فرمائی ہے۔ وہی اپنے احکام کے مطابق مجھے (تمہارے مال غنیمت کی) تقسیم میں عدل و انصاف کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کیونکہ میں بہت ہی کمزور مسلمان بندہ ہوں اللہ ہی میری مدد کر سکتا ہے۔

تبدیلی نہیں ہوگی:

خلافت کا اہم منصب ان شاء اللہ میرے اخلاق و عادات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرے گا۔ کیونکہ عظمت اور برتری صرف اللہ بزرگ و برتر کو حاصل ہے۔ اللہ کے بندوں کو اس میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ خلیفہ بننے کے بعد عمر تبدیل ہو گیا ہے۔

تقویٰ اور صداقت:

میں بذاتِ خود حق و صداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لیے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ تاہم جس کسی کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو یا ہمارے برخلاف اسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے

سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں اس لیے تم ظاہر و باطن اور اپنی عزت و آبرو کے تحفظ کے وقت ہر حالت میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

انصاف پسندی:

تم بذات خود حق و صداقت کو قائم رکھو اور کوئی ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے اور پھر میرے پاس تم اپنے مقدمات لاؤ۔ اس وقت میں کسی کے ساتھ (بے جا) رعایت نہیں کروں گا۔ مجھے تمہاری بھلائی عزیز ہے اور تمہاری شکایت کو دور کرنا میرا محبوب مشغلہ ہے۔

فلاحِ عوام:

تمہارے عوام اللہ کے شہروں میں آباد ہیں اور کچھ شہر ایسے ہیں جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی ہے اور نہ کوئی پیداوار ہے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے۔

ذمہ داری کا احساس:

میں اپنی امانت (خلافت) اور اپنے فرائض کا ذمہ دار ہوں اور ان شاء اللہ اپنے فرائض اور کاموں کو بذاتِ خود انجام دوں گا۔ اسے کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ دیگر امور کو بھی مخلص اور خیر خواہ لوگوں کے سپرد کروں گا اور ان شاء اللہ ان لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد اپنی امانت نہیں کروں گا''۔

دوسرا خطبہ:

آپ نے حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! حرص و طمع کے بعض کاموں کا انجام فقر اور مفلسی ہوتا ہے اور ناامیدی کی بعض باتیں بے نیازی اور تونگری کی طرف لے جاتی ہیں۔ تم وہ (مال) جمع کر رہے ہو جس سے تم فائدہ نہیں حاصل کرو گے۔ تم ایسی توقعات رکھتے ہو جسے تم حاصل نہیں کر سکو گے۔ تم دھوکے اور فریب کے گھر میں آباد ہو۔

ظاہری کاموں پر فیصلہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی الٰہی کے ذریعے تمہاری سب باتیں معلوم ہو جاتی تھیں چنانچہ جس کے دل میں کوئی بات پوشیدہ ہوتی۔ اس کا بھی علم ہو جاتا تھا اور جو کوئی اعلانیہ کوئی کام کرتا تھا اس کے اعلانیہ کاموں کا اعتبار کیا جاتا تھا مگر اب تم ہمارے سامنے اپنے اچھے اخلاق کا اظہار کرو کیونکہ اب صرف اللہ ہی پوشیدہ کاموں سے زیادہ واقف ہے۔ اب اگر کسی نے (بدنیتی کا) اظہار کیا اور پھر کہا کہ اس کا باطن اچھا ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جس نے کھلم کھلا اچھے کاموں کا اظہار کیا تو ہم اسے اچھا سمجھیں گے۔

بخل کی مذمت:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بعض قسم کا بخل نفاق کا ایک حصہ رکھتا ہے اس لیے تم مال خرچ کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو افراد اپنے فطری بخل سے نجات حاصل کر لیں گے وہی فلاح و بہبود حاصل کریں گے۔

پاکیزہ ماحول:

اے لوگو! تم پاکیزہ ماحول میں رہو اور اپنی اصلاح کرو اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو۔ تم اپنی خواتین کو قبطی لباس نہ پہناؤ۔

عوام کی بہبود کا جذبہ:

میری یہ آرزو ہے کہ میں اس طرح آخرت میں نجات حاصل کروں کہ نہ تو مجھے کوئی فائدہ حاصل ہو اور نہ کوئی نقصان ہو میں توقع رکھتا ہوں کہ خواہ میری عمر تھوڑی ہو یا زیادہ میں حق و صداقت کے مطابق کام کروں اور کوئی مسلمان ایسا باقی نہ رہے جسے اللہ کے مال (غنیمت سے) اس کے حق کے مطابق نہ ملے۔ خواہ وہ گھر میں کیوں نہ ہو (اسے اس کا حق اور حصہ وہیں ملنا چاہیے) اور اسے اس کے حاصل کرنے کے لیے (میرے پاس آنا) نہ پڑے۔

رزق حلال کی ترغیب:

وہ مال جو اللہ نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کیا ہو درست اور اچھا ہونا چاہیے۔ وہ کم مقدار جو نرمی سے حاصل کی جائے اس کثیر مقدار سے بہتر ہے جو سختی سے حاصل کی جائے۔

شہادت کا مفہوم:

قتل بھی موت کی ایک قسم ہے جس میں نیک و بد دونوں مبتلا ہوتے ہیں۔ شہید وہی ہے جو ثواب کے لیے اپنی جان دے دے۔

جب تم میں سے کوئی کسی اونٹ کو خریدنے کا ارادہ کرے تو اسے دراز قد اور عظیم اونٹ انتخاب کرنا چاہیے۔ وہ اسے اپنے عصا سے مارے اگر اسے فولاد جیسے مضبوط دل کا پائے تو اسے خرید لے''۔

تیسرا خطبہ:

آپ نے فرمایا: ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے لیے اس کا شکر ادا کرنا ضروری قرار دیا کیونکہ اس نے تمہاری خواہش اور درخواست کے بغیر تمہیں دنیا و آخرت کی فضیلت عطا کی ہے۔

اللہ کے احسانات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں عدم سے محض اپنے لیے اور اپنی عبادت کرانے کے لیے تخلیق کیا۔ اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ تمہیں اپنی کمترین مخلوق کا تابع بناتا۔ مگر اس نے تمام مخلوق کو تمہارے تابع بنایا اور تمہیں اپنے علاوہ اور کسی کا تابع نہیں بنایا اس نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز کو تمہارے تابع بنایا اور تمہیں ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں مکمل طور پر عطا کیں۔ تمہارے لیے خشکی اور سمندر کے سفر کی سہولتیں مہیا کیں اور تمہیں پاکیزہ رزق اس لیے عطا کیا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ پھر اس نے تمہیں قوت سماعت و بصارت عطا کی۔

بے شمار نعمتیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بعض نعمتیں ایسی ہیں جو تمہارے اہل مذہب کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر یہ خاص و عام نعمتیں تمہارے

زمانے میں تمہاری مملکت میں ہر ایک کو حاصل ہیں اور یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر صرف ایک شخص کی نعمتیں تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں تو وہ اس کا صحیح طور پر شکر نہیں بجالائیں گے اور ان نعمتوں کا حق نہیں ادا کر سکیں گے بجز اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اللہ کی مدد اور اس کے شامل حال ہو''۔

دو مفتوح قومیں:

اب تم اس کی سرزمین میں اس کے جانشین ہو۔ تم اہل زمین پر غالب آ گئے ہو۔ اللہ نے تمہارے دین و مذہب کو فتح و نصرت عطا کی ہے۔ اب دو قسم کی قوموں کے علاوہ تمہارے دین و مذہب کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ ایک قوم کے افراد وہ ہیں جو اسلام کے مطیع ہیں وہ محنت اور خون پسینہ ایک کر کے تمہیں جزیہ ادا کرتے ہیں اور تمہیں اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

خائف دشمن:

دوسری قوم وہ ہے جو ہر شب و روز اللہ کے انقلاب و حوادث کی منتظر ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر (مسلمانوں کا) خوف و رعب طاری کر رکھا ہے۔ ان کے لیے کوئی ٹھکانہ اور پناہ کی جگہ نہیں ہے جہاں وہ بھاگ کر پناہ لے سکیں۔ اللہ بزرگ و برتر کی فوجوں نے انھیں خوف زدہ کر رکھا ہے اور وہ ان کے گھروں کے صحنوں میں اتر آئی ہیں۔

خوش حالی اور زوال:

یہ قوم بہت خوش حال ہے۔ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور یہ اپنی فوجیں ہمیں لگاتار بھیجتی رہتی ہے اور انھیں بہت بڑی عافیت حاصل ہے۔ مگر ان تمام چیزوں کے باوجود اسلام کے نمودار ہونے پر یہ قوم اچھی حالت پر نہیں ہے۔

عظیم فتوحات کا شکر:

ہر شہر میں ان عظیم فتوحات حاصل ہونے پر اللہ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے کیونکہ اگر شکر کرنے والے (ان نعمتوں کا) کتنا ہی شکر ادا کریں اور ذکر کرنے والے اللہ کا کتنا ہی ذکر کریں مگر وہ ان کا پورا پورا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ ان کے علاوہ مزید نعمتیں ایسی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے بلکہ اللہ کی مدد اور اس کی رحمت و کرم کے بغیر ان کا حق بھی ادا ہونا ممکن نہیں۔

عمل کی توفیق:

اس لیے ہم اللہ سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے ہمیں اس آزمائش میں مبتلا کیا ہے' یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت کے لیے عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں۔

نعمتوں کی تکمیل:

اے اللہ کے بندو! تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کی نعمتوں کی تکمیل کرو۔ تم خواہ اپنی محفلوں میں یا تن تنہا ہو اس کی نعمتوں کو یاد کیا کرو کیونکہ اللہ بزرگ و برتر نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ''تم اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکال کر لے آؤ اور تم انھیں اللہ کے (گزشتہ) کو یاد دلاؤ''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا:

''تم یاد کرو جب کہ تم (تعداد میں) تھوڑے تھے اور اس سرزمین میں کمزور تھے''۔

خدا شناسی کی نعمت:

جب تم کمزور ہونے اور دنیا کی خیر و منفعت سے محرومی کے باوجود حق وصداقت پر تھے اور خدا شناسی اور دینداری کے ساتھ حق پر تمہارا ایمان تھا اور موت کے بعد بھلائی کے امیدوار تھے تو یہ بہت کافی تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ تمہاری معاشی حالت بہت تنگ تھی اور تم اللہ سے بہت ناآشنا تھے۔ لہٰذا اگر تمہیں اس دینداری کے علاوہ اس دنیا کی مال و دولت کا کوئی حصہ نہ ملتا تو یہ بھی تمہارے لیے کافی تھا کہ آخرت میں تمہاری نجات ہوگی اور وہیں تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

دنیا اور آخرت کی نعمتیں:

مگر اب اللہ نے تمہیں دنیا و آخرت دونوں مقامات کی نعمتیں عطا کی ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ یہ (دونوں نعمتیں) برقرار رہیں تو تم اللہ کے حق کو پہچانو اور اس کے لیے نیک عمل کرو اور اپنے نفس کو اطاعت پر آمادہ کرو اور ان (دنیاوی) نعمتوں کی خوشی کے ساتھ ساتھ ان کے زائل ہو جانے کا خوف بھی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اگر نعمت کی ناشکری کی جائے گی تو وہ نعمت بہت جلد چھن جائے گی۔ مگر نعمت کا شکر ادا کرنے پر نعمت میں اضافہ ہوگا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مراثی:

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک خاتون نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ پر اشکباری کرتے ہوئے کہا ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کی وفات) پر مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ پھیل کر تمام انسانوں تک سرایت کر گیا'' دوسری خاتون نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو بنت ابی حشمہ نے ان پر اشکباری کی اور کہا:

''(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر افسوس ہے جنھوں نے ہر کجروی کو درست کیا اور ہر بگڑے ہوئے کام کو صحیح کیا۔ انھوں نے فتنوں کا خاتمہ کیا اور سنت نبوی کو زندہ کیا۔ وہ ہر عیب سے پاک وصاف ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مزید روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے ارشادات سنوں۔ آپ غسل کرنے کے بعد اس حالت میں نکلے کہ آپ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو جھاڑ رہے تھے اور وہ ایسی پوشاک پہنے ہوئے تھے کہ اس کی وجہ سے کوئی شک باقی نہیں رہا تھا کہ معاملہ (خلافت) آپ کے سپرد ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین:

''اللہ ابن الخطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ بنت ابی حشمہ نے یہ الفاظ بالکل صحیح کہے ہیں: ''وہ دنیا کی بھلائی اپنے ساتھ سمیٹ کر لے گئے ہیں اور اس کی برائی سے نجات حاصل کر لی ہے''۔ خدا کی قسم! اس نے خود یہ الفاظ نہیں

کہے ہیں بلکہ (خدا کی طرف سے) اس سے کہلوائے گئے ہیں"۔

عاتکہ رضی اللہ عنہا کا مرثیہ:

عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا بنت عمر بن الخطاب نے یہ (مرثیہ) کہا ہے:

1. فیروز (قاتل عمر) نے ہمیں ایسی گوری چٹی شخصیت کا صدمہ دیا ہے جو عبادت گزار اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتے تھے۔ خدا اس (قاتل) کو بھلائی سے محروم رکھے۔
2. آپ اپنے رشتہ داروں پر بہت مہربان تھے اور دشمنوں کے لیے سخت تھے اور آپ قابل اعتماد تھے اور حوادث زمانہ کے موقع پر (لوگوں) کے مددگار رہتے تھے۔

دوسرا مرثیہ:

انہی شاعرہ (عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا) نے یہ اشعار بھی کہے ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے)

1. اے آنکھ! تو اشکباری اور ماتم کر بلکہ نجیب الطرفین امام (خلیفہ) پر اشکباری کرنے میں کوتاہی نہ کر۔
2. موت نے مجھے اس علم بردار شہسوار کا صدمہ پہنچایا ہے جو میدانِ جنگ میں مشہور تھا۔
3. حوادث زمانہ کے مقابلے میں آپ لوگوں کی پناہ گاہ تھے اور مصیبت زدہ اور غم کے ماروں کے فریادرس تھے۔
4. تم غریب و امیر دونوں سے کہہ دو کہ تمہیں اب مر جانا چاہیے کیونکہ موت نے انھیں قومی تباہی کا پیالہ پلا دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماتم:

ایک دوسری خاتون نے اشکباری کرتے (یہ اشعار) کہے ہیں:

1. عنقریب قوم کی خواتین تم پر غم انگیز انداز سے اشکباری کریں گی۔
2. اور اپنے صاف ستھرے دینار (اشرفیوں) کی طرح چہروں کو نوچیں گی۔
3. اور ریشمی لباس (کو اتار کر) ماتمی لباس تن زیب کریں گی۔

باب ۱۴

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزید سیر و خصائل

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا جب آپ ضجنان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْعَلِیُّ الْمُعْطِی مَاشَاءَ مَنْ شَاءَ.

''اللہ کے سوا جو بزرگ و بلند ہے اور کوئی معبود نہیں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے''۔

انقلاب زمانہ:

(اس کے بعد آپ نے فرمایا) ''میں اس وادی میں (اپنے والد محترم) خطاب کے اونٹ اونی لباس پہنے ہوئے چرایا کرتا تھا۔ وہ (والد) بہت سخت مزاج تھے۔ جب میں کوئی کام کرتا تھا تو وہ مجھے بہت تھکا دیتے تھے اور جب میں (کام میں) کوتاہی کرتا تھا تو وہ مجھے بہت مارتے تھے۔ اب میری یہ حالت ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی حاکم نہیں ہے''۔ اس کے بعد آپ نے (مناسب حال) یہ اشعار پڑھے:

دنیا کی بے ثباتی:

1. جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ ہر چیز کی روح اور تازگی باقی نہیں رہے گی۔ صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ مال و اولاد سب فنا ہو جائیں گے۔
2. شاہ ہرمز (شاہ ایران) کو کسی دن اس کے خزانوں نے فائدہ نہیں پہنچایا۔ قوم عاد نے بہشت تیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ غیر فانی نہیں رہے۔
3. نہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) باقی رہے جن کے اختیار سے ہوائیں چلتی تھیں اور ان کے درمیان جن و انسان کی آمد و رفت تھی۔
4. وہ سلاطین کہاں ہیں جن کے عطیات کو ہر سمت سے قافلہ سوار اٹھا کر لایا کرتے تھے۔
5. موت کے حوض میں کسی دروغ گوئی کے بغیر ہر ایک کو اسی طرح داخل ہونا ہے جس طرح (گذشتہ زمانے کے لوگ) داخل ہوئے تھے''۔

بے کسوں کی مدد:

ابو الولید مکی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لنگڑا آدمی ایک اونٹنی کو پکڑے ہوئے آیا۔ وہ بھی لنگڑی ہو گئی تھی اس نے چند اشعار کہے جس میں آپ کی تعریف کی گئی تھی۔ آپ نے اس پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ پھر اس شخص نے اپنی اونٹنی کے لنگڑا ہو جانے کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹنی اس سے لے لی اور اس کے بدلے میں ایک سرخ اونٹ پر اسے سوار کرا دیا اور اس کے ساتھ اسے زاد راہ بھی فراہم کیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حج کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپ سواری پر جا رہے تھے کہ ایک سوار آپ کو ملا جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

تعریف کے اشعار:

''نبی کریم (ﷺ) صاحب کتاب کے بعد اے ابن الخطاب! تمہاری طرح کسی نے ہم پر حکومت نہیں کی۔ آپ دوستوں اور غیروں دونوں کے ساتھ سب سے زیادہ نیک سلوک کرتے ہیں''۔

آپ نے اسے چھڑی مار کر ٹوکا اور فرمایا: ''ابوبکر کہاں ہیں؟'' (تم نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا)

عہدے سے استفادہ کی ممانعت:

عبدالملک بن نوفل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ ابن ابی شعبان رضی اللہ عنہ کو قبیلہ کنانہ پر حاکم مقرر کیا۔ وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے ساتھ مال بھی تھا۔ آپ نے پوچھا ''اے عتبہ! یہ کیا ہے'' وہ بولے ''میں اپنے ساتھ مال لے کر گیا تھا اور (وہاں) میں نے اس کے ذریعے تجارت کی تھی'' آپ نے فرمایا:

''تم اس حالت میں مال لے کر کیوں نکلے تھے؟'' یہ کہہ کر انہوں نے ان کے ذاتی مال کو بھی بیت المال میں شامل کر دیا۔

ابوسفیان کی نصیحت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کہا ''اگر تم چاہو تو میں وہ مال لوٹا دوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ سے لیا تھا؟'' ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر آپ اپنے پیش رو کی مخالفت کریں گے تو مسلمان آپ سے بدگمان ہو جائیں گے۔ آپ مجھے وہ مال نہ لوٹائیں جو آپ سے پہلے لیا گیا تھا۔ ورنہ آپ کے بعد یہ لوگ بھی لوٹا لیں گے''۔

زوجہ ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (زوجہ ابوسفیان) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے بیت المال میں سے چار ہزار کی رقم قرض کے طور پر طلب کی اس شرط پر کہ وہ اس کے ذریعہ تجارت کر کے وہ رقم واپس کر دیں گی۔ آپ نے اسی قدر رقم قرض کے طور پر دے دی۔ وہ رقم لے کر قبیلہ کلب کے علاقہ میں چلی گئیں اور وہیں خرید و فروخت کا کاروبار کرنے لگیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس:

اس اثنا میں انھیں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عمر دونوں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہوئے ہیں (یہ سن کر) وہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے رکھی تھی (جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو) انہوں نے پوچھا:

بیٹے کو نصیحت:

''اماں جان! آپ کیسے تشریف لائی ہیں؟'' وہ بولیں ''اے میرے بیٹے! میں تمہیں دیکھنے کے لیے آئی ہوں (دوسری بات یہ ہے) (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں۔ چونکہ تمہارے والد تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ تم ہر چیز میں سے کچھ نہ کچھ نکال کر انھیں دو گے اور وہ اس کے مستحق بھی ہیں۔ مگر لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم انھیں کس مد میں سے عطا کر رہے ہو اس لیے نہ صرف عام مسلمان اس پر اعتراض کریں گے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تمہیں ملامت کریں گے اور وہ کبھی

معاف نہیں کریں گے''۔

نصیحت پر عمل:

(اس مشورہ کے مطابق) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور بھائی کو سو دینار دیے۔ انھیں پوشاک بھی پہنائی اور ان دونوں کو سوار کر دیا (ان کے بھائی) نے اسے بڑی بات سمجھا مگر ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا ''تم اسے اہمیت نہ دو یہ وہ بخشش ہے جس کے مشورہ میں ہند شریک تھی'' اس کے بعد سب واپس چلے گئے۔

تجارت میں خسارہ:

ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ہند رضی اللہ عنہا سے کہا ''کیا تمہیں (تجارت میں) فائدہ ہوا؟'' وہ بولیں: ''خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں مدینہ جا کر تجارت کروں گی'' جب وہ مدینہ پہنچیں تو انھوں نے مال بیچا تو اس میں انھیں خسارہ ہوا (انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس کا اظہار کیا تو)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرفت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میرا مال ہوتا تو میں اسے تمہارے حق میں چھوڑ دیتا۔ مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ بلکہ اس مشورہ میں ابو سفیان بھی شریک تھے''۔

لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو بلا کر انھیں اس وقت تک قید میں رکھا جب تک کہ ہند نے پوری رقم ادا نہ کر دی۔

آپ نے ابو سفیانؓ سے یہ بھی دریافت کیا: ''(حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں کس قدر عطیہ دیا'' وہ بولے: ''ایک سو دینار''۔

عطیات کی تقسیم:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ وہ لوگوں کو عطیات تقسیم کر رہے تھے۔ ان کے والد جنگ حنیف میں شہید ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا ''اے امیر المومنین! میرے لیے بھی وظیفہ مقرر کیجیے'' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ جب کام سے فارغ ہوئے تو وہ متوجہ ہو کر کہنے لگے: ''تم کون ہو؟'' وہ بولے ''عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ'' آپ نے فرمایا ''اے یرفاء انھیں چھ سو دو'' انھوں نے پانچ سو دیے تو انھوں نے قبول نہیں کیے۔

مستحق کی حوصلہ افزائی:

وہ کہنے لگے: ''امیر المومنین نے مجھ چھ سو کی رقم دینے کا حکم دیا ہے'' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں اس سے مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے یرفا! انھیں چھ سو دو اور ایک عمدہ پوشاک بھی دو'' لہٰذا انہوں نے وہ پوشاک پہن لی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی تھی اور جو پوشاک وہ پہنے ہوئے تھے وہ پھینک دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کفایت شعاری کی تلقین:

''اے فرزند! تم اپنے یہ کپڑے بھی لے جاؤ۔ یہ تم اپنے گھر کے کام کاج کے موقع پر پہنو اور یہ (ہماری) پوشاک تمہارے زیب و زینت کے کام آئے گی''۔

سخن فہمی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ ایک رات جب ہم چل رہے تھے تو میں ان کے قریب آیا تو انہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوڑا مار کر یہ اشعار پڑھے۔

1. ''تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ کے گھر (خانہ کعبہ) کی قسم! (حضرت) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم ان کی (حفاظت) کے لیے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں۔
2. ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ ہم ان کے قریب (جنگ کرتے ہوئے) مارے نہ جائیں اور اپنے فرزند اور اہل وعیال کو نہ بھول جائیں''۔

شاعرانہ ذوق:

پھر آپ نے فرمایا: ''استغفر اللہ'' پھر آپ چلتے رہے اور کچھ نہیں بولے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا: ''کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نیکی کرنے والا اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں اٹھایا''۔

نبوت اور خلافت کا اجتماع:

پھر آپ نے فرمایا: ''استغفر اللہ! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! (حضرت) علی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہیں ہوئے'' میں نے کہا ''مجھے معلوم نہیں ہے'' پھر آپ نے فرمایا ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تمہارے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور تم ان کے چچازاد بھائی ہو۔ پھر تمہاری قوم کو (تمہارا انتخاب خلافت کرنے سے) کس چیز نے روکا ہے؟'' میں نے کہا ''مجھے نہیں معلوم'' میں نے کہا ''مجھے نہیں معلوم'' انھوں نے کہا ''مگر مجھے معلوم ہے وہ ناپسند کرتے تھے'' میں نے کہا ''کیوں۔ ہم تو ان کے لیے بہترین انسان تھے'' آپ نے فرمایا ''وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ:

شاید تم یہ کہو کہ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات سے رجوع کیا۔ ہرگز نہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا اگر وہ اسے (خلافت کو) تمہارے لیے مقرر کرتے تو قریب ہونے کے باوجود اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔

زہیر کے اشعار:

تم مجھے بہترین شاعر زہیر کا یہ شعر پڑھ کر سناؤ:

1. ''جب قبیلہ قیس بن عیلان بزرگی اور شرافت کا مقابلہ کرائے اور یہ معلوم کرنا چاہے کہ کون سب سے آگے بڑھے گا تو وہ (ممدوح) سب کا سردار بن جائے گا''۔

سورۂ واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے یہ شعر پڑھ کر سنایا۔ اتنے میں صبح ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا: سورۂ واقعہ پڑھ کر سناؤ۔ لہٰذا میں نے سورۂ واقعہ تلاوت کی، پھر آپ (سواری سے) اترے اور نماز (فجر) میں بھی سورۂ واقعہ پڑھی۔

بہترین شاعر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شعر و شاعری پر گفتگو کر رہے تھے۔ کسی نے کہا: ''فلاں شخص سب سے بڑا شاعر ہے'' دوسرے نے کہا: ''فلاں سب سے بڑا شاعر ہے'' جب میں آ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہارے پاس اس فن کا سب سے بڑا عالم آ گیا ہے۔ کون سب سے بڑا شاعر ہے؟'' میں نے کہا ''زہیر بن ابی سلمی'' آپ نے فرمایا ''تم اس کے کچھ اشعار پڑھ کر سناؤ جس سے تمہارا یہ دعویٰ ثابت ہو سکے'' میں نے عرض کیا۔

زہیر کے دیگر اشعار:

زہیر نے قبیلہ عبداللہ بن غطفان کے کچھ افراد کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے)

1. اگر کوئی جماعت اپنی اولیت یا بزرگی کی وجہ سے کرم و شرافت کے آفتاب پر بیٹھ سکتی ہے تو وہ اس پر بیٹھ جائیں گے۔
2. یہ وہ جماعت ہے جن کے والد کا نام سنان ہے اور جب ان کے خاندان کا ذکر ہوگا تو ان کے آباؤ اجداد بھی پاکیزہ ہوں گے اور اور ان کی جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ بھی پاکیزہ نسب ہے۔
3. امن و امان کی حالت میں وہ انسان ہیں اور جب جنگ کے لیے بلائے جائیں تو وہ جنات ہوتے ہیں اور جب وہ اکٹھا ہوتے ہیں تو بہادر اور ہمت والے سردار ثابت ہوتے ہیں۔
4. انھیں قابل رشک و حسد نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ مگر اللہ ان سے قابل رشک و حسد نعمتوں کو چھینتا نہیں ہے۔

اشعار کا صحیح مصداق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس نے بہت خوب اشعار کہے ہیں' میرے علم میں قبیلہ بنی ہاشم سے بڑھ کر ان اشعار کا کوئی مصداق نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے' قرابت داری کی وجہ سے انھیں فضیلت حاصل ہے''۔

میں نے کہا: ''آپ نے صحیح بات کہی ہے اور توفیق خداوندی ہمیشہ آپ کے شامل حال رہی ہے''۔

خلافت کا معاملہ:

آپ نے فرمایا: ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہاری قوم کو تم سے کس چیز نے روکا ہے؟'' میں نے اس کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اس لیے میں نے کہا ''اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیر المومنین مجھے اس سے باخبر کر دیں گے''۔

قریش کی رائے:

آپ نے فرمایا: ''وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بد سلوکی کرو۔ اس لیے قریش نے اسے (خلافت کو) اپنے لیے پسند کیا کہ ان کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے:

میں نے کہا ''اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں'' آپ

نے فرمایا ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! تمہیں بولنے کی اجازت ہے'' میں نے کہا'' آپ نے فرمایا ہے قریش نے اپنے لیے اسے انتخاب کیا اور اس معاملہ میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) اگر قریش اپنے لیے یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے انھیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ نا قابل رد اور نا قابل حسد ہوتا۔

ناپسندیدہ جماعت:

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں''۔ تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے اس (وحی کو) جو اللہ نے نازل فرمائی تھی' پسند نہیں کیا اس لیے اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیے''۔

مخالفانہ خبریں:

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ہائے افسوس! خدا کی قسم! اے ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمہاری قدر و منزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سوال:

میں نے کہا'' اے امیر المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اسے دور کر سکتا ہے''۔

حسد اور ظلم کا الزام:

آپ نے فرمایا'' مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو۔ انھوں نے اسے (خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے''۔

الزام کا جواب:

میں نے کہا: '' آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل اور عقل مند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدم پر بھی کیا تھا۔ انہیں کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے''۔

آزادی رائے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اے بنو ہاشم! تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائے گا'' میں نے کہا'' اے امیر المومنین ٹھہریے۔ آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام نہ لگایئے جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو حسد اور فریب و مکر کی آلائش سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے''۔

نیکوں کی پاسداری:

آپ نے فرمایا'' اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! تم میرے پاس سے چلے جاؤ'' میں نے کہا'' بہت بہتر'' جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تم بیٹھے رہو۔ مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے''۔

میں نے کہا:

''اے امیر المومنین! میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تلفی کی تو وہ بدنصیب ہے''۔

اس کے بعد آپ اٹھ کر چلے گئے۔

قصور کی معافی:

سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ آپ کے پاس آپ کا درہ تھا۔ جب آپ نے اسے حرکت دی تو وہ میرے کپڑے کے کنارے پر لگا۔ آپ نے فرمایا: ''راستہ چھوڑ دو''۔

چھ سو درہم:

جب دوسرا سال آیا تو آپ مجھ سے ملے اور پوچھا ''اے سلمہ! کیا تم حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' میں نے کہا ''ہاں!'' اسی وقت میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیے اور فرمایا ''تم اس سے حج میں کام لو اور یہ اس حرکت کا معاوضہ ہے جب کوڑا اہلا کر میں نے تمہیں تکلیف دی تھی''۔

میں نے کہا ''اے امیر المومنین وہ بات تو مجھے یاد بھی نہیں رہی تھی'' آپ نے فرمایا ''مگر میں اسے نہیں بھولا تھا''۔

حاکم کے فرائض:

سلمہ بن کہیل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے میری رعایا! ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم غائبانہ طور پر تمہاری خیر خواہی کریں اور نیک کام میں تعاون کریں۔ حاکم کی بردباری اور نرمی سے بڑھ کر کوئی خصلت اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے۔ عام لوگوں کو بھی اس کا سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے''۔

حاکم کی ذمہ داریاں:

''اے میری رعایا! حاکم وقت کی جہالت' اس کی بیوقوفی اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اور اس کے نقصانات بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

اے میری رعایا! جسے اپنے ماحول میں عافیت حاصل ہوتی ہے اسے اللہ بھی عالم بالا سے عافیت عطا کرتا ہے''۔

معترض اور ناصح:

عمران بن سواد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''میں نے صبح کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے سورۃ سبحان اور ایک دوسری سورۃ پڑھی۔ جب آپ لوٹنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا''۔ آپ نے فرمایا ''کیا کوئی ضرورت ہے؟'' میں نے کہا ''ہاں ایک ضرورت ہے'' آپ نے فرمایا ''ساتھ چلے آؤ'' چنانچہ میں آپ کے ساتھ گیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کچھ (بچھا ہوا) نہیں تھا۔

ناصح کا خیر مقدم:

میں نے کہا ''میں نصیحت کرنے اور خیر خواہی کرنے کے لیے آیا ہوں'' آپ نے فرمایا ''ناصح کا صبح و شام خیر مقدم کیا جاتا ہے'' میں نے کہا ''مسلمان قوم کو آپ کی چار باتوں پر اعتراض ہے'' یہ سن کر آپ نے اپنے درہ کا سرا اپنی ٹھوڑی پر رکھ لیا اور اس کا نچلا حصہ اپنی ران پر رکھا۔ پھر فرمایا ''ہاں! بیان کرو''۔

چار اعتراض:

میں نے کہا ''لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنے کی ممانعت کر دی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا۔ ایسا کرنا حلال ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ حلال ہے بشرطیکہ وہ حج کے مہینوں میں یہ سمجھ کر عمرہ نہ ادا کریں کہ حج کے بجائے وہ کافی ہے۔ حالانکہ حج اللہ کا اہم فریضہ ہے۔ اس معاملے میں درست طریقہ اختیار کیا گیا ہے''۔

متعہ کی حرمت:

میں نے کہا ''لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کو حرام قرار دے دیا ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ ہم قبضہ کر کے متعہ کیا کرتے تھے اور تین دن کے بعد (اس عورت کو) چھوڑ دیتے تھے''۔

متعہ کی منسوخی:

آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ضرورت کے زمانے میں حلال قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں کی یہ ضرورت رفع ہو گئی کیونکہ اس کے بعد میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس (متعہ) پر عمل کیا ہو اور نہ دوبارہ انھوں نے اس فعل کا اعادہ کیا۔ اب اگر کوئی ضرورت مند ہے تو وہ باقاعدہ نکاح کرے اور اگر تین دن کے بعد چھوڑنا چاہے تو طلاق دے کر چھوڑے۔ اس معاملے میں بھی میری رائے درست ہے''۔

ام ولد کی آزادی:

(تیسری بات) میں نے یہ کہی ''آپ لونڈی کو آزاد قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے کوئی بچہ پیدا ہو۔ آپ اسے اس کے آقا کی مرضی کے بغیر آزاد قرار دیتے ہیں'' آپ نے فرمایا:

''میں نے دو قسم کی حرمت و عزت کو ملا دیا ہے۔ میرا مقصد خیر خواہی ہے۔ بہر حال میں اللہ سے معافی کا خواست گار ہوں''۔

تشدد کی شکایت:

(چوتھا اعتراض) میں نے یہ کہا: ''رعایا آپ کی سختی اور تشدد کی شکایت کرتی ہے'' اس بات پر آپ نے درہ کو اٹھایا اور اس پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

''میں (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمیل (ہم رکاب) ہوں (آپ غزوۃ قرقرۃ الکدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے بیٹھے تھے)''۔

اصلاح کے مختلف ذرائع:

''خدا کی قسم! میں پیٹ بھر کر کھاتا ہوں اور سیراب ہو کر پیتا ہوں۔ میں لوگوں کو دھمکاتا بھی ہوں اپنی عزت کی مدافعت بھی کرتا ہوں۔ کبھی لوگوں کو ہاتھ سے ہٹاتا ہوں۔ کبھی مارتا ہوں اور کبھی عصا بھی نکالتا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں معذور سمجھا جاتا''۔

جب (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا:

''خدا کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا سے بخوبی واقف تھے''۔

خدا کی خوشنودی:

محمد روایت کرتے ہیں: ''مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ایک دفعہ) یہ فرمایا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو خدا کی خوشنودی کی خاطر کچھ نہیں دیتے تھے۔ میں اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کی خاطر اپنے اہل وعیال اور قریبی رشتہ داروں کو عطیات دیتا ہوں۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظیر ملنی مشکل ہے''۔

اونٹوں کو تیل ملنا:

ابوسلیمان فرماتے ہیں: ''جب میں مدینہ آیا تو میں ایک گھر میں داخل ہوا وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سیاہ تہمد باندھے ہوئے صدقہ اور خیرات کے اونٹوں کو روغن قطران مل رہے تھے''۔

دولت کی منصفانہ تقسیم:

ابووائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر مجھے ان باتوں کا پہلے پتہ چل جاتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوتیں تو میں دولتمندوں کے زائد مال و دولت کو حاصل کر کے انھیں غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیتا''۔

حکام کے بارے میں تحقیقات:

اسود بن زید کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی وفد پہنچتا تو آپ ان سے ان کے حاکم کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے۔ جب وہ اس کی تعریف کرتے تو آپ یہ پوچھتے تھے: ''کیا وہ تمہارے بیماروں کی عیادت کرتا ہے؟'' وہ کہتے ''ہاں'' پھر آپ پوچھتے تھے ''کیا وہ غلام کی عیادت بھی کرتا ہے؟'' جب وہ اس کا جواب بھی اثبات میں دیتے تو آپ یہ پوچھتے تھے ''کمزور کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہے۔ کیا وہ اس کے دروازہ پر بھی بیٹھتا ہے؟'' اگر وہ کوئی برخلاف بات کہتے تھے تو آپ اس حاکم کو معزول کر دیا کرتے تھے۔

ملت اسلامیہ کی حفاظت:

عمرو کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

❶ ''میں اسلام کی چار چیزوں کو تباہ نہیں ہونے دوں گا اور انہیں کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں اللہ کے مال کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے میں پوری طاقت استعمال کروں گا۔ ہم اسے اسی مقام پر خرچ کریں گے جہاں خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا

ہے۔ہم نے عمر کے خاندان کو بالکل الگ کر دیا ہے۔ ہمارے قبضہ میں کچھ مال و دولت نہیں ہوگی''۔

مہاجرین وانصار:

❷ وہ مہاجرین جو تلواروں کے سایوں میں (جنگ کر رہے) ہیں' قید نہیں کیے جائیں گے اور انھیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ ان کو اور ان کے اہل وعیال کو مال غنیمت فیاضی کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا اور جب تک وہ واپس آئیں' میں ان کے اہل وعیال کی نگرانی کرتا رہوں گا۔

❸ وہ انصار جنھوں نے اللہ کی راہ میں قربانی دی ہے اور دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ان کے نیک کاموں کو سراہا جائے گا اور ان کی لغزشوں کو معاف کیا جائے گا نیز اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا جائے گا۔

اعراب:

❹ اعراب (خانہ بدوش بدو) عرب کی اصل آبادی اور اسلام کا سرمایہ ہیں۔ان سے جنس کی صورت میں صدقہ اور زکوۃ لی جائے گی۔درہم اور دینار کی شکل میں صدقہ وصول نہیں کیا جائے گا اور انھی کا صدقہ ان کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے گا''۔

باب ۱۵

مجلسِ شوریٰ

متوقع جانشین:

عمرو بن میمون ازدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو آپ سے کہا گیا: ''اے امیر المومنین! آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ آپ نے فرمایا:

''میں کس کو خلیفہ مقرر کروں اگر (حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انھیں خلیفہ مقرر کرتا۔ اگر میرا پروردگار (قیامت کے دن) مجھ سے باز پرس کرتا تو میں جواب دیتا۔ میں نے تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس امت کے امین ہیں۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ:

اگر ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انھیں بھی خلیفہ مقرر کر سکتا تھا۔ اگر میرا رب ان کے بارے میں سوال کرتا تو میں یہ عرض کرتا: میں نے تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: سالم اللہ سے بہت محبت کرتے ہیں''۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت:

ایک شخص نے کہا: ''میں آپ کے سامنے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کرتا ہوں''۔

آپ نے فرمایا:

''خدا تمہیں غارت کرے۔ خدا کی قسم! اللہ کے سامنے کبھی میں نے اس قسم کی آرزو نہیں کی۔ تم پر افسوس ہے کہ میں کیسے ایسے شخص کو خلیفہ بنا سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو (صحیح اور شرعی) طریقہ سے طلاق دینے سے عاجز رہا ہو۔ ہمارے خاندان کا تمہارے (سیاسی) کاموں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں نے خود اپنے لیے یہ منصب پسند نہیں کیا جو میں اپنے خاندان کے کسی فرد کے لیے اس کی تمنا کروں۔

خاندان کی بے تعلقی:

اگر یہ خلافت اچھی ہے تو میں نے اس (کی خیر و برکت) کو حاصل کر لیا ہے اور اگر یہ بری ہے تو عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے ایک فرد سے اس (کی برائی) کا محاسبہ ہو اور صرف اسی سے امت محمدی کے کاموں میں جواب طلب کیا جائے۔

فرض شناسی:

تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ میں نے (امورِ خلافت سرانجام دینے میں) مقدور بھر کوشش کی اور اپنے گھر والوں کو (دنیا کی نعمتوں سے) محروم رکھا۔

نجات کی تمنا:

اگر میں مساوی حالت میں بھی چھوٹ جاؤں کہ نہ تو مجھ پر بار (گناہ) ہو اور نہ ثواب تو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔

طریقہ خلافت میں بھی آزادی:

تم یہ بات ذہن نشین کرلو کہ اگر کسی کو خلیفہ نامزد کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے بھی خلیفہ نامزد کیا تھا اور اگر میں کسی کو بھی نامزد نہ کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔

خلافت سے متعلق خواب:

(ہر حالت میں) اللہ اپنے دین (اسلام) کو تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا''۔

یہ باتیں سن کر لوگ چلے گئے۔ پھر واپس آکر کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! آپ کوئی معاہدہ لکھ دیں''۔

آپ نے فرمایا:

''میں نے اس گفتگو کے بعد عزم مصمم کر لیا تھا کہ غور و فکر کے بعد تمہارا حاکم ایسے قابل ترین فرد کو مقرر کروں جو تمہیں حق و صداقت کی طرف لے جائے۔ (آپ کا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا) مگر اس اثناء میں مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میں نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک شخص اس باغ میں داخل ہوا جو اس نے لگایا تھا۔ وہ ہر تر و تازہ اور پختہ پھل توڑنے لگا اور اسے اپنے نیچے جمع کرنے لگا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے کاموں پر غالب رہے گا اور عمر رضی اللہ عنہ کو موت عطا کرے گا۔ لہٰذا میں نہیں چاہتا ہوں کہ میں مرنے کے بعد بھی اس بار (خلافت) کا متحمل رہوں''۔

مجلس شوریٰ کا تقرر:

تمہارے سامنے وہ جماعت ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ ضرور بہشت میں داخل ہوں گے۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ بھی انہی (عشرہ مبشرہ) میں سے ہیں مگر میں انھیں اس جماعت میں شامل نہیں کروں گا۔ وہ لوگ یہ ہیں: علی اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں عبدالمناف کی اولاد میں سے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں اور ان کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (انہی جماعت میں) طلحۃ الخیر ابن عبیداللہ ہیں۔

نئے خلیفہ کے بارے میں ہدایات:

یہ لوگ اپنے میں سے کسی شخص کا انتخاب کرلیں اور جب کسی کو خلیفہ مقرر کرلیں تو اس کی اچھی طرح حمایت کریں اور اس کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اگر وہ تمہارے سپرد کوئی کام امانت کے طور پر کرے تو تمہیں اس امانت کو پوری طرح ادا کرنا چاہیے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ سے کہا ''تم ان کے ساتھ شامل نہ ہونا'' انھوں نے کہا ''میں مخالفت کو ناپسند کرتا ہوں'' اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''پھر تم وہ بات مشاہدہ کرو گے جسے تم پسند نہیں

کرتے ہو''۔

مجلس شوریٰ سے خطاب:

اگلے دن صبح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات علی' عثمان' سعد بن ابی وقاص' عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور فرمایا:

''میں نے غور کرنے کے بعد تمہیں مسلمانوں کا سردار اور رہنما پایا۔ لہٰذا یہ معاملہ (خلافت) تمہارے اندر رہے گا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو وہ تم لوگوں سے مطمئن اور خوش تھے۔ اگر تم راہ راست پر رہے تو مجھے عوام کے بارے میں تمہارے برخلاف کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ تم آپس میں اختلاف کرو گے اور اس کی وجہ سے عوام میں بھی اختلاف پیدا ہوگا''۔

صلاح ومشورہ کی ہدایت:

ہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے کر ان کے حجرہ کے قریب جا کر باہم صلاح ومشورہ کرو۔ اور اپنی جماعت میں سے کسی کا انتخاب کرو۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے اندر نہ جانا بلکہ اس کے قریب رہنا۔ اس کے بعد آپ نے (تکیہ) پر سر رکھا تو خون جاری تھا۔

شوروغل:

بہر حال یہ سب لوگ اندر چلے گئے اور مشورہ کرنے لگے۔ پھر ان کی آواز بلند ہونے لگی۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ''سبحان اللہ! امیر المومنین ابھی فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (مگر شوروغل ہونے لگا ہے)

جب آپ نے یہ آواز سنی تو ہوش میں آ کر آپ نے یوں فرمایا:

بعد وفات کے مشورہ کی ہدایت:

''فی الحال تم (مشورہ سے) کنارہ کشی کرو۔ جب میں مرجاؤں گا تو تین دن تک صلاح مشورہ کرو۔ اس عرصہ میں صہیب نماز پڑھائیں گے۔ مگر چوتھے دن سے پہلے تم میں سے کوئی نہ کوئی امیر (خلیفہ) مقرر ہونا چاہیے۔ اس مجلس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف مشیر کی حیثیت سے شریک ہوں گے اور ان کا اس (انتخاب) کے معاملے میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ تمہارے معاملے میں شریک ہوں گے اگر میں تین دن کے اندر آجائیں تو انہیں اپنے معاملے میں شریک کر لینا اور اگر تین دن گزر جائیں اور وہ نہ آئیں تو تم خود ہی اس معاملے کے بارے میں فیصلہ کر لینا۔ تاہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھے کون (اطمینان دلائے گا)؟''۔

طلحہ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ان کا ذمہ لیتا ہوں۔ ان شاء اللہ وہ مخالفت نہیں کریں گے''۔

متوقع امیدوار:

آپ نے فرمایا ''مجھے بھی یہ توقع ہے کہ وہ مخالف نہیں ہوں گے۔ میرا گمان غالب ہے کہ ان دونوں اشخاص یعنی علی اور

عثمان رضی اللہ عنہما میں سے کوئی خلیفہ ہوگا۔ اگر عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ نرم مزاج انسان ہیں اور اگر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان میں ظرافت ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کو حق وصداقت کی راہ پر قائم رکھیں۔

اگر تم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ تو وہ بھی اس کے اہل ہیں ورنہ جو خلیفہ وقت ہوگا وہ ان کا تعاون حاصل کرے گا۔ کیونکہ میں نے انھیں کسی خیانت یا نااہلی کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوف کی عقلمندی کا کیا کہنا! انھیں تائید ایزدی حاصل ہے۔ تم ان کی بات غور سے سنو''۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو خطاب:

آپ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے ابوطلحہ! خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ذریعے طویل مدت تک اسلام کو غالب رکھا تم انصار میں سے پچاس افراد کا انتخاب کرو اور اس (مجلس شوریٰ) کو آمادہ کرو کہ وہ اپنی جماعت میں سے کسی ایک شخص کا (خلیفہ کے لیے) انتخاب کریں''۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جب تم مجھے قبر میں دفن کر چکو تو اس جماعت (مجلس شوریٰ) کو کسی گھر میں اکٹھا کرو تا کہ وہ اپنی جماعت میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر سکیں''۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم تین دن تک مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ اور (حضرات) علیؓ عثمانؓ زبیرؓ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نیز طلحہ رضی اللہ عنہ کو اگر وہ آ جائیں تو کسی ایک مقام پر جمع کرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی شریک کرو مگر انہیں اس معاملہ (انتخاب) کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ تم ان کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ متفق ہو کر ایک شخص کا انتخاب کر لیں اور ایک شخص مخالف ہو تو اس کا سر تلوار سے پاش پاش کر دو اور اگر چار متفق ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کی گردنیں اڑا دو۔

انتخاب کا طریقہ:

اگر تین افراد ایک شخص (کے انتخاب) پر متفق ہوں اور تین افراد دوسرے شخص پر متفق ہوں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ثالث بناؤ اور فریقین میں سے جس کے بارے میں وہ فیصلہ کریں اس کا انتخاب کر لیا جائے۔ اگر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو تم ان لوگوں کی حمایت کرو جن کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اور باقی لوگوں کو قتل کر دو اگر وہ لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے انحراف کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

اس کے بعد یہ لوگ باہر آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بنو ہاشم کے ساتھیوں سے کہا:

''اگر میں تمہارے مشورہ پر عمل کروں تو تم کبھی خلیفہ نہیں بن سکو گے''۔

اتنے میں ان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

خلافت کے بارے میں شبہات:

وہ خلافت ہمارے پاس سے چلی گئی۔ وہ بولے "تمہیں کیسے معلوم ہوا"۔ وہ کہنے لگے: "(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ شامل کیا گیا ہے اور انھوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا ہے:

"تم اکثریت کا ساتھ دینا' نیز اگر دو افراد کسی ایک کی حمایت کریں اور دوسرے دو افراد کسی اور کی حمایت کریں تو تم ان کے ساتھ رہو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف شامل ہوں' لہٰذا (حضرت) سعد اپنے چچازاد بھائی کی مخالفت نہیں کریں گے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ (حضرت) عبدالرحمن بن عوف (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کریں گے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ اگر باقی دو (طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما) بھی میرے ساتھ رہے تو ان سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ مجھے صرف ایک ہی سے (حمایت کرنے کی) توقع ہے"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب میں نے تم سے کوئی بات کہی (تم نے اسے قبول نہیں کیا) تم آخر میں وہی بات لے کر آتے ہو جو مجھے ناپسند ہوتی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ:

"یہ معاملہ (خلافت) کس کے سپرد ہوگا؟ مگر تم نے یہ بات نہیں مانی"۔

مشورہ نہ ماننے کی شکایت:

پھر آپ کی وفات کے بعد میں نے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم جلد یہ معاملہ طے کر لو مگر اس وقت بھی تم نے انکار کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارا نام مجلس شوریٰ میں شامل کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تم سے کہا تھا کہ تم اس میں شامل نہ ہونا مگر اس سے بھی تم نے انکار کیا۔

احتیاط کا مشورہ:

اب میری ایک بات ذہن نشین کر لو۔ یہ جماعت جو بات پیش کرے تو تم اپنی خلافت کے علاوہ اور کسی بات کو تسلیم نہ کرو۔ تم اس جماعت سے محتاط رہو کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ ہمیں اس (خلافت) کے معاملے میں دور رکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرا اس پر قابض ہو جائے۔ خدا کی قسم! اس وقت ایسی برائی مسلط ہوگی جس کے مقابلے میں کوئی بھلائی کارآمد ثابت نہیں ہوگی۔

آئندہ کا طریقہ کار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ رہ گئے تو میں انھیں ان کی باتیں یاد دلاتا رہوں گا اور اگر وہ وفات پا گئے تو لوگ اس معاملے کو پھر اپنے درمیان گردش میں لائیں گے اور اگر (اس وقت بھی) انھوں نے (کوئی ایسا) کام کیا تو وہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف پائیں گے"۔

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ آپ نے ان کی موجودگی کو پسند نہیں کیا۔ تاہم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے ابوالحسن! آپ خوفزدہ نہ ہوں"۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی امامت:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور ان کا جنازہ باہر لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے کوشش کی کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم دونوں خلیفہ بننا چاہتے ہو تمہارا اس کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن تک نماز پڑھانے کے لیے (حضرت) صہیب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے تا آنکہ لوگ کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنے پر متفق ہو جائیں''۔ لہٰذا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مجلس شوریٰ کا انعقاد:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہو گئے تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ کو (حضرت) مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انھیں بیت المال میں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت کے بعد ان کے حجرہ میں جمع کیا۔

یہ لوگ تعداد میں پانچ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے انھوں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی دربانی کریں۔

اتنے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی آ کر دروازہ کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنکریاں مار کر انھیں اٹھوا دیا اور فرمایا:

''تم چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو۔ ہم مجلس شوریٰ میں شریک تھے''۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی تنبیہ:

اس کے بعد لوگ اس معاملے میں بہت اختلاف کرنے لگے اور ان کی باتیں بڑھنے لگیں اس موقع پر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا ''مجھے یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ تم معاملہ (خلافت) کا فیصلہ کرنے کے بجائے باہمی رشک و رقابت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس ذات کی قسم! جس نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی جان لی ہے میں ان تین دنوں پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ پھر اپنے گھر میں بیٹھ کر یہ دیکھوں گا کہ تم کیا کرتے ہو''۔

دست برداری کی تجویز:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو خود بخود دستبردار ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ وہ تم میں سے بہترین شخصیت کو خلیفہ بنوائے''۔ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ اس پر انھوں نے فرمایا:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی دست برداری:

''میں خود دست بردار ہوتا ہوں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں سب سے پہلے آپ کی اس کوشش میں آپ کی تائید کرتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ''جو اس سرزمین کا امین ہے وہ آسمان کا بھی امین ہے'' باقی سب لوگوں نے کہا ''ہم سب (آپ کو مختار بنانے پر) رضامند ہیں'' مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے ابوالحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آپ مجھ سے پختہ عہد کریں کہ آپ حق و صداقت کو ترجیح دیں گے اور نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کریں گے اور کسی رشتہ دار کے ساتھ رعایت نہیں کریں گے اور قوم کے ساتھ (خیر خواہی کرنے میں) کوتاہی نہیں کریں گے''۔

پختہ معاہدہ:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم سب بھی پختہ وعدہ کرو کہ تم سب مخالف اور تبدیل ہونے والے کے مقابلے میں میرا ساتھ دو گے اور تمہارے لیے جس شخص کا (خلیفہ کی حیثیت سے) میں انتخاب کروں' تم اس کو تسلیم کرو گے''۔

عہد مستحکم:

''میں بھی اللہ سے عہد مستحکم کرتا ہوں کہ میں کسی رشتہ دار سے اس کی رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کروں گا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے میں کوتاہی کروں گا''۔

چنانچہ انھوں نے سب لوگوں سے عہد لیا اور خود بھی ان کے ساتھ اسی قسم کا معاہدہ کیا۔ پھر انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب:

''آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حاضرین میں سب سے زیادہ اس معاملہ (خلافت) کے حقدار ہیں کیونکہ آپ کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) قریبی رشتہ داری ہے اور آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ نیز دینداری میں آپ کی اچھی شہرت ہے اور آپ خود بھی اپنے آپ کو اس حق سے الگ نہیں خیال کرتے ہیں تاہم اگر آپ کو اس کا موقع نہ دیا جائے اور آپ اس مجلس میں شریک نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کی رائے میں اس معاملے (خلافت) کا کون زیادہ حقدار ہوگا؟'' وہ بولے ''عثمان'' (زیادہ حقدار ہیں)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال:

پھر وہ تنہائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور یہ پوچھا:

''تم کہتے ہو کہ تم بنو عبد مناف کے شیخ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور ان کے چچا زاد بھائی ہو اور تمہیں پہلے اسلام لانے کی فضیلت بھی حاصل ہے تاہم اگر تمہیں (اس خلافت کا) موقع نہ ملے اور تم اس مجلس میں شریک نہ ہو سکو تو تم موجودہ مجلس کے کس رکن کو اس (خلافت) کا زیادہ مستحق سمجھتے ہو؟''۔

وہ بولے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو''۔

سعد و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

پھر وہ تنہائی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے بھی ویسی گفتگو کی جس طرح انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تھی۔ انھوں نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔ پھر وہ تنہائی میں (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سے ملے اوران سے گفتگو کی تو انھوں نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔

حضرت سعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما:

حضرت علی' حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے ملے اوران سے فرمایا: ''تم اللہ سے ڈرو جس کے ذریعہ تم رشتہ داروں کا واسطہ دیتے ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے اس بیٹے (حسن یا حسین رضی اللہ عنہما) کی رشتہ داری اوراپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قرابت داری کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میرے برخلاف (حضرت) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے مددگار نہ بن جانا''۔

رائے عامہ کا اتفاق:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان راتوں میں گشت کرتے رہے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوران کے سپہ سالاروں اور معزز افراد سے ملاقاتیں کرتے رہے جواس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے اوران سے (خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں) مشورہ کرتے رہے۔ وہ تنہائی میں جس کسی سے ملے' اس نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ (کے خلیفہ ہونے) کی تائید کی۔

آخری رات کی کوشش:

آخر کار جب وہ رات آئی جس کی صبح کو وہ مقررہ مدت پوری ہوتی تھی۔ تو وہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور انھیں جگا کر فرمایا'' کیا تم سور ہے ہو جب کہ میں اس رات بالکل نہیں سو سکا۔ تم جا کر زبیر اور سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ'' وہ ان دونوں کو بلا لائے تو انھوں نے سب سے پہلے (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ سے مسجد کے آخری حصہ میں اس چبوترے پر گفتگو شروع کی جو مروان کے گھر کے قریب تھا اوران سے کہا:

''تم عبد مناف کے ان دونوں فرزندوں کو اس معاملے سے الگ کر دو''۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ہے''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رائے:

پھر انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا'' ہم اور تم دونوں اس معاملے سے دستبردار ہیں اس لیے تم اپنی رائے مجھے دو کہ میں جس کو چاہوں انتخاب کرلوں''۔ وہ بولے:

''اگر آپ خود اپنا انتخاب کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا اور اگر تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کر رہے ہو تو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ مجھے زیادہ پسند ہیں۔ اے شخص! تم اپنی ذات کے لیے ہم سے بیعت کرا کر ہمیں چھٹکارا دو اور ہمیں سر بلند کرو'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا خواب:

''میں خود بخود دستبردار ہو چکا ہوں اس شرط پر کہ میں کسی دوسرے کا انتخاب کروں گا اوراگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور مجھے پھر اختیار دیا گیا تو میں دوبارہ اپنے آپ کو امیدوار نہیں بناؤں گا کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بہت سرسبز باغ ہے جس میں بہت گھاس اگی ہوئی ہے وہیں ایک ایسا قوی اونٹ داخل ہوا کہ میں نے اس سے زیادہ اصیل اور شریف اور کوئی نہیں دیکھا

تھا۔ وہ تیر کی طرح گزر گیا اس نے کسی چیز کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔ بلکہ وہاں سے گزر گیا اور کہیں نہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد دوسرا اونٹ داخل ہوا وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بھی باغ سے نکل گیا۔ پھر ایک اور قوی نر اونٹ اپنی نکیل کھینچے ہوئے داخل ہوا۔ وہ دائیں بائیں دیکھتا رہا اور پہلے دونوں اونٹوں کے راستے پر چلتا ہوا گزر گیا''۔

خلیفہ نہ بننے پر اصرار:

پھر چوتھا اونٹ داخل ہوا۔ وہ باغ میں چرنے لگا۔ خدا کی قسم! میں چوتھا اونٹ نہیں بنوں گا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا کوئی ایسا قائم مقام نہیں بن سکتا کہ سب لوگ اس سے خوش ہوں''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے: ''مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اب کمزور ہو گئے ہیں۔ بہر حال آپ اپنے ارادے کی تکمیل کریں کیونکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بخوبی واقف ہوں'' اس کے بعد حضرات زبیر وسعد رضی اللہ عنہما چلے گئے۔

حضرات علی وعثمان رضی اللہ عنہما کی طلبی:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اب مسور بن مخرمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا (وہ انھیں بلا لائے) انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ طویل عرصہ تک اس طرح سرگوشی کی جس سے یہ یقین ہوتا تھا کہ وہی خلیفہ ہوں گے۔ پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ پھر انھوں نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور وہ دونوں بات چیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان نے ان دونوں کو جدا کیا۔

خدائی فیصلہ:

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں: ''(حضرت) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے یہ فرمایا:

''اے عمرو! جو شخص تمہیں یہ اطلاع دے کہ اسے ان تمام باتوں کا علم ہے جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے کی تھیں، تو وہ صحیح علم کے بغیر باتیں کر رہا ہے۔ بلکہ (یوں کہنا چاہیے) تمہارے پروردگار کا فیصلہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا''۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا خطاب:

جب مسلمانوں نے صبح نماز پڑھ لی تو وہ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی نیز مہاجرین اور قدیم صاحب فضیلت انصار اور سپہ سالاروں کو بھی بلایا گیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے اور مسجد نبوی لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا:

''اے لوگو! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شہر والے اپنے شہروں کی طرف واپس چلے جائیں مگر وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا امیر (خلیفہ) کون ہوگا؟''۔

خلیفہ کے لیے نامزدگیاں:

سعید بن زید رضی اللہ عنہ بولے ''ہم آپ کو اس کا حقدار سمجھتے ہیں'' انہوں نے فرمایا:

''تم کسی دوسرے کا نام پیش کرو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو تو آپ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں''۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ''عمار سچ کہتے ہیں۔ اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت کریں گے''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نامزدگی:

ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے کہا ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش میں اختلاف برپا نہ ہو تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں''۔

عبداللہ بن ابی ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا ''یہ سچ ہے اگر آپ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے''۔

بنو ہاشم وامیہ میں تکرار:

اس پر (حضرت) عمار رضی اللہ عنہ نے ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور وہ یوں بولے ''تم کب سے مسلمانوں کے خیر خواہ بنے ہو'' اتنے میں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تکرار ہونے لگی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ بولے:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تقریر:

''اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں صرف اپنے پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دین و مذہب کے ذریعہ عزت و تکریم بخشی ہے اس لیے تم کب تک اس امر (خلافت) کو اپنے پیغمبر کے اہل بیعت سے دور رکھو گے؟''

اس پر قبیلہ مخزوم کا ایک شخص آ کر کہنے لگا:

تقریر کا جواب:

''اے ابن سمیہ (عمار) تم اپنی حد سے آگے بڑھ گئے ہو۔ تمہارا اس چیز سے کیا تعلق ہے؟ قبیلہ قریش بذاتِ خود اپنے امیر (خلیفہ) کا انتخاب کرے گا''۔

جلد فیصلہ کی درخواست:

اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! آپ جلد فیصلہ کریں اس سے پہلے کہ لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے خوب غور و فکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی کرلیا ہے اس لیے تم لوگ دخل نہ دو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد لینا:

پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا:

''ہم تم سے اللہ کا پختہ عہد و پیمان لے کر دریافت کرتے ہیں کہ تم کتاب اللہ' سنت نبوی اور آپ ؐ کے بعد کے دونوں خلفاء کے طریقہ پر چلو گے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''مجھے توقع ہے کہ میں یہ کام کرسکوں گا۔مگر میں اپنے علم اور طاقت کے مطابق اس پر عمل کروں گا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کے سامنے بھی وہی الفاظ دہرائے جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کہے تھے۔اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں!'' (ہم اسی طرح عمل کریں گے)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت:

اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ پہلا دن نہیں ہے جب کہ تم نے ہم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔بہر حال صبر کرنا بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی۔خدا کی قسم! آپ نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے کہ معاملہ (خلافت) تمہارے ہاتھ میں چلا جائے۔اس طرح اللہ روزانہ نئے نئے انقلاب دکھاتا ہے''۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے علی! تم کوئی مخالفانہ دلیل وحجت نہ پیش کرو۔میں نے خوب غور وفکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورے بھی کیے ہیں۔انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کی تائید نہیں کی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکل گئے:

''بہت جلد لکھی ہوئی بات اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی''۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی شکایت:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ! آپ نے ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو حق وصداقت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل وانصاف قائم کرتے ہیں''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے مقداد رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم! میں نے مسلمانوں کے لیے مقدور بھر خیر خواہی کی ہے''۔وہ بولے:

''اگر آپ کا ارادہ اللہ (کی خوشنودی) ہے تو اللہ آپ کو ان لوگوں کی مانند ثواب دے جو احسان (اچھے کام) کرتے ہیں''۔

بہترین شخص سے نظر اندازی:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا: ''پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد اہل بیت پر ایسا وقت نہیں آیا جیسا میں اس وقت مشاہدہ کیا۔ مجھے قریش پر تعجب ہے کہ انھوں نے میرے علم وقول کے مطابق ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا جس سے بڑھ کر کوئی عالم اور عادل منصف نہیں ہے۔ کاش! کہ مجھے اس کے مددگاروں کی جماعت ملتی''۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو تنبیہ:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے مقداد! اللہ سے ڈرو کیونکہ مجھے تم سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے''۔ ایک شخص نے مقداد رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

اہل بیت کا مفہوم:

''اللہ تم پر رحم کرے۔ اہل بیت سے کون مراد ہیں اور ایسا شخص کون ہے؟'' وہ بولے ''اہل بیت سے مراد فرزندان عبدالمطلب ہیں اور ایسا شخص (حضرت) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہیں''۔

قریش کا نقطہ نظر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگوں کی نظریں قبیلہ قریش کی طرف لگی ہوئی ہیں اور اہل قریش اپنے میں سوچ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں: ''اگر بنو ہاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت ان کے خاندان سے ہرگز نہیں نکلے گی اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ (انھی کے خاندانوں میں) باری باری گردش کرتی رہے گی''۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی آمد:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس دن آئے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ لوگوں نے کہا ''تم بھی (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلو''۔ تو وہ پوچھنے لگے ''کیا تمام اہل قریش ان کی حمایت کرتے ہیں؟'' وہ بولے ''ہاں'' پھر وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ''تمہیں اس معاملہ کا اختیار ہے۔ اگر تم انکار کرو گے تو میں اس معاملہ کو لوٹا دوں گا'' وہ بولے ''کیا آپ اسے لوٹا دیں گے؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں'' پھر پوچھا ''کیا تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں'' اس پر وہ بولے:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیعت:

''میں بھی بیعت کرنے پر رضا مند ہوں۔ میں لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے الگ رہنا نہیں چاہتا ہوں''۔ (یہ کہہ کر) انھوں نے بھی بیعت کر لی۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کا قول:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے ابو محمد! (عبدالرحمٰنؓ) آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے صحیح فیصلہ کیا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اگر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو ہم ہرگز اس پر رضا مند نہ ہوتے''۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا: ''اے کانے! (مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خطاب ہے) تم دروغ گوئی کررہے ہو۔ اگر میں کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو تم بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور اس کے سامنے بھی یہی گفتگو کرتے''۔

فرزدق کے اشعار:

فرزدق (شاعر) نے اس موقع کی مناسبت سے یہ اشعار کہے ہیں:

1. (حضرت) صہیب رضی اللہ عنہ نے تین (دن) تک نماز پڑھائی پھر اس غیر محدود ملک کو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ابن عفان کے سپرد کر دیا۔
2. یہ وہ خلافت تھی جو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کے سپرد کی تھی۔ یہ سب ہدایت یافتہ اور خدا کی طرف سے مامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ کردار:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ محفل پر اس قدر چھا گیا ہو جس قدر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چھا گئے تھے''۔

مجلس شوریٰ کی کارروائی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میت کو قبر میں مجلس شوریٰ کے پانچوں ارکان نے اتارا۔ پھر سب اپنے گھروں کو جانے لگے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انھیں پکار کر کہا ''کہاں جا رہے ہو؟ آؤ یہاں'' اس پر سب ان کے پیچھے ہوگئے۔ وہ فاطمہ بنت قیس فہریہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے جو ضحاک بن قیس فہدی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ان کی بیوی تھیں اور بہت عقلمند تھیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت عبدالرحمٰن نے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا:

گفتگو کا آغاز:

''اے لوگو! میری ایک رائے ہے تم اسے سنو! اس پر غور کر کے جواب دیا تم یہ بات سمجھو کہ ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ ناخوشگوار شیریں شربت سے بہتر۔ تم لوگ رہنما اور پیشوا ہو۔ عوام تمہارے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور تمہارے علمی مرکزوں میں آتے ہیں۔ تم باہمی اختلاف سے اپنی حالت خراب نہ کرو اور اپنے دشمن کے مقابلے میں اپنی تلواریں نیام میں نہ رکھو (دشمن سے مقابلہ کرنے کی بجائے باہمی اختلاف میں نہ پڑ جاؤ) ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ ہر قوم ملت کا ایک سربراہ ہوتا ہے جس کے حکم کو سب تسلیم کرتے ہیں اور اس کے منع کرنے پر کسی کام سے باز آجاتے ہیں۔

اتحاد کی تلقین

تم اپنی جماعت میں سے کسی ایک کو اپنا سربراہ بناؤ۔ تم امن وامان میں رہو گے اور اندھا دھند فتنہ وفساد اور حیران کن گمراہی سے محفوظ رہو گے۔ بدنظمی اور انتشار سے بچے رہو گے۔ تم ذاتی اور نفسانی خواہشات کی رہنمائی سے پرہیز کرو

اور نا انصافی اور تفرقہ اندازی کی زبان نہ استعمال کرو کیونکہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ تم رواداری اور کشادہ دلی سے گفت وشنید کرو اور باہمی رضامندی سے کوئی فیصلہ کرو۔ تم کسی فتنہ پرداز کی باتوں سے متاثر نہ ہو جانا اور کسی مخلص رہنما کی مخالفت نہ کرنا۔ میں اپنی اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طالب ہوں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی اور فرمایا:

''حمد وثنا اس ذات کے لیے سزاوار ہے جس نے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا اور انھیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور آپ کو اپنے قریبی اور دور کے عزیزوں کے مقابلے میں فتح ونصرت عطا کی۔

احکام الٰہی کا اتباع:

اللہ نے ہمیں ان کا تابع اور پیرو بنایا۔ ہم ان کے احکام کے ذریعہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے نور ہیں اور باہمی اختلافات اور دشمنوں سے جھگڑا ہونے کی صورت میں ہم ان کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں آپؐ کے طفیل اور آپ کی اطاعت کی بدولت پیشوا اور حاکم بنایا۔ ہم خود اپنا انتظام کرتے ہیں اور ہمارے معاملات میں کوئی دوسرا دخل انداز نہیں ہے۔ بجز اس کے جو راہِ حق سے بھٹک گیا ہو اور اعتدال کو چھوڑ بیٹھا ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی تائید:

اے عبدالرحمٰن بن عوفؓ! اگر تمہارے حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور تمہاری دعوت قبول نہیں کی گئی تو میں سب سے پہلے تمہاری بات تسلیم کروں گا اور تمہاری دعوت پر لبیک کہوں گا۔ میں جو بات کہتا ہوں اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طلب گار ہوں''۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''جو شخص اللہ کی طرف دعوت دے' اس سے کوئی ناواقف نہیں رہ سکتا اور جو شخص باہمی اختلاف اور افتراق کے موقع پر اس دعوت کو قبول کرلے۔ وہ ہرگز ناکام اور رسوا نہیں ہوگا۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں ایک گمراہ شخص ہی کوتاہی کرسکتا ہے اور جو آپ کی دعوت کو قبول نہ کرے وہ بدبخت ہے۔

خدائی قوانین پر عمل:

اگر اللہ کے حدود و فرائض مقرر نہ ہوتے جن پر عمل کرانا ضروری ہے' تو موت' حکومت سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ تھی۔ اس طرح حکومت سے گریز کر کے ایک انسان گناہوں سے بچ سکتا تھا۔

مگر اللہ کی دعوت کو قبول کرنا اور سنت پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ تاکہ ہم اندھی موت نہ مریں اور عہد جاہلیت کی طرح اندھا دھند نہ بھٹکتے رہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حمایت:

میں آپ کی دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور جس کام پر آپ مامور ہیں اس میں آپ کا مددگار رہوں تاہم اصل قدرت واختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔ میں بھی اپنے لیے اور تم سب کے لیے مغفرت کا طالب ہوں''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خطاب:

پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس طرح تقریر فرمائی:

''اول وآخر حمد وثنا کا مستحق اللہ ہی ہے۔ میں اس کی حمد وثنا اس لیے کرتا ہوں کہ اس نے مجھے گمراہی سے نجات دی اور راستہ بھٹکنے سے مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ کے راستے پر چل کر نجات حاصل کرنے والا کامیاب ہوتا ہے اور اس کی رحمت سے پاکیزہ انسان فلاح وکامرانی حاصل کرسکتا ہے۔ محمد بن عبداللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ نے راہ (ہدایت) روشن کی اور آپ ہی کی بدولت راہیں ہموار ہوگئیں حق وصداقت کا بول بالا ہوا اور باطل مٹ گیا۔

بداعمالی سے پرہیز:

اے لوگو! دروغ گوئی اور معذوروں کی (جھوٹی) تمناؤں سے بچو۔ کیونکہ اسی قسم کی تمناؤں نے تم سے پہلے لوگوں کا خاتمہ کیا جو انھیں علاقوں کے وارث تھے جن پر تم قابض ہو اور جو کچھ تم نے حاصل کیا وہ سب انھیں حاصل تھا (ان کی بداعمالی اور سرکشی کی وجہ سے) اللہ نے انھیں اپنا دشمن قرار دیا اور ان پر سخت لعنت بھیجی۔ چنانچہ خدائے بزرگ وبرتر فرماتا ہے:

''حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت داؤد (علیہ السلام) کی زبانی بنو اسرائیل کے کفار پر لعنت بھیجی گئی کیونکہ وہ نافرمان اور سرکش ہوگئے تھے اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ وہ برے کاموں سے نہیں بچتے تھے اور جو کام وہ کرتے تھے وہ بہت ہی برا ہوتا تھا''۔

خلافت سے دستبرداری:

میں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور اس معاملہ (امیدواری سے) دستبردار ہوگیا ہوں اور جو کچھ میں نے اپنے لیے پسند کیا وہی طلحہ بن عبداللہ کے لیے پسند کیا ہے۔ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں اور جو قول واقرار میں نے کیا ہے اس کا پابند ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر اعتماد:

اے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ! یہ معاملہ تمہارے سپرد کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا تم خیر خواہی کی نیت سے اپنی مقدور بھر کوشش کرو۔ صحیح راستہ دکھانا اللہ کے ذمہ ہے اور اسی کی طرف (ہر معاملہ میں) رجوع کیا جاتا ہے۔

میں بھی اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تمہاری مخالفت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

پھر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوں ارشاد فرمایا:

''اللہ ہی حمد وثنا کا مستحق ہے جس نے ہم میں سے حضرت محمد ﷺ کو ہماری طرف رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ہم مرکز نبوت' معدن حکمت اور اہل زمین کے لیے باعث امن وامان ہیں اور طالب نجات کے لیے باعث نجات ہیں۔

حق خلافت:

یہ (خلافت) ہمارا حق ہے اگر تم اسے دو گے تو ہم قبول کریں گے اور اگر نہ دو گے تو ہم اونٹوں کی پشت پر سوار ہو کر چلے جائیں گے خواہ ہماری شب اول کتنی ہی طویل ہو۔

اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کوئی معاہدہ کرتے تو ہم اس معاہدہ کو نافذ کراتے اور اگر ہم سے کوئی بات کہتے تو ہم مرتے دم تک اس قول پر ڈٹے رہتے۔ دعوتِ حق اور صلہ رحمی میں کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تاہم قدرت اور اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔

مستقبل کے بارے میں اندیشہ:

تم میرا کلام سنو اور میری بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس اجتماع کے بعد تم یہ دیکھو کہ تلواریں بے نیام ہوگئی ہیں اور امانت میں خیانت ہونے لگی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسی جماعت بناؤ جن میں سے بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ جاہل' لوگوں کے پیرو بن جائیں''۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی دست برداری:

آخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو برضا ورغبت اس معاملہ (خلافت) سے دست بردار ہو جائے اور دوسرے کو خلیفہ بنائے''۔ جب کوئی بھی اس بات کے لیے تیار نہیں ہوا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اور میرے چچازاد بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) اس معاملے سے دست کش ہوتے ہیں''۔

مجلس کے مختار کل:

اس پر ان لوگوں نے معاملہ (خلافت) ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن نے ان سب (ارکانِ شوریٰ) سے منبر (مسجد نبوی) کے قریب حلف اٹھوایا تو سب نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں گے جس کے ہاتھ پر وہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ) بیعت کریں گے۔

مساعی جمیلہ:

حضرت عبدالرحمٰن تین رضی اللہ عنہ دن تک مسجد (نبوی) کے قریب اپنے گھر میں مقیم رہے جو آج کل رحبۃ القضاء کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس فیصلہ کی وجہ سے اس کا یہ نام مشہور ہو گیا ہے۔ ان تین دنوں میں حضرت صہیب نماز پڑھاتے رہے۔

عثمان اور علی رضی اللہ عنہما:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر فرمایا: ''اگر میں تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کروں تو (تم دوسرے شخص کے بارے میں) مجھے مشورہ دو'' انہوں نے فرمایا ''عثمان رضی اللہ عنہ''

پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا ''اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو (اس صورت میں) تم کس کے لیے

مشورہ دو گے؟'' انھوں نے فرمایا ''علی (کے لیے مشورہ دوں گا)''۔

زبیر وسعد کی رائے:

پھر انھوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا ''اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو تم مجھے کس کے لیے مشورہ دو گے؟'' وہ بولے ''عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے'' پھر انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا ''ہم اور تم خلیفہ بننا نہیں چاہتے ہیں لہٰذا اب تمہارا مشورہ کس کے لیے ہے؟'' وہ بولے ''عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے'' (مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں)

مسور رضی اللہ عنہ کی روایت:

جب تیسری رات آئی تو انھوں نے آواز دی ''اے مسور!'' میں نے کہا لبیک۔ آپ نے فرمایا: ''تم سو رہے ہو؟ خدا کی قسم تین راتوں سے میری آنکھ نہیں جھپکی ہے۔ تم جا کر حضرات علی وعثمان رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ''۔ میں نے کہا ''اے ماموں! میں پہلے کس کو بلاؤں؟''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طلبی:

وہ بولے ''جس کو تم چاہو'' چنانچہ میں نکل کر (سب سے پہلے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ کیونکہ میرا میلان طبع ان کی طرف تھا۔ میں نے کہا ''تم میرے ماموں (حضرت) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ'' وہ بولے ''کیا انھوں نے تمہیں کسی اور کی طرف بھی بھیجا ہے؟'' میں نے کہا ''ہاں'' وہ بولے ''کس کی طرف بھیجا ہے؟'' میں نے کہا ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف'' انہوں نے مزید دریافت کیا ''انھوں نے کس کو پہلے بلانے کا تمہیں حکم دیا تھا'' میں نے کہا ''میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا۔ جس کو تم چاہو۔ اس لیے میں پہلے آپ ہی کے پاس آیا۔ کیونکہ میں آپ کا حامی ہوں''۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم اپنی نشست گاہوں کے قریب آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بلاوا:

پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ فجر کے ساتھ وتر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا ''تم میرے ماموں کے پاس جاؤ'' انھوں نے پوچھا ''کیا کسی اور کو بھی بلایا ہے؟'' میں نے کہا ''ہاں'' ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا ہے۔ پھر پوچھا'' ''تمہیں پہلے کس کو بلانے کا حکم دیا تھا؟'' میں نے کہا ''میں نے ان سے دریافت کیا تھا تو انھوں نے فرمایا ''جس کو تم چاہو (پہلے بلا لاؤ) لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ اب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں''۔ چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ ہم دونوں اکٹھے وہاں پہنچے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

میرے ماموں (عبدالرحمٰن) قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انھوں نے ہمیں دیکھا تو انھوں نے نماز ختم کر دی اور حضرات علی وعثمان رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

''میں نے تم دونوں کے بارے میں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں (مختلف حضرات سے) دریافت کیا تو وہ تم دونوں سے آگے نہیں بڑھے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال:

''اے علی! کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا ''نہیں بلکہ میں اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل کروں گا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خطاب:

پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ' سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہو؟'' انھوں نے فرمایا ''ہاں'' اس پر انھوں نے اپنے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم کھڑے ہو گئے اور مسجد (نبوی) میں داخل ہو گئے۔ اعلان کرنے والے نے اعلان کیا ''جماعت تیار ہے''۔

مسجد نبوی کا اجتماع:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں حیاو شرم کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے جارہے تھے۔ اس طرح میں مسجد میں آخری صف میں رہ گیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ وہ اپنے سر پر وہ عمامہ باندھے ہوئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں باندھا تھا نیز وہ اپنی تلوار گردن میں ڈالے ہوئے تھے۔ جب وہ منبر پر چڑھے تو وہ طویل عرصہ تک کھڑے رہے۔ پھر انھوں نے دعا مانگی جسے لوگ نہیں سن سکے۔ پھر انھوں نے یہ تقریر ارشاد فرمائی:

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اے لوگو! میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ تمہارے خلیفہ کے بارے میں مشورہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ تم صرف ان دونوں میں سے صرف ایک کے حامی ہو۔ یا تم (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہو یا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی ہو۔ اے علیؓ! تم کھڑے ہو جاؤ'' اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفسار:

''کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ' سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا ''نہیں'' بلکہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق'' (عمل کروں گا)

اس کے بعد انھوں نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پکار کر کہا ''اے عثمانؓ! تم میرے پاس آؤ'' (جب وہ آئے) تو انہوں نے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام پر کھڑا کر کے پوچھا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار:

''کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ' سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہاں'' اس پر انہوں نے اپنا سر مسجد نبوی کی چھت کی طرف بلند کیا اس وقت ان کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ فرما رہے تھے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کا فیصلہ:

''اے اللہ! تو سن اور گواہ رہ۔ میں نے وہ (ذمہ داری) جو میری گردن میں تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال دی''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت:

اس کے بعد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چاروں طرف چھا گئے۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ • (منبر کی) دوسری سیڑھی پر بٹھا رکھا تھا۔ سب لوگوں نے بیعت کی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:

''جو عہد شکنی کرے گا۔ اس کی عہد شکنی اس کی ذات کے لیے نقصان دہ ہوگی اور جس نے اللہ سے کیا ہوا معاہدہ پورا کیا تو وہ عنقریب اسے بڑا ثواب عطا کرے گا''۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے آئے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی مگر یہ فرمایا:

''دھوکہ اور فریب' کس قدر فریب کیا ہے''۔

قول علی رضی اللہ عنہ کی توضیح:

عبدالعزیز (اراوی) توضیح کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دھوکہ اور فریب کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ کی راتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہوں نے ان سے یہ کہا تھا ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ محنت و مشقت کرنے والے انسان ہیں اس لیے اگر آپ ان کے سامنے عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار کریں گے تو وہ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اس لیے آپ طاقت اور استطاعت کے الفاظ استعمال کریں اس طرح وہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مل کر انھوں نے یہ کہا ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جد و جہد کرنے والے آدمی ہیں۔ خدا کی قسم! وہ آپ کے ہاتھ پر اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار نہ کریں گے'' انھوں نے یہ بات مان لی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ''فریب'' کا جو لفظ کہا تھا (اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا)۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور وہاں بیٹھے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور کہا ''اے ابو محمد! اللہ حمد و ثنا کا سزاوار ہے جس نے آپ کو اس کی توفیق دی۔ خدا کی قسم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ خلافت کا اور کوئی مستحق نہیں تھا'' وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے ابن الدباغ! تم یہ کیسے زبان سے نکال رہے ہو۔ بخدا! میں جس کسی سے بیعت کرتا' تم اس کے بارے میں یہی بات کہتے''۔

عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طلبی:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور وہاں عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ وہ حضرت سعد بن ابی

وقاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں مقید تھے۔ کیونکہ جب عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (اپنے والد کا انتقام لینے کے لیے جفینہ، ہرمزان اور بنت ابی لولوۃ (قاتل عمرؓ) کو مار ڈالا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی ورنہ وہ (عبیداللہ) یہ کہہ رہے تھے۔ ''بخدا! میں ان سب افراد کو قتل کر دوں گا جو میرے والد کے خون میں شریک تھے۔ ان کا اشارہ بعض مہاجرین و انصار کی طرف بھی تھا۔

گھر میں مقید:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی اور ان کے بال پکڑ کر انہیں زمین پر گرا دیا تھا۔ اس کے بعد انہیں اپنے گھر میں بند کر دیا تھا (وہ وہاں مقید رہے) یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (بیعت خلافت کے بعد) انہیں رہا کرایا اور اپنے پاس بلوایا۔

عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے فرمایا:

''تم مجھے اس شخص کے بارے میں مشورہ دو جس نے اسلام میں (ان اشخاص کو قتل کر کے) رخنہ ڈال دیا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے قتل کر دیں''۔

مہاجرین میں سے کسی نے کہا ''کل حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور آج ان کے فرزند کو قتل کیا جا رہا ہے؟'' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

دیت پر رہائی:

''اے امیر المومنین! یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب کہ آپ کی حکومت نہیں تھی۔ بلکہ یہ آپ کے دور سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا کوئی حاکم نہیں تھا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں مسلمانوں کا ولی ہوں، میں نے اس (قتل) کے لیے دیت مقرر کی ہے جسے میں اپنے مال سے ادا کروں گا''۔

بیاضی کے اشعار:

انصار کے ایک شخص زیاد بن لبید بیاضی نے عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور (یہ اشعار) پڑھے:

1. اے عبیداللہ! تم (قصاص) سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ ابن اروی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے نجات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔
2. بخدا تم نے ناجائز اور حرام خون کیا اور ہرمزان کے قتل کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے۔
3. یہ ناحق (قتل ہوا) بجز اس کے کہ جب کسی نے پوچھا: ''کیا تم ہرمزان کو قتل عمر کا ملزم خیال کرتے ہو؟
4. اس بے وقوف (عبیداللہ) نے اس وقت جب کہ حادثات بہت تھے یہ کہا:

''میں اسے ملزم سمجھتا ہوں کیونکہ اس نے مشورہ دیا اور حکم صادر کیا تھا''۔

❺ اس غلام (قاتل) کے ہتھیار اس کے گھرانے کے اندر تھے اور وہ اسے الٹ پلٹ کرتا رہتا تھا لہٰذا ایک بات کا دوسری بات سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔

اس پر عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس زیاد بن بسید اور اس کے اشعار کے بارے میں شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلا کر اسے منع کیا۔

قتل کی سازش کا الزام:

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا اس سے ایک دن پہلے شام کو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ابولولوۃ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اس کے ساتھ جفینہ اور ہرمزان بھی تھے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ جب میں نے ان کو دھمکایا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے پاس سے ایک خنجر گر گیا جس کے دو سرے تھے اور اس کے درمیان میں اس کی دھار تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''تم غور کرو کہ وہ کس چیز سے شہید ہوئے ہیں۔'' چنانچہ جب وہ (قاتل) مسجد میں حملہ کر کے واپس نکلا تو اس کے تعاقب میں قبیلہ تمیمہ کا ایک شخص گیا۔ اس نے ابولولوۃ کو واپس جاتے وقت پکڑ لیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقام:

وہ تمیمی وہی خنجر لے کر آیا جس کا حال حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا۔ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات سن لی تھی، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ضبط کرتے رہے اس کے بعد وہ تلوار لے کر ہرمزان کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ جب اس پر تلوار کا وار ہوا تو اس نے لا الٰہ الا اللہ (کا کلمہ) پڑھا اور مر گیا۔

جفینہ کا قتل:

پھر عبیداللہ رضی اللہ عنہ جفینہ کے پاس آئے جو حیرہ کا عیسائی باشندہ تھا جسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اہل حیرہ کے ساتھ مصالحت کرانے کے لیے لائے تھے اور ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اہل مدینہ کو کتابت (لکھنا) سکھائے۔ جب عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب رکھی۔

عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ انھیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ ان ہاتھ سے تلوار لے لی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان پر برافروختہ ہوئے اور ان کے بال پکڑ لیے تاکہ لوگ انھیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔

آخری سال کے حکام:

جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یعنی ۲۳ھ میں آپ کے مقرر کردہ حکام یہ تھے۔

۱۔ مکہ معظمہ کے حاکم نافع بن عبدالحارث خزاعی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۲۔ طائف کے حاکم سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۳۔ صنعاء کے

حاکم یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ حلیف بنونوفل بن عبد مناف تھے۔ ۴۔ جند کے حاکم عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ۵۔ کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ تھے۔ ۶۔ بصرہ کے حاکم ابوموسیٰ اشعری تھے۔ ۷۔ مصر کے حاکم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ۸۔ حمص کے حاکم عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ ۹۔ دمشق کے حاکم معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔ ۱۰۔ بحرین اور اس کے متعلقہ علاقوں کے حاکم عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

۲۳ھ میں واقدی کے قول کے مطابق قتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز (جنازہ) پڑھائی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حملے:

اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (رومی) علاقے پر حملے کیے یہاں تک کہ وہ عوریہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ان کے ساتھ حضرات عبادہ بن صامت' ابوایوب' خالد بن زید' ابوذر اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہم تھے۔

متفرق واقعات:

۲۳ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصالحت کے ساتھ عسقلان کو فتح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اس سال کوفہ کے قاضی شریح تھے۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سور تھے۔

امام مالک امام زہری ابن شہاب کی روایت سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما کا کوئی قاضی نہیں تھا۔

باب ۱۶

۲۴ھ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

۲۴ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ ان کی بیعت کی تاریخ اور دن میں اختلاف ہے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خلافت ۲۹/ ذوالحجہ ۲۳ھ میں ہوئی اس دن دوشنبہ تھا۔ دوسرے دن یکم محرم ۲۴ھ (کے نئے سال) میں ان کا خلیفہ کی حیثیت سے استقبال کیا گیا۔

ابو معشر کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ۲۴ھ میں ہوئی جو عام الرعاف (نکسیروں کا سال) کہلاتا ہے۔

اسے عام الرعاف اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سال نکسیر کے عارضے میں لوگ بکثرت مبتلا ہوئے سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳/محرم الحرام ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے عصر کی نماز پڑھائی اور شہروں کے وفدان کے پاس آئے۔

بیعت کا وقت:

سیف حضرت شعبیؒ کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان ۳/محرم الحرام ۲۴ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے اذان دے دی تھی اس لیے یہ لوگ اذان اور اقامت کے درمیانی عرصہ میں اکٹھے ہوئے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکل کر لوگوں کو (عصر کی) نماز پڑھائی۔ اس کے بعد شہر والوں کا وفد ان کے پاس آیا وہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

واقدی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین دن بعد ۱۰/محرم الحرام ۲۴ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو وہ بہت اداس ہو کر کھڑے ہوئے اور منبر رسول پر آ کر یوں خطبہ دیا:

پہلے انھوں نے اللہ کی حمد و ثنا کہی اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا بعد ازاں آپ نے فرمایا:

نیک کام کی تلقین:

تم قلعہ بند گھر میں (اپنے آپ کو سمجھتے) ہو اور عمر کے بقیہ حصے میں ہو اس لیے تم اپنی (باقی ماندہ) زندگی میں بہت جلد نیک کام سرانجام دو اور جو نیک کام تم کر سکتے ہو اس سے دریغ نہ کرو۔ کیونکہ تمہیں صبح یا شام کوچ کرنا ہوگا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا مکر و فریب میں لپٹی ہوئی ہے اس لیے تمہیں دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا نہ کر دے۔ تم گزری ہوئی باتوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور سرگرمی کے ساتھ (نیک) کام کرو اور غافل نہ رہو۔ کیونکہ وہ (خدا) تم سے غافل نہیں ہے۔

دنیا کی بے ثباتی:

وہ دنیا دار اور اس کے فرزند کہاں ہیں جنھوں نے دنیا میں عمارتیں تعمیر کیں اور عرصہ دراز تک دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ کیا دنیا نے انھیں چھوڑا نہیں ہے؟ تم بھی دنیا کو وہیں پھینک دو جہاں اللہ نے اسے پھینکا ہوا ہے (اس کے بجائے) آخرت کے طلب گار رہو۔ کیونکہ اللہ نے دنیا کی کیا ہی اچھی مثال دی ہے اور فرمایا ہے:

''(اے پیغمبر) تم انھیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو کہ وہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا ہو''۔

اس خطبہ کے بعد لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے:

ہرمزان کا قتل:

قماذبان اپنے والد (ہرمزان) کے قتل کا حال اس طرح بیان کرتا ہے۔ اہل عجم مدینہ میں ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ فیروز میرے والد کے پاس سے گزرا۔ اس کے ہاتھ میں دو سرے والا خنجر تھا (میرے والد) نے اسے پکڑا اور پوچھا ''تم اس ملک میں اس کا کیا کرو گے'' وہ بولا: ''میں اسے استعمال کروں گا'' ایک آدمی نے اسے اس حالت میں دیکھا تھا۔

سازش کا الزام:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو اس شخص نے کہا: ''میں نے اس (قاتل) کو ہرمزان کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے یہ خنجر فیروز کو دیا تھا۔ لہٰذا عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے آ کر اسے قتل کر دیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے مجھے بلایا اور مجھے اس کا مختار بنا دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا:

قصاص کا حکم:

''اے میرے فرزند! یہ تمہارے باپ کا قاتل ہے اور تم ہم سے زیادہ اس پر (قتل کرنے کا) حق رکھتے ہو۔ جاؤ اور اسے قتل کر دو'' (اس کے بعد میں) اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس وقت اس مقام کا ہر شخص میرے ساتھ تھا۔ مگر وہ سب مجھ سے اس کے بارے میں کچھ مطالبہ کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا:

''کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟''

وہ بولے ''ہاں'' انھوں نے عبیداللہ کو برا بھلا کہا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا ''کیا تم اسے قتل کرنے سے منع کرتے ہو'' وہ بولے ''نہیں'' انہوں نے پھر اسے سب وشتم کیا لہٰذا میں نے اللہ کی خوشنودی کے واسطے اسے چھوڑ دیا اور ان لوگوں (مسلمانوں) کی خاطر میں نے اسے رہا کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اوپر اٹھا لیا۔ بخدا! میں لوگوں کے سروں اور ان کے ہاتھوں پر سوار ہو کر گھر پہنچا۔

کوفہ پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حکومت:

۲۴ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ (کی گورنری) سے معزول کیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔

حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاکم بنائے کیونکہ میں نے انہیں کسی جرم کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بدنامی نہ ہو"۔

پہلا حاکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو سب سے پہلا حاکم مقرر کیا تھا' وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے جنہیں کوفہ پر مقرر کیا تھا۔ انھوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا۔ وہ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں (کوفہ میں) ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک کام کیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی بحالی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کئی سال تک (اپنے عہدہ پر) برقرار رکھا۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ "ان کے حکام ایک سال تک برقرار رکھے جائیں" چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک سال تک برقرار رکھا۔ پھر انھوں نے انھیں معزول کر دیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ پھر انھیں بھی معزول کر دیا اور ان کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا۔

واقدی کی روایت صحیح ہے۔ اس روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں ۲۵ھ میں کوفہ کا حاکم بنایا۔

حکام کے نام ہدایات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کابل کا حاکم مقرر کیا جو سجستان کی عملداری میں تھا۔ سجستان کا علاقہ خراسان کے علاقے سے بڑا تھا اور اس کی یہ (وسعت) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک برقرار رہی۔

پہلا ہدایت نامہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلا ہدایت نامہ جو حکام کو لکھ کر بھیجا وہ یہ ہے:

"اللہ نے حکام کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ (رعایا کے) محافظ بنیں۔ صرف محصول وصول کرنے والے نہ بنیں اور جو اس حیثیت میں رہیں گے تو وہاں سے حیا' دیانتداری اور وفاداری کا جذبہ اٹھ جائے گا۔

فرض شناسی:

آگاہ ہو جاؤ کہ سب سے عمدہ سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے حقوق و فرائض کا خیال رکھو۔ تم ان کا مالی حق ادا کرو اور ان سے وہ کام لو جو ان کے ذمہ ہیں۔

تمہاری دوسری ذمہ داری ذمیوں کی ہے۔ تم ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے واجبات وصول کرو۔ اس کے بعد

تمہارے اپنے دشمن سے معاملات ہیں۔ تم ان کے معاہدے پورے کرو"۔

سپہ سالاروں کو ہدایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرحدوں کے سپہ سالاروں کو مندرجہ ذیل ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا:
"تم مسلمانوں کے حامی اور محافظ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہیں جو ہدایات بھیجی تھیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے مشورہ سے جاری کی گئی تھیں۔ لہٰذا تمہاری طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی تبدیل کر دے گا اور تمہارے بجائے دوسرا مقرر ہوگا۔ تم دھیان رکھو کہ تم کیسا کام کرتے ہو؟ اللہ نے میرے ذمہ جو کام مقرر کر دیے ہیں' میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہوں"۔

محصلین خراج کے نام:

آپ نے خراج وصول کرنے والے حکام کے نام مندرجہ ذیل ہدایت نامہ بھیجا:
"اللہ نے حق و صداقت پر مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اسے حق و صداقت کے سوا اور کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ اس لیے حق کے ساتھ کوئی چیز وصول کرو اور حق و صداقت پر قائم رہو۔ تم ہمیشہ امانت اور دیانتداری کو اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سب سے پہلے بددیانتی کرو اس طرح تم مستقبل کے لوگوں کے لیے بددیانتی کی راہ کھول دو گے اور ان کے گناہوں میں تمہاری بھی شرکت سمجھی جائے گی۔
تم وفاداری کی راہ پر چلو اور کسی یتیم اور معاہدہ کرنے والے پر ظلم نہ کرو۔ جو ان پر ظلم کرے گا اللہ ان کا دشمن ہوگا"۔

عوام کے نام:

عوام کے نام آپ نے یہ ہدایت نامہ تحریر فرمایا:
"تم اس (بلند) مرتبہ پر (اللہ کے احکام کی) پیروی اور اطاعت کی بدولت پہنچے' دنیا تمہیں تمہارے فرائض سے غافل نہ کر دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس امت (اسلامیہ) میں یہ ذلت پھیل جائے گی جب کہ تمہارے اندر یہ تین باتیں جمع ہو جائیں گی: ❶ نعمتوں کی تکمیل ❷ قیدی عورتوں سے اور باندیوں سے تمہاری اولاد پیدا ہوگی۔ ❸ اعراب (عرب بدو) اور اہل عجم قرآن کریم پڑھنے لگیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
"اہل عجم میں کفر (کی بعض باتیں) ہیں جب (شریعت کا کوئی حکم) انھیں سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ یہ تکلف نئی نئی باتیں نکالیں گے"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات:

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں: "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے ان کے عطیات میں سو کا اضافہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مال غنیمت کے حقدار کو روزانہ ایک درہم کا اضافہ کرتے تھے۔ انھوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یومیہ اضافہ دو دو درہم کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تھا: "آپ ان کے لیے کھانا تیار کر کے انھیں اکٹھے کھلایا کریں" اس کے جواب میں آپ نے

فرمایا: ''میں لوگوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہوں''۔

طعام رمضان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ برقرار رکھا مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ وہ رمضان المبارک میں کھانا پکواتے تھے جو مسجد میں رہنے والوں' عبادت گزاروں مسافروں اور رمضان کے سائلوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

جنگ آذربیجان وارمینیہ:

۲۴ھ میں اہل آذربیجان وارمینیہ نے عہد شکنی کی تو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کی یہ ابومخنف کی روایت ہے دوسرے (مؤرخین) کی روایت کے مطابق یہ جنگ ۲۶ھ میں ہوئی۔

فوجی مراکز:

ابومخنف کی روایت ہے کہ اہل کوفہ کے فوجی مراکز رے اور آذربیجان میں تھے۔ دونوں سرحدوں پر کوفہ کے دس ہزار جنگجو سپاہی متعین تھے۔ ان میں سے چھ ہزار آذربیجان میں مقرر تھے اور چار ہزار رے میں متعین تھے۔ اس زمانے میں کوفہ میں چالیس ہزار سپاہی تھے۔ ان میں سے ہر سال ان دونوں سرحدوں پر دس ہزار سپاہی جنگ کرتے تھے۔ اس طرح ہر سپاہی کے لیے چار سال کے بعد جنگی خدمت انجام دینی ضروری تھی۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم تھے تو انھوں نے آذربیجان اور ارمینیہ پر حملہ کیا۔ انھوں نے حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر انھیں ہراول دستے پر سردار مقرر کر کے بھیجا۔ اس کے بعد ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بڑی تعداد کو لے کر نکلے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ ارمینیہ کے تمام علاقے کو روند ڈالیں۔

احمسی کا حملہ:

وہ فوجوں کو لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ آذربیجان پہنچ گئے۔ انھوں نے عبداللہ بن شبیل احمسی کو چار ہزار کی فوج دے کر بھیجا۔ انھوں نے اہل لوقان' البسیر اور طیلسان پر حملہ کیا۔ وہاں انھوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور تھوڑے سے قیدی گرفتار کیے اور پھر وہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

صلح نامہ:

بعد ازاں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے آٹھ لاکھ درہم پر اہل آذربیجان سے صلح کر لی۔ یہ صلح اس صلح نامہ کے مطابق تھی جو جنگ نہاوند کے ایک سال بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے ساتھ ۲۲ھ میں طے کیا تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ رقم انھوں نے ادا نہیں کی۔

صلح نامہ پر عمل:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہ (اس طرف) روانہ ہوئے اور ان پر لشکر کشی کی۔ جب انھوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے مطیع ہونے اور پہلے صلح نامے پر عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے

انھوں نے (صلح نامہ کو) برقرار رکھا اور اس سے مال وصول کیا۔ اس کے بعد انھوں نے چاروں طرف دشمنوں کے برخلاف فوجی مہمیں روانہ کیں۔

ارمینیہ میں جنگ:

جب عبداللہ بن سبیل احمسی رضی اللہ عنہ اپنے مذکورہ بالا حملے سے واپس آئے اور مال غنیمت لے کر پہنچے تو انھوں نے سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار کی فوج دے کر ۲۴ھ میں بھیجا۔ وہ ارمینیہ کے علاقے میں پھرتے رہے انھوں نے دشمنوں کو قتل کیا اور جو بچ رہے انھیں گرفتار کیا اور مال غنیمت وصول کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر ولیدؓ کے پاس واپس آ گئے۔

اہل روم کا ہنگامہ:

اس سال ۲۴ھ میں ابومخنف کی روایت کے مطابق اہل روم نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ شام کے حکام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جنگی امداد طلب کر لی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ارمینیہ کی جنگی مہم سے واپس آئے تو وہ موصل پہنچے اور حدیثہ کے مقام پر فروکش ہوئے۔ وہاں ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مبارک نامہ پہنچا:

فوجی امداد کا حکم:

''معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مجھے تحریری طور پر یہ اطلاع دی ہے کہ اہل روم مسلمانوں کے برخلاف بہت بڑی فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کے بھائی اہل کوفہ انھیں جنگی امداد بھیجیں۔ چنانچہ جب تمھیں میرا یہ خط وصول ہو تو تم آٹھ' نو' یا دس ہزار سپاہیوں کو کسی ایسے شخص کی سرکردگی میں روانہ کرو جس کی شجاعت' بہادری اور جنگی خدمات پر تمھیں بھروسہ اور اعتماد ہو۔ اور یہ فوج فوراً وہیں سے روانہ کرو جہاں میرا قاصد تم سے ملاقات کرے''۔

والسلام

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہو کر لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے:

''حمد و ثنا کے بعد انھوں نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے اس طرح مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ اس نے ان کے وہ علاقے لوٹا دیئے جنھوں نے عہد شکنی کی تھی بلکہ اس نے وہ علاقے بھی فتح کرا دیئے جو اس سے پہلے مفتوح نہیں ہوئے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ لوٹایا۔ تمام جہانوں کا پروردگار اللہ ہر قسم کی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔

ترغیب جہاد:

امیر المومنین نے مجھے یہ لکھا ہے اور حکم دیا ہے کہ آٹھ ہزار سے لے کر دس ہزار تک کی فوج بھیجوں تاکہ تم اپنے بھائی اہل شام کی مدد کرو کیونکہ اہل روم نے ان پر حملہ کر دیا ہے اس جہاد میں تمھیں بہت ثواب ملے گا اور تمھیں بہت فضیلت حاصل ہوگی۔

جہاد کا شوق:

اللہ تم پر رحم کرے، تم سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ ہو جاؤ''۔

(ان کی اس تقریر پر) لوگ جہاد کے لیے تیار ہو گئے اور تیسرا دن نہیں گزرنے پایا تھا کہ کوفہ سے آٹھ ہزار مجاہدین روانہ ہو گئے اور شام پہنچ کر اہل شام کے ساتھ روم کی سرزمین میں داخل ہو گئے۔

رومی علاقہ پر حملہ:

شامی فوج کے سردار حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ تھے اور کوفہ کی فوج کے سردار سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے روم کے علاقہ پر حملہ کیا وہاں انہیں حسب منشاء جنگی قیدی ملے اور انھوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ انہوں نے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی اطلاع:

واقدی بیان کرتے ہیں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سلمان بن ربیعہ کو امدادی لشکر دے کر بھیجا تھا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اہل شام کا لشکر ارمینیہ بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے حبیب کو وہاں بھیج دیا اس اثناء میں حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ رومی سپہ سالار موریان اسی ہزار رومی اور ترک سپاہیوں کا لشکر لے کر اس کے برخلاف روانہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ حبیبؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی جنگی امداد کے لیے لشکر بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چھ ہزار کا لشکر بھیجا۔

حبیب کا شب خون:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بہت بڑا سیاست دان تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ موریان پر شب خون مارے اس کی بیوی ام عبداللہ بنت یزید کلبیہ نے اسے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تو اس نے پوچھا:

''تمہاری یلغار کہاں تک ہو گی؟'' حبیب نے کہا ''ہم یا تو موریان کے خیمے تک پہنچیں گے یا جنت (جائیں گے)''۔

مسلم خاتون کا کارنامہ:

اس کے بعد اس نے شب خوں مارا۔ اور جو مقابلے پر آیا اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ (موریان کے) خیموں تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے پہلے وہاں پہنچی ہوئی تھی۔

وہ پہلی عرب خاتون تھیں جن کے لیے خیمے لگائے گئے تھے۔ حبیب کی وفات کے بعد ضحاک بن قیس فہریؓ نے ان سے نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی۔

حج کی قیادت:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس سال مسلمانوں کو کس نے حج کرایا۔ایک روایت یہ ہے کہ اس سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں کو لے کر حج کو گئے۔ابومعشر اور واقدی کی روایت یہی ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود حج کی قیادت فرمائی۔

تاریخ میں اختلاف:

بعض فتوحات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔کچھ فتوحات کو بعض (مؤرخین) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیان کیا ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مکمل ہوئی ہیں چنانچہ ہر فتح کا واقعہ بیان کرتے وقت ہم نے اس کی تاریخ میں اختلاف کا تذکرہ انہی مقامات پر کر دیا ہے۔

۲۵ھ کے مشہور واقعات

ابومعشر کی روایت ہے کہ اس سال اسکندریہ فتح ہوا۔

واقدی کی روایت ہے کہ اس سال اہل اسکندریہ نے عہد شکنی کی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا۔

ہم نے (گذشتہ اوراق میں) اس واقعہ کی تفصیل لکھ دی ہے اور اس کی تاریخ میں جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

واقدی کی روایت کے مطابق عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ سواروں کے دستے کے ساتھ مغرب پہنچے۔

افریقیہ پر حملہ:

اس روایت کے مطابق عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے مغرب کی طرف ایک فوجی مہم بھیجی تھی جس نے مال غنیمت حاصل کیا تھا۔بعد ازاں عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے افریقیہ پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اجازت دے دی۔

متفرق واقعات:

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بذاتِ خود حج کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔

اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت کئی قلعے فتح ہوئے۔

اس سال یزید بن معاویہؒ پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق سابور کی پہلی جنگ ہوئی۔

۲۶ھ کے مشہور واقعات

ابومعشر اور واقدی کے قول کے مطابق سابور فتح ہوا۔اس واقعہ کا حال اس روایت کی مخالف روایت کے تذکرہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔

حرم کعبہ کی توسیع:

واقدی کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حرم کعبہ کی تجدید اور توسیع کا حکم دیا۔انھوں نے ایک جماعت سے توسیع حرم کے لیے کچھ زمینیں خرید لیں۔مگر کچھ لوگوں نے انکار کیا تو آپ نے ان کی عمارتیں گرادیں اور انھیں خریدکران کی قیمتیں بیت المال میں جمع کرادیں۔ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر چیخ و پکار کی تو آپ نے انھیں قید کرنے حکم دیا اور فرمایا:

بردباری سے ناجائز فائدہ:

میرے حلم اور بردباری کی وجہ سے تمہیں یہ جرأت ہوئی ہے (کہ تم مجھ پر چلاتے ہو) جب تمہارے ساتھ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی کارروائی کی تھی تو تم ان پر نہیں چیخے چلائے تھے۔

آخر کار عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ عنہ کی سفارش پر انھیں رہا کر دیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لوگوں نے حج کیا۔

اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا اور بقول واقدی' ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ۲۵ھ میں معزول ہوئے اوران کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تھے۔اس وقت وہاں ان کی مدت حکومت ایک سال اور چند مہینے رہی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب:

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کوفہ پہلا شہر ہے جہاں شیطان نے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا کیا۔اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیت المال سے قرض مانگا تو انھوں نے کچھ مال قرض دے دیا۔مگر جب انہوں نے اس کا تقاضہ کیا تو وہ ادا نہیں کر سکے۔اس پر ان کے درمیان تکرار ہوگئی۔یہاں تک کہ کچھ لوگ مال وصول کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہو گئے اور کچھ لوگوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدد مانگی تاکہ انھیں کچھ عرصہ تک مہلت دی

جائے۔ آخر کار لوگ منتشر ہو گئے مگر کچھ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملامت کر رہے تھے۔

قرض کا تقاضا:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں' میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ہاشم بن عتبہ بھی موجود تھے اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''آپ وہ رقم ادا کر دیں جو آپ کے ذمہ ہے''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تیز کلامی:

''میرے خیال میں تم کسی برائی کا نشانہ بنو گے؟ تمہاری ہستی کیا ہے؟ تم تو ابن مسعودؓ ہو۔ اور ہزیل کے غلام ہو''۔

وہ بولے:

''ہاں! میں ابن مسعودؓ ہوں اور تم ابن حمینہ ہو''۔

ہاشم نے کہا:

''بخدا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو۔ رسول اللہ تم پر نظر شفقت رکھتے تھے''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھگڑا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ انھوں نے پھینک کر ماری کیونکہ ان کے مزاج میں بہت تیزی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ بددعا کرنے والے تھے ''اے آسمان اور زمین کے پروردگار'' کہ اتنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم پر افسوس ہے تم کلمہ خیر کہو اور لعنت نہ بھیجو''۔

اس موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

''بخدا اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہارے برخلاف ایسی بددعا کرتا جو خطا نہ ہوتی''۔

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی سے نکل گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی:

عبداللہ بن عکنی کی روایت ہے کہ جب قرض کے بارے میں حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما میں جھگڑا ہوا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہ قرض نہ ادا کر سکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان دونوں پر ناراض ہوئے اور قرض کی رقم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے وصول کی اور انہیں معزول کر دیا۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بھی ناراض ہوئے۔ مگر انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا اور ولید

بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بجائے) حاکم مقرر کیا۔ وہ جزیرہ میں قبیلہ ربیعہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم تھے۔ جب وہ کوفہ (حاکم ہو کر) آئے تو انھوں نے جب تک وہ کوفہ کے حاکم رہے اپنے گھر کا کوئی دروازہ نہیں بنوایا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بحالی:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے کی خبر ملی تو وہ ان دونوں پر بہت سخت ناراض ہوئے اور انہیں (سزا دینی چاہی) مگر سزا کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان سے قرض کی رقم وصول کی۔ مگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (ان کے عہدے پر) برقرار رکھا۔

نیا حاکم:

انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہدے پر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ کے عربوں پر حاکم مقرر تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال (کوفہ) آئے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ کام کیا تھا۔

محبوب ترین شخصیت:

جب (ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ) کوفہ آئے تو وہاں کے لوگوں میں محبوب ترین شخصیت بن گئے۔ وہ سب سے زیادہ نرم حاکم تھے اس وجہ سے وہ پانچ سال تک (حاکم) رہے انھوں نے اپنے گھر کے لیے کوئی دروازہ نہیں رکھا تھا۔

۲۷ھ کے مشہور واقعات

اس سال کا مشہور ترین واقعہ افریقیہ کی فتح ہے جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سیف کی روایت ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس وقت مصر کے حاکم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور اس کے قاضی خارجہ تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اپنی خلافت کے دو سال تک ان دونوں کو برقرار رکھا اس کے بعد انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو (مصر کا) حاکم بنایا۔

افریقیہ کی فوجی مہم:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ وہ کسی حاکم کو شکایت یا استعفاء کے بغیر الگ نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مصری فوج سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی فوج کا سردار بنایا اور فوج دے کر انھیں افریقیہ بھیج دیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن نافع مہدی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن نافع بن حصین فہری رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا۔ انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہا:

خاص انعام:

''اگر خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ہاتھوں سے افریقیہ کو فتح کرا دیا تو تمہیں خاص انعام کے طور پر مال غنیمت کے خمس کا خمس (پانچواں حصہ) ملے گا''۔

اندلس کی مہم:

انھوں نے دونوں عبداللہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے نام کے سرداروں کو بھی سپہ سالار بنایا اور انھیں اندلس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا مگر یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ اجل (دشمنوں کا سردار) کا مل کر مقابلہ کریں۔ اس کے بعد عبداللہ بن سعد اپنی عملداری میں رہ جائیں گے اور وہ دونوں اپنی عمل داری۔ (اندلس) کی طرف چلے جائیں گے۔

افریقیہ میں جنگ:

چنانچہ وہ سب روانہ ہو گئے۔ مصری علاقہ طے کرنے کے بعد وہ افریقیہ کی سرزمین میں گھس گئے یہاں تک کہ وہ اجل کے پاس پہنچ گئے اور اس سے جنگ کرنے لگے۔

افریقیہ کی فتح:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اجل کو قتل کر دیا اور افریقیہ کے میدانوں اور پہاڑوں سب علاقوں کو فتح کر لیا۔ پھر اہل افریقہ مسلمان ہو گئے اور مطیع و فرمانبردار بن گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اہل فوج پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ انھوں نے خمس کا پانچواں حصہ (حسب ہدایت) خود لیا اور باقی چار حصے ابن وثیمہ نصری کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

انھوں نے قیروان کے محل وقوع پر ایک بہت بڑا خیمہ نصب کرایا تھا۔ انھوں نے ایک وفد بھی بھیجا جس نے وہاں جا کر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ انھوں نے خاص مال لے لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے خود انھیں یہ مال انعام کے طور پر دیا تھا اور اس بات کا حکم دیا تھا اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم اس کی خوشی سے اجازت دو گے تو وہ انعام برقرار رہے گا اور اگر تم اس بات پر ناخوش ہو تو اسے لوٹا لیا جائے گا''۔

معزولی کی درخواست:

ان لوگوں نے کہا: ''ہم اس بات سے ناخوش ہیں'' آپ نے فرمایا ''پھر وہ لوٹا لیا جائے گا'' اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن سعد کو یہ انعام لوٹانے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت لکھی مگر وہ کہنے لگے:

''اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد ہم نہیں چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے حاکم رہیں۔ اس لیے آپ انھیں معزول کر دیں''۔

چنانچہ آپ نے انھیں لکھا:

معزولی کا حکم:

''تم افریقیہ کے علاقہ پر ایسا جانشین مقرر کرو جس سے تم بھی مطمئن ہو اور یہ لوگ بھی خوش ہوں اور وہ پانچواں حصہ جو میں نے تمہیں انعام کے طور پر دیا تھا' اس کو ان میں تقسیم کر دو کیونکہ یہ لوگ اس انعام سے ناخوش ہیں''۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی واپسی:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ تعمیل کرنے کے بعد مصر لوٹ آئے اس وقت افریقیہ کا تمام علاقہ مفتوح ہو چکا تھا اور اجل مارا گیا تھ۔

اہل افریقیہ کی امن پسندی:

اہل افریقیہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے تک سب علاقوں سے زیادہ مطیع وفرمانبردار قوم رہی۔ یہ لوگ نہایت امن و امان کے ساتھ زندگی گزارتے رہے تا آنکہ اہل عراق وہاں آئے۔

اہل عراق کی ریشہ دوانیاں:

جب اہل عراق کے مبلغین اور پروپیگنڈا کرنے والے وہاں پہنچے اور وہاں دھاندلیاں کرنے لگے تو وہ نافرمان بن گئے اب اور آج تک ان میں نااتفاقی اور انتشار ہے۔

نااتفاقی کا سبب:

ان کی نااتفاقی اور انتشار کا سبب یہ ہوا کہ یہاں کے حکام خودغرضیوں میں پھنس گئے تھے مگر اس پر بھی انھوں نے یہ کہا۔ ہم خلفاء کی ان احکام کی بداعمالیوں کی وجہ سے مخالفت نہیں کریں گے اور نہ ہم ان کی بداعمالیوں کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے''۔

ان لوگوں نے کہا:

''یہ حکام ان (خلفاء) کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں''۔وہ بولے:''ہم اس کی اس وقت تک تصدیق نہیں کریں گے جب تک خود نہ معلوم کرلیں''۔

تحقیقاتی وفد:

لہٰذا میسرہ چند افراد کو لے کر ہشام کے پاس پہنچا۔انھوں نے باریابی کی اجازت مانگی مگر یہ بات دشوار تر ہوگئی پھر وہ ابرش کے پاس آئے اور یہ کہا:

حکام کی بداعمالی:

''تم امیر المومنین کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہمارا حاکم ہمارے اور اپنے لشکر دونوں کو ساتھ لے کر جنگ کرتا ہے جب مال غنیمت حاصل ہوتا ہے تو وہ ان میں تقسیم کر دیتا ہے اور ہمیں نہیں دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ اس مال غنیمت کے زیادہ حق دار ہیں''۔

مخلصانہ جذبہ جہاد:

اس موقع پر (ہم اپنے آپ کو تسلی دے کر) یہ کہتے ہیں کہ اس طرح جذبہ جہاد مخلصانہ رہے گا۔کیونکہ ہم کچھ حاصل نہیں کر رہے ہیں۔اگر ہمارا کوئی حق ہے تو ہم انھیں بخش دیتے ہیں اور اگر ہمارا کوئی حق نہیں ہے تو ہم ان سے کوئی چیز نہیں لوٹائیں گے۔

جنگ میں پیش قدمی:

جب ہم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ (حاکم کہتا ہے:''آگے بڑھو'' مگر اپنی فوج کو پیچھے رکھتا ہے۔تاہم ہم (اپنے لوگوں کو) یہ بات کہتے ہیں''۔آگے بڑھو۔اس سے جہاد کا ثواب زیادہ ہوگا''اس طرح ہم ان لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے بجائے کام کرتے ہیں۔

مظالم کی انتہا:

(انھوں نے انہی باتوں پر اکتفا نہیں کیا) بلکہ وہ ہمارے مویشیوں کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتے ہیں اور امیر المومنین کے لیے سفید پوستین حاصل کرنے کے لیے وہ ایک ہزار بکریوں کو ذبح کر ڈالتے ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں:''امیر المومنین کے لیے یہ چیز بھی معمولی ہے''ہم یہ سب باتیں برداشت کرتے رہے اور ہم نے ان سے کوئی مزاحمت نہیں کی مگر انھوں نے ہم پر یہ ظلم کرنا شروع کیا کہ وہ ہماری ہر خوبصورت لڑکی کو لے جانے لگے۔اس پر ہم نے کہا''ہم مسلمان ہیں ہم نے کتاب وسنت میں اس کا کوئی جواز نہیں دیکھا ہے''۔

خلیفہ کو اطلاع:

اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ تمام باتیں امیر المومنین کی رائے اور حکم سے انجام پذیر ہو رہی ہیں یا نہیں۔

جواب میں ٹال مٹول:

اس نے کہا''ہم یہ اطلاع پہنچائیں گے''مگر جب بہت عرصہ گزر گیا اور کوئی کام نہیں ہوا اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب خرچ ہوگیا تو انھوں نے اپنے نام پرچوں میں لکھ کر وزراء کو دیئے اور کہا''یہ ہمارا نام ونسب ہے۔اگر امیر المومنین تم سے ہمارے

بارے میں پوچھیں تو انھیں بتادینا'' یہ کہہ کر انھوں نے افریقیہ کا رخ کیا۔

غفلت کا نتیجہ:

وہاں پہنچ کر انھوں نے ہشام کے حاکم کے برخلاف بغاوت اختیار کی اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ تمام افریقیہ پر قابض ہو گئے۔ ہشام کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ اسے ان کے ناموں کے پرچے دیئے گئے تو وہ وہی افراد تھے جن کے بارے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ انھوں نے وہاں شورش برپا کی تھی۔

اندلس کے مجاہدین:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو افریقہ سے اندلس کی طرف جانے کا حکم دیا۔ وہ وہاں بحری راستے سے پہنچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے نام جو اندلس کی فوج میں شامل تھے یہ خط تحریر کیا:

فتح قسطنطنیہ کا پیش خیمہ:

''قسطنطنیہ اندلس ہی کی جانب سے مفتوح ہوگا۔ اس لیے اگر تم نے اندلس کو فتح کر لیا تو تم ان لوگوں میں شریک سمجھے جاؤ گے جو ثواب حاصل کرنے کے لیے اسے (قسطنطنیہ کو) فتح کریں گے''۔ والسلام

کعب الاحبار کا قول ہے:

''وہ لوگ جو سمندر کو عبور کر کے اندلس کو فتح کریں گے وہ اپنے نور کی وجہ سے قیامت کے دن پہچانے جائیں گے''۔

فتح اندلس:

سیف کی مزید روایت ہے ''اندلس کی یہ فوج روانہ ہوئی ان کے ساتھ بربر کی قوم بھی تھی وہ بحر و بر دونوں جانب سے اندلس پہنچے۔ اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح و نصرت عطا کی اور افریقیہ کی طرح مسلمانوں کی سلطنت میں توسیع ہوگئی۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کیا تو عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کو اس کی عملداری پر مقرر کیا۔ وہ اس سے پیشتر وہیں تھے اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

اہل اندلس کی اطاعت:

اندلس کا علاقہ بھی افریقیہ کی طرح (مطیع وفرمانبردار) رہا۔ یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں بربر نے انھیں اپنی زمین سے روک دیا اور جو لوگ اندلس میں تھے وہ اسی حالت میں برقرار رہے۔

افریقیہ کا جہاد:

واقدی کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی حکومت سے الگ کر دیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگے اس لیے انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ افریقیہ کے جہاد کی طرف روانہ ہو جائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو افریقیہ جہاد کی دعوت دی تو قریش' انصار

اور مہاجرین میں سے دس ہزار افراد (اس جہاد میں) شامل ہو گئے۔

اہل افریقیہ کی مصالحت:

واقدی بہ روایت ابن کعب رقمطراز ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو افریقیہ بھیجا تو افریقیہ کے لاٹ پادری (بطریق) جرجیر نے ان سے پچیس لاکھ بیس ہزار دینار کی رقم ادا کرنے پر مصالحت کر لی۔ روم کے بادشاہ نے بھی ان کے پاس قاصد بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ ان سے تین سو قنطار وصول کرے جس طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے (خراج کے طور پر) رقم وصول کی تھی۔ چنانچہ اس نے افریقیہ کے تمام رؤساء کو جمع کر کے کہا:

شاہ روم کا خراج:

''بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے سونے کے تین سو قنطار وصول کروں جس طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے تم سے وصول کیے ہیں''۔

وہ بولے:

''ہمارے پاس کوئی مال باقی نہیں رہا ہے جو ہم بادشاہ کو دیں جو کچھ ہمارے پاس تھا اس کے ذریعہ ہم نے اپنی جانوں کو بچایا ہے۔ بہر حال بادشاہ ہمارا آقا ہے اسے ہم سے وہ خراج لینا چاہیے جو ہم اسے سالانہ ادا کیا کرتے ہیں''۔

جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اس نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دی انھوں نے آ کر قید خانے کو توڑ دیا۔ اور وہ نکل آئے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے تین سو قنطار زر خالص پر مصالحت کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ آل الحکم کو دیا جائے۔

مصری حکام کا اختلاف:

یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خراج مصر کی وصولی سے الگ کر دیا تھا اور خراج کی وصولی کے کام پر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا۔ اس پر دونوں میں بہت اختلاف ہونے لگا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خراج کا نظام درہم برہم کر دیا''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا کہ:

''عبداللہ رضی اللہ عنہ میری جنگی تدابیر و انتظام پر رخنہ اندازی کر رہا ہے''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''تم واپس آ جاؤ''۔

ان کے بجائے انہوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو فوج اور خراج دونوں کا حاکم مقرر کیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس پر بہت ناراض ہو کر

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ یمنی جبہ پہنے ہوئے تھے جس کا استر روئی سے بھرا ہوتھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

''تمہارے جبہ کے اندر کیا ہے؟''

وہ بولے: ''عمرو''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھے معلوم ہے کہ اس کے اندر عمرو ہے مگر میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ میرے دریافت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آیا اس میں روئی ہے یا اور کوئی چیز ہے''۔

واقدی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر سے جمع شدہ مال بھیجا اسی اثناء میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے عمرو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے جانے کے بعد دودھ دینے والی اونٹنی زیادہ دودھ دینے لگی ہے''۔

وہ بولے:

''ہاں اس کے دودھ پینے والے بچے ہلاک ہو گئے ہیں''۔

مزید فتوحات:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ واقدی کی روایت ہے کہ اسی سال عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اصطخر دوبارہ فتح ہوا اور اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قنسرین پر حملہ کیا۔

۲۸ھ کے مشہور واقعات

(بحری جنگیں)

واقدی کے قول کے مطابق ۲۸ھ میں قبرص فتح ہوا۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حملہ کیا تھا۔ ابو معشر کا قول ہے کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا۔ ایک روایت ہے کہ قبرص ۲۷ھ میں فتح ہوا۔ قبرص کے جہاد میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کی تھی۔ ان میں ابوذر، عبادہ بن الصامت ان کی بیوی ام حرام، مقداد، ابوالدرداء اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

بحری جنگیں:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہ اصرار ان سے درخواست کی کہ وہ بحری جنگ کی اجازت دیں۔ کیونکہ رومی سمندر حمص کے بہت قریب تھا انھوں نے لکھا تھا:

''حمص کے ہر گاؤں والے اہل روم کے کتوں کے بھونکنے اور مرغیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہیں''۔

(اس دردناک طریقہ سے یہ باتیں تحریر کی تھیں کہ) اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بہت بڑا اثر ہوا کہ انہوں نے عمرو بن العاص کو لکھا:

تم سمندر اور اس کے مسافروں کا حال بیان کرو۔ کیونکہ میرے دل میں اس کے بارے میں تشویش ہے''۔

عمرو بن العاص نے تحریر کیا:

سمندر کا حال:

''میں نے بہت سے لوگوں کو کشتیوں میں سوار دیکھا ہے جب وہ کشتی جھکتی ہے تو دل دہلنے لگتا ہے اور جب وہ حرکت کرتی ہے تو ہوش و حواس اڑ جاتے ہیں۔ اس (سفر) سے یقین کم رہ جاتا ہے اور شک وشبہ کی زیادتی ہوتی ہے لوگ اس میں اس طرح سوار ہوتے ہیں جیسے کسی لکڑی پر کپڑے ہوں جب وہ الٹ پلٹ ہوتی ہے تو وہ ڈوب جاتے ہیں''۔

بحری سفر کی ممانعت:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو انھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''اس ذات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق رسول بنا کر بھیجا۔ میں سمندر پر کسی مسلمان کو کبھی سوار نہیں کروں گا''۔

بحری جنگ کی اجازت:

جنادہ بن ابی امیہ ازدی روایت کرتے ہیں کہ (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں بحری جنگ کے لیے اجازت طلب کی تھی اور انھیں اس کی طرف آمادہ کیا تھا۔ انھوں نے لکھا تھا ''اے امیر المومنین! شام میں ایک گاؤں سے

جس کے لوگ رومیوں کے کتوں کے بھونکنے اور ان کی مرغیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہیں۔ یہ لوگ (ایک جزیرہ میں) حمص کے ساحل کے بالمقابل ہیں''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مشورہ کو صحیح سمجھا اس لیے انھوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا ''تم مجھے سمندر کا پورا حال لکھو'' انھوں نے لکھا:

''اے امیر المومنین! بہت لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں۔ وہاں آسمان اور پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا' لوگ وہاں اس طرح سوار ہوتے ہیں جیسے لکڑی پر کیڑے (سوار) ہوں۔ اگر الٹ پلٹ ہوگئی تو ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ گئے تو صحیح سالم رہتے ہیں''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی طرف یہ خط لکھا:

''ہم نے سنا ہے کہ بحر شام (بحیرہ روم) خشکی کے طویل ترین حصہ کے قریب ہے اور ہر روز و شب اللہ سے اجازت مانگتا ہے کہ وہ زمین میں سیلاب کی صورت میں آ کر اسے غرق کر دے اس لیے میں ایسے کافر اور پیچیدہ سمندر پر کیسے (مسلمانوں کی) فوجوں کو سوار کرادوں۔ خدا کی قسم! مجھے ایک مسلمان روم کی تمام سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لیے تم میرے سامنے ایسی درخواست پھر کبھی نہ پیش کرنا۔ میں نے پہلے بھی تمہیں لکھ دیا ہے تمہیں معلوم ہے کہ علاء (حضرمی) سے میں نے کیا سلوک کیا تھا۔ میں نے پھر کبھی اسے اس قسم کی اجازت نہیں دی''۔

شاہ روم کی خط و کتابت:

بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ روم نے جنگ بندی کر دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قربت حاصل کرنے کے لیے ان سے خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ اس نے ایک دفعہ یہ دریافت کیا کہ ''وہ ایسا (مختصر اور جامع) مقولہ تحریر کریں جس میں تمام علم سمٹ کر آ جائے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا:

جامع مقولہ:

''جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو چیز تمہیں ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو' اس میں تمہارے لیے پوری حکمت سما گئی ہے۔ تم اپنے قریب کے لوگوں کا خیال رکھو اس لیے تمہیں کامل معرفت حاصل ہوگی''۔

پانی کی اہمیت:

شاہ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شیشی بھیجی اور یہ لکھا کہ:

''آپ اس شیشی میں ہر چیز کا تھوڑا تھوڑا حصہ بھر دیں''۔

آپ نے اس شیشی کو پانی سے بھر دیا اور یہ لکھ بھیجا: ''اس کے اندر دنیا کی ہر چیز ہے''۔

حق و باطل کا فرق:

شاہ روم نے یہ لکھا: ''حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے؟'' آپ نے یہ جواب لکھا: ''وہ جو کچھ بچشم خود دیکھتا ہے وہ حق کی چار انگلیاں ہیں اور جو باتیں اس نے بچشم خود مشاہدہ نہیں کی ہیں بلکہ وہ باتیں سنی ہیں ان میں باطل بکثرت ہے''۔

مسافت:

شاہ روم نے لکھ کر یہ دریافت کیا ''آسمان و زمین اور مشرق و مغرب کے درمیان کتنی مسافت ہے'' حضرت عمر نے جواب لکھا: ''اگر راستہ درست ہو تو مسافر کے لیے پانچ سو سال کی مسافت ہے''۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے تحائف:

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے کچھ خوشبوئیں اور دوسرے تحائف ڈاک کے ذریعہ ملکہ روم کے پاس بھیجے اور وہ وہاں پہنچ گئے تو ہرقل کی بیوی (ملکہ روم) نے اپنی خواتین کو جمع کر کے کہا۔

ملکہ روم کے تحائف:

''یہ عرب کی ملکہ اور ان کے پیغمبر کی بیٹی کے تحائف ہیں''۔

اس کے بعد ملکہ روم نے ان سے خط و کتابت کی اور اس کے بدلے میں تحائف بھیجے جن میں ایک نہایت قیمتی ہار بھی تھا۔ جب وہ لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے تحائف کو رکوا دیا پھر لوگوں کو نماز کے لیے بلوایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ فرمایا:

عوام سے مشورہ:

''میں جو اہم کام مشورہ کے بغیر انجام دیتا ہوں اس میں بھلائی نہیں ہوتی ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ ام کلثومؓ نے ملکہ روم کو تحائف پیش کیے تھے (اس کے جواب میں) ملکہ روم نے تحائف بھیجے ہیں''۔

لوگوں کا مشورہ:

کچھ لوگوں نے کہا ''یہ تحائف ان کے تحائف کے بدلے میں ہیں اس لیے وہی (ام کلثومؓ) اس کی حقدار ہیں۔ ملکہ روم کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ آپ کے ماتحت ہے جو آپ سے ڈرے''۔ دوسرے لوگوں نے کہا:

''ہم کپڑے تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے تھے تاکہ ہمیں اس کا بدلہ ملے اور ہم انہیں اس لیے بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ فروخت ہوں اور ہمیں ان کی قیمت حاصل ہو''۔ آپ نے فرمایا ''لیکن یہ قاصد مسلمانوں کا قاصد ہے اور یہ ہرکارہ ان کا ہرکارہ ہے''۔

آخر کار آپ نے حکم دیا کہ یہ تحائف بیت المال میں جمع کر دیئے جائیں اور انھیں (حضرت ام کلثومؓ) کو ان کے خرچ کے مطابق رقم واپس کی گئی۔

بحری جنگ کا آغاز:

خالد بن معدان روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحری جنگ کی۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تھی۔ مگر انھوں نے اجازت نہیں دی تھی۔ جب حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ انھیں اس طرف متوجہ کراتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخر کار اس کا ارادہ کر لیا۔ تاہم آپ نے فرمایا ''تم خود (سپاہیوں کا) انتخاب نہ کرو اور نہ قرعہ اندازی کرو بلکہ انھیں اختیار دے دو جو خوشی سے بحری جنگ کے لیے جانا چاہے اسے ساتھ لے جاؤ اور اس کی مدد کرو'' چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور بحری فوج پر عبداللہ بن قیس حارثی کو کمانڈر بنایا۔

پچاس حملے:

انھوں نے پچاس حملے ان میں سے کچھ موسم سرما میں کیے اور کچھ موسم گرما میں کیے ان تمام حملوں میں نہ تو کوئی غرق ہوا۔ اور نہ کسی کو نقصان پہنچا۔ وہ ہمیشہ اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے کہ ''اللہ ان کے لشکر کو خیر و عافیت عطا کرے اور انھیں کسی کے صدمے میں مبتلا نہ کرے''۔

عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

چنانچہ اللہ نے ایسا ہی کیا جب اللہ نے صرف انھیں مبتلا کرنا چاہا تو وہ خبر رسانی کی ایک کشتی میں سوار ہوئے اور رومی علاقہ کی ایک اونچی جگہ پر پہنچ گئے وہاں سائلوں اور محتاجوں کی ایک جماعت موجود تھی انھوں نے ان لوگوں کو خیرات دی ان میں سے ایک مانگنے والی عورت اپنے گاؤں لوٹی اور وہاں کے مردوں سے کہنے لگی ''کیا تم عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہتے ہو؟'' وہ بولے ''وہ کہاں ہے''۔

وہ بولی ''وہ اونچے ٹیلے پر ہے'' وہ کہنے لگے ''کم بخت! تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے؟ وہ تو ان کا سردار ہے؟'' وہ عورت بولی: ''کیا تم اتنے نکمے ہو کہ تم عبداللہ کو نہیں پہچان سکتے ہو''۔

عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس پر وہ مقابلے کے لیے پہنچے اور ان پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ کرتے رہے تا آنکہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ تن تنہا فوت ہو گئے۔ ملاح بچ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ وہ وہاں پہنچے اس اس وقت ان کے جانشین سفیانؓ بن عوف ازدی تھے۔ وہ ان سے جنگ کرتے رہے آخر کار بیزار ہو کر اپنے ساتھیوں کو ملامت کرنے لگے۔

(یہ حال دیکھ کر) عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی لونڈی نے کہا ''ہائے عبداللہؓ! عبداللہ جنگ کے وقت اس طرح باتیں نہیں کرتے تھے''۔ سفیان نے پوچھا:

''وہ کیا کہتے تھے؟''۔

وہ بولی:

''وہ باتیں کرنا چھوڑ کر جنگ کے مشکل محاذوں میں گھس جاتے تھے اور ہماری مشکلات کو رفع کیا کرتے تھے''۔

بہر حال اس وقت مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ یہ عبداللہ بن قیس حارثی کا آخری زمانہ تھا۔

محتاج عورت کی شناخت:

لوگوں نے اس محتاج عورت سے پوچھا ''تم نے کیونکر انھیں (عبداللہ بن قیس کو) پہچان لیا'' وہ بولی ''اس کے خیرات دینے

کے طرز سے (پہچانا) اس نے خیرات اس طرح دی جس طرح بادشاہ خیرات کیا کرتے ہیں۔ اس نے تاجروں کی طرح (اپنا ہاتھ) نہیں سکیڑا''۔

سیف کی دوسری روایت ہے کہ لوگوں نے اس مانگنے والی عورت سے یہ پوچھا جس نے رومیوں کو عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے برخلاف آمادہ جنگ کیا تھا۔ ''تو نے انھیں کیسے شناخت کرلیا'' وہ بولی:

''وہ ایک تاجر کی طرح نظر آتا تھا۔ مگر جب میں نے مانگا تو اس نے مجھے بادشاہ کی طرح خیرات دی اس سے میں نے پہچان لیا کہ وہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے''۔

حکام کے نام ہدایت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حکام کے نام یہ ہدایت نامہ بھیجا:

''تم اس روش پر قائم رہو جس پر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قائم تھے اور کسی بات میں تبدیلی نہ کرو اور اگر تمہیں کسی کام میں دشواری معلوم ہو تو ہماری طرف رجوع کرو ہم اس مسئلے کو قوم کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب بھیجیں گے۔

تم تغیر وتبدل سے پرہیز کرو کیونکہ میں بھی تمہاری وہ بات مانوں گا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تسلیم کیا کرتے تھے''۔

عہد شکنی:

کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو مصالحت ہوئی تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہی لوگوں نے عہد شکنی کی تو انھوں نے کسی سپہ سالار کو بھیجا اور اس کے ہاتھوں سے اللہ نے فتح ونصرت دی تو یہ اس کا کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر فتح پہلے شخص کے نامہ اعمال میں شمار کی جاتی تھی۔

اہل قبرص سے معاہدہ:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر حملہ کیا تو وہاں کے لوگوں نے مصالحت کرلی اور اس کے لیے یہ معاہدہ ہوا کہ وہ سات ہزار دینار سالانہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے اور وہ شاہ روم کو بھی اس قدر رقم ادا کرتے رہیں گے۔ مسلمان اس بارے میں ان کی راہ میں حائل نہیں ہوں گے (اس معاہدہ کی یہ شرائط بھی تھیں کہ) وہ ان پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر ان رومی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کو اس کی اطلاع دیں گے۔

قبرص پر حملہ:

واقدی کی روایت ہے کہ امیر معاویہ نے ۲۸ھ میں قبرص پر حملہ کیا۔ اور اہل مصر نے بھی عبداللہ بن ابی سرح کی قیادت میں ان پر حملہ کیا تھا۔

اشک عبرت:

جبیر بن نفیر فرماتے ہیں:

''جب ہم نے ان دشمنوں کو جنگی قیدی بنایا تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ میں نے کہا:

آپ ایسے دن اشک باری کر رہے ہیں جب کہ اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کی اور کفر اور اہل کفر کو ذلت دی ہے''۔

اس پر انھوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا:

جنگی قیدیوں کا تسلط:

''اگر کوئی قوم اللہ کے احکام کی نافرمانی کرے تو وہ لالہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہو جاتی ہے ہمارے زمانے میں کوئی قوم لوگوں پر غالب اور طاقتور ہوتی ہے تو وہ ملک و سلطنت کی مالک ہوتی ہے۔ مگر جب وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتی ہے تو اس کی وہ حالت ہو جاتی ہے جو تم دیکھ رہے ہو اس وقت یہ جنگی قیدی ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ قیدی کسی قوم پر مسلط ہو جائیں تو اللہ کو ان کی ضرورت نہیں ہوتی''۔

معاہدہ کی شرائط:

واقدی ابوسعید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قبرص سے مصالحت کر لی تھی سب سے پہلے انھوں نے روم پر حملہ کیا تھا اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کے رومی دشمنوں میں نکاح شادی نہیں کریں گے۔

متفرق واقعات:

واقدی کے قول کے مطابق حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے روم کے شامی علاقے پر حملہ کیا۔ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نائلہ بنت الفراقصہ سے نکاح کیا جو عیسائی خاتون تھیں اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اپنے مکان کی تعمیر سے فراغت حاصل کی۔

واقدی کے قول کے مطابق اس سال فارس کی پہلی فتح ہوئی اور اصطخر کی آخری جنگ ہوئی اس وقت اس کے سپہ سالار ہشام بن عامر تھے۔

اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔

باب ۱۷

۲۹ھ کے مشہور واقعات

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصریٰ کی حاکمیت کے عہدہ سے معزول کیا۔ وہ چھ سال تک بصرہ کے حاکم رہے تھے آپ نے (ان کے بجائے) عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا جوان دنوں پچیس سال کے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تین سال تک کام کیا۔

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا تقرر:

عوف الاعرابی کی روایت ہے کہ غیلان بن خرشہ ضبی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ''کیا تمہارے پاس کوئی نوجوان نہیں ہے جسے تم بصرہ کا حاکم بناؤ۔ کب تک یہ بوڑھے آدمی (ابوموسیٰ اشعریؓ) بصرہ کے حاکم بنے رہیں گے؟ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چھ سال تک وہاں حاکم رہے تھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور (ان کے بجائے) عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ان کی والدہ کا نام دجاجہ بنت اسمار اسلمی تھا اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے جب وہ ۲۹ھ میں بصرہ آئے تو اس وقت وہ پچیس سال کے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی معزولی:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم تین سال تک رکھا۔ چوتھے سال انھوں نے انہیں معزول کر دیا۔

دیگر حکام کا تقرر:

انھوں نے عمیر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہ کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اور سجستان کا حاکم انھوں نے عبداللہ بن عمر لیثی ثعلبی کو مقرر کیا۔ انھوں نے وہاں دشمنوں کا صفایا کیا۔ یہاں تک کہ وہ کابل پہنچ گئے' عمیر بھی خراسان میں دشمن کا صفایا کرتے ہوئے فرغانہ تک پہنچ گئے اور وہاں کے ہر ضلع کی اصلاح کی۔

مکران کی جنگ:

حضرت عثمان بن عبیداللہ بن معمر تیمی رضی اللہ عنہ کو مکران بھیجا انھوں نے بھی وہاں دشمنوں کا صفایا کیا یہاں تک کہ وہ دریا تک پہنچ گئے۔

دیگر انتظامات:

عبدالرحمٰن بن عُبیس کو کرمان بھیجا گیا اور فارس واہواز کی طرف بھی کچھ افراد بھیجے گئے بصرہ کے علاقہ کو حصین بن ابی الحر کی عملداری میں شامل کیا گیا تھا۔

پھر عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا گیا تھا۔ جب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے تو انھوں نے انہیں ایک سال تک برقرار رکھا پھر انہیں معزول کر دیا۔

عاصم بن عمرو کو حاکم مقرر کیا گیا اور عبدالرحمٰن بن غبیس کو معزول کر دیا گیا۔ اور عدی بن سہیل بن عدی کو لوٹا دیا۔

کردوں کے خلاف جہاد:

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیسرے سال اہل ایزج اور کردوں نے عہد شکنی کی اس موقع پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے (جہاد کا) لوگوں میں اعلان کرادیا اور انہیں دعوت جہاد دے کر جہاد کی فضیلت بیان کی اور پیدل چل کر جہاد کرنے کو افضل قرار دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنی سواریاں چھوڑ دیں اور عزم مصمم کر لیا کہ وہ پیدل روانہ ہوں گے۔ دوسرے لوگوں نے کہا ''نہیں ہم جلدی نہیں کریں گے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ وہ خود کیا کرتے ہیں اگر ان کا (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا) فعل ان کے قول کے مطابق ہوا تو ہم بھی اپنے ساتھیوں کی پیروی کریں گے۔

پیدل جہاد:

جب ایک دن باقی رہا تو وہ روانہ ہوئے اور اپنے محل سے اپنا سامان چالیس خچروں پر لاد کر نکالا (یہ دیکھ کر) یہ لوگ ان کی باگ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے ''آپ ہمیں ان فالتو جانوروں پر سوار کرائیں اور ہمیں پیدل نہ بھیجیں'' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں بہ مشکل قائل کرایا تو انھوں نے ان کی سواری چھوڑ دی اور وہ چلے گئے۔

استعفاء کا مطالبہ:

اس کے بعد یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے) استعفاء کا مطالبہ کیا۔ اور کہنے لگے ''ہم یہی چاہتے ہیں کہ آپ انہیں تبدیل کر دیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''تم کس کو پسند کرتے ہو؟'' غیلان بن خرشہ نے کہا:

''آپ کسی کو ان کے بجائے مقرر کر دیں اگر آپ کسی نوجوان کو بھی مقرر کریں گے تو وہ بھی ان سے بہتر ہوگا''۔

نئے حکام:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا نیز عبیداللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کو فارس تبدیل کر دیا۔ اور ان کے بجائے عمر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

خراسان و سجستان کے حکام:

اپنی خلافت کے چوتھے سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان پر امین بن احمر یشکری کو مقرر کیا اور اسی سال عمران بن فصیل برجمی کو سجستان کا حاکم مقرر کیا اور عاصم بن عمرو کو کرمان کا حاکم مقرر کیا۔ اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

عبیداللہ کی شہادت:

ان کے بعد اہل فارس نے شورش برپا کی اور عبیداللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہد شکنی کی اور ان کے مقابلہ کے لیے اصطخر کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ چنانچہ اصطخر کے دروازے پر جنگ ہوئی جس میں عبیداللہ شہید ہوئے اور ان کے لشکر کو شکست ہوئی۔

اصطخر کی جنگ:

جب اس کی خبر عبداللہ بن عامر کو پہنچی تو انہوں نے اہل بصرہ کو جہاد پر آمادہ کیا اور ان کے ساتھ لوگوں کی کافی تعداد روانہ ہو گئی۔ ان کے ہراول دستے کے سردار عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ جب ان کا اصطخر میں دشمن سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دشمن کی فوج کا صفایا کر دیا جس کے بعد وہ سر نہیں اٹھا سکے۔

اضلاع فارس کے حکام:

اس فتح کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے تحریر فرمایا کہ مندرجہ ذیل حضرات فارس کے اضلاع پر حاکم مقرر کیے جائیں: ا۔ ہرم بن حسان یشکری ۲۔ ہرم بن حیان عبدی ۳۔ خریت بن راشدہ ۴۔ منجاب بن راشدہ ۵۔ ترجمان ہجیمی۔

خراسان کے حکام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان کے علاقہ کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے ان پر چھ حکام مقرر کیے۔ ا۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مرو کے دونوں علاقوں پر مقرر ہوئے۔ ۲۔ حبیب بن قرہ یربوعی بلخ کے حاکم مقرر ہوئے۔ یہ علاقہ اہل کوفہ نے فتح کیا تھا۔ ۳۔ خالد بن عبداللہ بن زہیر مہلب کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۴۔ امین بن احمر یشکری طوس کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۵۔ قیس بن ہبیرہ سلمی نیشاپور کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۶۔ عبداللہ بن خازمؓ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات پر تمام علاقہ انھیں دے دیا تھا پھر ان کی بھی وفات ہوگئی جب کہ قیس خراسان میں تھے۔

سجستان کے حاکم:

امین ابن احمر کو سجستان پر بھی حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ پھر وہاں کا حاکم عبدالرحمٰن بن سحرہ کو مقرر کیا جو قبیلہ عبد شمس سے تعلق رکھتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اس وقت بھی وہ وہاں کے حاکم تھے۔

کرمان و فارس کے حکام:

ان کی وفات کے وقت عمران کرمان کے حاکم تھے اور عمیر بن عثمان بن سعد فارس کے حکمران تھے اور ابن کندیر قشیری مکران کے حاکم تھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

علی بن مجاہد کی روایت ہے کہ غیلان بن خرشہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا آپ کے پاس کوئی کمتر آدمی نہیں ہے جسے آپ ترقی دے کر سر بلند کریں یا آپ کے پاس کوئی غریب انسان نہیں ہے جسے آپ پناہ دیں۔ اے قبیلہ قریش! کب تک یہ بوڑھا اشعری رضی اللہ عنہ اس ملک کو کھاتا رہے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند آئی تو انھوں نے عبداللہ بن عامر کو حاکم مقرر کیا۔

دونوں لشکروں کا سردار:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تمہارے پاس (حاکم ہو کر) نہایت خرچ کرنے والا نجیب الطرفین نوجوان آئے آئے گا جسے دونوں لشکر کا سربراہ بنایا جائے گا''۔

چنانچہ جب عبداللہ بن عامر بصرہ آئے تو انہیں (حضرت) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ دونوں کی

فوجوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ عمان اور بحرین سے عبور کر کے آئے تھے۔

ابن عامر کا عہد نامہ:

سیف کی روایت ہے کہ قیس بن ہبیرہ نے عبداللہ بن خازم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن عامرؓ کے پاس وفد میں بھیجا۔ عبداللہ ابن خازم (ایک زمانے میں) عبداللہ بن عامر پر بہت مہربان تھا اس نے ابن عامر سے درخواست کی ''آپ مجھے خراسان (کی حکومت) کا عہد نامہ لکھ کر دے دیں۔ جب قیس بن ہبیرہ وہاں سے چلے جائیں (تو مجھے حاکم بنایا جائے) انھوں نے ایسا ہی کیا۔

خراسان کی حکومت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور لوگوں کو اس کی اطلاع ملی تو دشمن نے شورش برپا کر دی۔ اس وقت قیس نے پوچھا ''عبداللہ! تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ بولا ''میری رائے یہ ہے کہ آپ مجھے اپنا جانشین بنا دیں'' چنانچہ انہیں جانشین بنا دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے خلافت نامہ ختم کر کے تمام خراسان پر قبضہ کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک وہ اس پر قابض رہے عبداللہ کی والدہ قبیلہ عجل کی تھیں۔

فتح فارس:

اس سال واقدی اور ابو معشر کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عامرؓ نے فارس کو فتح کر لیا سیف کی روایت کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔

مسجد نبوی کی توسیع:

اس سال یعنی ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اضافہ کیا اور اس کی توسیع کی انہوں نے ماہ ربیع الاوّل میں مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز کیا۔ انھوں نے منقش پتھروں سے مسجد کی تعمیر کرائی اور ستون ان پتھروں کے بنوائے جن میں سیسہ بھرا ہوا تھا اور چھت ساگوان کی بنوائی اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ گز اور چوڑائی ایک سو پچاس گز تھی۔ اس کے دروازے اتنے ہی تھے جتنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھے۔ یعنی چھ دروازے تھے۔

منیٰ میں خیمہ:

اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو لے کر حج کیا۔ انھوں نے منیٰ کے مقام پر ایک خیمہ نصب کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے یہاں خیمہ نصب کرایا اور منیٰ اور عرفہ میں پوری نمازیں پڑھائیں۔

منیٰ میں مکمل نماز:

واقدی کی روایت کے مطابق صالح یہ بیان کرتے ہیں۔ ''میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے پہلے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برخلاف جو اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں منیٰ کے مقام پر (حج کے زمانے میں) دو رکعتیں نماز پڑھائی مگر جب ان کا چھٹا سال (خلافت) آیا تو انھوں نے مکمل نماز پڑھائی۔ اس پر متعدد صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور جو ان کے مخالف تھے انھوں نے اس کو مزید شہرت دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے پاس آ کر یہ فرمایا۔ ایسی بات پہلے نہیں ہوئی اور نہ زیادہ عرصہ گزرا جب کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ (اس موقع پر) دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر (حضرت) ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور آپ بھی اپنی خلافت کے آغاز میں (دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے) مجھے نہیں معلوم ہے کہ آپ نے کس طرح رجوع کیا'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے''۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

واقدی کی دوسری روایت ہے کہ (اس سال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے قیام پر چار رکعت نماز پڑھائی۔ اس موقع پر ایک شخص حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا'' کیا تمہیں اپنے بھائی (عثمانؓ) کے بارے میں اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے چار رکعت نماز (منیٰ میں) پڑھائی۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا:

خلاف سنت عمل:

'' کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مقام پر دو رکعت نماز نہیں پڑھی تھی؟'' وہ بولے'' کیوں نہیں (اسی طرح نماز پڑھی تھی)'' پھر وہ بولے'' کیا تم نے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یہاں دو رکعت نماز پڑھی تھی؟ وہ بولے ہاں!۔ پھر انہوں نے پوچھا:'' کیا تم نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں یہاں دو رکعت نماز پڑھائی تھی؟'' وہ بولے'' ہاں!'' اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' اے ابومحمد! (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) اب تم میرا جواب سنو:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دلائل:

'' مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل یمن کے بعض اکھڑ لوگ جو حج کر کے واپس یمن گئے تھے وہ پچھلے سال حج سے فارغ ہو کر یہ کہنے لگے تھے:

'' مقیم کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں کیونکہ تمہارے یہ خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں''۔

اس کے علاوہ میں نے مکہ معظمہ کو اپنا گھر اور وطن بنالیا ہے اس لیے میری یہ رائے ہے کہ میں چار رکعت نماز پڑھاؤں۔ اور مجھے ان لوگوں کے بارے میں یہ اندیشہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے مکہ میں نکاح کر لیا ہے اور طائف میں میرا مال و جائیداد ہے۔ اور میں اس کی خبر گیری کے لیے جاتا ہوں اور وہاں قیام کرتا ہوں''۔

پہلی بات کا جواب:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو تمہارے لیے معقول عذر بن سکے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے مکہ معظمہ کو گھر بنالیا ہے مگر آپ کی بیوی مدینہ میں رہتی ہیں۔ آپ جب چاہیں انہیں لے جاتے ہیں اور جب چاہیں انہیں واپس لے آتے ہیں آپ کا مستقل قیام اپنے گھر میں ہے''۔

دوسری بات کا جواب:

دوسری بات آپ یہ کہتے ہیں کہ: ''میرا مال (جائیداد) طائف میں ہے'' تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اور طائف کے درمیان تین دن کی مسافت ہے اور آپ طائف کے رہنے والے نہیں ہیں۔

آپ نے یہ فرمایا ہے: اہل یمن حج سے واپس آ کر یہ کہتے ہیں ''تمہارا امام (خلیفہ) عثمان مقیم ہوتے ہوئے دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ وحی الٰہی نازل ہوئی تھی اور مسلمان تھوڑے تھے یہی عمل کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آخر وقت تک دو رکعت نماز پڑھائی''۔

مخالفت سے پرہیز:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے''۔

(یہ سن کر) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ چلے آئے۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے پوچھا کیا انہیں اس کے علاوہ کوئی اور بات معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ''نہیں'' پھر حضرت ابن ابی مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''پھر میں کیا کروں'' وہ بولے ''تم اپنی معلومات کے مطابق عمل کرو'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مخالفت میں شر و فساد (کا اندیشہ) ہے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے چار رکعت نماز پڑھائی ہے تو میں نے بھی اپنے ساتھیوں کو چار رکعت نماز پڑھائی۔

خلیفہ کی اطاعت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب مجھے اطلاع ملی کہ انہوں نے چار رکعت نماز پڑھائی تو (اس کے باوجود) میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی مگر اب جیسا تم کہتے ہو ہم ویسا کریں گے۔ یعنی ہم ان کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھیں گے''۔

۳۰ھ کے مشہور واقعات

ابو معشر، واقدی اور علی ابن محمد المدائنی (یہ سب مؤرخین) اس پر متفق ہیں کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان پر حملہ ۳۰ھ میں کیا مگر سیف بن عمر کی روایت یہ ہے کہ طبرستان کے اصبہذ نے سوید بن مقرن کو مال دے کر مصالحت کر لی تھی تا کہ وہ وہاں حملہ نہ کریں۔ اس واقعہ کا تذکرہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے حالات میں کر چکے ہیں۔ مگر علی بن محمد مدائنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ''طبرستان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کوئی حملہ نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ نے ۳۰ھ میں وہاں حملہ کیا تھا۔

جنگ طبرستان:

مدائنی کی روایت کے مطابق اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۳۰ھ میں کوفہ سے روانہ ہوئے۔ وہ خراسان جانا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ ان کے ساتھ حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ کی روانگی:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی بصرہ سے (فوج لے کر) روانہ ہوئے۔ ان کی منزل مقصود بھی خراسان تھی اور وہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پہلے پہنچ گئے تھے اور ابرشہر میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔

اہل جرجان سے مصالحت:

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ وہ ابرشہر پہنچ گئے ہیں تو سعید، قومس میں خیمہ زن ہوئے یہاں کہ لوگوں نے جنگ نہاوند کے بعد مسلمانوں سے صلح کر رکھی تھی۔ اس لیے وہ جرجان آئے۔ وہاں کے لوگوں نے دو لاکھ کی رقم دے کر صلح کر لی۔ پھر وہ طمیسہ آئے یہ تمام علاقہ طبرستان کا تھا اور جرجان کا سرحدی علاقہ تھا جو ساحل بحر پر ایک شہر تھا۔

طمیسہ کی جنگ:

یہاں کے لوگوں نے ان سے شدید جنگ کی۔ یہاں تک کہ انھوں نے نماز خوف پڑھی۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف کیسے پڑھائی۔

سعید رضی اللہ عنہ نے اس اثناء میں ایک مشرک کے کندھے پر تلوار کا وار کیا تو اس کی کہنی میں سے تلوار نکل پڑی پھر انہوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

دشمن کا صفایا:

آخر کار دشمن پناہ کے طالب ہوئے تو انہوں نے اس شرط پر انھیں پناہ دی کہ وہ ان کا ایک آدمی نہیں قتل کریں گے۔ اس پر

انہوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے تو انہوں نے ایک شخص کے علاوہ باقی سب کو مار ڈالا۔ قلعہ میں جو کچھ (مال و دولت) موجود تھا اس پر قبضہ کر لیا۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے نامیہ کو بھی فتح کر لیا جو صحرا، تھا شہر نہیں تھا۔ حنش بن مالک تغلبی کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۳۰ ھ میں روانہ ہوئے۔ وہ جرجان اور طبرستان پہنچے ان کے ساتھ عبداللہ بن العباس' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تھے۔ ان کے ایک خادم کا بیان ہے:

''میں ان کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھاتا تھا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تھے تو ان کے حسب ہدایت میں دسترخوان کو جھاڑ کر لٹکا دیا کرتا تھا۔ جب شام ہوتی تھی تو وہ مجھے بچا ہوا حصہ دیا کرتے تھے''۔

محمد بن الحکم کی شہادت:

کہا جاتا ہے کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ محمد بن الحکم بن ابی عقیل جو یوسف بن عمر رضی اللہ عنہ کے جد امجد تھے۔ شہید ہوئے۔ یوسف بن عمر نے (ایک دن) قحذم سے کہا:

''اے قحذم کیا تم جانتے ہو کہ محمد بن الحکم نے کہاں وفات پائی؟''۔

وہ بولا: ''ہاں! وہ طبرستان میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے''۔ وہ بولے: ''نہیں'' وہ سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں گئے تھے تو انھوں نے وہیں وفات پائی۔ مگر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ واپس آ گئے تھے اور کعب بن جعیل (شاعر) نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے تھے:

کعب بن جعیل کے اشعار:

❶ وہ نوجوان کتنا اچھا ہے جس کی جولاں گاہ جیلان کا علاقہ تھا۔
❷ تم اس جنگ میں ایک پوشیدہ شیر کی مانند تھے جو اپنی جھاڑی سے نکل کر صحراء میں آیا ہو۔
❸ تم سے پہلے کسی نے اتنے عظیم تر لشکر کی قیادت نہیں کی۔ اس لشکر میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) زرہ پوش اور مسلح سپاہی شامل تھے۔

اہل جرجان کی عہد شکنی:

کلیب بن خلف کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل جرجان سے صلح کر لی تھی۔ پھر انھوں نے (خراج ادا کرنا) روک دیا اور عہد شکنی کی مگر سعید رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی وہاں نہیں پہنچا انہوں نے وہاں کا راستہ بھی مسدود کر دیا تھا۔ اس لیے جو کوئی قومس کے راستے سے خراسان جاتا تھا' وہ اہل جرجان سے بہت خوف زدہ رہتا تھا۔ چنانچہ خراسان کا راستہ فارس سے براہ کرمان مقرر ہوا اس کے بعد قتیبہ بن مسلم پہلا (مسلم حکمران) تھا جس نے خراسان کا حاکم مقرر ہونے کے بعد براہ قومس خراسان کے راستے کو جاری کیا۔

خراج کی ادائیگی بند:

کلیب بن خلف کی دوسری روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل جرجان سے صلح کر لی تھی۔ وہ کبھی ایک لاکھ کی رقم ادا

کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ''ہماری صلح (کی رقم) یہی ہے'' کبھی وہ دو لاکھ کی رقم دیتے تھے اور کبھی تین لاکھ دیتے تھے۔ اور پھر کبھی یہ رقم دیتے تھے اور کبھی نہیں دیتے تھے آخر کار انھوں نے رقم کی ادائیگی بالکل روک دی اور عہد شکنی کر کے خراج دینا بند کر دیا تھا۔

جب یزید بن المہلب (حاکم ہو کر) وہاں پہنچا اور اس نے سول سے مصالحت کی اور بحرہ دہستان کو فتح کر لیا تو اس کے بعد اہل جرجان نے اس سے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی صلح کے مطابق مصالحت کی۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا تقرر:

۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے حاکم کے عہدہ سے معزول کیا اور (ان کے بجائے) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ یہ سیف کی روایت ہے۔

معزولی کے اسباب:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جھگڑے کی اطلاع ہوئی تو وہ دونوں پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو (سزا دینے کا) قصد کیا۔ مگر پھر یہ ارادہ بدل دیا اور (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور ان سے واجب الادا (قرضہ) وصول کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بحال رکھا۔ مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ کے عرب باشندوں کے حاکم تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دوسرے سال (کوفہ کے حاکم) بن کر آئے (ان کے عہد خلافت میں) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک سال سے زیادہ حکومت کی تھی۔

محبوب شخصیت:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو وہ لوگوں کی محبوب ترین شخصیت بن گئے۔ کیونکہ وہ ان کے ساتھ سب سے زیادہ نرم سلوک کرتے رہے۔ پانچ سال تک ان کا طرز عمل یہی رہا انھوں نے اپنے گھر پر کوئی دروازہ نہیں رکھا (تاکہ ہر شخص ان کے پاس روک ٹوک کے بغیر آسکے)۔

کوفہ کا فساد:

کچھ عرصہ کے بعد کوفہ کے نوجوان ابن حیسمان خزاعی کے گھر اکٹھے ہو کر آئے اور انہیں تنگ کرنے لگے۔ وہ تلوار لے کر نکلے۔ مگر جب انھوں نے ان کی کثرت دیکھی تو وہ (مدد کے لیے) پکارنے لگے۔ وہ بولے ''تم خاموش ہو جاؤ تمہیں ایک ہی وار سے اس رات کے خطرہ سے نجات مل جائے گی''۔ اس وقت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص فریاد کرتا رہا مگر ان (نوجوانوں) نے اسے زدوکوب کر کے مار ڈالا۔

فتنہ پرداز افراد:

آخر کار عوام نے چاروں طرف سے گھیر کر انہیں گرفتار کر لیا۔ ان (ملزموں) میں زہیر بن جندب ازدی' مواع بن ابی لواع

اسدی اور شبیل بن ابی الازدی بھی شامل تھے۔ان کے برخلاف ابوشریح رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند نے یہ شہادت دی کہ یہ لوگ اس گھر میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے دوسرے لوگوں کو منع کیا مگر بعض افراد نے انہیں قتل کر دیا۔

مفسدوں کو سزا:

حاکم کوفہ نے ان کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وسیع میدان میں محل کے دروازہ کے قریب ان سب کو قتل کر دیا گیا۔اس واقعہ کے بارے میں عمرو بن عاصم تمیمی (شاعر اپنے اشعار میں) یوں کہتا ہے:

1. اے شرارت پسندو! تم اپنے پڑوسیوں کو (حضرت) ابن عفان (عثمانؓ) کی خلافت میں اس طرح ظلم کر کے نہ کھاؤ۔
2. تم نے ابن عفان کو (عثمانؓ) آزمالیا ہے کہ انھوں نے قرآن کریم (فرقان) کے حکم کے مطابق چوروں کا خاتمہ کیا۔
3. وہ ہمیشہ کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں جو مسلمانوں کے جسم کے ہر حصہ پر حاوی ہے۔

ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ کی ہجرت:

ابوسعید کی روایت ہے کہ ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے وہ مدینہ منورہ سے کوفہ میں اس لیے منتقل ہوئے تھے کہ وہ جہاد کے مقامات کے قریب رہیں۔ایک رات جب کہ وہ چھت پر تھے انہوں نے اپنے پڑوسی کی چیخ و پکار کی آواز سنی انہوں نے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوفہ کے نوجوانوں نے گھیر رکھا ہے۔انہوں نے ان کے پڑوسی پر رات کے وقت حملہ کیا تھا اور وہ اس سے کہہ رہے تھے:

''تم مت چیخو کیونکہ تلوار کا ایک وار تمہیں ٹھنڈا کر دے گا''۔ اس کے بعد انہوں نے اسے مار ڈالا۔

(یہ حالت دیکھ کر) وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کوچ کر گئے اور مدینہ لوٹ آئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی وہیں منتقل کر لیا۔

قسامت کا قانون:

اس قسم کے واقعات کی وجہ سے قسامت کا قانون جاری ہوا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں مقتول کا ولی (سرپرست) ہوں۔آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مل کر کھلم کھلا قتل کرنے سے باز آئیں۔

قسامت کی توضیح:

نافع بن جبیر روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسامت (جماعتی حلف نامہ) مدعا علیہ اور اس کے رشتہ داروں پر ہے۔ جب کوئی گواہ دستیاب نہ ہو تو اس کے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے اور اگر ان کی تعداد کم ہوئی یا ان میں سے کسی ایک شخص نے انکار کیا تو ان کی قسامت (حلف نامے) رد کر دیئے جائیں گے پھر مدعی اور اس کے افراد سے حلف لیا جائے گا۔اگر ان میں سے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے تو وہ (قصاص لینے کے) حق دار ہو جائیں گے۔

مہمان خانے کا قیام:

عون بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں یہ کار خیر کیا کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ ابوسمال اسدی چند افراد کو لے کر یہ اعلان کراتا ہے کہ ''جب قبیلہ کلب یا کسی مخصوص قبیلہ کا کوئی فرد یہاں فروکش ہو اور اس کے خاندان یا قبیلہ کے پاس

رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو وہ فلاں شخص کے گھر میں رہائش اختیار کرے"۔

چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور ابن ہبار کے گھروں کو "مہمان خانہ" بنایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر رمادہ کے مقام پر قبیلہ ہذیل کی بستی میں تھا۔ چنانچہ وہ بھی اپنے گھر میں رہنے لگے اور ان کا (سرکاری) گھر بھی مہمان خانہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ جب مہمانوں کے لیے مسجد کوفہ کے اردگرد کا حصہ تنگ ہو جاتا تھا تو وہ ہذیل کی بستی میں ان کے گھر میں فروکش ہوتے تھے۔

ابوسمال کا مہمان خانہ:

سیف کوفہ کے اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسمال کا علان نچی بازاراور محلوں میں یہ اعلان کرتا تھا کہ اگر فلاں اور فلاں قبیلہ کے لوگوں کے رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو تو وہ ابوسمال کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ (یہ دیکھ کر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہمان خانے مقرر کیے۔

ابوزبید سے تعلقات:

محمد اور طلحہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو جزیرہ کے عربوں کا حاکم مقرر کیا۔ وہ وہاں جا کر بنو تغلب کی بستی میں مقیم ہوئے۔ ابوزبید (شاعر) بھی دور جاہلیت اور اسلامی دور میں بنوتغلب کے ہاں اقامت پذیر رہا۔ مسلمان ہونے تک وہ اسی قبیلہ کے لوگوں میں رہتا رہا۔ کیونکہ قبیلہ تغلب اس کی ننہال تھا۔

ولید کی مصاحبت:

اس قبیلہ نے اسے قرض خواہی میں بہت تنگ کیا تو ولید نے اس کا حق ادا کیا جس کا ابوزبید نے بہت شکریہ ادا کیا اور ولید کے پاس ہی رہنے لگا اور مدینہ بھی اس کے ساتھ گیا۔

ابوزبید کی آمدورفت:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہاں بھی اس نے ان کے پاس اسی طرح آمدورفت رکھی جس طرح مدینہ اور جزیرہ میں اس کی آمدورفت تھی۔ آخرکار وہ (کوفہ کے) مہمان خانے میں رہنے لگا۔ اس سے پہلے وہ آ کر لوٹ جاتا تھا۔

ولید کا مہمان:

ابوزبید عیسائی تھا تاہم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ترغیب سے وہ ولید کے آخری دور حکومت میں مسلمان ہو گیا۔ اور اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ وہ عرب تھا اور نہایت عمدہ شاعر تھا اس لیے ولید نے اسے اپنے گھر ٹھہرالیا۔

ولیدؓ کے خلاف سازش:

دوسری طرف ابوزینب' ابومواع اور جندب اس کے کینہ ور دشمن ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کے فرزند (مذکورہ بالا واقع میں) قتل کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جاسوس اور مخبر لگا رکھے تھے چنانچہ (ایک دن) ایک شخص ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "کیا آپ لوگ ولید کو (ملاحظہ فرمائیں گے) وہ ابوزبیدہ کے ساتھ شراب پی رہا ہے"۔ یہ بات سن کر وہ بھڑک اٹھے اور ابوزینب، ابومواع اور جندب جا کر کوفہ کے لوگوں سے کہنے لگے۔ "تم اپنے امیر کا حال دیکھو' ابوزبیدہ اس کا بہترین مصاحب بنا

ہوا ہے اور وہ دونوں شراب نوشی میں مشغول ہیں''۔

شراب نوشی کا الزام:

یہ لوگ ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ولید کا گھر رحبہ میں عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ مسجد کی طرف سے وہاں گھس گئے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جب اچانک انھیں دیکھا تو اس نے کوئی چیز تخت کے نیچے چھپا دی۔ کسی شخص نے اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے نکال لیا تو وہ ایک طباق تھا جس میں انگور کے دانے تھے۔ اس نے اسے اس لیے چھپایا تھا کہ اس بات پر ندامت تھی کہ لوگ یہ دیکھیں گے کہ طباق میں انگور کے دانوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

غلط بیانی پر ملامت:

یہ حالت دیکھ کر لوگ گھر سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ دوسرے لوگوں نے جب یہ بات سنی تو وہ آ کر انہیں سب وشتم (گالی گلوچ) کرنے لگے اور ان پر لعنت بھیجنے لگے۔ ''ان لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے''۔

افواہوں پر چشم پوشی:

اس کے بعد لوگ اس معاملے پر بحث مباحثہ کرتے رہے (ولید کو اس بحث کی خبر ہوگئی تھی مگر) اس نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ لوگوں کی اس گفتگو میں مداخلت بھی نہیں کی اور اس بات کو پسند نہیں کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کرے اس لیے وہ خاموشی کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرتا رہا۔

جنگ کا تذکرہ:

فیض بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے حضرت شعبی کو دیکھا کہ وہ محمد بن عمرو بن ولید یعنی ابن عقبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو محمد بن عبدالملک کے جانشین تھے۔ محمد نے مسلمہ کی جنگ کا تذکرہ کیا تو وہ کہنے لگے:

ولیدؓ کے جنگی کارنامے:

اس کا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں اور اس کے دور حکومت سے کوئی مقابلہ نہیں ہے جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہوتے تھے تو وہ دور دراز کے مقامات تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ کسی چیز میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی ان کے مقابلے پر آتا تھا۔ ان کا یہ طریقہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ وہ معزول ہوئے۔ اس زمانے میں باب کے علاقہ میں عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب:

عمرو بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جندب اور اس کے ساتھی' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ ''ولید بن عقبہ شراب نوشی میں مشغول تھا'' انھوں نے اس خبر کو اس قدر پھیلایا کہ یہ زبان زد عام ہوگئی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو ہم سے کوئی (عیب) پوشیدہ رکھے تو ہم اس کی کوئی ٹوہ نہیں لگائیں گے اور اس کی پردہ دری نہیں کریں گے''۔

ولید کی ملامت:

یہ سن کر ولیدؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو ولیدؓ نے ان کو برا بھلا کہا اور یہ پوچھا ''کیا تمہارے

جیسے شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ کینہ ور افراد کو ایسا جواب دے جیسا کہ تم نے جواب دیا ہے۔ میں نے کسی کو چھپا رکھا ہے یہ جواب تو مشتبہ شخص کے بارے میں دیا جاتا ہے''۔

اس پر دونوں کا بہت جھگڑا ہوا اور صرف غیظ و غضب کا اظہار کرنے کے بعد دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

جادوگر کا معاملہ:

سیف کی روایت ہے کہ ولید بن عقبہؓ کے پاس ایک جادوگر کو لایا گیا تو انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ ان سے جادوگر کے خلاف حد شرعی معلوم کرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الزام کی تحقیق:

''تمہیں کس نے بتایا ہے کہ یہ جادوگر ہے؟'' ولیدؓ نے کہا'' یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اسے لے کر آئے ہیں۔ان کا بیان ہے کہ وہ جادوگر ہے'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ جادوگر ہے؟'' وہ بولے'' یہ خود اس کا اقرار کرتا ہے'' آپ نے اس سے پوچھا'' کیا تم جادوگر ہو'' وہ بولا'' ہاں'' آپ نے فرمایا:

جادوگری کا ثبوت:

''تم جانتے ہو کہ جادو کیا ہے؟'' وہ بولا ہاں! یہ کہہ کر وہ ایک گدھے کی طرف بڑھا اور وہ اس کی دم کی طرف سے سوار ہونے لگا اور لوگوں کو دکھانے لگا کہ وہ اس کے منہ سے اور اس کے سر میں سے نکل رہا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا:'' تم اسے قتل کر دو'' اس کے بعد ولید چلے گئے لوگوں نے مسجد میں یہ اعلان کرایا کہ ایک شخص ولید کے پاس جادو کے کھیل دکھا رہا ہے۔اس طرح لوگ وہاں پہنچے اور جندب بھی اس موقع کو غنیمت جان کر وہاں پہنچا اور کہنے لگا وہ کہاں ہے تا کہ میں اسے دیکھوں'' آخر کار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اس جادوگر کو مقید رکھا جائے تا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھ سکیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اس سے حلف اٹھایا جائے۔آخر کار انہوں نے اسے تعزیر (سزا) دے کر چھوڑ دیا اور لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے خیالات کے مطابق خود عمل نہ کریں اور حاکم کے بغیر حدود شرعیہ قائم نہ کریں کیونکہ خطا کار کو قید کرنے اور اسے تادیب کا حق حاکم کو حاصل ہے۔

ولیدؓ کے خلاف شکایت:

جندب کے ساتھی اسے ورغلاتے رہے۔آخر کار وہ مدینہ پہنچ گئے۔ان میں ابوخشہ غفاری' جثامہ بن صعب بن جثامہ اور جندب شامل تھے۔انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید کو معزول کرنے کی درخواست کی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم بدگمانی پر عمل کرتے ہو اور مسلمانوں میں غلط باتیں پھیلاتے ہو اور اجازت کے بغیر آجاتے ہو تم واپس چلے جاؤ''۔

اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس بھیج دیا۔

سازش پر عمل:

جب وہ کوفہ واپس آئے تو تمام مخالفین ان کے پاس پہنچے انہوں نے ایک سازش تیار کی اور اس کے مطابق عمل کیا۔ولیدؓ کے

باں کوئی دربان نہیں تھا اور نہ کوئی حجاب حائل تھا اس لیے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو نیند میں غافل پا کر ابوزینب ازدی اور ابومواع اسدی ان کے گھر میں گھس گئے اور ان کی انگوٹھی اتار لی۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان دونوں نے ولید بن عقبہ کے خلاف شہادت دی ان کے ساتھ ان کے مددگار ملازمین بھی تھے۔

مخالفانہ شہادتیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو بلوایا۔ جب وہ آئے (اور شہادتیں لی گئیں) تو اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ وہ بولے:

ظاہری شہادت پر عمل:

''اے امیر المومنین! یہ دونوں مخالف دشمن ہیں''۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں اس بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو ظلم کرے گا اللہ اس سے انتقام لے گا جو مظلوم ہوگا اللہ اس کو جزاء دے گا''۔

سازشی واقعہ:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ کوفہ کے چند افراد اکٹھے ہوئے اور وہ ولید بن عقبہ کو معزول کرانے کی سازش کرتے رہے۔ آخر کار ابوزینب بن عوف اور ابومورد اسدی ان کے برخلاف شہادت مہیا کرنے کے لیے تیار ہوئے وہ ولید کے پاس آنے لگے۔ ولید بن عقبہ کی دو بیویاں تھیں ایک ذوالخمار کی بیٹی تھی اور دوسری ابوعقیل کی بیٹی تھیں۔ ان کے زنان خانے اور مردانہ نشست کے درمیان پردہ پڑا رہتا تھا۔ ایک دن وہ لوگ ولید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے دوسرے لوگ تو چلے گئے مگر ابوزینب اور ابومواع بیٹھے رہے اتنے میں ولید کو نیند آ گئی (ایسا موقع دیکھ کر) ان دونوں میں سے ایک نے ولید کی انگوٹھی اتار لی پھر وہ دونوں نکل آئے۔

انگوٹھی غائب:

جب ولید بیدار ہوئے تو ان کی دونوں بیویاں ان کے سرہانے موجود تھیں مگر ان کی انگوٹھی غائب تھی۔ انہوں نے ان دونوں سے پوچھا مگر انہیں اس کا کوئی علم نہ تھا پھر انہوں نے پوچھا:

''ان لوگوں کے آخر میں کون بیٹھا ہوا تھا'' وہ بولیں ''دو افراد تھے جنہیں ہم نہیں پہچانتے ہیں وہ دونوں آخر میں آپ کے پاس آئے تھے''۔ پھر پوچھا:

مجرم کی تحقیق:

''ان کا حلیہ کیا تھا'' وہ بولیں ''ان دونوں میں سے ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھا اور دوسرا چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ چادر والا آپ سے نسبتاً دور تھا''۔ وہ بولے ''کیا وہ دراز قد تھا؟'' وہ بولیں ''ہاں!'' ''اور کمبل والا آپ سے نزدیک تھا'' وہ بولے ''کیا وہ پستہ قد تھا'' وہ بولیں ''ہاں'' ''ہم نے اس کا ہاتھ آپ کے ہاتھ پر دیکھا تھا۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بولے:

''وہ ابوزینب تھا اور دوسرا ابومواع تھا وہ کسی سازش کے ماتحت آئے تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں''۔

سازش کی تکمیل:

ولید بن عقبہؓ نے انہیں تلاش کرایا مگران کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ کیونکہ وہ دونوں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے آخر کار وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جنہیں ولید نے سرکاری کاموں سے معزول کر دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں پہچانتے تھے جب انہوں نے شکایت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

مخالفانہ گواہ:

''کون شہادت دے گا؟'' لوگوں نے کہا'' ابوزینب اور ابومواع (گواہی دیں گے) دو مزید افراد نے بھی ان کی تائید کی۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا'' تم دونوں نے کیا ملاحظہ کیا؟'' وہ بولے'' ہم ان کے ساتھ رہنے والے تھے۔ جب ہم ان کے پاس آئے تو وہ شراب کی قے کر رہے تھے''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

شراب کی قے وہی کرتا ہے جو شراب پیتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ولید بن عقبہ کو بلوایا۔ چنانچہ جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں افراد کو وہاں دیکھا۔ انہوں نے حلف اٹھا کر ان لوگوں کی تمام کیفیت بیان کی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کوڑے کی سزا:

ہم حدود شرعیہ کو قائم کریں گے۔ جھوٹے گواہ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اے میرے بھائی! تم صبر کرو۔ اس کے بعد انہوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے اس طرح ان دونوں کی اولاد میں باہمی عداوت پیدا ہوئی جو آج تک باقی ہے۔

اصل واقعہ:

ابوعبیدہ ایادی کی روایت ہے کہ ابوزینب اور ابومواع دونوں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئے ان کی دو بیویاں تھیں ایک ذوالخمار کی بیٹی تھی اور دوسری ابوعقیل کی بیٹی تھیں۔ اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے جھک کر ان کی انگوٹھی اتار لی۔

انگوٹھی کی گمشدگی:

جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی دونوں بیویوں سے انگوٹھی کے بارے میں دریافت کیا۔ ان دونوں نے کہا'' ہم نے انگوٹھی نہیں لی ہے'' انہوں نے پوچھا'' آخر میں کون رہ گیا تھا؟'' وہ بولیں'' دو اشخاص رہ گئے تھے ایک پست قد کا جو کمبل اوڑھے ہوئے تھا دوسرا لمبا آدمی تھا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ ہم نے کمبل والے کو دیکھا کہ وہ آپ پر جھکا ہوا تھا۔''

مجرم غائب:

وہ بولے:'' وہ ابوزینب تھا'' پھر وہ ان دونوں کی تلاش میں نکلے۔ مگر وہ دونوں روانہ ہو چکے تھے ولید کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے۔

دربارِ خلافت میں:

وہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سب لوگوں کے سامنے انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ولید کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو وہ دونوں وہاں موجود تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بلوا کر پوچھا: ''تم دونوں کس بات کی شہادت دیتے ہو؟'' کیا تم یہ شہادت دے سکتے ہو کہ تم نے انہیں شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے' انہوں نے کہا ''نہیں'' وہ ڈر رہے تھے۔

کوڑے کی سزا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''پھر کیا دیکھا؟'' وہ بولے ''ہم نے شراب کو ان کی داڑھی سے نچوڑا جب کہ وہ شراب کی قے کر رہے تھے'' اس پر آپ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے ولید کو کوڑے مارے۔ اس واقعہ سے ان دونوں کے خاندان میں عداوت پیدا ہو گئی۔

ولیدؓ کے بارے میں اختلاف:

سیف ابو العریف اور یزید فقعسی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عقبہؓ کے بارے میں دو گروہ تھے۔ عوام ان کے حامی تھے۔ مگر خواص ان کے مخالف تھے یہ صورت حال' جنگ صفین کے وقت تک قائم رہی۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ لوگ کہنے لگے: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ناحق نکتہ چینی کی جاتی ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب'' تم جس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہو''۔ اس معاملے میں تمہاری حالت ایسی ہے جیسے کوئی اپنے ہم سفر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس شخص کے بارے میں کیا قصور ہے جس نے ان کے حکم سے دوسرے کو کوڑے مارے اور اسے اس کے کام سے معزول کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول:

نافع بن جبیر کہتے ہیں ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی شخص کو حد شرعی کی وجہ سے کوڑے مارے جائیں اور پھر اس کی توبہ ظاہر ہو جائے تو اس کی شہادت مقبول ہے''۔

لونڈیوں کا ماتم:

ابو کبران اپنی لونڈی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جس کے وہ ثنا خواں تھے کہ وہ کہتی ہیں ''ولید بن عقبہؓ نے لوگوں کے ساتھ بہت بھلائی کی یہاں تک کہ وہ لونڈیوں اور غلاموں میں بھی مال تقسیم کرتے رہے (ان کی معزولی پر) آزاد اور غلام سب لوگوں نے اظہار افسوس کیا۔ چنانچہ لونڈیاں ماتمی لباس پہنے ہوئے یہ اشعار پڑھتی تھیں:

1. افسوس ہے کہ ولید کو معزول کر دیا گیا ہے اور ہمارے پاس بھوکا مارنے والا سعید (بن العاص) رضی اللہ عنہ آ گیا ہے۔
2. وہ خوزاک کے پیمانوں میں کمی کرے گا۔ اس میں اضافہ نہیں کرے گا اس طرح لونڈیاں اور غلام بھوکے مرنے لگیں گے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا تقرر:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ خلافت عثمانی کے ساتویں سال کوفہ کے حاکم بن کر آئے وہ عاص بن امیہ کی

یادگار رہتے۔ جب اللہ نے شام کو فتح کرایا تو وہ شام چلے گئے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگے تھے۔

ابتدائی حالات:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ یتیم تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریش کے افراد کو یاد کیا اور ان کے بارے میں اطلاع حاصل کرتے ہوئے انہوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا ''اے امیر المومنین! وہ دمشق میں ہیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا ''تم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیج دو'' انہوں نے سعید کو بھیج دیا۔ وہ بیمار تھے مگر مدینہ پہنچ کر تندرست ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! مجھے تمہاری قابلیت اور صلاحیت کی خبریں ملی ہیں۔ تم اپنی صلاحیتوں کو ترقی دو۔ اللہ تمہیں ترقی دے گا'' پھر آپ نے دریافت کیا: ''کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟'' وہ بولے ''نہیں'' اس پر آپ نے فرمایا ''اے ابوعمرو! تم نے اس نوجوان کا نکاح کیوں نہیں کرایا؟'' وہ بولے ''میں نے انہیں اس کی پیشکش کی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا''۔

بے کس خواتین سے ہمدردی:

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ سعید جنگل میں جا رہے تھے کہ وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچے وہاں انہیں چار خواتین ملیں وہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئیں انہوں نے پوچھا ''تم کون ہو اور کس حال میں ہو؟'' وہ بولیں ''ہم سفیان بن عویف کی بیٹیاں ہیں'' ان کے ساتھ ان کی والدہ بھی تھیں۔ ان کی والدہ نے کہا ''ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور جب مرد ہلاک ہو جائیں تو ان کی خواتین بھی بے کس اور لاچار رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا آپ ان عورتوں کا ان کے ہم پلہ خاندان میں نکاح کرا دیں'' اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ دوسری لڑکی سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور تیسری لڑکی کو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

اس کے بعد مسعود بن نعیم نہشلی کی بیٹیاں آئیں اور انہوں نے بھی یہی کہا ''ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور بچے باقی رہ گئے ہیں تم ہمیں اپنے خاندان میں قبول کر لو''۔

دوسرے خاندان میں نکاح:

چنانچہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک لڑکی سے نکاح کیا اور دوسری لڑکی سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کیا اس طرح سعید رضی اللہ عنہ کی ان لوگوں سے رشتہ داری قائم ہو گئی۔ اس کے چچاؤں نے دور اسلام میں نہایت بہادرانہ کارنامے انجام دیئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں بھی مقدم تھے۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے پیشتر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا شمار مشہور لوگوں میں ہو گیا تھا۔

سعید رضی اللہ عنہ کی آمد:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ میں ایک حاکم اور امیر کی حیثیت سے آئے۔ اشتر، ابوخشہ غفاری، جندب بن عبداللہ اور ابو مصعب بن جثامہ مکہ یا مدینہ سے ان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے

ساتھ ان کی شکایت کرنے کے لیے گئے تھے اب ان کے ساتھ (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ) واپس آئے۔

سعید رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ آتے ہی منبر پر چڑھے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''خدا کی قسم! میں بادل نخواستہ اور زبردستی یہاں آیا ہوں۔ مگر میں مجبور تھا اس لیے کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں تعمیل حکم کروں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (یہاں) فتنہ وفساد نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس کا قلع قمع کر کے رہوں گا یا اپنی عاجزی کا اعلان کروں گا اور آج ہی سے اس کے لیے کوشش شروع کر دوں گا''۔

یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے۔ پھر انہوں نے اہل کوفہ کے بارے میں تحقیقات کیں اور ان کے حالات سے مطلع ہوئے۔ آخر کار انہوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بذریعہ تحریر یوں مطلع فرمایا:

تحقیقات کا نتیجہ:

''اہل کوفہ کے معاملات خراب ہو گئے ہیں۔ قدیم اور شریف خاندان مغلوب ہو گئے ہیں بعد کے آئے ہوئے لوگ اور اعراب یہاں کے معاملات پر غالب ہو گئے ہیں یہاں تک کہ شریفوں اور بہادر اشخاص کو کوئی نہیں پوچھتا ہے''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا ''تم قدیم اور سابقہ خدمات کے ان لوگوں کو ترجیح دو جن کے ہاتھوں پر اللہ نے یہ ملک فتح کرایا ہے اور جو ان کی بدولت یہاں مقیم ہوئے ہیں۔ انہیں ان کا تابع قرار دو بجز اس صورت کے کہ وہ (اصلی فاتحین) حق و صداقت کے کاموں کے انجام دینے میں سستی کریں اور انہیں انجام نہ دے سکیں اور دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے ہوں''۔

مردم شناسی کی ہدایت:

تم ہر ایک کی حیثیت اور مرتبہ کا خیال رکھو اور ہر ایک کے حق کا درجہ بدرجہ خیال رکھو کیونکہ مردم شناسی کے ذریعہ عدل وانصاف قائم ہوتا ہے۔

شرفاء سے خطاب:

(اس ہدایت کے مطابق) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان معزز حضرات کو بلوایا جنہوں نے اسلامی جنگوں اور بالخصوص جنگ قادسیہ میں حصہ لیا تھا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''تم اپنی قوم کی شکل وصورت (چہرہ) ہو اور چہرہ کے ذریعہ (قوم کے جسم) کا پتہ چلتا ہے۔ تم ہمیں ضرورت مند کی ضرورتوں سے مطلع کرو اور محتاجوں کی حاجتیں پیش کرو۔ میں ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کروں گا جو بعد میں آ کر مقیم ہوئے ہیں''۔

تقریر کے اثرات:

(اس تقریر کے بعد) ایسا معلوم ہوا کہ کوفہ خشک (پودا) تھا جس میں آگ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد مختلف اقسام کی افواہیں اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں تا آنکہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔

حالات پر غور:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا ''نماز میں سب جمع ہو جائیں'' چنانچہ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ان تمام باتوں سے مطلع کیا جو سعید رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے بارے میں تحریر کی تھیں۔ نیز وہ باتیں بھی بتائیں جن کا وہاں چرچا ہوا ہے۔ عام مسلمانوں نے کہا:

''آپ کا طریقہ عمل صحیح ہے۔ آپ اس بارے میں ان کی تائید نہ کریں اور نہ انہیں ایسی توقعات دلائیں جن کے وہ اہل نہیں۔ کیونکہ جب نااہل اور غیر مستحق لوگ اپنے کام انجام دینے کی کوشش کریں گے تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ بلکہ وہ کام کو خراب کر دیں گے''۔

اتحاد کی تلقین:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اہل مدینہ! تم تیار ہو جاؤ اور متحد ہو جاؤ۔ کیونکہ فتنہ وفساد کا آغاز ہو گیا'' یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے اور اپنے گھر چلے گئے۔

اشعار کا استعمال:

ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (گفتگو اور تقریروں میں) لوگوں کے سامنے کوئی نہ کوئی ایک یا دو شعر سے لے کر پانچ اشعار تمثیلاً پڑھتے تھے۔

جائیداد کی منتقلی:

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے فرمایا:

''اے اہل مدینہ لوگ فتنوں میں مبتلا ہو رہے ہیں بخدا! میں تمہارے مال و جائداد کو تمہارے پاس منتقل کر سکتا ہوں بشرطیکہ یہ تمہاری رائے ہو۔ کیا تم پسند کرو گے کہ جو اہل عراق کے ساتھ فتوحات میں شریک ہوا ہو وہ اپنے ساز وسامان کے ساتھ اپنے وطن میں مقیم ہو جائے''۔

اس پر اہل مدینہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

انتقال اراضی:

''اے امیر المومنین! آپ ہمارے مال غنیمت کی اراضی کو کیسے منتقل کر سکیں گے؟''۔

آپ نے فرمایا:

''ہم ان اراضی کو کسی کے ہاتھ حجاز کی اراضی کے بدلے فروخت کر سکتے ہیں''۔

اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے لیے ایسا راستہ کھول دیا جو ان کے خیال وگمان میں نہیں تھا۔ چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اللہ نے ان کی مشکل حل کر دی تھی۔

اراضی کی خرید وفروخت:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس خیبر کے بہت سے حصے جمع ہو گئے تھے ان کے پاس اس کے علاوہ اور جائیداد بھی تھی۔

اس لیے انہوں نے مدینہ کے ان لوگوں سے جو جنگ قادسیہ اور جنگ مدائن میں شریک ہوئے تھے۔ اور پھر مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے اور عراق ہجرت کر کے نہیں گئے تھے نشاستج (کی عمدہ اراضی) خرید لی تھیں۔ اس طرح انہوں نے سبز ارلیس کے بدلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عراق کی جائداد خرید لی تھی۔ نیز مروان بن الحکم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ مال کے ذریعے نہر مروان خرید لی تھی جو اس زمانے میں جنگل تھا۔

ان سے عراق کے قبائل کے لوگوں نے بھی اپنی اس جائداد کے بدلے میں جو جزیرۂ عرب میں ان کے قبضہ میں تھی اراضی خرید لیں ان میں مدینہ مکہ طائف یمن اور حضرموت کے باشندے شامل تھے چنانچہ اشعث نے اپنی حضرموت کی جائداد کے بدلے میں طیز ماباد کی اراضی خرید لی۔

منتقلی کا حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اسلامی ممالک میں ایک حکم نامہ جاری کر دیا تھا۔ مال غنیمت کی وہ اراضی جس کے شہر والے طلب گار تھے۔ وہ قیصر و کسریٰ اور ان کے لوحقین کی اراضی تھیں جنہیں اہل مدینہ نے اپنے حصوں کے مطابق حاصل کیا اور اس میں اپنی حجاز مکہ یمن اور حضرموت کی جائداد کی فروخت کے معاوضہ میں اضافہ کرتے رہے اور یہ ان لوگوں کو دی گئیں جو اہل مدینہ میں سے ان فتوحات میں شریک تھے۔ اس طرح باہمی رضامندی سے اس قسم کے تبادلہ کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ترجیحی حقوق:

وہ لوگ جو پہلے سے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں مسلمان ہوئے۔ انہیں قدیم مسلمانوں جیسے حقوق حاصل نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور قدیم مسلمانوں کو مجالس اور دیگر مراتب میں برتری حاصل تھی مگر وہ فضیلت جتانے کو ناپسند کرتے تھے اور اسے خلاف تہذیب سمجھتے تھے اور اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے پوشیدہ رکھتے تھے۔

فوجی کمک:

محمد اور طلحہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رے کے لوگوں سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے مگر عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فوجی کمک پہنچانے کے لیے انہیں باب بھیج دیا گیا اور ان کے ساتھ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہوئے اور وہ ان کے ساتھ آذربیجان تک پہنچ گئے۔ ان مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا کہ وہ (ضرورت کے موقع پر) فوجی کمک بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ وہیں قیام پذیر رہے تا آنکہ جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو یہ دونوں حضرات واپس آ گئے۔

خاتم مبارک کی گمشدگی

۳۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خاتم مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بئر اریس (کنویں) میں گر گئی۔ یہ کنواں مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا اس میں سب کنوؤں سے کم پانی تھا۔ مگر اب تک اس کی گہرائی کا پتہ نہیں چل سکا۔

انگوٹھی کی ضرورت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصد فرمایا کہ آپ عجمی اکابر کو خطوط لکھیں اور انہیں اللہ (کے مذہب کو قبول کرنے) کی دعوت دیں ایک شخص نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ صرف مہر زدہ خطوط قبول کرتے ہیں"۔

خاتم نبوت:

اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپؐ کے لیے ایک لوہے کی انگوٹھی تیار کی جائے۔ اسے آپؐ نے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا:

"آپ اسے اپنی انگلی سے اتار دیں"۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی انگلی سے اتار دیا۔ اور حکم دیا کہ آپ کے لیے دوسری انگوٹھی تیار کی جائے۔ چنانچہ آپ کے لیے تانبے کی ایک انگوٹھی تیار کی گئی اور آپ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ اس کے بعد پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے: "آپ اسے بھی اپنی انگلی سے اتار دیں" چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی اپنی انگلی سے اتار دیا۔

چاندی کی انگوٹھی:

پھر آپؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کے لیے چاندی کی انگوٹھی بنائی جائے چنانچہ چاندی کی انگوٹھی آپؐ کے لیے تیار کی گئی۔ اسے آپؐ نے اپنی انگشت مبارک میں پہن لیا۔ اس انگوٹھی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے برقرار رکھا اور حکم دیا کہ اس پر (محمد رسول اللہ کے الفاظ) کندہ کرائے جائیں۔ چنانچہ آپ عجمی لوگوں میں سے جس کو چاہیں خطوط لکھتے تھے اور ان پر اس (انگوٹھی کی) مہر لگاتے تھے۔ انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر مشتمل تھا۔

کسریٰ کو دعوت اسلام:

آپؐ نے ایک خط کسریٰ بن ہرمز (شاہ ایران) کی طرف لکھا اور اس خط کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لے کر وہاں پہنچے تو کسریٰ نے وہ نامہ مبارک پڑھا مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (واپس آنے کے بعد) عرض کیا۔

دربار کا حال:

یا رسول اللہ! آپ کھجور کی چھال کی چٹائی پر بیٹھتے ہیں مگر کسریٰ (شاہ ایران) تخت زریں (سونے کے تخت) پر بیٹھتا ہے اور

ریشم کا لباس پہنتا ہے'' ۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے ہو کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت حاصل ہو؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا'' اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں اس بات سے مطمئن ہوں''۔

ہرقل کو دعوت اسلام:

آپ نے ایک دوسرا نامہ مبارک بھی تحریر کیا اور اسے حضرت وجیہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ شاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا۔اس میں اسے دعوت اسلام دی گئی تھی۔اس نے اسے پڑھا اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔

خاتم مبارک کی حفاظت:

یہ خاتم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک میں رہی اور آپ اس سے مہر لگاتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا۔

خاتم مبارک اور خلفاء:

بعد ازاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔وہ بھی اس (خاتم مبارک) سے مہر لگاتے رہے تا آنکہ آپ کی وفات ہوئی۔ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے وہ بھی اپنی وفات تک اسی سے مہر لگاتے رہے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے وہ بھی چھ سال تک اسی (خاتم مبارک) سے مہر لگاتے رہے۔اس کے بعد انہوں نے اہل مدینہ کے لیے پانی پینے کا ایک کنواں کھدوایا۔ وہاں آپ کنویں کے سرے پر بیٹھے ہوئے اس انگوٹھی کو حرکت دے رہے تھے اور اسے اپنی انگلی میں گھما رہے تھے کہ انگوٹھی ان کے ہاتھ سے نکل کر کنویں میں گر گئی۔لوگوں نے کنویں میں اس کو تلاش کیا اور اس کا سارا پانی نکلوا دیا۔مگر انگوٹھی کا سراغ نہیں ملا۔

دوسری انگوٹھی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ جو اس انگوٹھی کو لے کر آئے گا اسے بھاری رقم دی جائے گی آپ کو اس (خاتم مبارک کے گم ہو جانے) کا بہت رنج وغم ہوا۔ جب آپ اس انگوٹھی (کے ملنے سے) مایوس ہو گئے تو آپ نے اسی جیسی چاندی کی انگوٹھی بنوانے کا حکم دیا۔ وہ ہو بہو ویسی تھی اور اس پر بھی (محمد رسول اللہ) کندہ تھا آپ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ جب آپ شہید ہوئے تو وہ انگوٹھی بھی آپ کے ہاتھ سے جاتی رہی اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کون اس انگوٹھی کو لے گیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے واقعات

۳۰ھ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں شام سے مدینہ کی طرف بھجوایا۔

انہیں شام سے بھجوانے کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے اکثر باتیں ایسی ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

ابن سبا کی فتنہ پردازی:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی بہ روایت سیف یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابن السوداء (ابن سبا) شام آیا تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا ''اے ابوذرؓ! کیا تمہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تعجب نہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں ''مال اللہ کا مال ہے۔ جب کہ ہر چیز اللہ کی ہے۔ ایسا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر تمام مال اپنے لیے مخصوص کر لیں اور مسلمانوں کا نام تک مٹا ڈالیں''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف:

یہ سن کر حضرت ابوذرؓ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''کیا وجہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال کہتے ہیں''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بولے ''اے ابوذرؓ! کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں اور مال اس کا مال نہیں ہے اور یہ مخلوق اس کی مخلوق نہیں ہے اور اصل حکم اس کا حکم نہیں ہے''۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آپ یہ بات نہ کہیں میں اس کا قائل نہیں ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ کی نہیں ہیں مگر میں ضرور کہوں گا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے''۔

فتنہ کا علم:

ابن السوداء پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے ''تم کون ہو؟ بخدا! میرے خیال میں تم یہودی ہو'' پھر وہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور کہنے لگے: ''یہی بخدا وہ شخص ہے جس نے (حضرت) ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ کے برخلاف کیا''۔

غریبوں کی حمایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام کے قیام کے دوران اس قسم کا وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے:

''اے دولت مند لوگو! تم غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ وہ لوگ جو سونا' چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں صرف نہیں کرتے! تم انہیں آگ کے ٹھکانے کی خوشخبری سناؤ جہاں ان کی پیشانیوں' پہلوؤں اور پشت پر داغ لگایا جائے گا''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسی قسم کی (تقریریں کرتے) رہے یہاں تک کہ غریب طبقے پر ان باتوں کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے دولتمندوں کو بھی (ان باتوں پر) مجبور کیا اور دولت مند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ میرے لیے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں اور ایسی ویسی باتیں کہتے پھرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے:

''فتنہ وفساد کی جڑیں نمودار ہوگئی ہیں۔ اب وہ پھوٹنا چاہتا ہے تم اس زخم کو مت چھیڑو۔ بلکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیج دو ان کے ساتھ نرمی کرو۔ ان کے لیے زادراہ مہیا کر کے ایک رہنما کے ساتھ انہیں بھیجو۔ جہاں تک ممکن ہو عوام کو روکے رکھو کیونکہ تمہارا یہ نظم وضبط تمہارے کام آئے گا''۔

فتنہ کی پیشین گوئی:

چنانچہ (حسب ہدایت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک رہنما کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ مدینہ آئے تو وہاں انہوں نے مختلف قسم کی خفیہ مجالس اور محفلیں دیکھیں اس پر انہوں نے یہ پیشین گوئی کی:

''تم اہل مدینہ کو سخت غارت گری اور یادگار جنگ کی خوشخبری سنا دو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''کیا بات ہے کہ اہل شام تمہاری شکایت کرتے ہیں؟'' اس پر انہوں نے جواب دیا:

''(مسلمانوں کے مال کو) اللہ کا مال کہنا مناسب نہیں ہے۔ نیز دولتمندوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مال و دولت جمع کریں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میرا یہ فرض ہے کہ میں اپنے فرائض ادا کروں اور رعایا کے ذمہ جو واجبات ہوں انہیں وصول کروں میں انہیں زاہد بننے پر مجبور نہیں کر سکتا البتہ انہیں محنت کرنے اور کفایت شعار بننے کی تلقین کر سکتا ہوں''۔

مدینہ سے باہر قیام:

اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ مجھے مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ مدینہ اب میرا گھر نہیں رہا ہے''۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خفیہ اڈے:

''کیا تم مدینہ کے بجائے اس سے بدتر مقام پر رہنا چاہتے ہو؟'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے حکم دیا کہ جب مدینہ کی عمارتیں خفیہ اڈے بن جائیں تو میں وہاں سے نکل جاؤں'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایسی صورت میں تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو''۔

ربذہ میں قیام:

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکل کر ربذہ چلے گئے وہاں انہوں نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اونٹوں کا ایک ریوڑ دے دیا تھا اور دو غلام بھی دیئے نیز یہ پیغام بھی بھیجا: ''تم مدینہ آیا کرنا کہ تم بدو (اعرابی) نہ بن جاؤ''۔ چنانچہ وہ اس پر عمل کرتے تھے۔

خلوت پسندی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اعرابی بننے کے خوف سے مدینہ میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ تاہم تنہائی اور خلوت نشینی انہیں زیادہ پسند تھی''۔

مزید نیکی کی ترغیب:

ایک دفعہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہاں کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس موقع پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''آپ عوام کی صرف اس بات پر قانع نہ ہو جائیں کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس بات پر بھی نظر رکھی جائے کہ وہ نیکی کے کوئی کام کریں۔ چنانچہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ وہ صرف زکوٰۃ دینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ پڑوسیوں اور بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی بھی کرے''۔

کعب پر سختی:

اس پر کعب نے کہا: ''جس نے فرائض ادا کر دیئے اس نے اپنا تمام فرض ادا کر دیا''۔

اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی چھڑی اٹھا کر ماری اور ان کا سر توڑ دیا۔ انہوں نے کعب سے کہا:

''اے یہودن کے بچے! تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے؟ (اگر تم بولنے سے باز نہیں آئے تو) تم مجھ سے کچھ سنو گے اور میں تمہاری خبر لوں گا''۔

تشدد کی ممانعت:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے معافی چاہی اور کعب نے درگزر کر دیا۔ تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت فرمائی ''اے ابوذرؓ! اللہ سے ڈرو اور اپنے ہاتھ اور زبان کو روکو''۔

باہر قیام کی وجہ:

حضرت محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی خوشی سے ربذہ کے مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔ جب کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی طرف مائل نہیں ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال کو بھی وہاں روانہ کر دیا تھا۔ جب وہ جانے لگے تو ان کے ساتھ ایک بہت بڑا تھیلا تھا جو اٹھانے کے لیے ایک مرد کے لیے بھی

بھاری تھا۔ اس پر (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پیسوں کا تھیلا:

''اس شخص کو دیکھو وہ دنیا سے کنارہ کش ہے مگر اس کے پاس کتنا مال ہے؟''۔

ان کی بیوی نے جواب دیا:

''بخدا! اس میں نہ دینار ہیں (اشرفیاں) نہ درہم ہیں بلکہ اس میں پیسے ہیں۔ جب ان (ابوذر) کا وظیفہ آتا تھا تو وہ ہماری ضروریات کے لیے اس کے بدلے میں پیسے خرید لیتے تھے''۔

امیر کی اطاعت:

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ کے مقام پر رہنے لگے تو وہاں نماز باجماعت ہونے لگی تھی وہاں ایک شخص تھا جو صدقات وصول کرتا تھا۔ اس نے (نماز کی امامت کے لیے) کہا ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! آپ آگے بڑھیں'' وہ بولے ''نہیں تم پیش قدمی کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا'' تم (امیر کی) بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی نکٹا غلام ہی (امیر) کیوں نہ ہو''۔ ''تم غلام بے شک ہو مگر نکٹے نہیں ہو''۔

اس شخص کا نام مجاشع تھا وہ صدقات کا سیاہ غلام تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے روزینہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر اور حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے روزینہ مقرر کر رکھا تھا یہ دونوں (صحابی) مدینہ سے باہر رہتے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایسی باتیں سنی تھیں جن کی وہ (تسلی بخش توضیح نہیں کر سکے تھے)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال:

مسلمہ بن نباتہ روایت کرتے ہیں کہ ''جب ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو ہم ربذہ بھی آئے۔ وہاں ہم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ لوگوں نے کہا ''وہ چشمہ کی طرف گئے ہوں گے'' اس لیے ہم ان کے گھر کے قریب انتظار کرتے رہے اتنے میں وہ اونٹ کی ہڈیاں لے کر اپنے غلام کے ساتھ وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا پھر وہ اپنے گھر گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:

اطاعت کی ہدایت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا:

''تم امیر کی بات سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی حبشی نکٹا غلام ہی (امیر) کیوں نہ ہو''۔

جب میں اس چشمے کی طرف گیا تو وہاں اللہ کے مال (صدقہ) کے غلام تھے ان پر ایک حبشی غلام (نگراں) مقرر تھا وہ نکٹا نہیں تھا' وہ جہاں تک مجھے علم ہے قابل تعریف ہے انہیں روزانہ ذبح کیا ہوا اونٹ کا گوشت ملتا ہے اور مجھے اس کی ہڈیاں ملتی ہیں جسے میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں''۔

مال و دولت:

راوی کہتا ہے:

میں نے کہا: ''آپ کے پاس کتنا مال ہے''۔

وہ بولے: ''کچھ بکریاں ہیں اور کچھ اونٹ ہیں۔ ایک میں میرے غلام کا حصہ ہے اور دوسرے پر میری لونڈی کا قبضہ ہے۔ میرا غلام اس سال کے آخر تک آزاد ہو جائے گا''۔

میں نے کہا: ''ہمارے ہاں جو آپ کے ساتھی ہیں ان کے پاس سب لوگوں سے زیادہ مال و دولت ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''مگر اللہ کے مال میں ان کا صرف اتنا ہی حق ہے جتنا میرا ہے''۔

دوسرے لوگوں نے ان واقعات کے اسباب میں بہت بری باتیں بیان کی ہیں جن کا ذکر کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔

شاہِ ایران کا فرار

داؤد کی روایت ہے کہ ابن عامر بصرہ آئے۔ پھر وہ فارس کی طرف روانہ ہو گئے اور اسے فتح کر لیا اس اثناء میں شاہ یزدگرد (شاہ ایران) جور کے مقام سے جسے اردشیر حرہ بھی کہتے ہیں' ۳۰ھ میں بھاگ گیا۔ ابن عامرؓ نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود سلمی کو بھجوایا۔ انہوں نے کرمان تک اس کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد مجاشع اپنے لشکر کے ساتھ سیرجان میں خیمہ زن ہوئے اور شاہ یزدگرد خراسان کی طرف بھاگ گیا۔

مہم کے سپہ سالار:

(اس مہم کے سپہ سالاروں کے بارے میں اختلاف ہے) عبدالقیس کہتا ہے کہ ابن عامرؓ نے ہرم بن حیان عبدی کو روانہ کیا۔ بکر بن وائل کہتا ہے کہ ابن حسان یشکری کو بھیجا گیا مگر صحیح ترین روایت یہی ہے کہ مجاشع بن مسعود سلمی کو (سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا)

برف باری:

مجاشع شیرجان سے روانہ ہوئے تاکہ وہ شاہ یزدگرد کا تعاقب کریں۔ جب یمند کے مقام میں محل کے قریب پہنچے تو (بعد میں) قصر مجاشع کے نام سے مشہور ہوا تو برف باری شروع ہوگئی برف باری سے سردی زیادہ ہوگئی اور ایک نیزہ کے برابر برف جمع ہوگئی جو تمام لشکر ہلاک ہو گیا۔ لیکن مجاشع اور ایک دوسرا شخص جس کے ساتھ ایک لونڈی تھی صحیح سالم رہے اس دوسرے شخص نے ایک اونٹ کا پیٹ چاک کر کے اس لونڈی کو اس کے اندر بٹھا دیا۔ اس کے بعد اس نے خود راہ فرار اختیار کی دوسرے دن جب وہ وہاں آیا تو وہ لونڈی زندہ پائی اس لیے وہ اسے اٹھا کر محفوظ مقام کی طرف لے گیا۔

قصر مجاشع:

اس محل کا نام قصر مجاشع پڑ گیا کیونکہ یہاں اس کا لشکر ہلاک ہوا تھا۔ یہ مقام سیرجان سے پانچ یا چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

تیز رفتاری گھوڑی:

ابوالمقدام کی روایت ہے کہ مجاشع بن مسعود اہل بصرہ کے ایک وفد کو لے کر تستر سے روانہ ہوئے ان میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور انہوں نے اپنی گھوڑی پر سفر کیا جو مشہور گھوڑی خبراء نسل سے تھی اور اس کا نام صفراء تھا۔ انہوں نے اس پر ایک ہی لگام پر ایک دن میں پچاس ہزار کا فاصلہ طے کیا۔

متفرق واقعات:

۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (جمعہ کی نماز کے لیے) تیسری اذان کا اضافہ کیا اور حج کے موقع پر منیٰ کے مقام پر پوری چار رکعت نماز پڑھی۔ نیز اس سال آپ نے عام مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔

باب ۱۸

۳۱ھ کے واقعات

رومیوں سے جنگ:

اس سال مسلمانوں نے اہل روم کے ساتھ ایک جنگ کی جسے غزوۃ الصواری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ واقدی کا قول ہے۔ مگر ابومعشر کا یہ قول ہے کہ غزوۃ الصواری ۳۴ھ میں ہوا البتہ اساودۃ کی بحری جنگ اور کسریٰ کے واقعات ۳۱ھ میں ہوئے مگر واقدی کا قول ہے کہ غزوۃ الصواری اور اساودۃ کی جنگ یعنی دونوں واقعات ۳۱ھ میں ہوئے۔

غزوہ صواری:

واقدی کی روایت ہے کہ اہل شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ ہوئے اس زمانے میں شام کا تمام علاقہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر حکومت آ گیا تھا۔

پورے شام پر حکومت:

امیر معاویہ کے زیر حکومت تمام علاقہ آنے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے کام کا جانشین حضرت عیاض بن غنم کو مقرر کیا جو ان کے ماموں بھی تھے اور چچازاد بھائی بھی تھے۔ انہیں جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کام سے معزول کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے تھے اور ان کے ساتھ رہے۔

عیاض رضی اللہ عنہ کی سخاوت:

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بہت فیاض اور سخی تھے۔ ان کی فیاضی اور سخاوت بہت مشہور تھی۔ وہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور نہ کسی کا کوئی سوال رد کرتے تھے۔ لہٰذا لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا ''آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا اور ان کی فیاضی اور سخاوت کو قابل ملامت قرار دیا تھا مگر عیاض تو عرب کے سب سے بڑے فیاض شخص ہیں۔ جب ان سے کوئی سوال کرتا ہے تو وہ کسی چیز سے دریغ نہیں کرتے ہیں''۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا احترام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان تمام باتوں کے باوجود میں (حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو تبدیل کرنا پسند نہیں کروں گا''۔

حکام شام کا تقرر:

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بعد وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی عملداری پر سعید بن خدیم جمحی رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کے بجائے حاکم مقرر کیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق اور اردن کے حاکم تھے اور عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ حمص

اور قنسرین کے حاکم تھے۔قنسرین کو (بعد میں) امیر معاویہ نے اپنے عراق کے حامیوں سے آباد کر دیا تھا۔

تقرر کا آغاز:

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے فوت ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا قائم مقام بنا دیا تھا جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر مرگ سنائی گئی تو انہوں نے پوچھا:

''اے امیر المومنین! آپ نے ان کی عملداری پر کس کو مقرر کیا؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''معاویہ کو'' اس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردن اور دمشق دونوں علاقوں کے حاکم مقرر ہوئے۔

علاقہ شام کے حکام:

آخر کار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو عمیر بن سعد حمص وقنسرین کے حاکم تھے علقمہ بن مجزز فلسطین کے حاکم تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق اور اردن کے حاکم تھے اور عمرو بن العاص حاکم مصر تھے۔

دور عثمانی کے حکام:

سالم کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے (خلیفہ ہونے کے بعد) سب سے پہلا جو حاکم مقرر کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (حاکم کوفہ) مقرر کیا۔اس کے بعد حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نیزے کے وار سے زخمی ہوئے تو وہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے کام سے استعفاء دے دیا۔ اور ان سے اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔آپ نے انہیں اجازت دے دی اور حمص وقنسرین کے علاقے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے۔

شام کی متحدہ حکومت:

خالد بن معدان روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے حکام کو شام میں بحال رکھا۔ جب فلسطین کے حاکم عبدالرحمٰن بن علقمہ کنانی نے وفات پائی تو ان کی عملداری کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عملداری میں شامل کر دیا نیز عمر بن سعد رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بہت سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ان کا مرض طول پکڑ گیا تو انھوں نے (اپنے عہدے سے) استعفاء دے دیا۔اور انھوں نے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو انہیں اس بات کی اجازت دے دی گئی اور ان کا علاقہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا اس طرح خلافت عثمان کے دوسرے سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام شام کے حاکم مقرر ہو گئے۔

حاکم مصر:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے مصر کے حاکم تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی دور میں ان کو اپنے عہدہ پر بحال رکھا۔

اہل روم سے مقابلہ:

واقدی کی روایت ہے کہ جب اہل شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ ہوئے تو ان کے بحری بیڑے کے امیر البحر

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے چونکہ مسلمانوں نے افریقیہ میں رومی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے قسطنطین بن ہرقل بھی ایک ایسا لشکر جرار لے کر روانہ ہوا جو اس سے پہلے اسلامی دور میں نہیں دیکھا گیا تھا۔

روم کا بحری بیڑہ:

اہل روم پانچ سو کے بیڑے میں نمودار ہوئے اور مسلمانوں سے ان کا مقابلہ ہوا (ابتداء میں) فریقین میں عارضی امن قائم ہوا۔ یہاں تک کہ مشرکین اور مسلمانوں کی کشتیاں ایک دوسرے کے قریب لنگر انداز ہوئیں۔

رومیوں سے بحری جنگ:

مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں: ''میں ان کے ساتھ (بحری جنگ میں) تھا۔ سمندر میں ہماری (دشمنوں سے) مڈبھیڑ ہو گئی۔ (ان کا) ایسا بحری بیڑہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہوا ہمارے مخالف تھی اس لیے ہم تھوڑی دیر لنگر انداز ہوئے اور پھر وہ بھی ہمارے قریب لنگر انداز ہوئے۔ ہوا پرسکون تھی اس لیے ہم تھوڑی دیر لنگر انداز ہوئے اور ہم نے کہا: ''تمہارے اور ہمارے درمیان امن وصلح ہونی چاہیے''۔ وہ بولے: ''تمہیں امن دیا جاتا ہے اور اس طرح ہمیں بھی امن وصلح حاصل ہونی چاہیے''۔

ہم نے کہا: ''اگر تم پسند کرو تو ساحل پر جنگ ہوتا کہ ہم میں اور تم میں سے جو کوئی زیادہ جلد باز ہو وہ مر جائے اور اور اگر تم چاہو تو سمندر کے اندر (جنگ ہو)''۔

گھمسان کی جنگ:

انھوں نے بیک زبان ہو کر غرور ونخوت سے کہا ''پانی میں (جنگ ہو) اس پر ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے سے اس طرح باندھ لیا تھا کہ ہم مل کر ان کی کشتیوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ ہم نے گھمسان کی جنگ لڑی اور فریقین ثابت قدمی سے جنگ کرتے رہے اور کشتیوں پر تلواروں اور خنجروں سے جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ خون کی ندیاں ساحل بحر تک بہنے لگیں اور سمندر کی لہریں لہولہان ہو گئیں اور موجوں کے ذریعے مردوں کے انبار تیرنے لگے۔

رومیوں کو شکست:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ایک شریک جنگ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس وقت اس جنگ کی وجہ سے ساحل پر خونی لہریں ٹکرا رہی تھیں۔ وہاں لاشوں کے انبار تیرتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور پانی پر خون غالب آ گیا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد شہید ہوئی اور کافروں کے بے شمار افراد مارے گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے صبر واستقلال کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اہل اسلام پر فتح ونصرت نازل کی اور قسطنطین (شاہ روم) پیٹھ دکھا کر بھاگ گیا وہ اپنے مقتولوں اور زخمیوں کا درد ناک نظارہ نہیں دیکھ سکا اور خود قسطنطین بھی بہت زخمی ہوا اور وہ کافی عرصہ تک زخموں میں چور رہا۔

ابن ابی حذیفہ کی تکبیر:

حنش بن عبداللہ صنعان کہتے ہیں جب مسلمان ۳۱ھ میں بحری جنگ پر روانہ ہوئے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ (امیر البحر) نے عصر کی نماز پڑھائی تو محمد بن ابی حذیفہ نے بہت زور سے تکبیر کہی۔ یہ اس کی سب سے پہلی (شر وفساد کی بات) سننے میں آئی۔ جب امام عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے اور لوٹنے لگے تو انہوں نے پوچھا: ''یہ کیسی (تکبیر) تھی؟'' لوگوں نے

کہا ''محمد ابن ابی حذیفہؓ نے تکبیر کہی تھی۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا۔ اور پوچھا: ''تم نے بدعت کے طور پر یہ نئی بات کیوں نکالی؟'' وہ بولے: ''یہ بدعت نہیں ہے۔ تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں''۔

دوبارہ نافرمانی:

جب حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی تو محمد بن ابی حذیفہ نے پہلی دفعہ سے زیادہ اونچی آواز میں تکبیر کہی۔ اس پر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہلا کر بھیجا:

''حقیقت میں تم بے وقوف نوجوان ہو۔ مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ امیر المومنین کا اس بارے میں کیا رویہ ہوگا ورنہ بخدا میں تمہاری خوب خبر لیتا''۔

اس کے جواب میں محمد بن ابی حذیفہ نے کہا: ''بخدا یہ بات تمہارے امکان میں نہیں ہے اور اگر کرنا چاہو تو تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے''۔ اس پر انہوں نے کہا ''تم زبان بند رکھو اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ تم ہمارے ساتھ سوار مت ہونا'' وہ بولا ''میں مسلمانوں کے ساتھ سوار ہو کر جاؤں گا'' وہ بولے ''تم جہاں چاہو چلے جاؤ'' چنانچہ محمد بن ابی حذیفہ تن تنہا کشتی میں سوار ہوا اس کے ساتھ صرف قبطی افراد تھے۔

روم کی بحری فوج:

جب مسلمان دشمنوں کے بحری بیڑے کے قریب ہوئے تو وہاں پانچ سو یا چھ سو کشتیوں میں رومی فوج تھی اس میں قسطنطین بن ہرقل بھی تھا اس نے کہا:

''تم مجھے مشورہ دو'' وہ بولے: ''ہم رات کو غور و فکر کریں گے''۔

بحری جنگ کا عزم:

چنانچہ رومی رات بھر ناقوس بجاتے رہے اور مسلمان نمازیں پڑھتے رہے اور اللہ سے دعائیں مانگتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو قسطنطین نے جنگ کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ انھوں نے اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے کے قریب کر لیا تھا اسی طرح مسلمان بھی اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آئے تھے اور انھیں آپس میں باندھ رکھا تھا۔

مسلمانوں کی صف بندی:

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کشتیوں کے اندر ہی مسلمانوں کی صف بندی کر لی تھی اور انھیں ہدایت کی کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور صبر و استقلال اختیار کریں۔

فتح و نصرت:

اہل روم نے مسلمانوں کی کشتیوں پر صف بندی کی حالت میں حملہ کر دیا۔ چنانچہ مسلمان صف بندی توڑنے پر مجبور ہو گئے اور صف بندی کے بغیر جنگ کرتے رہے یہ گھمسان کی جنگ تھی آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور انھوں نے دشمنوں کا صفایا کر دیا۔ چنانچہ بھاگنے والوں کے علاوہ اہل روم میں سے کوئی نہیں بچ سکا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ذات الصواری میں چند دنوں تک قیام کیا پھر وہ واپس آ گئے۔

باغیانہ گفتگو:

واپسی کے وقت محمد بن ابی حذیفہ کسی سے یہ کہہ رہا تھا ''بخدا! ہم نے اپنے پیچھے ایک بڑے جہاد کو ترک کر دیا ہے''۔ وہ آدمی بولا: ''وہ کون سا جہاد ہے''۔ (اس کے جواب میں وہ بولا) ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے افعال کیے ہیں''۔

وہ ایسی باتیں کرتا رہا تا آنکہ اس نے مسلمان (فوجیوں) کو گمراہ کر دیا تھا اور جب وہ اپنے وطن واپس آئے تو وہ گمراہ ہو چکے تھے اور وہ بھی ایسی باتیں کرنے لگے تھے جنہیں وہ اپنی زبان سے پہلے نہیں نکال سکتے تھے۔

بغاوت کی ابتداء:

امام زہری فرماتے ہیں: ''محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دونوں اس سال منظر عام پر آئے جس سال عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ (بحری جنگ کے لیے) روانہ ہوئے تھے۔ یہ دونوں افراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عیوب اور ان کی تبدیلیوں کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرات) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے کی مخالفت کی ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون حلال ہے''۔

مخالفانہ الزامات:

ان کا یہ قول تھا کہ ''انھوں نے ایک ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا ہے جس کے خون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن کریم نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو نکال دیا تھا۔ مگر انہوں نے ان لوگوں کو واپس بلوا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نکال دیا۔ نیز انھوں نے سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حاکم مقرر کیا۔

جماعت سے الگ:

جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا ''تم دونوں ہمارے ساتھ سوار مت ہونا'' چنانچہ وہ ایسی کشتی میں سوار ہوئے جس میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو ان لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کی۔ جب ان دونوں سے باز پرس کی گئی تو وہ دونوں بولے۔

باغیانہ اعتراضات:

''ہم اس شخص کے ساتھ مل کر کیسے جنگ کر سکتے ہیں جو ہمارا حاکم بننے کے قابل نہیں ہے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حاکم مقرر کیا ہے جنہوں نے ایسے ایسے افعال کا ارتکاب کیا ہے''۔ یوں یہ دونوں اشخاص ان مجاہدین کو گمراہ کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت اعتراضات کرتے رہے۔

تنبیہ:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات سے سختی کے ساتھ روکا اور کہا: ''مجھے نہیں معلوم ہے کہ امیر المومنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ ورنہ میں تم دونوں کو سخت سزا دیتا''۔

فتح ارمینیہ:

اس سال یعنی ۳۱ھ میں بقول واقدی حبیب بن مسلمہ فہری کے ہاتھوں ارمینیہ فتح ہوا۔

شاہ ایران کا قتل

اس سال یعنی ۳۱ھ میں شاہ یزدگرد مقتول ہوا۔ اس کا واقعہ محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ شاہ یزدگرد ایک تھوڑی جماعت کے ساتھ کرمان سے بھاگ کر مرو پہنچا اس نے وہاں کے چودھری سے مال طلب کیا۔ مگر اس نے نہیں دیا۔ اس کے بعد اہل مرو کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ترکوں سے بادشاہ کے برخلاف لڑنے کے لیے امداد طلب کی۔ چنانچہ انھوں نے آ کر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر شبخون مارا اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ مگر یزدگرد بچ نکلا۔ اس نے ایک چکی والے کے گھر میں پناہ لی جو نہر مرغاب کے کنارے پر چکی چلاتا تھا۔

دوسری روایت:

ہذلی کے حوالے سے ایک دوسری روایت ہے کہ شاہ یزدگرد کرمان سے بھاگ کر مرو آیا اس نے وہاں کے بڑے زمیندار اور دیگر باشندوں سے مال طلب کیا۔ مگر انھوں نے مال دینے سے انکار کیا۔ اس کے بعد انہیں (ان کے حملہ کا) اندیشہ ہوا تو اہل مرو نے رات کے وقت اس (کے خیمہ) پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے ترکوں سے مدد نہیں طلب کی بلکہ خود اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ بادشاہ پیدل بھاگتا ہوا بچ نکلا وہ اپنا (شاہی) ٹپکا اور تلوار لگائے ہوئے تھا اور تاج بھی پہن رکھا تھا۔ اس حالت میں وہ مرغاب کے کنارے پر ایک چکی والے کے گھر پہنچا۔ جب شاہ یزدگرد غافل ہوا تو چکی والے نے اس کو مار ڈالا اور اس کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا اور اس کی لاش نہر مرغاب میں پھینک دی۔

قاتل کی گرفتاری:

جب صبح ہوئی تو اہل مرو نے بادشاہ کے پیروں کے نشانات کا کھوج کیا۔ اس کے نشانات چکی والے کے گھر پر جا کر مٹ گئے اس لیے انھوں نے اس چکی والے کو گرفتار کر لیا۔ آخر کار اس نے بادشاہ کے قتل کا اعتراف کیا اور اس کا ساز و سامان نکال کر دیا۔ لوگوں نے چکی والے اور اس کے گھر والوں کو مار ڈالا اور اس کے سامان اور شاہ یزدگرد کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ نیز اس کی لاش نہر مرغاب سے نکال کر لکڑی کے تابوت میں رکھ دی۔

لاش کی تدفین:

بعض راویوں کا خیال ہے کہ اس کی لاش کو اصطخر لے گئے اور وہاں ۳۱ھ کے شروع میں اس کو دفن کر دیا (اس واقعہ کی وجہ سے) مرو شہر کو ''خدا دشمن'' کہا جاتا ہے۔

بادشاہ کی اولاد:

شاہ یزدگرد نے وہاں ایک عورت سے ہمبستری کی تھی۔ اس کے نتیجے میں اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا آدھا دھڑ نہیں تھا۔ اس لیے وہ ''ادھڑ'' کہلاتا تھا۔ اس کی نسل سے خراسان میں اولاد ہوئی چنانچہ جب قتیبہ نے صغد یا دوسرے علاقے فتح کر

لیے تو اس نے وہاں دو لونڈیاں دیکھیں جن کے متعلق یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ اسی ''ادھڑ'' لڑکے کی اولاد میں سے ہیں۔

ماہو یہ کی سازش:

خرداذبہ رازی کا بیان ہے کہ جب شاہ یزدگرد خراسان آیا تو اس کے ساتھ خرزاذ مہر بھی تھا جو رستم کا بھائی تھا۔ اور اس کے بھائی نے مرو کے حاکم ماہویہ سے کہا ''میں نے (ایران کا) ملک تمہارے سپرد کر دیا ہے'' اس کے بعد وہ عراق چلا گیا شاہ یزدگرد نے مرو شہر میں ہی قیام کیا۔ اس نے ماہویہ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا تو ماہویہ نے ترکوں کو لکھا کہ شاہ یزدگرد کو شکست ہوگئی ہے اور وہ اس کے پاس آ گیا ہے اس نے اس کے برخلاف ترکوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اور اس کے لیے راستہ خالی کر دیا۔

شاہی لشکر کو شکست:

چنانچہ ترک فوج مرو پہنچی۔ شاہ یزدگرد اور اس کے ساتھی ان کے مقابلے کے لیے نکلے بادشاہ کے ساتھ ماہویہ مرو کی اساورہ فوج کے ساتھ تھا۔ شاہ یزدگرد نے ترکوں کی فوج کا صفایا کر دیا اس وجہ سے ماہویہ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ترکوں کو شکست ہو جائے گی اس لیے اس نے مرو کے اساورہ کی فوج کو ترکوں کے لشکر کی طرف منتقل کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ یزدگرد کے لشکر کو شکست ہوگئی اور وہ مارے گئے۔

بادشاہ کا فرار:

شام کے وقت شاہ یزدگرد کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا تو بادشاہ پیدل بھاگ نکلا۔ وہ ایک ایسے گھر میں پہنچا جو نہر مرغاب کے کنارے پر تھا اور اس کے اندر چکی تھی وہاں بادشاہ نے دو راتیں گزاریں۔ ماہویہ نے اسے تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

چکی والے کے گھر پناہ:

دوسرے دن صبح کے وقت چکی والا اپنے گھر آیا تو اس نے شاہ یزدگرد کی شکل وصورت دیکھ کر پوچھا ''تو کون ہو؟ آیا تم جن ہو یا انسان؟'' بادشاہ نے کہا ''میں انسان ہوں۔ کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟'' وہ بولا ''ہاں'' پھر وہ کھانا لایا۔ پھر بادشاہ نے کہا ''میں گنگنانا چاہتا ہوں۔ تم میرے پاس کوئی ایسی چیز لاؤ جس کے ذریعے میں گنگنا سکوں''۔

چنانچہ وہ چکی والا اساورہ کے ایک فوجی کے پاس گیا اور اس سے وہ چیز طلب کی جس کے ذریعے گنگنایا جا سکے (زمزمہ) اس نے پوچھا ''تم اس کا کیا کرو گے؟'' وہ بولا:

انکشاف راز:

''میرے پاس ایک ایسا شخص آیا ہوا ہے کہ اس جیسا شخص میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ چیز طلب کی ہے''۔

اس پر وہ فوجی اسے ماہویہ کے پاس لے گیا۔ وہ بولا ''یہ شخص شاہ یزدگرد ہے جاؤ اور میرے پاس اس کا سر کاٹ کر لاؤ''۔

قتل کی مخالفت:

اس پر موبد (ایرانیوں کے مذہبی پیشوا) نے کہا ''آپ کے لیے یہ فعل مناسب نہیں ہے آپ کو معلوم ہے کہ مذہب اور بادشاہت دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز دوسرے کے بغیر درست نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ ایسا کام کریں گے تو ایسی بے حرمتی کا ارتکاب کریں گے کہ اس سے بڑھ کر (کسی بے حرمتی کا) تصور نہیں ہو سکتا''۔ دوسرے لوگوں نے بھی

اسی قسم کی گفتگو کی اور اس فعل کو بہت برا قرار دیا۔ مگر ماہویہ نے ان سب کو گالی دے کر اساورہ کی فوج سے کہا ''جو اعتراض کرے اسے مار ڈالو''۔

بادشاہ کا قتل:

اس نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ وہ چکی پیسنے والے کے ساتھ جائیں اور شاہ یزدگرد کو قتل کر دیں چنانچہ وہ لوگ گئے مگر جب انہوں نے بادشاہ کو دیکھا تو خود انہوں نے قتل کرنا پسند نہیں کیا اور اس کام سے رک گئے۔ آخر انھوں نے چکی پیسنے والے سے کہا ''تم اندر جا کر اسے مار ڈالو''۔ جب وہ اندر گیا تو بادشاہ سویا ہوا تھا۔ اس کے پاس پتھر تھا۔ پہلے اس نے پتھر سے اس کا سر کچلا پھر اس کا سر کاٹ کر ان کے حوالے کیا اور اس کا دھڑ نہر مرغاب میں پھینک دیا۔

تدفین:

اس کے بعد مرو کے کچھ لوگ آئے انہوں نے چکی والے کو مار ڈالا اور اس کی پن چکی تباہ کر دی پھر مرو کا بڑا مذہبی پیشوا آیا۔ اس نے نہر مرغاب میں سے شاہ یزدگرد کا دھڑ نکالا اور اسے ایک تابوت میں رکھ کر اصطخر لے گیا اور وہاں ایک قبرستان میں اسے رکھ دیا۔

مطیار کی قیادت:

ہشام بن محمد کی روایت ہے کہ جنگ نہاوند کے بعد شاہ یزدگرد بھاگ گیا۔ یہ ان کی آخری جنگ تھی۔ بادشاہ اصفہان کی سر زمین پر پہنچا۔ وہاں ایک شخص تھا۔ جس کا نام مطیار تھا وہ وہاں کا بہت بڑا زمین دار تھا وہ عربوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اس وقت تیار ہوا جب کہ اہل عجم نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی قیادت کے لیے بلوایا اور کہا: ''اگر میں تمہارا سپہ سالار بن جاؤں اور تمہیں ان کی طرف لے جاؤں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟'' وہ لوگ بولے ''ہم آپ کی فضیلت کا اعتراف کریں گے۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر روانہ ہوا اور عربوں سے کچھ حاصل کیا۔ اس وجہ سے عوام میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور اس لیے ان سے افضل درجہ حاصل کیا۔

دربان پر برہمی:

جب شاہ یزدگرد نے اصفہان کا یہ معاملہ دیکھا تو وہ وہاں مقیم ہو گیا۔ ایک دن مطیار اس کی ملاقات کے لیے پہنچا تو اس کے دربان نے اسے روکا اور کہا۔ آپ یہاں توقف کیجیے تاکہ میں آپ کی ملاقات کے لیے اجازت حاصل کروں۔ اس پر مطیار دربان پر ٹوٹ پڑا اور اس کی ناک توڑ دی کیونکہ دربان کے روکنے پر اس کی غیرت حمیت اور خودداری مجروح ہو گئی تھی۔

بادشاہ کا فرار:

جب دربان شاہ یزدگرد کے پاس لہولہان ہو کر پہنچا تو بادشاہ یہ دردناک منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اصفہان شہر سے کوچ کر گیا۔

اسے یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کے انتہائی مقام کی طرف چلا جائے اور وہاں قیام کرے تاکہ عرب اس کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ اپنے کاموں میں مشغول رہیں۔

قیام طبرستان پر اصرار:

بادشاہ نے رے کی طرف جانے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت طبرستان کا حاکم اس کے پاس آیا اور اس نے بادشاہ کو اپنے ملک آنے کی پیشکش کی اور یہ بھی واضح کیا کہ اس کا علاقہ بہت محفوظ ہے اس نے اصرار کر کے یہاں تک کہا ''اگر میرے پاس اس وقت نہیں آئیں گے اور بعد میں آنے کا قصد کیا تو میں آپ کو پناہ نہیں دوں گا اور آپ کے وہاں نہیں ٹھہراؤں گا''۔

منصب میں ترقی:

شاہ یزدگرد نے وہاں جانے سے انکار کیا۔ البتہ اسے اصبہذ کا درجہ عطا کیا اور اس کے لیے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ اس حاکم کا اس سے پیشتر کمتر درجہ تھا۔

مختلف روایات:

ایک روایت یہ ہے کہ شاہ یزدگرد فوری طور پر بجستان (سیستان) چلا گیا تھا اور وہاں سے ایک ہزار اساورہ کی فوج لے کر مرو کی طرف روانہ ہوا۔

مختلف شہروں میں قیام:

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شاہ یزدگرد فارس کی سرزمین میں پہنچا۔ وہاں وہ چار سال تک مقیم رہا پھر وہ کرمان آیا اور وہاں وہ دو سال یا تین سال تک مقیم رہا۔ اس کے بعد کرمان کے حاکم نے چاہا کہ وہ وہیں قیام کرے مگر بادشاہ نے انکار کیا اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ یرغمال کے طور پر کچھ آدمی اس کے پاس رہن رکھے مگر اس نے اس کا مطالبہ نہیں مانا۔

عزم خراسان:

بادشاہ وہاں سے بجستان کی طرف گیا اور وہاں اس نے تقریباً پانچ سال قیام کیا پھر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خراسان جائے اور وہاں لشکر جمع کر کے ان لوگوں کا مقابلہ کرے جو اس کی سلطنت پر قابض ہو گئے ہیں چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرو گیا۔ اس کے ساتھ بڑے بڑے زمینداروں کی اولاد یرغمال کے طور پر تھی اور امراء میں سے فرخ زاد بھی شامل تھے۔

امداد کے لیے خطوط:

جب ادشاہ مرو میں آیا تو اس نے مختلف بادشاہوں سے امداد طلب کی نیز اس نے چین' فرغانہ' کابل اور خزر کے بادشاہوں کو امداد کے لیے خطوط لکھے اس زمانے میں مرو کا حاکم ماہویہ تھا اور اس کا نائب اس کا فرزند براز شہر مرو پر مقرر تھا۔ شہر کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ شاہ یزدگرد نے ارادہ کیا کہ وہ شہر میں داخل ہو کر اس کی فصیل وغیرہ کا معائنہ کرے۔ مگر ماہویہ نے اپنے فرزند کو پہلے سے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر بادشاہ شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو وہ اس کے لیے شہر نہ کھولے کیونکہ اسے اس کی چال بازی اور غداری کا اندیشہ تھا۔

ماہویہ کی غداری:

چنانچہ ایک دن شاہ یزدگرد نے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے شہر کے چاروں طرف چکر لگایا اور جب اس نے کسی

ایک دروازے سے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ابو براز ماہویہ نے (بظاہر) چلا کر یہ کہا "تم دروازہ کھولو"۔ مگر اپنا پٹکا باندھتے ہوئے اس نے اشارہ سے یہ کہا کہ وہ دروازہ نہ کھولے شاہ یزدگرد کے ایک ساتھی نے اس کے اشاروں کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے اس نے بادشاہ کو یہ بات بتائی اور اس سے اجازت طلب کی کہ وہ ماہویہ کی گردن اڑا دے۔ اس نے یہ بھی کہا "اگر ایسا کیا جائے تو اس علاقے میں آپ کے لیے میدان ہموار ہو جائے گا"۔ مگر بادشاہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

مخالفانہ سرگرمیاں:

بعض مؤرخین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ شاہ یزدگرد نے فرخ زاد کو مرد کا حاکم بنا دیا تھا اور اس نے براز کو حکم دیا تھا کہ وہ فصیل اور شہر کو اس کے حوالے کر دے۔ مگر شہر والوں نے شہر حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ماہویہ ابو براز نے انھیں پہلے ہی سے یوں سمجھا دیا تھا۔ "یہ تمہارا بادشاہ نہیں ہے کیوں کے تمہارے پاس شکست کھا کر اور زخمی ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ مرو اس کا اس طرح بوجھ نہیں برداشت کر سکے گا جس طرح دوسرے علاقوں نے اس کا بوجھ برداشت کیا ہے۔ اس لیے آئندہ جب کبھی وہ تمہارے پاس آئے تو تم (اس کے لیے) دروازہ مت کھولنا۔"

اہل مرو کی سرکشی:

چنانچہ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو انھوں نے دروازہ نہیں کھولا۔ اس پر فرخ زاد لوٹ کر آیا اور دوزانو ہو کر اس نے شاہ یزدگرد سے کہا۔ "اہل مرو آپ کے قابو میں نہیں رہے اور اہل عرب بھی آ پہنچے ہیں آپ کی کیا رائے ہے۔" بادشاہ نے کہا۔ "ہماری رائے یہ ہے کہ ہم ترکستان میں چلے جائیں اور وہاں اس وقت تک قیام کریں جب تک کہ ہمیں عربوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہو کیوں کے اہل عرب ہر شہر میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔"

فرخ زاد نے کہا۔ "میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔"

بادشاہ نے اس کے مشورہ پر عمل نہیں کیا اور روانہ ہو کر مرو کے حاکم کے پاس آیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسے معزول کر کے اس کے بھتیجے سنجان کو شہر مرو کا حاکم بنائے۔

قتل کی سازش:

ابو براز ماہویہ کو اس بات کا علم ہو گیا تو اس نے شاہ یزدگرد کو ہلاک کرنے کی سازش کی اور اس نے نیزک طرخان کو یہ خط لکھا۔

نیزک طرخان کو خط:

شاہ یزدگرد میرے پاس شکست کھا کر اور بھاگ کر آیا ہے۔ تم میرے پاس آؤ تاکہ ہم دونوں مل کر اسے گرفتار کر کے قید کر دیں اور پھر اسے قتل کر دیں یا اس کی طرف سے اہل عرب سے صلح کر لیں۔ اگر آپ مجھے اس سے نجات دلائیں گے تو میں آپ کو روزانہ ایک ہزار درہم ادا کرتا رہوں گا۔

آپ شاہ یزدگرد کو از راہ مکر و فریب یہ خط لکھیں کہ وہ عام فوج کو اپنے پاس سے الگ کر دے اور اپنے خاص سپاہیوں کو اپنے پاس رکھے اس طرح اس کی طاقت اور شان و شوکت کم ہو جائے گی۔

''آپ اپنی ایک شہزادی سے میرا نکاح کر دیں تو میں آپ کا سچا خیر خواہ بن جاؤں گا اور آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمن کے برخلاف جنگ کروں گا''۔

بادشاہ کی برہمی:

(یہ سن کر) شاہ یزدگرد نے کہا ''او کتے! تم مجھ پر یہ جرأت کرتے ہو؟''۔

شاہی لشکر کا صفایا:

اس پر نیزک نے اپنی تلوار کو حرکت دی اس پر شاہ یزدگرد نے چلا کر کہا۔ ''ہائے غداری!'' اس کے بعد بادشاہ بھاگ گیا مگر نیزک نے اس کے ساتھیوں کا صفایا کر دیا۔

زمزمہ پرداز کی ضرورت:

شاہ یزدگرد (بھاگ کر مرو کے ایک گھر کے قریب پہنچا وہاں پہنچ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور ایک چکی والے کے گھر میں داخل ہو گیا وہاں وہ تین دن تک رہا۔ آخر چکی والے نے اس سے کہا ''او بد بخت! تم باہر آؤ اور کچھ کھاؤ۔ کیونکہ تم تین دن سے بھوکے ہو'' اس نے کہا ''میں اس وقت تک کھانا نہیں کھا سکتا جب تک کہ کوئی گنگنا کر (دعا نہ مانگے) اس زمانے میں چکی والے کے پاس ایک زمزمہ والا (گنگنا کر دعا مانگنے والا) پسوانے کے لیے گندم لایا تھا۔ چکی والے نے اس سے کہا کہ وہ اس شخص کے پاس جا کر زمزمہ سنائے تاکہ وہ کچھ کھا سکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

بادشاہ کا حلیہ:

جب وہ (زمزمہ پرداز) وہاں سے لوٹا تو اس نے ابو براز کے ہاں شاہ یزدگرد کا ذکر سنا اس نے ان لوگوں سے اس کا حلیہ پوچھا۔ انہوں نے جب اس کا حلیہ بتایا تو اس نے انہیں اطلاع دی کہ اس نے چکی والے کے گھر ایسا شخص دیکھا ہے۔ اس کے بال گھونگریالے تھے۔ دانت خوبصورت تھے اور وہ بالیاں اور کنگن پہنے ہوئے تھا۔

قتل کا حکم:

اس پر ابو براز نے اساورہ کا ایک سپاہی بھیجا اور اسے حکم دیا کہ اگر وہ (اسے گرفتار کرنے میں) کامیاب ہو جائے تو اس کا گلا گھونٹ کر دریائے مرو میں پھینک دے۔

انکشاف راز:

لوگ چکی والے کے گھر پہنچے اور اسے زدوکوب کیا تاکہ وہ اس کا پتہ بتائے۔ مگر اس نے پتہ نہیں بتایا اس نے کہا کہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں گیا ہے؟ جب وہ لوٹنے لگے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''میں مشک کی خوشبو سونگھ رہا ہوں''۔ اتنے میں اس نے پانی میں اس کے ریشمی لباس کا ایک کنارہ دیکھا تو اسے کھینچ کر نکال لیا۔ وہ شخص شاہ یزدگرد ہی تھا۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے قتل نہ کرے اور نہ اس کا کسی دوسرے کو بتائے۔ اس کے بدلے میں وہ اسے اپنی انگوٹھی، کنگن اور پٹکا (جو تمام قیمتی سونے کے تھے) دے گا۔ اس شخص نے کہا:

''تم مجھے چار درہم دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا''۔

چار درہم کی محتاجی:

شاہ یزدگرد نے کہا: ''افسوس ہے میں تمہیں انگوٹھی دے رہا ہوں جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا''۔ مگر اس شخص نے اسی رقم کے لینے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر یزدگرد نے کہا'' مجھے بتایا گیا تھا کہ میری عنقریب یہ حالت ہو جائے گی کہ میں چار درہم تک کا محتاج ہو جاؤں گا اور میں مجبور ہوں گا کہ بلی کی طرح کھاؤں۔ چنانچہ میں نے وہ حالت بچشم خود مشاہدہ کر لی ہے''۔

جان بخشی کی درخواست:

اس کے بعد اس نے اپنے بیگ میں سے (سونے کی) ایک بالی نکال کر چکی والے کو دی یہ اس کی راز داری کا معاوضہ تھا۔ وہ اس کے قریب ہوا جیسے کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہو۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اسے خبردار کیا۔ اتنے میں وہ آ گئے۔ شاہ یزدگرد نے ان سے بھی درخواست کی کہ وہ اسے قتل نہ کریں وہ بولا:

''تم پر افسوس ہے ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جس نے بادشاہوں کو قتل کرنے کی جرأت کی اللہ اسے دنیا میں آگ سے جلنے کا عذاب دے گا۔ تم مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے اپنے زمیندار کے پاس لے جاؤ۔ مجھے عربوں کی طرف چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ بھی میرے جیسے بادشاہ کے ساتھ شرم ولحاظ روا رکھیں گے''۔

لاش دریا میں:

انھوں نے اس کے تمام زیورات اتار لیے اور انہیں ایک تھیلے میں رکھ کر اس پر مہر لگا دی پھر اس کا گلا گھونٹ کر اس کی لاش دریائے مرو میں پھینک دی۔ پانی اس کی لاش کو بہا کر کنارے پر لے آیا۔ اور وہ ایک شاخ سے چمٹ گئی۔ مرو کا مذہبی پیشوا آیا وہ لاش کو اٹھا کر لے گیا اور اسے خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر اسے تابوت میں رکھا اور اسے مناسب مقام کی طرف بھجوا دیا۔

گمشدہ بالی:

ابو براز (نے جب زیورات کو دیکھا تو) اسے ایک بالی نہیں ملی۔ تو اس نے مخبر کو پکڑ لیا اور اسے اتنا زدوکوب کیا کہ وہ مر گیا۔ پھر اس نے جو کچھ وصول کیا تھا اس زمانے کے جانشین (خلیفہ) حاکم کو بھیج دیا اسی نے ابو براز پر گمشدہ بالی کا تاوان ڈالا۔

چار ہزار کی فوج:

(شاہ یزدگرد کے واقعہ کے بارے میں ایک مختلف روایت یہ ہے) شاہ یزدگرد اہل عرب کے آنے سے پہلے کرمان سے کوچ کر چکا تھا۔ وہ طبسیس اور قہستان کے راستے سے مرو کے قریب تقریباً چار ہزار فوج لے کر پہنچا تا کہ اہل خراسان میں سے مزید فوج کا اضافہ کرے اور پھر اہل عرب پر حملہ کر کے ان سے جنگ کرے۔

مرو کے حکام:

مرو میں اس کی ملاقات دو افسروں سے ہوئی۔ ان میں سے ایک کا نام براز تھا اور دوسرے کا نام سنجان تھا۔ دونوں نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس لیے وہ بادشاہ مرو میں مقیم ہو گیا۔ براز اس کا خاص آدمی بن گیا۔ اس لیے سنجان اس پر حسد کرنے لگا۔

باہمی سازش:

براز بھی سنجان کو ہلاک کرنے کی سازش میں لگ گیا۔ وہ شاہ یزدگرد کو اس کے خلاف بھڑکانے لگا۔ آخر کار براز نے سنجان کو

قتل کرنے کی سازش کی۔اس نے اپنے اس ارادے کا اظہار اپنی عورت سے کیا اور اپنی دوسری عورتوں کو بھی اس سازش میں شریک کیا۔ اس عورت نے براز کی طرف چند عورتیں بھیجیں جو شاہ یزدگرد کی حمایت کے ساتھ سنجان کو قتل کرنا چاہتی تھیں۔مگر یزدگرد کی اس سازش کا راز افشاء ہو گیا اس کے بعد سنجان نے حفاظتی اقدامات کیے اور محتاط رہنے لگا۔ اس نے بھی براز اور شاہ یزدگرد کے برابر فوج تیار کر لی اور وہ اس محل کی طرف روانہ ہو جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ براز کو جب یہ خبر ملی تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ سنجان کی فوج بڑی تھی۔

پیدل فرار:

بادشاہ سنجان کی فوج سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ وہ اپنے محل سے بھیس بدل کر نکل گیا اور اپنی جان بچانے کے لیے پیدل روانہ ہوا وہ دو فرسخ پیدل چلا تھا کہ اس نے پن چکی کی آواز سنی تو وہ پن چکی والے کے گھر میں داخل ہو گیا اور وہاں تھکا ہارا بیٹھ گیا۔ چکی والے نے دیکھ کہ وہ نہایت عمدہ ہیئت والا ہے اور شریفانہ لباس میں ملبوس ہے تو اس نے اس کے لیے فرش بچھایا جس پر وہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اسے کھانا پیش کیا جسے اس نے کھا لیا۔ وہ اس کے پاس ایک دن اور ایک رات رہا۔ پھر چکی والے نے اس سے کچھ مانگا تو بادشاہ نے اسے جواہرات سے مرصع ٹپکا عطا کیا۔ مگر چکی والے نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

وہ بولا: ''اس ٹپکے کی بجائے میرے لیے چار درہم کافی ہیں جس کے ذریعہ میرے کھانے پینے کا کام چل سکے''۔

بادشاہ نے کہا: ''اس کے پاس چاندی کا سکہ نہیں ہے''۔

قتل اور فرار:

اس کے بعد چکی والا اس کی خوشامد کرتا رہا۔ جب وہ سو گیا تو وہ کلہاڑا لے کر کھڑا ہو گیا اور اس سے اس کی کھوپڑی پھاڑ دی۔ پھر اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا۔ بعد ازاں اس کی پوشاک اور ٹپکا وغیرہ جو کچھ اس کے بدن پر تھا ان سب پر قبضہ کر لیا اور اس کی لاش اس دریا میں پھینک دی جس کے پاس سے اس کی چکی گردش کرتی تھی۔ اس نے اس کا پیٹ پھاڑ کر اس میں وہ جڑیں بھر دیں جو پانی میں اگتی تھیں۔ تاکہ اس کی لاش اسی مقام پر رکی رہے جہاں اس نے پھینکی تھی اور نیچے نہ بیٹھ جائے اس طرح لاش پہچانی جا سکے گی اور اس کے قاتل کو تلاش کیا جائے گا۔ یہ بندوبست کرنے کے بعد وہ چکی والا بھاگ گیا۔

ایلیاء کی تقریر:

شاہ یزدگرد کے قتل کی اطلاع اہواز کے ایک شخص کو ملی جو مرو میں عیسائیوں کا پادری اور مذہبی پیشوا تھا۔ اس کا نام ایلیاء تھا۔ اس نے اپنے قریب کے عیسائیوں کو جمع کر کے کہا:

عیسائیو پر احسانات:

''ایران کا بادشاہ قتل کر دیا گیا ہے وہ شہریار بن کسریٰ کا فرزند تھا۔ وہ شہریار سیریں کا فرزند تھا جو عیسائی مومنہ تھی۔ تم جانتے ہو کہ اس (ملکہ شیریں) نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں پر کتنے احسانات کیے ہیں۔ اس بادشاہ کے اندر بھی عیسائیت کا عنصر پایا جاتا تھا۔ اور اس کے جد امجد کسریٰ کے ملک میں عیسائیوں کی بڑی قدر و منزلت تھی اور اس سے پہلے کے ایرانی بادشاہوں نے بڑے نیک کام کیے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے عیسائیوں کے لیے گرجے اور عبادت خانے تعمیر کرائے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس بادشاہ کے قتل پر ماتم کریں کیونکہ اس کے اسلاف اور اس کی دادی شیریں

کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ میں اس کے لیے ایک مقبرہ تعمیر کراؤں اور نہایت عزت کے ساتھ اس کی لاش کو اٹھا کر اس میں دفن کروں''۔

عیسائی مقبرہ میں تدفین:

سب عیسائیوں نے کہا: ''اے مطران (لاٹ پادری) ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ کی رائے کی تائید کرتے ہیں'' اس پر عیسائی پیشوا (مطران) نے حکم دیا کہ مرو میں پادریوں کے باغ کے اندر ایک مقبرہ تعمیر کرایا جائے۔ اس کے بعد وہ مرو کے عیسائیوں کو لے کر بذات خود روانہ ہوا۔ تاکہ دریا سے شاہ یزدگرد کی لاش نکالی جائے۔ اس کے بعد اس نے اسے کفن دے کر تابوت میں رکھا اور اسے وہ اور دوسرے عیسائی اس کے تابوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس مقبرہ میں لے گئے جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا۔ وہاں اسے دفن کیا گیا اور اس کے بعد اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

آخری بادشاہ:

شاہ یزدگرد نے ۲۰ سال تک بادشاہت کی اس نے چار سال آرام میں گزارے۔ اور باقی سولہ سال عربوں کی جنگ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی میں گزارے۔ وہ اردشیر بن بابک کی نسل کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کے بعد ایران کا ملک عربوں کے لیے خالی ہو گیا۔

فتح خراسان

۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے امیر شہر طوس' بیورد اور نسا کے شہروں کو فتح کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ سرخس تک پہنچ گئے اسی سال اہل مرو نے بھی ان سے صلح کر لی۔

واقعات کی تفصیل:

(واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ) جب ابن عامر نے فارس کو فتح کیا تو اوس بن حبیب تمیمی نے کھڑے ہو کر کہا ''اللہ امیر کا بھلا کرے وہ سرزمین آپ کے سامنے ہے جس کا تھوڑا حصہ فتح ہوا ہے آپ (اس کو فتح کرنے کے لیے) روانہ ہو جائیں اللہ آپ کا مددگار ہوگا''۔ ابن عامرؓ نے کہا ''کیا ہم نے روانہ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا؟'' (انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ) وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اس بات کا اظہار کریں کہ انہوں نے اس کے مشورہ کو قبول کر لیا ہے۔

مسجد کی تعمیر:

سکن بن قتادہ ارینی کا بیان ہے کہ ابن عامرؓ نے فارس کو فتح کرنے کے بعد بصرہ کی طرف کوچ کیا اور اصطخر پر شریک بن اعور حارثی کو حاکم مقرر کیا شریک نے اصطخر میں مسجد تعمیر کرائی۔

جہاد کی ترغیب:

ابن عامرؓ کے پاس قبیلہ تمیم کا ایک شخص آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ اوس بن جابر جشمی تھا (بہر حال) اس نے کہا:

''تمہارا دشمن تم سے بھاگ رہا ہے اور تم سے خوف زدہ ہے اور ملک بہت وسیع ہے اس لیے آپ (جہاد کے لیے) روانہ ہو جائیں اللہ آپ کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو عزت بخشے گا''۔

ابن عامر کی روانگی:

چنانچہ ابن عامرؓ نے کوچ کی تیاری شروع کر دی اور دیگر مسلمانوں کو بھی تیاری کرنے کا حکم دیا اور پھر بصرہ پر زیاد کو جانشین مقرر کرنے کے بعد وہ کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ پھر اس نے خراسان کا راستہ اختیار کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اصفہان کا راستہ اختیار کیا۔ پھر خراسان کے راستے پر گئے۔

خراسان کی مہم:

مفضل کرمانی کی روایت ہے کہ ابن عامر سیرجان کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ پھر وہ خراسان کی طرف گیا اس نے کرمان پر مجاشع بن مسعود سلمی کو حاکم بنایا۔ اور ابن عامرؓ نے رابر کے جنگل کو اختیار کیا یہ اسی فرسخ ہے پھر وہ طبسین کی طرف روانہ ہوئے ان کی منزل مقصود ابرشہر تھا جو نیشاپور کا ایک شہر ہے ان کے ہراول دستے پر احنف بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے قہستان کا قصد کیا اور ابرشہر

کی طرف نکلے وہاں ان کا مقابلہ اہل ہرات سے ہوا جو ہیاطلہ کہلاتے تھے۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور اہل ہرات کو شکست دے دی۔ پھر ابن عامر نیشاپور آئے۔

اہل ہرات کو شکست:

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ ابن عامر خبیص کے جنگل پہنچے پھر خواست کے مقام پر آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یزد کے مقام پر آئے پھر قہستان کے مقام پر آئے۔ وہاں سے انہوں نے احنف کو آگے بھیجا ان سے ہیاطلہ کا مقابلہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی پھر ابرشہر آئے وہاں ابن عامرؓ نے قیام کیا۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی فوج:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے لشکر کو لے کر جرجان آئے وہ بھی خراسان کی طرف جانا چاہتے تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ ابن عامر ابرشہر میں مقیم ہیں تو وہ کوفہ کی طرف لوٹ آئے۔

کناری سے مصالحت:

علی بن مجاہد کی روایت ہے کہ ابن عامر ابرشہر میں مقیم ہوئے۔ اس کا نصف حصہ بزور شمشیر مفتوح ہوا تھا اور دوسرا نصف حصہ کناری کے قبضہ میں تھا اسی طرح نسا اور طوس کا نصف حصہ بھی اس کے قبضہ میں تھا اس کی وجہ سے ابن عامر مرو کی طرف نہیں جا سکے آخر کار کناری نے مصالحت کر لی اور اپنے بیٹے ابوالصلت اور بھتیجے سلیم کو یرغمال (رہن) کے طور پر دیا۔ ابن عامرؓ نے کناری کے دونوں افراد کو لے کر نعمان بن افقم نصری کو دے دیا انہوں نے ان دونوں کو آزاد کر دیا تھا۔

عبداللہ بن خازم کو ہرات بھیجا گیا اور حاتم بن نعمان کو مرو بھیجا گیا۔

خراسان کی فتوحات:

ادریس بن حنظلہ کی روایت ہے کہ ابن عامر نے ابرشہر کو بزور شمشیر فتح کر لیا تھا اور اس کے اردگرد کے علاقوں مثلاً طوس' بیورو' نسا اور حمران کو بھی فتح کر لیا تھا یہ (سب فتوحات) ۳۱ھ میں ہوئیں۔

اہل سرخس سے مصالحت:

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم بیان کرتے ہیں ''میرے والد (عبداللہ بن خازم) نے اہل سرخس سے مصالحت کر لی تھی۔ انہیں عبداللہ بن عامرؓ نے ابرشہر سے اہل سرخس کی طرف بھیجا تھا ابن عامر نے بھی ابرشہر کے باشندوں سے مصالحت کر لی تھی۔ انہوں نے کسریٰ کے خاندان میں سے دو لونڈیاں دیں جن کے نام بابونج طہمیج یا طہمیج تھے۔ وہ (عبداللہ بن عامر) اپنے ساتھ ان دونوں لونڈیوں کو لے گئے تھے۔ انہوں نے امین بن احمر یشکری کو بھیجا تو انہوں نے ابرشہر کے قریب علاقہ طوس' بیورو' نسا اور حمران کے علاقے فتح کر لیے۔ یہاں تک کہ وہ سرخس کے علاقے تک پہنچ گئے۔

فتح سرخس:

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن خازم کو سرخس بھیجا۔ انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ عبداللہ بن عامر کو کسریٰ کے خاندان کی دو لونڈیاں ملیں انہوں نے ایک لونڈی نوشجان کو دے دی اور دوسری لونڈی بابونج مر گئی۔

بیہق کی فتح:

زہیر بن ہنید عدوی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامرؓ نے اسود بن کلثوم عدوی کو بیہق کے مقام کی طرف اس وقت بھیجا جب وہ ابرشہر میں مقیم تھے۔ وہاں سے بیہق کی مسافت سولہ فرسخ ہے اسود بن کلثوم نے بیہق کو فتح کرلیا مگر خود شہید ہو گئے۔

اسود بن کلثوم:

اسود بن کلثوم بہت فاضل اور دیندار تھے۔ وہ عامر بن عبداللہ عنبری کے ساتھیوں میں سے تھے چنانچہ عامر بصرہ جانے کے بعد یہ فرمایا کرتے تھے:

''مجھے عراق کی کسی چیز کی حسرت نہیں ہے۔ مگر (یہ چیزیں یاد آتی ہیں) وہاں کی دوپہر کی تشنگی مؤذنوں کی ایک ساتھ اذانوں کی آوازیں اور وہ ساتھی جو اسود بن کلثوم جیسے تھے''۔

اہل مرو کی مصالحت:

زہیر بن ہنید کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے نیشاپور کو فتح کرلیا تھا اور سرخس کی طرف روانہ ہوئے تھے انہوں نے حاتم بن نعمان باہلی کو مرو کی طرف بھیجا اہل مرو نے ان سے مصالحت کرلی اور وہاں کے زمیندار حاکم نے بائیس لاکھ کی رقم خراج کے طور پر ادا کرنے کی شرط پر صلح کرلی۔

مقاتل بن حیان کی روایت ہے کہ حاتم بن نعمان باہلی نے اہل مرو سے باسٹھ لاکھ کی رقم پر مصالحت کرلی تھی۔

۳۲ھ کے واقعات

اس سال کے اہم واقعات یہ ہیں کہ امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما نے قسطنطنیہ کی تنگنائے پر حملہ کیا اس جنگ میں ان کی بیوی عاتکہ بنت قرظہ یا فاختہ بھی ان کے ساتھ تھیں یہ ابو معشر اور واقدی کی روایت ہے۔

امارت پر اختلاف:

(دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ) اس سال سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بلنجر کی سرحد پر حاکم مقرر کیا اور وہ لشکر جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں خیمہ زن تھا اسے اہل شام کے لشکر کے ذریعہ کمک پہنچائی گئی اور بقول سیف اس امدادی فوج کے امیر حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس طرح امارت کے مسئلہ پر سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور اختلاف کی بدولت اہل شام اور اہل کوفہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔

پیش قدمی کی ممانعت:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ وہ سلمان کو باب کی جنگ کے لیے روانہ کریں۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ باب کے مقام پر تھے یہ تحریر کیا:

''رعایا کے اکثر افراد کو شکم پری نے خراب کر دیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو لے کر آگے نہ بڑھو اور دشمن کے علاقے میں نہ گھسو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ (کسی مصیبت میں) مبتلا نہ ہو جائیں''۔

بلنجر کی مہم:

مگر عبدالرحمٰن بن ربیعہؓ کے مقصد میں یہ خط بھی حائل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ بلنجر کے علاقہ میں جہاد (کرنے میں) کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔

انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے نویں سال بلنجر پر حملہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اس کا محاصرہ کر لیا تھا اور وہاں منجنیقیں اور دیگر سامان حرب نصب کر رکھا تھا چنانچہ جب کوئی ان کے قریب پہنچا تو وہ اسے زخمی کرتے یا قتل کر دیتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں نے بہت نقصان اٹھایا اور معضد اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ترکوں نے (فوج بھیجنے کا) وعدہ کر رکھا تھا چنانچہ جب ترکوں کی مدد پہنچ گئی تو اہل بلنجر شہر سے باہر نکل آئے اور جنگ کرنے لگے اس جنگ میں عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے انہیں ذوالنور بھی کہا جاتا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ منتشر ہو گئے۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

جن لوگوں نے سلمان بن ربیعہ کا طریقہ اختیار کیا تھا وہ باب سے صحیح سلامت نکل آئے کچھ حضرات نے اہل خزر کے علاقے کا راستہ اختیار کیا تھا وہ جیلان اور جرجان پہنچے انہیں حضرات میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

دشمنوں کی عقیدت:

دشمن نے حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر قبضہ کر لیا اور اسے ایک صندوق میں رکھا وہ انہیں کے قبضہ میں رہی اور وہ اس کی برکت سے بارش کی دعائیں مانگتے تھے اور فتح و نصرت حاصل کرتے تھے۔

سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی مہارت:

حضرت شعبی فرماتے ہیں: ''بخدا! سلمان بن ربیعہؓ جنگ کے طریقوں سے بہت واقف تھے جس طرح ایک قصائی ذبح کیے ہوئے جانوروں کے جوڑوں سے بہت واقف ہوتا ہے''۔

اہل خزر کی ندامت:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل خزر پر لگاتار حملے ہونے لگے تو وہ بہت شرمندہ ہوئے اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ وہ کہتے تھے: ''ہماری قوم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ کم تعداد کی یہ قوم آئی اور اب ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے''۔

غیر فانی انسان:

پھر وہ ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے: ''یہ لوگ غیر فانی ہیں اور انہیں موت نہیں آتی ہے۔ مگر یہ مرنے والی قوم ہوتی تو ہمارے ملک میں نہ گھستے''۔ (یہ عجیب بات ہے کہ) کسی مسلمان کو ان جنگوں میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی آخری جنگ میں (مسلمانوں نے جنگی نقصانات برداشت کیے)۔

دشمن کا تجربہ:

پھر یہ لوگ کہنے لگے کہ ''تم (ان کے غیر فانی ہونے کے بارے میں) تجربہ کیوں نہیں کرتے ہو''۔ چنانچہ (اس قسم کا تجربہ کرنے کے لیے) وہ جنگلوں اور دلدلی زمینوں میں چھپ گئے۔ جب وہاں سے مسلمانوں کے فوجی گزرے تو انہوں نے (اپنی کمین گاہوں میں سے) مسلمانوں پر تیر اندازی کی اور انہیں قتل کر دیا۔

سخت حملہ:

اس پر انہیں اطمینان ہوا اور ایک دوسرے کو جنگ کے لیے بلایا اور ایک دن مقرر کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا چنانچہ جنگ میں (حضرت) عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور شدید جنگ میں مسلمان منتشر ہو گئے اور ان کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ باب کی طرف روانہ ہوا جن کی حفاظت سلمان بن ربیعہؓ نے کی۔ اور وہ انہیں بہ حفاظت نکال لے آئے۔

خزر کے راستہ سے واپسی:

دوسرے گروہ نے خزر کا راستہ اختیار کیا انہیں جیلان اور جرجان کے پہاڑوں پر چڑھنا پڑا اس گروہ میں حضرت سلمان فارسی

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

شوقِ شہادت:

قیس بن یزید کی روایت ہے کہ یزید بن معاویہ نخعی، علقمہ بن قیس، معصد شیبانی اور ابومفزر تمیمی ایک خیمے میں تھے اور عمرو بن عقبہ، خالد بن ربیعہ، خلخال بن ذری اور قرثع دوسرے خیمے میں تھے دونوں خیمے بلنجر کے لشکر میں بالکل قریب تھے۔ قرثع کہا کرتے تھے ''خون کی چمک دمک کپڑوں پر کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے'' عمر بن تمبہ ان کی سفید عبا کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے:

''تمہاری سفید قبا میں خون کی سرخی کتنی اچھی معلوم ہوگی''۔

مجاہد کا خواب:

اہل کوفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کئی سالوں تک بلنجر میں جنگ کی مگر ان جنگوں میں ان کی نہ کوئی عورت بیوہ ہوئی اور نہ کوئی بچہ یتیم ہوا۔ مگر جب عثمانی دور کا نواں سال شروع ہوا تو لشکر کشی سے دو روز پہلے حضرت یزید بن معاویہ نخعی نے یہ خواب دیکھا کہ ایک ایسا ہرن ان کے خیمے میں لایا گیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت ہرن انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ ایک قبر پر (خواب میں) آئے جہاں چار آدمی کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ایسی سیدھی اور عمدہ قبر اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

خون آلود پوشاک:

جب مسلمانوں نے ترکوں کے ساتھ صبح کے وقت جنگ کی تو حضرت یزید رضی اللہ عنہ کو ایک پتھر آ کر لگا۔ جس سے ان کا سر پھٹ گیا اس طرح ان کی پوشاک کو خون کے ذریعے زیب و زینت حاصل ہوئی اور (اس کی تعبیر) وہ مشکی ہرن (غزال) تھا جو انہوں نے (خواب میں) دیکھا تھا۔ اور اس خون سے ان کی قبا کے حسن و جمال میں اضافہ ہوا۔

معصد کی شہادت:

لشکر کشی سے ایک دن پہلے صبح کے وقت معصد نے علقمہ بن قیس سے کہا:

''آپ مجھے اپنی چادر عاریۃً دیں تاکہ میں اس سے اپنا سر باندھ لوں'' انہوں نے چادر دے دی۔ پھر وہ اس برج کے قریب آئے جہاں یزید نخعی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ وہاں سے انہوں نے تیر چلائے اور دشمن کے کئی آدمی قتل کیے۔ پھر انہیں پتھر پھینکنے والے آلے کا ایک پتھر لگا جس سے ان کی کھوپڑی پھٹ گئی اس وقت ان کے ساتھی انہیں کھینچ کر لے گئے اور انہیں حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا۔

قبائے لالہ گوں:

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے انہوں نے بھی اپنی قبا کو اسی طرح (لالہ گوں) دیکھا جیسا کہ وہ چاہتے تھے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کو شکست:

جب باقاعدہ جنگ کا دن آیا تو قرثع نے بھی جنگ کی یہاں تک کہ جنگ میں ان کی پوشاک پھٹ گئی اور ان کی قبا اس طرح ہو گئی کہ ان کی زمین سفید تھی اور اس پر سرخ خون کے نقش و نگار تھے (جب تک وہ لڑتے رہے اس وقت تک) مسلمان ثابت قدم

رہے اور جب وہ شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔

تین مجاہدوں کی شہادت:

داؤد بن یزید بیان کرتے ہیں: ''یزید بن معاویہ نخعی، عمرو بن عتبہ اور معضد رحمہم اللہ (تینوں) بلنجر کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ معضد نے علقمہ کی چادر سر پر باندھی ہوئی تھی۔ انہیں منجنیق کے پتھر کا ایک ٹکڑا لگا۔ انہوں نے اسے اہمیت نہیں دی اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور شہید ہو گئے۔ علقمہ نے ان کا خون دھویا۔ مگر (اس کا نشان) زائل نہیں ہوا۔ علقمہ اس چادر کو اوڑھ کر جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے تھے اور فرماتے تھے: ''میں اسے اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اس میں معضد کا خون ہے''۔

عمرو بن عتبہؒ نے سفید قبا پہنی اور کہا ''اس پر خون کتنا خوشنما معلوم ہوگا'' چنانچہ ایک پتھر آ کر لگا اور وہ شہید ہو گئے وہ بالکل لہو لہان ہو گئے تھے۔

شہید کا خواب:

حضرت یزید رضی اللہ عنہ کو بھی اسی قسم کی کوئی چیز آ کر لگی تھی اور وہ شہید ہو گئے تھے اس سے پہلے انہوں نے قبر کھودی تھی تو یزید نے اسے دیکھا کر کہا تھا ''یہ کتنی اچھی ہے'' انہوں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک ایسا غزال (مشکی ہرن) ان کے پاس لایا گیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت غزال انہوں نے نہیں دیکھا تھا چنانچہ وہ غزال وہی ثابت ہوئے۔ یزید نہایت حسین وجمیل ساتھی تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

اہل کوفہ کی بے وفائی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا: "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" (ہم اسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اہل کوفہ نے بے وفائی کی۔ اے اللہ! تو انہیں معاف کر دے اور ان کی توبہ قبول کر''۔

بلنجر کے فوجی حکام:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا سرحد پر سلمان بن ربیعہ کو حاکم بنایا اور جب اہل کوفہ کو جنگی امداد کے بھیجا تو ان کا سپہ سالار حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ اس سرحد پر اس سے پہلے عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگ کر رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دسویں سال اس سرحدی مقام کے لیے اہل شام کی امدادی کمک بھیجی جس کی قیادت حبیب بن مسلمہ قریشی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

امارت پر اختلاف:

سلمان بن ربیعہؓ ان کے بھی امیر مقرر ہوئے مگر حبیبؓ نے (ان کی قیادت قبول کرنے سے) انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل شام یہ کہنے لگے ''ہم نے ارادہ کیا کہ ہم سلمان بن ربیعہ کو زدوکوب کریں'' اس پر دوسرے لوگوں (اہل کوفہ) نے کہا

''ایسی صورت میں ہم بھی حبیب کو زدوکوب کریں گے اور اسے قید کر دیں گے اور اگر تم اس پر بھی مطیع نہیں ہوئے تو ہمارے اور تمہارے درمیان مقتولوں کی تعداد بکثرت ہو جائے گی''۔

چنانچہ اوس بن مغراء نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

اہل کوفہ کے دعوے:

❶ اگر تم سلمان (بن ربیعہ) کو مارو گے تو ہم تمہارے حبیب (بن مسلمہ) کو زدوکوب کریں گے اور تم ابن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف کوچ کر جاؤ گے تو ہم بھی جائیں گے۔

❷ اگر تم انصاف سے دیکھو گے تو حقیقت میں یہ سرحدی مقام ہمارے امیر کی سرحد ہے۔ یہ (دیکھو) امیر فوجوں کو لے کر آرہا ہے۔

❸ ہم اس سرحد کے حکام ہیں اور ہمیں اس کی حفاظت کرتے تھے جب کہ ہم اس سرحد پر تیر اندازی کرتے تھے اور دشمنوں کو عذاب دیتے تھے۔

حبیبؓ کے عزائم:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ صاحب اسباب پر بھی حاکم بن جائے جس طرح وہ اس سپہ سالار پر جو کوفہ آیا تھا حکمرانی کرنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات محسوس کی تو انہوں نے بھی اس کو برقرار رکھا اور دوسرے لوگوں نے بھی اسے بحال رکھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بددعا:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر تین جنگیں کیں اور تیسری جنگ کے موقع پر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''اے اللہ! تو قاتلین عثمان پر لعنت بھیج اور ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے رہے اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔ اے اللہ! ہم ان کی شکایت کرتے تھے۔ اور وہ بھی ہمیں ملامت کرتے تھے۔ جس طرح ان سے پہلے کے (خلیفہ) ہمیں ملامت کرتے تھے۔ مگر ان (فتنہ پردازوں) نے ان باتوں کو فتنہ وفساد کا ذریعہ بنالیا۔ اے اللہ! تو ان لوگوں کو تلواروں ہی کے ذریعہ فنا کر''۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی وفات:

اس سال (۳۲ھ میں) بہ روایت واقدی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور وہ وفات کے وقت پچھتر سال کے تھے۔

اسی سال حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی فوت ہوئے وہ اس وقت اٹھاسی سال کے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال بڑے تھے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی یہ وہ صحابی تھے جنہیں خواب میں اذان کا طریقہ بتایا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات:

اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بمقام مدینہ منورہ وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز

(جنازہ) پڑھائی۔

اسی سال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات:

سیف کی روایت ہے کہ اس سال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ ان کی وفات کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آٹھویں سال ماہ ذوالحجہ میں جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

''اے میری بیٹی . کیا تم کسی کو آتے ہوئے دیکھ رہی ہو؟''۔ وہ بولیں ''نہیں'' اس پر انہوں نے فرمایا: ''ابھی میری موت کا وقت نہیں آیا ہے''۔ پھر انہوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا تو انہوں نے بکری ذبح کی پھر اسے پکایا۔ بعدازاں انہوں نے فرمایا: ''جب وہ لوگ آجائیں جو مجھے دفن کریں گے تو ان سے یہ کہنا: ''ابوذر رضی اللہ عنہ تمہیں قسم دلا کر یہ کہتا ہے کہ تم واپس جانے کے لیے اس وقت تک سوار نہ ہونا جب تک کہ تم کھانا نہ کھاؤ''۔

سواروں کی آمد:

جب انہوں نے کھانا پکالیا تو فرمایا ''دیکھو! کیا تم کسی کو دیکھ رہی ہو'' وہ بولیں ''ہاں! یہ سوار آ رہے ہیں'' اس پر آپ نے فرمایا میرا رخ قبلہ کی طرف کردو''۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "بسم اللہ و باللہ و علی ملتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "۔ بعدازاں ان کی صاحبزادی نے نکل کر ان (سواروں) کا استقبال کیا اور کہا:

وفات کی خبر:

''اللہ تم پر رحم کرے تم ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ'' وہ بولے ''وہ کہاں ہیں؟'' ان کی صاحبزادی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہ فوت ہو گئے ہیں۔ تم انہیں دفن کردو'' وہ بولے ''کیا خوب سعادت مندی ہم کو اللہ نے عطا فرمائی ہے'' اہل کوفہ کے اس قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے' وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''وہ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ) تن تنہا دنیا سے رخصت ہوں گے اور تن تنہا دوبارہ اٹھیں گے''۔

تکفین وتدفین:

ان لوگوں نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ جب انہوں نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی صاحبزادی نے ان سے کہا:

واپسی:

بے شک ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سلام کہا تھا اور آپ کو قسم دلا کر یہ کہا تھا کہ آپ سوار ہونے سے پہلے کھانا تناول فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا پھر ان کے اہل وعیال کو سوار کرا کر مکہ معظمہ لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (حضرت) ابوذر رضی اللہ عنہ کی

وفات کی خبر سنائی انہوں نے ان کی صاحبزادی کو اپنے اہل وعیال میں شامل کر لیا۔ آپ نے فرمایا ''اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی وہاں رہنے پر مغفرت فرمائے''۔

چودہ سوار:

طلحال بن ذری بیان کرتے ہیں ''ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے ہم چودہ سوار تھے۔ جب ہم ربذہ کے مقام پر پہنچے تو ایک عورت ہم سے ملی اور ہم سے بولی ''تم ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ'' ہمیں اس سے پہلے ان کا کوئی حال معلوم نہیں تھا۔ اس لیے ہم نے کہا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں اس عورت نے ایک خیمہ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے پوچھا ''انہیں کیا ہوا؟'' وہ بولیں ''انہوں نے کسی وجہ سے مدینہ چھوڑ دیا تھا'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ''انہوں نے صحرانشینی کیوں اختیار کی؟'' وہ بولیں:

''امیر المومنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے اس بات کو ناپسند کیا تھا مگر وہ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ) یہ فرماتے تھے کہ یہ بھی مدینہ ہے''۔

تجہیز وتکفین:

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ادھر گئے وہ رو رہے تھے۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس وقت ان کا خیمہ مشک کی خوشبو سے بسا ہوا تھا۔ ہم نے اس عورت (ان کی لڑکی) سے پوچھا ''یہ کیا ہے؟'' وہ بولیں:

مشک کی خوشبو سے استقبال:

ان کے پاس مشک تھی جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ فرمانے لگے:

''مردہ کے پاس کچھ لوگ آئیں گے انہوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا تو وہ خوشبو سونگھیں گے''۔

چنانچہ انہوں نے مشک کو پانی میں ڈبویا اور اس پانی کو تمام خیمے میں چھڑک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''تم اس خوشبو سے ان کا استقبال کرو اور یہ گوشت انہیں پکا دو کیونکہ میرے پاس صالح قوم آئے گی اور وہی لوگ میرے دفن کا انتظام کریں گے تم ان کی مہمان نوازی ضرور کرنا''۔

چنانچہ جب ہم نے انہیں دفن کر دیا تو ان کی صاحبزادی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ ہم نے کھانا کھایا۔ پھر ہم نے انہیں لے جانا چاہا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قافلے کی روانگی:

''امیر المومنین ہمارے قریب ہیں۔ ہم ان سے مشورہ کریں گے''۔

جب ہم مکہ معظمہ آئے تو ہم نے (ان کی وفات کی) اطلاع دی۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور ربذہ میں مقیم ہونے پر ان کی مغفرت فرمائے''۔

جب وہ حج سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ربذہ کا راستہ اختیار کیا اور ان کے اہل وعیال کو اپنے عیال میں شامل کر لیا۔
اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے اور ہم عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارے قافلے میں ذیل کے حضرات شامل تھے:

اسمائے گرامی:

''ا۔حضرت عبداللہ بن مسعود ۲۔ابومفزر تمیمی ۳۔بکر بن عبداللہ تمیمی ۴۔اسود بن یزید نخعی ۵۔علقمہ بن قیس نخعی ۶۔صحال بن ذری ضبی ۷۔حارث بن سوید تمیمی ۸۔عمرو بن عتبہ بن فرقد سلمی ۹۔ابن ربیعہ سلمی ۱۰۔ابورافع مزنی ۱۱۔سوید بن شعبہ تمیمی ۱۲۔زیاد بن معاویہ نخعی ۱۳۔اخوالعدشع سلمی ۱۴۔معضد شیبانی کا بھائی۔

باب ۱۹

فتوح ترکستان

۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مرورود' طالقان' فاریاب' جوز جان اور طخارستان کے علاقے فتح کیے۔

ابن سیرین فرماتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو مرورود بھیجا۔ وہاں جا کر انھوں نے وہاں کے لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ مقابلے کے لیے نکلے تو مسلمانوں نے جنگ کرنے کے بعد انہیں شکست دے دی۔ یہاں تک کہ وہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گئے۔ قلعہ میں سے جھانک کر وہ بولے ''اے اقوام عرب! تم ہمارے خیال میں ایسے نہ تھے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم ویسے ہو جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا تو ہمارا اور تمہارا معاملہ مختلف ہوتا۔ تم ہمیں ایک دن غور کرنے کی مہلت دو اور اپنے لشکر کی طرف واپس چلے جاؤ''۔

حاکم مرو کا قاصد:

حضرت احنف واپس چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے جنگ کی تیاری کر لی تھی مگر شہر سے ایک عجمی شخص نکلا اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ اس نے کہا:

''میں قاصد ہوں۔ آپ مجھے پناہ دیں''۔ مسلمانوں نے اس کو پناہ دے دی تو وہ مرو کے (حاکم وزمیندار) کا خط لایا تھا۔ انہوں نے خط کو پڑھا تو وہ سپہ سالار کے نام تھا اور اس کا مضمون یہ تھا:

حاکم مرو کا خط:

ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں جس کے قبضے میں دنیا کی سلطنتیں ہیں۔ وہ جس ملک میں چاہتا ہے انقلاب برپا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے' ذلت کے بعد سربلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سربلندی کے بعد زوال عطا کرتا ہے۔

مجھے آپ سے مصالحت اور جنگ بندی پر اس بات نے آمادہ کیا ہے کہ میرے جد امجد مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے آپ کے حاکم کی طرف سے نہایت قدر و منزلت کا سلوک ملاحظہ کیا تھا۔ اس لیے میں آپ لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں نیز مصالحت کی دعوت دیتا ہوں میں آپ کو ساٹھ ہزار درہم خراج ادا کرتا رہوں گا آپ میرے قبضہ میں وہ جاگیر رہنے دیں جو شہنشاہ کسریٰ نے میرے پردادا کو اس وقت عطا کی تھی جب کہ انہوں نے اس اژدہے کو مار ڈالا تھا جس نے آدمیوں کو نگل لیا تھا اور مزروعہ اراضی اور دیہات کے راستے لوگوں کے چلنے کے لیے بند کر دیئے تھے۔

شرائط صلح:

آپ میرے گھر کے کسی شخص سے خراج نہیں لیں گے اور حق حکومت میرے خاندان کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ اگر آپ مجھے یہ رعایت دیں گے تو میں آپ کے پاس (مزید گفت وشنید کے لیے) آ سکتا ہوں۔ میں نے اپنے بھتیجے ماہک کو آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہ میری شرائط کو پختہ طور پر طے کرا سکے۔

خط کا جواب:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ تحریر کیا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (یہ خط) صحر بن قیس سپہ سالار کی طرف سے مروروز کے حاکم باذان اس کی ساتھی اساورہ کی فوج اور دیگر اہل عجم کے نام ہے۔

جو لوگ (اسلامی) ہدایات کی پیروی کریں' ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں' ان کو سلام پہنچے تمہارا بھتیجا ماہک ہمارے پاس آیا ہے اس نے آپ کے لیے مخلصانہ کوششیں کیں اور آپ کا پیغام پہنچایا۔ میں نے آپ کا معاملہ اپنے ساتھی مسلمانوں کے سامنے پیش کیا کیونکہ ہم سب آپ کے معاملے کا تصفیہ کرنے کے لیے برابر کے حق دار ہیں۔

شرائط اطاعت:

ہم نے آپ کی شرائط قبول کر لی ہے بشرطیکہ آپ اپنے کسانوں اور رعایا کی طرف سے نیز ان کی اراضی کے عوض ساٹھ ہزار درہم مجھے اور میرے بعد کے مسلم حکام کو ادا کرتے رہیں۔ البتہ وہ اراضی مستثنیٰ رہیں گی جن کے بارے میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ وہ حاکم کسریٰ نے آپ کے پردادا کو اس لیے جاگیر کے طور پر عطا کی تھی کہ انہوں نے اس اژدہے کو مار ڈالا تھا جس نے زمین میں فساد برپا کر رکھا تھا اور راستے بند کر دیئے تھے۔ یہ سرزمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔

آپ پر مسلمانوں کی مدد کرنا فرض ہے اور اگر مسلمان چاہیں اور اسے پسند کریں تو آپ اپنی اساورہ کی فوج کے ساتھ ان کے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔ اگر آپ کی ہم قوم جماعت میں سے کوئی پیچھے سے حملہ کرے گا تو مسلمان اس کے برخلاف مدد دیں گے۔

شرائط کی منظوری:

یہ تحریر میں نے لکھ دی ہے تاکہ میرے بعد آپ کو مفید ثابت ہو آپ پر اور آپ کے خاندان اور رشتہ داروں سے خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ اسلام قبول کر لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں تو آپ کو مسلمانوں کی طرح عطیات وظائف اور مراتب حاصل ہوں گے اور آپ اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں گے۔

اس تحریر کے' میں اور میرے باپ نیز مسلمان اور ان کے آباء واجداد ذمہ دار ہیں۔

معاہدہ کے گواہ:

اس معاہدہ کے مندرجہ ذیل حضرات گواہ ہیں: ۱۔ جزء بن معاویہ یا معاویہ بن جزء سعدی ۲۔ حمزہ بن ہرماس مازنی ۳۔ حمید بن الخیار مازنی ۴۔ عیاض بن ورقاء اسدی۔

کاتب معاہدہ:

اس معاہدہ کو کیسان مولیٰ بنو ثعلبہ نے بروز یکشنبہ ماہ محرم الحرام میں تحریر کیا اور سپہ سالار احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس پر مہر لگائی حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا نعبداللہ۔

بھاری فوج کا اجتماع:

مقاتل بن حیان کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے اہل مرو سے صلح کر لی تھی۔ انہوں نے (حضرت) احنف رضی اللہ عنہ کو چار

ہزار فوج دے کر اہل طخارستان اور اہل جوز جان' طالقان اور فاریاب کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت ان کی فوجوں کے تین ڈویژن تیس ہزار فوج کے اکٹھے ہو گئے تھے۔ جب حضرت احنف کو ان کی فوجوں کے اکٹھے ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا۔ کسی نے کہا: ''ہم مرو لوٹ جائیں'' کسی نے کہا: ''ہم ابر شہر واپس چلے جائیں'' ایک شخص کی رائے یہ تھی ''ہم یہاں مقیم ہو کر امداد طلب کریں'' دوسرے شخص نے یہ کہا: ''ہم ان سے مقابلہ کر کے جنگ کریں''۔

سپاہیوں کے خیالات:

جب شام ہو گئی تو حضرت احنف رضی اللہ عنہ لشکر کے خیموں میں گشت کرنے کے لیے نکلے تاکہ وہ سپاہیوں کی باتیں سنیں۔ جب وہ خیمہ والوں کے پاس سے گزرے تو ایک (پکانے کے لیے) آگ جلا رہا تھا یا آٹا گوندھ رہا تھا اور کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے اور دشمن کا ذکر کر رہے تھے کسی شخص نے کہا: امیر کے لیے صحیح رائے یہ ہے کہ صبح ہوتے ہی روانہ ہو جائے اور جہاں دشمن سے دوچار ہو' وہیں جنگ شروع کر دے اس طرح ان پر رعب پڑے گا''۔ وہ شخص جو آٹا گوندر ہا تھا بولا۔ ''اگر امیر ایسا کام کرے تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب کرے گا اور تم بھی اس غلطی کے مرتکب ہو گے۔ کیا تم اسے یہ مشورہ دے سکتے ہو کہ وہ ان کی سرحد اور ان کے وطن کے اندر چل کر جائے اور قلیل تعداد کے ساتھ جنہیں حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے شکست دی تھی۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اس لشکر سے جنگ کی تھی اس کے بعد مسلمانوں نے زوردار حملہ کیا جس میں دشمن کے بہت سے شہسوار مارے گئے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا کی اور انہوں نے دشمن کو شکست دی اور ان کو تہ تیغ کیا۔

فتح بلخ وہرات

ایاس بن مہلب کی روایت ہے کہ حضرت احنف مرو روز بلخ کی طرف گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا پھر وہاں کے لوگوں نے ان سے چار لاکھ کی رقم ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے (اس شرط پر) صلح منظور کر لی۔ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی اسید بن متشمس کو اس کے لیے بھیجا کہ وہ ان سے مصالحت کی رقم وصول کرے۔ وہ خود خوارزم گئے اور وہاں قیام کیا۔ یہاں تک کہ ان کو موسم سرما نے آ گھیرا۔ اس وقت انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کے لیے پوچھا ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' حصین نے ان سے کہا ''اس کا جواب آپ کو عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ (اشعار میں) دے چکا ہے''۔ وہ بولے وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ شعر کہتا ہے:

''جب تم کوئی کام نہ کر سکو تو اسے چھوڑ دو اور اس کے بجائے وہ کام کرو جسے تم انجام دے سکو''۔

مہرجان کے وظائف:

اس پر حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کوچ کرنے کا حکم دیا اور بلخ کی طرف لوٹ آئے اس وقت تک ان کے چچازاد بھائی نے مصالحت کی رقم وصول کر لی تھی۔ خراج کی وصولی کے موقع پر مہرجان کا تہوار بھی آ گیا تھا اس لیے اہل بلخ نے انہیں سونے چاندی کے برتن' درہم و دینار' ساز و سامان اور کپڑے پیش کیے' اس پر حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی نے پوچھا۔ ''کیا یہ بھی اس معاہدہ میں

شامل ہیں جس کے مطابق ہم نے تم سے صلح کی تھی؟'' وہ بولے ''نہیں' مگر اس دن اپنے حاکم کو یہ چیزیں ہمدردی حاصل کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں''۔

تحائف پر قبضہ:

وہ بولے: ''آج کیا دن ہے؟'' ان لوگوں نے کہا ''آج مہرجان ہے'' وہ بولے ''مجھے نہیں معلوم ہے کہ یہ دن کیا اہمیت رکھتا ہے۔ تاہم مجھے ان چیزوں کا لوٹانا بھی پسند نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ میرا حق ہو۔ اس لیے ان پر قبضہ کر لیتا ہوں۔ مگر انہیں الگ رکھوں گا تا کہ ان پر غور کر سکوں چنانچہ وہ (ان تحائف کو) وصول کرنے کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں یہ بات بتائی۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہی بات دہرائی جو انہوں نے ان کے چچازاد بھائی سے کہی تھی۔ اس پر انہوں نے کہا ''میں یہ سامان امیر (عبداللہ بن عامرؓ) کے پاس لے جاؤں گا''۔ چنانچہ وہ ان تحائف کو عبداللہ بن عامر کے پاس لے گئے اور انہیں صورتِ حال سے مطلع کیا۔ اے ابو بحر تم انہیں قبول کر لو کیونکہ یہ تمہارا حصہ ہے' وہ بولے: ''مجھے ان کی ضرورت نہیں''۔ اس پر ابن عامر نے کہا ''اے سارا! تم اسے لے لو'' چنانچہ قرشی نے اسے وصول کر لیا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے بلخ پر بشر بن المتشمس کو حاکم بنایا۔

ہرات کی طرف مہم:

صدقہ بن حمید کی روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اہل مرو سے مصالحت کی اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اہل بلخ سے مصالحت کی تو ابن عامر نے خلید بن عبداللہ حنفی کو ہرات کی طرف روانہ کیا۔ اس مہم میں باذغیس کا علاقہ بھی شامل تھا انہوں نے اس علاقے کو فتح کر لیا۔ پھر انہوں نے بغاوت کی اور قارن کے ساتھ ہو گئے۔

ابن عامر کی وسیع فتوحات:

داؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ' ابن عامر کے پاس واپس آئے تو لوگوں نے ابن عامر سے کہا ''کسی کے ہاتھوں سے اتنے علاقے فتح نہیں ہوئے جتنے تمہارے ہاتھوں سے فتح ہوئے ہیں (ان میں) فارس' کرمان' بحستان اور تمام خراسان کا علاقہ شامل ہے'' اس پر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

فتوحات کا شکر:

یہ بات نہایت ضروری کہ میں (ان کامیابیوں پر) اللہ کا شکر اس طرح ادا کروں کہ میں اسی مقام پر احرام باندھ کر عمرہ ادا کروں۔

نیشاپور سے احرام باندھنا:

چنانچہ انہوں نے نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان سے احرام باندھنے پر ان کو ملامت کی اور فرمایا:

''کاش کہ تم اس کی میعات (احرام باندھنے کی مقرر جگہ) احرام باندھتے جہاں سے مسلمان احرام باندھا کرتے ہیں''۔

دشمن کی فوجوں کا اجتماع:

سکن بن قتادہ عرینی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے خراسان پر قیس بن ہیثم کو اپنا جانشین بنایا اور خود وہ ۳۲ھ کو وہاں سے چلے گئے اس کے بعد قارن (دشمنوں کے سپہ سالار) نے طبسین' ہرات' اور قہستان کے علاقوں سے فوج جمع کی اور چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے آ پہنچا۔

ایک حاکم کی ضرورت:

اس وقت قیس بن ہیثم نے عبداللہ بن خازم سے پوچھا:

''تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے میری رائے یہ ہے کہ تم اس ملک کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہاں کا امیر میں ہوں''۔

اس کے بعد اس نے وہ تحریر نکال کر دکھائی جو خود اس نے قصداً جعلی طور پر بنائی تھی۔ تاہم قیس نے اس سے جھگڑا کرنا پسند نہیں کیا اور اسے وہاں چھوڑ کر ابن عامر کے پاس واپس آ گئے۔

قیس اور ابن خازم:

عبداللہ بن عامر نے ان سے ملاقات کی اور کہا: ''تم نے حالت جنگ میں ملک کو کیوں چھوڑا؟'' وہ بولے: ''اس نے مجھے آپ کا تحریری معاہدہ دکھایا ہے'' ان کی والدہ نے کہا: ''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم ان دونوں کو کسی شہر میں اکٹھے نہ رکھو کیونکہ وہ ان سے جھگڑا کرتا ہے''۔

ابن خازم کی جنگی تدبیر:

بہرحال ابن خازم چار ہزار کی فوج لے کر قارن کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا جب وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنے نیزے کی نوک پر کپڑے کی دھجی' روئی یا اون باندھ لے پھر اسے کسی چکنائی یا تیل وغیرہ سے چپکا لے۔

شعلہ بردار فوج:

وہ اس طرح روانہ ہوئے کہ جب شام ہوئی تو انہوں نے چھ سو سپاہیوں کا ہراول دستہ آگے بھیجا۔ پھر وہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمان سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ نیزوں کی نوکوں کی طرف آگ روشن کریں اور ایک دوسرے کی پیروی کریں۔ وہ یہ ہراول دستہ لے کر قارن کے لشکر میں آدھی رات کے وقت پہنچے اور ان کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ دشمن دہشت زدہ ہو گیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ رات کے وقت حملہ نہیں ہوگا۔ جب ابن خازم ان کے قریب پہنچے تو دشمن کی فوجوں نے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ہر طرف آگ کے شعلے دیکھے مگر کوئی آدمی نظر نہیں آیا اس منظر سے وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔

دشمن کو شکست:

ابن خازم کا ہراول دستہ ان سے جنگ کرتا رہا پھر خود ابن خازم بھی مسلمان سپاہیوں کو لے کر ٹوٹ پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قارن مارا گیا اور دشمن کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور جہاں تک ممکن ہوا وہ دشمن کا صفایا کرتے رہے وہاں انہیں بہت سے قیدی بھی ملے۔

اسیرانِ جنگ:

قبیلہ تمیم کے ایک بوڑھے شخص کا قول ہے کہ صلت بن حریث کی والدہ بھی قارن کی جنگی قیدی تھیں اور زید بن الربیع کی والدہ بھی اس جنگ میں گرفتار ہوئی تھیں۔ اور ابو عبداللہ بن عون مشہور فقیہ اور عالم کی والدہ ام عون بھی اسی جنگ کی اسیر تھیں۔

خراسان پر مستقل حکومت:

ابن خازم نے قارن کے لشکر کو گرفتار کر لیا اور ان کے ساز و سامان پر قبضہ کرنے کے بعد فتح کا حال ابن عامر کے پاس لکھ کر بھیجا۔ اس پر وہ اس سے خوش ہو گئے اور خراسان کو حکومت پر انہیں بحال رکھا چنانچہ وہ خراسان کے حاکم جنگ جمل کے خاتمے تک رہے اس کے بعد وہ بصرہ آئے اور ابن الحضرمی کے واقعہ میں شرکت کی اور دار سینیا میں ان کے ساتھ رہے۔

قیس بن الہیثم کو روانہ کرنا:

سلیمان بن کثیر خزاعی کی روایت ہے کہ قارن نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بڑی فوج جمع کر رکھی تھی۔ مسلمان ان کے مقابلے سے گھبرا گئے چنانچہ قیس بن الہیثم نے عبداللہ بن خازم سے پوچھا: ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ بولے: ''میری رائے یہ ہے کہ تم ان کی فوج کی کثرت کو برداشت نہیں کر سکو گے اس لیے تم ابن عامر کے پاس جاؤ اور انہیں مطلع کر دو کہ ہمارے مقابلے کے لیے دشمن کی بہت فوج جمع ہو گئی ہے۔ اس اثناء میں ہم ان قلعوں میں مقیم رہیں گے اور جنگ کو طویل کرتے رہیں گے تم امدادی کمک لے کر پہنچو۔

ابن خازم کی فتح:

جب قیس بن ہشیم روانہ ہو گئے تو ابن خازم نے تقرر نامہ ظاہر کیا اور کہا ''مجھے ابن عامر نے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہے'' اس کے بعد وہ قاران کے مقابلے کے لیے گیا اور اس پر فتح حاصل کی اور ابن عامر کو فتح کا حال لکھ کر بھیجا تو ابن عامر نے انہیں خراسان کی حکومت پر بحال رکھا۔

اہل خراسان سے جنگ:

اس کے بعد اہل بصرہ خراسان کے لوگوں سے جنگ کرتے رہے جنہوں نے صلح نہیں کی تھی اور جب واپس جاتے تھے تو چار ہزار فوج پیچھے چھوڑ جاتے تھے ان کا یہ طریقہ ''فتنہ'' کے زمانے تک قائم رہا۔

۳۳ھ کے واقعات

واقدی کے قول کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملطیہ کی طرف سے روم کے علاقہ حصن المرآۃ پر حملہ کیا۔ اس سال جب اہل افریقیہ نے عہد شکنی کی تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حملہ کیا۔

اہل خراسان کی عہد شکنی:

اس سال عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو خراسان کی طرف بھیجا کیونکہ اہل خراسان نے عہد شکنی کی تھی انہوں نے مروشاہ جہان کو مصالحت کے ساتھ اور مرورز کو شدید جنگ کے بعد فتح کیا۔ ان کے بعد عبداللہ بن عامر بھی روانہ ہوئے اور ابرشہر میں مقیم ہوئے اور بقول واقدی صلح کے ساتھ اسے فتح کیا۔

ابو معشر کی روایت ہے کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا۔ اس سے پہلے ہم اس کی مخالف روایت اور قبرص کے واقعات تحریر کر چکے ہیں۔

محفل کا واقعہ:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بعض اہل کوفہ کو شام کی طرف بھیجا اس کے بارے میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ سیف کی روایت یہ ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو خلوتِ خاص میں قدیم۔ مجاہدین قادسیہ' قراء اہل البصرہ اور معزز حضرات ہی شریک ہوا کرتے تھے یہ اس کی خاص مجلس ہوتی تھی۔ وہ دربار عام کرتا تھا تو اس وقت ہر ایک وہاں آ سکتا تھا۔

سخاوت کی گفتگو:

ایک دن اس کی عام مجلس میں کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص خنیس نامی نے کہا: ''طلحہ بن عبداللہ کتنے فیاض ہیں'' اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''جس شخص کے پاس نشاستج جیسی جائیدادیں ہوں گی وہ ضرور بہت سخی اور فیاض ہوگا۔ بخدا اگر میرے پاس اس جیسی اراضی ہوتیں تو اللہ تمہیں بہت خوشحالی کے ساتھ زندگی عطا کرتا'' اس پر خنیس کا نوجوان فرزند عبدالرحمٰن بن خنیس بول اٹھا۔

ابن خنیس کی گفتگو:

بخدا میری خواہش یہ ہے کہ ملطاط کا علاقہ آپ کے پاس ہوتا'' اس سے مراد خاندان کسریٰ کی وہ اراضی تھیں جو کوفہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے پر تھیں۔

لوگوں کی سخت کلامی:

دوسرے لوگ (بھڑک اٹھے اور) کہنے لگے ''اللہ تمہارا منہ توڑے'' بخدا ہم تمہاری (اس بات کے کہنے پر زدوکوب سے) خبر لیں گے۔ (اس کا باپ) خنیس بولا ''یہ بچہ ہے اسے معاف کر دو'' وہ بولے ''یہ ہمارے علاقہ کی اراضی انہیں دینا چاہتا ہے'' وہ

بولا ''وہ آپ لوگوں کے لیے بھی دوگنی اراضی کی تمنا کرتا ہے'' وہ بولے ''وہ نہ ہمارے لیے چاہتا ہے اور نہ ان کے لیے چاہتا ہے'' وہ بولا ''پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے'' وہ بولے ''بخدا! تم نے اسے یہ بات کہنے کا حکم دیا ہے''۔

محفل میں زدوکوب:

بعد ازاں اشتر' ابن ذی الحبکہ' جندب' صعصعہ' ابن الکواء بن کمیل اور عمیر بن ضابی بھڑک اٹھے۔ اور انہوں نے اس نوجوان کو دبوچ لیا۔ اس کا باپ منع کرنے کے لیے گیا تو ان سب لوگوں نے ان دونوں کو اتنا مارا کہ وہ دونوں بیہوش ہو گئے اس وقت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ انہیں بہت منع کررہے تھے مگر وہ نہیں مانے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان دونوں کو خوب مارا اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔

قبیلہ اسد کا محاصرہ:

جب قبیلہ اسد کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر محل کو گھیر لیا۔ دوسرے قبائل نے آ کر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پناہ لینے کی درخواست کی اور کہا ''آپ ہمیں ان سے بچایئے'' اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نکل کر لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے:

''اے لوگو! کچھ لوگوں کا جھگڑا ہوا تھا اور اب اللہ نے امن و عافیت عطا کی ہے''۔

اس کے لوگ بیٹھ گئے اور گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر واپس چلے گئے۔

مصالحانہ کوشش:

کچھ عرصہ کے بعد جب دونوں افراد ہوش میں آ گئے تو سعید بن العاص نے کہا: ''تم میں سے کون زندہ ہے'' وہ بولے ''آپ کے مصاحب ہمیں قتل کرنے والے تھے'' سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''بخدا! وہ میرے پاس اب کبھی نہیں آئیں گے۔ تم دونوں اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور لوگوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرو'' چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔

شرپسندوں کی افواہیں:

جب ان لوگوں کے شر و فساد کی توقعات پوری نہیں ہو سکیں تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اس قدر افواہیں پھیلانے لگے کہ اہل کوفہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے:

''یہ تمہارا خلیفہ موجود ہے انہوں نے مجھے (ان کے بارے میں) کوئی قدم اٹھانے سے منع کر رکھا ہے۔ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ خلیفہ سے سلسلہ جنبانی کرے''۔

چنانچہ کوفہ کے معززین اور نیک افراد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

مفسدوں کی جلاوطنی:

''کہ وہ ان لوگوں کو کوفہ سے نکال دیں''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا: ''اگر تمہارے معزز سردار اس پر متفق ہوں تو انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو'' چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو نکال دیا اور وہ ذلیل و مطیع ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ یہ لوگ دس سے کچھ زیادہ افراد تھے انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط:

''اہل کوفہ نے چند افراد کو جنہوں نے فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا' نکال کر بھیجا ہے تم ان سے محتاط ہو اور ان کی نگرانی رکھو۔ اگر تم محسوس کرو کہ وہ درست اور اصلاح پذیر ہو گئے ہیں تو تم ان سے اچھا سلوک کرو۔ اور اگر وہ تمہیں عاجز کر دیں تو انہیں لوٹا دو''۔

چنانچہ جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کا خیر مقدم کیا اور انہیں کنیسۂ مریم میں ٹھہرایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عراق میں جو وظائف ان کو دیئے جا رہے تھے۔ وہی وظائف ان کے لیے وہاں بھی مقرر کیے۔ نیز صبح شام انہی کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ گفتگو کی۔

اطاعت کی نصیحت:

''تم لوگ عرب قوم میں سے ہو۔ تم نے اسلام کے ذریعہ عزت حاصل کی اور اسی کی بدولت دوسری قوموں پر غالب آئے اور ان کے مراتب و میراث پر قبضہ کیا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم قریش سے ناراض ہو۔ اگر قریش کا قبیلہ نہ ہوتا تو تم اسی طرح ذلیل وخوار رہتے جیسا کہ تم پہلے تھے۔ تمہارے حکام تمہارے لیے آج تک ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے تم اپنی ڈھال سے الگ نہ رہو۔ تمہارے حکام آج کل تمہاری زیادتیوں پر صبر کر رہے ہیں اور تمہاری تکالیف کو برداشت کر رہے ہیں۔

سرکشی کا انجام:

خدا کی قسم! تم (اپنی حرکتوں سے) باز آ جاؤ ورنہ اللہ تمہارے اوپر وہ حاکم مسلط کرے گا جو تم پر ظلم وستم کرے گا اور اسے صبر وتحمل کا کوئی خیال نہیں ہوگا اس طرح تم اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں رعایا پر مظالم کرنے میں ان لوگوں کے شریک کار اور ذمہ دار سمجھے جاؤ گے۔

باغیانہ جواب:

ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا ''آپ نے قریش کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر قریش کا قبیلہ عرب کا اکثر حصہ نہیں ہے اور نہ وہ دور جاہلیت میں سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا کہ آپ ہمیں اس سے خوفزدہ بتائیں۔ آپ نے ڈھال کا ذکر کیا ہے تو ڈھال جب لوٹ جائے گی تو ہمارے لیے میدان خالی ہو جائے گا''۔

اسلامی دور کی اہمیت:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اب مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیوقوفی نے تمہیں یہ باتیں کہنے پر آمادہ کیا ہے تم اس گروہ کے خطیب (اور نمائندہ) ہو مگر مجھے تمہارے اندر بھی عقل نظر نہیں آتی۔ میں تم پر اسلام کے دور کی اہمیت کو واضح کر رہا ہوں اور اس دور کا ذکر کر رہا ہوں۔ مگر تم دور جاہلیت کی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے مگر تم اپنی کم عقلی کی بنا پر ڈھال کے لوٹنے کی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ ان لوگوں کو رسوا کرے جنہوں نے تمہارے معاملات کو اہمیت دی اور انہیں تمہارے خلیفہ کے سامنے پیش کیا''۔

قریش کی فضیلت:

تم بات کو سمجھو۔ میرے خیال میں تم اس بات کو نہیں سمجھ سکے ہو کہ قریش کو دور جاہلیت اور اسلامی دور میں محض خدائے بزرگ و

برتر کی بدولت عزت حاصل ہوئی۔ بلاشک وشبہ قریش کا قبیلہ اکثریت میں نہیں تھا اور نہ سب سے زیادہ طاقتور تھا تاہم وہ حسب و نسب میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا تھا۔ اس کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور شرافت ومروت میں وہ کامل ترین تھے۔

خانہ جنگی سے نجات:

دور جاہلیت میں جب کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو کھائے جا رہا تھا وہ اللہ کی مہربانی کی بدولت (بدامنی اور خانہ جنگی سے) محفوظ رہے۔ کیونکہ اللہ جسے عزت بخشتا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا ہے۔ اور جسے سربلند کرتا ہے اسے کمتر نہیں بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پرامن حرم کعبہ میں آباد کیا جہاں چاروں طرف سے لوگ زیارت کے لیے آتے تھے۔

قریش پر فضل الٰہی:

کیا تمہیں یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی عرب ہو یا عجم' کالا ہو یا گورا ہر قوم پر کسی اجنبی ملک نے ضرور حملہ کیا اور اس کے ملک کی عزت وحرمت کو نقصان پہنچایا۔ مگر قریش کی قوم ان آفات سے محفوظ رہی۔ جس کسی نے اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کا سر نیچا کیا۔

خدا کے انعامات:

پھر اللہ نے چاہا کہ وہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ نے عزت بخشی ہے' دنیا کی ذلت اور آخرت کے برے انجام سے نجات دلائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنی بہترین شخصیت کا انتخاب کیا پھر ان (رسول اکرم ﷺ) کے لیے ساتھیوں کا انتخاب کیا چنانچہ ان کے بہترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریش میں سے تھے پھر انہوں نے اس اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی اور اس خلیفہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو مقرر کیا گیا۔ اور یہی ان کے لیے زیادہ موزوں تھے۔

دین اسلام کی حفاظت:

اللہ نے قبیلہ قریش کو دور جاہلیت میں جب کہ وہ اس کے منکر تھے محفوظ وصحیح سالم رکھا تو کیا وہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے ان کی حفاظت نہیں کرے گا؟ دور جاہلیت میں اللہ نے انہیں ان بادشاہوں سے محفوظ رکھا جو تم لوگوں پر بھی غالب آ گئے تھے تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر افسوس ہے کاش تمہارے علاوہ اور کوئی گفتگو کرتا مگر تمہیں نے آغاز کلام کیا۔

بدترین بستی:

اے صعصعہ! تمہاری بستی عرب کی بدترین آبادی تھی۔ جس کی پیداوار سب سے زیادہ بدبودار تھی اور اس کی وادی عمیق ترین ہے جو شر وفساد میں سب سے زیادہ مشہور ہے یہ اپنے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے جب کہ کبھی کوئی شریف یا رذیل یہاں قیام کرتا ہے تو اس پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور اس پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جاتا ہے۔ یہ لوگ تمام عرب میں بہت بدنام ہیں تمام قوموں سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ایرانیوں کی رعایا تھے اور ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلام پہنچی مگر تم عمان میں رہے اور بحرین میں قیام نہیں کیا اس لیے تم نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام میں بھی شریک نہیں ہوئے اور اپنی قوم کے بدترین انسان ہو۔

اسلام کے احسانات:

جب اسلام نے تمہیں نمودار کیا اور تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر ان قوموں پر غالب آئے جو تم پر غالب تھیں۔ تو تم اللہ

کے دین میں کجروی اختیار کرنے لگے۔ اور ذات و رسوائی کے کاموں کی طرف مائل ہوئے۔ اس طریقہ سے قریش کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ کوئی شخص انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی سے نہیں روک سکے گا۔

بروں کی رسوائی:

شیطان تم سے غافل نہیں ہے۔ اس نے تمہاری قوم میں سے تمہیں شر و فساد کے لیے چن لیا ہے اور تمہارے ذریعہ لوگوں کو فریب دے رہا ہے۔ وہ تم پر غالب آ گیا ہے۔ تاہم اسے یہ بات معلوم ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ اللہ کے فیصلے کو رد نہیں کر سکتا ہے اور نہ مشیت ایزدی کو ٹال سکتا ہے۔ تم اپنی شرارتوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ البتہ وہ اس سے بدتر برائی کا دروازہ کھول کر تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا''۔

یہ کہہ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ آپس میں مشورہ کرتے رہے مگر وہ کچھ نہیں کر سکے' تھوڑے دنوں کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے۔

جانے کی اجازت:

میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو اللہ تمہارے ذریعہ نہ کسی کو فائدہ پہنچائے گا اور نہ نقصان پہنچائے گا۔ تم کام کے آدمی نہیں ہو اور نہ کسی کو نقصان پہنچا سکو گے۔ البتہ تم اسی قابل ہو کہ تم سے نفرت کی جائے اور تمہیں دور رکھا جائے اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی جماعت میں شامل رہو اور عوام کا ساتھ دو۔ انعام و اکرام پر تم آپے سے باہر نہ رہو، شیخی مارنا اور اترانا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔

''تم جہاں چاہو جا سکتے ہو میں تمہارے بارے میں امیر المومنین کو خط لکھنے والا ہوں۔'' جب وہ باہر چلے گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور کہا۔

دوبارہ نصیحت:

میں تمہارے سامنے یہ بات دہرا رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے انہوں نے مجھے اپنے کام میں شریک کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ میں نے ان میں سے کسی کے کام میں کوتاہی نہیں کی اور تمام خلفاء مجھ سے خوش اور مطمئن رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاموں کے لیے قابل اور مستحق مسلمانوں کو تلاش کیا تھا۔ جاہل اور کمزور افراد کو اس مقصد کے لیے پسند نہیں فرمایا۔

سازشوں کی ناکامی:

بہر حال اللہ بہت طاقتور اور انتقام لینے والا ہے جو اس کے ساتھ مکر و فریب کرتا ہے وہ اس کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے اس لیے تم جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہ کرو جسے تم ظاہر نہ کرنا چاہتے ہو کیونکہ اللہ تمہاری خفیہ سازشوں کو ناکام و بے نقاب کر دے گا جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے۔

''کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ محض ایمان کا ظاہری اقرار کرنے پر وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں کسی عذاب میں

مبتلا نہیں کیا جائے گا''۔

مفسدوں کے بارے میں رائے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''میرے پاس وہ لوگ آئے ہیں جو عقل و دینداری سے خالی ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور عدل و انصاف سے وہ تنگ آ گئے ہیں۔ کسی بات میں اللہ کی رضا جوئی ان کے مدنظر نہیں ہے اور نہ وہ کسی معقول دلیل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ ان کا اصل مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا اور اہل ذمہ کے مال پر قبضہ کرنا ہے اللہ انہیں آزمائش میں ڈالے گا اور مصائب میں مبتلا کر کے انہیں ذلیل و رسوا کرے گا وہ دوسروں کے بل بوتے پر ہی نقصان پہنچا سکیں گے ان کا مقصد شور و شغب سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے''۔

جزیرہ کی طرف روانگی:

جب یہ لوگ دمشق سے باہر نکل گئے تو کسی شخص نے کہا ''تم کوفہ کی طرف واپس نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ تمہاری مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ تم ہمیں جزیرہ کے علاقہ کی طرف لے چلو اور عراق اور شام کا خیال چھوڑ دو'' لہٰذا وہ جزیرہ پہنچے۔

خالد کی تنبیہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حمص کا حاکم مقرر کیا اور جزیرہ کا حاکم حران اور رقہ کا حاکم بھی تھا۔ اس لیے انہوں نے ان لوگوں کو بلوا کر یہ کہا ''اے آلہ شیطان! ہم تمہارا خیر مقدم نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہاری تعظیم و تکریم کریں گے۔ شیطان عاجز اور درماندہ ہو گیا ہے مگر تم ابھی تک چست اور مستعد ہوا گر عبدالرحمٰن نے تمہیں ادب سکھا کر درست نہیں کیا تو اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔ وہ تمہیں عاجز اور درماندہ کر کے چھوڑے گا۔

مفسدوں کو ہدایت:

مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کس طرح خطاب کروں آیا تم عرب ہو یا عجمی؟ تم مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرنا جیسی تم میری اطلاع کے مطابق معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا کرتے تھے میں ابن خالدؓ بن ولید ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے آزمانے والے نے آزما لیا۔ میں ارتداد کی کمر توڑنے والے کا فرزند ہو۔ خدا کی قسم! اے کمینے صعصعہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے کسی ساتھی نے تمہاری ناک توڑ دی ہے اور پھر تمہارا خون چوس لیا ہے تو میں تمہیں دور تک اڑا دوں گا''۔

معافی کی درخواست:

عبدالرحمٰن بن خالدؓ نے انہیں کئی مہینوں تک وہاں رکھا جب وہ سوار ہوتے تھے تو انہیں پیدل (اپنے ساتھ) چلاتے تھے اور جب گزرتے تھے تو کہا کرتے تھے: ''اے ابن الحطیہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس کسی کو نیکی درست نہ کر سکے اسے برائی درست کر دیتی ہے۔ تم اب وہ باتیں کیوں نہیں کرتے ہو جو تم سعید اور معاویہ کے سامنے کیا کرتے تھے'' اس کے جواب میں وہ شخص اور اس کے دوسرے ساتھی یہ کہتے تھے۔ ''ہم اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ہمیں معاف کریں' اللہ آپ کو معاف کرے گا'' وہ اس طرح (معافی مانگتے) رہے تا آنکہ عبدالرحمٰن بن خالدؓ نے یہ کہا:

قبول توبہ:

''اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے'' انہوں نے اشتر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور دوسرے لوگوں سے کہا ''تمہیں اختیار ہے اگر تم چاہو تو یہاں سے جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو یہاں قیام کر سکتے ہو''۔

اشتر کی واپسی:

اشتر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر توبہ کی اور ندامت کا اظہار کیا نیز اپنی برائی اور برے ساتھیوں سے پرہیز کا وعدہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تمہیں زندہ وسلامت رکھے'' اس زمانے میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آئے ہوئے تھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جہاں چاہو قیام کر سکتے ہو'' انھوں نے عبدالرحمٰن بن خالدؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہاری یہ بات منظور ہے'' چنانچہ وہ عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا تقرر:

عامر بن سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس وقت کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا جب کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں نے شراب نوشی کی گواہی دی آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس بھیج دیں۔

ولید کی طلبی:

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم بن کر آئے تو انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا ''امیر المومنین آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ ان سے ملاقات کریں'' وہ چند دنوں تک لیٹے رہے۔ پھر سعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ''آپ اپنے بھائی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جائیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کے پاس بھیجوں''۔

منبر کو دھونا:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے آتے ہی حکم دیا کہ کوفہ کی جامع مسجد کے منبر کو دھویا جائے۔ قریش کے وہ لوگ جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ آئے تھے یہ کہنے لگے ''یہ بری بات ہے اگر تمہارے علاوہ اور کوئی اس بات کا ارادہ کرتا تو اسے اس کام سے روک دیا جاتا اس بات سے ہمیشہ کی بدنامی ہوگی''۔ مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ چنانچہ منبر کو دھویا گیا اور دھونے کے بعد وہ منبر پر چڑھے۔

ولید کی منتقلی:

انہوں نے ولید بن عقبہ کو ہدایت کی کہ وہ دارالامارہ سے منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے منتقل ہو کر عمارہ بن عقبہ کے گھر میں مقیم ہو گئے۔

کوڑے مارنے کا فیصلہ:

جب ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اور ان کے مخالفین کو یکجا جمع کیا۔ آخر کار

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے مارنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انہیں (شراب نوشی کے جرم میں) کوڑے مارنے کی حد شرعی جاری کی گئی۔

محفل آرائی:

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: ''جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو انہوں نے معزز لوگوں کا (اپنی مجلس کے لیے) انتخاب کرنا شروع کیا یہ لوگ ان کے پاس آ کر رات کے وقت داستان گوئی کرتے تھے۔ ایک رات کوفہ کے معزز لوگ داستان گوئی کی محفل میں جمع تھے۔ ان میں دیگر افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل تھے:

۱۔ مالک بن کعب ارحبی ۲۔ اسود بن یزید نخعی ۳۔ علقمہ بن قیس نخعی ۴۔ مالک الاشتر۔

اشتر کی مخالفت:

اس موقع پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ''یہ سواد کوفہ قریش کا باغ ہے'' اس پر اشتر نے کہا ''کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ علاقے جسے اللہ نے بزور شمشیر مال غنیمت میں ہمیں دیا ہے۔ تمہارا اور تمہاری قوم کا باغ ہے؟ خدا کی قسم! تمہارا بڑے سے بڑا حصہ دار بھی ہمارے برابر ہے''۔ اس کی تائید میں دوسرے لوگ بھی بولنے لگے۔

کوتوال کی ملامت:

عبدالرحمٰن اسدی سعید کا کوتوال تھا۔ اس نے کہا ''کیا تم امیر کی گفتگو کی مخالفت کررہے ہو؟'' اس نے انہیں بہت سخت سست کہا۔ اس پر اشتر نے کہا: ''دیکھو یہ شخص جانے نہ پائے''۔

کوتوال کو زدوکوب:

اس پر لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر زدوکوب کیا کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ پھر اس کی ٹانگ گھسیٹ کر اسے لٹا دیا گیا اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔ اس کے بعد جب اسے ہوش آیا تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم زندہ ہو؟'' اس نے کہا ''مجھے آپ کے انتخاب کردہ اسلام کے (رہنماؤں) نے مار ڈالا'' اس پر سعیدؓ نے کہا ''بخدا! اب کوئی میری مجلس میں شریک نہیں ہوگا''۔

بغاوت کا آغاز:

اس واقعہ کے بعد یہ لوگ اپنی مجلسوں اور گھروں میں بیٹھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنے لگے۔ ان لوگوں کے پاس دوسرے لوگ بھی آنے لگے جب یہ تعداد بہت بڑھ گئی تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان حالات سے بذریعہ تحریر آگاہ کیا اور لکھا ''کوفہ کے چند لوگ جن کی تعداد دس تک ہے جمع ہو کر آپ کے اور میرے خلاف عیب گوئی کررہے ہیں اور ہماری دینداری پر بھی طعن وتشنیع کررہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تو (مخالفین کی تعداد) زیادہ ہو جائے گی''۔

مخالفین کی جلاوطنی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا ''تم انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس

زمانہ میں شام کے حاکم تھے چنانچہ نو افراد کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا گیا جن میں یہ لوگ بھی شامل تھے: ا۔ مالک الاشتر ۲۔ ثابت بن قیس بن منقع ۳۔ کمیل بن زیاد نخعی ۴۔ صعصعہ ابن صوحان۔

واقعہ کی مزید تفصیل:

اس روایت کے آگے کے واقعات وہی ہیں جو گزشتہ روایت میں بیان کیے گئے ہیں۔ البتہ اس روایت میں اضافہ یہ ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے گفتگو میں ڈھال کا ذکر کیا تو صعصعہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ''جب ڈھال میں شگاف ہوگا تو یہ معاملہ خالص ہمارے لیے ہو جائے گا'' اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ڈھال نہیں ٹوٹتی ہے اس لیے تم قریش کے معاملے میں اچھی طرح غور کرو''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

اس روایت میں مزید مذکور ہے ''جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''بخدا! میں تمہیں کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک حکم نہیں دیتا ہوں جب تک کہ میں بذاتِ خود اس پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ میں اپنے گھر والوں اور خاص لوگوں سے خود سب سے پہلے عمل کراتا ہوں۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تعریف:

قریش کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نہ صرف قریش کے شریف ترین انسان ہیں بلکہ سب سے شریف انسان کے فرزند بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام شریفانہ اخلاق کو نہایت صاف اور پاکیزہ بنایا ہے اور ہر قسم کی برائی سے پاک وصاف رکھا ہے۔ اس لیے ان کی جو اولاد ہوگی وہ دانشمند ہوگی۔

صعصعہ کی تردید:

صعصعہ نے اس کے جواب میں کہا ''آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ نے اپنے سے ایک شخص کو (حضرت آدم کو) پیدا کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے لیے سجدہ کیا۔ مگر ان کی اولاد میں نیک بھی ہوئے اور بدکار بھی ہوئے ان میں احمق بھی تھے اور عقلمند بھی ہوئے'' اس رات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے رخصت ہوئے۔ پھر دوسری رات جب آئے تو انہوں نے طویل عرصہ تک ان سے گفتگو کی اور فرمایا:

اصولِ زندگی:

اے لوگو! تم مجھے صحیح جواب دو یا خاموش رہو۔ تم غور کرو کہ کیا چیز تمہیں تمہارے اہل وعیال' خاندان اور عام مسلمانوں کے لیے مفید ہو سکتی ہے تم اس کو حاصل کرو۔ تاکہ تم بھی اچھی زندگی گزار سکو۔ اور تمہارے ساتھ ہم بھی زندگی گزاریں۔

قطع کلام:

صعصعہ نے کہا:

''تم اس (حکومت) کے مستحق نہیں ہو اور اللہ کی نافرمانی کے لیے تمہاری اطاعت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

''کیا میں نے آغاز کلام میں تمہیں اللہ سے ڈرنے' اس کی اور اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟ اور یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور تفرقہ اندازی نہ کرو''۔ وہ بولے:

افتراق کا پہلو:

''آپ نے تفرقہ اندازی کا حکم دیا تھا اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف بات کہی تھی''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اتحاد کی تلقین:

''اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی تھی تو میں اللہ کے سامنے اس کی توبہ کرتا ہوں اور اب تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو۔ جماعت کے ساتھ رہو۔ نا اتفاقی سے نفرت کرو اپنے حاکموں کی عزت کرو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے ساتھ خیر خواہی کرو اور اگر تم ان کے اندر کوئی (بری) بات دیکھو تو نرمی اور ہمدردی کے ساتھ انہیں سمجھاؤ''۔

صعصعہ کی گستاخی:

صعصعہ نے کہا ''ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے کام سے الگ ہو جاؤ کیونکہ مسلمانوں میں تم سے زیادہ مستحق اور قابل لوگ موجود ہیں'' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''وہ کون ہیں؟'' اس نے کہا ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے باپ سے زیادہ اچھے اسلامی کارنامے انجام دیئے ہیں اور وہ خود بھی تم سے زیادہ پختہ مسلمان ہیں''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت:

اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''بخدا! میرا اسلامی عہد میں اچھا کارنامہ رہا ہے۔ دوسرے لوگوں نے مجھ سے بہتر اسلامی کارنامے انجام دیئے ہوں گے مگر میرے زمانے میں کوئی مجھ سے زیادہ طاقتور اور اس کام کے لیے مجھ سے زیادہ اہل نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ میں یہ صلاحیت دیکھی تھی اور اگر کوئی مجھ سے زیادہ اس کا اہل ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مقرر نہ کرتے۔ اس کے علاوہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس کی بنا پر میں اپنے عہدے سے الگ ہو جاؤں بلکہ امیر المومنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) اور مسلمانوں کی جماعت اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو امیر المومنین اپنے ہاتھ سے مجھے خط لکھتے تو میں اپنے کام سے استعفاء دے دیتا''۔

نیکی کی نصیحت:

''اگر اللہ کا یہی فیصلہ ہے تو مجھے امید ہے کہ اس سے بہتر کوئی صورت نکل آئے گی۔ تمہاری ایسی باتیں شیطانی تمناؤں کے مطابق ہیں اور وہی ان باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اگر تمہارے مشوروں اور تمناؤں کے مطابق احکام جاری ہوتے تو مسلمانوں کے معاملات کبھی درست نہیں رہتے اور ایک دن بھی یہ کام نہ چلتا۔ مگر یہ اللہ کی ذات ہے جو ان معاملات کو سدھار رہی ہے اور وہی انہیں تکمیل تک پہنچائے گا اس لیے تم نیکی کی طرف لوٹو اور خیر خواہی کی بات کہو''۔

نافرمانی کی مذمت:

اس کے بعد بھی انہوں نے یہی بات دہرائی کہ ''تم اس کام کے اہل نہیں ہو''۔ اس پر انہوں نے کہا ''دیکھو! اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم اسی طرح شیطان کی اتباع کرتے رہے اور خدائے رحمٰن کی نافرمانی کرتے رہے تو خدا کا غیظ وغضب تمہیں اس دنیا میں ذلیل وخوار کرے گا اور آخرت میں بھی تم ہمیشہ کی ذلت ورسوائی میں رہو گے''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ:

اس پر یہ لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھپٹے اور ان کے سر اور داڑھی کو پکڑ لیا۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ! یہ کوفہ نہیں ہے بخدا! اگر اہل شام کو پتہ چل جائے کہ تم نے میرے ساتھ جوان کا حاکم ہے۔ یہ سلوک کیا ہے' تو میں انہیں تمہیں قتل کرنے سے نہیں بچا سکوں گا۔ میری جان کی قسم! تمہاری باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں' یہ کہہ کر وہ ان کے پاس سے اٹھ گئے اور کہا ''خدا کی قسم! میں اب تمہیں کبھی نہیں بلواؤں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اے امیر المومنین! آپ نے میری طرف ایسے لوگوں کو بھیجا ہے جو شیطان کی زبانوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور شیطان ہی ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے پاس آ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتے ہیں اس طرح یہ مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں کیونکہ ہر شخص ان کا (اندرونی) مقصد نہیں سمجھتا ہے۔ ان کا مقصد تفرقہ پردازی اور انتشار پھیلانا ہے۔ وہ فتنہ وفساد کو قریب لا رہے ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور وہ اس سے بیزار ہیں بلکہ شیطان کی غلامی ان کے دل میں سرایت کر چکی ہے۔

ان لوگوں نے کوفہ میں اپنے ماحول کے بہت لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر وہ اہل شام کے درمیان مقیم رہے تو یہ لوگ انہیں بھی اپنی جادو بیانی اور فسق وفجور کے ذریعہ خراب کر دیں گے۔ آپ انہیں ان کے شہر لوٹا دیں تاکہ وہ اسی شہر میں رہیں جہاں سے ان کی منافقت پھوٹی ہے''۔ والسلام

کوفہ کی طرف واپسی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریری حکم بھیجا کہ وہ انہیں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس واپس کوفہ بھیج دیں۔ وہاں پہنچ کر ان کی زبانیں پھر کھل گئیں چنانچہ سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید رضی اللہ عنہ کو لکھا وہ انہیں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حمص روانہ کر دیں۔ وہ حمص کے امیر تھے۔ نیز اشتر اور ان کے ساتھیوں کو یہ خط تحریر فرمایا:

حمص بھجوانا:

''میں نے تمہیں حمص روانہ کرا دیا ہے جب میرا یہ خط آئے تو تم وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ کیونکہ تم اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ہو''۔ والسلام

جب اشتر نے یہ خط پڑھا تو وہ کہنے لگا: ''اے اللہ! یہ (خلیفہ) رعایا کا کچھ خیال نہیں رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ گناہ اور معصیت کے کام کرتے ہیں۔ اس لیے تو ان سے جلد انتقام لے'' سعید رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دی۔

اشتر اور اس کے ساتھی حمص پہنچے وہاں عبدالرحمٰن بن خالدؓ نے انہیں ساحلی مقام پر ٹھہرایا اور ان کا وظیفہ مقرر کیا۔

2

نکتہ چین افراد:

ابواسحاق ہمدانی کی روایت ہے کہ کوفہ میں چند افراد جمع ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے: مالک بن حارث اشتر، ثابت بن قیس نخعی، کمیل بن زیاد نخعی، زید بن صوحان عبدی، جندب بن زہیر غامدی، جندب بن کعب اردی، عروہ بن الحمید، عمرو بن الحق خزاعی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں انہیں تحریر کیا کہ وہ انہیں شام بھیج دیں تاکہ وہ سرحدوں کے قریب رہیں۔

حکیم بن جبلہ:

یزید فقعسی کی روایت ہے کہ ایک شخص حکیم بن جبلہ کے پاس آ کر ٹھہرا۔ حکیم بن جبلہ چور تھا جب مسلمانوں کی فوجیں لوٹتی تھیں تو وہ پیچھے رہ جاتا تھا اور فارس کے علاقے میں جا کر اہل ذمہ کو لوٹتا تھا۔ فتنہ و فساد برپا کرتا تھا اور جو چاہتا لوٹ لیتا تھا اور پھر واپس آ جاتا تھا۔

حکیم کی گرفتاری:

اہل ذمہ اور اہل قبلہ دونوں نے اس کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کی۔ انہوں نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اسے اور اس جیسے لوگوں کو قید کر دیں اور وہ بصرہ سے نکلنے نہ پائیں تاآنکہ ان کی اصلاح نہ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عامر نے اسے قید کر دیا اور اس کے لیے ممکن نہیں ہوا کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔

ابن السوداء کی آمد:

جب ابن السوداء بصرہ میں آیا تو وہ اس کے پاس ٹھہرا اور کافی تعداد اس کے پاس جمع ہونے لگی۔ ابن السوداء نے ان سے مجمل باتیں کیں اور ان کی تصریح نہیں کی تاہم لوگ ان باتوں کو ماننے لگے اور انہیں اہمیت دینے لگے۔ ابن عامر نے اسے بلوایا اور پوچھا ''تم کون ہو'' وہ بولا وہ اہل کتاب میں سے تھا جس نے اسلام کو قبول کیا اور اب وہ وہاں رہنا چاہتا ہے''۔

اس کی فتنہ انگیزی:

ابن عامر نے کہا ''تم یہاں سے چلے جاؤ'' چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ چلا گیا۔ جب وہاں سے بھی نالا گیا تو وہ مصر میں رہنے لگا اور ان لوگوں سے خط و کتابت کرنے لگا بلکہ فریقین کے مابین لوگوں کی آمد و رفت بھی شروع ہو گئی۔

حمران کو سزا:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حمران بن ابان نے ایک عورت سے عدت کے اندر نکاح کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو سزا

دی اور ان کا نکاح منسوخ کر دیا اور اسے بصرہ بھیج دیا۔ جہاں وہ ابن عامر کی نگرانی میں رہنے لگا۔

عامر بن عبدالقیس:

ایک دن ابن عامر نے اپنی محفل میں سوار ہو کر عامر بن عبدالقیس کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ عامر لوگوں سے الگ تھلک رہتا تھا اس موقع پر حمران نے کہا:

''میں آپ لوگوں سے پہلے پہنچ کر اسے اطلاع دیتا ہوں''۔

چنانچہ وہ وہاں گیا جب وہ اس کے پاس پہنچا تو عامر قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اس نے اسے بتایا ''امیر تمہارے پاس سے گزر کر جا رہے ہیں اس لیے میں نے چاہا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع دوں'' عامر نے اس پر بھی تلاوت بند نہیں کی اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

ابن عامر کی آمد:

جب حمران اٹھ کر جانے لگا تو وہ دروازہ تک پہنچا ہی تھا کہ ابن عامر بھی وہاں پہنچ گئے حمران نے ان سے کہا ''میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو آل ابراہیم کی فضیلت کا قائل نہیں ہے'' پھر ابن عامر نے اجازت طلب کی اور اندر جا کر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ عامر نے قرآن کریم بند کیا اور تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرتا رہا۔

ابن عامر سے سوالات:

ابن عامر نے اس سے پوچھا ''آپ ہمارے پاس نہیں آتے ہیں؟'' وہ بولا ''سعید بن ابی الرجاء کو شرف و عزت پسند ہے'' پھر انہوں نے پوچھا ''کیا ہم تمہیں کوئی سرکاری عہدہ دیں؟'' وہ بولا ''حصین بن ابی الحر کو اس قسم کے کام پسند ہیں'' پھر انہوں نے کہا ''کیا ہم تمہارا نکاح کر دیں'' وہ بولا ''ربیعہ بن عسل کو عورتیں پسند ہیں'' پھر پوچھا ''یہ شخص بیان کرتا ہے کہ تم آل ابراہیم کو اپنے سے افضل نہیں سمجھتے ہو'' اس پر اس نے قرآن کریم کھولا اور سب سے پہلی آیت یہ نکلی:

''بے شک اللہ نے (حضرت) آدم (حضرت) نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو دنیا پر برگزیدہ بنایا ہے''۔

عامر کی جلاوطنی:

جب حمران لوٹ آیا تو وہ اس بات کی ٹوہ میں لگا رہا پھر اس نے عامر کی چغل خوری کی اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کے خلاف شہادت دی تو انہوں نے اسے شام بھیج دیا۔ جب صحیح بات کا علم ہوا تو اسے واپس آنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر اس نے آنے سے انکار کیا اور شام میں ہی رہنے لگا۔

اس کے خلاف چغل خوری:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حمران بن ابان نے ایک عورت سے اس کی عدت کے اندر نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو جدا کر دیا (نکاح منسوخ کر دیا) اور اسے زدوکوب کر کے بصرہ بھیج دیا تھا۔ جب اس نے اللہ کی مرضی کے مطابق کام کیے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے چال چلن سے مطمئن ہو گئے تو اسے آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حمران مدینہ آ گئے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی آئے جنہوں نے عامر بن عبدقیس کے بارے میں یہ چغل خوری کی کہ وہ نکاح کرنے کا قائل نہیں ہے اور نہ گوشت

کھاتا ہے اور نہ نماز جمعہ میں شریک ہوتا ہے۔

عامر کی عجیب عادات:

عامر بن عبد قیس بالعموم افسردہ رہتا تھا اور اس کا ہر کام پوشیدہ ہوتا تھا۔ ان کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو لکھا انھوں نے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ جب عامر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے موافق آدمی پایا ان کے پاس ثرید تھا (گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی تھی) جسے انھوں نے عجیب وغریب طریقے سے کھایا اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا کہ ان پر جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا ''۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم کیوں نکالے گئے ہو؟'' وہ بولے نہیں' اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جھوٹے الزامات:

''خلیفہ کو یہ اطلاع دی گئی کہ تم گوشت نہیں کھاتے ہو۔ میں نے تمھیں خود (گوشت کھاتے) دیکھا ہے اس سے مجھے معلوم ہو کہ یہ تم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے (پھر یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ) تم نکاح کرنے کے قائل نہیں ہو اور نہ جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے ہو۔''

الزامات کی تردید:

عامر نے جواب دیا میں جمعہ کی نماز میں شریک ہوتا ہوں مگر مسجد کی آخری صف میں ہوتا ہوں پھر پہلے لوگوں کے ساتھ واپس آجاتا ہوں۔

نکاح کا معاملہ یہ ہے کہ جب میں نکاح کا رشتہ دینے کے لیے نکلتا ہوں تو لوگ میری نسبت بڑا اپنا رشتہ پیش کر دیتے ہیں (اس طرح نکاح کا رشتہ پختہ نہیں ہونے پاتا) رہا گوشت کھانے کا معاملہ تو میں گوشت کھانے کا قائل ہوں مگر میں اس وقت سے قصائیوں کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں جب کہ میں نے ایک قصائی کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بکری کو دیکھا کہ وہ ایک بکری کو گھسیٹ کر مذبح لے گیا پھر جب اس نے ذبح کرنے کے لیے اس کے گلے پر چھری رکھی تو (اللہ کا نام لینے کے بجائے) وہ ''نفاق' نفاق'' کا لفاظ کہتا رہا یہاں تک کہ وہ ذبح ہوگئی۔

وطن جانے سے انکار:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تم اپنے وطن) واپس چلے جاؤ۔ وہ بولے ''میں اب ایسے شہر کی طرف واپس نہیں جاؤں گا جہاں کے باشندوں نے میری اس قدر بے عزتی کی بلکہ میں اسی شہر میں رہوں گا جسے اللہ نے میرے لیے پسند فرمایا ہے''۔

وہ ساحلی مقام پر رہنے لگا اور جب کبھی وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملتا تھا تو وہ اس سے کہتے تھے: ''اپنی ضرورت پیش کرو''۔ مگر وہ کہتا تھا:

زہد واستغناء:

''مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے'' جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت اصرار کرتے تھے تو وہ یہ کہتا تھا ''آپ مجھے بصرہ کی گرمی لوٹا دیں شاید کہ روزہ کی شدت مجھے محسوس ہو سکے۔ کیونکہ آپ کے ملک میں (یہ روزہ) بہت ہلکا رہتا ہے''۔

اہل کوفہ سے گفتگو:

سیف' ابو حارثہ اور ابو عثمان رحمہم اللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کو ایک جداگانہ گھر میں ٹھہرایا پھر خلوت میں ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ بھی ان سے باتیں کرتے تھے۔ جب وہ گفتگو کر چکے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معصیت کی مذمت:

تمہیں صرف حماقت کا حصہ ملا ہے۔ بخدا! مجھے کوئی معقول اور صحیح گفتگو نہیں معلوم ہوئی اور نہ تمہارے کلام میں معقول دلیل ہے' نہ علم و بردباری ہے اور نہ قوت بیان ہے۔ اے صعصعہ! تم پرلے درجے کے احمق ہو۔ تم جو چاہو کرو اور جو چاہو کہو۔ مگر احکام خداوندی کو ترک نہ کرو کیونکہ ہر چیز قابل برداشت ہے۔ مگر اللہ کی نافرمانی (قابل برداشت) نہیں ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جو اختلافات ہیں' تم ان کے بارے میں مختار و مالک ہو''۔

نصیحت کا اثر:

چنانچہ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں شریک ہوتے ہیں اور جماعت کے واعظ کی محفل میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو پڑھا رہے ہیں۔ اس وقت انہوں فرمایا:

جماعت سے وفاداری:

''تم میرے سامنے دور جاہلیت کے تنازعات پیش کرتے رہے۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ بہر حال تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم مسلمانوں کی جماعتی اکثریت کے ساتھ رہو گے تو تمہیں خوش نصیب ہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے اور اگر تم نے جماعت کو چھوڑ دیا تو تمہی بدنصیب رہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے بلکہ تم کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے''۔

اس پر ان لوگوں نے ان کی تعریف کی اور جزائے خیر کی دعا مانگی۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے ابن الکنواء! میں کس قسم کا آدمی ہوں؟''۔ وہ بولا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف:

آپ بہت گہرے آدمی ہیں۔ آپ کی سخاوت و فیاضی بہت وسیع ہے۔ آپ کی حاضر جوابی نہایت پاکیزہ ہے آپ پر حلم اور بردباری غالب ہے جو اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ آپ نے خطرناک سرحدوں کی حفاظت کی ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''تم مجھے مختلف شہروں کا حال بتاؤ کیونکہ (مجھے) تم اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ عقلمند معلوم ہوتے ہو''۔

مختلف شہریوں کا حال:

وہ بولا:

''ان شہریوں سے میں نے خط و کتابت کی اور انہوں نے بھی مجھ سے خط و کتابت کی وہ مجھے نہیں پہچان سکے مگر میں ان سب کو پہچان گیا ہوں''۔

اہل مدینہ شر و فساد کے سب سے زیادہ شائق ہیں مگر (عملی طور پر) سب سے زیادہ عاجز ہیں۔

اہل کوفہ و بصرہ کی خامیاں:

اہل کوفہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سب سے زیادہ غور و فکر کرتے ہیں اور بڑی باتوں پر جلد سوار ہو جاتے ہیں۔ اہل بصرہ متحد ہو کر آتے ہیں اور منتشر ہو کر نکلتے ہیں۔

مصر و شام کے باشندے:

اہل مصر بھرپور شر و فساد کا ارتکاب کرتے ہیں مگر جلد ہی نادم اور پشیمان ہو جاتے ہیں اہل شام اپنے رہنما کے سب سے زیادہ فرمانبردار ہیں اور بہکانے والے کے بہکائے میں بہت مشکل سے آتے ہیں۔

متفرق واقعات:

اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ابو معشر کا قول ہے کہ اس سال قبرص فتح ہوا اس کے مخالف روایت کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

باب ۲۰

۳۴ھ کے واقعات

ابومعشر (مؤرخ) کا خیال ہے کہ جنگ صواری اس سال ہوئی۔ دوسرے مؤرخین نے (اس سن کے تعین میں) اختلاف کیا ہے چنانچہ اس اختلاف کا تذکرہ اور جنگ کا حال اپنے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے اس سال اہل کوفہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرایا۔

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفوں نے باہمی خط و کتابت کی تاکہ وہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مبینہ قابل اعتراض کاموں پر غور کرنے کے لیے جمع ہوں۔

مخالفوں کا اجتماع

قیس بن یزید نخعی کی روایت ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکالے ہوئے لوگوں کو واپس کر دیا تو انہوں نے کہا ''عراق اور شام اب ہمارے گھر نہیں رہے ہیں اس لیے جزیرہ کی طرف ہمیں چلنا چاہیے''۔ چنانچہ وہاں وہ اپنی مرضی سے آئے وہاں عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ بہت سختیاں کیں یہاں تک کہ وہ ان کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ انہوں نے اشتر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر کہا:

''تم جہاں چاہو جا سکتے ہو''۔ اس نے کہا: ''میں عبدالرحمٰن کے پاس جاؤں گا'' چنانچہ وہ وہاں چلا گیا۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے گیارہویں سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے۔

ایرانی علاقوں کے حکام:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے ان کے اخراج سے ایک سے کچھ عرصہ زیادہ پہلے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو آذربیجان کا حاکم مقرر کیا تھا اور سعید بن قیس کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ سعید بن قیس (پہلے) ہمدان کا حاکم تھا۔ وہاں سے اسے معزول کر دیا گیا اور ہمدان کا حاکم نسیر عجلی کو بنایا گیا۔ اصفہان کا حاکم سائب بن اقرع کو مقرر کیا گیا اور ماہ کا حاکم مالک بن حبیب یربوعی کو مقرر کیا گیا۔ موصل کے حاکم حکیم بن سلامہ حزامی تھے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قرقیسیاء کے حاکم تھے۔ سلمان بن ربیع رضی اللہ عنہ باب یَمہم کے نگران تھے اور جنگی حاکم قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ حلوان کے حاکم عتیبہ بن النہاس تھے اس طرح کوفہ فوجی حکام اور کمانڈروں سے خالی ہو گیا تھا اور فتنہ پرداز لوگ باقی رہ گئے تھے۔

سازش کا آغاز:

(ان حالات میں) یزید بن قیس نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو (خلافت سے) معزول کرنے کی سازش کی وہ مسجد کوفہ میں

پہنچ اور وہاں بیٹھ گیا اور اس کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا جس سے ابن السودا۔ (عبداللہ بن سبا) خط و کتابت کرتا تھا۔

سرغنہ کی گرفتاری:

قعقاع رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑا اور اس نے یزید بن قیس کو پکڑ لیا۔ وہ بولا "ہم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا استعفاء چاہتے ہیں" اس نے کہا "اس کام کی تکمیل یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتی تم اس مقصد کے لیے یہاں نہ بیٹھو اور نہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوں بلکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرو تمہیں ضرور کامیابی ہو گی"۔

جلاوطنوں کو دعوتِ شرکت:

چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور اس نے ایک شخص کو اجرت پر حاصل کیا اسے چند درہم اور خچر دے کر نکالے ہوئے کوفیوں کے پاس بھیجا۔ اس نے انہیں خط میں یہ لکھا تھا "تم لوگ خط دیکھتے ہی یہاں آ جاؤ کیونکہ شہر والے ہم سے متفق ہو گئے ہیں"۔

اشتر کی پیش قدمی:

وہ (قاصد) روانہ ہو کر وہاں پہنچ گیا اس وقت اشتر بھی وہاں آ گیا تھا۔ اس نے انہیں خط دیا تو انہوں نے پوچھا "تمہارا کیا نام ہے؟" وہ بولا "بغشر" وہ بولے "کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟" اس نے کہا "قبیلہ کلب سے" اس پر ان لوگوں نے کہا "ذلیل درندہ لوگوں کو بہکاتا ہے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے" اشتر نے ان لوگوں کی مخالفت کی اور وہ مخالفت کرتا ہوا واپس جانے لگا جب اشتر روانہ ہو گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا:

دیگر افراد کی پیروی:

اس (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ) نے ہمیں نکالا ہے۔ اللہ اس کو نکالے ہمیں بھی وہی کرنا ہو گا جو اس نے کیا۔ بہر حال اگر عبدالرحمٰن کو علم ہو گا تو وہ ہمیں سچا نہیں سمجھے گا"۔ پھر وہ سب اس کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر اشتر کو پکڑ نہیں سکے۔

عبدالرحمٰن کا تعاقب:

جب عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ وہ روانہ ہو گئے ہیں تو اس نے ان کا تعاقب کرایا مگر اشتر اور دوسرے لوگ میلوں کے فاصلے پر آگے جا چکے تھے۔

سعید کے خلاف ہنگامہ:

جمعہ کے دن لوگوں نے اچانک اشتر کو مسجد کوفہ کے دروازہ پر دیکھا وہ یہ کہہ رہا تھا: "اے لوگو! میں تمہارے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا ہوں اور میں نے سعید (ابن العاص) کو اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ خواتین کے سو درہم کم کرانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یہ بھی تجویز کر رہا ہے کہ تمہارے بہادر سپاہیوں کا وظیفہ صرف دو ہزار رکھ جائے۔ سعید یہ بھی کہتا ہے کہ تمہارا مال غنیمت قریش کا باغ ہے میں ایک منزل تک اس کے ساتھ چلا وہ اسی قسم کی دھمکی آمیز باتیں کرتا رہا"۔

مخالف جماعت کی تشکیل:

عام لوگوں نے اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی اور دانشور حضرات اسے منع کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہیں سنی۔ اتنے میں یزید بن قیس آیا اور اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے "جو شخص چاہتا ہو کہ سعید بن العاص کو معزول کرانے

کے لیے امیر المومنین کے پاس جائے تو وہ یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہو جائے'' اس اعلان کے بعد دانشمند حضرات' شرفاء اور معزز ین شہر مسجد میں رہ گئے باقی لوگ چلے گئے۔ اس زمانے میں عمرو بن حریث نائب حاکم تھا وہ منبر پر چڑھا اور حمد و ثنا کے بعد اس نے یہ تقریر کی:

بغاوت کی مذمت:

تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم (اس سے پہلے) باہمی دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو وہاں سے نجات دلائی۔ اس لیے تم اس برائی اور شر و فساد کی طرف نہ لوٹو جس سے اللہ بزرگ و برتر نے بچایا ہے۔ کیا اسلام لانے کے بعد جب کہ تم اس کے مسنون طریقے پر چل چکے ہو۔ تم حق و صداقت کو نہیں پہچانو گے اور اس کے دروازے تک نہیں پہنچو گے۔

کامیابی کا یقین:

اس پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا'' اگر تم سمندر کے سیلاب کو لوٹا سکتے ہو تو دریائے فرات کی موجوں کو روک لو یہ بات ناممکن ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب شمشیر براں ہی عوام کو مطمئن کرے گی وہ جلد ہی بے نام ہو گی پھر وہ ایک زبردست ہنگامہ برپا کریں گے اور اپنے مقاصد کو پورا کر کے رہیں گے جسے اللہ ہرگز ناکام نہیں ہونے دے گا تم صبر کرو''۔

عمرو بن حریث (نائب حاکم) نے کہا:'' ہاں میں صبر کروں گا'' اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔

سعید سے ملاقات:

ادھر یزید بن قیس روانہ ہو کر جرعہ کے مقام پر ٹھہرا اس کے ساتھ اشتر بھی تھا سعید وہاں پہنچا جہاں وہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے وہ کہنے لگے'' ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے'' سعیدؓ نے کہا:

سعید کی نصیحت:

'' تم نے بلاوجہ اتنا جھگڑا کیا۔ تمہارے لیے صرف یہی کافی تھا کہ تم امیر المومنین کے پاس ایک شخص بھیج دیتے اور ایک شخص میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک ہزار اشخاص کو جو عقلمند ہوں ایک شخص کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے'' اس کے بعد وہ لوٹ گئے۔

غلام کا قتل:

ان لوگوں نے ان کے غلام کو دیکھا جو اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے کہا'' سعید کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ واپس جائیں'' اس پر اشتر نے گردن ماردی۔

تبدیلی کا مطالبہ:

پھر سعید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام حال بتایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا'' وہ کیا چاہتے کیا انہوں نے اطاعت سے دست کشی کی ہے؟'' وہ بولے'' وہ (حاکم کی) تبدیلی چاہتے ہیں'' آپ نے پوچھا'' وہ کس کا تقرر چاہتے ہیں؟'' انہوں نے کہا ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ کو (چاہتے ہیں)''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

آپ نے فرمایا: ''ہم نے (حضرت) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر مقرر کر دیا ہے۔ بخدا! اب ہم کسی کا عذر نہیں سنیں گے اور نہ ان کو حجت بازی کا موقع دیا جائے گا اور جیسا ہم نے حکم دیا ہے اس کے بارے میں ہم نتیجہ کا انتظار کریں گے''۔

آپ کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچ گئے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی قرقیسیاء سے واپس آ گئے اور عتیبہ بھی حلوان سے (کوفہ) پہنچ گئے اس کے بعد (حضرت) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کی۔

اطاعت کا اقرار:

''اے لوگو! تم ایسی باتوں کے لیے نہ دوڑا کرو آئندہ ایسی باتیں نہ کرنا بلکہ اپنی جماعت کا ساتھ دو اور اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ جلد بازی کے کاموں سے بچو بلکہ صبر سے کام لیا کرو تم سمجھو کہ امیر تمہارے اوپر ہے''۔

لوگوں نے کہا:

''آپ ہمیں نماز پڑھائیے''۔

وہ بولے: ''(میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھاؤں گا جب تک کہ تم حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے احکام کو سننے اور اطاعت کرنے کا (اقرار نہیں کرو گے) وہ بولے ''(ہم) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری کا (اقرار کرتے ہیں)''۔

مخالف نمائندہ کی روانگی:

علاء بن عبداللہ عنبری کی روایت ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اعمال تنقید کرنے لگی۔ آخر کار انھوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا ایک نمائندہ بھیجیں، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جا کر گفت و شنید کرے اور انھیں ان کے (قابل اعتراض) اعمال سے مطلع کرے چنانچہ انھوں نے عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری کو بھیجا جو عامر بن عبدقیس کے نام سے مشہور ہے۔

عامر کی گفتگو:

جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ بولے ''مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی اور انھوں نے آپ کے اعمال پر غور و فکر کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ سنگین کاموں کے مرتکب ہوئے ہیں لہٰذا آپ اللہ بزرگ و برتر سے ڈریں، توبہ کریں اور ان کاموں سے پرہیز کریں''۔

اللہ کہاں ہے؟:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اس شخص کو دیکھو۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑا قاری (عالم) ہے مگر وہ آ کر مجھ سے حقیر باتوں کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔ بخدا وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟'' عامر نے کہا ''کیا میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ کہاں ہے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں! بخدا! تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ کہاں ہے؟'' عامر نے کہا ''کیوں نہیں! میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تمہاری گھات میں ہے''۔

حکام کا اجتماع:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' سعید بن العاص' عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور انہیں اکٹھا کیا تاکہ وہ ان لوگوں سے اپنی مملکت کے بارے میں مشورہ کریں اور لوگوں کے مطالبات اور فراہم کردہ معلومات پر غور کریں۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ فرمایا:

مشورہ طلبی:

''ہر شخص کے وزراء اور خیر خواہ ہوتے ہیں' تم میرے وزراء اور خیر خواہ (مشیر) اور قابل اعتماد افراد ہو عوام نے وہ کام کیے ہیں جو تم نے دیکھ لیے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ میں اپنے حکام کو معزول کروں اور جو باتیں انہیں ناپسند ہیں ان سے پرہیز کروں اور جو انہیں پسند ہیں انہیں اختیار کروں اس لیے تم غور کر کے مشورہ دو''۔

جہاد کا حکم:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں جہاد کا حکم دیں جس میں وہ مشغول رہیں گے۔ آپ انہیں فوجی مہموں کی طرف آمادہ کریں تاکہ وہ آپ کے مطیع رہیں اور اپنے کاموں میں لگے رہیں''۔

خطرہ کا انسداد:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے ''تمہاری کیا رائے ہے'' وہ بولے ''اے امیر المومنین! اگر آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ بیماری کا قلع قمع کریں اور اس خطرہ کا سد باب کریں جس کا آپ کو اندیشہ ہے اگر آپ میری رائے پر عمل کریں گے تو آپ صحیح راستے پر پہنچ جائیں گے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ کیا رائے ہے؟'' وہ بولے:

عظیم افراد کا فقدان:

''ہر قوم کی قیادت کرنے والی چند شخصیتیں ہوتی ہیں جب وہ رخصت ہو جاتی ہیں تو قوم میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر ان کی شیرازہ بندی نہیں ہوتی ہے''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ رائے (اچھی ہے) بشرطیکہ اس میں (چند باتیں وقت طلب) نہ ہوتیں''۔

حکام کی ذمہ داری:

پھر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکام پر یہ معاملات چھوڑ دیں۔ میں علاقے کے معاملات کا ذمہ دار ہوں''۔

مال سے انسداد:

پھر آپ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ بولے:

''اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ یہ عوام اہل طمع ہیں آپ انہیں کچھ مال دے دیں تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے''۔

اعتدال کا مشورہ:

پھر آپ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ بولے ''میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں پر بری طرح سوار ہو گئے ہیں آپ اعتدال کے ساتھ کام کرنے کا قصد کریں اگر آپ یہ نہ کر سکیں تو الگ ہو جائیں اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو آپ مصمم ارادہ کر کے آگے بڑھیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم جلے پھپھولے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں کر رہے ہو؟''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی صفائی:

اس پر وہ کافی دیر تک خاموش رہے جب لوگ منتشر ہو گئے تو حضرت عمرو بن العاص نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ہر ایک کی باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں گی اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں اپنی بات کو عوام تک پہنچاؤں تا کہ وہ مجھ پر اعتماد کریں اور آئندہ میں آپ کے کام آ سکوں یا آپ کی طرف سے کسی شر و فساد کو دور کر سکوں''۔

امراء کے نام:

عبدالملک بن عمیر زہری کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل سپہ سالاروں کو اکٹھا کیا (۱) معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما (۲) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (۳) عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ (۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ (۵) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

آپ نے فرمایا:

''تم مجھے مشورہ دو کیونکہ لوگ میرے مخالف ہو گئے ہیں''۔

اپنے علاقے کے ذمہ دار:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے علاقے کا انتظام کرے۔ میں اہل شام کو قابو میں رکھنے کا ذمہ لیتا ہوں''۔

فوجی مہموں میں مشغول:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے رائے یہ ہے کہ آپ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھیں تا کہ ہر ایک اپنے کام میں لگا رہے اور وہ آپ کے بارے میں غلط افواہیں نہ اڑائیں''۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ معلوم کریں کہ وہ کس وجہ سے ناراض ہیں اس میں آپ انہیں مطمئن کریں پھر آپ انہیں مال عطا کریں تا کہ ان میں تقسیم کیا جائے''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ''اے عثمان! آپ بنو امیہ کی طرح لوگوں پر سوار ہو گئے ہیں۔ آپ (کچھ اور) کہتے ہیں آپ بھی (راہ راست سے) بھٹک گئے ہیں اور وہ بھی بھٹک گئے ہیں۔ آپ اعتدال کی راہ پر چلیں یا الگ ہو جائیں اگر آپ یہ طریقہ نہ اختیار کریں تو آپ عزم مصمم کر کے آگے بڑھیں''۔

نکتہ چینی کی توجیہہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم جلے پھپھولے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ بات کہہ رہے ہو؟ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (اس وقت) خاموش رہے جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے بہت عزیز ہیں مگر مجھے یہ بات معلوم ہے کہ دروازے سے باہر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ معلوم ہے کہ آپ نے ہمیں اس لیے بلایا ہے کہ ہم آپ کو مشورہ دیں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میری بات ان تک پہنچ جائے اس طرح میں (آگے چل کر) آپ کے لیے مفید ثابت ہو سکوں گا یا آپ کی طرف سے شر و فساد کو دور کر سکوں گا''۔

تشدد کی ہدایت:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے سپہ سالاروں کو ان کے علاقے کی طرف لوٹا دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر سختی کریں نیز یہ بھی ہدایت کی کہ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھا جائے۔ نیز آپ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ (ایسے) لوگوں کو ان کے عطیات سے محروم رکھا جائے تاکہ وہ مطیع رہیں اور ان کے محتاج رہیں''۔

سعید رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت:

آپ نے سعید بن العاص کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا مگر اہل کوفہ ہتھیار لے کر ان کے برخلاف نکلے اور انہیں لوٹا دیا۔ وہ یہ کہتے تھے ''بخدا جب تک ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے وہ ہمارے اوپر حکومت نہیں کر سکیں گے''۔

اشتر کی دھمکی:

ابو یحییٰ عمیر بن سعد نخعی بیان کرتے ہیں۔ ''میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ اشتر مالک بن حارث نخعی کے چہرہ پر گرد و غبار تھا۔ وہ گردن میں تلوار ڈالے ہوئے کہہ رہے تھے ''بخدا! جب تک ہمارے پاس تلواریں ہیں اس وقت تک وہ (کوفہ میں) داخل نہیں ہو سکے گا''۔ ان کی مراد سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی ذات سے تھی یہ بات انہوں نے یوم الجرعہ میں کہی۔

سازش کا اڈہ:

جرعہ قادسیہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اہل کوفہ ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔۔

سنگین واقعہ:

ابو ثور حدانی بیان کرتے ہیں کہ ''میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ عقبہ بن عمرو نصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جو کوفہ کی مسجد میں یوم الجرعہ کے موقع پر تھے جب کہ لوگوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے برخلاف ہنگامہ برپا کیا تھا۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اس کو سنگین واقعہ سمجھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''بخدا! اس کے نتیجہ کے طور پر بہت خون ریزی ہو گی''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! اس کے نتیجہ کے طور پر کوئی قطرۂ خون نہیں بہے گا۔ جو کچھ مجھے آپ معلوم ہے اس کا مجھے اس وقت سے علم ہے جب کہ محمد ﷺ بقید حیات تھے (مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ) ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک شخص صبح کے وقت مسلمان ہو گا مگر شام کے وقت اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہ ہو گا وہ اہل قبلہ سے جنگ کرے گا پھر اللہ اسے قتل کرے گا''۔

مستقبل کا واقعہ:

راوی کہتا ہے "میں نے ابوثور حدائی سے کہا شاید یہ واقعہ رونما ہو چکا ہے؟" وہ بولے "نہیں یہ واقعہ ابھی تک رونما نہیں ہوا ہے"۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس نکالے ہوئے پہنچے تو انہوں نے (حضرت) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ اہل کوفہ نے انہیں بحال رکھا۔

باغی کا قتل:

عبداللہ بن عمیر اشجعی کی روایت کہ مسجد میں ایک فتنہ برپا ہوا تو کسی نے کہا "اے لوگو! تم خاموش ہو جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے' جب مسلمانوں پر کوئی امام (خلیفہ) مقرر ہو اس موقع پر جو کوئی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نکلے اور جماعت میں انتشار پیدا کرے تو تم اس کو مار ڈالو خواہ وہ کوئی شخص ہو' راوی حدیث نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (امام) عادن کو قید نہیں لگائی"۔

سعید کے خلاف سازش:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ جب یزید بن قیس نے لوگوں کو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے برخلاف بھڑکایا تو اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی کیا اس پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اس کے پاس آیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا "تمہارا کیا ارادہ ہے؟" کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہم اس سے استعفاء دلوائیں؟" وہ بولا نہیں۔ اس کے بعد یزید نے جہاں سے ممکن ہوا' اپنے ساتھی جمع کر لیے اور اس طرح انہوں نے سعید کو واپس بھجوا دیا۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے حاکم مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ خط لکھا۔

مطالبہ کی منظوری:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"میں نے تم پر وہ حاکم مقرر کیا ہے جسے تم پسند کرتے ہو اور سعید کو الگ کر دیا ہے۔ بخدا! میں تمہارے لیے اپنی عزت قربان کر دوں گا اور تمہارے لیے صبر کروں گا اور مقدور بھر تمہاری بھلائی چاہوں گا۔ تم ہر ایسی بات کا مطالبہ کر سکتے ہو جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے اور جو بات تمہیں پسند نہ ہو' اس سے تمہیں مستثنیٰ رکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس سے اللہ کی معصیت نہ ہوتی ہو۔ میں نے تمہاری پسند کے مطابق کام کیا ہے تاکہ تم میرے خلاف کوئی حجت نہ لا سکو"۔

عزم جہاد:

اس قسم کے خطوط آپ نے دوسرے شہروں کے لیے بھی لکھے اس طرح حضرت ابوموسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کے) حاکم مقرر ہوئے اور تمام حکام اپنی عملداری کی طرف چلے گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے باب کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاد کی ترغیب:

واقدی ابو عبداللہ محمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب ۳۴ھ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کو خطوط لکھے کہ:

''تم آؤ اور اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس جہاد کرنے کا موقع ہے۔''

مخالفت میں شدت:

اس کے بعد بہت سے لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے ان کو اس قدر برا بھلا کہا کہ اس سے زیادہ اور کسی کو برا بھلا نہیں کہا جا سکتا تھا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان باتوں کو دیکھتے اور سنتے تھے مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا اور نہ مخالفت کرتا تھا۔ بجز حضرت زید بن ثابت، ابو اسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس (جو انصاری تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے تھے) لوگ بہت اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے گفتگو کی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یوں تقریر کی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

''لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق گفتگو کی ہے۔ بخدا! میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا بات کہوں۔ جو بات میں جانتا ہوں اسے تم بھی جانتے ہو۔ جس بات کو میں بتانا چاہتا ہوں اسے تم بخوبی سمجھتے ہو' ہمیں تم سے پہلے کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہے جس سے ہم تم کو ناواقف سمجھیں اور نہ کوئی چیز ہمیں تنہا معلوم ہوئی ہے جو تمہیں نہ معلوم ہوئی ہو۔

فضیلت کا اقرار:

تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور تمہیں ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ تم نے ان کی احادیث کو سنا ہے اور تمہیں ان کا داماد بننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق) رضی اللہ عنہ حق پر عمل کرنے میں تم سے افضل نہ تھے اور نہ ابن الخطاب (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نیکی میں تم سے بہتر تھے۔ تم از روئے قرابت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہو۔ تمہیں جو (دامادی کا رشتہ) نصیب ہوا ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔ اس وجہ سے ان دونوں کو تم پر کوئی سبقت حاصل نہیں ہے۔

تدبر کی ہدایت:

خدا کے واسطے تم اپنے معاملے پر غور کرو بخدا! تم بے بصیرت نہیں ہو اور کم سمجھ اور نادان بھی نہیں ہو۔ راستہ بالکل کھلا اور صاف ہے اور دین و مذہب کی نشانیاں اور شعائر قائم ہیں۔

بدعت اور سنت میں امتیاز:

اے عثمان! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے بندوں میں عدل و انصاف کرنے والا وہ حاکم افضل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی رہنمائی بھی کرے وہ جانی پہچانی ہوئی سنت نبوی کو قائم کرتا ہے اور متروک العمل بدعت کا خاتمہ کرتا

ہے۔ بخدا! یہ دونوں چیزیں (سنت و بدعت) بالکل واضح ہیں۔ سنت نبوی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ قائم ہو چکی ہے اسی طرح بدعت کے نشانات بھی واضح ہیں۔

بدترین حاکم کی علامت:

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ظالم حاکم ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے وہ سنت نبوی کا خاتمہ کرے اور متروک العمل بدعات کو زندہ کرے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ظالم حاکم کا انجام:

''قیامت کے دن ظالم حاکم کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ نہ تو اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی معذرت پیش کرنے والا ہوگا۔ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ جہنم میں اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گردش کرتی ہے۔ اس طرح وہ دوزخ کے بھنور میں تھپیڑے کھاتا رہے گا''۔

نااتفاقی کے نتائج:

میں تمہیں اللہ اور اس کی سطوت اور انتقام کا خوف دلاتا ہوں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت شدید اور دردناک ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس بات سے بھی ڈراتا ہوں کہ کہیں تم اس امت (اسلامیہ) کے ایسے شہید حاکم نہ بن جاؤ جس کی شہادت سے روز قیامت تک قتل و غارت کا دروازہ نہ کھل جائے اور پھر واقعات و حوادث اس طرح مشتبہ ہو جائیں کہ مسلمان گروہ بندیوں میں بٹ جائیں اور باطل کے غلبہ کی وجہ سے حق کو نہ دیکھ سکیں اور ان باتوں میں وہ بری طرح ملوث ہو جائیں گے کہ ان سے ان کو الگ کرنا مشکل ہو جائے گا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بخدا! مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ بھی وہی کہتے ہوں گے جو تم نے کہا ہے لیکن اگر تم میرے مقام (خلافت) پر ہوتے تو میں تمہیں نہ ملامت کرتا نہ چھوڑتا' نہ اعتراض کرتا اور نہ اس بات پر برا بھلا کہتا کہ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا کسی کی حاجت روائی کی ہے یا کسی بے کس کو پناہ دی ہے یا تم نے اس شخص کو حاکم بنایا ہے جو اس شخص کے ہم پلہ اور مشابہ ہے جسے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ حاکم بنایا کرتے تھے۔

الزام کی تردید:

''اے علیؓ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (حاکم) نہیں تھے۔ وہ بولے ''ہاں'' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم مقرر کیا'' وہ بولے ''ہاں'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''پھر تم مجھے کیوں ملامت کرتے ہو کہ میں نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رشتہ داری کی وجہ سے حاکم مقرر کیا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشدد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمہیں اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جس کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو وہ اس کے گوش گزار کرتے تھے کہ اگر انہیں اس کے برخلاف ایک بات بھی معلوم ہوئی تو وہ اس کی گوش مالی کر دیں گے۔ پھر وہ اس معاملے میں انتہائی حد تک پہنچ جاتے تھے۔ مگر تم کمزور ہو اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ تمہارے رشتہ دار بھی ہیں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر جواب دیا ''وہ میرے بھی رشتہ دار ہیں مگر فضیلت دوسرے لوگوں کو حاصل ہے''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پورے دور خلافت میں حاکم بحال رکھا۔ میں نے انہیں حاکم بنا دیا''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف:

میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس قدر خوفزدہ رہتے تھے کہ ان کا غلام یرفا بھی ان سے اس قدر نہ ڈرتا تھا؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں'' (مجھے معلوم ہے)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خودمختاری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(اب یہ حالت ہے کہ) معاویہ رضی اللہ عنہ تمہاری اجازت کے بغیر تمام امور سلطنت انجام دیتے ہیں جس کا تمہیں بھی علم ہے وہ مسلمانوں سے یہی کہتے ہیں'' یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم ہے'' تمہیں ان باتوں کی خبر ملتی رہتی ہے مگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی تنبیہ نہیں کرتے ہو''۔

(اس گفتگو کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے چلے گئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور منبر پر بیٹھ کر یوں فرمایا۔

نکتہ چینیوں کی مذمت:

ہر چیز کے لیے کوئی مصیبت ہوتی ہے اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی دشواری ہوتی ہے چنانچہ اس امت (اسلامیہ) کے لیے باعث مصیبت اور آفت وہ نکتہ چیں اور طعن وتشنیع کرنے والے لوگ ہیں جو دیکھنے میں تمہیں بہت اچھے معلوم ہوں گے مگر ان کی پوشیدہ باتیں تمہیں ناگوار معلوم ہوں گی اور وہ تمہاری تکالیف پر خوش ہوں گے وہ اس کے پیچھے لگ جائیں گے جو زور سے چیخے اور چلائے گا وہ گدلا پانی پئیں گے اور ہر گندے مقام پر پہنچیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ہر کام میں ناکام ہو چکے ہیں اور تمام ذرائع معاش ان کے لیے مسدود ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشدد:

دیکھو! بخدا! تم نے ایسی باتوں پر نکتہ چینی کی ہے جن کی تم (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تائید کر چکے ہو حالانکہ انہوں نے تمہیں اپنے پاؤں سے روندا تھا' اپنے ہاتھوں سے مارا اور اپنی زبان سے تمہاری خبر لی تھی مگر تم طوعاً وکرہاً ان کے مطیع

وفرمانبردار رہے۔

نرمی کا نتیجہ:

اس کے برخلاف میں تمہارے ساتھ نرم رہا' تمہارے سامنے سر جھکایا اور اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا۔ مگر تم مجھ پر دلیر ہوتے گئے۔ دیکھو! بخدا! میرے حامیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو عزت والے ہیں اور ہر وقت میرے مدد کے لیے مستعد ہیں۔ میں نے تمہارے مدمقابل کے لوگ تیار کر رکھے ہیں۔ تم نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اپنے اخلاق وعادات کو تبدیل کروں اور اپنے لب ولہجہ میں تبدیلی کروں جسے میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔

حسن سلوک کا وعدہ:

تم اپنی زبانوں کو روکو اور اپنے حکام پر طعن وتشنیع اور عیب جوئی کو بند کرو کیونکہ میں نے ان لوگوں کو روک رکھا ہے جو میری اس گفتگو کے بغیر تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں مطمئن کر دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری کوئی حق تلفی نہیں ہوگی۔ میں نے لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ میں نے اپنا مال بخشش اور سخاوت میں صرف کر دیا ہے کیونکہ میں کس کام کا خلیفہ رہوں گا اگر میں نے مال کو لوگوں کو بخشش میں تقسیم نہیں کیا''۔

مروان کی دھمکی:

اس کے بعد مروان بن الحکم کھڑے ہو کر کہنے لگے:

''اگر تم چاہو تو ہم تمہارے اور اپنے درمیان تلوار کے ذریعہ فیصلہ کروا سکتے ہیں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم خاموش ہو جاؤ تم مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دو' تم کیسی گفتگو کر رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نہ بولا کرو''۔

اس پر مروان خاموش ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (منبر سے) اتر گئے۔

بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی وفات:

اس سال حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ مدینہ میں فوت ہو گئے۔ وہ جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابی تھے نیز مسطح بن اثاثہ اور عاقل بن ابی البکیر رحمہما اللہ نے بھی جو قبیلہ سعد بن لیث سے تعلق رکھتے تھے' وفات پائی یہ دونوں بھی بدری صحابی تھے۔ اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔

۳۵ھ کے واقعات

ابن سبا کی خفیہ تحریک

یزید فقعسی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن سبا صنعاء کا یہودی تھا اس کی والدہ سیاہ تھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر وہ مسلمانوں کے شہروں میں پھر کر انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہا پہلے وہ حجاز گیا۔ پھر بصرہ اور کوفہ گیا پھر شام بھی گیا۔ مگر وہ اہل شام میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکا۔ انھوں نے اس کو وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے وہ مصر گیا اور وہاں آباد ہو گیا مسلمانوں کے سامنے وہ (عجیب وغریب) باتیں کرتا تھا ان میں سے ایک یہ تھی۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت:

یہ بات عجیب وغریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئیں گے'' تو وہ اس بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ بزرگ وبرتر نے یہ کہا:

''بے شک جس نے قرآن (کریم) تم پر فرض کیا وہ تمہیں آخرت کی طرف لوٹانے والا ہے''۔

رجعت کا مسئلہ:

اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہ نسبت لوٹنے کے زیادہ حق دار ہیں''۔

چنانچہ اس کی یہ بات (بعض لوگوں نے) مان لی اور رجعہ کا مسئلہ مقرر ہو گیا اور لوگ اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔

وصی پیغمبر:

اس کے بعد وہ کہنے لگا ''گزشتہ زمانے میں ایک ہزار پیغمبر تھے اور ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے''۔ پھر وہ کہنے لگا ''محمد خاتم الانبیاء تھے اور (حضرت) علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء تھے'' (آگے بڑھ کر) وہ کہنے لگا:

''اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی کے حق کو غصب کر کے امت اسلامیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو'' اس کے بعد وہ مسلمانوں سے یہ کہنا لگا:

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت پر ناحق قبضہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وصی موجود ہیں اس لیے تم اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اس کا آغاز اپنے حکام پر طعن وتشنیع سے کرو اور یہ ظاہر کرو کہ تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اس طرح تم عوام کو اپنی طرف مائل کر سکو گے۔ اس کے بعد تم انہیں اس کام کی طرف بلاؤ۔

فتنہ انگیز تحریک:

اس طرح اس نے (اس تحریک کا) پروپیگنڈا کرنے والوں کو چاروں طرف بھیجا اور وہ جو شہروں میں فساد برپا کر رہے تھے

ان سے اس نے خط و کتابت کی اور وہ لوگ اس سے خط و کتابت کرتے رہے یہ لوگ پوشیدہ طور پر اپنی تحریک کی طرف عوام کو دعوت دیتے رہے مگر بظاہر وہ نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے تھے۔

تحریری پروپیگنڈا:

یہ لوگ مختلف شہروں کے لوگوں کے ساتھ خطوط بھی بھیجتے تھے اور بظاہر ان خطوں میں وہ اپنے حکام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ دوسرے ساتھی بھی اس طرح ان سے خط و کتابت کرتے تھے۔

خفیہ انتظامات:

اس کے علاوہ (ایک پوشیدہ سازشی جماعت ہونے کی حیثیت سے) ہر شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے اس طرح ہر ایک شہر دوسرے شہر کی کارگزاری کو (لوگوں کے سامنے) پڑھ کر سناتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی خبریں مدینہ تک پہنچ گئیں۔

خفیہ نشر و اشاعت:

ان لوگوں نے تمام ممالک میں (اس تحریک کی) نشر و اشاعت وسیع کر دی تھی وہ جو کہتے یا لکھتے تھے اس سے برخلاف مراد لیتے تھے مثلاً ہر شہر کے یہ لوگ کہا کرتے تھے ''ہم خیر و عافیت کے ساتھ میں اور ان چیزوں میں مبتلا نہیں ہیں جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں سوائے اہل مدینہ کے''۔

اس قسم کی اطلاعات تمام شہروں سے آئی تھیں ''ہم جس چیز میں مبتلا ہیں اس سے بخیر و عافیت ہیں'' یہ خبریں اہل مدینہ تک بھی پہنچیں تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

''اے امیر المومنین! کیا آپ کو بھی وہ اطلاعات ملی ہیں جن سے ہم باخبر ہیں؟'' وہ بولے ''نہیں' میرے پاس سلامتی کی خبریں آ رہی ہیں'' وہ بولے ''ہمارے پاس ایسی خبریں موصول ہوئی ہیں'' اس کے بعد انہوں نے وہ کچھ بیان کیا جو انہیں معلوم ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم میرے شریک کار رہو اور مسلمان اس کے گواہ ہیں اس لیے تم مجھے مشورہ دو'' وہ بولے ''ہم آپ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ قابل اعتماد افراد کو مختلف شہروں میں بھیجیں تاکہ وہ صحیح اطلاعات لے کر واپس آئیں''۔

تحقیقاتی افسر:

چنانچہ آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ انہیں کوفہ کی طرف بھیجا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر بھیجا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی دیگر علاقوں کی طرف بھیجا۔

تسلی بخش حالات:

یہ سب حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے واپس آ گئے اور سب نے یہ کہا:

''اے لوگو! ہم نے وہاں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی اور نہ وہاں کے خواص و عوام کو کوئی ناخوشگوار معاملے کا علم ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاملات پر اختیار حاصل ہے ان کے حکام ان کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں اور ان

کی خبر گیری کرتے ہیں''۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تبدیلی:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے واپس آنے میں تاخیر کر دی یہاں تک کہ یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ ناگہانی طور پر شہید نہ کر دیئے گئے ہوں آخر کار اچانک عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مصر کے ایک گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا اور ان کے پاس لوگ اکٹھے ہونے لگے ہیں جن میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں۔

مصر کے مخالف افراد:

(۱) عبداللہ بن السوداء (۲) خالد بن ملجم (۳) سودان بن حمران (۴) کنانہ بن بشر۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہدایت نامہ:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (اسلامی) شہر والوں کے نام یہ تحریر کیا تھا:

''میں نے حکام کے لیے یہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ہر موسم حج میں مجھ سے ملاقات کریں۔ جب سے میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں' میں نے امت اسلامیہ کے لیے یہ اصول مقرر کر دیا ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برے کاموں سے روکا جائے۔ اس لیے جو میرے سامنے یا میرے حکام کے سامنے مطالبہ حق پیش کیا جائے گا وہ حق ادا کیا جائے گا۔ میری رعایا کے حقوق میرے اہل و عیال کے حقوق پر مقدم ہوں گے' اہل مدینہ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کچھ لوگ گالی دیتے ہیں اور کچھ لوگ زدوکوب کرتے ہیں۔ پوشیدہ طور پر ملامت کرنا' گالی دینا اور زدوکوب کرنا بہت برا ہے۔ جو کوئی کسی حق کا دعویدار ہو تو وہ موسم حج میں آئے اور اپنا حق حاصل کرے خود وہ مجھ سے لیا جائے یا میرے حکام سے لیا جائے یا تم معاف کر دو تو ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا''۔

عوام کا تاثر:

جب یہ خط شہروں میں پڑھا گیا تو عوام رونے لگے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے قومی مصیبت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

حکام سے مشورہ:

آپؓ نے شہری حکام کو بلا بھیجا تو مندرجہ ذیل حکام آپ کے پاس آئے۔ ۱۔عبداللہ بن عامر ۲۔معاویہ ۳۔عبداللہ بن سعد رحمہم اللہ ان کے ساتھ مشورہ میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا ''یہ شکایت کیا ہے اور یہ افواہیں کیسی ہیں؟ بخدا! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سچ ثابت نہ ہوں۔ کیا یہ سب باتیں میری وجہ سے ہو رہی ہیں؟'' یہ (حکام) بولے:

بے بنیاد خبریں:

''کیا آپ نے نمائندے نہیں بھیجے اور ہم نے ان لوگوں کے بارے میں اطلاع نہیں بھیجی تھی؟ کیا وہ لوٹ کر نہیں آئے یا ان افراد نے ان سے روبرو گفتگو نہیں کی تھی؟ بخدا! مخبر سچے نہیں ہیں اور نہ وہ راست باز معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان باتوں کی کوئی بنیاد نہیں

ہے آپ ان (خبروں) کی بدولت کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بات آپ کے لیے نامناسب ہوگی۔ یہ سب باتیں افواہوں پر مبنی ہیں ان کی بدولت کسی کا مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے''۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''تم مجھے مشورہ دو''۔

افواہوں پر سزا کی تجویز:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ جعلی اور بناوٹی معاملہ ہے جو پوشیدہ طور پر تیار کیا جاتا ہے اور جب کسی ناواقف کو یہ بات معلوم ہوتی ہے تو وہ اس خبر کی مختلف محفلوں میں تشہیر کرتا ہے'' آپ نے فرمایا: ''پھر اس کا علاج کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''ان لوگوں کو بلایا جائے اور پھر ان لوگوں کو قتل کیا جائے جن کی طرف سے یہ افواہیں پھیلتی ہیں''۔

حقوق وفرائض کا توازن:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ''اگر آپ ان لوگوں کو ان کے حقوق عطا کرتے ہیں تو ان سے ان کے واجبات بھی وصول کریں یہ بات انہیں (آزاد) چھوڑنے سے بہتر ہے''۔

شام کے پرامن حالات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''آپ نے مجھے حاکم مقرر کیا تو میں ایسے لوگوں کا حاکم ہوں جن کی طرف سے کوئی ناخوشگوار بات نہیں نکلے گی اور یہ دونوں حضرات بھی اپنے علاقوں سے زیادہ واقف ہوں گے'' آپ نے فرمایا ''پھر کیا رائے ہے؟'' وہ بولے ''حسن ادب'' آپ نے فرمایا ''اے عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہ تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ بولے:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

''میری رائے یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اختیار کر رکھی ہے اور انہیں ڈھیلا چھوڑ دیا ہے بلکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے زیادہ انہیں عطیات اور وظائف دینے شروع کر دیئے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں پیش رو حضرات (حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے طریقہ پر چلیں جہاں سختی کا موقع ہو وہاں سختی اختیار کریں اور جہاں نرمی کا موقع ہو وہاں نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جو لوگوں کے ساتھ سازشیں کرتا ہو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے اور جو لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرے اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے مگر آپ نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک اختیار کر رکھا ہے''۔

نرم سلوک کی ہدایت:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حمد وثناء کے بعد یوں فرمایا:

''تم لوگوں نے جو مجھے مشورے دیئے ہیں وہ میں نے سن لیے ہیں اور ہر کام کے انجام دینے کا ایک طریقہ ہوتا ہے وہ بات جس کا اس امت (اسلامیہ) کو اندیشہ ہے ہو کر رہے گی اس فتنہ کا جو دروازہ بند ہے اسے نرمی' موافقت اور اطاعت کے ذریعہ مسدود رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ البتہ اللہ کے حدود وقوانین کی حفاظت کی جائے گی۔

فتنہ وفساد کی پیشین گوئی:

اگر اس (فتنہ) کے دروازہ کو بند رکھنا ہے تو نرمی کا طریقہ بہتر ہے۔ تاہم یہ (دروازہ) کھل کر رہے گا اور کوئی اسے روک

نہیں سکے گا۔

اللہ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں اور اپنی ذات کی بھلائی کے لیے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بخدا! فتنہ وفساد کی چکی گردش میں آ کر رہے گی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کیا ہی اچھا ہے کہ وہ اس فتنہ کو برپا کرنے سے پیشتر ہی رخصت ہو جائے۔ تم لوگوں کو (فتنہ وفساد سے) روکو اور ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے درگزر کرو۔ البتہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں سستی نہ کرو''۔

آئندہ خلیفہ کا تذکرہ:

جب (حج کے زمانے میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرات معاویہ اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہما کو (پہلے) مدینہ روانہ کیا اور ابن عامر اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ روانہ ہوئے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے تو ایک حدی خواں نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

❶ تمام لاغر سواریاں اور لوگ جانتے ہیں کہ ان کے بعد امیر (خلیفہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

❷ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی پسندیدہ جانشین ہیں اور طلحہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے حقدار ہیں۔

کعب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل رہے تھے' انہوں نے کہا'' بخدا! ان کے بعد یہ خچر والے (خلیفہ) ہوں گے''۔ ان کا اشارہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

خلاف توقع:

سیف' بدر بن خلیل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے جانے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (خلافت کی) توقع کرنے لگے تھے۔ جب یہ سب لوگ حج کے موسم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتماع میں شریک ہوئے تو اس کے بعد جب وہ روانہ ہوئے تو ایک رجز خواں نے یہ شعر پڑھا:

''ان کے بعد امیر (خلیفہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور زبیر پسندیدہ جانشین ہیں''۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ:

اس پر کعب نے کہا'' تم جھوٹ بولتے ہو اس کے بعد (خلیفہ) یہ مشکی خچر والے'' یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس سے پوچھا تو وہ بولا'' ہاں آپ ان کے بعد امیر (خلیفہ) ہوں گے البتہ آپ اسے اس وقت حاصل کریں گے جب کہ آپ میری اس بات کی تکذیب کریں گے'' اس وقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس (خلافت) کی توقع ہونے لگی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے حکام کو ان کی عملداری کی طرف لوٹا دیا اور وہ سب چلے گئے۔ البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے بعد (وہاں) مقیم رہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے رخصت ہوئے تو جب وہ وہاں سے نکلے اس وقت سفری لباس میں ملبوس تھے ان کے گلے میں تلوار تھی اور وہ تیر کمان سے لیس تھے۔ انہوں نے مہاجرین کے چند لوگوں کو دیکھا جن میں حضرات طلحہ' زبیر

وعلی رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے انہوں نے ان کو سلام کرنے کے بعد اپنی کمان کا سہارا لیا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے:

اسلامی طریقہ انتخاب:

''جب (عہد جاہلیت میں) لوگوں پر چند گنتی کے لوگ غالب آ جاتے تھے اس وقت تمہارے ہر خاندان اور قبیلے میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو اپنی قوم کے خود مختار اور مطلق العنان سردار بن کر حکومت کرتے تھے اور وہ کسی سے مشورہ نہیں لیتے تھے تا آنکہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کی پیروی کرنے والوں کو عزت بخشی اس کے بعد وہ باہمی مشورہ کے بعد حاکم مقرر کرنے لگے۔ وہ (اس معاملہ میں) ان کی بزرگی سابقہ اسلامی خدمات اور ذاتی صلاحیت ومحنت کو ترجیح دیتے تھے اگر آئندہ بھی انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اس طریقہ پر قائم رہے تو ان کی حکومت برقرار رہے گی اور لوگ ان کی پیروی کریں گے۔

رئیسانہ نظام:

اگر یہ (مسلمان) دنیادار بن گئے اور طاقت کے ذریعہ دنیا طلبی میں لگ گئے تو ان سے یہ (نعمت) چھن جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان میں سے پھر رئیسانہ نظام کو قائم کر دے گا ورنہ انہیں غیروں (کے تسلط) سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تبدیل کرنے پر قادر ہے اور اپنی خدائی سے اسے ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔

تعاون کی نصیحت:

میں اس بوڑھے (خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ) کو تمہارے سپرد کر کے جا رہا ہوں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ساتھ تعاون کرو اس کی وجہ سے تم زیادہ خوشحال رہو گے''۔

تقریر پر تنقید:

اس کے بعد وہ انہیں الوداع کہہ کر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میری رائے میں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے'' (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''نہیں بخدا! جیسا عظیم تر شخص وہ آج صبح ہمارے اور تمہارے دلوں میں ہے پہلے کبھی نہیں تھا''۔

دوسری روایت:

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرت) طلحہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دے کر بلوایا میں بھی (ان کے فرزند) ان کے ساتھ روانہ ہوا جب وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو (حضرات) علیؓ سعدؓ زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمد وثناء کے بعد یوں تقریر کی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

''آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور روئے زمین کے بہترین انسان ہیں آپ لوگ اس امت (اسلامیہ) کے ارباب حل وعقد ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس (حکمرانی) کی توقع نہیں رکھ سکتا۔

آپ نے اپنے ساتھی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو جبر اور طمع کے بغیر انتخاب کیا ہے وہ سن رسیدہ ہو گئے ہیں اور ان کی عمر ختم ہو گئی ہے اور اگر تم ان کے بڑھاپے کی انتہائی عمر کا انتظار کرو گے تو وہ بھی قریب ہے۔ تاہم مجھے توقع ہے کہ وہ اللہ کو اس قدر عزیز ہیں کہ وہ

علانہیں اس عمر تک نہیں پہنچائے گا۔

آئندہ خلیفہ کی افواہ:

وہ افواہ پھیل گئی ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا تم اس کے لیے قابل ملامت نہیں ہو میرا یہ ہاتھ بھی تمہارے ساتھ ہے تاہم تم عوام کو اپنے بارے میں توقع نہ دلاؤ کیونکہ اگر وہ اس کی طرف مائل ہوگئے تو تم ہمیشہ اس میں تنزل وادبار دیکھو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تمہارا اس سے کیا تعلق ہے تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تمہاری ماں نہ رہے''۔ وہ بولے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

تم میری والدہ کو اپنے مقام پر چھوڑ دو۔ وہ بدترین ماں نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہوئی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے بیعت کی۔ جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں تم مجھے اسی کا جواب دو' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے میں اپنے بارے میں اور اپنی خلافت کے بارے میں تمہیں مطلع کرتا ہوں''۔ یہ واقعہ ہے کہ میرے ان دو ساتھیوں نے جو مجھ سے پہلے (خلیفہ) ہوئے تھے' اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں کے لیے ثواب حاصل کرنے کے لیے تنگی برداشت کی۔

صلہ رحمی:

تاہم یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے میں بھی اس خاندان سے متعلق ہوں جو عیال دار اور تنگدست ہے چنانچہ یہ مال میری نگرانی میں ہے اس لیے میں نے اس مال میں سے کچھ رقم اس وجہ سے دی کہ وہ میری ملکیت ہے اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ یہ بات غلط ہے تو اسے لوٹایا جاسکتا ہے کیونکہ میرا حکم تمہارے حکم کے تابع ہے۔

شکایت کا ازالہ:

لوگوں نے کہا آپ نے صحیح اور بہتر فیصلہ کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ''آپ نے خالد بن اسید اور مروان کو (بیجا) دیا ہے'' ان کا خیال تھا کہ انہوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے مروان کو پندرہ ہزار دیئے ہیں اور ابن اسید کو پچاس ہزار دیئے ہیں۔ چنانچہ جب ان سے وہ رقم لوٹائی گئی تو وہ خوش ہوگئے اور رضامند اور مطمئن ہو کر نکلے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیشکش:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صبح کے وقت رخصت کیا تو چلتے وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

''اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ وہ لوگ جن کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ پر حملہ آور ہوں آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں کیونکہ اہل شام ابھی فرمانبردار ہیں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس کسی چیز کے بدلے میں فروخت نہیں کروں گا خواہ اس کی وجہ سے میری گردن کی شہ رگ کٹ جائے''۔

فوجی امداد سے انکار:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں آپ کے پاس ایک لشکر بھیج دوں گا جو اہل مدینہ کے قریب رہے گا تاکہ وہ مدینہ میں یا آپ پر کوئی ناگہانی حادثہ رونما ہو تو اس وقت کام میں آئے۔

آپ نے فرمایا: ''اس فوج کو یہاں ٹھہرا کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں کے رزق میں کمی کرنی پڑے گی۔ اور دارالہجرت کے رہنے والوں کو تنگی رزق کا سامنا کرنا پڑے گا''۔

اللہ پر بھروسہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے امیر المومنین! بخدا آپ پر اچانک حملہ ہوگا یا آپ کو جنگ کرنی پڑے گی'' آپ نے فرمایا ''اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہی عمدہ کارساز ہے''۔

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ کچھ حضرات کے پاس ٹھہرے پھر چلے گئے۔

سازش کی ناکامی:

اس اثناء میں اہل مصر نے اپنے متبعین کے ساتھ یہ خط و کتابت جاری رکھی کہ وہ اپنے حکام کے خلاف بغاوت کر دیں اس خط و کتابت کے سلسلے میں اہل کوفہ و اہل بصرہ اور دیگر علاقے کے سبھی متبعین شامل تھے انہوں نے اس مقصد کے لیے دن بھی مقرر کر دیا تھا جب کہ ان کے حکام وہاں سے روانہ ہوئے تھے مگر اہل کوفہ کے علاوہ کہیں (یہ سازش) کامیاب نہیں ہوئی۔

کوفہ میں شورش:

یزید بن قیس ارحبی نے علم بغاوت بلند کیا اور اس کے ساتھی اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اسی زمانے میں جنگی قیادت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی وہ اس کے پاس آیا اس وقت لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے۔ یزید نے قعقاع رضی اللہ عنہ سے کہا۔

سعید کی مخالفت:

''آپ میرے اور ان لوگوں کے درپے کیوں ہیں؟ بخدا میں مطیع و فرمانبردار ہوں اور میں اپنی جماعت کے ساتھ ہوں البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے عہدے سے استعفاء دے دیں'' وہ بولا ''کیا میں خاص لوگوں سے اس کام کا استعفاء طلب کروں جس پر عوام راضی اور مطمئن ہیں'' وہ بولا ''اس کا تعلق امیر المومنین سے ہے''۔

سعید کا اخراج:

اس طرح اس نے ان لوگوں کو استعفاء کا مطالبہ پیش کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور انہوں نے صرف اسی بات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں یہ لوگ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو جرعہ کے مقام سے لوٹا کر لے گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانے پر متفق ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں مقرر کر دیا۔

مدینہ پہنچنے کی سازش:

جب حکام واپس آ گئے تو سبائیہ (عبداللہ بن سبا کے متبعین) کے لیے مختلف شہروں میں آمد و رفت کا ذریعہ باقی نہیں رہا انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے پیروؤں کو لکھا کہ وہ مدینہ کے قریب پہنچیں تاکہ وہاں پہنچ کر وہ غور کر سکیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں انھوں نے

(عوام کے سامنے) یہ ظاہر کیا کہ وہ نیک کاموں کا حکم دے رہے ہیں اور وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں جو عوام میں مشہور ہیں اس لیے وہ اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔

تحقیقاتی افسر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو اشخاص کو بھیجا۔ ایک شخص کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا دوسرے کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا انہیں آپ نے یہ ہدایت دی:

''تم دونوں معلوم کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ان کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرو یہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تادیبی کارروائی کا شکار ہو چکے تھے تاہم ان دونوں نے حق وصداقت کی پاس داری کی اور کینہ لے کر نہیں گئے۔ جب ان (شورش پسندوں) نے ان دونوں اشخاص کو دیکھا تو انہوں نے دونوں کو اپنے مطالبات سے مطلع کیا۔ ان دونوں نے ان سے پوچھا: ''تمہارے ساتھ اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ وہ بولے تین افراد ہیں''۔

اصل حقیقت کا اظہار:

انہوں نے پوچھا ''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟'' وہ بولے ''ہم انہیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو) چند باتیں یاد دلانا چاہتے ہیں جنہیں ہم نے لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔ پھر واپس آ کر عوام کو بتائیں گے کہ ہم نے انہیں یہ باتیں یاد دلائیں مگر انہوں نے ان کی تلافی نہیں کی اور نہ توبہ کی۔ اس کے بعد ہم حاجیوں کی حیثیت سے آئیں گے اور انہیں گھیر کر معزول کر دیں گے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ہم انہیں قتل کر دیں گے''۔

(ان کا یہ پروگرام سن کر) وہ دونوں واپس آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا:

مخالفوں پر رائے زنی:

''اے اللہ تو ان کی اصلاح فرما اور اگر تو نے انہیں درست نہیں کیا تو وہ (امت اسلامیہ میں) تفرقہ اندازی اور انتشار پیدا کر دیں گے۔ جہاں تک عمار کا تعلق ہے انہوں نے عباس بن عتبہ ابی لہب پر حملہ کیا تھا اور اس سے جنگ کی تھی۔ محمد بن ابی بکر پر تعجب ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حقوق ان کے ذمہ لازم نہیں ہیں۔ ابن سہلہ بھی ابتلا اور فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں''۔

اہم اجتماع:

آپ نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو خط لکھے اور نماز میں شریک ہونے کا اعلان کرایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ نے حمد وثنا کے بعد ان لوگوں کے حالات سے انہیں مطلع کیا اور وہ دونوں (مخبر بھی) کھڑے ہو گئے۔ سب نے متفق ہو کر یہ کہا:

بغاوت کی سزا:

آپ ان سب کو قتل کر دیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''جو شخص مسلمانوں کا (مستقل) خلیفہ (حاکم) ہوتے ہوئے اپنے یا کسی اور شخص کے لیے پروپیگنڈا (دعوت) کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے تم اسے قتل کر دو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے ''میں تمہارے لیے (ایسے شخص کے لیے) کوئی رعایت نہیں دیتا ہوں مگر یہ کہ تم اسے مار ڈالو۔ میں بھی (اس کام میں) تمہارا شریک ہوں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معافی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہم انہیں معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں اور اپنی کوشش کے مطابق انہیں دیکھتے رہیں گے۔ ہم کسی سے عداوت نہیں رکھیں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کے گناہ کا مرتکب نہ ہو یا کفر کا اظہار نہ کرے''۔

ان لوگوں نے ایسی باتوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں وہ اسی طرح جانتے ہیں جس طرح تم جانتے ہو مگر وہ مجھے اس لیے یاد دلانا چاہتے ہیں تاکہ ناواقف لوگوں کے سامنے ان کی اشاعت کر سکیں وہ یہ کہتے ہیں۔

اعتراضات کے جوابات:

❶ میں نے سفر میں نماز پوری پڑھی حالانکہ وہ اس صورت میں مکمل نہیں پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایسے شہر میں تھا جہاں میرے اہل وعیال تھے اس لیے میں نے پوری نماز پڑھائی۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟'' لوگوں نے کہا ''ہاں (صحیح ہے)''۔

محفوظ چراگاہ:

❷ وہ لوگ کہتے ہیں ''میں نے چراگاہ کو محفوظ کیا (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں نے بخدا اپنے لیے کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کی اور نہ انہوں نے کسی ایک مخصوص آدمی کے لیے (ایسی چراگاہ کو محفوظ نہیں رکھا جس پر اہل مدینہ غالب نہ آ جاتے ہوں پھر انہوں نے رعایا میں سے کسی کو نہیں روکا بلکہ اسے مسلمانوں کے صدقات (کے مویشیوں) کے لیے محدود رکھا ہے تاکہ کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا اور تنازعہ برپا نہ ہو سکے پھر انہوں نے کسی کو نہیں روکا ہے۔

مال کی کمی:

❸ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دو سواریوں کے علاوہ میرے پاس کوئی مویشی نہیں ہے نہ بکریاں ہیں نہ بھیڑیں اور نہ دوسرا جانور ہے۔ جب میں خلیفہ مقرر ہوا تھا اس وقت اہل عرب میں سب سے زیادہ میرے پاس بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے مگر اب حج کی سواری کے لیے دو اونٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا ''ہاں''۔

تدوین قرآن:

❹ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کئی کتابوں میں تھا میں نے اسے ایک کر دیا ہے (اس کا جواب یہ ہے کہ) قرآن کریم ایک ہے جو خدائے واحد کی طرف سے نازل ہوا اور میں اس معاملے میں ان لوگوں (پیشرؤں) کا تابع ہوں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں بے شک (یہی بات ہے) نیز انہوں نے پھر مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ آپ نے مزید فرمایا:

حکم کا معاملہ:

❺ یہ لوگ کہتے ہیں ''میں نے حکم کو واپس بلا لیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جلاوطن کر دیا تھا۔ حکم مکہ کے باشندے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ سے طائف جلاوطن کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس بلا لیا۔ اس طرح یہ رسول اللہ ﷺ کی

ذات تھی جنہوں نے انہیں جلاوطن کیا اور پھر واپس بلا لیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا ''ہاں بے شک''۔

نوعمر حکام پر اعتراض:

❻ یہ لوگ کہتے ہیں ''میں نے نوعمر لوگوں کو حاکم بنایا ہے'' (جواب یہ ہے کہ) میں نے قابل اور پسندیدہ متحمل مزاج افراد کو ہی حاکم بنایا ہے ان کے بارے میں تم ان لوگوں سے پوچھو جو ان کی عمل داری کے اندر رہتے ہوں۔ اور ان کے شہروں کے باشندے ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی سب سے کم عمر شخص کو حاکم بنایا گیا تھا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کو حاکم بنایا تھا تو اس وقت آپ پر اس سے زیادہ اعتراض کیا گیا تھا جو مجھ پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا ''ہاں بے شک۔ یہ لوگ ایسے اعتراضات کرتے ہیں جنہیں وہ ثابت نہیں کر سکتے ہیں''۔

❼ (آپ نے مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں ''میں نے ابن ابی سرح کو مال غنیمت سے خاص عطیہ دیا''۔ (جواب یہ ہے کہ) میں نے انہیں مال غنیمت کے خمس حصے میں سے پانچواں حصہ انعام کے طور پر دیا تھا جو ایک لاکھ کی رقم تھی۔ ایسے احکام حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے بھی جاری کیے تھے مگر جب فوج نے اس بات کو ناپسند کیا تو میں نے یہ رقم واپس لے کر انہیں میں تقسیم کر دی تھی حالانکہ یہ ان کا حق نہیں تھا کیا یہی بات ہے؟ ''لوگوں نے کہا'' ہاں بے شک''۔

صلہ رحمی پر اعتراض کا جواب:

❽ (مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں ''میں اپنے گھر والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان پر بخشش کرتا ہوں'' جہاں تک گھر والوں سے محبت کرنے کا تعلق ہے تو ان کی وجہ سے میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کے حقوق ادا کرتا ہوں اور صرف اپنے مال سے انہیں عطیات دیتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک مسلمانوں کا مال اپنی ذات یا کسی اور کو دینے کے لیے حلال نہیں ہے۔

قومی مال کی حفاظت:

میں رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اپنی ذاتی ملکیت میں سے بہت زیادہ خیرات کیا کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ شباب تھا جب کہ میں کنجوس اور کفایت شعار تھا اب جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری عمر فنا ہو رہی ہے اور تمام سرمایہ گھر والوں کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں اس زمانے میں یہ ملحد یہ باتیں بنا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے کسی شہر میں سے فالتو مال بھی حاصل نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملا ہو۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ میں (زائد مال) انہیں کو لوٹا دیا کرتا تھا اور میرے پاس صرف پانچواں حصہ (خمس) ہی پہنچتا تھا اور اس میں سے بھی میں نے کوئی چیز اپنے لیے روا نہیں رکھی۔

دیانتداری:

مسلمان اس مال کو وہاں کے لوگوں میں تقسیم کرتے تھے میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے مال میں سے ایک پائی بھی ضائع نہیں کی گئی اور میں صرف اپنے ذاتی مال میں سے گزر اوقات کرتا ہوں۔

اراضی کی منتقلی:

❾ یہ لوگ کہتے ہیں ''آپ نے اراضی لوگوں کو عطا کیں'' (جواب یہ ہے کہ) ان اراضی میں مہاجرین و انصار کے وہ لوگ شریک ہیں جنہوں نے انہیں فتح کیا لہٰذا جو شخص ان فتوحات کے مقام پر مقیم ہے وہ اس کا مالک ہے مگر جو اپنے اہل وعیال کے پاس

آ گئے تو ان کے ساتھ وہ اراضی منتقل نہیں ہوئیں اس لیے میں نے اس قسم کی اراضی کے بارے میں غور و خوض کیا تو اصل مالکوں کی اجازت اور مرضی سے عرب کی اراضی کے ساتھ ان کا تبادلہ کیا گیا۔ اس طرح یہ اراضی انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہیں میری ملکیت میں نہیں ہیں''۔

اراضی کی منصفانہ تقسیم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و متاع اور اراضی بنوامیہ میں تقسیم کر دی تھی اور اپنی اولاد کو بھی ان کا عام حصہ دار بنایا تھا اس تقسیم کا آغاز انہوں نے فرزندانِ ابوالعاص سے کیا تھا۔ چنانچہ آل حکم میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار دیئے اس طرح ان سب نے کل ایک لاکھ کی رقم حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کو بھی اسی قدر رقم دی تھی نیز بنوالعاص، بنوالعیص اور بنوحرب میں بھی مال و دولت کو تقسیم کر دیا تھا۔

نرم سلوک:

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان (مفسدوں) کے ساتھ نرمی اختیار کی عام مسلمان یہی کہتے تھے کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اصرار اسی بات پر تھا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے چنانچہ وہ لوگ لوٹ گئے اور (یہ کہہ کر گئے) کہ وہ حاجیوں کے بھیس میں جنگ کریں گے۔

حاجیوں کے بھیس میں:

ان لوگوں نے واپس جا کر ایک دوسرے کو لکھا کہ وہ شوال کے مہینے میں مدینہ کے گرد و نواح میں جمع ہو جائیں چنانچہ جب خلافت عثمانی کے بارہویں سال میں شوال کا مہینہ آیا تو وہ حاجیوں کی طرف سفر کے لیے نکلے اور مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے۔

چار سرداروں کی قیادت:

سیف کی روایت ہے کہ جب ۳۵ھ میں شوال کا مہینہ آیا تو اہل مصر چار قافلوں کی شکل میں روانہ ہوئے ان کی قیادت چار سردار کر رہے تھے ان کی کم از کم تعداد چھ سو اور زیادہ سے زیادہ تعداد ایک ہزار تھی ان کے سردار مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

باغیوں کے سردار:

❶ عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی ❷ کنانہ بن بشر لیثی ❸ سودان بن حمران سکونی ❹ قتیرہ سکونی۔ تمام قافلوں کا اعلیٰ سردار غافقی بن حرب عکی تھا۔

عبداللہ بن سبا کی شرکت:

ان لوگوں میں اس قدر جرأت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو اس بات سے مطلع کرتے کہ وہ جنگ کرنے کے لیے جا رہے ہیں بلکہ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حج کے لیے سفر کر رہے ہیں ان کے ساتھ ابن السوداء بھی تھا (جو عبداللہ بن سبا کا لقب ہے)۔

اہل کوفہ کا قافلہ:

اہل کوفہ بھی چار قافلوں کے ساتھ نکلے اور ان کے سرغنہ مندرجہ ذیل تھے۔

کوفی سردار:

❶ زید بن صوحان عبدی ❷ اشتر نخعی ❸ زید بن نضر حارثی ❹ عبداللہ بن اصم جو قبیلہ عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا سپہ سالار اعلیٰ عمرو بن اصم تھا۔

بصرہ کے سرغنہ:

اہل بصرہ بھی چار قافلوں میں روانہ ہوئے ان کے سرغنہ یہ تھے ❶ حکیم بن جبلہ عبدی ❷ ذریح بن عباد عبدی ❸ بشر بن شریح الحطم بن ضبیعہ قیسی ❹ ابن المحرس بن عبد بن عمرو حنفی ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا حاکم اعلیٰ حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ ان لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی (آگے چل کر) شامل ہو گئے تھے۔

مختلف خیالات کے گروہ:

اہل مصر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار تھے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے اور اہل کوفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔ بغاوت پر سب کا اتفاق تھا تاہم یہ لوگ مختلف خیالات کے تھے ہر گروہ کو اپنی کامیابی کی امید تھی اور دوسرے گروہ کی ناکامی کا اندیشہ تھا۔

باغیوں کے مراکز:

یہ سب (مفسدین) روانہ ہوئے جب مدینہ تین منزل پر رہ گیا تو بصرہ کے کچھ لوگ ذوخشب کی منزل پر ٹھہر گئے اور اہل کوفہ کے کچھ اعوص کے مقام پر ٹھہرے ان کے پاس مصر کے کچھ لوگ آئے انہوں نے اپنے عوام کو ذوالمروہ کے مقام پر چھوڑ دیا تھا اور اہل مصر اور اہل بصرہ کے پاس زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اصم آئے اور دونوں کہنے لگے:

اہل مدینہ سے اندیشہ:

تم نہ تو خود جلد بازی سے کام لو اور نہ ہمیں عجلت پر مجبور کرو جب ہم مدینہ میں داخل ہو جائیں گے اس وقت ہم تم کو اطلاع دیں گے کیونکہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ مدینہ میں لوگ ہمارے مقابلے میں لشکر آرا ہو گئے ہیں۔ بخدا! اگر اہل مدینہ کو اس وقت ہم سے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کو جائز قرار دیا ہے جب کہ انہیں ہمارے بارے میں صحیح علم نہیں ہے' تو جب انہیں ہمارے بارے میں پوری معلومات حاصل ہوں گی تو اس وقت وہ ہمارے سخت مخالف ہو جائیں گے اور ہمارا یہ سب منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

اگر وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے روادار نہیں ہیں اور جو اطلاع ہمیں ملی ہے وہ غلط ثابت ہو گی تو ہم اس کی اطلاع لے کر واپس آئیں گے۔

سرکردہ حضرات سے ملاقات:

ان لوگوں نے کہا ''تم دونوں جاؤ'' چنانچہ یہ دونوں افراد مدینہ پہنچے اور انہوں نے ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ اور حضرات علی رضی اللہ عنہ' طلحہ اور زبیر سے ملاقاتیں کیں اور کہا ''ہم اس خاندان کی اقتداء کرتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ خلیفہ ہمارے بعض حکام کو معزول کر دے۔ ہم صرف اسی مقصد کے لیے آئے ہیں اور مسلمانوں سے ہم نے اس مقصد کے لیے اجازت حاصل کی ہے''۔

مگر ہر ایک نے (تعاون) سے انکار کیا اور مخالفت کی اور یہ کہا ''ان انڈوں سے چوزے نہیں نکلیں گے''۔ چنانچہ وہ دونوں یہ خبر لے کر واپس آ گئے۔

اپنے امیدواروں سے ملاقات:

اس کے بعد کچھ افراد مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بصرہ کے کچھ افراد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کوفہ کے لوگ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ہر گروہ نے یہ کہا:

''اگر دوسری جماعتیں ہمارے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں (تو بہتر ہے) ورنہ ہم ان کے خلاف تدبیر کریں گے اور ان کی جماعت سے الگ ہو جائیں گے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

چنانچہ اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ احجار الزیت کے پاس ایک لشکر میں تھے ان کے گلے میں تلوار تھی اور سرخ یمنی عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتماع میں بھیجا ہوا تھا چنانچہ حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ احجار الزیت کے قریب تھے۔

لعنتی افراد:

مصریوں نے جا کر انہیں سلام کیا اور اپنی عرض داشت پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے فرمایا ''نیک لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمردہ اور ذوخشب کے لشکر پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تم واپس جاؤ اللہ تمہاری صحبت سے بچائے'' وہ بولے ''اچھا'' اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب دوسری جماعت میں تھے انہوں نے بھی اپنے دونوں فرزندوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ بصرہ کے لوگوں نے انہیں سلام کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ بھی ان پر چیخے اور چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے یہ فرمایا ''مومنوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمردہ' ذوخشب اور اعوص کی فوجوں پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے''۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انکار:

کوفی حضرات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ بھی دوسری جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنے فرزند عبداللہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رکھا تھا۔ انہوں نے بھی سلام کر کے درخواست پیش کی وہ بھی ان پر بہت چلائے اور یہ کہہ کر انہیں نکال دیا ''مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمردہ' ذوخشب اور اعوص کی فوجوں پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے''۔

اچانک محاصرہ:

یہ سب لوگ واپس آ گئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ واپس جا رہے ہیں وہ ذوخشب اور اعوص کے مقامات سے ہٹ گئے اور اپنے لشکری خیموں میں پہنچ گئے جو (مدینہ سے) تین منزل کے فاصلے پر تھے یہ (باغی لوگ) یہ چاہتے تھے کہ اہل مدینہ منتشر ہو جائیں اس

کے بعد یہ لوگ لوٹ کر حملہ کر دیں گے (چنانچہ یہی ہوا) اہل مدینہ انہیں واپس جاتے ہوئے دیکھ کر منتشر ہو گئے اور جب اہل مدینہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو باغی لوگ واپس آ گئے اور مدینہ پہنچ کر اس کے گرد و نواح میں اپنی ناگہانی تکبیروں سے اہل مدینہ کو حیران کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے خیمہ زن ہو گئے انہوں نے کہا "جو ہتھیار نہیں اٹھائے گا وہ پناہ میں ہے"۔

واپس آنے کی وجہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند دنوں تک لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسلمان اپنے گھروں میں (خاموشی کے ساتھ) رہے انہوں نے گفت و شنید کا دروازہ بند نہیں کیا چنانچہ چند افراد جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے ان باغیوں کے پاس آئے اور کہا "تم اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے پھر کیوں لوٹ آئے ہو؟" وہ بولے "ہم نے قاصد کے ہاتھ سے ایک خط پکڑا ہے جس میں ہمیں قتل کرنے کا حکم ہے" حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تو اہل بصرہ نے بھی اس قسم کی بات کی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تو اہل کوفہ نے بھی یہی حال بیان کی بلکہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ سب نے مل کر کہا "ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں گے اور ہم سب مل کر ان کی حفاظت کریں گے"۔

ایک ہی قسم کا جواب:

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی کوئی منصوبہ تیار کر رکھا ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے اہل کوفہ و بصرہ! تمہیں اہل مصر کی اس بات کا کیسے علم ہو گیا جب کہ تم کئی منزلیں طے کر چکے تھے اور پھر ہماری طرف آئے ہو۔ بخدا! یہ منصوبہ مدینہ ہی میں تیار کیا گیا تھا"۔

وہ بولے "آپ لوگ جیسا چاہیں خیال کریں۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ہمیں دھوکا دیتا رہے"۔

گفتگو کی آزادی:

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے اور یہ باغی لوگ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور جو چاہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملتا تھا۔ آپ کی نظر میں یہ لوگ خاک سے بھی کمتر تھے۔ یہ لوگ کسی کو گفتگو سے منع نہیں کرتے تھے۔

امداد کے لیے خطوط:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں امداد کے لیے خطوط بھیجے (جس کا مضمون یہ ہے) "اللہ بزرگ و برتر نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کا پیغام دے کر بھیجا تا کہ وہ (نیکیوں کو) بشارت دیں اور (بروں کو اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں۔ آپ نے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے ہمارے لیے اللہ کی کتاب چھوڑی ہے جس میں حلال و حرام (مذکور) ہیں اور اس میں اس نے اپنے تمام احکام بیان کر دیئے ہیں خواہ بندوں کو وہ پسند آئیں یا ناپسند ہوں۔

امور خلافت کی انجام دہی:

پہلے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے پھر میرے علم و درخواست کے بغیر مجھے مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا پھر میری خواہش

کے بغیر اہل شوریٰ نے سب لوگوں سے مشورہ کر کے مجھے انتخاب کیا۔ میں نے ان کے اندر رہ کر و، کام کیے جنہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا انکار نہیں کر سکتے ہیں میں نے (شریعت کی) پیروی کی اور کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔

ناجائز مطالبات:

جب یہ کام ختم ہو گئے اور شر و فساد پھیلا تو لوگوں کو کینے اور عداوتیں ظاہر ہونے لگیں اور نفسانی خواہشوں نے زور پکڑا تو لوگ ایسی باتوں کا مطالبہ کرنے لگے جن کے برخلاف کسی حیل و حجت کے بغیر اعلان کرتے تھے وہ میری ان باتوں پر نکتہ چینی کرنے لگے جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے میں کئی سالوں تک ان کی باتوں پر صبر کرتا رہا اور ان سے درگزر کرتا رہا حالانکہ میں سب باتیں دیکھتا اور سنتا تھا اس کی وجہ سے ان کی جرأت بڑھتی گئی یہاں تک کہ اب وہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو مقام ہجرت اور حرم نبوی ہے آ کر ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔

جنگ احزاب کا نمونہ:

ان کے ساتھ اعراب اور بدو لوگ اس طرح شامل ہوئے ہیں جس طرح وہ جنگ احزاب میں ہمارے برخلاف شریک ہوئے تھے یا جس طرح احد میں (دشمن) ہمارے برخلاف لڑتے تھے لہٰذا جو ہماری مدد کر سکتا ہو وہ یہاں پہنچ جائے۔

امدادی فوجیں:

جب مختلف شہروں میں یہ خطوط پہنچے تو لوگ (امداد کے لیے) پیچیدہ اور دشوار راستوں پر روانہ ہو گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب ابن مسلمہ فہری کو بھیجا۔ عبداللہ بن سعد نے (مصر سے) معاویہ بن خدیج سکونی کو بھیجا۔

ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمات:

اہل کوفہ میں سے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے کوفہ میں جن لوگوں نے اہل مدینہ کی امداد کے لیے کوششیں کیں ان میں ممتاز صحابہ کرام میں سے مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں: (۱) عقبہ بن عمرو (۲) عبداللہ بن ابی ادنی (۳) حنظلہ بن الربیع تمیمی۔

تابعین کی خدمات:

تابعین میں سے (سرگرم کارکن) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے مندرجہ ذیل حضرات نمایاں تھے (۱) عسروق بن اجدع (۲) اسود بن یزید (۳) شریح بن الحارث (۴) عبداللہ بن حکم۔ یہ لوگ کوفہ میں چلتے پھرتے تھے اور مختلف محفلوں میں شامل ہو کر یہ تقریر کرتے تھے۔

پر جوش تقریر:

''اے لوگو! یہ کلام امروز ہے جو وعدہ فردا پر نہیں چھوڑا جا سکتا آج جس کام پر غور کرنا بہتر ہے کل اس پر غور کرنا بدتر ہو جائے گا جنگ کرنا آج روا ہے جو کل ناروا ہو جائے گی تم (فوراً) اپنے خلیفہ کی امداد کے لیے روانہ ہو جاؤ جو تمہارے امور سلطنت کا محافظ ہے''۔

بصرہ کے اصحاب کی خدمات:

بصرہ میں (امدادی فوج بھیجنے کے لیے) مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نمایاں کوشش کی (۱) عمران بن حصین (۲) انس بن

مالک (۳) ہشام بن عامر۔ یہ حضرات بھی مذکورہ بالا انداز کی تقریں کرتے تھے تابعین میں سے بالخصوص مندرجہ ذیل حضرات دوسرے افراد کے ساتھ امداد کے لیے آمادہ کرتے تھے (۱) کعب بن سور (۲) حرم بن حیان عبدی وغیرہ۔

شام کے کارکن:

شام میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خدمات انجام دیں:

(۱) عبادہ بن الصامت (۲) ابوالدرداء (۳) ابواسامہ۔ تابعین میں سے نمایاں یہ حضرات تھے۔ (۱) شریک بن خباشہ غیری (۲) ابومسلم خولانی (۳) عبدالرحمٰن بن غنم۔ مصر میں خارجہ اور دوسرے حضرات نے کام کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقریر:

مدینہ میں مصری باغیوں کے آنے کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا:

''اے دشمنو! تم اللہ سے ڈرو! بخدا اہل مدینہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے تم لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ اس لیے تم نیکی کے ذریعہ گناہوں کو مٹاؤ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر برائی کو نیکی کے ذریعہ ہی مٹاتا ہے''۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگباری:

انہیں حکیم بن جبلہ نے پکڑ کر بٹھالیا پھر حضرت زید بن حارث کھڑے ہوئے انہیں دوسری طرف سے آ کر محمد بن ابی قتیرہ نے آ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنگامہ بڑھ گیا اور لوگ بھڑک اٹھے اور وہ لوگوں کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی سنگباری کی یہاں تک کہ وہ منبر سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور انہیں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔

تین مدنی حضرات:

یہ مصری باغی اہل مدینہ میں سے صرف تین افراد سے اپنی امداد کی توقع رکھتے تھے کیونکہ ان تینوں سے وہ پہلے سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے وہ تین افراد یہ تھے (۱) محمد بن ابی بکر (۲) محمد بن ابی حذیفہ (۳) عمار بن یاسر۔

باغیوں کے مخالفین:

کچھ حضرات ان باغیوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے جن میں (۱) حضرت سعد بن مالک (۲) حضرت ابوہریرہ (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما شامل تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا کہ وہ جنگ سے باز آ جائیں اس لیے وہ رک گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عیادت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گھر پہنچا دیئے گئے تو حضرات علیؓ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان کی عیادت کے لیے آئے اور اظہار افسوس کیا اور پھر وہ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

مسجد کے قریب ہنگامہ:

سیف کی روایت ہے کہ ابو عمر نے حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت موجود تھے؟'' وہ بولے ''ہاں! میں اس وقت نوعمر بچہ تھا اور مسجد میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جب بہت شور وغل ہوا تو میں اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا یا کھڑا ہو گیا یہ (باغی لوگ) آ کر مسجد نبوی اور اس کے چاروں طرف پھیل گئے اہل مدینہ بھی ان کے پاس آ گئے وہ ان کی حرکتوں پر افسوس کر رہے تھے اس پر انہوں نے اہل مدینہ کو دھمکانا شروع کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد:

جب یہ لوگ دروازے کے قریب شور وغل کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ بھڑکتی ہوئی آگ بجھ گئی۔

آپ کی بے ہوشی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی کا قصد کیا اور منبر پر چڑھ کر اللہ کی حمد وثنا کہی۔ اس کے بعد ایک شخص کھڑے ہوئے جنہیں دوسرے آدمی نے بٹھا دیا اس کے بعد دوسرے شخص کھڑے ہوئے انہیں بھی بٹھا دیا گیا پھر سب لوگ بھڑک اٹھے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگ باری کی یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر انہیں اٹھا کر گھر پہنچا دیا گیا۔

امامت ممنوع:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس دن تک نماز پڑھائی پھر انہوں (باغیوں) نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب باغی مسجد نبوی میں آ کر ٹھہرے تھے اس وقت سے لے کر تیس دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر انہوں نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔

باغیوں کی امامت:

اس کے بعد باغیوں کے سرغنہ غافقی نے نماز پڑھائی جس کے تمام مصری، کوفی اور بصری باغی مطیع ہو گئے تھے مگر اہل مدینہ اپنے گھروں کی چار دیواریوں میں محصور ہو گئے تھے وہ گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ ان میں سے کوئی تلوار کے بغیر نہیں بیٹھتا تھا کہ ان باغیوں کے ظلم وستم سے اپنے آپ کی حفاظت کر سکے۔

قتل وغارت:

یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا اور اس اثناء میں قتل وغارت بھی ہوا جو کوئی ان سے مزاحمت کرتا تھا وہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھاتے تھے۔ اس سے پہلے تیس دن تک انہوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے۔

بلوائیوں کی ملاقات:

سیف کے علاوہ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا اور محاصرہ کا سبب ابو سعید مولی ابو اسید انصاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ اہل مصر کا وفد آیا ہوا ہے اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں مقیم تھے جب ان لوگوں نے یہ سنا کہ آپ وہاں مقیم ہیں تو وہ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ موجود تھے آپ بھی یہ چاہتے تھے

کہ وہ مدینہ میں آپ سے ملاقات نہ کریں۔

سورۂ یونس کی آیت:

جب وہ آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ''آپ قرآن کریم منگوائیں'' آپ نے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا پھر انہوں نے کہا آپ ساتویں سورت نکلوایئے'' یہ لوگ سورۂ یونس کو ساتویں سورت کہتے تھے۔ آپ نے یہ سورت پڑھی آخر آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿ قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ ﴾ (پارہ ۱۱ سورۂ یونس)

''(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجیے! اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا ہے کیا وہ تم نے دیکھا ہے؟ تم نے اس میں سے کچھ کو حلال قرار دیا ہے اور کچھ کو حرام۔ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ کے برخلاف الزام لگا رہے ہو''۔

محفوظ چراگاہوں پر اعتراض:

اس پر انہوں نے کہا: ''آپ ٹھہر جایئے آپ یہ بیان کریں کہ آپ نے یہ چراگاہیں محفوظ کر لی ہیں اس کی آپ کو اللہ نے اجازت دی ہے یا آپ اللہ کے برخلاف الزام لگا رہے ہیں؟''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

آپ نے فرمایا تم اس بات کو چھوڑو آیت ایسے موقع پر نازل نہیں ہوئی ہے جہاں تک محفوظ چراگاہوں کا تعلق ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پہلے صدقات کے اونٹوں کے لیے چراگاہیں محفوظ کیں جب میں خلیفہ مقرر ہوا تو صدقات کے اونٹوں میں اضافہ ہو گیا۔ تو میں نے بھی محفوظ چراگاہوں میں اضافہ کیا۔ کیونکہ صدقات کے اونٹ بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

شرائط کی پابندی:

انہوں نے پھر اس آیت کی بنا پر اعتراض کیا آپ نے فرمایا ''یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی''۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری باتوں پر اعتراض کیا جن سے آپ گریز نہیں کر سکے تو آپ نے فرمایا ''میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں'' اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''تم کیا چاہتے ہو؟ اس پر انہوں نے آپ سے عہد و پیمان لیے اور کوئی شرط بھی لکھوائی آپ نے ان کے ساتھ یہ معاہدہ کیا۔ کہ وہ نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور جماعت سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ان کی شرائط کی پابندی کرتے رہیں گے''۔

عطیات اہل مدینہ کی بندش:

آپ نے پھر پوچھا ''تم مزید کیا چاہتے ہو؟'' وہ بولے: ''ہم یہ چاہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے عطیات نہ دیے جائیں کیونکہ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جو جنہوں نے جہاد کیا ہو یا ان بوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے آخر کار وہ اس پر رضا مند ہو گئے اور آپ کے ساتھ خوش و خرم مدینہ آئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

یہاں پہنچ کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: میں نے روئے زمین پر اس وفد سے بہتر اپنے مقاصد کے لیے کوئی وفد نہیں دیکھا۔ جو میرے پاس آیا ہوا ہے تاہم مجھے اس وفد کے بارے میں اہل مصر سے اندیشہ ہے۔

عطیات کے بارے میں حکم:

دیکھو جس کے پاس کھیت ہو تو وہ اپنے کھیت میں کام کرے اور جس کے پاس دودھ دینے والے مویشی ہوں تو وہ ان سے فائدہ اٹھائے تم آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے جہاد کیا ہو یا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔

اس پر لوگ (اہل مدینہ) ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ''یہ بنوامیہ کا مکروفریب ہے''۔

قاصد کی گرفتاری:

بہر حال مصری وفد رضامند ہو کر لوٹا ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو کبھی ان کے سامنے آتا تھا اور کبھی الگ ہو جاتا تھا پھر لوٹ کر آتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔

سربمہر خط:

انہوں نے اس سوار سے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا تم کسی اہم کام پر جا رہے ہو؟ اس نے کہا: ''میں امیر المومنین کا قاصد ہوں اور مصر کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں ان لوگوں نے اس کی تلاشی لی۔ تو انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سربمہر خط ملا جو انہوں نے اپنے حاکم مصر کو لکھا تھا اس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو سولی پر لٹکا دے یا انہیں قتل کر دے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں یہ دیکھ کر وہ مدینہ واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت:

''کیا آپ نے دشمن خدا کو دیکھا ہے کہ اس نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں اللہ نے اب اس کا خون حلال کر دیا ہے آپ ہمارے ساتھ ان کے پاس چلیں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا'' اس پر انہوں نے کہا پھر آپ ہماری طرف خطوط کیوں لکھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

خط لکھنے سے انکار:

''بخدا! میں نے تمہیں کوئی خط نہیں لکھا اس جواب پر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا تم اس شخص کے لیے جنگ کر رہے ہو یا اس کے لیے غضب ناک ہو رہے ہو؟'' بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر مدینہ سے باہر کسی گاؤں میں چلے گئے۔

پھر یہ لوگ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

''کیا آپ نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں؟''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جعلی خط:

تم میرے برخلاف دو مسلمانوں کی شہادتیں لاؤ یا مجھ سے حلف اٹھواؤ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ میں نے لکھوایا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے تمہیں معلوم ہے کہ کبھی کسی کی طرف سے (جعلی) خط بھی لکھا جاتا ہے اور مہر بھی لگا دی جاتی ہے۔

اس پر بھی وہ یہی کہتے رہے ''بخدا! اللہ نے اب تمہارا خون حلال کر دیا ہے کیونکہ آپ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے''۔ اس کے بعد انہوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

ناشائستہ روایات:

طبری کہتے ہیں ''واقدی نے مصری باغیوں کی آمد کے بارے میں بہت سی باتیں تحریر کی ہیں ان میں سے کچھ باتوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے اور کچھ روایات ایسی ہیں جن کو بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی:

ایسی ایک روایت ابوعون مولی مسور نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج سے معزول کر کے نماز پڑھانے پر مقرر کر رکھا تھا۔ اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو خراج کا حاکم بنا دیا۔ پھر دونوں چیزوں پر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اعتراضات:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے لگے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تنہائی میں بلوا کر پوچھا: ''اے ابن النابغہ (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) تم کتنی جلد اپنے جلے پھپھولے پھوڑنے لگے ہو۔ تم مجھ پر طعن و تشنیع کرنے لگے ہو تم مختلف صورتیں بدلتے رہتے ہو بخدا اگر تمہارے اندر بغض و کینہ نہ ہوتا تو تم ایسی باتیں نہ کرتے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مطالعہ:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''عوام جو باتیں کرتے ہیں اور جنہیں وہ اپنے حکام کے پاس پہنچاتے ہیں ان میں سے اکثر جھوٹ ہوتی ہیں اس لیے اے امیر المومنین! آپ اپنی رعایا (کے حقوق) کے بارے میں اللہ سے ڈریے۔

دور فاروقی کے حاکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! میں نے تمہاری کمزوریوں اور شکایات کی کثرت کے باوجود تمہیں حاکم مقرر کیا'' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی حاکم تھا وہ آخر دم تک مجھ سے خوش رہے''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نرمی کا نتیجہ:

''اگر میں بھی اس طرح باز پرس کرتا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ تم سے باز پرس کیا کرتے تھے۔ تو تم سیدھے رہتے مگر میں نے تمہارے ساتھ نرمی اختیار کی تو تم مجھ پر گستاخ ہو گئے بخدا میں دور جاہلیت میں بھی تم سے معزز تھا اور خلیفہ بننے

سے پہلے بھی میری بہت عزت تھے''۔

دور جاہلیت کا تذکرہ:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ ان باتوں کو چھوڑیے خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ عزت بخشی اور ان کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی ورنہ میں عاصی بن وائل کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اور آپ کے والد عفان کو بھی دیکھا تھا بخدا عاصی آپ کے والد سے زیادہ شریف تھے'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے: ''ہمیں دور جاہلیت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے تھے'' اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مروان آئے اور کہنے لگے:

مروان کی ملامت:

''اے امیر المومنین! اب آپ اس مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آپ کے والد کا ذکر کرتا ہے؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا''۔ جانے بھی دو جو کوئی دوسرے لوگوں کے باپ دادا کا تذکرہ کرتا ہے تو دوسرے بھی اس کے باپ دادا کا تذکرہ کریں گے''۔

مخالفانہ پروپیگنڈہ:

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت عداوت رکھنے لگے تھے کبھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتے تھے اور کبھی حضرات زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ کبھی وہ حاجیوں کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نئی نئی باتوں کی خبریں سناتے تھے۔

فلسطین میں قیام:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پہلا محاصرہ ہوا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے اور وہاں السبع کے مقام پر اپنے قصر عجلان میں مقیم ہو گئے۔ وہ کہتے تھے:

''ابن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں عجیب وغریب خبریں ہمیں جلد موصول ہوں گی''۔

شہادت کی خبر:

ایک دن وہ اپنے محل میں اپنے دونوں فرزندوں محمد' عبداللہ اور سلامت بن اوج جذامی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں وہاں سے ایک سوار گزرا۔ عمرو ابن العاص نے اس سے پکار کر پوچھا''۔ کہاں سے آ رہے ہو؟'' وہ بولا مدینہ سے۔ آپ نے پوچھا اس شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) کا کیا حال ہے؟ وہ سوار بولا''۔ میں نے انہیں شدید محاصرہ میں چھوڑا تھا''۔ ابھی وہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ دوسرا سوار گزرا انہوں نے اس سے پکار کر پوچھا اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا کیا رہا''۔ وہ بولا'' وہ شہید ہو گئے''۔ اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

مخالفت کا اقرار:

''جب میں کسی زخم کو چھیڑتا ہوں تو اسے پھوڑ دیتا ہوں۔ میں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہا یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کی

چوٹی پر بکریوں کو چرانے والے چرواہے کو بھی ان کے خلاف بھڑکایا''۔

مخالفت کی وجہ:

اس پر سلادہ بن روح جذامی نے کہا ''اے قریش کے لوگو! تمہارے اور عرب کی دوسری قوموں کے درمیان ایک مضبوط دروازہ قائم تھا جسے تم نے توڑ دیا تم نے ایسا کیوں کیا؟'' ہم یہ چاہتے ہیں کہ باطل کے پنجے سے حق کو چھڑا لیا جائے اور لوگوں کو حق حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم ہوں''۔

بیوی کی طلاق:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سوتیلی بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے ہوا تھا مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا تو انہوں نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

مصر کے مخالفین:

عبداللہ بن محمد کی روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر واپس آ گئے مگر محمد بن ابی حذیفہ مصر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے تھے۔ محمد بن ابی بکر واپس آ گئے مگر محمد بن ابی حذیفہ مصر میں مقیم ہو گئے۔

مصریوں کی روانگی:

جب مصر کے باغی افراد روانہ ہوئے تھے تو عبدالرحمٰن بن اویس بلوی پانچ سو افراد کو لے کر نکلے انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں یہ لوگ ماہ رجب میں روانہ ہوئے تھے۔

اصل مقصد:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ایک قاصد بھیجا جو گیارہ دن تک چلتا رہا تا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دے کہ ابن عدیس اور ان کے ساتھی آپ کے پاس آ رہے ہیں اور محمد بن ابی حذیفہ نے ان کو عجرود تک جا کے رخصت کیا اور پھر وہ واپس آ گیا محمد نے بظاہر یہ کہا کہ یہ لوگ عمار کے پاس جا رہے ہیں مگر پوشیدہ طور پر اس نے یہ بتایا کہ یہ لوگ اپنے خلیفہ (امام) کے پاس جا رہے ہیں اگر وہ دست بردار ہو گئے تو بہتر ہے ورنہ انہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

یہ لوگ منزل بمنزل چلتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ذوخشب کے مقام پر اترے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا قاصد پہنچا تھا تو ان لوگوں کے آنے سے پیشتر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا۔

فساد کی پیشین گوئی:

''مصر کے یہ لوگ عمرہ کرنے کے رادہ سے آ رہے ہیں مگر بخدا ان کا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے اور وہ فتنہ برپا کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں انہیں میری عمر بہت طویل معلوم ہو رہی ہے بخدا جب میں ان سے رخصت ہو جاؤں گا تو وہ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش کہ میری عمر ایک دن کے بدلے میں ایک سال کی ہوتی کیونکہ اس کے بعد وہ دیکھیں گے کہ خونریزی ہو رہی ہے کینہ وار عداوت کا دور دورہ ہے اور حکام کو تبدیل کیا جا رہا ہے''۔

قتل کا ارادہ:

جب یہ لوگ ذوخشب کے مقام پر پہنچے تو یہ خبر موصول ہوئی کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (خلافت سے) دست بردار نہ ہوئے تو وہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بلوائیوں کا قاصد:

ان لوگوں کا قاصد حضرت علی' حضرت طلحہ اور عمار بن یاسر کے پاس رات کے وقت آیا محمد بن ابی حذیفہ نے بھی ان کے ساتھ حضرت علی کو ایک خط بھیجا تھا چنانچہ وہ خط لے کر حضرت علی کے پاس آئے اور اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ ظاہر نہیں ہو سکا۔

واپس بھجوانے کی کوشش:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور جب وہ ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے یہ فرمایا:۔

''اے میرے چچا زاد بھائی! تم میرے قریبی رشتہ دار ہو اس لیے میرا تم پر بڑا حق ہے تم ان لوگوں کا حال دیکھ رہے ہو وہ کل صبح میرے پاس پہنچنے والے ہیں مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کا بڑا عزت واحترام کرتے ہیں! اور وہ آپ کی بات سنتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس سوار ہو کر جائیں اور انہیں واپس بھیج دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں اس طرح ان کی جرأت بڑھ جائے گی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔''میں کس بنیاد پر انہیں واپس بھجواؤں؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اس بنیاد پر کہ میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا اور آپ کی رائے کے مطابق چلوں گا۔حضرت علی نے فرمایا میں بار بار آپ کو مشورہ دیتا رہا ہوں اور ہر موقع پر ہماری گفت وشنید ہوتی ہے۔مگر ہر موقع پر آپ مروان بن الحکم اور سعید بن العاص' ابن عامر اور امیر معاویہ کے مشوروں پر عمل کرتے رہے اور میرے مشورہ کی مخالفت کرتے رہے۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔''اب میں آپ کی بات مانوں گا اور ان کی بات نہیں تسلیم کروں گا''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا وفد:

اس پر آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار میں سے کچھ لوگ ان کے سوار ہو کر چلیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر کو بھی کہلا بھیجا کہ وہ بھی حضرت علی کے ساتھ سوار ہو کر جائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عمار بن یاسر سے کہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سوار ہو کر جائیں چنانچہ حضرت سعد حضرت عمار کے پاس گئے اور یہ فرمایا:۔

حضرت سعد وعمار رضی اللہ عنہما:

''اے ابوالیقظان! آپ ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جا رہے ہیں یہ دیکھو حضرت علی ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں اور ان لوگوں کو اپنے خلیفہ کے پاس سے لوٹا دیں کیونکہ میرے خیال میں آپ کا سوار ہو کر

وہاں جانا آپ کے لیے بہتر ہوگا''۔

خلیفہ کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مددگار ملازم کثیر بن الصلت کندی کو بھی یہ کہلا بھیجا''۔

''تم حضرت سعد کے پیچھے جاؤ اور جو بات سعد عمار سے کریں اور عمار اس کا جواب دیں۔تم انہیں سنو اور پھر بہت جلد میرے پاس آ کر بتاؤ''۔

کثیر کی مخبری:

چنانچہ کثیر بن الصلت روانہ ہو گئے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عمار کے پاس تنہائی میں پایا اس لیے وہ دروازہ کے سوراخ سے جھانکنے لگے اس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک چھری تھی انہوں نے جانے بوجھے بغیر اس چھری کو اس سوراخ میں گھسا دیا جہاں کثیر آنکھ لگائے ہوئے تھے اس پر کثیر نے اس سوراخ میں سے اپنی آنکھ نکال لی۔اور نقاب ڈال کر بھاگ گئے یہ دیکھ کر عمار نکلے اور وہ ان کے نشانوں سے پہچان گئے اس لیے وہ پکار کر کہنے لگے۔''اے کمترین بن کمترین! کیا تم میرے گھر میں جھانک رہے ہو اور میری گفتگو سن رہے ہو؟ بخدا اگر مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص تم ہو تو میں اس چھری سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر یہ بات جائز قرار دی ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا انکار:

پھر حضرت عمار' حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر طریقہ سے ٹال مٹول کرتے رہے۔آخر کار حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔''بخدا میں انہیں ہرگز نہیں لوٹاؤں گا''اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے اور جو کچھ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اس سے انہیں مطلع کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے خیر خواہی اور خلوص کے ساتھ یہ کام انجام نہیں دیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے ان کو بہت آمادہ کیا تھا آخر کار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو تسلیم کر لیا۔

اہل مصر کی واپسی:

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مصر کے پاس سوار ہو کر گئے۔اور انہیں واپس بھیج دیا۔

مہاجر شرکاء کے وفد:

محمد بن لبید کی روایت ہے کہ جب وہ (باغی) ذوخشب کے مقام پر اترے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت دی کہ وہ جا کر انہیں واپس بھیجوا دیں۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور ان کے ساتھ مہاجرین میں سے یہ حضرات بھی سوار ہوئے۔ ۱۔سعید بن زید ۲۔ابوجہم عدوی ۳۔جبیر بن مطعم ۴۔حکیم بن حزام ۵۔مروان بن الحکم ۶۔سعید بن العاص ۷۔عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہم۔

انصار کا وفد:

انصار میں سے یہ حضرات شریک ہوئے:

۱۔ ابواسید ساعدی ۲۔ابوحمید ساعدی ۳۔زید بن ثابت ۴۔حسان بن ثابت ۵۔کعب بن مالک رضی اللہ عنہم۔ان کے ساتھ عرب

کے دیگر قبائل میں سے نیاز بن مکرز روغیرہ تمیں حضرات تھے ان لوگوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی گفتگو کی تھی۔ آخر کاران دونوں حضرات کی گفتگو سن کر وہ (مصری باغی) لوٹ گئے۔

محمد بن مسلمہ کی گفتگو:

محمد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں: ''ہم نے ذوخشب کے مقام کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ یہ لوگ مصر جانے کے لیے سوار نہیں ہوئے۔ یہ لوگ مجھے سلام کرتے ہیں۔ اس موقع پر مجھے عبدالرحمٰن بن عدیس کا یہ قول فراموش نہیں ہوا ہے جب کہ اس نے یہ کہا:

''اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ ہمیں کوئی نصیحت کریں گے؟''۔ میں نے کہا:

اہل مصر کو نصیحت:

''آپ اللہ سے ڈریں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور آپ کے آگے جو آئیں انہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمارے خلیفہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایسے کام نہیں کریں گے''۔ ابن عدیس نے کہا ''ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا'' اس کے بعد یہ لوگ بھی مدینہ واپس آ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واپسی:

جب حضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ واپس آ گئے ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا ''تم جان لو کہ میں تمہیں بارہا سمجھا چکا ہوں'' یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلے گئے۔

مروان کا مشورہ:

اس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش رہے دوسرے دن مروان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''آپ تقریر کریں اور لوگوں کو مطلع کریں کہ اہل مصر چلے گئے تھے کیونکہ انہیں اپنے خلیفہ کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی۔ وہ جھوٹ تھی۔ آپ کا خطبہ دور دراز کے ملکوں میں پہنچ جائے گا۔ اس سے پہلے کہ لوگ اپنے شہروں سے آپ کے پاس آئیں اور اس وقت اسی قدر لوگ آ جائیں گے۔ جنہیں آپ لوٹا نہیں سکیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکل کر (تقریر کرنے) سے انکار کیا وہ مروان اصرار کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکل آئے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ کی حمد وثنا کی پھر آپ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اعلان:

''مصر کے ان لوگوں تک اپنے خلیفہ کے بارے میں کچھ باتیں پہنچی تھیں جب انہیں یقین ہو گیا کہ جو اطلاع انہیں ملی تھی۔ وہ جھوٹ ہے تو وہ اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک گوشے سے پکار کر کہا ''اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ اللہ سے ڈریں اور توبہ کریں ہم بھی آپ کے ساتھ توبہ کریں گے اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''تم ابھی تک جلے پھپھولے پھوڑ رہے ہو؟ بخدا! تم اپنے کام سے معزول ہونے کے بعد سے یہی حرکتیں کر رہے ہو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ:

دوسرے گوشے سے بھی یہی آواز آئی ''آپ اللہ سے توبہ کریں اور توبہ کا اظہار بھی کریں تا کہ لوگ (آپ کی مخالفت سے) باز آئیں'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اور قبلہ رو ہو کر فرمایا: ''اے اللہ میں توبہ کرنے والوں میں سے پہلا شخص ہوں جو تیرے سامنے توبہ کرتا ہے''۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔

فلسطین میں قیام:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہو گئے اور فلسطین میں اپنے گھر میں رہنے لگے وہ کہا کرتے تھے ''بخدا جب میں کسی چرواہے سے بھی ملاقات کرتا تھا تو اسے بھی ان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے برخلاف بھڑکاتا تھا''۔

اعلانیہ اظہار کا مشورہ:

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ جب اہل مصر واپس چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: ''آپ ایسی تقریر کریں جسے لوگ سن کر آپ کے حق میں شہادت دے سکیں اور اللہ پر بھی ظاہر ہو کہ آپ کے دل میں توبہ استغفار کی کہاں تک گنجائش ہے۔ چونکہ ملک میں آپ کی مخالفت پھیل چکی ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کوفہ سے کوئی قافلہ آئے اس وقت تم پھر آ کر کہو گے ''اے علیؓ! تم ان کے پاس سوار ہو کر جاؤ'' ایسے موقع پر میں وہاں نہیں جاؤں گا اور نہ کوئی عذر سنوں گا کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بصرہ سے بھی کوئی قافلہ آئے اس وقت پھر تم آ کر کہو گے ''اے علی رضی اللہ عنہ! تم ان کے پاس بھی سوار ہو کر جاؤ'' اگر میں اس پر عمل نہیں کروں گا تو تم یہ خیال کرو گے کہ میں نے تمہارے ساتھ صلہ رحمی نہیں کی۔ اور تمہاری حق تلفی کی ہے'' اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے وہ خطبہ دیا جس میں انہوں نے معافی مانگی تھی اور لوگوں کے سامنے توبہ کا اظہار کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

آپ نے حمد و ثنا کے بعد یہ فرمایا: ''اے لوگو! بخدا تم میں سے جس کسی نے نکتہ چینی کی ہے اس سے میں ناواقف ہوں۔ بلکہ جو کام میں نے کیے ہیں ان سے میں واقف ہوں تاہم میرے نفس نے ورغلایا اور دھوکا دیا تھا جس کی وجہ سے میری عقل جاتی رہی تھی بہرحال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

توبہ و استغفار:

> ''جو لغزش کرے وہ توبہ کرے اور جو غلطی کرے وہ بھی توبہ کرے اور ہلاکت میں بڑھتا نہ جائے کیونکہ جو ظلم و ستم میں اضافہ کرے گا وہ راہِ راست سے دور ہوتا جائے گا''۔ اس لیے میں سب سے پہلے نصیحت قبول کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے کاموں کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں''۔

معزز افراد کو دعوت:

اب میرے جیسے شخص نے معافی مانگی ہے اور توبہ کی ہے اس لیے تمہارے معزز حضرات میرے پاس آئیں اور اپنی رائے ظاہر کریں۔ بخدا! اگر حق مجھے غلام بنا دے تو میں غلام کے طریقے پر چلوں گا۔ اور اس غلام کی طرح عاجزی اختیار کروں گا جو غلامی کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ اور آزاد ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے نکل کر کہیں ٹھکانا نہیں ہے پھر اسی کی طرف

لوٹ کر آتا ہے۔ اس لیے تمہارے نیک افراد کو میرے پاس آنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے اگر میرا دایاں ہاتھ انکار کرے گا تو بایاں ہاتھ ضرور میری پیروی کرے گا''۔

رقت آمیز تقریر:

اس تقریر سے اس دن لوگوں پر بہت رقت طاری ہوئی اور بہت سے لوگ رونے لگے۔ اس وقت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! جو آپ کے ساتھ نہیں ہے آپ سے وہ نہیں ملے گا آپ خود اپنے بارے میں اللہ کا خوف کریں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تکمیل کریں''۔

مروان کی مداخلت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو انہوں نے اپنے گھر میں مروان سعید بن العاص اور بنو امیہ کے چند افراد کو پایا۔ یہ لوگ اس خطبہ کے موقع پر موجود نہ تھے۔ جب آپ بیٹھ گئے تو مروان نے کہا ''اے امیر المومنین! کیا میں کچھ عرض کروں' یا خاموش رہوں؟''۔

حضرت نائلہ کی مخالفت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرافصہ نے کہا ''آپ خاموش رہیے کیونکہ یہ لوگ بخدا! انہیں قتل کریں گے انہوں نے ایسی گفتگو کی ہے جس پر انہیں پابند رہنا چاہیے''۔

باہم سخت کلامی:

مروان ان کی زوجہ محترمہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تمہارا اس بات سے کیا تعلق ہے؟ بخدا تمہارا باپ جو فوت ہوا تھا تو اسے اس وقت اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ وہ بولیں ''اے مروان! تم باپ دادا کا ذکر نہ چھیڑو! تم میرے باپ کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دروغ گوئی سے کام لیتے ہو اور تمہارا باپ بھی تمہاری مدافعت نہیں کر سکتا ہے اگر وہ (حکم) ان کے چچا نہ ہوتے اور اس بات سے انہیں صدمہ نہ پہنچتا تو میں ان کے بارے میں صحیح اور سچی باتیں بیان کرتی''۔ مروان نے ان سے کنارا کشی کرتے ہوئے کہا:

مروان کا غلط مشورہ:

''اے امیر المومنین! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''کہیے'' مروان نے کہا ''میرے والدین آپ پر قربان ہوں بخدا! میں یہ چاہتا تھا کہ آپ یہ گفتگو اس وقت کرتے جب آپ بالکل محفوظ اور طاقت ور تھے اس وقت میں سب سے پہلے اس بات سے خوش ہوتا اور اس بات پر تعاون کرتا مگر آپ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور سیلاب کا بند ٹوٹ چکا ہے اور جب کہ ذلیل افراد ذلیل طریقوں پر اتر آئے ہیں خدا کی قسم! اس موقع پر کسی غلطی پر قائم رہنا جس کی (آگے چل کر) آپ اللہ سے معافی مانگیں۔ اس توبہ سے بہتر ہے جس کا آپ اندیشہ ظاہر کر رہے ہیں اور اگر آپ چاہتے تو آپ توبہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرتے مگر غلطی کا اظہار کر کے تقرب نہ حاصل کرتے۔

لوگوں کا اجتماع:

اب آپ کے دروازے پر پہاڑوں کی طرح لوگ جمع ہو گئے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم جا کر ان سے گفتگو کرو۔ کیونکہ مجھے ان سے گفتگو کرتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے''۔ اس پر مروان دروازے سے باہر نکلے جب کہ لوگ ایک دوسرے (پر ہجوم کی وجہ سے) سوار تھے۔

مجمع کا اخراج:

مروان نے کہا کیا بات ہے تم لوگ اس طرح اکٹھے ہوئے ہو کہ جیسے تم لوٹ مار کے لیے آئے ہو کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمارے ہاتھوں سے ہماری سلطنت چھین لو؟ یہاں سے نکل جاؤ۔ بخدا اگر تم نے ہمارا قصد کیا تو ہم تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں پسند نہیں آئے گا اور اس کا انجام برا ہو گا تم اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ کیونکہ بخدا ہم لوگ مغلوب اور عاجز نہیں ہیں''۔

یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے اور کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں یہ باتیں بتائیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس غضب ناک حالت میں آئے ہیں۔ اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غیظ وغضب:

''کیا آپ مروان سے مطمئن ہیں؟ وہ آپ کی عقل اور دین کو خراب کر کے چھوڑے گا۔ اس کے سامنے آپ ایک سواری کے اونٹ کی طرح ہیں۔ وہ جس طرف چاہتا ہے آپ کو ہنکاتا ہے بخدا مروان عقل منداور دیندار نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو (ہلاکت کی طرف) لے جائیں گا۔ جہاں سے آپ نکل نہیں سکیں گے اب میں اس کے بعد آپ کو مشورہ دینے کے لیے کبھی نہیں آؤں گا۔ کیونکہ آپ مغلوب اور لاچار ہو گئے ہیں''۔

حضرت نائلہ کا مشورہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرافصہ آ کر پوچھنے لگیں ''کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟'' آپ نے فرمایا: کہو' وہ بولیں ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ سے گفتگو سنی ہے کہ اب وہ آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے آپ مروان کا مشورہ مانتے ہیں وہ جس طرف چاہے آپ کو لے جاتا ہے'' آپ نے فرمایا ''پھر میں کیا کروں؟'' وہ بولیں ''آپ اللہ سے ڈریں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے نیز آپ اپنے دونوں پیشترو (خلفاء) کے طریقے پر چلیں۔ کیونکہ اگر آپ مروان کا کہنا مانیں گے تو وہ آپ کو مار ڈالے گا۔ کیونکہ عوام میں مروان کی کوئی قدر ومنزلت اور حقیقت نہیں ہے بلکہ عوام نے مروان کی وجہ سے آپ کو چھوڑ رکھا ہے لہٰذا آپ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجیں اور ان سے صلح کر لیں کیونکہ آپ کی ان سے رشتہ داری بھی ہے اور لوگ ان کی بات بھی مانتے ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار:

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''میں نے انہیں مطلع کر دیا تھا کہ اب نہیں آؤں گا'' مروان کو معلوم ہوا کہ حضرت نائلہ نے اس کے بارے میں کوئی اعتراض کیا ہے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا ''کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''کہو'' وہ بولا

''بنت الفرافصہ (نائلہ) اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا ''تم ان کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالو ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا کیونکہ وہ تم سے زیادہ میری مخلص ہے'' اس پر مروان کچھ نہیں بول سکا۔

رقت آمیز خطبہ:

عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث نے مروان بن الحکم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''اللہ مروان کے ساتھ برا سلوک کرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سامنے گئے تو انہوں نے رضامند کر لیا۔ وہ منبر پر اس قدر روئے کہ لوگوں کو بھی رلا دیا میں نے خود دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور وہ یہ فرما رہے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ ﴾

''اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں''۔

آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے پھر آپ نے فرمایا:

عاجزانہ درخواست:

خدا کی قسم! اگر حق مجھے اس حالت میں لوٹا دے کہ میں غلام بن جاؤں تو میں اس پر بھی رضامند رہوں گا۔ جب میں اپنے گھر جاؤں تو تم لوگ میرے پاس آؤ بخدا میں تم سے روپوش نہیں رہوں گا بلکہ تمہیں رضامند کروں گا۔ بلکہ تمہاری رضامندی سے زیادہ کام کروں گا اور مروان اور اس سے متعلقہ افراد کو الگ کر دوں گا۔

رائے میں تبدیلی:

مگر جب وہ گھر گئے اور گھر کا دروازہ کھول کر وہ گھر میں داخل ہوئے تو مروان ان کے پاس آ گیا اور انہیں اونچ نیچ سمجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے انہیں اپنے ارادے سے باز رکھا اور ان کی رائے تبدیل کرا لی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرمندگی کی وجہ سے گھر میں رہے اور واپس نہیں آئے۔

مروان کا غلط:

(ان کے بجائے) مروان لوگوں کے پاس گیا اور کہا ''تم لوگ اپنے گھر چلے جاؤ اگر امیر المومنین کو کسی سے کوئی کام ہو گا تو اسے بلا لیا جائے گا۔ ورنہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استفسار:

عبدالرحمٰن بن اسود (جو راوی ہیں) بیان کرتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ مزار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں یہ کہہ رہے تھے مروان نے لوگوں سے ایسی ایسی باتیں کہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے کیا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے موقع پر موجود تھے' میں نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم اس وقت بھی موجود تھے جب مروان نے لوگوں سے گفتگو کی تھی' میں نے کہا ہاں!۔

مروان کے زیر اثر:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا کی پناہ! اگر میں گھر میں بیٹھا رہتا ہوں تو وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) یہ کہتے ہیں آپ نے

مجھے چھوڑ دیا ہے اور رشتہ داری کا خیال نہیں کیا ہے اگر کچھ بولتا ہوں اور وہ کچھ کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو مروان انہیں آلہ کار بنا کر جیسا چاہتا ہے ان سے کام کراتا ہے حالانکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں''۔

صاف انکار:

اس عرصہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد ان کا یہ پیغام لے کر آیا ''آپ میرے پاس آئیں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غیظ و غضب کی حالت میں نہایت اونچی آواز میں جواب دیا:

''میں اب کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا''۔

قاصد یہ جواب سن کر واپس چلا گیا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افسردگی:

عبدالرحمٰن کہتے ہیں اس واقعہ کے دو دن بعد میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو میں نے انہیں افسردہ حالت میں دیکھا میں نے ان کے غلام ناتل سے پوچھا ''امیرالمومنین! کہاں سے آئے ہیں؟'' وہ بولا ''وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے'' لہٰذا میں صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کے پاس بیٹھا رہا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

''کل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے اور وہ کہتے تھے میں دوبارہ یہ کام نہیں کروں گا اور (تمہارے مشورہ پر) عمل کروں گا''۔ میں نے کہا ''آپ نے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کی تھی اور اپنی طرف سے وعدہ کر لیا تھا پھر جب آپ اپنے گھر چلے گئے تو مروان نے آپ ہی کے دروازے پر نکل کر لوگوں کو گالیاں دیں اور انہیں تکلیف پہنچائی اس پر وہ یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے:

''تم نے رشتہ داری ختم کر دی ہے اور مجھے ذلیل و رسوا کر کے لوگوں کو میرے خلاف دلیر بنا دیا ہے''۔

مروان کی بات پر عمل:

میں نے کہا: ''میں لوگوں کو آپ کی مخالفت سے روکتا ہوں مگر میں جب آپ کے پاس آتا ہوں اور آپ کسی بات پر رضامند ہو جاتے ہیں تو میرے برخلاف مروان کی بات سن کر اس پر عمل کرتے ہیں''۔

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔ بعد ازاں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے الگ تھلگ ہی دیکھا اور ان کے کاموں میں کوئی دخل نہیں دیتے تھے۔

خطبہ میں ہنگامہ:

اسمٰعیل بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہے اتنے میں ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا ''آپ کتاب اللہ (کے احکام پر) عمل کرائیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' تو وہ بیٹھ گیا۔ اس طرح دو تین مرتبہ کھڑا ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے تین دفعہ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس قدر کنکر اور پتھر پھینکے کہ آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر سے گر پڑے اور انہیں اٹھا کر لوگ گھر لے گئے اور وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔

آیت کی تلاوت:

اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک دربان قرآن کریم کا نسخہ لے کر نکلا اور وہ بہ آواز بلند یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ﴾

''حقیقت میں جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور مختلف فرقے بن گئے (اے پیغمبرؐ) تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملامت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں بے ہوش تھے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہاں گئے اس وقت ان کے چاروں طرف بنوامیہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اے امیر المومنین! آپ کا کیا حال ہے؟''۔ اس وقت بنوامیہ کے تمام افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بیک آواز یہ کہنے لگے:

''اے علی رضی اللہ عنہ! تم نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ تمہیں نے امیر المومنین کے ساتھ یہ سلوک کرایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا زمانہ بھی تم پر بہت تلخ گزرے گا''۔

اس پر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ (اور چلے گئے)

باب ۲۱

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت

ابوجعفر طبری فرماتے ہیں ''قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے جن اسباب کو قتل کا ذریعہ بنایا تھا ہم نے ان میں سے بعض کا تذکرہ کر دیا ہے اور اکثر روایات ہم نے نظرانداز کر دی ہیں (کیونکہ وہ قابل اعتماد نہ تھیں)۔

اب ہم یہ بیان کریں گے کہ آپ کو کیسے شہید کیا گیا اور اس کا آغاز کیسے ہوا اور شہادت سے پہلے کس نے اس کی جرأت دلائی اور کس نے اس کام کا آغاز کیا۔

حکم کی مخالفت:

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ صدقات کے کچھ اونٹ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' آپ نے انھیں خاندان حکم کے کسی فرد کو بخشش میں دینے کا حکم صادر کیا جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث کو بلوایا اور ان کے ذریعے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان اونٹوں کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کرا دیا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں تھے۔

لوگوں کی گستاخی:

عثمان بن شرید کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جبلہ عمرو ساعدی کے پاس سے گزرے۔ وہ شخص اپنے گھر کے صحن میں تھا انہیں دیکھ کر وہ کہنے لگا:

''اے بیوقوف بڈھے! بخدا میں تمہیں قتل کروں گا اور تمہیں ذلت کے ساتھ رسوا کرا کر تمہیں آگ میں ڈال دوں گا''۔

دوسری مرتبہ وہ آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر تھے اس نے آپ کو وہاں سے اتار دیا۔

جبلہ کی بدکلامی:

عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے سب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدزبانی کی' وہ جبلہ بن عمرو ساعدی تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس وقت جبلہ بولا ''تم اس شخص کے سلام کا جواب کیوں دیتے ہو جس نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں'' پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر بولا ''بخدا میں یہ رسی تمہاری گردن میں ڈال دوں گا ورنہ تم اپنے ان بھیدیوں کو چھوڑ دو'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ''میرے کون سے بھیدی دوست ہیں؟ میں تو اچھے لوگوں کا انتخاب کرتا ہوں'' وہ بولا۔

حکام پر اعتراض:

تم نے مروان کا انتخاب کیا' معاویہ رضی اللہ عنہ کو پسند کیا' عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا' ان میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے خون بہانے کے لیے وحی نازل ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خون معاف

کیا تھا''۔اس کے بعد لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخیاں کرنے لگے اور دلیر ہو گئے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

موسیٰ بن عقبہ الوحیبہ کی روایت کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن تقریر کی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے امیر المؤمنین! آپ نے کئی ناخوش گوار باتیں کی ہیں اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر اس کا ارتکاب کیا ہے' آپ توبہ کریں ہم بھی آپ کے ساتھ توبہ کریں گے''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبلہ رو ہو کر (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے اس پر اس دن بہت سے لوگ رونے لگے اس کے چند دنوں بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو جہجاہ غفاری کھڑا ہو گیا اور چلا کر کہنے لگا:

جہجاہ غفاری کی گستاخی:

''اے عثمان رضی اللہ عنہ! ہم یہ بوڑھا اونٹ لائے ہیں اس پر عبا پڑی ہوئی ہے آپ اتریں تو ہم آپ کو عبا پہنا کر اس اونٹ پر سوار کرائیں گے' اور پھر آپ کو جبل وغان میں پھینک دیں گے''۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تجھے غارت کرے اور اس کو بھی جو تو لایا ہے''۔

اس نے یہ باتیں سب لوگوں کے سامنے کہی تھیں۔اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی اور بنو امیہ کے افراد آپ کو گھر لے گئے۔

عصائے نبوی کو توڑنا:

عبدالرحمٰن بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس عصائے نبوی کے سہارے خطبہ دے رہے تھے جسے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی استعمال کرتے تھے اس وقت جہجاہ بولا ''اے بے وقوف! اس منبر سے اتر جاؤ'' اس کے بعد اس نے عصائے نبوی کو پکڑ کر اپنے دائیں گھٹنے سے توڑ ڈالا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے اترے اور لوگ انہیں گھر لے گئے آپ نے حکم دیا کہ عصائے نبوی کو جوڑ دیا جائے اس واقعہ کے بعد آپ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ گھر سے باہر نکلے تھے کہ محاصرہ ہو گیا اس کے بعد آپ شہید ہو گئے۔

غفاری کی بری حرکت:

نافع کی روایت ہے کہ جہجاہ غفاری نے اس عصاء کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا لے کر اپنے گھٹنے کے زور سے توڑ دیا' اسی وقت وہ آکلہ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام خطوط:

محمد بن اسحاق (صاحب الفازی) اپنے چچا عبدالرحمٰن یسار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ حالات دیکھے تو انہوں نے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام اس قسم کے خطوط لکھے۔

''تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلے ہو اور محمد ﷺ کے دین مذہب کو غالب کرنا چاہتے ہو۔ مگر تمہارے پیچھے دین محمدی تباہ و متروک ہو گیا ہے تم آ کر محمد ﷺ کے دین کی اصلاح کرو''۔

چنانچہ لوگ ہر طرف سے آ گئے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

جعلی خط کا مضمون:

(یہ وہ جعلی خط ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا تھا) کہا جاتا ہے کہ جب مصر کے لوگ واپس جانے لگے اور یہ خیال کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ کر لی ہے' اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر کے عامل عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے نام ان لوگوں کے بارے میں جو مصر میں آپ کے سخت مخالف تھے' یہ خط لکھا:

''تم فلاں اور فلاں اشخاص کی جب وہ تمہارے پاس آئیں گردن مار دو اور فلاں وفلاں کو اس قسم کی سزا دو''۔

ان لوگوں میں کچھ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کچھ تابعین رحمہم اللہ میں سے تھے' اس خط کا قاصد ابوالاعور بن سفیان سلمی تھا جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر سوار کرایا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچ جائے۔

قاصد سے پوچھ گچھ:

ابوالاعور راستے میں ان لوگوں سے مل گیا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ''میں مصر جا رہا ہوں'' اس کے ساتھ قبیلہ خوان کا ایک شامی شخص بھی تھا۔ جب ان (باغیوں نے اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر دیکھا تو اس سے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی خط ہے؟ اس نے کہا ''نہیں'' پھر پوچھا کس کام کے لیے بھیجے گئے ہو وہ بولا مجھے کوئی علم نہیں ہے' اس پر ان لوگوں نے کہا:

قاصد کی تلاشی:

نہ تمہارے پاس کوئی خط ہے اور نہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم کس مقصد کے لیے بھیجے گئے ہو' اس کی وجہ سے تمہارا معاملہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی تلاشی لی اور ایک خشک زنبیل میں خط مل گیا۔ جب انہوں نے خط پڑھا تو اس خط میں بعض لوگوں کے قتل کرنے اور بعض کو جانی اور مالی سزا دینے کا حکم لکھا ہوا تھا۔ اس پر یہ سب لوگ مدینہ واپس آ گئے۔

باغیوں کی واپسی:

جب ان لوگوں کے واپس آنے کی خبر مشہور ہوئی تو تمام علاقوں کے لوگ واپس آنے لگے اور اہل مدینہ میں ہلچل پیدا ہو گئی۔

قتل کا حکم:

محمد بن سائب کلبی بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر واپس اس لیے آئے کہ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا ایک غلام ملا جو امیر مصر کے پاس یہ خط لے کر جا رہا تھا کہ بعض لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور کچھ لوگوں کو سولی دے دی جائے۔

جعلی کارروائی:

جب یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا ''یہ آپ کا غلام ہے'' آپ نے فرمایا ''یہ غلام میرے علم کے بغیر چلا گیا تھا'' وہ بولے ''یہ آپ کا اونٹ ہے'' آپ نے فرمایا ''یہ اسے میرے علم کے بغیر میرے گھر سے لے گیا تھا'' وہ بولے: ''وہ

بولے یہ آپ کی مہر ہے'' آپ نے فرمایا ''کسی دوسرے نے اس کی مہر لگادی ہوگی''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے کہ لوگ ان کے برخلاف ہو گئے ہیں تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام میں یہ خط لکھ کر بھیجا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ اہل مدینہ نافرمان ہو گئے اور انہوں نے فرمانبرداری چھوڑ دی ہے اور بیعت توڑ دی ہے اس لیے آپ اپنی طرف سے شام کے جنگجو سپاہی تیز رفتار سواریوں پر جلد بھیجیں''۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خط پہنچا تو وہ حالات کا انتظار کرتے رہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کے اعلانیہ اظہار کو پسند نہیں کرتے تھے' انہیں ان کے اجتماع کا علم ہو چکا تھا۔

دیگر حکام کو خطوط:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد میں تاخیر محسوس کی تو انہوں نے یزید بن اسد بن کریز اور دیگر اہل شام کے نام خطوط تحریر کیے جن میں ان سے امداد طلب کی گئی تھی اور اپنے حقوق جتائے گئے تھے نیز یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اللہ بزرگ و برتر نے خلفاء کی اطاعت اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی تحریر کیا تھا:

''کہ سب لوگ ان کی مدد کے لیے نہ آئیں بلکہ کچھ دستے آجائیں''۔

فوری امداد کی ضرورت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اہل شام پر ان کے بڑے احسانات ہیں اور انہوں نے ان کی بڑی خدمت کی تھی۔ آخر میں یہ تحریر تھا:

''اگر تم کچھ امدادی فوج بھیج سکتے ہو تو بہت جلد بھیجی جائے کیونکہ یہ لوگ میرا جلد خاتمہ کر رہے ہیں''۔

یزید بن اسد رضی اللہ عنہ کی فوج:

جب آپ کا یہ خط اہل شام کے سامنے پڑھا گیا تو یزید بن اسد بن کریز بجلی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا' ان کے عظیم حقوق کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو ان کی امداد پر آمادہ کیا اور حکم دیا کہ وہ ان کی امداد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان کی امداد کے لیے روانہ ہو گئے جب یہ لوگ وادی القریٰ میں پہنچے تو اس وقت انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ واپس چلے گئے۔

بصرہ کی امدادی فوج:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھی تحریر فرمایا کہ وہ اہل شام کے نام ان کے خط کی ایک نقل اہل بصرہ تک پہنچا دیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد بصرہ کے خطیب اشخاص کھڑے ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد پر لوگوں کو آمادہ کرتے رہے انہیں خطباء میں مجاشع بن مسعود سلمی بھی تھے جو ان دنوں بصرہ کے قبیلہ قیس کے سردار تھے اور سب سے پہلے انہوں نے تقریر کی تھی' ان کے علاوہ قیس بن ہیثم سلمی بھی تقریر

کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد پر آمادہ کرتے رہے' چنانچہ لوگ بہت جلد مدد کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس لیے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مجاشع بن مسعود کو (اس امدادی فوج کا) سردار مقرر کیا اور انہیں لے کر روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ ربذہ پہنچے اور ان کا ہراول دستہ مدینہ کے قریب صرار کے مقام پر پہنچا تو انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔

قاصد کا اخراج:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر (باغیوں) نے سقیا یا ذوخشب کے مقام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور ان کا ایک آدمی اس خط کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا مگر انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے گھر سے نکلوا دیا۔

اہل مصر کا قافلہ:

اہل مصر جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے تھے' کل تعداد میں چھ سو تھے' وہ چار دستوں میں منقسم تھے۔ ان کے چار سردار تھے اور ہر سردار کے پاس ایک جداگانہ علم تھا' ان کی مشترکہ قیادت عمر بن بدیل بن ورقاء خزاعی کے سپرد تھی' جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے نیز عبدالرحمٰن بن عدیس تجلیبی بھی ان کے سپہ سالار اعلیٰ تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام خط:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ اللہ کسی قوم کی حالت میں اس وقت تک تبدیلی نہیں پیدا کرتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کریں' اس لیے آپ اللہ کو یاد کریں اور اللہ سے ڈریں آپ کے پاس دنیا ہے اس کے ذریعہ آپ آخرت کی تکمیل کریں اور اپنے آخرت کے حصے کو مشکوک نہ بنائیں ورنہ دنیا بھی آپ کے لیے خوشگوار نہیں رہے گی۔

دین کے لیے جنگ:

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اللہ کی خاطر غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں اور اسی کے لیے ہم رضامند ہوتے ہیں لہٰذا ہم اس وقت تک اپنے کندھوں سے تلواریں نیام میں نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارے صاف اور واضح طریقہ سے توبہ نامہ نہیں آئے گا یا کھلم کھلا گمراہی کا علم نہیں ہوگا' ہم آپ سے صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں اور یہی معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ اللہ ہماری معذرت قبول کرنے والا ہے۔ والسلام''

توبہ کی دعوت:

اہل مدینہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہیں توبہ کرنے کی دعوت دی گئی تھی وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ وہ انہیں نہیں چھوڑیں گے تاآنکہ وہ انہیں قتل کر دیں گے یا وہ انہیں اللہ کا حق جو ان کے ذمہ ہے۔ عطا کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی استمداد:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے اپنے خیر خواہوں اور گھر والوں سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا ''ان لوگوں نے وہ کیا جو تم دیکھ رہے ہو (اب اس مصیبت سے) نکلنے کا راستہ کیا ہے؟'' ان سب نے یہ مشورہ دیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

بوائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ انہیں لوٹا دیں اور جو وہ چاہتے وہ مطالبہ ان کا پورا کر دیں اس طرح مدت بڑھ جائے گی پھر امداد بھی آ جائے گی''۔

ایفاء پر اصرار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' یہ لوگ ٹال مٹول قبول نہیں کریں گے وہ مجھ سے معاہدہ کریں گے جب وہ پہلی دفعہ آئے تھے' تو مجھ سے ایسی باتیں سرزد ہوگئی تھیں اس لیے میں اب جو وعدہ کروں گا اس کے ایفاء پر وہ اصرار کریں گے۔

مروان کا مشورہ:

مروان نے کہا'' اے امیر المومنین! انہیں قریب رکھنا تا کہ آپ طاقتور ہو جائیں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قریب رہ کر آپ کا مقابلہ کریں۔ آپ ان کا مطالبہ مان لیں اور جب تک وہ آپ کا مقابلہ کریں ان کے ساتھ ٹال مٹول کرتے رہیں۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی ہے اس لیے ان کے معاہدہ کی (کوئی پابندی) نہیں ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجیں' چنانچہ انہیں آپ نے بلایا جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا:

معاہدہ کی پابندی:

''اے ابوالحسن! آپ نے ان لوگوں کی باتیں دیکھ لیں اور میری باتیں بھی آپ کو معلوم ہیں۔ اب مجھے ان سے قتل کا اندیشہ ہے اس لیے آپ انہیں میرے پاس لوٹا دیں میں ان کی تمام شکایات دور کر دوں گا اور اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے ان کے مطالبات پورے کروں گا خواہ اس میں میری جان کا اندیشہ کیوں نہ ہو''۔

وعدہ شکنی کا الزام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' عوام اس بات کو ترجیح دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ انصاف کریں بہ نسبت اس کے کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ میرے خیال میں یہ لوگ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مطالبات کو نہ مانیں۔ جب یہ لوگ پہلی دفعہ آئے تھے تو اس وقت میں نے ان سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ آپ ان تمام باتوں سے رجوع کریں گے جو انہیں ناپسند ہیں اور اس طرح میں نے انہیں آپ کے پاس سے لوٹا دیا تھا۔ مگر آپ نے ان میں سے کوئی بات پوری نہیں کی اس لیے آپ اس مرتبہ مجھے فریب میں مبتلا نہ کریں کیونکہ مجھے ان کا حق ادا کرنا ہے''۔

ایفائے عہد کا عزم صمیم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' آپ انہیں اس بات کا یقین دلا دیں بخدا! میں ایفاء عہد کروں گا''۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطاب:

''اے لوگو! تم نے حقوق کا مطالبہ کیا تھا' وہ پورے کیے جاتے ہیں' کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے تمہارے ساتھ انصاف کریں گے اور جو باتیں تمہیں ناپسند ہیں انہیں چھوڑ دیں گے''۔

عملی اقدام کی ضرورت:

اس پر وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے ہم نے یہ بات مان لی ہے مگر آپ ان سے پختہ وعدہ کرا کر لائیے کیونکہ عملی اقدام کے بغیر محض باتوں سے ہم خوش نہیں ہوں گے۔

مہلت کی درخواست:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمہاری بات منوا کر لاؤں گا''۔ چنانچہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ میرے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کر لیں جس میں مجھے مہلت مل سکے' کیونکہ میں ایک دن کے اندر ان کی شکایات دور نہیں کر سکتا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو لوگ مدینہ میں موجود ہیں ان کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی جا سکتی اور جو موجود نہیں ہیں ان کے لیے مدت اس وقت تک رہے جب کہ آپ کا حکم ان کے پاس پہنچ جائے''۔

تین دن کی مہلت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات صحیح ہے تاہم مجھے مدینہ والوں کے لیے تین دن کی مہلت ملنی چاہیے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بہت اچھا'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور انہیں اطلاع دی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک معاہدہ لکھوا دیا گیا کہ وہ تین دن کے اندر ہر شکایت کو دور کر دیں گے اور جو حاکم ان لوگوں کو ناپسند ہیں انہیں معزول کر دیں گے''۔

پھر اس معاہدہ کے لکھوانے میں زیادہ سختی کی گئی اور سخت عہد و پیان لیے گئے اور اس پر معزز مہاجرین و انصار کو گواہ مقرر کیا گیا۔

(اس کی وجہ سے) مسلمان مقابلے سے باز آئے اور لوٹ گئے تاکہ وہ اپنے معاہدہ کو پورا کر سکیں۔

جنگ کی تیاری:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور ہتھیار فراہم کرنے لگے انہوں نے خمس مال غنیمت کے غلاموں کی ایک بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ جب تین دن گزر گئے تو وہی حالت برقرار تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی ان لوگوں کی کوئی شکایت دور نہیں کی گئی اور نہ کسی حاکم کو معزول کیا گیا تھا اس پر لوگ بھڑک اٹھے اور عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس آیا جو ذوخشب کے مقام پر مقیم تھا اور اس کی اطلاع دی اور پھر وہ انہیں کے ساتھ مدینہ آیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا۔

خلاف ورزی کا الزام:

کیا ہمارے ساتھ آپ کا یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنے تمام کاموں سے توبہ کریں گے اور ہماری شکایتوں کو دور کریں گے اور اس پر آپ نے پختہ عہد و پیان کیے تھے؟۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں! میں اس عہد پر قائم ہوں''۔

اس پر انہوں نے کہا:

جعلی خط کا حوالہ:

پھر اس خط کا کیا مطلب ہے جو ہم نے آپ کے قاصد کے پاس سے حاصل کیا اور جسے آپ نے اپنے حاکم کے نام لکھا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ مجھے اس بات کا علم ہے'' وہ بولے آپ کا قاصد آپ کے اونٹ پر تھا اور آپ کے کاتب کا وہ خط تھا اور اس پر آپ کی مہر تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار:

آپ نے فرمایا: ''وہ اونٹ چوری کا تھا۔ کتابت میں مشابہت ہو سکتی ہے اور مہر کسی دوسرے نے لگا دی ہوگی''۔

حکام کی معزولی کا مطالبہ:

وہ بولے ''گو ہم آپ کو ملزم گردانتے ہیں تاہم عجلت میں کام نہیں کیا جائے گا۔ آپ اپنے برے حکام کو معزول کر دیں اور ہم پر وہ حکام مقرر کریں جو ہماری جان و مال کے درپے نہ ہوں نیز آپ ہماری شکایات دور کریں''۔

مطالبہ ماننے سے انکار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق حکام کا تقرر کروں اور تمہارے مخالف حکام کو معزول کروں تو میری حیثیت باقی نہیں رہے گی اس وقت حکومت کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہوں گے''۔

باغیوں کی دھمکی:

وہ بولے ''بخدا! آپ کو ضرور یہ کرنا ہوگا ورنہ آپ کو معزول کر دیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا آپ اپنے معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ان کے مطالبات ماننے سے) انکار کر دیا اور فرمایا: ''میں (خلافت کی) قمیص کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا''۔

گھر کا محاصرہ:

اس کے بعد ان لوگوں نے چالیس رات تک ان کا محاصرہ کیا اس عرصہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

اشتر کی طلبی:

وثاب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کی گردن پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت نیزے کے زخموں کے دو نشان تھے بیان کرتے ہیں مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشتر کو بلانے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ میں اشتر کو بلا لایا اس وقت ایک تکیہ امیر المومنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے لیے لایا گیا اور دوسرا تکیہ اشتر کے لیے لایا گیا۔

باغیوں کے مطالبات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اشتر! لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟'' وہ بولے ''وہ تین چیزوں میں سے ایک کے طلب گار ہیں'' آپ نے فرمایا: ''وہ کیا ہیں؟'' وہ بولا: ''وہ لوگ چاہتے ہیں کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور کہہ دیں کہ ''یہ تمہارا معاملہ ہے تم جس کو چاہو انتخاب کر لو یا خود آپ اپنا قصاص لیں۔ اگر آپ کو ان دو باتوں میں سے کسی ایک سے انکار ہے تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے''۔ آپ نے پھر پوچھا: ''کیا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اس کے

علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جہاں تک خلافت سے دست برداری کا تعلق ہے تو میں اس قمیص کو نہیں اتار سکتا جو اللہ بزرگ و برتر نے مجھے پہنائی ہے پھر میں محمد ﷺ کی امت کو اس حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم وستم کرتے رہیں خدا کی قسم! مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آگے بڑھوں تا کہ تم میری گردن ماردو بہ نسبت اس کے کہ میں وہ قمیض اتاروں جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔

جہاں تک اپنی ذات سے قصاص لینے کا تعلق ہے تو بخدا! مجھے اس بات کا علم ہے کہ میرے پیش رو دونوں ساتھی سزا دیتے تھے۔

قتل کی خطرناک نتائج:

تیسری بات یہ ہے کہ تم مجھے قتل کرو گے۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو بخدا! میرے بعد تم میں اتحاد قائم نہیں ہوگا اور کبھی تم متحد اور مجتمع ہو کر نماز نہیں پڑھ سکو گے اور نہ میرے بعد پھر کبھی تم متحد ہو کر دشمن سے جنگ کر سکو گے اس کے بعد اشتر اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی آمد:

چند دنوں تک ہم (خاموشی کے ساتھ) بیٹھے رہے پھر بھیڑیئے کی طرح ایک مردود آیا اور دروازے میں سے جھانک کر چلا گیا۔ پھر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تیرہ افراد کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے اندر گھسے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی اور کہنے لگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گستاخی:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں کیا فائدہ پہنچایا اب ابن عامر رضی اللہ عنہ کہاں چلا گیا' تمہارے خطوط کا کیا نتیجہ نکلا'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! تو میری داڑھی چھوڑ دے''۔

آپ کی شہادت:

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا تو وہ ایک بھالا لے کر گیا اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا۔

طبری کہتے ہیں کہ پھر یہ سب لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قتل کر دیا۔

باغیوں کے سردار:

واقدی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اپنے قبیلے کے ساتھ مصریوں کے پاس گیا اور ان کے یہ چار سردار تھے (۱) عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی (۲) سودان بن حمران مرادی (۳) عمرو بن الحمق خزاعی اسے جبس ابن الحق بھی کہا جاتا تھا (۴) ابن النباع میں ان کے خیمے میں داخل ہوا جس میں وہ چاروں تھے اور لوگ ان کے تابع تھے۔

آئندہ کے خطرات:

میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حقوق کی اہمیت واضح کی کہ ان کی گردنوں پر ان کی بیعت (کی ذمہ داری) ہے میں نے انہیں

فتنہ فساد سے ڈرایا اور انہیں سمجھایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے بہت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بڑا ہنگامہ برپا ہوگا اس لیے تم سب فتنہ فساد کا دروازہ نہ کھولو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان باتوں کو دور کرنا چاہتے ہیں جو تمہیں ناگوار ہیں میں ان کا ذمہ دار ہوں'' ان لوگوں نے کہا ''اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ان شکایات کو) دور نہیں کیا تو پھر کیا ہوگا''۔ میں نے کہا پھر تمہیں اختیار ہے اس پر یہ لوگ رضامند ہو کر لوٹ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا ''اے عثمانؓ! تم اللہ کو یاد کرو اور اپنی جان کی حفاظت کرو یہ لوگ تمہارا خون بہانے آئے تھے اب دیکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ بیٹھے ہیں بلکہ وہ آپ کے دشمنوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں''۔

آپ کی رضامندی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میری بات مان لی اور مجھے جزائے خیر دی وہاں سے آنے کے بعد میں کچھ عرصہ تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس اثناء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کے واپس جانے کے بارے میں تقریر کی تھی اور یہ بیان کیا تھا کہ وہ ایک خبر سن کر آئے تھے مگر انہیں اس سے مختلف اطلاع ملی اس لیے وہ لوٹ گئے میں نے چاہا کہ میں آ کر انہیں اس بات پر ملامت کروں تاہم میں خاموش رہا۔ پھر کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ اہل مصر پھر آ گئے ہیں اور وہ مقام سویداء کے قریب ہیں میں نے کہا: ''کیا تم سچ بات کہہ رہے ہو'' اس نے کہا ''ہاں!'' اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا تو پتہ چلا کہ انہیں بھی اس کی اطلاع ہو گئی ہے اور یہ باغی (افراد) اس وقت ذوخشب کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا:

آپ کی گفتگو:

''اے ابوعبدالرحمٰن! یہ لوگ پھر آ گئے ہیں ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' میں نے کہا ''بخدا! مجھے کوئی علم نہیں ہے تاہم میرا خیال ہے کہ وہ کسی اچھے مقصد کے ساتھ واپس نہیں آئے ہیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم انہیں واپس کر دو'' میں نے کہا:

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا انکار:

''میں یہ نہیں کروں گا'' آپ نے فرمایا ''کیوں'' میں نے کہا ''اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کو اس بات کی ضمانت دی تھی کہ آپ ان کی شکایتوں کو دور کریں گے مگر آپ نے ان کے بارے میں ایک حرف بھی نہیں کہا'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اب اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی''۔ اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔

پھر یہ لوگ اسواف کے مقام پر اترے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔

جعلی خط کا انکشاف:

میرے پاس عبدالرحمٰن بن عدیس، سودان بن حمران اور باقی دونوں ساتھیوں کے ساتھ آئے اور کہنے لگے ''اے عبدالرحمٰن کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے گفتگو کر کے ہمیں لوٹا دیا تھا تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ تمہارے ساتھی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ہماری شکایت کو دور کریں گے؟'' میں نے کہا ''ہاں'' اس کے بعد انہوں نے ایک پرچہ نکال کر کہا۔

''ہم نے صدقات کے ایک اونٹ پر (حضرت) غلام کو دیکھا جب ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے اس میں یہ خط پایا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

جعلی خط کے احکام:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد! جب تمہارے پاس عبدالرحمٰن بن عدیس آئے تو اسے سو کوڑے مارو اور اس کے سر اور داڑھی کو منڈوا کر اسے طویل عرصہ تک قید رکھو تا آنکہ تمہارے پاس میرا دوسرا حکم آئے نیز عمرو بن الحمق' سودان بن حمران' اور عروہ بن نباع لیثی کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو''۔

خط کا ردعمل:

میں نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود یہ خط لکھا ہے۔ انہوں نے کہا تو پھر مروان نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ (جعلی خط) لکھا ہوگا اور یہ بات اس سے بھی بدتر ہے اس صورت میں انہیں اس کام سے بریت کا اظہار کرنا چاہیے پھر انہوں نے کہا تم ہمارے ساتھ ان کے پاس چلو۔ ہم نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ سے بھی بات چیت کی ہے اور انہوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ظہر کی نماز کے بعد ان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے گفتگو کریں گے۔ ہم (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے تھے' انہوں نے کہا ''میں تمہارے معاملے میں کوئی دخل نہیں دوں گا'' ہم سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے تھے انہوں نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وعدہ:

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''(حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا'' انہوں نے کہا ''انہوں نے ہم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ ظہر کی نماز پڑھیں گے تو وہ ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جائیں گے''۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت) کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

یہ اہل مصر دروازے پر ہیں' آپ انہیں اندر آنے کی اجازت دیں اس وقت مروان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا ''آپ مجھے ان سے گفتگو کرنے کی اجازت دیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم میرے پاس سے چلے جاؤ' تمہارا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟'' اس پر مروان چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت مصریوں نے انہیں تمام صورت حال سے مطلع کر دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں خط کا مضمون بتا رہے تھے۔

حلفیہ انکار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ نہ تو انہوں نے یہ خط لکھا اور نہ انہیں اس کا علم ہے اور نہ ان سے کبھی اس بارے میں مشورہ کیا گیا تھا۔ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''بخدا! آپ سچے ہیں مگر یہ مروان کا فعل معلوم ہوتا ہے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ انہیں اندر آنے دیں تاکہ وہ آپ کی معذرت سن لیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''میری آپ سے قرابت اور رشتہ داری ہے بخدا! اگر میں اس حلقہ میں مقبول ہوتا تو آپ کی مشکل حل کرتا لہٰذا آپ ان کے پاس جائیں اور

ان سے گفتگو کریں کیونکہ وہ آپ کی بات کو (غور سے) سنتے ہیں۔

باغیوں کی باریابی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں یہ کام نہیں کروں گا آپ خود انہیں اندر بلوا کر ان کے سامنے معذرت پیش کریں'' چنانچہ وہ اندر بلوائے گئے۔ جب وہ داخل ہوئے تو انہوں نے خلافت کا سلام نہیں کیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ شر و فساد کی نیت سے آئے ہیں''۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی بداعمالیوں کا ذکر:

ان مصریوں نے گفتگو کے لیے ابن عدیس کو پیش کیا اس نے مصر میں ابن سعد رضی اللہ عنہ کی حرکتوں کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ وہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ظلم کر رہا ہے اور مسلمانوں کے مال غنیمت پر خود قبضہ کر لیتا ہے اور جب اس پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے ''مجھے امیر المومنین نے خود خط میں یہی تحریر کیا ہے''۔

بدعات کا تذکرہ:

اس کے بعد ان لوگوں نے ان باتوں کا تذکرہ کیا جو مدینہ میں رونما ہوئی ہیں اور جن میں انہوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے اپنے دونوں پیش رو خلفاء کی مخالفت کی ہے۔

دو شخصوں کی ضمانت:

ابن عدیس نے مزید کہا ''پھر ہم مصر سے روانہ ہوئے اس وقت ہمارا مقصد یہ تھا کہ یا تو آپ ان باتوں سے باز آ جائیں ورنہ ہم آپ کی جان لیں گے۔ ہمیں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیا اور ہمیں اس بات کی ضمانت دی کہ آپ ہماری تمام شکایات رفع کریں گے'' یہ کہہ کر اہل مصر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا ''کیا تم نے یہ بات ہم سے کہی تھی'' محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''ہاں'' اس کے بعد انہوں نے وہ سلسلہ گفتگو جاری کیا اور کہا ''پھر ہم اپنے وطن کی طرف جانے لگے تاکہ یہ بات ہمارے لیے حجت رہے۔

خط کا انکشاف:

جب ہم بویب کے مقام پر پہنچے تو ہم نے آپ کے غلام کو پکڑ کر آپ کا سر بمہر خط عبداللہ بن سعد کے نام کا حاصل کر لیا جس میں آپ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ پشت پر کوڑے مارے اور ہمارے بال منڈا کر طویل عرصہ تک ہمیں قید میں رکھے اور یہ آپ کا خط موجود ہے''۔

لاعلمی کا اظہار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد یہ فرمایا ''خدا کی قسم! نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ میں نے اس کا حکم دیا اور نہ مجھ سے مشورہ لیا گیا اور نہ مجھے اس کا علم ہے'' محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے کہا ''آپ سچ بولتے ہیں'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کچھ سکون حاصل ہوا۔ تاہم مصریوں نے پوچھا ''پھر یہ خط کس نے لکھا ہے؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے نہیں معلوم ہے'' وہ بولے ''پھر کون ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ آپ کے غلام کو صدقات کے ایک اونٹ پر سوار کرائے اور آپ کی مہر لگا کر

آپ کے حاکم کو اتنی بڑی باتیں لکھے اور آپ کو خبر تک نہ ہو" آپ نے فرمایا "ہاں (ایسا ہی ہے)"۔

معزولی کا مطالبہ:

اس پر وہ بولے "پھر آپ خلیفہ بننے کے مستحق نہیں ہیں آپ اس معاملے سے دستبردار ہو جائیں جس طرح اللہ نے آپ کو معطل کر رکھا ہے" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شور اور ہنگامہ:

"میں (خلافت کی) اس قمیص کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا" اس پر بہت شور وغل ہونے لگا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "اس وقت میں نے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ حملہ کیے بغیر نہیں نکلیں گے" اس کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہو گیا انہوں نے مصریوں سے یہ کہا "تم نکل جاؤ" اس پر وہ باہر آ گئے میں بھی اپنے گھر چلا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر چلے گئے۔

آپ کی شہادت:

اس کے بعد ان (باغیوں نے) محاصرہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

واپسی کی وجوہات:

سفیان بن ابی العوجاء بیان کرتے ہیں "جب اہل مصر پہلے مرتبہ آئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تھی وہ انصار کے پچاس سواروں کو لے کر ان (باغیوں) کے پاس ذوخشب کے مقام پر پہنچے اور انہیں واپس بھیج دیا یہ لوگ واپس جاتے ہوئے جب بویب کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام کو دیکھا اس کے پاس عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ (حاکم مصر) کے نام ایک خط لکھا تھا۔ ان لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیا اور مدینہ پہنچے وہاں اشتر اور حکیم بن جبلہ موجود تھے۔ وہ خط لے کر (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس) گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکار کیا کہ یہ خط ان کا لکھا ہوا ہے انہوں نے فرمایا "یہ جعلی ہے"۔

جعلی خط کا معاملہ:

اس پر وہ بولے "یہ خط آپ کے کاتب کا لکھا ہوا ہے" آپ نے فرمایا "ہاں مگر اس نے میرے حکم کے بغیر لکھا ہے" وہ بولے "وہ قاصد جس کے پاس ہم نے خط دیکھا ہے وہ آپ کا غلام ہے" آپ نے فرمایا "ہاں مگر وہ میری اجازت کے بغیر گیا تھا" انہوں نے کہا "یہ اونٹ آپ کا اونٹ ہے" آپ نے فرمایا "ہاں مگر وہ میرے علم کے بغیر لے جایا گیا تھا"۔

معزولی کا مطالبہ:

یہ لوگ بولے "(اس معاملے میں) آپ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں اگر آپ جھوٹے ہیں تو اس صورت میں آپ معزولی کے مستحق ہیں کیونکہ آپ نے ہماری خون ریزی کا ناحق حکم دیا اور اگر آپ سچے ہیں تو اس صورت میں بھی آپ معزولی کے قابل ہیں کیونکہ آپ بہت کمزور اور غافل ہو گئے ہیں اور آپ کے مشیر بہت برے ہیں۔ اس صورت میں ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم اپنی گردنوں پر ایسے شخص کو مسلط کر لیں جو آپ کی کمزوری اور غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کی اجازت کے بغیر ایسے احکام صادر کرے"۔ انہوں نے مزید کہا:

ظلم کا الزام:

آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زدوکوب کیا جب کہ انہوں نے آپ کو نصیحت کی اور جب کہ معترضین کے اعتراضات کے موقع پر انہوں نے آپ کو حق بات کا فیصلہ کرنے کی ہدایت کی تھی اس لیے جن پر آپ نے ظلم کیا تھا اور انہیں زدوکوب کیا تھا ان کا قصاص اپنی ذات سے لیں''۔

الزام کا جواب:

آپ نے فرمایا:''حاکم غلطی بھی کرتا ہے اور صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اس لیے میں اپنی ذات کا قصاص نہیں لے سکتا ہوں کیونکہ اگر میں ہر غلطی پر اپنا قصاص لینے لگوں تو میرا خاتمہ ہو جائے''۔

عہد شکنی کا الزام:

وہ بولے''آپ نے ایسی بری باتوں کا ارتکاب کیا ہے جن کی بدولت آپ کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ جب آپ سے اس بارے میں گفتگو کی گئی تھی تو آپ نے اس سے توبہ کر لی تھی مگر پھر آپ نے ایسی باتیں کیں۔ پھر ہم آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے توبہ کر لی تھی اور حق کی طرف رجوع کرنے کا وعدہ کیا تھا بلکہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں آپ کے بارے میں ملامت کی تھی اور انھوں نے آپ کی طرف سے ذمہ داری قبول کی تھی مگر آپ نے عہد شکنی کی اس لیے اب انھوں نے اظہار بریت کیا اور کہا''میں ان کے معاملے میں دخل نہیں دوں گا''۔

جعلی خط کا ذکر:

ہم اتمام حجت کے لیے پہلی مرتبہ واپس چلے گئے تا کہ تمہارا انتہائی عذر قبول کریں اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے برخلاف مدد حاصل کر سکیں مگر (راستے میں) ہمیں وہ خط ملا جو آپ نے اپنے حاکم کے نام لکھا تھا اس میں آپ نے ہمیں قتل کرنے' قطع برید کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا تھا آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ خط آپ کے علم کے بغیر لکھا گیا حالانکہ یہ خط آپ کے غلام کے پاس تھا جو آپ کے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور یہ آپ کے کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔

معزول کرنے کا فیصلہ:

(اس خط کی بدولت) آپ پر بہت بڑا الزام ثابت ہوتا ہے اس سے پہلے بھی آپ کے ظالمانہ احکام اور تقسیم وسزا میں ترجیحی سلوک کا تجربہ ہوا ہے۔ آپ نے لوگوں کے سامنے توبہ کا اظہار کیا تھا مگر پھر ان غلطیوں کی طرف رجوع کیا ہے ہم پہلے لوٹ گئے تھے مگر اب اس وقت تک نہیں واپس جائیں گے جب تک کہ ہم آپ کو معزول نہ کریں اور آپ کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایسے شخص کو نہ مقرر کریں جس نے ایسی نئی باتیں نہ نکالی ہوں جن کا ہمیں آپ سے تجربہ ہوا ہے۔ اور اس پر وہ الزامات نہ لگے ہوں جو آپ پر لگائے گئے ہیں آپ ہمارے خلافت واپس کر دیں اور ہمارے معاملات سے سبکدوش ہو جائیں کیونکہ یہی چیز ہمارے اور آپ کے لیے بہتر ہے''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''کیا تم نے اپنی تمام باتیں ختم کر لی ہیں؟''وہ بولے''ہاں''اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے یوں فرمایا:

''اللہ تمام تعریفوں کا مستحق ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طالب ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اللہ نے انہیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار معلوم ہو۔

سبکدوشی سے انکار:

امابعد! آپ لوگوں نے گفتگو میں اعتدال نہیں اختیار کیا اور نہ فیصلے میں انصاف سے کام لیا آپ کہتے ہیں کہ میں دستبردار ہو جاؤں' تو میں وہ قمیص جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے اسے نہیں اتاروں گا یہ وہ (لباس خلافت) ہے جس کے ذریعے اللہ نے مجھے عزت بخشی ہے اور دوسروں پر ممتاز کیا ہے البتہ میں توبہ کر سکتا ہوں اور ان باتوں سے جنہیں مسلمان ناپسند کرتے ہیں باز رہ سکتا ہوں کیونکہ بخدا میں اللہ (کی مدد) کا محتاج ہوں اور اس سے خائف ہوں''۔

واقعات کا اعادہ:

یہ لوگ بولے ''اگر یہ پہلا واقع ہوتا اور آپ توبہ کرتے تو ہم آپ کی توبہ کو تسلیم کر سکتے تھے اور آپ کے پاس سے لوٹ جاتے مگر اس سے پہلے آپ کے بہت سے ''واقعات'' ہو چکے ہیں جن کا آپ کو علم ہے اور ہم پہلی مرتبہ لوٹ چکے ہیں اور ہمیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ آپ ہمارے بارے میں وہ لکھیں گے جو ہم نے آپ کے اس خط میں پایا جو آپ نے غلام کے ہاتھ بھیجا تھا''۔

معزولی یا قتل:

ہم آپ کی توبہ کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جب کہ ہم آزما چکے ہیں کہ آپ اگر کسی گناہ سے توبہ کرتے ہیں تو دوبارہ اسی کا ارتکاب کرتے ہیں اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ ہم آپ کو معزول نہ کر دیں آپ کے بجائے دوسرا خلیفہ مقرر نہ ہو۔

اگر آپ کے خاندان' رشتے دار' متعلقین آپ کے لیے جنگ کرنا چاہیں تو ہم ان سے جنگ کریں گے اور پھر آپ کے پاس پہنچ کر آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں گے یا ہماری روحیں اللہ کے پاس پہنچ جائیں گی''۔

اٹل فیصلہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جہاں تک خلافت سے دستبردار ہونے کا تعلق ہے تو اگر تم مجھے سولی پر چڑھا دو گے تو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اللہ بزرگ و برتر کے کام اور اس کی خلافت سے دست بردار ہو جاؤں''۔

خانہ جنگی سے نفرت:

دوسری بات تم نے یہ کہی ہے کہ ''تم ان لوگوں سے جنگ کرو گے جو میرے لیے جنگ کریں گے'' تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں کسی کو تم سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دوں گا جو میری خاطر جنگ کرے گا وہ میرے حکم کے بغیر جنگ کرے گا اگر میں تم سے

جنگ کرنا چاہتا تو میں فوج کو خط لکھ دیتا اور وہ (میرے لیے) فوجیں بھیجتے یا میں مصر یا عراق چلا جاتا۔ تم اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں پر رحم کرو اگر تم مجھ پر رحم کرنا نہیں چاہتے ہو' کیونکہ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو تم خون ریزی برپا کرو گے''۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا انکار:

پھر یہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور انہوں نے اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ ان (باغیوں) کو لوٹا دیں مگر انہوں نے کہا:

''میں سال میں دو مرتبہ اللہ سے جھوٹ نہیں بولوں گا''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ملاقات:

ابو حبیبہ بیان کرتے ہیں ''جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے' اس دن میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گئے پھر وہاں سے نکل کر انہوں نے دروازہ پر جو مشاہدہ کیا اس پر وہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے رہے مروان نے ان سے کہا'' آپ اب پشیمان ہو رہے ہیں آپ ہی نے تو اس کا احساس دلایا ہے''۔

اظہار بریت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''استغفر اللہ۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لوگ اس حد تک جرأت کریں گے کہ انہیں شہید کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے میں اب ان کے پاس گیا تھا انہوں نے اس وقت جو گفتگو کی ہے اس وقت نہ تم موجود تھے اور نہ تمہارے ساتھی موجود تھے انہوں نے تمام ناخوشگوار باتوں سے بریت کا اظہار کیا اور ان سے توبہ کی ہے اور یہ فرمایا ہے'' میں ہلاکت کے کاموں کو طول دینا نہیں چاہتا ہوں اور ان تمام باتوں سے رجوع کرتا ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

مروان نے کہا'' اگر آپ ان کی مدافعت کرنا چاہتے ہیں تو آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں جو چھپے بیٹھے ہیں'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو مزار نبوی اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آ کر فرمایا:

حفاظت کا سوال:

''اے ابو حسن! آپ اٹھ کھڑے ہوں۔ میرے والدین آپ پر قربان ہوں ایک نیک کام کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں آپ اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ان کی جان بچائیں اس کے بعد جیسا آپ جانتے ہیں ویسا ہی ویسا ہی ہوگا۔ کیونکہ تمہارے خلیفہ نے اپنی طرف سے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے''۔

شہادت کی خبر:

ابھی وہ باتوں میں مصروف ہی تھے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے پوشیدہ طور پر کچھ کہا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ہاتھ کو پکڑ کر اٹھے اور فرمانے لگے'' ان کی یہ توبہ کتنی اچھی ہے' چنانچہ جب میں اپنے گھر پہنچا تو میں نے یہ خبر سنی کہ'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک ہم مصیبت اور شر و فساد میں مبتلا ہیں''۔

اہل مصر کی آمد کی اطلاع:

ابوالخیر بیان کرتے ہیں ''جب اہل مصر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک تیز رفتار قاصد روانہ کیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے روانہ ہونے کی اطلاع دے اور یہ بتا سکے کہ وہ ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ وہ عمرہ کے لیے نکلے ہیں۔ یہ قاصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اس نے انہیں تمام باتیں بتائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو یہ پیغام بھیجوایا کہ وہ ان مصریوں سے ہوشیار رہیں کیونکہ وہ اپنے امام (خلیفہ) کی مخالفت کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن سعد کی روانگی:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ ان کے پاس آنا چاہتے ہیں' چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی چنانچہ وہ بھی مصریوں کے پیچھے روانہ ہوئے جب وہ ایلہ کے مقام پر پہنچے تو انہیں علم ہوا کہ اہل مصر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ آئے ہیں اور انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا ہے۔

ابن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قبضہ مصر:

محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اس وقت مصر میں تھا جب اسے یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے ہیں اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مصر سے روانہ ہو گئے ہیں' تو اس نے مصر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور لوگ بھی مطیع ہو گئے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر آنا چاہا مگر محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا اس لیے وہ فلسطین چلے گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہیں مقیم رہے۔

اہل مصر کا محاصرہ:

اہل مصر روانہ ہو کر ''اسواف'' کے مقام پر پہنچے پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔ حکیم بن جبلہ بصرہ سے سواروں کو لے کر آیا اور اشتر بھی اہل کوفہ کے ساتھ آیا اور یہ سب مدینہ پہنچ گئے۔ اشتر اور حکیم بن جبلہ الگ رہے اور ابن عدیس اور اس کے ساتھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر رہے تھے ان کی تعداد پانچ سو تھی اور وہ ان کا انچاس دنوں تک محاصرہ کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ شہید ہو گئے۔

قتل کا منصوبہ:

عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ بیان کرتے ہیں ''میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کچھ عرصہ تک ان سے باتیں کرتا رہا آپ نے فرمایا اے ابن عباس! آؤ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کچھ باتیں سنیں کوئی یہ کہہ رہا تھا ''تم کیا انتظار کر رہے ہو؟'' کوئی یہ کہہ رہا تھا' ٹھہرو! شاید وہ رجوع کریں''۔

طلحہ کا حکم:

میں اور وہ کھڑے ہوئے تھے کہ طلحہ بن عبیداللہ وہاں سے گزرے اور وہاں ٹھہر کر پوچھا ''ابن عدیس کہاں ہے'' لوگوں نے کہا ''وہ یہ ہیں'' چنانچہ ابن عدیس ان کے پاس آئے تو انہوں نے اس سے کچھ سرگوشی کی پھر ابن عدیس اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا ''کسی شخص کو اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس نہ جانے دو اور نہ وہاں سے نکلنے دو'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اس بات کا طلحہ بن عبیداللہ نے حکم دیا ہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قتل کے بارے میں حکم:

''اے اللہ تو مجھے طلحہ بن عبید اللہ سے بے نیاز کر دے کیونکہ اسی نے انہیں بھڑکایا ہے اور انہیں جمع کیا ہے۔ بخدا! مجھے توقع ہے کہ وہ اس سے خالی جائے گا اور اس کا خون بہایا جائے گا کیونکہ اس نے میرے ساتھ وہ کیا ہے جو اسے جائز نہیں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے''تین باتوں کے علاوہ اور کسی چیز میں مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں ہے (وہ تین باتیں یہ ہیں) یا تو کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ قتل کر دیا جائے گا یا کوئی شادی شدہ شخص زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے گا یا کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کر دے (تو اس سے قصاص لیا جائے گا) مگر مجھے کس جرم میں قتل کیا جا رہا ہے''اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر چلے گئے۔ ابن عباس بن ابی ربیعہ کہتے ہیں:''میں نے باہر جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھے روکا یہاں تک کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا:

''اسے چھوڑ دو'انہوں نے مجھے چھوڑ دیا''۔

عینی شاہد:

عبدالرحمٰن بن ابزی بیان کرتے ہیں کہ''میں نے آج وہ جگہ دیکھی جہاں سے یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے یہ لوگ عمرو بن حزم کے گھر میں سے ایک تنگ راستے سے وہاں داخل ہوئے بخدا! ہم ابھی تک اس بات کو نہیں بھولے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد سودان بن حمران نکلا اور کہنے لگا''طلحہ بن عبید اللہ کہاں ہیں' ہم نے ابن عفان کو قتل کر دیا''۔

مروان کے غلام کا بیان:

ابو حفصہ یمانی بیان کرتے ہیں میں ایک صحرانشین عرب کا غلام تھا مروان نے مجھے پسند کیا اور اس نے مجھے میری بیوی اور لڑکے کو خرید لیا اور ہم سب کو آزاد کر دیا اور میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔

خانہ جنگی کا آغاز:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو بنوامیہ ان کی حفاظت کرتے تھے اور مروان ان کے گھر میں رہنے لگے تھے میں بھی مروان کے ساتھ تھا۔ فریقین میں میں نے ہی جنگ کو بھڑکایا تھا اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو گھر کی چھت سے نشانہ بنا کر قتل کر دیا تھا اس کا نام نیار اسلمی تھا اس پر جنگ چھڑ گئی اور میں کوٹھے پر سے اتر آیا اور اس کے بعد دروازہ پر جنگ چھڑ گئی مروان نے بھی جنگ میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ گر پڑے۔ میں انہیں اٹھا کر ایک بڑھیا کے گھر لے گیا اور (وہاں لٹا کر) دروازہ بند کر دیا۔

دروازوں پر آگ:

دشمن کے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازوں کو آگ لگا دی اور ان کا کچھ حصہ جل گیا اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا''دروازہ اس لیے جلایا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کام کرنا مقصود ہے''۔

قسمت پر صبر:

اب تم میں سے کوئی شخص اپنے ہاتھ کو حرکت نہ دے کیونکہ بخدا! اگر میں تم سے دور رہوں گا تو اس صورت میں بھی وہ چھلانگ لگا کر مجھے قتل کر دیں گے اور اگر میں تمہارے قریب رہوں گا تو وہ صرف مجھے قتل کریں گے اور دوسرے کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر (سر تسلیم خم کر کے صبر کروں گا) ''میں ایسی موت مروں گا جو اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھی ہے''۔

مروان نے کہا ''جب تک مجھے کوئی آواز نہ سنائی دے گی اس وقت تک آپ کو کوئی شہید نہیں کر سکے گا'' یہ کہہ کر وہ تلوار لے کر نکل گئے۔

دوسرا بیان:

دوسرے سلسلے روایت کے مطابق ابوحفصہ بیان کرتے ہیں:

''جمعرات کے دن میں نے گھر کی چھت پر سے ایک پتھر لڑھکایا جس سے قبیلہ اسلم کا ایک شخص جس کا نام نیار تھا مر گیا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اس کے قاتل کو ان کے سپرد کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ''میں اس کے قاتل کو نہیں جانتا ہوں''۔

شعلہ باری:

مخالفین رات بھر ہم پر آگ کی طرح (کے مواد) ہم پر پھینکتے رہے، صبح ہوتے ہی ہمارے برخلاف کنانہ بن عتاب نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جسے لے کر وہ ہماری چھتوں کے پیچھے آل حزم کے گھر کے راستے سے پہنچ گیا تھا۔ پھر مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے شعلے ہم پر برستے رہے ہم نے دروازوں پر تھوڑی دیر تک جنگ کی اور وہ دروازے جل گئے تھے۔ اس کے بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آواز سنی وہ اپنے ساتھیوں سے فرما رہے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آخری حکم:

''آگ لگنے کے بعد اب کچھ نہ کیا جائے کیونکہ لکڑیاں جل گئی ہیں اور دروازے بھی جل گئے ہیں اس لیے جو میرا مطیع وفرمانبردار ہے وہ اپنا گھر بچائے کیونکہ یہ لوگ صرف میرے درپے ہیں بخدا! بہت جلد میرے قتل پر یہ پشیمان ہوں گے اگر وہ مجھے چھوڑ بھی دیں تو اس وقت بھی انھیں معلوم ہوگا کہ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا ہوں کیونکہ میرا حال بہت خراب ہوگیا ہے میرے دانت ٹوٹ چکے ہیں اور میری ہڈیاں نرم ہوگئیں ہیں۔''

مروان کی جنگ:

پھر انھوں نے مروان سے کہا ''تم (گھر میں) بیٹھے رہو اور باہر نہ جاؤ'' مگر مروان نے ان کا حکم نہیں مانا اور کہا بخدا! آپ کو کوئی شہید نہیں کر سکتا ہے اور نہ کوئی آپ کا بال بیکا کر سکتا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں اور آواز کو سن سکتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل آئے اس وقت میں نے کہا ''اب میرے آقا کو نہیں چھوڑا جائیگا'' چنانچہ میں ان کی حمایت کے لیے نکلا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی تھی مروان رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور چلا کر کہہ رہے تھے ''کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے گا! اس وقت ان کی زرہ کا نچلا حصہ ابھر آیا تھا جسے انھوں نے اپنے پٹکے نے ملا لیا تھا۔ ان کے مقابلے پر ابن النباع آگے آیا اور پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار کا ایک وار کیا جو کارگر ثابت ہوا اور وہ زمین پر گر پڑے اور ان کی نبضیں چھوٹ گئیں میں انھیں ابراہیم العدی کی والدہ فاطمہ بنت اوس کے گھر اٹھا کر لے گیا۔

اس واقعہ کی بدولت عبدالملک اور بنوامیہ' آل سعدی کے ممنون احسان ہیں۔

مروان سے مقابلہ:

ابوبکر بن الحارث بن ہشام راوی ہیں' میں نے عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی کو دیکھا پھر مسجد نبوی کی طرف اپنی پیٹھ موڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محصور تھے اس وقت مروان بن حکم نکل کر کہنے لگے ''کون مقابلے پر آئے گا'' اس وقت عبدالرحمن بن عدیس نے ابن عروہ سے کہا تم اس شخص کے مقابلے کے لیے جاؤ چنانچہ ایک دراز نوجوان مقابلے کے لیے نکلا اس نے ان کی زرہ کی کڑیاں ان کے ٹیکے میں گھسا دیں ان کی وجہ سے وہ قدم نہ اٹھا سے اور مروان گر پڑے ابن عروہ نے اس وقت ان کی گردن پر تلوار ماری۔

مراون کا زخمی ہونا:

یہ واقعہ میرا چشم دید ہے اس وقت عبید بن رفاعہ زرقی مزید حملوں کے لیے بڑھا' مگر ابراہیم بن عدی کی والدہ فاطمہ بنت اوس اس پر جھپٹیں اور کہنے لگیں اگر ''تم اس کے گوشت سے کھیلنا چاہتے ہو تو یہ بری بات ہے'' اس پر وہ شخص مزید حملے سے باز آیا۔ (اس واقعہ کی وجہ سے) خلفاء بنوامیہ اس عورت کے بہت احسان مند ہیں اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں بلکہ اس کے بیٹے ابراہیم کو انھوں نے بعد میں حاکم مقرر کیا تھا۔

نیار رضی اللہ عنہ کا قتل:

حسین بن عیسیٰ کے والد روایت کرتے ہیں ''جب (بقر عید کے) ایام تشریق (قربان اور تکبیروں کے کہنے کے دن) ختم ہو گئے تو انہوں نے (مخالفین نے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے حکم پر قائم رہے' انہوں نے اپنے مخصوص حضرات کو بلا بھیجا اور انہیں اکٹھا کرلیا اس وقت ایک بوڑھے آدمی جن کا نام نیار بن عیاض رضی اللہ عنہ تھا کھڑے ہوئے وہ صحابی تھے وہ ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے تیر مار کر انھیں قتل کر دیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کثیر بن الصلت کندی نے ان پر تیر چلایا تھا۔

قصاص کا مطالبہ:

ان لوگوں (مخالفین) نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا ''نیار بن عیاض رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ہمارے سپرد کرو تا کہ ہم ان کے قصاص میں اسے قتل کریں''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اس شخص کو قتل نہیں ہونے دوں گا جس نے میری مدد کی بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو' جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے دروازے کی طرف جھپٹے اور اسے جلا دیا۔

گھمسان کی جنگ:

مروان بن الحکم کچھ لوگوں کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلے اسی طرح سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ایک دستے کو لے کر آئے اور مغیرہ بن اخنس ثقفی رضی اللہ عنہ بھی ایک چھوٹی جماعت کو لے کر نکلے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی اس جنگ پر فریقین کو اس بات نے آمادہ کیا تھا کہ انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ بصرہ سے فوجی کمک آرہی ہے اور مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر صرار کے مقام پر پہنچ گئے ہیں نیز اہل شام کی فوج بھی آرہی ہے اس لیے گھر کے دروازے پر شدید جنگ ہونے لگی۔

شہید اور زخمی افراد:

مغیرہ بن اخنس ثقفی رضی اللہ عنہ نے دشمن پر سخت حملہ کیا اور وہ رجز یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے عبداللہ نے ان پر تلوار کا وار کر کے انہیں قتل کر دیا۔ رفع بن رافع انصاری نے مروان پر تلوار سے حملہ کر کے انہیں گرا دیا اس نے اپنی دانست میں انھیں قتل کر دیا تھا' عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو بھی کئی زخم آئے یہ لوگ شکست کھا کر محل میں چلے گئے اور اس کے دروازہ میں پناہ لی اور دروازے پر بہت سخت جنگ ہوتی رہی دروازہ کی جنگ میں زیاد بن نعیم رضی اللہ عنہ فہری اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے ساتھی شہید ہوئے لوگ اس حالت میں بھی جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ عمرو بن حزم انصاری نے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب تھا۔

آخری گفتگو:

ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ (محاصرہ کی حالت میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن جھانک کر فرمایا:

''السلام علیکم! سلام کا کسی نے بظاہر جواب نہیں دیا ممکن ہے کہ اپنے دل میں اس کا جواب دیا ہو پھر آپ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا ''تمہیں معلوم ہے کہ میں نے رومہ کا کنواں اپنے مال سے خریدا تھا جس کا پانی شیریں تھا اس میں ایک عام مسلمان کی طرح میرا حصہ تھا؟'' لوگوں نے کہا ''ہاں'' پھر آپ نے فرمایا ''پھر مجھے اس کے پانی پینے سے کیوں روکا جارہا ہے یہاں تک کہ میں سمندر کے پانی سے افطار کر رہا ہوں''۔

مسجد نبوی کی توسیع:

پھر آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اس قدر اراضی خرید کر مسجد نبوی میں توسیع کی'' لوگوں نے کہا ''ہاں'' اس پر آپ نے فرمایا ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھ سے کسی شخص کو اس مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا۔ تم نے سنا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شان میں اس قدر فضیلت بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مفصل کتاب میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔

اس پر لوگ کہنے لگے ''امیر المؤمنین کو چھوڑ دو'' اس موقع پر اشتر نے کہا ''یہ تمہارے ساتھ مکر کر رہے ہیں'' پھر لوگوں نے وہاں حملہ کر دیا جس کا انجام یہ ہوا۔

بے اثر نصیحت:

آپ نے دوبارہ بھی ان سے مخاطب ہو کر وعظ و نصیحت کی مگر اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں پر پہلی دفعہ وعظ و نصیحت کا اثر ہوتا تھا۔ پھر جب دوبارہ انہیں نصیحت کی جاتی تھی تو وہ بیکار جاتی تھی۔

سچا خواب:

ایسی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول کر قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے سامنے رکھ لیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رات کو یہ خواب دیکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے ''آپ آج رات ہمارے ساتھ افطار کریں''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی بدتمیزی:

ابوالمعتمر حسن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ''محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان کی داڑھی پکڑ لی' اس پر آپ نے فرمایا:

''تم نے جس چیز کو پکڑا ہے اور جس طرح میرے ساتھ سلوک کیا ہے (تمہارے والد) ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے نہیں پکڑتے تھے اور نہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے''۔

اس پر اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور چلا گیا۔

خونی قاتل:

اس کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا جسے ''سیاہ موت'' کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کا گلا گھونٹ دیا اور پھر اسے ہلا کر چلا گیا وہ کہتا ہے ''میں نے ان کے حلق سے زیادہ نرم چیز نہیں دیکھی جب میں نے ان کا گلا گھونٹا تو میں نے محسوس کیا کہ ان کی روح جنات کی روح کی طرح ان کے جسم میں حرکت کر رہی تھی''۔

قاتلوں کی آمد:

ابوسعید کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس وقت آپ کے سامنے قرآن کریم تھا اس شخص نے تلوار سے اس پر حملہ کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا تو آپ کا گلا کٹ گیا۔

خون آلود مصحف:

ابوسعید کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے:

''تجیبی اندر گیا تو اس نے بھالا مارا جس سے اس آیت کریم پر آپ کا خون گرا۔

﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

''ان کے مقابلے میں عنقریب اللہ تمہارے لیے کافی ہوگا اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ خون اسی طرح قرآن کریم کے اس نسخے میں چپکا رہا اسے صاف نہیں کیا گیا۔

حضرت نائلہ کا نوحہ:

ابوسعید کی روایت کے مطابق (آپ کی زوجہ محترمہ) بنت الفرافصہ کو آپ کی شہادت کا علم ہوا تو وہ نوحہ کرنے لگیں۔

آخری خطبہ:

بدر بن عثمانؒ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجمع کے سامنے جو آخری خطبہ دیا وہ یہ تھا:

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے تمہیں دنیا اس لیے عطا کی ہے کہ تم اس کے ذریعے آخرت کو حاصل کرو اس نے یہ دنیا تمہیں اس لیے نہیں دی ہے کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ تم اس فانی دنیا پر اترانے نہ لگو اور یہ تمہیں باقی رہنے والی آخرت سے غافل نہ کر دے۔ تم غیر فانی کو فانی پر ترجیح دو' دنیا ختم

ہونے والی ہے اللہ کی طرف (تمہیں) جانا ہوگا۔

اتحاد کی نصیحت:

تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرو کیونکہ اس کا خوف اس کے عذاب سے ڈھال کا کام دے گا اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہوگا' اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اپنی جماعت کے ساتھ رہو' گروہ بندیوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ بلکہ اللہ کی مہربانیوں کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے ہو''۔

قسمت پر صبر و شکر:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مجلس میں اپنے ضروری کام انجام دیئے اس کے بعد آپ نے صبر کرنے کو پسند فرمایا اور اللہ کی تقدیر پر شاکر رہنے کا فیصلہ کیا آپ نے مسلمانوں سے فرمایا ''تم لوگ باہر چلے جاؤ اور دروازہ پر رہو اور ان لوگوں سے ملو جنہوں نے مجھے محصور کر رکھا ہے''۔

اہل مدینہ کو الوداع:

پھر آپ نے حضرات طلحہ' زبیر' علی رضی اللہ عنہم اور چند (مخصوص) لوگوں کو قریب بلا کر فرمایا ''اے لوگو! بیٹھ جاؤ اس پر دوست دشمن جو کھڑے تھے سب بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا ''اے اہل مدینہ! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد وہ تمہیں اچھا خلیفہ عطا فرمائے اس دن کے بعد پھر کسی کے پاس نہیں آؤں گا تاآنکہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائے اور میں ان لوگوں سے اور ان سے جو میرے دروازے کے پیچھے ہیں کوئی تعلق نہیں رکھوں گا اور ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس کی بدولت وہ دین و دنیا میں کوئی فائدہ اٹھا سکیں بلکہ اللہ جو چاہے گا کرے گا''۔

واپس جانے کا حکم:

آپ نے اہل مدینہ کو حکم دیا کہ واپس چلے جائیں اور انہیں قسم دلا کر (جانے کے لیے) کہا چنانچہ وہ سب لوٹ گئے البتہ حسن بن علی' محمد' اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ اپنے والدین کے حکم کے مطابق دروازے پر بیٹھے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خانہ نشین ہوگئے۔

امدادی فوجوں کی اطلاع:

سیف کی روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ چالیس دن رہا اور ان (باغیوں) کا قیام ستر دن رہا۔ جب محاصرہ کے اٹھارہ دن گزر گئے تو معزز مسافر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مختلف ممالک سے (امدادی فوجیں آ رہی ہیں۔ شام سے حبیب رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں اور مصر سے معاویہ رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں اور کوفہ سے قعقاع رضی اللہ عنہ (امدادی فوج کو لے کر) آ رہے ہیں' اور مجاشع روانہ ہو گئے ہیں۔

پانی بند:

جب انہیں یہ خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آنے سے روک دیا اور ہر چیز ان کے گھر جانی بند کر دی' یہاں تک کہ پانی بھی بند کر دیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ ضرورت کی چیز لے کر آ جاتے تھے۔

سنگ باری:

یہ لوگ بہانے تلاش کر رہے تھے مگر انہیں (جنگ کرنے کا) کوئی بہانہ نہیں ملا' اس لیے انہوں نے ان کے گھر پر پتھر پھینکے تا کہ (جواب میں) ان پر بھی پتھر پھینکے جائیں اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمارے ساتھ جنگ کی گئی تھی۔ یہ واقعہ رات کے وقت ہوا تھا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پکار کر ان سے فرمایا: ''کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ گھر میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے'' یہ لوگ بولے ''نہیں بخدا! ہم نے آپ پر پتھر نہیں پھینکے تھے'' اس پر آپ نے فرمایا ''پھر کس نے ہم پر پتھر پھینکے تھے؟'' انہوں نے کہا ''اللہ نے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر اللہ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا نشانہ ہم پر خطا نہ جاتا' مگر تمہارا نشانہ خطا گیا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آل حزم کی طرف جوان کے پڑوسی تھے' متوجہ ہوئے اور عمرو کے فرزند کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا: ''ان لوگوں نے ہم پر پانی بھی بند کر دیا ہے اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو تھوڑا پانی بھیج دو''۔

معاون افراد:

آپ نے حضرات طلحہ' زبیر' عائشہ ام المومنین اور دیگر ازواج مطہرات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اسی قسم کے پیغامات بھیجے' چنانچہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدد کے لیے آئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح سویرے پہنچے اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملامت:

''اے لوگو! تم جو حرکتیں کر رہے ہو وہ نہ مومنوں جیسی ہیں اور نہ کافروں جیسی ہیں' تم اس شخص کی ضروریات نہ بند کرو۔ کیونکہ روم و فارس کے جو لوگ گرفتار کیے جاتے ہیں ان کو بھی کھانا پینا مہیا کیا جاتا ہے۔ اس شخص نے تمہارا کوئی مقابلہ نہیں کیا ہے پھر تم کس وجہ سے اسے محصور کرنا اور قتل کرنا روا رکھتے ہو؟''۔

اس پر وہ لوگ کہنے لگے ''بخدا! ہم اسے کھانے پینے نہیں دیں گے'' اس پر آپ نے اپنا عمامہ گھر میں پھینک کر فرمایا ''میں نے جو کچھ آپ سے کہا تھا اس کے لیے کوشش کی ہے'' اس کے بعد آپ واپس چلے گئے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بدسلوکی:

حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے خچر پر سوار ہو کر پانی کا ایک مشکیزہ لے کر آئیں تو لوگوں نے کہا ''ام المومنین ہیں'' انہوں نے ان کے خچر کے منہ پر طمانچہ مارا تو آپ نے فرمایا: ''بنوامیہ کے وصیت نامے اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس ہیں اس لیے میں ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں تا کہ میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں ایسا نہ ہو کہ یتیموں اور بیواؤں کے مال و جائیداد ضائع ہو جائے''۔

قتل کی کوشش:

وہ لوگ بولے ''وہ جھوٹی ہیں'' اس کے بعد انہوں نے خچر کی رسی تلوار سے کاٹ دی اس کی وجہ سے خچر بدکنے لگی اور حضرت ام

حبیبہ رضی اللہ عنہا گرنے لگی تھیں کہ لوگوں نے انہیں پکڑ لیا قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے کہ لوگ ان کو گھر پہنچا آئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے بسی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے ارادے سے نکلیں اور انہوں نے اپنے بھائی کو ساتھ چلنے کے لیے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں ان لوگوں کو ان کی کوششوں سے باز رکھتی''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا:

''اے محمد! ام المومنین (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) تمہیں اپنے ہمراہ چلنے کے لیے کہتی ہیں تو تم ان کے ہمراہ نہیں جاتے ہو مگر یہ عرب کے بھیڑیے تمہیں ناجائز کام کی دعوت دیتے ہیں تو تم ان کے پیچھے لگ جاتے ہو''۔

اس پر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابن التمیمیہ! تمہارا اس سے کیا تعلق ہے اس کے جواب میں انہوں نے کہا:

برے نتائج:

''اے ابن الخثعمیہ! اگر یہ معاملہ (خلافت) غالب آنے والوں کی طرف لوٹ گیا تو بنو عبدالمناف تم پر غالب آ جائیں گے''
اس کے بعد حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اہل مصر پر سخت ناراض ہو کر (حج کے لیے) روانہ ہوئیں اس وقت مروان بن الحکم ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''اے ام المومنین! اگر آپ یہاں رہتیں تو ممکن تھا کہ لوگ اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی حفاظت کر سکتے''۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا گیا تھا پھر مجھے کوئی ایسا شخص بھی نہ ملے جو میری حفاظت کر سکے۔ بخدا! مجھے نہیں معلوم ہے کہ ان لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچے گا''۔

خانہ نشینی:

جب حضرات طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا حضرت علی و ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے تو وہ بھی خانہ نشین ہو گئے۔ صرف آل حزم دشمن کی غفلت کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی مہیا کرتے تھے۔

امیر الحج کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلوایا وہ دروازے پر نگرانی کر رہے تھے آپ نے فرمایا ''تم موسم حج کے امیر ہو'' وہ بولے: ''اے امیر المومنین! بخدا! ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے حج سے زیادہ مرغوب ہے''۔ آپ نے فرمایا: کہ ''حج کے لیے روانہ ہو جائیں''۔

اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سال (قافلہ حج کے امیر بن کر) روانہ ہوئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیتیں فرمائیں۔ البتہ اس میں روایات کا اختلاف ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے یا اس سے پہلے روانہ ہو گئے تھے۔

آیت کی تلاوت:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ یَا قَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ﴾

''اے میری قوم! ایسا نہ ہو کہ میری مخالفت کی وجہ سے تم پر وہ عذاب آئے جو حضرات نوح' ہود یا صالح کی قوم پر نازل ہوا تھا''۔

پھر آپ نے فرمایا:

''اے اللہ! تو ان گروہوں کی امیدوں کے درمیان حائل ہو جا جیسا کہ ان سے پہلے کی جماعتوں کے ساتھ کیا گیا تھا''۔

لیلیٰ کی نصیحت:

عمرو بن محمد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' لیلیٰ بنت عمیس نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو بلا بھیجا اور کہا ''چراغ خود فنا ہو جاتا ہے اور لوگوں کو روشنی پہنچاتا ہے اس لیے جو کام کر رہے ہو' اس شخص کے مجرم نہ بنو جو تمہارے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتا ہے کیونکہ تم آج جو کام کر رہے ہو' کل دوسرے اسی سے فائدہ اٹھائیں گے اس لیے تم اس بات سے ڈرو کہ تمہارا آج کا کام (ہمیشہ کے لیے) حسرت بن کر نہ رہ جائے''۔

انتقامی جذبہ:

یہ بات سن کر وہ دونوں اپنے رویے پر اڑے رہے اور ناراض ہو کر نکل آئے وہ یہ کہہ رہے تھے ''عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ہمارے ساتھ کیا ہے' اسے ہم فراموش نہیں کر سکتے''۔ وہ بولیں ''عثمان رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟''۔

مخالفت کا اندیشہ:

سیف کی روایت ہے کہ وہ لوگ جو حج کے لیے آئے تھے' اہل مصر کو یہ پتہ چلا کہ تمام شہر والے ان سے نفرت کرتے ہیں لہٰذا شیطان نے ان کو ورغلایا تو انھوں نے یہ کہا ہم اس مصیبت سے جس میں ہم پھنس گئے ہیں' اسی وقت نکل سکتے ہیں جب کہ ہم اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیں اسی صورت میں لوگ ہم سے بے تعلق ہو سکیں گے۔

گھر کے دروازے پر جنگ:

لہٰذا نجات کی صورت یہی باقی رہ گئی ہے'' اس لیے (اکٹھے ہو کر) وہ گھر کے دروازے پر پہنچے ان کا حسن' ابن الزبیر' محمد بن طلحہ' مروان بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کیا یہ لوگ صحابہ کرام کے فرزند تھے، انھوں نے ان کا نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں چلا کر یہ فرمایا ''تم میری مدد کرنے سے آزاد ہو'' مگر انہوں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔

لڑنے کی ممانعت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلوار اور ڈھال لے کر خود نکلے تاکہ ان لوگوں کو منع کریں جب مصریوں نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اس پر یہ لوگ ان پر سوار ہو گئے آپ نے انہیں منع فرمایا تو وہ لوٹ آئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو قسم دلا کر فرمایا کہ وہ اندر آ جائیں انہوں نے لوٹنے سے انکار کیا آخر کار آپ کے ساتھی اندر آ گئے اور مصریوں پر دروازہ بند کر دیا گیا۔

مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ:

مغیرہ بن اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو حج کر کے جلد واپس آ گئے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پیشتر وہاں پہنچ گئے تھے وہ اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اور گھر کے اندر آنے والوں میں شامل تھے اور دروازے کے قریب اندر بیٹھ گئے تھے۔ وہ فرماتے تھے۔

''اگر ہم نے آپ کو چھوڑ دیا تو ہم اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے جب کہ ہم مرتے دم تک ان کا مقابلہ کر سکتے ہوں۔''

تلاوت قرآن کریم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دنوں قرآن کریم کی تلاوت کا ورد جاری کر رکھا ہے۔ آپ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کے قریب قرآن مجید کا نسخہ رکھا رہتا تھا جب آپ تھک جاتے تھے تو آپ بیٹھ کر قرآن کریم کا ناظرہ پڑھتے تھے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی تلاوت کرنے کو بھی عبادت سمجھتے تھے۔

آتش زدگی:

جب مصریوں نے یہ دیکھا کہ نہ تو کوئی دروازے پر ان کا مقابلہ کر رہا ہے اور نہ وہ اندر جا سکتے ہیں تو وہ آگ لے کر آئے اور اس سے دروازے اور چھت میں آگ لگا دی دروازہ اور چھت جلنے لگے جب لکڑیاں جل چکیں تو چھت دروازہ پر گر گئی اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے گھر والے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ انہیں اندر آنے سے روکیں' سب سے پہلے ان کے مقابلے کے لیے حضرت مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ نکلے وہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنی شجاعت کا اظہار کر رہے تھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے باہر نکلے اسی طرح محمد بن طلحہ اور سید بن العاص رضی اللہ عنہما بھی رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما:

آخر میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نکلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ وصیت کے مطابق اپنے والد (زبیرؓ) کے پاس چلے جائیں اور انہیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ لوگوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں) کو اپنے اپنے گھر جانے کی ہدایت کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما آخر میں آئے اور لوگوں کو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت کرنے کے لیے) آخر دم تک آمادہ کرتے رہے تا آنکہ وہ لوگ شہید ہو گئے۔

نماز اور تلاوت:

جب (باغیوں نے) دروازہ جلایا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے یہ صورت شروع کر رکھی تھی:

﴿ طٰه مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى ﴾ (پارہ ۱۶)

''طٰہٰ ہم نے قرآن (کریم) اس لیے تم پر نازل نہیں کیا کہ تم بد بخت رہو''۔

آپ بہت زود خواں تھے آپ تلاوت میں نہ غلطی کرتے تھے اور نہ اٹکتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے نماز ختم کر لی تھی پھر آپ بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت فرمانے لگے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ (پارہ ۴)

''(یہ وہ مسلمان ہیں کہ) جب لوگ ان سے کہتے ہیں کہ لوگ (دشمن) تمہارے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو' تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حمایت:

حضرت ابو ہریرہ اس وقت آئے جب ایک مختصر جماعت کے علاوہ لوگ گھر سے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ جماعت جنگ کر رہی تھی۔ تو وہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''میں تمہارے لیے نمونہ ہوں اور یہ وہ دن ہے جب کہ جنگ کرنا بہت ہی عمدہ ہے''۔

یا قوم مالی ادعوکم الی النجاۃ و تدعوننی الی النار۔

''اے میری قوم! کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو''۔

مروان کا مقابلہ:

اس دن مروان بھی آگے بڑھے اور للکار کر بولے ''کوئی مرد ہے'' چنانچہ قبیلہ لیث کا ایک شخص جس کا نام نباع تھا مقابلے کے لیے نکلا۔ دونوں کا مقابلہ شروع ہوا۔ مروان نے اس کی ٹانگوں کے نچلے حصہ پر تلوار ماری دوسرے نے مروان کی گردن پر تلوار ماری اس وار سے مروان چت گر پڑے اس کے بعد ہر فریق اپنے اپنے آدمی کو اٹھا کر لے گئے۔

مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ نے للکار کر کہا ''کون مقابلے کے لیے آتا ہے؟'' ان کے مقابلے کے لیے بھی ایک آدمی نکلا اور وہ دونوں بہادری کے ساتھ جنگ کرنے لگے وہ رجزیہ اشعار پڑھتے تھے (آخر میں) لوگوں نے کہا ''مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے'' اس پر قاتل نے بھی کہا ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' اس پر عبدالرحمٰن بن عدیس نے کہا ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' اس نے کہا جس طرح سویا ہوا کوئی خواب دیکھتا ہے اس طرح میں نے بھی دیکھا کہ مجھ سے کہا گیا ''مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت حاصل ہو۔ چنانچہ میں اس میں مبتلا ہو گیا''۔

گھر میں گھسنا:

قباث کنانی نے نیار بن عبداللہ سلمی کو قتل کر دیا پھر یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ان گھروں میں سے گھس آئے جو اس کے چاروں طرف تھے یہاں تک کہ ان سے گھر بھر گیا مگر جو لوگ دروازے پر تھے انہیں محسوس تک بھی نہیں ہوا۔ آخر کار قبائل کے

لوگ اپنے فرزندوں کو لے کر آ گئے کیونکہ ان کا امیر مغلوب ہو چکا تھا۔

اپنے موقف پر اصرار:

ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے کسی شخص کو بلایا چنانچہ ایک شخص اس کے لیے تیار ہوا اور وہ گھر کے اندر گیا اور کہنے لگے ''آپ معزول ہو جائیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''تم پر افسوس ہے بخدا! میں نے نہ تو دور جاہلیت میں اور نہ دور اسلام میں کسی عورت سے بدکاری کی اور نہ میں نے گانا گایا اور نہ کوئی (بری) تمنا کی اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی میں نے اپنی شرم گاہ پر بھی ہاتھ نہیں رکھا۔ اس لیے میں وہ قمیض (خلافت) نہیں اتاروں گا جو مجھے اللہ نے پہنائی ہے اور میں اپنے اس مقام پر قائم رہوں گا تا آنکہ اللہ نیک بختوں کو عزت عطا فرمائے گا اور بدبختوں کو ذلت دے گا'' اس پر وہ شخص نکل کر چلا گیا۔

قتل سے گریز:

لوگوں نے پوچھا ''تم نے کیا کیا'' وہ بولا ''بخدا ہم معلق ہو گئے ہیں' ہمیں لوگوں سے ان کا قتل ہی بچا سکتا' مگر ہمارے لیے ان کا قتل کرنا روا نہیں ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے قبیلہ لیث کا ایک آدمی بھیجا آپ نے اس سے پوچھا:

دوسرے شخص کی واپسی:

''تم کون سے قبیلہ کے ہو؟'' وہ بولا ''میں لیثی ہوں'' آپ نے فرمایا ''تم میرے ساتھی (قاتل) نہیں ہو' وہ بولا ''کیسے'' آپ نے فرمایا ''کیا تم جب چند افراد کے ساتھ آئے تھے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دعا دی تھی کہ تم اس قسم کے دنوں میں محفوظ رہو گے؟'' وہ بولا ''ہاں'' آپ نے فرمایا ''اس لیے تم تباہ و برباد نہیں ہو گے'' اس پر وہ لوٹ گیا اور جماعت کو چھوڑ کر چلا گیا۔

تیسرے شخص کا لوٹ جانا:

اس کے بعد ان لوگوں نے قبیلہ قریش کا ایک شخص بھیجا اس نے کہا اے عثمان رضی اللہ عنہ ''میں تمہارا قاتل ہوں'' آپ نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔ تم مجھے قتل نہ کرو'' وہ بولا ''کیوں'' آپ نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں دن تمہارے لیے استغفار کی تھی اس لیے تم خون کے مرتکب نہیں ہو گئے''۔

اس پر وہ استغفار کرتا ہوا لوٹ گیا اور اس نے بھی اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں کو ان کے قتل سے منع کرنے لگے۔ وہ کہتے تھے:

برے نتائج:

''اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی تلوار کو نہ نکالو' بخدا! اگر تم اس تلوار کو نیام سے باہر نکال لو گے تو تم اسے نیام میں نہیں رکھ سکو گے

تم پر افسوس ہے کہ تمہارا حاکم آج ورہ لے کر پھرتا ہے اگر تم اسے قتل کرو گے تو (آنے والا حاکم) بزور شمشیر تم پر حکومت کرے گا یہ بڑے افسوس کی بات ہے تمہارا مدینہ فرشتوں کی حفاظت میں ہے۔ بخدا! اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ (فرشتے) اس شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے''۔

اس پر لوگوں نے کہا ''اے یہودی عورت کے فرزند تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے'' اس پر وہ واپس چلے گئے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی واپسی:

آخری شخص جو اندر جا کر واپس آ گیا وہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ''تم پر افسوس ہے' کیا تم اللہ پر غضب ناک ہوتے ہو' کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی جرم کیا ہے البتہ میں نے تمہارے ساتھ حق وانصاف سے کام لیا''۔ اس پر وہ بھی لوٹ آئے۔

قاتلین کی آخری کوشش:

جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی نکل آئے اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ شکستہ دل ہو رہے ہیں تو قتیرہ' سودان بن حمران جو دونوں قبیلہ سکون سے تعلق رکھتے تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے اس کام کے لیے تیار ہوئے ان دونوں کے ساتھ غافقی بھی شریک تھا۔ غافقی نے ان پر لوہا مارا جو اس کے ساتھ تھا اور قرآن کریم کے نسخہ پر لات ماری جو گھوم کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا اور اس پر ان کا خون گرا۔ سودان بن حمران بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کرنے کے لیے پہنچا تو نائلہ بنت فرافصہ (آپ کی زوجہ محترمہ) اس کے درمیان حائل ہوئیں اور اس کی تلوار پکڑ لی جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

خلیفہ سوم کی شہادت:

آخر کار اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تلوار کی ضرب مار کر شہید کر دیا۔

غلام کی فداکاری:

اس وقت کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام بھی پہنچے تاکہ وہ آپ کی مدد کر سکیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سودان نے آپ پر تلوار کا وار کیا ہے تو کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کی گردن مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر قتیرہ نے غلام پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

لوٹ مار:

پھر ان (باغیوں) نے جو کچھ گھر میں تھا۔ وہ سب لوٹ لیا اور گھر کے لوگوں کو نکال دیا پھر گھر کو بند کر دیا وہاں تین لاشیں تھیں۔

قاتل کا قتل:

جب وہ گھر سے نکلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے غلام نے قتیرہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ان لوگوں نے گشت کیا اور جو کچھ انہیں ملا وہ چھین لیا۔ یہاں تک کہ خواتین کے بدن پر (جو زیور تھا) اسے بھی چھین لیا۔ ایک شخص نے حضرت نائلہ کی چادر چھین لی اس کا نام کلثوم بن نجیب تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام نے اسے دیکھ لیا۔ تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

بیت المال پر قبضہ:

گھر میں انھوں نے یہ اعلان کیا" بیت المال کو حاصل کرو۔ اس کی طرف نہ بڑھو"۔

بیت المال کے محافظوں نے ان کی آواز سنی وہاں صرف دو بوریاں پڑی ہوئی تھیں اس لیے ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا" بھاگ جاؤ! کیونکہ یہ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں" چنانچہ وہ بھاگ گئے اور یہ لوگ بیت المال کے پاس آ گئے اور اسے بھی لوٹ لیا۔

غم اور خوشی:

اس موقع پر دو قسم کے لوگ تھے نیک لوگ ماتم کر رہے تھے اور رو رہے تھے مگر باغی لوگ خوش ہو رہے تھے آخر میں یہ لوگ بہت پشیمان ہوئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اظہار افسوس:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل آئے تھے اور مکہ معظمہ کے راستے میں مقیم ہو گئے تھے تاکہ وہ ان کی شہادت کے موقع پر وہاں موجود نہ رہیں جب وہاں انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ عثمانؓ پر رحم کرے اور ان کا مددگار رہے۔ ان سے کہا گیا" یہ لوگ اب پشیمان ہو رہے ہیں" آپ نے فرمایا" انھوں نے (بری) سازش کی اور جو وہ چاہتے تھے وہ پورا نہیں ہو سکا۔ ان کے لیے ہلاکت ہے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (پارہ ۲۳ : سورہ یسین)

"وہ نہ وصیت کر سکتے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکتے ہیں"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بتایا گیا" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں" انہوں نے فرمایا" اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور ہمیں خیر و عافیت عطا فرمائے" لوگوں نے فرمایا" اب یہ لوگ پشیمان ہو رہے ہیں" اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے)" یہ لوگ شیطان کی طرح ہیں کہ وہ انسان سے کہتا ہے" تم کفر اختیار کرو" جب وہ کافر بن جاتا ہے تو وہ شیطان یہ کہتا ہے" میں تم سے بری الزمہ ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعاء:

(اس واقعہ کے بعد) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے باغ میں ہیں۔ انھوں نے پہلے سے کہہ دیا تھا" میں ان کی شہادت کے موقع پر موجود نہیں ہوگا" جب انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے یہ فرمایا:" یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں اکارت گئیں حالانکہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں" پھر آپ نے فرمایا:" اے اللہ! تو انہیں (اپنے کاموں میں) پشیمان بنا اور پھر انہیں اپنی گرفت میں لے"۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ" میں نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ضرور شہید ہوں

گے اور اگر وہ شہید ہو گئے اور تم مدینہ میں ہوئے تو لوگ تم پر اعتراض کریں گے اس لیے تم باہر نکل کر فلاں مقام پر رہو کیونکہ اگر تم یمن کے کسی غار میں ہوں گے تو لوگ تمہیں تلاش کر لیں گے''۔ حضرت نے ان کا یہ مشورہ نہیں مانا۔

جنگ کی ممانعت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بائیس دن تک محصور رہے پھر ان (باغیوں) نے دروازہ جلا دیا۔ اس وقت گھر میں بہت آدمی تھے جن میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مروان بھی شامل تھے۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے ''آپ ہمیں (جنگ کرنے کے لیے) اجازت دیں''۔

قسمت پر صبر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بات کہی تھی میں اس پر صابر ہوں۔ یہ لوگ دروازہ نہیں جلا رہے ہیں بلکہ اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر رہے ہیں اس لیے میں جنگ کرنے سے منع کرتا ہوں''۔ اس پر سب لوگ نکل گئے۔

قرآن کی تلاوت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید منگوایا اور اس میں سے یہ دیکھ دیکھ کر پڑھنے لگے اس وقت حسین بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے آپ نے فرمایا ''تمہارے والد اس وقت بہت بڑے کام میں (مشغول) ہیں لہٰذا میں تمہیں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ ''تم چلے جاؤ''۔

بیت المال کی حفاظت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہمدان کے ایک شخص ابوکرب اور انصار میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیت المال کے دروازے پر کھڑے رہیں (اور اس کی حفاظت کریں) بیت المال میں صرف دو بوریاں تھیں۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مروان نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مروان کو دھمکایا (اور گھر کے اندر گھس گئے) جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ دونوں بھاگ گئے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی گستاخی:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا ''تم میری داڑھی چھوڑ دو۔ تمہارا باپ اسے نہیں پکڑتا تھا'' اس پر اس نے داڑھی چھوڑ دی اس کے بعد کئی لوگ آ گئے کسی نے تلوار ماری اور کسی نے زدوکوب کیا اور ایک شخص بھالا لے کر آیا اور اس سے ان پر حملہ کیا۔

ناپاک حملہ:

خون نکل کر قرآن مجید پر بہنے لگا۔ اس کے باوجود یہ سب آپ کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے چونکہ آپ عمر رسیدہ تھے اس لیے اس حالت میں بے ہوش ہو گئے اتنے میں دوسرے لوگ بھی آ گئے' جب انھوں نے آپ کو بے ہوش دیکھا تو انھوں نے آپ کی ٹانگ کو پکڑ کر گھسیٹا اس پر حضرت نائلہ اور ان کی بیٹیاں چلانے لگیں تجیبی نے اپنی تلوار نکال لی۔

آپ کی شہادت:

اسے آپ کے شکم مبارک میں گھونپنا چاہا مگر حضرت نائلہ نے اس وار کو روکا جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں اس کے بعد

اس نے تلوار ان کے سینے پر ماری اور غروب آفتاب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

بیت المال کو لوٹنا:

اس وقت ایک شخص اعلان کر رہا تھا ''آپ کو شہید نہ کیا جائے اور آپ کا مال نہ لوٹا جائے'' مگر ان لوگوں نے ہر چیز لوٹ لی پھر یہ لوگ جلدی سے بیت المال کی طرف گئے' دونوں (محافظ) اشخاص چابیاں پھینک کر بھاگ گئے۔ آواز بلند ہوئی کہ ''بھا گو بھا گو' یہ لوگ یہی چاہتے ہیں''۔

گھر میں گھسنا:

عبدالرحمن بن محمد روایت کرتے ہیں ''محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ' عمرو بن حزم کے گھر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے تھے ان کے ساتھ کنانہ بن بشر' سودان ابن حمران اور عمرو بن الحق تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی بیوی نائلہ کے پاس پایا آپ قرآن مجید میں دیکھ کر سورۂ بقرہ تلاوت کر رہے تھے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا:

نازیبا الفاظ:

''اے بوڑھے بے وقوف! اللہ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''میں بوڑھا بے وقوف نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ اور امیر المومنین ہوں'' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ''معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ تیرے کام نہیں آئے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے میرے بھتیجے! تم میری داڑھی چھوڑ دو کیونکہ تمہارا باپ اس (داڑھی) کو جسے تم پکڑے ہوئے ہو نہیں پکڑتا تھا''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی بدکلامی:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اگر میرے والد تمہارے یہ اعمال دیکھتے تو انہیں سخت ناپسند کرتے اور ابھی جو کارروائی تمہارے ساتھ ہو گی' وہ اس داڑھی پکڑنے سے زیادہ سخت ہو گی'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں تمہارے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد کا طالب ہوں''۔

شہادت کا مزید حال:

اس کے بعد انہوں نے اپنا بھالا آپ کی پیشانی پر مارا اور کنانہ بن بشر نے اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گوش مبارک میں گھسا کر حلق میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد تلوار لے کر آپ کو شہید کر دیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دوسری روایت:

عبدالرحمٰن بن محمد روایت کرتے ہیں ''میں نے ابوعون کو یہ روایت کرتے ہوئے سنا ہے۔ کنانہ بن بشر نے ان کی پیشانی پر اور سر کے اگلے حصے پر لوہے کی سلاخ ماری اس کی وجہ سے آپ پیشانی کے بل گر پڑے اس وقت سودان بن حمران مرادی نے تلوار مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

بد بخت قاتل:

عبدالرحمن بن الحارث روایت کرتے ہیں ''جس شخص نے آپ کو شہید کیا وہ کنانہ ابن بشر تجیبی تھا۔ جیسے کہ منظور بن سیار فزاری کی زوجہ محترمہ یہ فرماتی ہیں:

تجیبی کا فعل بد:

ہم حج کے لیے نکلے ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا کوئی علم نہ تھا۔ جب ہم عرج کے مقام پر پہنچے تو ہم نے ایک شخص کو رات کے وقت یہ شعر گنگناتے ہوئے سنا:

''آگاہ ہو جاؤ کہ تین حضرات (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے بعد بہترین انسان وہ تھے جنہیں تجیبی نے شہید کیا جو مصر سے آیا تھا''۔

نیزے کے نو حملے:

عمرو بن الحمق حملہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر بیٹھ گیا تھا۔ جب کہ آپ کے اندر کچھ جان باقی تھی اس نے اس وقت آپ پر نیزے کے نو حملے کیے۔ عمرو بن الحمق خود کہتا ہے ''میں نے ان میں سے تین حملے اللہ کے لیے کیے اور چھ حملے اس لیے کیے کہ میرے سینے کے اندر انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی تھی''۔

مروان پر حملہ:

موسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا ''میں نے عروہ بن ہیثم کو دیکھا کہ اس نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقع پر مروان کی گردن پر تلوار کا وار کیا''۔

شہادت کا دن:

واقدی عثمان بن محمد اخنسی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ اہل مصر کے آنے سے پہلے ہوا' اہل مصر جمعہ کے دن آئے اور انہوں نے اگلے جمعہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا''۔

نہران اصبحی:

یزید بن ابی حبیب روایت کرتے ہیں ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا کام نہران اصبحی کے سپرد کیا گیا تھا' وہ عبداللہ بن بسرہ کا قاتل تھا۔ جو قبیلہ عبدالدار کے فرد تھے''۔

فوجی امداد کی خبریں:

ابوعون مولیٰ مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں اہل مصر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا اور جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے مگر بصرہ اور کوفہ سے عراقی آئے اور شام سے بھی امداد آئی تو انہوں نے ان (باغیوں) کی حوصلہ افزائی کی اسی اثنا میں انہیں یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ عراق سے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت میں) فوجی مہم روانہ ہوگئی ہے اور مصر سے بھی عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے فوجی امداد بھیجی ہے اس سے پہلے ابن سعد مصر میں موجود نہیں تھا اور وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اور شام پہنچا ہوا تھا اس لیے ان (باغیوں) نے کہا ''ہم فوجی امداد پہنچنے سے پہلے ان کا خاتمہ کر دیں گے''۔

محاصرہ کے وقت تقریر:

یوسف بن عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کر کے یہ فرمایا: ''میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اس وقت تم نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ ''وہ تمہارے ساتھ بھلائی کرے اور تمہارے لیے بہترین خلیفہ کا انتخاب کرے۔ اب تمہارا اللہ کے بارے میں کیا گمان ہے کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اللہ نے تمہاری دعا قبول نہیں کی کیونکہ تم اللہ کے نزدیک ذلیل تھے تم اس وقت اس کی حقدار مخلوق تھے اور تمہارے معاملات پراگندہ اور منتشر نہیں ہوئے تھے''۔

باغیوں سے سوالات:

یا تم یہ کہہ سکتے ہو؟ کہ اس معاملہ میں مشورہ نہیں کیا بلکہ تم نے زبردستی یہ کام انجام دیا اس وجہ سے اللہ نے امت اسلامیہ کو نافرمانی کی یہ سزا دی کیونکہ تم نے خلیفہ کے بارے میں صحیح مشورہ نہیں کیا اور اس کی ناپسندیدہ باتوں پر غور نہیں کیا۔

خلافت کا ذکر:

یا تم یہ کہہ سکتے ہو؟ کہ اللہ کو میرا انجام نہیں معلوم چنانچہ میں بعض کام اچھی طرح انجام دیتا تھا۔ اور دیندار حضرات اس سے خوش تھے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب اللہ نے خلافت کے لیے میرا انتخاب کیا اور مجھے اپنی عزت کا یہ لباس پہنایا تو اس وقت اللہ کو وہ باتیں معلوم نہ تھیں جن کا میں بعد میں مرتکب ہوا جن کی وجہ سے اللہ بھی ناراض ہے اور تم بھی ناراض ہو۔

گزشتہ کارنامے:

میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تمہیں میرے گزشتہ کارنامے معلوم ہیں کہ میں نے کس طرح اللہ کے حقوق ادا کیے اور دشمنوں سے جہاد کیا یہ وہ کارنامے ہیں جن کی فضیلت کا میرے بعد میں آنے والے ہر شخص کو اعتراف کرنا چاہیے۔ لہٰذا تم مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟۔

قتل کے مستحق افراد:

صرف تین افراد کا قتل جائز ہے (۱) شادی شدہ شخص زنا کرے (۲) اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے (۳) یا کسی شخص کو کسی جرم کے بغیر کوئی قتل کرے' ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں انسان کو قتل کرو گے تو تم اپنی گردنوں پر وہ تلوار رکھو گے جسے اللہ تعالیٰ قیامت تک تمہاری گردنوں سے نہیں ہٹائے گا۔

قتل کے برے نتائج:

تم مجھے قتل نہ کرو کیونکہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو ہمیشہ کے لیے تمہارے اتحاد و اتفاق کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر کبھی تم متحد ہو کر مال غنیمت تقسیم نہیں کر سکو گے اور اللہ تمہارا باہمی اختلاف کبھی دور نہیں کرے گا۔

باغیوں کا جواب:

اس تقریر کا انہوں نے یہ جواب دیا آپ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اللہ نے جو کچھ کیا وہ خیر اور بھلائی

پر مبنی تھا مگر اللہ نے تمہاری حکومت کو دور ابتلاء قرار دیا اور اس میں اپنے بندوں کو مبتلا کیا۔

کارناموں کا اعتراف:

آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے قدیم زمانے میں بڑے کارنامے انجام دیئے اور یہ کہ آپ خلافت کے مستحق تھے تو بے شک آپ کے گزشتہ کارنامے عہد رسالت میں شاندار تھے اور آپ خلافت کے مستحق تھے مگر آپ بعد میں تبدیل ہو گئے اور ایسے نئے نئے کام کیے جن کا آپ کو علم ہے۔

حق صداقت کا دعویٰ:

آپ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم آپ کو قتل کر دیں گے تو ہم بہت سے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے تو (اس کا جواب یہ ہے) آنے والے سال میں فتنہ وفساد کے خوف سے حق وصداقت کے اصولوں کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

قتل کی دوسری صورتوں کا ذکر:

آپ نے فرمایا ہے کہ صرف تین قسم کے افراد کو قتل کرنا جائز ہے مگر ہم کتاب اللہ میں ان مذکورہ تین قسموں کے علاوہ دیگر اقسام کے لوگوں کو بھی قتل کرنا جائز پاتے ہیں یعنی ان لوگوں کو بھی قتل کیا جائے جو زمین میں فتنہ وفساد کے لیے کوشش کرتے ہیں نیز اس باغی کا جو بغاوت کے بعد جنگ کرے قتل روا ہے اور اس شخص کا قتل کرنا بھی جائز ہے جو حقوق کے ادا کرنے میں حائل ہو اور اسے روکے اور اس پر جنگ کرے اور اس حق تلفی پر اصرار کرے۔

ظلم وبغاوت کا الزام:

آپ نے بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور آپ حق وصداقت کی راہ میں حائل ہیں اور اس پر زبردستی اصرار کر رہے ہیں اور جن پر آپ نے قصداً مظالم کیے ہیں ان مظالم کو رفع کرنے سے منکر ہیں اور اس کے باوجود ہم پر زبردستی امیر بنے ہوئے ہیں' آپ نے اپنی حکومت کرنے اور مال ودولت کی تقسیم میں ظلم سے کام لیا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہم پر زبردستی کر رہے ہیں اور جو آپ کی حمایت کر رہے ہیں۔ اور ہم سے جنگ کرتے ہیں وہ آپ کے حکم کے بغیر جنگ کر رہے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ خلافت کے عہدے سے چمٹے ہوئے ہیں اگر اس وقت آپ اپنے آپ کو (خلافت سے) معزول کر لیں تو وہ بھی آپ کی حمایت کے لیے جنگ کرنا چھوڑ دیں گے۔

باب ۲۲

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت وخصائل

حسن بن ابی الحسن فرماتے ہیں ''میں مسجد نبوی میں گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی چادر کے سہارے پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس دو سقے جھگڑتے ہوئے آئے اور آپ نے (اسی وقت) ان کے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا''۔

باہر جانے کی ممانعت:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قریش کے معزز مہاجرین کو بلا اجازت دوسرے شہروں میں جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ وہ اس بات کے شاکی تھے جب ان کی شکایت کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اونٹ سے مشابہت:

''اسلام کی حالت اونٹ کی مانند ہے ابتداء میں اس کا ایک دانت ہوتا ہے پھر دو دانت نکلتے ہیں پھر اس کے چار اور چھ دانت نکلتے ہیں اس کے بعد وہ سن رسیدہ ہو جاتا ہے بوڑھے اونٹ سے نقصان کے علاوہ اور کچھ توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔

آگاہ ہو جاؤ اسلام پختہ عمر کا ہو گیا ہے۔ اب قریش یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے مال سے صرف انہیں امداد ملے دوسرے لوگوں کو نہ ملے مگر جب تک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زندہ ہے' ایسا نہیں ہو سکتا ہے' میں گھاٹی پر کھڑا ہوا اہل قریش کی گردنیں پکڑے ہوئے ہوں تاکہ انہیں آگ میں گرنے سے روکوں''۔

پہلی کمزوری:

سیف' محمد وطلحہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے طریقے کے مطابق عمل نہیں کیا اس لیے یہ لوگ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے جب انھوں نے ان شہروں کو دیکھا اور دنیا دیکھی اور لوگوں نے بھی ان سے ملاقات کی تو جن لوگوں کی کوئی حیثیت نہ تھی اور نہ اسلام میں انہوں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا تھا وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اس طرح مختلف گروہ پیدا ہو گئے اور لوگوں نے ان سے بہت توقعات قائم کر لیں اور ان معاملات میں وہ آگے بڑھتے گئے اور وہ کہنے لگے:

''یہ لوگ (بہت سی زمینوں کے) مالک ہیں ہم ان سے واقف ہوں گے اور ان سے اپنے تعلقات بڑھائیں گے''۔

اس طرح اسلام میں پہلی کمزوری پیدا ہوئی اور یہی بات عوام میں فتنہ وفساد کا سبب بنی۔

قریش کے لیے بندش:

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے اہل قریش ان سے اکتا گئے تھے کیونکہ آپ نے انہیں مدینہ منورہ میں محصور کر رکھا تھا۔ آپ نے انہیں (باہر جانے سے) سختی سے منع کر رکھا تھا آپ فرماتے تھے:

''سب سے بڑا خطرہ جس کا مجھے امت اسلامیہ کے لیے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ تم مختلف شہروں میں آباد ہو جاؤ گے'' اگر ان میں سے کوئی شخص جو مہاجرین میں سے ہو اور مدینہ میں رہتا ہو۔ جہاد کے لیے اجازت طلب کرتا تھا۔ تو آپ فرماتے تھے۔

جہاد نبوی کی اہمیت:

''تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد کیا تھا وہ تمہارے لیے کافی ہے اور وہ جہاد سے بہتر ہے تاکہ نہ تم دنیا کو دیکھو نہ دنیا تمہیں دیکھے''۔

مختلف شہروں میں آبادی:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے انہیں باہر جانے کی اجازت دے دی اس لیے وہ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے۔ اور عوام ان کے پاس آمد و رفت کرنے لگے اس وجہ سے وہ حضرت عمرؓ سے زیادہ انہیں پسند کرنے لگے۔

حج کا التزام:

حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں: ''جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے آخری سال کے علاوہ ہر سال حج کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو لے کر حج کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا۔ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے مقام پر رکھتے تھے اور حضرت سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے مقام پر رکھتے تھے یہ آخری صف پر ہوتے تھے اور دوسرے پہلی صف پر ہوتے تھے۔

کمزوروں کی حمایت:

لوگ امن سے رہتے تھے آپ نے شہر کے لوگوں کو یہ خط لکھا تھا: ''تم نیک کام کی ہدایت کرو اور برے کام سے روکو اور کوئی مومن اپنے آپ کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے کیونکہ اگر کمزور انسان مظلوم ہے تو میں ان شاء اللہ طاقتور کے مقابلے میں اس کا حامی رہوں گا۔

لوگ اس طریقے کے مطابق چلتے رہے آخر کار کچھ لوگوں نے ان کی اس پالیسی کو امت اسلامیہ میں انتشار پیدا کرنے کا ذریعہ بنا لیا''۔

مال و دولت کی فراوانی:

سیف' محمد اور طلحہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ قریش کے افراد نے مختلف شہروں میں مال و دولت اور جائداد جمع کر لی اور عوام ان کی طرف مائل ہونے لگے وہ سات سال تک اس حالت میں رہے ہر جماعت یہ چاہتی تھی کہ ان کا (پسندیدہ) شخص خلیفہ بنے۔

ابن سبا کا فتنہ:

اس کے بعد ابن السوداء (عبداللہ بن سبا) مسلمان ہوا اور وہ بھی تقریریں کرنے لگا۔ اس وقت دنیا عروج پر تھی اس لیے اس کے ہاتھ سے بہت سے واقعات رونما ہوئے اور عوام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طویل عمر سے اکتانے لگے۔

لہو و لعب سے دلچسپی:

حکیم بن عباد کی روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں جب دنیاوی خوشحالی آئی اور لوگوں کی دولت مندی انتہا تک پہنچی تو وہاں جو

سب سے پہلی برائی رونما ہوئی تو وہ کبوتروں کو اڑانا' اور مختلف مراکز پر نشانہ بازی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال قبیلہ لیث کے ایک شخص کو مقرر کیا اس نے ان کبوتروں کے پر کاٹے اور نشانہ بازی کے مراکز کو ختم کیا۔

کبوتر بازی کی ممانعت:

عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے کبوتر اڑانے اور نشانہ بازی کو منع کیا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے یہ (برائی) مدینہ میں اس وقت رونما ہوئی اس لیے آپ نے ایک شخص کو مقرر کیا اس نے اس (رسم بد) کو روکا۔

نشہ بازی پر سزا:

قاسم بن محمد سے بھی اسی قسم کی روایت مذکور ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ ''لوگوں میں نشہ کی عادت رونما ہوئی اس کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص مقرر کیا جو لاٹھی لے کر گشت کرتا تھا اور لوگوں کو اس (فعل قبیح) سے روکتا تھا۔ جب اس کے استعمال میں زیادتی ہوئی اور یہ عادت حد سے تجاوز کر گئی تو اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات سے مطلع کیا اور انہوں نے لوگوں سے اس بات کی شکایت کی تو لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ نبید کے استعمال پر بھی کوڑے لگائے جائیں چنانچہ ایسے کچھ افراد کو پکڑ کر کوڑے کی سزا دی گئی۔

دوسرے شہروں پر برے اثرات:

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں کچھ حادثات رونما ہوئے تو وہاں سے کچھ افراد جہاد کے ارادے سے مختلف شہروں کی طرف روانہ ہوئے ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ عربوں کے قریب رہیں ان میں سے کچھ حضرات بصرہ گئے اور کچھ حضرات کوفہ گئے اور کچھ لوگ شام گئے' انھوں نے وہاں جا کر ان شہروں کے مہاجرین کے فرزندوں کے درمیان وہی خرابی پیدا کر دی جو مدینہ کے (نوجوان) فرزندوں میں پیدا ہو گئی تھی البتہ شام کے (نوجوان) فرزند اس خرابی سے بچے رہے۔ آخر کار یہ سب مدینہ واپس آ گئے مگر جو شام گئے تھے واپس نہیں آئے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات سے مطلع کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر یوں تقریر کی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سختی:

''اے اہل مدینہ تم اسلام کی بنیاد ہو اگر تم بگڑ گئے تو (دنیا کے) دوسرے مسلمان بگڑ جائیں گے اور اگر تم درست رہے تو وہ درست رہیں گے۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری طرف سے مجھے کسی برے کام کی اطلاع ملے گی تو میں اسے جلاوطن کر دوں گا اس بارے میں کسی کا اعتراض یا کوئی مطالبہ نہیں سنوں گا کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان کے اعضاء کاٹ دیئے جاتے تھے بغیر اس کے کہ کوئی مخالفت اور موافقت کی بات کرے۔

جلاوطنی پر اعتراض:

چنانچہ ان میں سے جب کوئی بڑا کام کرتا تھا یا لاٹھی اور کسی قسم کا ہتھیار استعمال کرتا تھا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے جلاوطن کر دیتے تھے اس (اقدام) سے ان (نوجوانوں) کے والدین بہت شور و غل مچانے لگے ''انہوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے جلاوطنی کی سزا نئے طریقہ سے نکالی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بن ابی العاص کے علاوہ اور کسی کو جلاوطن نہیں کیا تھا''۔

آپ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا ''حکم بن العاص مکہ معظمہ کے باشندے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں سے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا پھر آپ ہی نے اسے اپنے وطن واپس بھیج دیا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف کر کے واپس بھیج دیا تھا۔ آپ کے بعد بھی خلیفہ نے لوگوں کو جلاوطن کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جلاوطن کیا۔

احتیاط کی ہدایت:

خدا کی قسم! میں ضرور تمہارے اخلاق پر عفو و درگزر سے کام لوں گا اور اس کو اپنے اخلاق کا حصہ بناؤں گا بہت سی باتیں قریب آ گئی ہیں جن کا رونما ہونا میں اپنے اور تمہارے لیے پسند نہیں کرتا ہوں اس لیے مجھے بہت احتیاط اور ہوشیاری سے رہنا ہوگا اس لیے تم بھی محتاط رہو۔ اور عبرت حاصل کرو۔

ابن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال:

سیف عبداللہ بن سعید اور یحییٰ بن سعید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ''کسی شخص نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ (مشہور محدث) سے محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کیوں اختیار کی۔ انھوں نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پروردہ:

وہ (محمد بن ابی حذیفہ) یتیم تھے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے تمام یتیموں کی سرپرستی کرتے تھے اور ان کے اخراجات برداشت کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراضگی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے (سرکاری) عہدہ پر مقرر کرنے کی درخواست کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر معذرت کی تو اس نے کہا آپ مجھے سفر کی اجازت دیں تاکہ میں اپنی روزی کمانے کے لیے جدوجہد کرسکوں۔ آپ نے فرمایا ''تم جہاں چاہو جا سکتے ہو'' اس کے بعد آپ نے اس کے لیے زادِ سفر اور سواری مہیا کی اور عطیات دے کر رخصت کیا جب وہ مصر پہنچے تو چونکہ انہیں حاکم مقرر نہیں کیا گیا تھا' اس وجہ سے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالف ہو گئے۔

مخالفت کی وجہ:

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دونوں کو زدوکوب کیا اس کی وجہ سے عمار اور عتبہ رضی اللہ عنہما کے خاندانوں میں آج تک عداوت چلی آ رہی ہے۔

عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے (اس تکرار کے بارے میں) دریافت کیا تو انہوں نے کہا ''انہوں نے تہمت لگائی تھی''۔

غضب اور طمع:

مبشر کہتے ہیں کہ ''میں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

برخلاف ہو گئے تھے؟'' انہوں نے جواب دیا ''اس کی وجہ غضب اور طمع ہے'' پھر میں نے پوچھا ''غضب اور طمع کا اظہار کیوں ہوا؟'' وہ بولے ''مسلمانوں میں (ان کے والد کی وجہ سے) بڑا مرتبہ تھا۔ لوگوں نے انہیں دھوکے میں مبتلا کیا اس کی وجہ سے ان کے اندر طمع پیدا ہوئی نیز ان پر کچھ قرضہ ہو گیا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر ان کی گرفت کی اور اس میں ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی اس لیے اس (طمع) کے ساتھ یہ واقعہ بھی شامل ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد (قابل حمد) کے بجائے وہ مذمم (قابل مذمت) ہو گئے۔

نرمی کا نتیجہ:

سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا انھوں نے حقوق کا خیال کیا اور کسی کے حق کو معطل نہیں کیا اس لیے لوگ ان کی نرمی کی وجہ سے ان سے محبت کرنے لگے مگر ان کی نرمی نے انہیں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ (شہادت) تک پہنچایا۔

بزرگوں کی تعظیم:

قاسم کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک پسندیدہ فعل یہ بھی ہے کہ ایک شخص کا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھگڑا ہوا اس جھگڑے میں اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حقارت آمیز الفاظ کہے اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو زدوکوب کیا لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا احترام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی تعظیم وادب کریں اور میں لوگوں کو ان کی تحقیر کرنے کی اجازت دوں جو کوئی ایسا کام کرتا ہو یا اس کی حمایت کرتا ہو یا کام کرتا ہو' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔

نصیحت کی درخواست:

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں ''بیعت خلافت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور میں انہیں بلا کر لے آیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ''مجھے آج آپ کی نصیحت کی سخت ضرورت ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ ان پانچ باتوں پر ضرور عمل کریں اگر آپ ان کی پابندی کریں گے تو قوم آپ کی مخالفت نہیں کرے گی'' آپ نے فرمایا ''وہ کیا ہیں'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (وہ یہ ہیں) ''(۱) قتل سے صبر کرنا (۲) لوگوں سے محبت کرنا (۳) درگزر کرنا (۴) نرمی اختیار کرنا (۵) راز کو پوشیدہ رکھنا''۔

نرم غذا:

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''قبیلہ قریش کے جو حضرات سن رسیدہ ہو جاتے تھے وہ نرم کھانا پسند کرتے تھے۔ ایک رات میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت عمدہ پکا ہوا نرم کھانا کھایا میں نے اس سے زیادہ عمدہ کھانا نہیں کھایا تھا۔ اس میں بکری کے شکم کا گوشت بھی تھا اور اس کے سالن میں دودھ اور گھی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''تمہارے خیال میں یہ کھانا کیسا ہے؟'' میں نے کہا ''یہ سب سے عمدہ کھانا ہے جو میں نے کھایا ہے' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر رحم

کرے تم نے اس قسم کا کھانا ان کے ساتھ بھی کھایا تھا'' میں نے کہا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غذا:

''ہاں مگر جب میں اپنا لقمہ منہ کی طرف لے جاتا تھا۔ تو وہ لقمہ میرے ہاتھ سے نکل پڑتا تھا۔ اس میں گوشت نہیں تھا اس کے سالن میں گھی تھا۔ مگر دودھ نہیں تھا'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم سچ کہتے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشینوں کے کام کو دشوار بنا دیا ہے' وہ (کھانے کی) ان چیزوں میں سے معمولی چیز استعمال کرتے تھے۔ مگر میں جو کھانا کھاتا ہوں وہ مسلمانوں کے مال کو خرچ کر کے نہیں کھاتا ہوں بلکہ اپنے ذاتی مال کو خرچ کر کے کھاتا ہوں''۔

نرم کھانے کی عادت:

تمہیں معلوم ہے کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھا۔ اور تجارت میں سب سے زیادہ محنت کرتا تھا۔ میں ہمیشہ سے نرم کھانا کھاتا رہا ہوں اور اب تو میں ایسی عمر کو پہنچ گیا ہوں کہ سب سے زیادہ نرم کھانا مجھے سب سے زیادہ مرغوب ہے اور اس معاملے میں کسی کی حق تلفی نہیں کرتا ہوں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غذا:

عبیداللہ بن عامر روایت کرتے ہیں ''میں ماہ رمضان المبارک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ افطار کیا کرتا تھا۔ ہمارے پاس (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے کھانے سے زیادہ نرم کھانا آیا کرتا تھا۔ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر عمدہ کھانے دیکھے اور چھوٹے بھیڑ بکریوں کا گوشت بھی ہر رات کھایا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ بھیڑ بکریوں کا معمولی گوشت کھاتے تھے جب میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں گفتگو کی تو انھوں نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات:

اللہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ سائب کی روایت ہے ''میں نے منیٰ میں جو سب سے پہلا خیمہ دیکھا وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا خیمہ تھا اور آخری خیمہ عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ تھا۔ نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے جمعہ کی نماز کے لیے دوسری اذان زورا کے مقام پر دلوائی علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جن کے لیے آٹے کو (چھلنی سے) چھانا گیا''۔

اہم باتوں سے آگاہی:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ ''ابن ذی الحبکہ نہدی نیرنج (جادو) کا کام کیا کرتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس بارے میں خود اس سے پوچھیں اگر وہ اقرار کرے تو اس کو دردناک سزا دی جائے' انہوں نے اس کو بلوایا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا ''ہاں یہ عجیب وغریب شعبدہ بازی کا کام ہے'' اس پر انھوں نے اس کو سزا دینے کا حکم دیا اور عوام کو بھی اس سے مطلع کیا اور اس کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ خط بھی پڑھ کر سنایا گیا'' یہ معاملہ سنجیدہ اور سنگین ہے اس لیے تم بھی سنجیدگی اختیار کرو اور ہنسی مذاق اور دل لگی سے بچو''۔

لوگوں کو یہ تعجب ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر کیسے معلوم ہوئی۔

مخالفت کی وجوہات:

بہر حال دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی سزا دی گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں لکھا گیا اس پر وہ ناراض ہو گیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند افراد کو شام کی طرف جلاوطن کیا تو کعب بن ذی الحبکہ اور مالک بن عبداللہ کو جو اسی کے خیالات کا حامی تھا۔ دنیاوند کے مقام کی طرف بھیجا کیونکہ وہ سحر وطلسمات کی سرزمین تھی۔

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حاکم ہوا تو اس نے اس شخص کو واپس بلا لیا اس کے ساتھ احسان کیا اور نیک سلوک کیا مگر اس نے ناشکری کی اور اس کا فتنہ بڑھتا ہی گیا۔

ضابی بن حارث کا واقعہ:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ضابی بن حارث برجمی نے انصاری خاندان سے ایک شکاری کتا مستعار لیا جس کا نام قرحان تھا وہ ہرنوں کا شکار کرتا تھا۔ ضابی نے وہ کتا روک لیا۔ (واپس نہیں دیا) تو انصاری افراد اس پر چڑھ آئے اور زبردستی وہ کتا اس سے چھین کر اس کے مالکوں کو واپس کر دیا۔ اس پر ضابی نے انصاریوں کی ہجو کی۔ انصار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی تو انہوں نے اس کو سزا دی اور جیل خانے میں ڈال دیا جیسا کہ وہ عام طور پر اس قسم کے مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اسے یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوئی وہ قید خانے ہی میں فوت ہو گیا اس وجہ سے اس کا فرزند امیر ابن ضابی سبائی (عبداللہ بن سبا کا پیرو) بن گیا تھا۔

مخالفوں کا انجام:

سیف متسنبر کے بھائی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ: ''بخدا! جہاں تک مجھے علم ہے یا میں نے سنا ہے ہر وہ شخص جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جنگ کی یا ان کے پاس سوار ہو کر پہنچا مارا گیا ہے کوفہ میں ایسے کئی لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ان میں اشتر' زید بن صوحان' کعب بن ذی الحبکہ' ابو زینب' ابو مواع' کمیل بن زیاد' اور عمیر بن ضابی شامل تھے' یہ لوگ کہتے تھے ''کوئی سر اس وقت تک بلند نہیں ہو گا جب تک عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ رہیں گے'' اس پر عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد نے کہا ''ہم انہیں قتل کر دیں گے'' اس کے بعد دونوں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

کمیل کی بدنیتی:

عمیر راستے ہی سے واپس آ گیا البتہ کمیل بن زیاد نے جرأت سے کام لیا اور ایک جگہ بیٹھ کر موقع کا انتظار کرنے لگا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے (اس حملہ آور کی حالت دیکھ کر) اس کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اپنی پشت کے بل گر پڑا اور کہنے لگا ''اے امیر المومنین! آپ نے مجھے زخمی کر دیا'' آپ نے فرمایا ''کیا تم اچانک حملہ آور نہیں تھے؟'' اس نے کہا ''اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے'' (میں حملہ آور نہیں تھا) اس نے قسم کھا لی اتنے میں اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے ''اے امیر المومنین! ہم اس کی تلاشی لیں گے''۔ آپ نے فرمایا:

دشمن کو معافی:

''نہیں اللہ نے اس کو عافیت عطا کر دی ہے اس لیے میں نہیں چاہتا ہوں کہ جو کچھ اس نے کہا ہے' اس کے علاوہ اور کوئی بات

معلوم کروں''۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا''بخدا! میرا خیال یہی تھا کہ تم (مجھے قتل کرنے کے) مقصد سے آئے ہو' اگر میں سچا ہوں تو (اس معافی کے بعد) اللہ اجر عظیم عطا کرے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں ذلیل کرے گا''۔

یہ کہہ کر آپ اپنے پاؤں پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے''اے کمیل! تم مجھ سے بدلہ لے لو' یہ کہہ کر آپ دوزانو ہو گئے' اس نے کہا''میں نے چھوڑ دیا' اس طرح دونوں صحیح سلامت باقی رہ گئے۔

عہد حجاج کا واقعہ:

جب حجاج بن یوسف کوفہ آیا تو اس نے کہا''جو شخص مہلب کی مہم میں شامل تھا۔ وہ اس کے دفتر میں آئے اور کوئی جھجک نہ محسوس کرے' اس پر عمیر بن ضابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا''میں بہت کمزور اور بوڑھا شخص ہوں میرے دو طاقتور فرزند ہیں آپ ان میں سے ایک کو میرے بجائے لے جائیں' حجاج نے پوچھا''تم کون ہو؟''وہ بولا''میں عمیر بن ضابی ہوں''اس پر حجاج نے کہا:

امیر بن ضابی کا قتل:

تم چالیس سال سے اللہ بزرگ و برتر کی نافرمانی کرتے رہے ہو' بخدا! میں مسلمانوں کے سامنے تمہیں سزا دوں گا تم کتے کو چرانے والے ظالم انسان (کی حمایت) کے لیے ناراض ہوئے تھے تمہارے باپ نے خیانت اور سازش کی تھی تم بھی سازش کا قصد کرتے رہے ہو اس لیے میں ارادہ کرنے کے بعد اس سے نہیں پھروں گا' چنانچہ اس کی گردن ماردی گئی۔

دوسری روایت:

سیف قبیلہ اسد کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کوفہ میں آیا تو اس نے (جہاد کے لیے) جانے کے لیے اعلان کرایا تو اس موقع پر ایک شخص نے (مذکورہ بالا) کچھ عرض داشت کی۔ حجاج نے اس کی بات مان لی جب وہ چلا گیا تو اسماء بن خارجہ نے کہا''عمیر میرے دل میں کھٹکتا ہے'' حجاج نے پوچھا''عمیر کون ہے؟''اس نے کہا''یہ بوڑھا شخص (جو ابھی گیا ہے)'' حجاج نے کہا''ہاں تم نے مجھے نیزے کا وہ حملہ یاد دلا دیا ہے جسے میں بھول گیا تھا کیا یہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی؟ اس نے کہا''ہاں'' حجاج نے پوچھا''کیا کوفہ میں اس کے علاوہ اور کوئی ایسا آدمی بھی ہے''اس نے کہا''ہاں! کمیل ہے''اس پر حجاج نے کہا:

عمیر اور کمیل:

میرے پاس عمیر کو لاؤ'' چنانچہ اس کی گردن اڑا دی گئی اس کے بعد اس نے کمیل کو بلوایا مگر وہ بھاگ گیا' قبیلہ نخع نے اس کو پکڑ لیا' اسود بن ہشیم نے کہا:

''آپ اس بوڑھے شخص کا کیا کریں گے جس کو بڑھاپے نے ہی عاجز کر دیا ہے''۔

حجاج نے کہا:

''بخدا! تم اپنی زبان بند کرو ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر اڑا دوں گا''اس پر اس نے کہا''آپ جو چاہیں کریں''۔

جب کمیل نے یہ دیکھا کہ اس کی قوم میں دو ہزار جنگجو سپاہی ہیں مگر اس کے باوجود اس کی قوم پر خوف ہراس مسلط ہے تو اس موقع پر اس نے کہا:

کمیل کی پیشی:

چونکہ میری وجہ سے دو ہزار افراد پر خوف لاحق ہے اور وہ محروم ہیں تو ایسی صورت میں اس خوف و دہشت (کی زندگی) سے موت بہتر ہے''۔ اس لیے اس نے اپنے آپ کو حجاج کے سامنے پیش کر دیا حجاج نے کہا'' کیا تمہیں وہ شخص ہو جس نے (قتل کا) ارادہ کیا تھا پھر امیر المومنین نے پردہ فاش نہیں کیا مگر تم اس پر بھی قانع نہیں ہوئے تا آنکہ تم نے انہیں قصاص کے لیے بٹھوایا حالانکہ انہوں نے اپنی جان کی مدافعت میں یہ کام کیا تھا۔

کمیل کی گفتگو:

اس پر کمیل نے کہا'' آپ مجھے کس جرم میں قتل کر رہے ہیں؟ کیا اس پر کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے معاف کر دیا تھا اس پر کہ میں صحیح سالم بچ نکلا'' حجاج نے کہا'' اے ادہم بن المحرز! اسے قتل کر دو'' وہ بولا'' پھر اس (کے قتل) کے ثواب میں ہم اور آپ شریک ہو گے؟'' حجاج نے کہا'' ہاں'' ادہم نے کہا'' بلکہ ثواب آپ کو ملے گا اور جو گناہ ہو گا اس کا وبال میری گردن پر ہو گا''۔

عباس بن ربیعہ کو انعام:

یحییٰ بن حفص بیان کرتے ہیں'' ربیع بن الحارث بن عبد المطلب عہد جاہلیت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شریک تھے (جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو) عباس بن ربیعہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا'' آپ ابن عامر رضی اللہ عنہ کو لکھ دیں کہ وہ مجھے ایک لاکھ (کی رقم) قرض دے'' آپ نے اسے لکھ دیا تو اس نے ایک لاکھ (درہم) انعام کے طور پر دیئے اور اپنا گھر انہیں جاگیر کے طور پر دے دیا چنانچہ آج تک ان کا گھر عباس بن ربیعہ کا گھر کہلاتا ہے۔

سخاوت و مروت:

موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پچاس ہزار کی رقم (حضرت) طلحہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ (واجب الادا) تھی' ایک دن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آئے تو (حضرت) طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' آپ کا مال موجود ہے آپ اس پر قبضہ کر لیں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اے ابو محمد! وہ مال تمہارا ہے اور آپ کی مروت اور شرافت کا صلہ ہے''۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے درخواست:

حکیم بن جابر کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت) طلحہ رضی اللہ عنہ سے (محاصرہ کے وقت) فرمایا'' میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم جا کر لوگوں کو (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے دور کر دو' انہوں نے کہا'' نہیں بخدا! جب تک کہ بنو امیہ اپنی جانب سے حق نہ ادا کریں''۔

اراضی کی فروخت:

حسن کی روایت ہے کہ (حضرت) طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سات لاکھ کی قیمت پر ان کی اراضی خریدی اور وہ (یہ رقم) لے کر ان کے پاس گئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' ایک شخص سے یہ معاملات طے کر رہا ہوں مگر اسے نہیں معلوم ہے کہ اس کے گھر میں اللہ کا کیا حکم نازل ہونے والا ہے' اس پر ان کا قاصد رات بھر لوگوں کو وہ رقم تقسیم کرتا رہا یہاں تک کہ صبح کے وقت ان کے پاس کوئی درہم باقی نہیں رہا۔

امیر حج کا تقرر:

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (امیر الحج بن کر) لوگوں کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے جیسا کہ ابو معشر نے بیان کیا ہے۔

محاصرہ کی مدت:

واقدی یہ روایت عکرمہ خود حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی رقم طراز ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو دفعہ محصور ہوئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے سوال پر انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلی دفعہ بارہ دن تک محصور ہوئے اس موقع پر جب اہل مصر آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ذوخشب کے مقام پر اہل مصر سے ملے اور انہیں واپس بھجوایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلوص:

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ) بخدا! حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخلص اور سچے دوست تھے' البتہ مروان اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کے جعلی کاموں اور اعتراضات نے جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برخلاف کرتے رہتے تھے انہیں بدظن کر دیا تھا اور وہ ان لوگوں کی (غلط) باتوں کو برداشت کرتے رہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف گفتگو:

یہ (مروان وغیرہ) یہ کہتے تھے کہ اگر وہ چاہیں تو آپ کے برخلاف کوئی گفتگو نہ کر سکے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے تھے اور بعض اوقات مروان اور اس کے ساتھیوں کی شکایت کے وقت ان کا لہجہ کلام سخت ہو جاتا تھا ایسے موقع پر یہ لوگ کہتے تھے ''یہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) آپ کے سامنے ایسی گفتگو کرتے ہیں جب کہ آپ ان کے امام (خلیفہ) بزرگ چچازاد بھائی اور پھوپی زاد بھائی ہیں۔ ایسی حالت میں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ غائبانہ طور پر کیا کہتے ہوں گے'' چنانچہ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑے رہے تا آنکہ انہوں نے عزم مصمم کر لیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملات میں دخل نہیں دیں گے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات:

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) میں دن میں (حج کے لیے) مکہ معظمہ روانہ ہوا تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے روانہ ہونے کی دعوت دی ہے اس پر انہوں نے مجھ سے فرمایا'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی نصیحت کرے انہوں نے دھوکے بازوں کو اپنا راز داں بنا رکھا ہے ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ایسے لوگوں سے تعلق نہ ہو جو خراج نہ کھاتے ہوں ان لوگوں کو ذلیل نہ کرتے ہوں'' اس پر میں نے کہا'' آپ کی ان سے قرابت اور رشتہ داری ہے اگر آپ ان کی حفاظت کر سکتے ہوں تو آپ یہ کام (ضرور کریں کیونکہ اسی صورت میں آپ معذور سمجھے جائیں گے''۔

بیجا الزام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں'' خدا جانتا ہے کہ میں نے ان کے اندر انکساری اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خیر خواہی دیکھی اس کے باوجود ان پر بڑا (الزام) لگایا جاتا ہے''۔

خالد بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام پیغام:

حضرت ابن عباس نے مزید فرمایا ''مجھ سے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا'' تم خالد بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس جو مکہ معظمہ میں' جا کر کہنا کہ امیر المومنین آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں ''میں اتنے دنوں سے محصور ہوں اور اپنے گھر میں کھاری پانی پی رہا ہوں مجھے اس کنوئیں کا پانی پینے کی اجازت نہیں ہے جسے میں نے اپنے ذاتی مال سے خریدا تھا اور جس کا نام' رومہ ہے۔ تمام لوگ اس کا پانی پیتے ہیں مگر میں اس کا پانی پینے سے محروم ہوں۔ میں گھر کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کھا سکتا ہوں۔ میں بازار سے کوئی چیز منگوا کر نہیں کھا سکتا ہوں اور میں اس حالت میں (اپنے گھر کے اندر) محصور ہوں'' ۔ تم انہیں حکم دو کہ وہ لوگوں کو لے کر حج کرے اور اگر وہ انکار کرے تو تم لوگوں کو حج کراؤ''۔

مخالفت سے خوف:

چنانچہ جب میں حج کے لیے آیا تو میں خالد بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھی پہنچا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو پیغام مجھے دیا تھا' وہ پیغام میں نے انہیں پہنچا دیا تو اس نے مجھ سے کہا ''کیا ان لوگوں کی دشمنی مول لینے کی (کسی میں) طاقت ہے؟''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حج:

اس نے حج کرانے سے بھی انکار کر دیا اور کہا ''تم لوگوں کو حج کراؤ کیونکہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہو۔ آگے چل کر یہ معاملہ (خلافت) حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچے گا اس لیے تمہیں اس ذمہ داری کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو' چنانچہ میں نے لوگوں کو حج کرایا پھر مہینے کے آخر میں مدینہ منورہ واپس آیا۔

خون کا الزام:

اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گردن پر کود رہے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو وہ لوگوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور مجھ سے سرگوشی کرنے لگے اور فرمانے لگے'' یہ حادثہ رونما ہوا ہے اس میں تمہاری کیا رائے ہے۔ درحقیقت یہ بہت بڑا حادثہ ہے اور کوئی شخص ان (نازک حالات کا) تدارک نہیں کر سکتا ہے'' میں نے کہا ''عوام کو آج کل آپ کی سخت ضرورت ہے تاہم میری رائے یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جو کوئی خلیفہ ہوگا اسے اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے خون کا ملزم گردانا جائے گا آگے چل کر انھوں نے بیعت حاصل کرنے پر اصرار کیا اس لیے ان پر بھی ان کے خون (قتل کرنے) کا الزام لگایا گیا۔

امیر حج کا تقرر:

ایک دوسرے سلسلہ روایت سے بحوالہ عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ فرمایا: ''میں نے خالد بن العاص بن ہشام رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ کا حاکم بنایا ہے چونکہ اہل مکہ کو ان لوگوں کی باتوں کی اطلاع مل گئی ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے اس لیے وہ خانہ خدا اور حرم کعبہ میں ان سے جنگ کرے گا اس طرح اس زمانے میں حرم کعبہ کے امن و امان میں خلل واقعہ ہوگا جب کہ مسلمان دور دراز علاقوں سے وہاں زیارت کے لیے آئیں گے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ میں حج کے تمام انتظامات تمہارے سپرد کروں'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ

حاجیوں کے نام ایک خط بھی بھیجا تھا۔ جس میں ان سے کہا گیا تھا۔ کہ وہ ان لوگوں کا انتظام کریں جنہوں نے انہیں محصور کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روانہ ہوئے تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے بھی گزرے انہوں نے فرمایا ''میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عمدہ زبان دی ہے کہ تم اس شخص کو چھوڑ کر نہ جاؤ کیونکہ ان (باغیوں) کا بول بالا ہو گیا ہے۔ اور مختلف شہروں سے ایک نہایت ہی سنگین کام کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں میں نے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے بیت المال اور خزانوں کے لیے چابیاں رکھ چھوڑی ہیں اگر وہ خلیفہ مقرر ہو گئے تو وہ اپنے چچا زاد بھائی (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلیں گے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

میں نے کہا ''اے اماں جان! (اگر خدانخواستہ) اس شخص پر کوئی حادثہ رونما ہوا تو اس وقت مسلمان ہمارے ساتھی کی طرف متوجہ ہوں گے اس پر انہوں نے فرمایا ''تم خاموش رہو میں تم سے کوئی مجادلہ اور مباحثہ کرنا نہیں چاہتی ہوں''۔

عام مسلمانوں کے نام خط:

عبدالمجید بن سہیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے وہ خط نقل کر لیا تھا' جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (عام مسلمانوں کے نام) بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(یہ خط) اللہ کے بندے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مومنوں اور مسلمانوں کے نام ہے۔

''السلام علیکم! میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اما بعد! میں تمہیں اللہ بزرگ و برتر کی یاد دلاتا ہوں جس نے تم پر نعمتیں نازل کیں اور تمہیں اسلام (کی تعلیمات) کی تعلیم دی اور تمہیں گمراہی سے راہ راست کی طرف پہنچایا اور تمہیں کفر کی طرف سے نجات دی اور تمہیں کھلی نشانیاں دکھلائیں' تم پر رزق کو وسیع کیا اور دشمن پر غالب کیا اور تمہیں کامل نعمتیں عطا کیں جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر حق و صداقت کے ساتھ فرماتا ہے۔

آیات سے استدلال:

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو تم ان کا احاطہ نہیں کر سکو گے۔ بے شک انسان بہت ظلم اور ناشکری کرنے والا ہے''۔

اتحاد کی تلقین:

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم مسلمان رہ کر وفات پاؤ۔ تم اللہ کی رسی کو متحد ہو

کر مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو''۔

اطاعت کا حکم:

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل کی تھی۔ اور اس کے عہد و پیمان کو بھی یاد کرو جو اس نے پختگی کے ساتھ تم سے بندھوایا تھا جب کہ تم نے کہا تھا: ہم نے (یہ احکام) سنے اور ہم اس کی اطاعت کریں گے''۔

افواہوں سے پرہیز:

نیز یہ کلمہ حق بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی تحقیق کر وایسا نہ ہو کہ تم قوم کو جہالت میں مبتلا کر دو اور پھر تم کو اپنے کام پر پشیمان ہونا پڑے''۔

غداری کی مذمت:

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾

''حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کا دنیا و آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے''۔

تقویٰ اور اطاعت:

اللہ تعالیٰ نے یہ برحق قول بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَاتَّقُو اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا ﴾

''جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور (احکام) سنو اور اطاعت کرو''۔

حکام کی اطاعت:

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

''تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحب اقتدار کی (اطاعت بھی کرو) اگر تم (مسلمانوں) کا کسی چیز میں جھگڑا اور اختلاف ہو جائے تو تم اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ بشرطیکہ تم اللہ اور روز

آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بات بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی عمدہ تر ہے''۔

خلافت کا وعدہ:

نیز یہ بھی ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے ساتھ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اپنا نائب بنائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے دین کو جسے اس نے پسند کیا ہے غالب رکھے گا اور ان کی خوف و دہشت (کی زندگی) کو امن و امان میں تبدیل کرے گا۔ (بشرطیکہ) وہ صرف میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور جو کوئی اس کے بعد بھی کفر اختیار کرے گا تو وہ لوگ فاسق ہیں''۔

بیعت کی اہمیت:

یہ برحق قول بھی اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (سورۃ فتح / پارہ ۲۶)

''درحقیقت جو لوگ (اے پیغمبرؐ) آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پھر جس نے عہد شکنی کی تو اس نے اپنی ذات کے برخلاف (اسے نقصان پہنچانے کے لیے) عہد شکنی کی اور جس نے اللہ کے معاہدہ کو پورا کیا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا''۔

امن و اتحاد کی ضرورت:

امابعد! (مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ) اللہ نے تمہارے لیے تعمیل حکم اطاعت اور جماعت (کے ساتھ رہنے) کو پسند فرمایا ہے اور تمہیں نافرمانی' نااتفاقی اور اختلاف سے منع فرمایا ہے اور گزشتہ لوگوں کے اقبال سے تمہیں آگاہ کیا ہے اللہ نے یہ باتیں تمہیں اس لیے پہلے سے بیان کر دی ہیں کہ نافرمانی کے موقع پر یہ باتیں تمہارے برخلاف حجت بن سکیں۔

باہمی اختلاف کا انجام بد:

لہٰذا تم بزرگ و برتر اللہ کی نصیحت کو مانو اور اس کے عذاب سے ڈرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ کوئی قوم اس وقت تباہ و برباد ہوئی جب اس میں اختلاف برپا ہوا اس لیے قوم کے لیے ایک سردار کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی شیرازہ بندی کرتا رہے اور اس کی تنظیم برقرار رکھے اگر تم یہ طریقہ جاری نہیں رکھو گے تو تم متحد ہو کر نماز کو قائم نہیں رکھ سکو گے (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) دشمن تم پر مسلط ہو جائے گا اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ ایسی صورت میں اللہ کا صحیح دین قائم نہیں رہے گا۔ اور تم مختلف فرقوں میں تقسیم

ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے رسول کریم ﷺ سے یہ ارشاد فرمایا ہے:

نا اتفاقی کی مذمت:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ کَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ﴾ (پارہ ۸)

''حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی۔ اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے (اے پیغمبر) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

میں بھی تمہیں اسی بات کی ہدایت کرتا ہوں جس بات کی تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور تمہیں اس کے عذاب سے خبردار کرتا ہوں۔ کیونکہ حضرت شعیب (پیغمبر) علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ فرمایا تھا:

مخالفت کا حشر:

﴿ یَا قَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ﴾

''اے میری قوم! تمہیں میری مخالفت اس حالت پر نہ پہنچائے کہ تم پر بھی (وہ عذاب) نازل ہو جو حضرت نوح علیہ السلام یا ہود علیہ السلام یا صالح علیہ السلام کی قوموں پر نازل ہوا تھا''۔

فتنہ پردازی:

امابعد! وہ قومیں جو اس معاملہ میں گفتگو کر رہی ہیں وہ اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ وہ اللہ بزرگ و برتر کی کتاب کی طرف اور حق و صداقت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور ان کا مقصد دنیا نہیں ہے اور نہ وہ دنیا کی باتوں میں جھگڑ رہے ہیں جب ان کے سامنے حق بات پیش کی گئی تو لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے کچھ حق بات کو اختیار کرنے لگے مگر جب اس کا وقت آیا تو اس سے الگ ہو گئے اور کچھ لوگ حق کو چھوڑ بیٹھے اور کسی چیز کو ناحق چھین لینے کی کوشش کرنے لگے۔ انہیں میری عمر بہت طویل معلوم ہوئی اور وہ خلافت کی تبدیلی کی تمنا کرنے لگے۔ اس طرح وہ تقدیر کے کاموں میں بھی جلدی کرنے لگے۔

معاہدہ کی پابندی:

ان لوگوں نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ اس معاہدہ کے مطابق واپس ہو رہے ہیں جو میں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں نے جو معاہدہ کیا تھا اس سے میں نے سرمو بھی انحراف کیا ہے وہ شرعی حدود کا مطالبہ کر رہے ہیں اس پر میں نے ان سے کہا ''تم بے شک شرعی حدود اس پر قائم کرو جو ان حدود سے تجاوز کر گیا ہو نیز تم شرعی حدود اس پر بھی قائم کرو جس نے تم پر دور ونزدیک سے ظلم کیا ہو''۔

جائز مطالبات کی حمایت:

وہ کہتے ہیں ''کہ کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے'' میں نے یہ کہا ''جو چاہے وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کر سکتا ہے مگر وہ کتاب اللہ کے نازل کردہ احکام میں حد سے آگے نہ بڑھے''۔

قومی مال کی حفاظت:

یہ (مفسد لوگ) کہتے ہیں ''محروم شخص کو رزق دیا جائے اور مال کا پورا پورا حق ادا کیا جائے تاکہ مال کے بارے میں نست

حسنہ (عمدہ روایت) قائم ہو سکے۔ اور مال خمس میں دست درازی نہ ہو اور نہ صدقہ کے مال میں (کوئی خلل پڑے)"۔

میں ان باتوں پر رضا مند ہو گیا اور اس کے مطابق صبر و استقلال کے ساتھ کام کرتا رہا۔

بزرگوں سے مشورہ:

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (امہات المومنین) کے پاس بھی گیا اور ان سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا:

"آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں"۔

ان (ازواج مطہرات) نے فرمایا:

"تم عمرو بن العاص اور عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرو اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدہ پر بحال رکھو کیونکہ انہیں تم سے پہلے کے خلیفہ نے حاکم بنایا تھا اور وہ اپنی سرزمین میں اچھا کام کر رہے ہیں اور ان کی فوج بھی ان سے خوش ہے پھر تم عمرو (بن العاص) کو لوٹا دو کیونکہ ان کی فوج بھی ان سے خوش ہے اور ان کی حکومت سے مطمئن ہے اس لیے انہیں اپنی اراضی کو درست کرنے کا موقع دینا چاہیے"۔

مشورہ پر عمل:

میں نے یہ تمام کام (ان کے مشورہ کے مطابق) انجام دیے (اس کے باوجود بھی) مجھ پر زیادتیاں کی گئیں جیسا کہ میں نے تمہیں اور اپنے ساتھیوں کو لکھا ہے۔

مخالفوں کے مظالم کا ذکر:

انہوں نے تقدیر کے کاموں میں جلد بازی کی اور مجھے نماز پڑھانے سے بھی روک دیا اور مجھے مسجد نبویؐ (میں نماز پڑھنے اور جانے) سے روک دیا نیز مدینہ میں جو کچھ تھا وہ سب چھین لیا۔

باغیوں کا مطالبہ:

جب میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں اس وقت وہ مجھے تین میں سے ایک بات کا اختیار دے رہے ہیں۔ ۱۔ یا تو وہ مجھ سے ہر آدمی کے بدلے میں جسے میں نے صحیح یا غلط طریقہ سے سزا دی ہو قصاص لیں اور اس معاملہ میں کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے۔ ۲۔ یا میں خلافت سے الگ ہو جاؤں اور وہ میرے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کر لیں۔

اعلان بریت:

۳۔ یا انہیں ان فوجیوں اور شہریوں کی طرف بھیجا جائے جو ان کے مطیع ہیں اور وہ میری اس وفاداری اور اطاعت سے بریت کا اعلان کر دیں جو اللہ نے ان پر فرض کر دی ہے۔

قصاص کا معاملہ:

(اس کے جواب میں) میں نے ان سے کہا "جہاں تک مجھ سے قصاص لینے کا تعلق ہے تو مجھ سے پہلے بھی خلفاء گذرے ہیں جو صحیح فیصلہ بھی کرتے تھے اور غلط بھی کرتے تھے مگر ان میں سے کسی سے کوئی قصاص نہیں لیا گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ میری جان لینا چاہتے ہیں۔

دست برداری سے انکار:

وہ چاہتے ہیں کہ میں خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ مجھے سخت سے سخت سزا دے دیں تو وہ میرے لیے اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اللہ بزرگ و برتر کے کام اور اس کی خلافت سے اعلان بریت کروں۔

اعلان بریت کا جواب:

وہ یہ کہتے ہیں کہ انہیں فوج اور شہریوں کے پاس بھیجا جائے اور وہ میری اطاعت سے بریت کا اعلان کریں۔ (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) میں ان کا وکیل نہیں ہوں اور میں نے اس سے پہلے ان لوگوں کو زبردستی اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ وہ اپنی رضامندی سے میری اطاعت کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد اللہ بزرگ و برتر کی رضا جوئی ہے نیز وہ باہمی اصلاح کے خواہش مند ہیں۔

اللہ کی رضا جوئی:

تم میں سے جو دنیا کا طلب گار ہے تو اسے اسی قدر حصہ ملے گا جس قدر اللہ بزرگ و برتر نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اور جو کوئی اللہ کی رضامندی اور روز آخرت امت اسلامیہ کی اصلاح و بہبودی کا طلب گار ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت حسنہ اور ان کے بعد کے دونوں خلفاء کے طریقہ پر چلنا چاہتا ہے تو اس کو اللہ ہی جزائے خیر دے گا میں اس کو (مناسب) بدلہ نہیں دے سکتا۔

عہد شکنی کی مذمت:

اگر تمہیں ساری دنیا مل جائے تو یہ تمہاری دینداری کی قیمت نہیں بن سکتی اور اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس لیے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اسی سے ثواب کے طلب گار رہو اگر تم میں سے کوئی عہد شکنی کرنا چاہتا ہے تو میں اسے پسند نہیں کروں گا اور نہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرے گا کہ تم اس کے معاہدہ کو توڑو۔

خونریزی سے پرہیز:

یہ لوگ مجھے جس بات پر مجبور کر رہے ہیں وہ تمام تر خلافت کا جھگڑا ہے اب صرف میری ذات ہے اور میرے ساتھی ہیں۔ اللہ کے حکم اور اللہ کی نعمت کی تبدیلی کا انتظار کر رہا ہوں میں نہیں چاہتا ہوں کہ کوئی بری روایت قائم ہو۔ اور امت اسلامیہ میں اختلاف و افتراق پیدا ہو اور (مسلمانوں کی ناحق) خونریزی ہو۔

حق و صداقت کی دعوت:

اس لیے میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم حق و صداقت پر قائم رہو اور میرے ساتھ بھی حق کے مطابق سلوک کرو اور بغاوت و سرکشی چھوڑ و تم ہمارے ساتھ بھی انصاف کرو جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر نے حکم دیا ہے۔

ایفائے عہد کا حکم:

اللہ نے تمہیں ایفائے عہد اور اپنے حکم کی پابندی کی ہدایت کی ہے چنانچہ یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴾

''تم وعدہ پورا کرو کیونکہ وعدہ کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی''۔

معذرت خواہی:

میں نے یہ معذرت اللہ کے سامنے پیش کر دی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کر سکو جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں اپنے نفس کو قطعی طور پر بری الذمہ نہیں قرار دیتا ہوں کیونکہ یہ نفس برائی کی طرف مائل کرتا رہتا ہے بجز اس صورت کے جب کہ میرا پروردگار مجھ پر رحم کرے اور وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

توبہ واستغفار:

اگر میں نے کچھ لوگوں کو سزا دی ہے تو اس صورت میں میری نیت خیر خواہی کی تھی لہٰذا میں اللہ کے سامنے ہر (برے) کام سے توبہ کرتا ہوں اور اس سے معافی کا طلب گار ہوں کیونکہ وہی گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ میرے رب کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور صرف گمراہ لوگ اس کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ حقیقت میں وہ بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں ان سے واقف ہے۔

اُمت کی خیر خواہی:

میں اللہ بزرگ و برتر سے اپنی اور تمہاری مغفرت کا طالب ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اس امت کے دلوں کو بھلائی پر متحد کرے اور ان کے دلوں میں برائی سے نفرت پیدا کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ! اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُسْلِمُوْنَ.

نامہ عثمان رضی اللہ عنہ سنانا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا (مذکورہ بالا) نامہ مبارک انہیں (اہل حج کو) ۷/ ذوالحجہ کو پڑھ کر سنایا۔

حج سے واپسی:

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر امیر حج مقرر فرمایا چنانچہ میں مکہ معظمہ جانے کے ارادے سے روانہ ہوا اور میں نے مسلمانوں کو حج کرایا اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا اس کے بعد جب میں مدینہ واپس آیا تو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے بیعت ہو چکی تھی''۔

باب ۲۳

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین

ابو بشیر عابدی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش تین دن تک (گھر میں) پڑی رہی اسے کسی نے دفن نہیں کیا۔ پھر حکیم بن خرام اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دفن کرنے کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے یہ اجازت طلب کی کہ ان کے گھر والے ان کی لاش کو دفن کر دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی۔

تدفین میں رکاوٹ:

جب ان (دشمنوں) کو اس کی اطلاع ملی تو وہ پتھر لے کر راستے میں بیٹھ گئے آپ کے اہل وعیال (جنازہ لے کر) نکلے وہ (لاش کو دفن کرنے کے لیے) مدینہ کے ایک باغ کی طرف جا رہے تھے جسے حش کوکب کہتے ہیں یہاں یہود اپنے مردوں کو دفن کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مداخلت:

جب وہ جنازہ لے کر وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے جنازے پر سنگباری کی (اور ان کی لاش کو) پھینک دینے کا ارادہ کیا اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ انہیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو) دفن کرنے دیں چنانچہ وہ باز آ گئے اور آپ کو حش کوکب میں دفن کر دیا گیا۔

قبرستان میں توسیع:

جب حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کی دیوار کو گرا دینے کا حکم دیا تا کہ اس کا سلسلہ بقیع کے قبرستان کے ساتھ مل جائے انہوں نے مسلمانوں کو اس بات کا حکم بھی دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب اردگرد اپنے مردے دفن کریں اس طرح ان قبروں کا سلسلہ مسلمانوں کے قبرستان بقیع کے ساتھ مل گیا۔

تدفین کا حال:

ابوکرب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے بیت المال کے منتظم تھے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان مدفون ہوئے ان کے جنازے میں مروان بن الحکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تین آزاد کردہ غلام اور ان کی پانچویں بیٹی شریک ہوئیں۔ جب ان کی صاحبزادی نے ماتم کے لیے اپنی آواز نکالی تو لوگوں نے پتھر اٹھا لیے اور قریب تھا کہ ان کی صاحبزادی پر پتھر برسائے جائیں کہ اتنے میں لوگ جنازے کو دیوار کی طرف لے گئے اور وہ وہاں مدفون ہوئے۔

مدفن پر اختلاف:

صالح بن کسان کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ایک شخص نے کہا "انہیں یہودیوں کے قبرستان دیر سلع میں دفن کیا جائے" اس پر حکیم بن خرام رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا جب تک قصی بن کلاب کے قبیلہ کا ایک شخص بھی زندہ

ہے' اس پر جھگڑا بڑھنے کا اندیشہ ہونے لگا۔ آخر کار ابن عدیس البلوی نے کہا" اے بوڑے شخص آپ کا کیا حرج ہے کہ انہیں کہاں دفن کیا جاتا ہے' حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بولے: انہیں بقیع الفرقد ہی میں دفن کیا جائے گا جہاں ان کے بزرگ اور پیش رو مدفون ہیں"۔
چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جنازہ لے کر نکلے اور انہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز جنازہ کا انعام:

واقدی کا قول ہے' صحیح یہ ہے کہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز (جنازہ) پڑھائی۔

تدفین میں تاخیر:

مخرمہ بن سلیمان والبی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہید ہوئے مگر انہیں دفن نہیں کیا جا سکا اس بارے میں (ان کی زوجہ محترمہ) نائلہ بنت الفرافصہ نے' حویطب بن عبدالفری' جبیر بن مطعم' ابوجہم بن حذیفہ' حکیم بن حزام اور نیار اسلمی رضی اللہ عنہم سے مدد طلب کی۔ وہ بولے" ہم ان کا جنازہ دن کے وقت نہیں نکال سکتے ہیں کیونکہ اہل مصر دروازے پر ہیں تم لوگ توقف کرو"۔

جنازہ اٹھانے میں رکاوٹ:

جب مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت آیا تو لوگ داخل ہوئے مگر انہیں (لاش کے پاس) جانے سے روک دیا گیا۔ ابوجہم نے کہا" بخدا مجھے وہاں تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا میں اس کے لیے جان دے دوں گا۔ تم اس (جنازہ) کو اٹھاؤ"۔

بقیع میں تدفین:

چنانچہ (جنازہ) اٹھا کر بقیع (قبرستان) لے جایا گیا ان کے پیچھے حضرت نائلہ چراغ لے کر چلیں۔ جس سے بقیع میں روشنی ہوئی اور اس کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بھی تھا آخر کار وہ کھجور کے پیڑوں کے پاس پہنچے جہاں ایک دیوار بھی تھی۔ انہوں نے دیوار کو توڑ کر ان کھجور کے پیڑوں میں انہیں دفن کر دیا گیا۔
حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد حضرت نائلہ نے کچھ بولنا چاہا مگر لوگوں نے انہیں منع کر دیا اور کہا ہمیں ان کمینہ لوگوں سے اندیشہ ہے کہ وہ ان کی قبر کو نہ کھود دیں۔ آخر کار حضرت نائلہ اپنے گھر چلی گئیں۔

جنازہ کے شرکاء:

عبداللہ بن ساعدہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی لاش دو راتوں تک وہیں رہی لوگ اسے دفن نہیں کر سکے پھر اس (لاش) کو ان چار اشخاص نے اٹھایا: ۱۔ حکیم ابن حزام ۲۔ جبیر بن مطعم ۳۔ نیاز بن مکرم ۴۔ ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہم۔

کچھ لوگوں کی مخالفت:

جب (جنازہ کو) رکھا گیا تا کہ اس پر نماز (جنازہ) پڑھی جائے تو انصار کے کچھ افراد آئے تا کہ نماز (جنازہ) پڑھنے سے روکیں ان میں اسلم بن اوس بن بجرہ ساعدی ابوحیہ مازنی اور دیگر حضرات شامل تھے انہوں نے بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔

تدفین میں مزاحمت:

حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ نے کہا ''انہیں دفن کر دو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتوں نے ان پر نماز (جنازہ) پڑھی ہے'' وہ بولے نہیں بخدا! انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے نہیں دیا جائے گا اس لیے انہیں حش کوکب میں دفن کیا گیا۔

جب بنوامیہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس احاطے کو بقیع کے قبرستان میں شامل کر دیا چنانچہ آج کل یہ احاطہ بنوامیہ کا قبرستان ہے۔

بے حرمتی کا ارادہ:

عبداللہ بن موسیٰ مخزومی کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو (دشمنوں نے) ان کا سر کاٹ لینے کا ارادہ کیا اس پر حضرت نائلہ اور حضرت ام البنین لاش پر گر پڑیں اور انہیں اس کام سے باز رکھا۔ وہ چیخنے چلانے لگیں انہوں نے اپنا منہ پیٹ لیا تھا اور کپڑے پھاڑ لیے تھے اس پر ابن عدیس نے کہا ''نہیں (اسی حالت میں چھوڑ'' چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش کو غسل دیے بغیر بقیع لے گئے انہوں نے چاہا کہ جنازوں کے مقام پر ان پر نماز (جنازہ پڑھی) جائے۔ مگر انصار نے انہیں روک دیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ دروازہ پر رکھا ہوا تھا تو عمیر بن ضبائی ان کی لاش پر کود کر کہنے لگا:

''تم نے میرے باپ ضبائی کو قید کر دیا اور وہ قید خانے میں مر گیا تھا اس طرح ان کی ایک پسلی ٹوٹ گئی تھی''۔

تدفین میں عجلت:

مالک بن ابی عامر فرماتے ہیں ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں بھی ان کا جنازہ اٹھانے والوں میں سے تھا۔ ہم ان کے جنازے کو اس قدر جلد لے جا رہے تھے کہ ایک دروازے سے ان کا سر ٹکرایا اس وقت ہم پر بہت خوف و دہشت طاری تھی۔ تا آنکہ ہم نے انہیں حش کوکب میں دفن کر دیا''۔

حضرت نائلہ کا پیغام:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت نائلہ نے عبدالرحمٰن بن عدیس کے پاس یہ پیغام بھیجا تم میرے سب سے قریبی رشتہ دار ہو اس لیے میں یہ حق رکھتی ہوں کہ تم میرا کام انجام دو وہ یہ ہے کہ تم ان مردوں کو مجھ سے دور کر دو۔ اس پر وہ انہیں دھمکانے اور سب وشتم کرنے لگا۔

رات کو تدفین:

جب آدھی رات ہوئی تو مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آئے وہاں زید بن ثابت' حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت کعب بن مالک اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی پہنچے جنازے کے مقام پر عورتیں اور بچے بھی پہنچے پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لائے اور مروان نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر وہاں سے وہ بقیع کے قبرستان لے گئے اور وہاں (حش کوکب) کے مقام کے قریب انہیں دفن کر دیا۔

غلاموں کی تدفین:

جب صبح ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان غلاموں کے جنازوں کو بھی وہاں لایا گیا جو ان کے ساتھ شہید ہوئے تھے تو اس

وقت لوگوں نے انہی وہاں دفن کرنے سے روکا تو انہیں حش کوکب میں دفن کر دیا گیا۔

مزار عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب تدفین:

جب شام ہوئی تو ان میں سے دو غلاموں کو نکال کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا ان میں ہر ایک ساتھ پانچ مرد اور ایک عورت فاطمہ ام ابراہیم بن عدی تھیں پھر یہ لوگ لوٹ کر کنانہ بن بشر کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

دو لاشوں کا حشر:

آپ ہمارے سب سے قریبی رشتہ دار ہیں اس لیے آپ اجازت دیں کہ ان دونوں لاشوں کو جو گھر میں پڑی ہیں نکالا جائے۔ اس نے ان (دشمنوں) سے اس بارے میں گفتگو کی مگر وہ نہیں مانے۔ آخر کار اس نے کہا "میں اہل مصر میں سے آل عثمان کا پڑوسی ہوں تم ان دونوں لاشوں کو نکلوا کر پھینک دو۔ چنانچہ ان دونوں لاشوں کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر سڑک پر پھینک دیا گیا اور انہیں کتوں نے کھا لیا۔

شہید غلاموں کے نام:

ان دونوں غلاموں کے نام جو دار عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت شہید ہوئے تھے نجیح اور صبیح تھے چنانچہ ان کی فضیلت اور کارناموں کی وجہ سے بالعموم غلاموں کے نام انہیں دونوں غلاموں کے نام پر رکھے جانے لگے۔ تیسرے غلام کا نام (جو شہید ہوا) لوگوں کو یاد نہیں رہا۔

غسل کے بغیر تدفین:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غسل نہیں دیا گیا تھا انہیں انہی کپڑوں میں اور خون میں کفنایا گیا اسی طرح ان دونوں غلاموں کو بھی غسل نہیں دیا گیا۔

حضرت شعبی کی روایت:

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کے وقت مدفون ہوئے اور مروان بن الحکم نے ان پر نماز (جنازہ) پڑھائی۔ ان کے پیچھے ان کی صاحبزادی اور حضرت نائلہ بنت فرافصہ روتی ہوئی نکلیں۔

تاریخ شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت میں (اختلاف ہے البتہ تمام راویوں کا) اس پر اتفاق ہے کہ ان کی شہادت ماہ ذوالحجہ میں ہوئی ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی شہادت ۱۸/ ذوالحجہ ۳۶ ھ میں ہوئی مگر جمہور اور راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ ھ میں شہید ہوئے۔

۳۶ ھ کی روایت:

محمد اخنسی اور ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بروز جمعہ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۶ ھ میں عصر کے بعد شہید ہوئے ان کی مدت خلافت بارہ سال سے بارہ دن کم تھی۔ اور ان کی عمر شریف بیاسی سال تھی۔

مصعب بن عبداللہ نے بھی اپنی روایت میں یہی تاریخ اور یہی وقت بتایا ہے۔

۳۵ ھ کی روایت:

دوسرے راویوں کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ ھ میں شہید ہوئے۔

حضرت عامر شعبی کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بائیس دن تک محصور رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچیسویں سال ۱۸/ ذوالحجہ کی صبح کو شہید ہوئے۔

دیگر روایات:

ابو معشر کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن بتاریخ ۱۷/ ذوالحجہ ۳۵ ھ کو شہید ہوئے ان کی مدت خلافت بارہ سال سے بارہ دن کم تھی۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ ھ کو شہید ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ گیارہ سال' گیارہ مہینے اور بائیس دن خلیفہ رہے۔

ابن عقیل نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ ھ میں ہوئی۔

شہادت کا وقت:

سیف کی مشہور سلسلہ روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بروز جمعہ بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ دن کے آخری وقت ہوئی۔ دوسرے راویوں کا بیان ہے کہ ان کی شہادت چاشت کے وقت ہوئی۔

جمعہ کی صبح:

ہشام بن الکلبی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت جمعہ کی صبح کو بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ ھ کو ہوئی ان کی مدت خلافت بارہ سال سے آٹھ دن کم تھی۔

جمعہ کی صبح:

ہشام بن الکلبی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت جمعہ کی صبح کو بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ کو ہوئی ان کی مدت خلافت بارہ سال سے آٹھ دن کم تھی۔

مخزمہ بن سلیمان والبی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مذکورہ بالا دن اور تاریخ میں چاشت کے وقت صبح ہوئی۔

ایام تشریق کی روایت:

بعض راویوں کا بیان یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ایام تشریق (قربانی اور تکبیریں پڑھنے کے دنوں) میں ہوئی چنانچہ حضرت زہری کا قول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہادت ایام تشریق میں ہوئی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ بروز جمعہ بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ شہید ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر شریف

ہمارے پیشرو راویوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر میں بھی اختلاف کیا ہے بعض کا قول یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی سال تھی چنانچہ محمد بن عمر کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر شہادت کے وقت بیاسی سال تھی مخزمہ بن سلیمان والبی نے بھی ان کی عمر بیاسی سال بتائی ہے صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ان کی عمر بیاسی سال سے چند مہینے زیادہ تھی۔

عمر میں اختلاف:

کچھ راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کی عمر نوے یا اٹھاسی تھی۔ یہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ہشام بن محمد نے آپ کی عمر شہادت کے وقت پچھتر سال بتائی ہے سیف بن عمرؒ نے کئی راویوں کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ قتادہ کی ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر چھیاسی سال تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں جب میں مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی چادر پر سہارا لیے ہوئے بیٹھے تھے جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ خوب صورت تھے آپ کے چہرے پر چیچک کے معمولی نشان تھے اور ان کے بال ان کے بازوؤں تک پھیلے ہوئے تھے۔

مشہور روایت:

ابن سعد نے محمد بن عمر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ کہ وہ (محمد بن عمر) کہتے ہیں میں نے تین مشہور آدمیوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارک کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے ان کے بیانات میں اختلاف نہیں پایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قد و

قامت کے لحاظ سے نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد تھے وہ خوبصورت تھے ان کی جلد نرم و ملائم تھی ان کی داڑھی بہت گھنی تھی وہ گندم گوں تھے دونوں کندھوں کے درمیان کا حصہ بہت بڑا تھا اور ان کے سر کے بال بہت گھنے تھے۔

امام زہری کی روایت:

زہری فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ درمیانہ قد و قامت کے تھے ان کے بال خوب صورت تھے چہرہ بھی حسین و جمیل تھا۔

ہجرت و اسلام:

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور دوسری دفعہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دونوں ہجرتوں کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت و نسب

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دور جاہلیت میں کنیت ابو عمرو تھی جب اسلامی دور آیا تو ان کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام عبداللہ تھا لہٰذا مسلمان آپ کو ابو عبداللہ کی کنیت سے پکارنے لگے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چھ سال کے ہوئے تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دی جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئے اور ماہ جمادی الاوّل ۴ھ میں وہ فوت ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز (جنازہ) پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اتارا ہشام بن محمد کا قول ہے کہ ان کی کنیت صرف ابو عمرو تھی۔

نسب نامہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا (والدین سے) نسب نامہ یہ ہے:

عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

ان کی والدہ کا نسب و نام یہ ہے:

اروی بنت کریز بن ربیع بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

ان کی نانی ام حکیم بنت المطلب تھیں۔

اہل وعیال

ان کی ازواج میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت فاختہ رضی اللہ عنہا:

ایک زوجہ محترمہ فاختہ بنت غزوان تھیں جو قبیلہ مازنی کی تھیں ان سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام بھی عبداللہ تھا وہ عبداللہ الاصغر کہلاتے تھے وہ وفوت ہو گئے ایک زوجہ محترمہ ام عمرو بنت جندب قبیلہ ازد سے تھیں ان سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ عمرو' خالد' ابان عمر اور مریم۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

فاطمہ بنت ولید قبیلہ مخزوم کی تھیں۔ ان سے ولید اور سعید تولد ہوئے۔

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا:

ام البنین بنت عیینہ قبیلہ خزارہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان سے عبدالملک بن عثمان رضی اللہ عنہ تولد ہوئے جو فوت ہو گئے تھے۔

حضرت املہ رضی اللہ عنہا:

املہ بنت شیبہ کے بطن سے عائشہ' ام ابان' ام عمرو اور دوسری صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا:

نائلہ بنت فرافصہ قبیلہ کلب سے متعلق تھیں۔ ان کے بطن سے مریم بنت عثمان تولد ہوئیں۔

دیگر اولاد:

ہشام بن الکلبی کی روایت ہے کہ ام البنین بنت عیینہ کے بطن سے عبدالملک اور عتبہ تولد ہوئے اور نائلہ کے بطن سے عنبہ ہوئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جن کا نام ام البنین بنت عثمان رضی اللہ عنہ تھا ان کا نکاح عبداللہ بن یزید بن ابی سفیان سے ہوا۔

آخری ازواج:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس وقت ان کے پاس مندرجہ ذیل ازواج موجود تھیں: ❶ املہ بنت شیبہ ❷ نائلہ ❸ ام البنین بنت عیینہ ❹ فاختہ بن غزوان۔ علی بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محصور ہونے کے وقت ام البنین کو طلاق دے دی تھی۔ مذکورہ بالا اہل وعیال کی یہ کل تعداد ہے جو عہد جاہلیت اور اسلام میں تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمال و حکام

عبدالرحمٰن بن زناد روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس سال مندرجہ ذیل حکام وعمال مختلف علاقوں پر تھے:

مکہ معظمہ کے حاکم عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ تھے۔ طائف کے حاکم قاسم ابن ربیعہ ثقفی رضی اللہ عنہ تھے صنعا (یمن) کے حاکم یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جند کے حاکم عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے۔

علاقہ عراق کے حکام:

بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن کریز تھے جب وہ وہاں سے نکل آئے تو اس وقت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا کوفہ کے حاکم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ تھے انہیں بھی وہاں سے نکالا گیا تھا اس کے بعد وہ وہاں جا نہیں سکے۔

حاکم مصر:

مصر کے حاکم عبداللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ تھے جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو محمد بن ابی حذیفہ نے مصر کی حکومت پر قبضہ کر لیا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے سائب بن ہشام عامری کو مصر میں اپنا جانشین بنایا تھا مگر محمد بن حذیفہ نے انہیں نکال دیا تھا۔

علاقہ شام کے حکام:

شام کے حاکم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو شام کے (پورے علاقے کے حاکم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے حاکم عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قنسرین کے حاکم حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اردن کے حاکم ابوالاعور بن سفیان تھے۔ فلسطین کے حاکم علقمہ بن حکیم کنانی تھے۔ بحری علاقوں کے حاکم عبداللہ بن قیس فزاری تھے۔ اور شام کے قاضی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تھے۔

عراق وایران کے حکام:

سیف عطیہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ میں نماز پڑھاتے تھے اور سوادِ عراق کا خراج وصول کرنے کے لیے جابر سترفی اور سماک انصاری مقرر تھے۔ جنگ کے سپہ سالار قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ قرمیساء کے حاکم جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آذربیجان پر اشعث بن قیس (حاکم مقرر) تھے۔ حلوان پر عتیبہ بن النہاس (حاکم) تھے۔ ماہ پر حاکم مالک بن حبیب (حاکم مقرر) تھے اصفہان کے حاکم سائب بن اقرع اور ماسبذان کے حاکم حبیش تھے۔ ہمدان کے حاکم نسیر تھے۔ اور رے کے سعید بن قیس رضی اللہ عنہ حاکم تھے۔

بیت المال کے منتظم عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے اس زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاضی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور خطبات

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت لینے کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

پہلا خطبہ:

امابعد! مجھ پر (خلافت کا) بارڈال دیا گیا ہے اور میں نے اسے قبول کیا ہے مگر آگاہ ہو جاؤ کہ میں (اپنے پیش روؤں کی) اتباع کروں گا اور کوئی نئی بات (بدعت) نہیں نکالوں گا۔

اللہ بزرگ و برتر کی کتاب اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد میں تین باتوں پر کاربند رہوں گا میں تمہارے متفقہ فیصلہ اور مشورہ کی تعمیل کروں گا اور متفقہ طریقہ جو تم نے مقرر کیا اس میں اہل قبر کی سنت اور طریقے پر چلوں گا میں ضروری حقوق ادا کرنے کے علاوہ اور باتوں میں تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

دنیا کی کوشش:

آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا بہت سرسبز نظر آتی ہے لوگوں کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں مگر تم دنیا کی طرف مائل مت ہونا اور نہ اس پر بھروسہ کرنا کیونکہ وہ اعتماد کے قابل نہیں ہے اور خوب جان لو کہ دنیا اس کو چھوڑے گی جو اسے ترک کر دے گا۔

آخری خطبہ:

بدر بن عثمان کے چچا بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجمع کے سامنے جو آخری خطبہ دیا وہ یہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے تمہیں دنیا اس لیے عطا کی ہے کہ تم اس کے ذریعہ آخرت کو حاصل کرو۔ اس نے تمہیں دنیا اس لیے عطا نہیں کی ہے کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ دنیا فانی ہے اور آخرت کا زمانہ ہمیشہ باقی رہے گا اس لیے تم اس فانی دنیا پر ہرگز نہ فخر کرو۔ اور یہ دنیا تمہیں آخرت کی زندگی سے غافل نہ کر دے بلکہ تم دائمی زندگی کو ترجیح دو کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور تمہیں اللہ کی طرف لوٹنا ہوگا۔

تقویٰ اور اتحاد کی تلقین:

تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کا خوف اس کے عذاب سے ڈھال کا کام دے گا اور اس (تک پہنچنے) کا ذریعہ اور وسیلہ ہے تم اللہ کے انقلابات سے ڈرتے رہو اور اپنی جماعت کا ساتھ دو اور مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ تم اللہ کے اس لطف و کرم کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اسی خدا نے تمہارے دلوں کو متحد کیا اور اس کی مہربانی کی بدولت تم بھائی بھائی ہو گئے۔

نماز کی امامت

ربیعہ بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ (جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر محصور کیا گیا تو) سعد القرظ مؤذن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا' کون لوگوں کو نماز پڑھائے گا؟۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم خالد بن زید رضی اللہ عنہ کو پکارو'' (کہ وہ نماز پڑھائیں) چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ اس دن یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید رضی اللہ عنہ ہے۔ چند دنوں تک وہ نماز پڑھاتے رہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی امامت:

عبداللہ بن ابی بکر بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤذن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں نماز (پڑھانے) کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا ''میں نماز پڑھانے نہیں جاؤں گا تم اس کے پاس جاؤ جو نماز پڑھائے''۔ مؤذن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس دن نماز پڑھائی جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آخری مرتبہ محصور ہوئے تھے اور یہ وہ رات تھی جب کہ ذوالحجہ (بقرعید) کا چاند دکھائی دیا تھا۔ پھر وہی نماز پڑھاتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت:

جب عید (بقرعید) کا دن آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی اور وہی نماز پڑھاتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاری نے چند دنوں تک نماز پڑھائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ اور عید کی نماز پڑھائی تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ پر مراثی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد متعدد شعراء نے نظمیں لکھیں کچھ شعراء نے آپ کی مدح کی اور نوحہ لکھا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی شہادت پر خوش ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے والے شعراء میں مشہور حضرت حسان بن ثابت انصاری' کعب بن مالک انصاری اور تمیم بن ابی بن مقبل رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مراثی:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے مرثیہ اور تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں اور ان میں قاتلوں کی ہجو بھی ہے۔(اشعار کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے):

❶ کیا تم نے سرحدوں پر جہاد کرنا ترک کر دیا ہے؟ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے قریب آ کر ہم سے جنگ کی۔

❷ تم مسلمانوں کے بہت برے طریقے پر گامزن ہوئے۔اور وہ بہت برا کام تھا۔جس کے یہ بدکار لوگ مرتکب ہوئے۔

❸ (شہادت کی) رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (اس طرح شہید ہوئے کہ وہ) قربانی کے اونٹ معلوم ہوتے تھے جنہیں مسجد کے دروازے پر ذبح کیا جا رہا ہو۔

❹ میں ابوعمرو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا ماتم کرتا ہوں وہ اپنی آزمائش میں پورے اترے اور اب وہ (قبرستان) بقیع الغرقد میں آرام فرما ہیں۔

دوسرا مرثیہ:

دوسری نظم میں حضرت حسان بن ثابت نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

❶ اگر (آج) ابن اروی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا گھر تباہ ہو گیا ہے (اس کا) ایک دروازہ گرا ہوا ہے اور دوسرا دروازہ جل کر ویران ہو گیا ہے۔

❷ (تو کبھی ایسا بھی زمانہ تھا کہ) اس گھر پر پہنچ کر حاجت مند اپنی حاجت روائی کرتا تھا اور یہاں ذکر الٰہی اور شرافت کے کاموں کا چرچا تھا۔

❸ اے لوگو! اپنے آپ کو نمایاں کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک جھوٹ اور سچ برابر نہیں ہوتے ہیں۔

❹ تم شہنشاہ عالم کا حق ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ایسے حملہ کا اعتراف کرو جس کے آگے پیچھے (حملہ آوروں کے) گروہ تیار ہوں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ:

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ (اشعار میں) فرماتے ہیں:

ا۔ ہوش اڑ گئے ہیں اور آنسو لگاتار بہہ رہے ہیں۔

۲۔ ایک بہت خوف ناک حادثہ رونما ہو گیا ہے جس نے پہاڑوں کو گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔
۳۔ خلیفہ کی شہادت بہت غم ناک واقعہ ہے اور اس کی وجہ سے نہایت خطرناک مصیبت نازل ہو گئی ہے۔
۴۔ خلیفہ کی شہادت پر ستارے ماند پڑ گئے ہیں اور روشن آفتاب میں روشنی باقی نہیں رہی ہے۔
۵۔ مجھے کس قدر افسوس ہوا جب لوگ اپنے کندھوں پر ان کا جنازہ لے کر گئے۔
۶۔ جب انہوں نے قبر میں اپنے بھائی کو اتارا تو قبر نے کن کن چیزوں کو پوشیدہ کیا۔
۷۔ (اس قبر میں) بخشش، سخاوت اور سیاست پوشیدہ ہے اور وہ نیکی بھی جو سب سے آگے بڑھ کر جاتی تھی۔
۸۔ کتنے یتیم تھے جن کی خبر گیری کی جاتی تھی اب وہ تباہ و برباد ہو گئے۔
۹۔ وہ ہمیشہ ان کا خیال رکھتے تھے اور ان کی تکالیف کو دور کرتے تھے۔
۱۰۔ آج وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) بقیع میں آرام فرما ہیں اور وہ (مسلمان) منتشر ہو گئے ہیں۔
۱۱۔ انھوں نے اپنے امام (خلیفہ) کو شہید کیا ہے جو بہت نیک اور پاک دامن تھے اس لیے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
۱۲۔ وہ حلم و بردباری کے ساتھ بار خلافت اٹھا رہے تھے۔ ان کی نیکی اور شرافت شہرۂ آفاق تھی۔
۱۳۔ اے عثمانؓ! انھوں نے تمہیں بے قصور شہید کیا ہے۔ انھوں نے تجھے گھر کی چھت کے نیچے جا کر شہید کیا ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا تیسرا مرثیہ:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک تیسری نظم میں (شہادت عثمانؓ کے موقعہ پر) یوں ارشاد فرمایا ہے:

اہل شام کی حمایت:

1. جو شخص خالص اور بے میل موت سے خوش ہوتا ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے معرکے کو دیکھے۔
2. (اے لوگو!) صبر کرو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ کیونکہ مصیبت میں صبر کرنا مفید ثابت ہوتا ہے۔
3. ہم اہل شام اور اس کے امیر کے اقدام سے خوش ہیں اور ہمیں اپنے بھائیوں کے بدلے بھائی مل گئے ہیں۔
4. میرا انہی لوگوں سے تعلق قائم ہے خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں اور میرا نام حسان ہے۔ (میں انہی سے تعلق رکھتا ہوں)
5. تم بہت جلد ان (دشمنوں) کے علاقوں میں نعرۂ تکبیر سنو گے اور (لوگ) عثمانؓ کے انتقام کے نعرے بلند کریں گے۔

حباب بن یزید کا مرثیہ:

فرزدق شاعر کے چچا حباب بن یزید مجاشعی کے یہ اشعار ہیں:

1. تمہارے باپ کی قسم! تم مت گھبراؤ کیونکہ اب خیر و برکت بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔
2. مسلمان اپنے دین میں کمزور ہو گئے ہیں۔ اور (حضرت) عثمان بن عفان (کی شہادت) نے طویل شر و فساد چھوڑا ہے۔
3. اے ملامت کرنے والو! ہر انسان کو فنا ہونا ہے۔ اس لیے تم اللہ کے راستے پر خوش اسلوبی سے چلتے رہو۔

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد سوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

خلافتِ راشدہ حصہ دوم (۳۵ھ تا ۴۰ھ)

ترجمہ: حبیب الرحمٰن صدیقی فاضل دیوبند

اس حصہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مدینہ میں جو واقعات پیش آئے حضرت علیؓ کی بیعت، حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہ کا اختلاف جنگ جمل، جنگ صفین، واقعہ تحکیم، فرقہ خارجیہ سے حضرت علیؓ کی جنگ اور شہادت کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت

از

چوھدری محمّد اقبال سلیم گاھندری

تاریخ طبری کے جس حصہ کا یہ ترجمہ ہے وہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت پر مشتمل ہے' تاریخ اسلام کا یہ اگرچہ ابتدائی دور ہے اور خلافت راشدہ کا دور کہلاتا ہے۔ لیکن حوادث وواقعات کی وجہ سے بہت ہی اہم حصہ ہے۔ اب تک وفات رسول اللہ ﷺ (ربیع الاوّل ۱۱ھ) سے لے کر ۳۵ھ تک یہ ہوتا رہا تھا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے بعد عامۃ المسلمین کی آزادانہ رائے سے خلیفہ منتخب ہوتے رہے۔ اگرچہ ان بزرگوں کے انتخاب میں کوئی پرچہ رائے دہی نہیں استعمال کیا گیا تھا اور نہ خفیہ رائے دہی کا موجودہ جمہوری طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ کیونکہ لوگ عام طور پر دیانت دار اور جرأت مند تھے کسی کے خوف سے اپنی رائے کو چھپانے اور منافقت اور ''یقین کے خلاف عمل اور عمل کے خلاف یقین'' سے آشنا نہ تھے ایک بڑھتی اور ابھرتی قوم کی طرح سادگی کے ساتھ اپنا سردار وسربراہ منتخب کرتے رہے تھے' اگر کسی کو اختلاف ہوتا تو برملا کہہ دیتا اس کے بعد جو فیصلہ اکثریت کا ہو جاتا اسے بہ دل و جان قبول کر لیتے۔ اس طرح مسلمانوں کا قافلہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اشخاص سے غلطی بھی ہوتی تھی اور شخصی تمرد کی بھی ایک دو مثالیں ملتی ہیں مگر مرکز سے کھلی بغاوت اور سرکشی کی کوئی منظم شکل نہیں ملتی ہے۔ خلافت اولیٰ کے مقابلہ میں فوجی حرکت اسلام سے مرتد ہو جانے والوں کی سعی تھی' اہل ایمان کی باہمی آویزش نہ تھی۔

خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کے آخر زمانے میں مصر سے ایک طوفان اٹھا' اور عراق کے نوعمر بھی مصری نوعمروں کے ساتھ مل گئے۔ یہودی سازش نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا ایک وسیع منصوبہ بنایا اور ناواقف و جاہل نوعمروں نے اس ناپاک منصوبہ میں شرکت کر کے ایک منظم بغاوت کی شکل دے دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ راشد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی مقدس سرزمین پر بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمان کہلانے والوں نے خود اپنے ہی خلیفہ کو شہید کر کے اندرونی فساد اور باہمی نزاع کی بنیاد رکھی۔

اس کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امت کی خدمت سمجھ کر ان سے بیعت لے لی تاکہ لوگوں کو امن وامان میسر آ جائے۔ وہ دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ یہ رائے رکھتے تھے کہ وہ ان لوگوں

کو قابو میں رکھ کر بدنظمی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خون ناحق ہوا اور عدالت نے کام نہ کیا۔ نہ کوئی گرفتار کیا گیا نہ کسی پر مقدمہ چلایا اور نہ کوئی عدم ثبوت میں رہا کیا گیا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اختلافات کی آندھیوں نے اس کا موقع نہ دیا۔ ان کی ساری قوت مخالف طوفانوں کو روکنے میں گزری۔

عدالت کی بالادستی اگر ختم ہو جائے تو کسی قوم یا ملک کا کیا حال ہوگا خود سوچ لیجیے۔ اس لیے مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ ان اختلافات کے باعث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو قبول نہ کر سکا اور خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرتا رہا صورتِ حال اور بگڑتی گئی' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عمل اس سلسلے میں بے مثال ہے۔ ایک بیوہ عورت جس کی کوئی اولاد نہیں جس کے پاس خزانہ نہیں' فوج نہیں کسی سیاسی جماعت کی سربراہ نہیں۔ وارثِ تخت و تاج نہیں۔ امیدوار حکمرانی نہیں لیکن اس بے کسی و بے بسی کے باوجود ''عدالت کی بالادستی'' کے بنیادی عمرانی اصول کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتی ہے۔ یقیناً یہ بے مثال کارنامہ ہے۔

بہر حال جو کچھ ہوا نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے لیے کوشاں تھے۔ لیکن صورتِ حال اس قدر خراب ہو چکی تھی اور مخالفین اس قدر چھائے ہوئے تھے کہ کسی کی چلنے نہ پائی اور مسلمانوں کے مابین جمل اور صفین کے خونین ہنگامے بھی ہوئے اور تفریق امت کی لعنت بھی آ گئی۔

اس تاریخ کا مصنف خود ایک جدید فرقہ کا بانی ہے اور یہ فرقہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند ہے روایات مختلفہ کو ایک جگہ جمع کر کے اس نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور تاریخ اسلام پر یہ اہم ترین کتاب ہے لیکن روایات کو پرکھنے یا اصول تاریخ نویسی کے بموجب حوادث کی علت و اسباب یا اس کے اثرات و نتائج پیش کرنے کا کام وہ نہیں کرتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر وہ علامہ ابن جریر طبری ہے علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون نہیں ہے۔ شاید اس لیے کہ اس وقت تک فلسفہ تاریخ پیدا نہ ہوا تھا۔ یہ اعزاز خداوند تعالیٰ نے پانچ سو سال کے بعد آنے والے فلسفی اور مورخ ابن خلدون کے لیے مقسوم کر رکھا تھا۔

نفیس اکیڈیمی نے اس عظیم الشان ضخیم کتاب ''تاریخ طبری'' کا مکمل ترجمہ شائع کر کے علم و فن کی کیا خدمت انجام دی ہے اس کو اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور یہ مثل بالکل سچی ہے کہ۔

قدر خدمت را شناسد آں کہ خدمت را شناخت

ہم امید کرتے ہیں کہ اہل علم اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے اور ہماری خدمت کی داد دیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

فہرست موضوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

باب ا

خلافتِ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۵ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

قدماء مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کس وقت کی گئی اور کن کن لوگوں نے بیعت کی۔ بعض مؤرخین کی رائے تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی درخواست کی۔ لیکن انہوں نے انکار فرمایا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے بار خلافت اٹھانا قبول فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:

جعفر بن عبداللہ المحمدی نے عمرو بن حماد علی بن حسین حسین عن ابیہ عبدالملک بن ابی سلیمان الضراری اور سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے میں اس روز اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھا۔ جب انہیں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر ملی تو وہ فوراً اپنے گھر سے نکلے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو شہید کر دیئے گئے ہیں اور لوگوں کے لیے ایک نہ ایک امام کی موجودگی ضروری ہے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اور آج ہم روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی کو اس کا حقدار نہیں پاتے۔ نہ تو آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسلام میں آپ پر سبقت رکھتا ہو اور نہ کوئی ایسا فرد موجود ہے جسے آپ سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور آپ سے زیادہ اسے رشتہ داری حاصل ہو۔ اس لیے یہ بار آپ اپنے کاندھوں پر اٹھایئے اور لوگوں کو اس بے چینی اور پریشانی سے نجات دیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور کو اپنا امیر بنالو اور مجھے اس کا وزیر رہنے دو اور بہتر یہی ہے کہ کوئی دوسرا امیر ہو اور میں اس کا وزیر ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: خدا کی قسم ہم آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کے لیے تیار نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم مجھے مجبور کر رہے ہو تو بہتر یہ ہے کہ بیعت مسجد میں ہونی چاہیے تاکہ لوگوں پر میری بیعت مخفی نہ رہے اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر یہ خلافت مجھے حاصل بھی نہیں ہو سکتی۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسجد میں جانا بہتر

معلوم نہیں ہوا۔ کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ لوگ ان کے خلاف شور نہ مچائیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میری بات قبول نہیں فرمائی اور مسجد تشریف لے گئے۔ وہاں تمام مہاجرین و انصار نے جمع ہو کر آپ کی بیعت کی۔ اور ان کے بعد دیگر لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

بیت المال کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روش:

جعفر بن عبداللہ المحمدی نے عمرو بن حماد' علی بن حسین' حسین عن ابیہ اور ابو میمونہ کے واسطہ سے ابو بشیر العابدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میں مدینہ میں موجود تھا۔ مہاجرین و انصار جمع ہو کر جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے ابوالحسنؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے خلافت کی کوئی حاجت نہیں۔ تم جسے بھی خلیفہ بنانا چاہو میں اس سے خوش ہوں اور اس معاملہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

مہاجرین و انصار نے جواب دیا: ہم آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ بنانے کے لیے تیار نہیں۔

الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے اور انہیں خلافت قبول کرنے پر مجبور کرتے رہے حتی کہ ان مہاجرین و انصار نے ایک بار یہاں تک کہا کہ خلافت کے بغیر معاملات طے نہیں پاسکتے۔ اور آپ کی ٹال مٹول سے معاملہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ تم مجھے بار بار آ کر مجبور کر رہے ہو تو میں بھی تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر تم میری بات قبول کرو گے تو میں خلافت قبول کروں گا ورنہ مجھے خلافت کی کوئی حاجت نہیں۔

مہاجرین و انصار نے وعدہ کیا کہ آپ جو کچھ بھی حکم دیں گے ہم ان شاء اللہ اسے ضرور قبول کریں گے۔ یہ وعدہ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں نے تمہاری اس خلافت کا بار مجبور ہو کر قبول کیا ہے کیونکہ تم لوگوں نے مجھ کو اس پر انتہائی مجبور کیا۔ اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ میں تمہاری یہ درخواست قبول کر لوں۔

اب میری شرط صرف اتنی ہے کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں تمہاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات قبول فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب سن کر فرمایا: اے اللہ تو ان پر گواہ رہ' اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لی۔

ابو بشیر کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے قریب کھڑا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن رہا تھا۔

پہلی بدفالی:

عمرو بن شعبہ نے علی بن محمد کے ذریعہ ابو بکر الہذلی سے ابوالملیح کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے

گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار تشریف لے گئے اور یہ واقعہ اٹھارہ ذی الحجہ بروز ہفتہ پیش آیا۔ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے اور انہیں دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنوعمرو بن مبذول کے باغ میں داخل ہو کر ابوعمرۃ بن عمرو بن محصن سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ لوگ باغ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا مجبوراً دروازہ کھول دیا گیا اور لوگ اندر داخل ہو گئے۔ ان لوگوں میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے علیؓ! اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کی بیعت کی۔

جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی تو حبیب بن ذویب آپ کو دیکھ رہا تھا اور چونکہ سب سے پہلے بیعت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی اس لیے حبیب بولا جس بیعت کی ابتداء کٹے ہاتھ سے ہوئی ہو وہ ہرگز مکمل نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لائے اور منبر پر چڑھے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک تہمد باندھے اور چوغہ پہنے تھے۔ سر پر خز کا عمامہ تھا اور پاؤں میں چپل تھے ہاتھ میں ایک کمان تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔

لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم بھی بیعت کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔ لیکن میری ذات سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔

اس کے بعد لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کے لیے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اپنا کوئی ضامن پیش کرو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے پاس کوئی ضامن نہیں ہے۔ اشتر نخعی نے کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں' انہیں چھوڑ دو میں نے ان کے بچپن سے لے کر ان کے بڑے ہونے تک ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت:

محمد بن سنان القضار نے اسحاق بن ادریس' ہشیم' حمید کے ذریعہ حسن بصری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے مدینہ کے جنگلات میں سے ایک جنگل میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے دیکھا۔

اشتر کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دھمکی:

احمد بن زہیر نے' زہیر' وہب' جریر' یونس بن یزید الایلی کے ذریعہ زہری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پس و پیش کیا۔ مالک اشتر نخعی تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور بولا خدا کی قسم! اے طلحہ رضی اللہ عنہ یا تو بیعت کر لے ورنہ میں یہ تلوار تیری پیشانی میں بھونک دوں گا۔ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں اور اس کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور انہیں دیکھ کر اور لوگوں نے بھی بیعت کی۔ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوفہ و بصرہ کی امارت کی خواہش ظاہر کی اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے ساتھ رہو تمہیں وہاں ضرور حاکم بنا کر بھیج دوں گا۔

زہری کہتے ہیں ہمیں یہ بھی خبر معلوم ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میری بیعت

کرلو اور اگر تم خود خلیفہ بننا چاہو تو میں تمہاری بیعت کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ اس کے بعد طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے ہمیں اپنی جانوں کا خوف تھا اس لیے ہم نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور ہم یہ جانتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ ہماری بیعت کرنے والے نہیں یہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چار ماہ بعد مکہ چلے گئے۔

جبری بیعت:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن' ابومخنف' عبدالملک بن ابی سلیمان اور سالم بن ابی الجعد کے ذریعہ محمد بن الحنفیہ سے بیان کیا ہے۔

محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ تھا جب میرے والد اپنے گھر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ شخص تو قتل کر دیا گیا ہے' اور کسی نہ کسی کا خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس کام کے لیے شوریٰ منعقد کی جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواباً عرض کیا ہم آپ سے راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر بیعت مسجد میں ہونی چاہیے تاکہ لوگوں کی رضا بھی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لے گئے۔ بیعت کرنے والوں نے آپ کی بیعت کی۔ انصار نے بھی آپ کی بیعت کی لیکن انصار کے چند افراد نے آپ کی بیعت سے گریز کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے لیے اس بیعت کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں جیسے ایک کتا مجبوراً زمین پر ناک رگڑ رہا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیعتِ علی رضی اللہ عنہ سے گریز:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور بنو ہاشم کے ایک شیخ کے واسطہ سے عبداللہ بن حسن سے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو تمام انصار نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی صرف معدودے چند افراد نے اس سے گریز کیا جن میں حسان بن ثابت' کعب بن مالک' مسلمۃ بن مخلد' ابوسعید الخدری' محمد بن مسلمہ' نعمان بن بشیر' زید بن ثابت' رافع بن خدیج' فضالۃ بن عبید اور کعب بن عجرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے یہ سب کے سب عثمانی تھے کسی نے عبداللہ بن الحسن سے سوال کیا۔ ان لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کیوں انکار کیا تھا اور یہ لوگ عثمانی کس طرح ہوئے۔ عبداللہ بن الحسن نے جواب دیا واقعہ یہ تھا کہ حسان رضی اللہ عنہ تو ایک شاعر تھا جسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

جہاں تک زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو اسے عثمان رضی اللہ عنہ نے قضاء و فیصلہ کا ذمہ دار بنایا تھا۔ اور بیت المال بھی اسی کے سپرد کیا تھا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کیا گیا تو اس نے دوبار یہ اعلان کیا تھا کہ اے معشر انصار تم اللہ کے مددگار بن جاؤ جس پر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ تو تو عثمان رضی اللہ عنہ کی اس لیے مدد کر رہا ہے کہ تیرے بازو مضبوط ہو جائیں۔

رہے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تو انہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ مزینہ کے صدقات کا عامل بنایا تھا انہوں نے مزینہ سے جو صدقات وصول کیے تھے' وہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے چھوڑ دیئے تھے۔

عبداللہ بن الحسن کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے جس نے خود زہری سے سنا تھا زہری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مدینہ سے ایک جماعت شام بھاگ کر چلی گئی اور اس نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور قدامۃ بن مظعون' عبداللہ بن سلام اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت نہیں کی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ کی مجبوراً بیعت کی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ

زبیر رضی اللہ عنہ نے قطعاً بیعت ہی نہیں کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

عبداللہ بن احمد المروزی نے احمد' سلیمان' عبداللہ' جریر بن حازم' ہشام بن ابی ہشام مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کوفہ کے ایک شیخ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اس نے ایک اور شیخ سے سنا تھا وہ کہتا تھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر میں تھے۔ جب وہ خیبر سے واپس آئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا تا کہ ان دونوں کی گفتگو سن سکوں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے علیؓ! میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں جن میں سب سے اوّل حق اسلام کا حق ہے اور دوسرا بھائی بندی کا حق ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں جب بھائی چارہ کرایا' تو میرا تجھ سے بھائی چارہ کرایا تھا۔ تیسرا تجھ پر رشتہ داری کا حق ہے اور ایک سسرالی حق بھی ہے میں نے عہد و پیان کا کوئی بوجھ آج تک تجھ پر نہیں ڈالا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی ہم ہمیشہ اس لیے بنوعبد مناف کا ساتھ دیتے رہے کہ کہیں بنوعبد مناف سے بنوتیم حکومت نہ چھین لیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اے عثمانؓ! تم نے جو حقوق مجھ پر گنائے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں اور تم نے جو یہ کہا ہے کہ اگر ہم بنوعبد مناف کی مدد نہ کرتے تو بنوتیم ان سے حکومت چھین لیتے تو تم نے یہ بھی حق کہا ہے عنقریب تمہارے پاس خبر پہنچ جائے گی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے مسجد تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب چلے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ ہم حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ وہاں لوگ جمع تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے روبرو کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم آخر یہ کیا کر رہے ہو اور تمہارا ارادہ کیا ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے عقلمندوں نے اس کام پر مجبور کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور واپس لوٹ آئے اور بیت المال پہنچے تو اس کا دروازہ بند تھا۔ فرمایا اس کا دروازہ کھولو۔ لیکن بیت المال کی چابیاں دستیاب نہ ہوسکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا اور خزانہ کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام خزانہ باہر نکلوایا اور اسے لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو لوگ موجود تھے جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں خزانہ تقسیم کر رہے ہیں وہ وہاں سے کھسکنے لگے اور ایک ایک ہو کر سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ حتیٰ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص بھی باقی نہیں رہا اور ان کے سب حامی تتر بتر ہو گئے۔

یہ خبر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب چلے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا تا کہ یہ معلوم کروں کہ طلحہ، عثمان رضی اللہ عنہما سے جا کر کیا گفتگو کرتے ہیں اور اس گفتگو کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو وہ اندر پہنچے اور کہنے لگے اے امیر المومنین! میں اپنی غلطیوں کی اللہ سے مغفرت طلب کرتا اور اس سے توبہ کرتا ہوں واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک کام کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے پورا نہیں ہونے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے طلحہ! تم تائب ہو کر نہیں آئے ہو بلکہ مجبور اور بے بس ہو کر آئے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیعت علی رضی اللہ عنہ پر مجبور کیا گیا تھا:

حارث ابن سعد' محمد بن عمر' ابو بکر بن اسمٰعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' اسمٰعیل کے ذریعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میں نے اس حال میں بیعت کی ہے کہ تلوار میرے سر پر چمک رہی تھی۔ سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ تلوار ان کے سر پر موجود تھی یا نہیں ہاں! میں یہ جانتا ہوں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ سے زبردستی بیعت لی گئی تھی۔ اسمٰعیل کا بیان ہے کہ مدینہ کے تمام لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی صرف سات اشخاص نے ان سے گریز کیا۔ جن میں سعد بن ابی وقاص' ابن عمر' صہیب' زید بن ثابت' محمد بن مسلمہ' سلمۃ بن وقش اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے انصار میں سے کسی نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار نہیں کیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا افسانہ:

زید بن بکار نے مصعب بن عبداللہ' عبداللہ بن مصعب بن عبداللہ' عبداللہ بن مصعب موسیٰ بن عقبہ اور ابو حبیبہ مولی الزبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ابو حبیبہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ علی رضی اللہ عنہ اندر آنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور اسے اپنے بستر کے نیچے رکھ لیا اور اس کے بعد مجھ سے کہا جاؤ انہیں اندر بلا لاؤ۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اندر پہنچ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور سامنے کھڑے رہے او کچھ دیر بعد کھڑے کھڑے واپس چلے گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا بات ہے کہ یہ شخص اندر آ کر ایک دم سے واپس چلا گیا۔ دیکھو کیا تلوار تو نظر نہیں آ رہی ہے۔ میں اس جگہ جا کر کھڑا ہوا جہاں علی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے تو مجھے تلوار کی دھار نظر آئی۔ میں نے انہیں بتایا کہ تلوار کی دھار نظر آ رہی ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے یہ شخص جلدی چلا گیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر پہنچے تو لوگوں نے ان سے زبیر رضی اللہ عنہ کا ارادہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی بہن کے لڑکے کو بہت نیک اور صلہ رحم پایا ہے اس لیے لوگوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے دل میں بہتر خیال پیدا کر لیا۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ انہوں نے میری بیعت کر لی تھی۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مدینہ پر قبضہ:

سری نے شعیب' سیف بن عمر' محمد بن عبداللہ بن سواد بن نویرہ' طلحۃ بن الاعلم' ابو حارثہ اور ابوعثمان کے حوالے سے یہ واقعہ مجھے تحریر کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ پر پانچ دن تک غافقی بن حرب کا قبضہ رہا۔ اور وہاں کوئی امیر نہ تھا۔ قاتلین اس تلاش میں مصروف تھے کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس خلافت کو سنبھال لے۔ مصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے چکر لگا رہے تھے اور وہ ان سے جان بچانے کے لیے مدینہ کے باغوں میں جا کر چھپ جاتے تھے۔ کوفی زبیر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں تھے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے اور اس خلافت سے بیزاری ظاہر کی جو قاتلین کے ذریعہ حاصل ہو۔

اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مصروف تھے۔ جب یہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی خلافت سے دست برداری ظاہر کی۔ بصری برابر اصرار کرتے رہے لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔ یہ سب کے سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر متفق تھے لیکن اس میں یہ باہم مختلف تھے کہ کسے خلیفہ بنایا جائے ہر فریق اپنی اپنی خواہش کا امیر چاہتا تھا۔

باغیوں کا سعد رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق:

جب باغیوں نے یہ دیکھا کہ طلحہ' زبیر اور علی رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ان کی بات قبول نہیں کرتا تو ان شریروں نے باہم اس پر اتفاق کیا کہ اب ان تینوں کو ہرگز بھی خلیفہ نہ بنانا چاہیے اور ہر اس شخص کو خلافت سپرد کر دینی چاہیے جو سب سے اول ہماری بات تسلیم کرے۔ ان سب نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور کہلوایا آپ اصحاب شوریٰ میں داخل ہیں اور ہم سب کا آپ کی خلافت پر اتفاق ہے۔ آپ تشریف لایئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہلوایا جہاں تک میرا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو ہم دونوں تو پہلے ہی سے خلافت سے منحرف ہیں ہمیں خلافت کی کسی حال میں بھی ضرورت نہیں۔ آخر میں سعد رضی اللہ عنہ نے تمثیلاً یہ شعر تحریر کیا ۔

لَا تَخْلِطَنَّ خَبِيْثَاتٍ بِطَيِّبَةٍ
وَاخْلَعْ ثِيَابَكَ مِنْهَا وَ انْجُ عُرْيَانًا

''تو پاک چیزوں کے ساتھ خبیث چیزوں کو ہرگز نہ ملا۔ بلکہ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کپڑے اتار کر ننگا پھر تاکہ تیرا باطن ظاہر ہو جائے''۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خلافت کی خواہش:

اس کے بعد سب باغی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ اس خلافت کو کیوں نہیں سنبھالتے۔ انھوں نے فرمایا اس خلافت میں اب انتقامی مادہ پیدا ہو چکا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کے لیے پیش نہیں کر سکتا۔ اس انتقامی کارروائی کے لیے تم میرے علاوہ اور کسی کو تلاش کرو۔

الغرض یہ قاتلین ہر طرف سے مایوس ہو گئے۔ یہ حیران تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اور فیصلہ انہی کے ہاتھ میں تھا۔

طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا خلافت سے انکار:

سری نے شعیب' سیف' سہل بن یوسف اور قاسم بن محمد کے حوالے سے مجھے یہ تحریر کیا ہے کہ یہ قاتلین جب طلحہ رضی اللہ عنہ کے

پاس جاتے اور ان سے خلافت قبول کرنے کے لیے کہتے تو وہ انکار کرتے اور یہ شعر پڑھتے۔

وَ مِنْ عَجَبِ الْاَيَّامِ وَالدَّهْرِ اِنَّنِیْ بَقِيْتُ وَحِيْدًا لَا اَمُرُّ وَ لَا اَحْلٰی

ترجمہ: ''زمانہ کی بھی عجب حالت ہے کہ میں آج یکہ وتنہا باقی رہ گیا ہوں اب مجھے نہ کوئی شے کڑوی معلوم ہوتی ہے اور نہ میٹھی''۔

یہ لوگ طلحہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ کر کہ آپ ہی نے تو ہم سے وعدہ کیا تھا واپس چلے آتے' وہاں سے اٹھ کر زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور انہیں خلافت قبول کرنے پر ابھارتے۔ وہ انکار کرتے اور تمثیلاً یہ شعر پڑھتے۔

مَتٰى اَنْتَ عَنْ دَارٍ بِقَيْحَانَ رَاحِلٌ وَبَاعَتِهَا يَحْنُوْا عَلَيْكَ الْكَتَائِبُ

ترجمہ: ''قیحان کے گھر اور میدانوں سے اب تیرا کیا واسطہ کیونکہ تو وہاں سے اس حال میں کوچ کر رہا ہے کہ لشکر تجھ پر چڑھے آ رہے ہیں''۔

یہ لوگ زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے بھی یہ کہہ کر اٹھتے کہ آپ ہی نے تو ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان سے درخواست کرتے۔ لیکن وہ بھی انکار کرتے اور ان کے سامنے یہ شعر پڑھتے۔

لَوْ اَنَّ قَوْمِیْ طَاوَعَتْنِیْ سُرَاتُهُمْ اَمَرْتُهُمْ اَمْرًا يُدِيْخُ الْاَعَادِيَا

ترجمہ: ''اگر میری قوم کے بڑے میری بات مانتے تو میں انہیں ایسی بات کا حکم دیتا جس سے دشمن بھی دوست بن جاتے''۔

یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر وہاں سے چلے آتے اور یہ کہتے ہوئے آتے کہ آپ ہی نے تو ہم سے وعدہ کیا تھا۔

اشترنخعی کی حیلہ سازی:

عمرو بن شعبہ نے' ابوالحسن المدائنی' مسلمۃ بن محارب' داؤد بن ابی ہند کے ذریعہ شعبی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو قاتلین جمع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازار میں تھے۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جلدی نہ کرو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سمجھ دار اور مسلمانوں کے لیے نہایت بابرکت انسان تھے انہوں نے مجلس شوریٰ کی وصیت فرما دی تھی۔ تم لوگوں کو کچھ تو مہلت دو کہ وہ جمع ہو کر آپس میں مشورہ کر سکیں۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے۔

لیکن پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد لوگ اسی طرح اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور کوئی خلیفہ متعین نہ ہو سکا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور امت میں فساد پھیل جائے گا۔ اس لیے یہ پھر دوبارہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہاں جانے کے بعد اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا خدا کی قسم! اگر آپ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تو آپ بہت ہی کوتاہ نظر ثابت ہوں گے اس کے بعد اہل کوفہ اور عام لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

شعبی کہتے ہیں لوگ اسی باعث کہا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سب سے اوّل اشترنخعی نے کی ہے۔

بنوامیہ کا مدینہ سے فرار:

مجھے سری نے شعیب' سیف' ابو حارثہ اور ابوعثمان کے حوالے سے تحریراً اس بات کی اطلاع دی ہے کہ جب حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کی شہادت کو پانچ روز گزر گئے اور جمعرات کا دن ہوا۔ یعنی ۲۴/ ذی الحجہ تو اہل مدینہ یکجا جمع ہوئے' سعد رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اس اجتماع میں موجود نہ تھے۔ یہ دونوں مدینہ سے باہر تھے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بھی اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ اپنے باغ میں بیٹھے رہے بنوامیہ میں جو لوگ بھاگنے کی قدرت رکھتے تھے وہ مدینہ سے بھاگ گئے تھے اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھاگ کر مکہ چلے گئے تھے۔ یہ دونوں سب سے پہلے بھاگے تھے ان لوگوں کے بعد مروان فرار ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے لوگ مدینہ چھوڑ کر فرار ہوتے رہے۔ جب اہل مدینہ جمع ہو گئے تو اہل مصر نے ان سے کہا تم لوگ اصحاب شوریٰ ہو اور تم ہی لوگ خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہو۔ تم جسے مناسب سمجھو اسے منتخب کر لو ہم تمہارے تابع ہیں۔ تمام اہل مدینہ نے جواب دیا ہم سب علی رضی اللہ عنہ پر راضی ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی خلافتِ علی رضی اللہ عنہ پر رضا مندی:

علی بن مسلم نے حبان بن ہلال' جعفر بن سلیمان کے حوالے سے عوف کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن سیرین کو یہ کہتے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا اے طلحہ رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں اور آپ ہی امیرالمومنین ہیں آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پھیلایا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی۔

اہل مدینہ کو قاتلین عثمان کی دھمکی:

سری نے شعیب' سیف' محمد اور طلحہ کے حوالے سے مجھے تحریراً مطلع کیا ہے کہ محمد اور طلحہ کہتے ہیں کہ ان قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے کہا۔ اے اہل مدینہ تم لوگوں کے لیے دو دن کی مہلت ہے یا تو تم ان دو روز میں خلیفہ کا انتخاب کر لو ورنہ خدا کی قسم ہم اس کے بعد علی' طلحہ' زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد اہل مدینہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے عرض کیا۔ ہم آپ کی بیعت کے لیے تیار ہیں کیونکہ آپ نے اسلام کی خاطر مصائب برداشت کیے ہیں اور آپ ذوی القربیٰ میں داخل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنا لو۔ کیونکہ ہمیں روز بروز ایسے نئے واقعات پیش آ رہے ہیں جن میں نہ تو دل ثابت قدم رہ سکتے ہیں اور نہ عقلیں قائم رہ سکتی ہیں۔

اہل مدینہ نے عرض کیا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں۔ کیا آپ حالات نہیں دیکھ رہے ہیں کیا آپ اسلام کی اس تباہی پر غور نہیں کرتے؟ کیا آپ ان فتنوں کو نہیں دیکھتے؟ کیا آپ کو اللہ کا کچھ بھی خوف نہیں؟۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں جن فتنوں کو دیکھ رہا ہوں خود بھی انہیں قبول کر لوں اور جان بوجھ کر میں بھی تمہارے ساتھ ان فتنوں میں مبتلا ہو جاؤں۔ اگر تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے تو میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ تم جسے بھی امیر بناؤ گے میں اس کا سب سے زیادہ تابعدار رہوں گا اور تم سب سے زیادہ اس کا حکم سنوں گا۔

یہ سن کر اہل مدینہ اٹھ کر چلے گئے اور اگلے روز فیصلہ کی تاریخ معین کی اور باہم مشورہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر اس فیصلہ میں طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی شریک ہو جائیں تو معاملہ درست ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ کر کے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ بصری بھیجے اور حکیم بن جبلۃ العبدی کو قاصد بنایا اور ان سے کہا کہ زبیر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو کہ وہ اختلاف سے پرہیز کریں۔ یہ لوگ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

کے پاس پہنچے تو انہیں تلوار سے ڈرانے لگے۔

اسی طرح طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ کوفی بھیجے گئے اور ان سے یہ کہلوایا گیا کہ تم اختلاف سے ڈرو اس وفد کا قائد اشتر نخعی تھا۔ ان لوگوں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر انہیں بھی تلواروں سے ڈرایا۔

اہل کوفہ اور اہل بصرہ اپنے اس ساتھی کو برا بھلا کہہ رہے تھے جسے وہ امیر بنانا چاہتے تھے۔ یعنی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اور مصری خوش تھے کہ اہل مدینہ بھی علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے میں ان کے حامی ہو گئے ہیں۔

اہل کوفہ اور اہل بصرہ اس بات سے ڈر رہے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے بعد وہ اہل مصر کے مطیع بننے پر مجبور ہوں گے اور مصریوں کی موجودگی میں ان کی وہی حیثیت ہو گی جو ایک کوڑا کرکٹ کی ہوتی ہے اسی باعث انہیں رہ رہ کر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما پر غصہ آتا تھا لیکن دانت پیس کر رہ جاتے تھے۔

جب جمعہ کا دن آیا تو سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ اے لوگو! اس کام کا وہی حقدار ہے جسے تم منتخب کرو۔ کل گزشتہ ہم نے اور تم نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ اب اگر تم چاہو تو میں اس کام کی ذمہ داری سنبھال لوں ورنہ میری کسی پر کوئی زبردستی نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ہم نے جو کل آپ سے فیصلہ کیا تھا ہم اس پر قائم ہیں۔

لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور ان سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مجبوراً بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے بیعت کی اور یہی سب سے قبل بیعت کرنے والے ہیں۔

طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ لنجا تھا۔ جب یہ بیعت کر رہے تھے تو ایک شخص انہیں دور سے گھور رہا تھا جب یہ بیعت کر چکے تو اس نے اناللہ پڑھی اور کہا اے امیر المومنین! سب سے پہلے بیعت ایک لنجے ہاتھ نے کی ہے۔ اب تو یہ بیعت کبھی بھی پوری نہ ہو گی۔

اس کے بعد زبیر رضی اللہ عنہ کو لایا گیا انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں مجبوراً بیعت کر رہا ہوں اور اس کے بعد انھوں نے بیعت کی لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں اختلاف ہے۔

پھر ان لوگوں کو لایا گیا جو اس اختلاف سے کنارہ کش تھے انھوں نے آ کر بیعت کی اور کہا اے علیؓ! ہم آپ کی اس بات پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ احکام خداوندی کا نفاذ فرمائیں گے خواہ آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو یا دور کا رشتہ دار ہو۔ عزت دار ہو یا کمزور۔ اس کے بعد عام لوگوں نے بیعت کی۔

اشتر کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخی:

سری نے شعیب' سیف' ابوزہیر الازدی' عبدالرحمٰن بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے میرے پاس یہ واقعہ لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو اشتر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انھیں پکڑ کر لایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کم از کم مجھے یہ تو دیکھنے دو کہ لوگ کیا کر رہے ہیں لیکن اشتر نے انہیں کوئی مہلت نہ دی اور انہیں گلے سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے آیا اور لا کر انہیں منبر پر چڑھا دیا۔ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حکیم بن جبلہ کی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخی:

سری نے شعیب' سیف' محمد بن قیس' حارث الوالبی کی سند سے میرے پاس یہ واقعہ لکھ کر بھیجا ہے کہ حکیم بن جبلہ حضرت

زبیر رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اور انہیں بیعت پر مجبور کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسی لیے کہا کرتے تھے کہ میرے پاس بنو عبدالقیس کے چوروں میں سے ایک چور آیا تھا اس لیے میں نے مجبوراً بیعت کر لی۔

بیعت عامہ:

سری نے شعیب' سیف کے حوالے سے میرے پاس یہ تحریر لکھ کر روانہ کی ہے کہ محمد بن عمر الواقدی اور طلحہ کہا کرتے تھے کہ پھر سب لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

امام طبری فرماتے ہیں جو لوگ پکڑ کر بیعت کے لیے لائے گئے تھے اور جن لوگوں نے بیعت کے لیے شرطیں لگائی تھیں جب ان سب نے بیعت کر لی تو یہ پورے اہل مدینہ کی بیعت سمجھی گئی خواہ انہوں نے کسی صورت میں بھی بیعت کی ہو۔ اس بیعت کے بعد لوگ اپنے اپنے مقامات کی طرف چلے گئے اور اختلاف کی تمام وجوہات ختم ہو گئیں۔

باب۲

نفاذِ خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت جمعہ کے دن کی گئی اس وقت ماہ ذی الحجہ کے ختم میں پانچ روز باقی تھے اور لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے دن گن رہے تھے۔ خلافت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔

سری نے شعیب' سیف اور سلیمان بن ابی المغیرہ کے حوالے سے میرے پاس یہ تحریر روانہ کی کہ علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''اللہ عزوجل نے ایسی کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو ہدایت کرنے والی ہے اس کتاب میں ہر قسم کے خیر وشر کو بیان فرمایا: اب تمہیں چاہیے کہ تم خیر کو قبول کرو اور شر کو چھوڑ دو۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے فرائض ادا کرو۔ وہ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور حرام فرمائے ہیں جو قطعاً چھپے ڈھکے نہیں اور تمام حرام کاموں سے زیادہ مسلمانوں کا خون حرام فرمایا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ اخلاص اور باہم متحد رہنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسلم وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر لوگ محفوظ رہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ایذا دہی کا حکم دیا ہے۔

تم موت آنے سے قبل عام اور خاص احکام سب پر عمل کر لو۔ کیونکہ لوگ تو تمہارے سامنے موجود ہیں اور موت تمہیں گھیرتی چلی آ رہی ہے۔ تم گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو۔ لوگ تو ایک دوسرے کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔ تم لوگ اللہ کے بندوں اور اس کے شہروں کی بربادی کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تم سے اس کا ضرور سوال کیا جائے گا حتیٰ کہ چوپایوں اور گھاس پھوس کے بارے میں بھی تم سے سوال ہوگا۔

اللہ عزوجل کی اطاعت کرو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو اور جو بھی تمہیں خیر نظر آئے اسے قبول کرو اور جو برائی دیکھو اسے چھوڑ دو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم لوگ تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں کمزور تھے''۔

مصریوں کا وعدہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو ابھی آپ منبر پر ہی بیٹھے ہوئے تھے تو مصریوں نے عرض کیا ؎

خُذْھَا وَاحْذَرَا اَبَا حَسَنْ   اِنَّا نَمُرُّ الْاَمْرَ اِمْرَارَ الرَّسَنْ

33

ترجمہ: ''اے ابوحسن رضی اللہ عنہ! آپ ہمارا یہ عہد یاد رکھیے کہ ہم اس کام کو انتہا تک پہنچا دیں گے''۔

شعر اصل میں یہ ہے ع

خُذْهَا اِلَیْكَ وَ احْذَرًا اَبَا حَسَنْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

اِنِّیْ عَجَزْتُ عَجْزَةً مَا اعْتَذِرُ سَوْفَ اَكِیْسُ بَعْدَهَا وَاسْتَمِرّ

ترجمہ: ''میں اتنا مجبور ہو گیا ہوں کہ عذر بھی نہیں کر سکتا۔ شاید اس کے بعد میں اس کام کو سمجھ جاؤں اور اسے کر گزروں''۔

خلافت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجبوری:

سری نے شعیب' سیف کے حوالے سے مجھے یہ لکھ کر روانہ کیا کہ محمد الواقدی اور طلحہ کا بیان ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کے بعد اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو سبائیہ فرقہ نے یہ شعر پڑھے:

خُذْهَا اِلَیْكَ وَ احْذَرًا اَبَا حَسَنْ اِنَّا نَمُرُّ الْاَمْرَ اِمْرَارَ الرَّسَنْ

ترجمہ: ''اے ابوحسنؓ! آپ ہماری جانب سے یہ یاد رکھیے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو کام کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں۔

صَوْلَتَ اَقْوَمٍ كَاَسْدَادِ السُّفُنْ بِمُشْرِفِیَّاتٍ كَغُدْرَانِ اللَّبَنْ

ترجمہ: قوموں کی شان وشوکت کشتیوں کی میخوں کی طرح ہوتی ہے جو اینٹوں کی چنائی کی طرح اوپر ابھری ہوتی ہیں۔

وَنَطْعَنُ الْمُلْكَ بِلَیْنٍ كَالشَّطَنْ حَتّٰی یَمُرَّنَّ عَلٰی غَیْرِ عَنَنْ

ترجمہ: ہم ملکوں کو نیزوں سے مار مار کر روٹی کی طرح اڑا دیتے ہیں اور اسے اس راستہ پر پہنچا دیتے ہیں جس کی اسے توقع بھی نہیں ہوتی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لشکر گاہ چھوڑنے' اپنی تعداد پر ناز کرنے پر سرزنش فرمائی اور انھیں لشکر گاہوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ وہ زبان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کا انکار نہ کر سکے لیکن ان کی خاموشی دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنِّیْ عَجَزْتُ عَجْزَةً مَا اعْتَذَرْ سَوْفَ اَكِیْسُ بَعْدَهَا وَاسْتَمِرّ

ترجمہ: ''میں اتنا عاجز ہوں کہ کوئی عذر بھی نہیں کر سکتا۔ شاید اس کے بعد مجھے عقل آ جائے اور میں یہ کام کر گزروں۔

اَرْفَعُ مِنْ ذَیْلِیْ مَا كُنْتُ اَجُرُّ وَاَجْمَعُ الْاَمْرَ الشَّتِیْتَ الْمُنْتَشِرْ

ترجمہ: میں کام کرنے کا تہیہ کر رہا ہوں اور اس پر کسی اجر کا طالب بھی نہیں۔ میں منتشر اور متفرق کام کو جمع کر رہا ہوں۔

اِنْ لَّمْ یُشَاغِبْنِیْ الْعَجُوْلُ الْمُنْتَصِرْ اَوْ یَتْرُكُوْنِیْ وَالسِّلَاحُ یَبْتَدِرْ

ترجمہ: ''اگر میری مدد میں جلدی کرنے والا مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر لیتا۔ یا مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتا تو ہتھیار نہایت تیزی سے چلتے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قصاص سے بے بسی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے پاس آئے اور کہنے لگے۔اے علی رضی اللہ عنہ! ہم نے آپ کی بیعت کے وقت یہ شرط کی تھی کہ آپ حدود اللہ کو قائم فرمائیں گے اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ باغیوں کی یہ تمام جماعت قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک ہے اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خون کو حلال کیا ہے اس لیے آپ پر ان سب لوگوں سے قصاص لینا فرض ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! میں تمہاری طرح ان امور سے ناواقف نہیں۔لیکن ہم اس قوم کا کیا کر سکتے ہیں جو ہماری مالک بنی ہوئی ہے اور ہم ان کے مالک نہیں اور پھر اس قتل میں تم لوگوں کے غلام بھی شریک ہیں اور ان کے ساتھ کچھ دیہاتی بھی مل گئے ہیں اور وہ تمہارے دوست ہیں اور جس بات پر چاہتے ہیں تمہیں مجبور کر دیتے ہیں تو کیا ان حالات میں تم قصاص لینے پر کچھ قدرت رکھتے ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم جو کچھ دیکھ رہے ہو میں بھی ان حالات کو دیکھ رہا ہوں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حالات بعینہٖ زمانہ جاہلیت کے حالات ہیں اور اس قوم میں ابھی جاہلیت کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان کی کوئی ایک معینہ راہ اور طریقہ نہیں کہ جو اس طریقہ پر چل کر ہمیشہ زمین میں خوش رہے۔

لوگ خلافت کے معاملے میں کئی قسم کے ہیں ایک طبقہ کی وہی رائے ہے جو تمہاری رائے ہے اور دوسرے طبقہ کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہے اور ایک فرقہ نہ اس رائے کا حامی ہے اور نہ اس رائے کا۔

تاوقتیکہ لوگ ایک رائے پر جمع نہ ہو جائیں اور دل درست نہ ہو جائیں اس وقت تک قصاص ممکن نہیں۔اب تم میرے پاس سے جاؤ اور یہ دیکھو کہ تمہارے لیے کیا نئے حالات پیش آتے ہیں اور ان حالات کا مطالعہ کر کے میرے پاس واپس آؤ۔

یہ بات قریش پر بہت گراں گزری اور انھوں نے مدینہ سے بھاگنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے بنو امیہ مدینہ چھوڑ کر بھاگے اور لوگ متفرق ہو گئے۔

حتیٰ کہ بعض لوگ یہاں تک کہنے لگے کہ اگر ان حالات میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا اور اس آفت کی یہی حالت رہی تو ہم ان شریروں کی مدد کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اس قصاص کو ترک کرنا پڑے گا۔

ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ہمارے ذمہ جو کام لازم ہے ہمیں خود اس کا فیصلہ کر لینا چاہیے اور اس میں ہرگز بھی تاخیر نہ کرنی چاہیے۔علی رضی اللہ عنہ تو اپنی رائے ختم کر چکے ہیں اس طرح ان کا کام بھی ہمارے کندھوں پر آ پڑا ہے اور ہمیں جو حالات نظر آ رہے ہیں اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ غیروں اور اپنوں سے بھی زیادہ قریش پر سختی کریں گے۔اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عام خطبہ دیا اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد قریش کی فضیلت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں خود قریش کا محتاج ہوں اور مجھے ہر وقت ان کی فکر لگی ہوئی ہے اور ان کے بغیر میری زندگی بھی بیکار ہے' اور اس خلافت کے علاوہ میری ان پر کوئی زبردستی نہیں مجھے اس کا اجر اللہ عزوجل ہی عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا۔جو غلام اپنے مالک کے پاس واپس نہ جائے گا ہم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔یہ اعلان سبائیہ فرقہ اور اعراب پر بہت گراں گزرا اور وہ آپس میں کہنے لگے کل کو ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آئے گا اور

ہم پھر احتجاج بھی نہ کر سکیں گے اسی لیے اس کا ابھی سے تدارک کر لینا چاہیے۔

سبائیوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے انکار:

میرے پاس سری نے شعیب اور سیف کے حوالہ سے یہ لکھ کر روانہ کیا کہ محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کے تیسرے روز لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

''اے لوگو! اعراب کو اپنے پاس سے نکال دو اور فرمایا اے اعراب تم اپنے چشموں پر واپس چلے جاؤ''۔

اعراب نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی اطاعت کی لیکن سبائیہ فرقہ نے انکار کر دیا۔

اس خطبہ کے بعد حضرت طلحہؓ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ اب تم لوگ اپنے قاتل کو پکڑ کر قتل کر دو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا یہ قاتل تو اس سے بھی زیادہ چھائے ہوئے ہیں کہ اعراب کے چلے جانے سے بھی ان کی قوت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! آج کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ چھا جائیں گے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

لَوْ اَنَّ قَوْمِیْ طَاوَعَتْنِیْ سُرَاتُهُمْ اَمَرْتُهُمْ اَمْرًا یُدِیْخُ الْاَعَادِیَا

ترجمہ: ''اگر میری قوم کے سردار میری اطاعت کرتے تو میں انہیں ایسی بات کا حکم دیتا جس سے دشمن بھی دوست بن جاتے''۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے بصرہ جانے کی اجازت دے دیجیے اور میری جانب سے کسی قسم کا خطرہ دل میں نہ لائیے میں وہاں لشکر میں شامل رہوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس پر غور کروں گا۔

اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ میری جانب سے کوئی بدگمانی نہ کیجیے۔ میں وہاں لشکر میں مقیم رہوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست پر بھی یہی فرمایا کہ میں اس پر غور کروں گا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جب اس مجلس کا حال معلوم ہوا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ مجھ پر آپ کے دو حق ہیں ایک اطاعت کا حق اور دوسرے نصیحت کا حق۔ آج کے روز بہترین رائے وہ ہے جس سے آپ کل' آئندہ پیش آنے والے امور سے اپنی حفاظت فرمالیں اور آج کے ضائع ہو جانے سے آپ ان چیزوں کو بھی ضائع کر دیں گے جو کل حاصل ہو سکتی ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن عامر رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدوں پر قائم رکھئے اسی طرح بقیہ گورنروں کو بھی ان کے عہدوں پر برقرار رکھئے۔ جب یہ لوگ آپ کی اطاعت کر لیں اور لشکری آپ کی بیعت کر لیں تو اس وقت مناسب سمجھیں تو ان گورنروں کو تبدیل کر دیں۔ یا انھیں ان کے عہدوں پر رہنے دیں اس وقت آپ کو ان پر ہر قسم کا اختیار ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس رائے پر غور کروں گا۔

اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے آئے اور اگلے روز پھر ان کے پاس گئے اور کہنے لگے میں نے کل آپ کو ایک مشورہ دیا تھا لیکن بہترین رائے یہ ہے کہ آپ فوراً انھیں ان کے عہدوں سے برطرف کر دیں۔ تاکہ ہر ایک سننے والے کو

ان کا حال معلوم ہو جائے اور وہ آپ کی خلافت کو قبول کر لے۔ اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ:

مغیرہ رضی اللہ عنہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں جاتے ہوئے دیکھ لیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا میں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس سے نکلتے دیکھا ہے۔ وہ کس لیے آئے تھے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کل گزشتہ بھی آئے تھے اور مجھے یہ مشورہ دیا تھا۔ اور آج آئے تو یہ مشورہ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کل انھوں نے جو آپ کو مشورہ دیا تھا وہ فی الواقع خیر خواہی پر مبنی تھا اور آج انھوں نے آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر آپ کی کیا رائے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رائے تو یہ تھی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے بلکہ اس سے قبل ہی آپ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے جاتے اور وہاں اپنے گھر بیٹھ جاتے اور گھر کا دروازہ بند کر لیتے۔ اہل عرب مجبور و پریشان ہو کر آپ کے پاس پہنچتے اور آپ کے علاوہ انہیں کوئی خلافت کا اہل نظر نہ آتا اس وقت آپ کی خلافت پر سب کا اتفاق بھی ہوتا اور آپ اس طرح مجبور بھی نہ ہوتے۔

جہاں تک بنو امیہ کا تعلق ہے وہ آپ کو اس خلافت پر متہم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے اور لوگوں کو شبہات میں ڈالیں گے وہ بھی اس قصاص کا مطالبہ کریں گے جس کا اہل مدینہ نے مطالبہ کیا ہے اور ان کے ارادے پر نہ تو آپ کو قدرت حاصل ہو سکے گی اور نہ وہ خود اس قصاص پر قدرت پا سکیں گے۔ اور اگر بالفرض یہ امور انھیں سپرد بھی کر دیئے جائیں تو وہ اپنے حقوق کو خود فنا کر دیں گے اور وہ امور اختیار کریں گے جن سے زیادہ سے زیادہ شبہات پیدا کیے جا سکیں اور خدا کی قسم یہی مغیرہ رضی اللہ عنہ کل یہ کہیں گے کہ میں نے تو علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی تھی لیکن جب اس نے میری نصیحت قبول نہیں کی تو میں نے اسے دھوکہ دیا۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ اس گفتگو کے بعد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حج سے واپسی:

حارث ابو ابی نے ابن سعد' محمد بن عمر الواقدی' ابن ابی سبرہ' عبدالحمید بن سہیل اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طلب فرمایا اور امیر حج بنایا۔ یعنی شہادت کے سال میں مکہ گیا اور لوگوں کو حج کرایا اور لوگوں کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ پڑھ کر سنایا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ واپس آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو چکی تھی اس لیے میں ان کے گھر پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی رائے قبول کرنے سے انکار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ خلوت میں تھے جس کی وجہ سے میں باہر رکا رہا۔ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو میں اندر گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ آپ سے کیا کہہ رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے قبل انھوں نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ آپ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما ' معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کے دیگر عاملوں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھئے۔ اس طرح لوگ آپ کی بیعت کرلیں گے اور تمام مقامات پر سکون و اطمینان پیدا ہو جائے گا اور لوگ اپنی اپنی جگہ جا کر اطمینان سے ٹھہر جائیں گے۔ میں نے اس بات سے انکار کیا اور اسے یہ جواب دیا کہ اگر خدا کی قسم! مجھے دن کی ایک ساعت بھی ایسی حاصل ہو جائے جس میں میں اپنی رائے پر عمل کرسکوں تو میں انہیں اور ان جیسے لوگوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی والی رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ میری یہ بات سن کر مغیرہ رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مجھے ان کے چہرے سے یہ صاف نظر آرہا تھا کہ وہ مجھے غلطی پر سمجھ رہے ہیں۔

اس وقت یہ میرے پاس دوبارہ آئے اور کہنے لگے۔ اس سے قبل میں نے آپ کو ایک مشورہ دیا تھا جسے آپ نے قبول نہیں کیا تھا لیکن غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کی رائے صائب ہے آپ ان سب کو ان کے عہدوں سے برطرف کر دیں اور جس پر آپ مطمئن ہوں اسے عامل بنائیے۔ جتنی ان کی شان و شوکت پہلے تھی اب اتنی نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا پہلی مرتبہ تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ خیر خواہی کی تھی اور دوسری مرتبہ آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم مجھے نصیحت نہ کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: آپ جانتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دنیا دار ہیں اگر آپ انہیں ان کے عہدوں پر قائم رکھیں گے تو انہیں اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ خلیفہ وقت کون ہے اور اگر آپ انہیں معزول کر دیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ خلافت بغیر مشورے کے قائم ہوئی ہے اور اسی خلیفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اس طرح آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے اور اہل عراق آپ کے باغی بن جائیں گے۔ دوسری جانب میں طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مطمئن نہیں ہوں' کہ کہیں وہ آپ پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم نے جو یہ کہا ہے کہ میں ان عہدیداروں کو ان کے عہدوں پر قائم رکھوں تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ دنیا کی اصلاح کے لیے یہی بہترین تدبیر ہے لیکن جہاں تک حق کا اور ان امور کا تعلق ہے جس کے عثمانی عہدیدار مرتکب ہو رہے ہیں اور جن کا مجھے علم ہے تو یہ امور مجھے اس پر مجبور کرتے ہیں کہ میں ان میں سے کسی کو بھی کوئی عہدہ نہ دوں اگر برطرفی کے باوجود یہ میری خلافت قبول کرلیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ اس سے انحراف کریں تو میں تلوار میان سے نکال لوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: تو میری ایک اور رائے تسلیم کیجیے کہ آپ ینبع اپنی زمین پر چلے جائیے اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے۔ کیونکہ عرب پریشان اور مضطرب ہونے کے بعد آپ ہی کے پاس آئیں گے اور آپ کے علاوہ انہیں کوئی ایسا دوسرا شخص نظر نہ آئے گا جو کہ خلافت کا بار سنبھال سکے اور اگر آپ نے آج ان کا ساتھ دے کر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ پر لشکر کشی کی تو خدا کی قسم کل تمام لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کی ذمہ داری آپ کے سر ڈال دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ تم شام جاؤ میں تمہیں وہاں کا عامل بناتا ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں جو بنو امیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں۔ جب میں وہاں پہنچوں گا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص میں میری گردن اتار لیں گے اور اگر وہ ایسا نہ بھی کریں گے تو کم از کم مجھے قید ضرور کر دیں گے اور میرے خلاف کوئی نہ کوئی حکم صادر کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میری اور تمہاری جو قرابت ہے تم نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا۔ تم پر جو شخص بھی حملہ آور ہوگا وہ دراصل مجھ پر حملہ آور ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیجیے۔ اس کے ساتھ ان سے کچھ وعدے کیجیے اور ان پر احسانات کیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا۔

مجھ سے ہشام ابن سعد نے ابو ہلال کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پانچ روز بعد مکہ سے مدینہ واپس آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ موجود تھے میں کچھ دیر ان کے دروازے پر ٹھہرا رہا۔ جس وقت مغیرہ رضی اللہ عنہ باہر آئے تو انہوں نے سلام کیا اور مجھ سے سوال کیا کہ تم کب واپس آئے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی آ رہا ہوں۔

اس کے بعد میں اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔

قریش کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما سے ملے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ میری اور ان کی ملاقات نواصف میں ہوئی تھی انہوں نے سوال کیا ان کے ساتھ کون کون لوگ تھے۔ میں نے جواب دیا کہ ابوسعید بن الحارث بن ہشام اور قریش کی ایک جماعت تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ یہاں سے بھاگنے سے ہرگز باز نہ آئیں گے اور کچھ روز بعد یہ دعویٰ کریں گے کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص چاہتے ہیں اور خدا کی قسم! ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ یہی لوگ قاتل عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے دریافت کیا' اے امیر المومنین یہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کس لیے آئے تھے اور آپ سے خلوت میں ان کی کیا گفتگو ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دو روز بعد میرے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ میں آپ سے خلوت میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان کے لیے تخلیہ کیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہر شخص کے لیے نصیحت کی اجازت دی گئی ہے اور اب آپ ہی بڑوں میں باقی رہ گئے ہیں میں آپ کو نصیحت کرنا اور ایک بہترین رائے دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ اس سال کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تمام عہدیداروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھیے جب یہ لوگ آپ کی بیعت کر لیں اور آپ کی بیعت مکمل ہو جائے تو آپ جسے چاہیں معزول فرمائیں اور جسے چاہیں برقرار رکھیں۔

میں نے انہیں یہ جواب دیا تھا کہ میں دین میں مداہنت نہیں کر سکتا اور گری ہوئی طبیعت کے انسانوں کو اپنی خلافت میں کوئی

عہدہ نہیں دے سکتا۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ: اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو آپ جسے چاہیں معزول فرمائیں۔ لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ قائم رکھیں کیونکہ وہ ایک صاحب جرأت انسان ہیں اور اہل شام ان کی بات مانتے ہیں اور ان کے قائم رکھنے پر آپ کے پاس ایک دلیل بھی ہے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پورے شام کا والی بنایا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر دو دن بھی قائم نہیں رکھ سکتا۔

اس گفتگو کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے چلے گئے۔ آج پھر واپس آئے اور کہنے لگے میں نے آپ کو ایک مشورہ دیا تھا جو آپ نے قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ ہی کی رائے صحیح تھی اور آپ کو اپنی خلافت میں ہرگز بھی کسی کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے اور نہ کسی بات کو چھپانا چاہیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا پہلی بار جو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا وہ آپ کی خیر خواہی کے لیے تھا اور دوسری بار آپ کو دھوکے میں مبتلا کیا میری رائے بھی یہی ہے کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر قائم رکھئے جب وہ آپ کی بیعت کر لیں گے تو انہیں ان کے عہدے سے برطرف کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو تلوار کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

مَـا مُيْـنَةٍ اِنْ مُتُّهَـا غَيْـرَ عَـاجِـزٍ بِـعَـارٍ اِذَا مَـا غَـالَـتِ النَّفْسُ غَوْلَـهَـا

ترجمہ: ''اس حالت میں اگر میری موت ہوگی تو وہ ایک عاجز کی موت ہوگی جسے چاروں طرف سے غول بیابانی نے گھیر لیا ہو''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دور اندیشی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سادگی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ ایک بہادر شخص ضرور ہیں لیکن تدابیر جنگ سے قطعاً ناواقف ہیں۔ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ:

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

''جنگ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: خدا کی قسم! اے امیر المومنین میرے مشورے اور رائے پر چلیں تو میں ان مخالفوں کے اتنا آگے بڑھ جانے کے باوجود ان کی تدابیر کو اس طرح الٹ دوں گا کہ یہ ہر کام میں پیچھے ہی دیکھتے نظر آئیں گے اور یہ سوچیں گے کہ اس انجام بد سے کیسے بچنا چاہیے اور آگے کی کوئی بات انہیں نظر نہ آئے گی اور اس تدبیر میں آپ کا نہ نقصان ہو گا اور نہ آپ پر کوئی گناہ لازم آئے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم جن باتوں کا مجھے مشورہ دے رہے ہو اس میں تم نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کچھ کر سکتے ہو اور نہ کسی اور کا کچھ بگاڑ سکتے ہو۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اگر میں تمہارا مشورہ تسلیم نہ کروں تو تم ہر حال میں میری اطاعت کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا اور میرے نزدیک اطاعت سے زیادہ آسانی کسی چیز میں نہیں ہے۔

شاہ قسطنطنین کا مسلمانوں پر حملہ:

محمد بن عمر الواقدی نے ہشام بن الغاز کے واسطہ سے عبادۃ بن نسی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اسی سال یعنی ۳۵ھ میں قسطنطنین بن ہرقل نے ایک ہزار کشتیوں میں لشکر بھر کر مسلمانوں پر حملے کے ارادے سے کوچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت آندھی مسلط فرما دی جس نے ان سب کو غرق کر دیا۔ لیکن قسطنطنین زندہ بچ گیا۔ اور بہ ہزار دقت صقلیہ پہنچا۔ رومیوں نے اس کے لیے ایک حمام تیار کرایا۔ جب قسطنطنین اس حمام میں گیا تو اسے یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ تو نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو تباہ کیا ہے۔

باب ۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گورنر

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ جب ۳۶ھ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں پر گورنر متعین کر کے روانہ فرمائے' عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بصرہ' عمارۃ بن شہاب رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا۔ یہ عمارۃ رضی اللہ عنہ مہاجرین صحابہ میں داخل تھے' یمن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو' مصر قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو اور شام سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی واپسی:

سہل رضی اللہ عنہ مدینہ سے کوچ کر کے شام کی طرف چلے۔ جب تبوک پہنچے تو وہاں انہیں کچھ گھوڑے سوار ملے۔ ان سواروں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ سہل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں امیر ہو کر آیا ہوں۔ سواروں نے دریافت کیا آپ کو کس علاقہ پر مامور کیا گیا ہے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا شام پر۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تمہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو واپس جاؤ۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تمہیں وہ حالات معلوم نہیں جو پیش آ چکے ہیں۔ ان سواروں نے جواب دیا ہاں ہمیں سب کچھ معلوم ہے اس گفتگو کے بعد سہل رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس چلے آئے۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کی دھوکہ دہی:

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے چل کر ایلہ پہنچے تو انہیں راہ میں کچھ سوار ملے انہوں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟۔ قیس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں۔ انھوں نے دریافت کیا تمہارا نام کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ میرا نام قیس بن سعد رضی اللہ عنہما ہے۔ ان سواروں نے جواب دیا اچھا تم آگے جا سکتے ہو۔ یہ آگے بڑھ کر مصر میں داخل ہو گئے۔

مصر میں ان کے داخلہ سے لوگ کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

ایک فرقہ تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل گیا۔ اور بیعت میں داخل ہو گیا۔

دوسری جماعت نے خربتا پہنچ کر پناہ لی اور اس نے ہر قسم کے اختلافات سے علیحدگی اختیار کر لی اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل قتل کر دیئے گئے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ورنہ ہم تمہارے مخالف ہیں۔ اور یا تو ہم اپنا قصاص لے کر رہیں گے یا ختم ہو جائیں گے۔

تیسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہمارے بھائیوں سے قصاص نہ لیا جائے۔ یہ لوگ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل تھے۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما نے یہ تمام حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھ کر روانہ کر دیئے۔

اہل بصرہ کا اختلاف:

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بصرہ روانہ ہوئے انہیں بصرہ میں داخل ہونے سے کسی نے نہیں روکا۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ جو وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے گورنر تھا اس میں نہ تو حزم و احتیاط کا مادہ تھا اور نہ استقلال کے ساتھ جنگ کر سکتا تھا۔ اور تدبر بھی اس میں نہ پایا جاتا تھا۔

یہاں بھی لوگ تین جماعتوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف تھی۔ دوسری جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قبول کی۔

تیسری جماعت یہ کہتی تھی کہ ہم اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے جب تک ہمیں اہل مدینہ کا طرز عمل معلوم نہ ہو جائے۔ جو طریقہ اہل مدینہ اختیار کریں گے ہم بھی وہی طریقہ اختیار کریں گے۔

عمارہ رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی:

عمارہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے چل کر جب زبالہ پہنچے تو راہ میں انہیں طلیحہ بن خویلد ملا۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر کوفہ پہنچی تھی اور طلیحہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے نکلا تھا اور کہتا جاتا تھا افسوس میں اس وقت وہاں نہ ہوا کاش میں ان کی شہادت سے قبل وہاں پہنچ جاتا۔

يَـــا لَيْتَـنِـيْ فِيْهَـــا جَـذَعْ أَكُـــرُّ فِيْهَـــا وَ أَضَـعْ

ترجمہ: ''کاش میں اس وقت جوان ہوتا تو قوموں کو ذلیل کر کے دکھا دیتا''۔

یہ طلیحہ کوفہ سے اس وقت چلا جب قعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد کا اعلان کیا۔ یہ ان لوگوں میں داخل تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے تیار ہوئے تھے راہ میں جاتے ہوئے عمارہ رضی اللہ عنہ مل گئے طلیحہ نے ان سے کہا تم واپس جاؤ کیونکہ اہل کوفہ اپنا امیر تبدیل کرنا نہیں چاہتے اور اگر تم واپس نہ جاؤ گے تو میں تمہاری گردن اتار لوں گا۔ عمارہ رضی اللہ عنہ واپس ہوئے۔ جب یہ واپس آنے لگے تو طلیحہ نے ان سے کہا تو خطرہ سے بچتا رہ تاکہ تجھے برائی نہ گھیر لے۔ کیونکہ خطرات سے بچنا لوگوں کی شرارتوں سے بہتر ہے۔

طلیحہ کی یہ بات عمارہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ایسی بیٹھی کہ مرتے دم تک وہ اسی پر قائم رہے۔ اور زندگی کے تمام کاموں کا اسی کے مطابق فیصلہ کرتے رہے۔

عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یمن کو روانگی:

عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یمن پہنچے تو یعلی رضی اللہ عنہ بن امیہ تمام مال و دولت لے کر یمن چھوڑ کر اپنے حامیوں کے پاس مکہ چلے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

جب سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالات معلوم ہوئے اور دوسرے گورنر بھی واپس آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ اور فرمایا:

''اے قوم! جس بات سے میں تمہیں ڈراتا تھا آج وہ پیش آ چکی ہے اور حالات ایسے پیش آ گئے ہیں کہ ان کو ختم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ یہ آگ کی طرح ایک فتنہ ہے کہ جب آگ ایک بار لگ جاتی ہے تو وہ بڑھتی اور بھڑکتی چلی جاتی ہے''۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ تو آپ ہمیں مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دیجیے تاکہ ہم اس کی کوئی تدبیر کریں ورنہ آپ ہمیں چھوڑ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا میں ان حالات کو سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔ اور جب کوئی بھی تدبیر باقی نہ رہے گی تو آخری دوا داغ لگانا ہی ہوتی ہے کہ انسان تکلیف سے نجات پانے کے لیے اپنے جسم کو جلوانا بھی گوارا کر لیتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام مراسلہ:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے خط لکھے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی اطاعت اور بیعت کے بارے میں تحریر کیا کہ وہ سب آپ کے مطیع ہیں ان میں سے کچھ لوگوں نے تو زبردستی بیعت کی ہے اور کچھ آپ کی بیعت پر راضی ہیں۔

جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف نہیں لے گئے اس وقت تک کوفہ کی یہی حالت رہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس معبد الاسلمی کو قاصد بنا کر بھیجا تھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاموشی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سبرۃ الجہنی رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر روانہ کیا۔ یہ ان کے پاس پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط دیا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط کا کوئی جواب نہیں دیا اور کئی روز بعد قاصد کو روانہ کر دیا۔ قاصد جب جواب لکھنے کے لیے کہتا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جواب نہ دیتے بلکہ یہ اشعار پڑھنے لگتے۔

اَدِمْ اِدَامَةَ حِصْنٍ اَوْ خُذَا بِيَدِيْ حَرْبًا ضَرُوْسًا تَشُبُّ الْجَزْلَ وَ الضَّرَمَا

ترجمہ: ''قلعہ کی طرح جمے رہو یا پھر مجھے ایک ہولناک جنگ کی دعوت دو جو جوان اور بچے کو بوڑھا بنا دے۔

فِيْ جَارِكُمْ وَ ابْنِكُمْ اِذْ كَانَ مَقْتَلُهٗ شَنْعَاءَ شَيَّبَتِ الْاَصْدَاغَ وَ اللِّمَمَا

ترجمہ: تمہارے پڑوسیوں اور لڑکوں کی ایسی خونریزی ہوگی کہ کنپٹی اور سر کے بال بھی سفید ہو جائیں گے۔

اَعْيَى الْمَسُوْدُ بِهَا وَ السَّيِّدُوْنَ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهَا غَيْرُنَا مَوْلًى وَ لَا حَكَمَا

ترجمہ: آقا اور غلام دونوں عاجز ہو جائیں گے اور ہمارے علاوہ کوئی والی اور حاکم نہ ہوگا''۔

الغرض جب بھی سبرۃ الجہنی رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر سناتے یا جواب کا تقاضا کرتے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہی اشعار پڑھتے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو تیسرا مہینہ شروع ہوا۔ یعنی صفر کا مہینہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنو عبس کے ایک شخص کو بلوایا اور بنو رواحہ کے ایک آدمی کو بھی طلب کیا جس کا نام قبیصہ تھا اور اسے ایک دفتر سپرد کیا۔ جس کا عنوان یہ تھا ''معاویہ رضی اللہ عنہ کی

جانب سے علی رضی اللہ عنہ کو جواب'' اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ قبیصہ کو یہ دفتر سپرد کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جب تم مدینہ پہنچو تو نیچے کا کاغذ کھول لینا۔ پھر اسے کچھ باتیں سکھائیں کہ مدینہ پہنچ کر لوگوں سے ایسا اور ایسا کہنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاصد بھی واپس ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد بھی مدینہ چلے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد مدینہ پہنچے تو عبسی نے اسی طرح کاغذات کھول لیے جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا۔ لوگوں نے ان کاغذات کو دیکھنا شروع کیا اور اسے دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے اور یہ سب کو معلوم ہو گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس خلافت پر معترض ہیں۔ قاصد اسی طرح آگے بڑھتا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور وہ کاغذات کا پلندہ انہیں دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں کچھ بھی تحریر نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو۔

قاصد: کیا آپ مجھے امان دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں! قاصد کو امان حاصل ہوتی ہے۔ انہیں قتل نہیں کیا جاتا۔

قاصد: میں اپنے پیچھے ایسی قوم چھوڑ کر آیا ہوں جو قصاص کے علاوہ کسی دوسری بات پر راضی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: آخر وہ کس سے قصاص چاہتے ہیں۔

قاصد: آپ سے۔ میں ستر ہزار بوڑھوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قمیض کے نیچے روتا چھوڑ کر آیا ہوں۔ جو انہوں نے دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر چڑھا دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کر رہے ہو۔ اے اللہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے آپ کے سامنے اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں۔ اب خدا کی قسم! قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ بچ جائیں گے لیکن یہ دوسری بات ہے کہ کسی کی قضا آ گئی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ اسے ضرور پہنچ کر رہتی ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔

قاصد: کیا میرے لیے امان ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں تمہیں امان ہے۔

جب یہ عبسی باہر نکلا تو سبائی چلائے کہ یہ کتا ہے اور کتوں کا قاصد ہے۔ عبسی بھی چلانے لگا اے آل مصر مجھے بچاؤ۔ اے قیس کی اولاد جو گھوڑوں اور اونٹوں کے مالک ہیں مجھے آ کر بچاؤ۔ میں اللہ جل اسمہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عنقریب چار ہزار جوان تم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ تم خود سوچ لو کہ تم میں کتنے شہسوار ہیں اور کتنے اونٹ سوار ہیں اور تم اس لشکر کے مقابلہ کے لیے کتنی تیاری کر چکے ہو۔

مضر نے اسے روکا اور کہا خاموش رہ۔

یہ بولا ہرگز نہیں خدا کی قسم! یہ جماعت ہرگز بھی فلاح نہیں پا سکتی کیونکہ ان لوگوں پر وہ عذاب نازل ہو چکا ہے جس کا حضورؐ کی زبانی ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

مضری پھر چلائے۔ خاموش رہ۔

عبسی بولا: جس عذاب سے انہیں ڈرایا گیا تھا آج وہ ان کے لیے حلال ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم! ان کے اعمال ختم ہو چکے ہیں اور ان کی ہوا اکھڑ چکی ہے۔ خدا کی قسم! ابھی شام نہ ہونے پائے گی کہ یہ سب ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی اجازت طلبی:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے میرے پاس یہ لکھ کر روانہ کیا کہ محمد بن عمر الواقدی اور طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمرے کی اجازت طلب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی اور یہ دونوں مکہ پہنچ گئے۔

اہل مدینہ کا طرز عمل:

اہل مدینہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ علی، معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں اور علی الخصوص اس وقت جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی بیعت نہ کریں تا کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ علی رضی اللہ عنہ اہل قبیلہ کے ساتھ قتل و قتال کو جائز سمجھتے ہیں یا نہیں اور ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کیا جائے یا نہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی رائے:

اہل مدینہ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنی جگہ خاموش بیٹھ جائیے اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔

زیاد کا مشورہ:

اہل مدینہ نے زیاد بن حنظلہ التمیمی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا یہ زیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں داخل تھے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ کچھ دیر وہاں جا کر بیٹھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بخود ان سے فرمایا: اے زیاد تیاری کرلو۔

زیاد: کس شے کی تیاری۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: شام کے جہاد کی۔

زیاد: نرمی اور احسان زیادہ بہتر شے ہے۔

اس کے بعد زیاد نے یہ شعر پڑھا۔

وَ مَنْ لَا يُصَانِعُ فِيْ اُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ ۔۔۔ يُضَرَّسُ بِاَنْيَابٍ وَ يُوْطَأُ بِمَنْسِمٖ

ترجمہ: ''اور جو شخص بہت سے کام نہ کر سکے اسے یا تو کچلیوں سے چبا لیا جاتا ہے یا کھروں سے روند دیا جاتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔ گویا کہ وہ خاموش بیٹھنے پر تیار نہیں۔

مَتٰى تَجْمَعُ الْقَلْبَ الذَّكِيَّ وَ صَارِمًا ۔۔۔ وَ اَنْفًا حَمِيًّا تَجْتَنِبْكَ الْمَظَالِمُ

ترجمہ: ''جب تو سمجھ دار دل' تلوار اور مددگار جمع کر لے گا تو تجھ سے ظالم بھی دور بھاگیں گے''۔

یہ جواب سن کر زیاد باہر آئے۔ لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ لوگوں نے سوال کیا: کیا فیصلہ ہے۔ زیاد نے جواب دیا۔ تلوار

ہے تم خود اس سے سمجھ لو کہ علی رضی اللہ عنہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

لشکر کی تیاری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ کو بلایا اور لشکر کا جھنڈا ان کے سپرد کیا۔ میمنہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ یا عمر بن سفیان بن الاسد رضی اللہ عنہ معین کیے گئے ابولیلی بن عمر بن الجراح رضی اللہ عنہ کو جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے ہر اول دستے پر معمور فرمایا اور مدینہ پر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا جانشین معین کیا اور جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا ان میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہیں دیا گیا اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ وہ شام کی طرف لشکر روانہ کریں۔ اس کے بعد سب لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل مدینہ سے خطاب:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے سامنے خطبہ دیا اور انھیں ان لوگوں مقابلہ پر جنگ کے لیے ابھارا جنھوں نے خلافت سے اختلاف کر کے امت میں تفریق پیدا کی تھی اور فرمایا:

''اللہ عزوجل نے اپنا ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا جس نے لوگوں کو دین کی راہ دکھائی اسے کتاب ناطق عطا کی اور ایسا حکم عطا کیا جو ہر بات کو واضح کرنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والا تھا۔ اب اس کے ذریعہ وہی شخص ہلاک و برباد ہو سکتا ہے جس کی قسمت میں ہلاکت لکھی ہوئی ہو اور ہلاک کرنے والے امور بدعات اور شبہات ہیں۔ ان ہلاکت آفریں چیزوں سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اللہ ہی کی حکومت میں تمہارے دین کی حفاظت ہے تو تم کسی دوسری جانب رخ کیے بغیر صرف اسی کی اطاعت کرو اور اس اطاعت کو اپنے لیے برا نہ سمجھو۔ خدا کی قسم! یا تو تم اس پر عمل کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے اسلام کی حکومت چھین لے گا۔ اور پھر یہ حکومت اور شان وشوکت ہرگز بھی تمہیں اس وقت تک حاصل نہ ہو سکے گی جب تک تم دین کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ گے۔

تم لوگ اس قوم کے مقابلے پر چلو جو تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کر رہی ہے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کی اصلاح فرما دے اور چاروں طرف جو فسادات پھیلے ہوئے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ اور تم اس چیز کا فیصلہ کر لو جو تم پر لازم ہے''۔

ابھی لشکر کوچ کرنے نہ پایا تھا کہ مکہ سے بھی اس قسم کی خبر آئی کہ تمام لوگ اختلاف پر آمادہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ خطبہ دیا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ظالم کے لیے عفو ومغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور ان لوگوں کے لیے جو دین کو لازم پکڑے رہیں اور اس پر استقامت اختیار کریں کامیابی اور نجات کا وعدہ کیا ہے۔ جو شخص حق پر نہیں چل سکتا وہ باطل کو ضرور اختیار کر کے رہے گا۔

خبردار زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما اور ام المومنین میری امارت کی مخالفت پر آمادہ ہیں اور لوگوں کو اصلاح کی دعوت دے رہے ہیں۔ میں ان حالات پر صبر کروں گا کیونکہ مجھے تمہاری جماعت جانب سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اگر وہ جنگ سے گریز کریں

گے تو میں بھی جنگ سے گریز کروں گا اور ان کی باتیں سن کر صبر کروں گا''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس خبر پہنچی کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ بصرہ کی جانب بڑھ رہے ہیں تاکہ لوگوں کے حالات دیکھ کر ان کی اصلاح کر سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ انھوں نے وہ کام کیا ہے جس سے اسلام کا نظام ختم ہو چکا ہے اور ان حالات میں ہم ان کے ساتھ کوئی نرمی اختیار نہیں کر سکتے اور لوگوں پر کوئی زبردستی نہیں۔ یہ اعلان جنگ اہل مدینہ پر بہت شاق گزرا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمیل نخعی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے ساتھ جنگ پر چلو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: میں تو اہل مدینہ کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ انہیں میں کا ایک فرد ہوں انھوں نے آپ کی بیعت کی۔ میں نے بھی آپ کی بیعت کی۔ میں ان کا ساتھ کسی حالت میں نہیں چھوڑوں گا۔ اگر وہ آپ کے ساتھ جنگ پر جاتے ہیں تو میں بھی جنگ پر ساتھ جاؤں گا اور اگر وہ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے تو میں بھی شریک نہیں ہوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم اس بات کا کوئی ضامن پیش کرو کہ تم کہیں باہر نہیں جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: میں کوئی ضامن پیش نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میں بچپن سے بڑے ہونے تک دیکھتا چلا آیا ہوں تم ہمیشہ ہی بداخلاق رہے ہو۔ میں تمہاری اس بداخلاقی کے باعث پہلے سے جانتا تھا کہ تم ضرور انکار کرو گے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو ان کا میں ذمہ دار ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ واپس لوٹے۔ اہل مدینہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم! ہم کچھ نہیں جانتے کہ ہمیں اس معاملے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسلمانوں سے یہ جنگ ہم پر مشتبہ ہے اور ہم اس وقت تک ہرگز جنگ میں شامل نہیں ہوں گے جب تک روز روشن کی طرح اس کی حقیقت ہم پر ظاہر نہیں ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمرہ:

جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راتوں ہی رات مدینہ سے چلے گئے اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو یہ بتا گئے کہ اہل مدینہ کی کیا رائے ہے اور وہ خود عمرہ کے ارادہ سے جا رہے ہیں اور بیعت علی رضی اللہ عنہ پر قائم ہیں۔ لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیں گے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نہایت سچے آدمی تھے۔ ان کی روانگی کا حال ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہی کو معلوم تھا۔

بات کا بتنگڑ:

جب صبح ہوئی تو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے رات تو اتنا خطرناک حادثہ پیش آیا ہے جس کے مقابلے میں طلحہ و زبیر ام المومنین اور معاویہ رضی اللہ عنہم کا حادثہ بھی ہیچ ہے اور آپ کے لیے اتنا اہم خطرہ پیدا ہو گیا ہے جتنا ان سب سے نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: وہ کیا حادثہ پیش آیا؟

لوگ: ابن عمر رضی اللہ عنہما بھاگ کر شام چلے گئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً بازار پہنچے اور لوگوں کو سواریوں پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تلاش کے لیے ہر طرف دوڑایا اور تمام مدینہ والوں میں ایک زبردست ہیجان پیدا ہو گیا۔

ان حالات کی اطلاع ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو پہنچی انھوں نے فوراً اپنا خچر منگوایا اور اس پر سوار ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بازار میں کھڑے لوگوں کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تلاش میں چاروں طرف دوڑا رہے تھے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے جا کر کہا اے میرے باپ! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ اس شخص کے پیچھے لوگوں کو نہ دوڑایئے اور جو خبر آپ تک پہنچائی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے واقعہ کچھ اور ہی ہے اور میں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دل مطمئن ہوا اور جان میں جان آئی اور لوگوں سے فرمایا اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم! نہ تو میری بیٹی جھوٹ بولتی ہے۔ اور نہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ میرے نزدیک نہایت سچے اور معتبر آدمی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل مدینہ سے خطاب:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے میرے پاس یہ تحریر کر کے روانہ کیا کہ محمد الواقدی اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کی اطاعت سے خوش نہ تھے اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے پر ان کی امداد کے لیے تیار نہ تھے اس لیے انھوں نے تمام اہل مدینہ کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا:

''اس کام کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے جس طرح ابتداء میں دین کی اصلاح کی گئی تھی۔ تم ہر شے کا انجام دیکھ چکے ہو اور تم میں سے جس کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا وہ پورا ہو چکا اب تم اللہ کی مدد کرو تا کہ اللہ تمہاری مدد کرے اور تمہارے کاموں کی اصلاح فرمائے''۔

اس تقریر پر انصار کے سرداروں میں سے صرف دو شخصوں نے آپ کی بات قبول کی' ایک ابوالہیثم بن تیہان بدری رضی اللہ عنہ اور دوسرے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ یہ خزیمہ رضی اللہ عنہ وہ نہیں ہیں جو ذوالشہادتین کے لقب سے مشہور تھے وہ خزیمہ رضی اللہ عنہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔

خزیمہ رضی اللہ عنہ کا انصار سے کوئی تعلق نہ تھا:

سری نے شعیب' سیف' محمد اور عبیداللہ کے حوالے سے میرے پاس حکم کا یہ قول لکھ کر روانہ کیا کہ کسی نے حکم سے دریافت کیا۔ کیا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جو ذوالشہادتین کے نام سے مشہور تھے جنگ جمل میں شریک تھے۔ حکم نے جواب دیا نہیں' بلکہ خزیمہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انصار میں سے نہ تھے اور خزیمہ رضی اللہ عنہ ذوالشہادتین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انتقال کر گئے تھے۔

بدریین کی فتنہ سے علیحدگی:

سری نے شعیب' سیف اور مجالد کے حوالے سے مجھے تحریر کیا کہ امام شعبی فرمایا کرتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے

علاوہ کوئی معبود نہیں کہ اس فتنہ میں صرف چھ بدری مبتلا ہوئے۔ ان کے ساتھ ساتواں بدری نہ تھا۔ یا امام شعبی نے یہ فرمایا کہ صرف سات بدری اس فتنہ میں مبتلا ہوئے اور آٹھواں ان کے ساتھ شریک نہ تھا۔

سری نے شعیب' سیف اور عمرو بن محمد کے حوالے سے امام شعبی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس تمام اختلاف میں صرف چھ بدری شامل ہوئے اور ساتواں ان کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ سیف راوی کہتا ہے کہ میں نے مجالد اور عمرو بن محمد سے کہا کہ شعبی کے بیان میں تم دونوں کا اختلاف ہے۔ انھوں نے جواب دیا کوئی اختلاف نہیں بلکہ امام شعبی کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک پیدا ہو گیا تھا کہ جب جنگ صفین کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بھیجا تھا۔ آیا وہ گئے یا نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے ضرور تھے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہروان کی جنگ میں مشغول تھے۔ اب آیا وہ کسی جنگ میں شریک ہوئے یا نہیں یہ معلوم نہیں۔

زیاد بن حنظلہ کی شرکت:

سری نے شعیب' سیف' عبداللہ بن سعید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک نامعلوم آدمی کے حوالے سے میرے پاس حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان لکھ کر روانہ کیا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چار شخص بھلائی کی تلاش پر جمع ہوئے اور ان میں علی رضی اللہ عنہ شریک ہوئے تو ان چاروں نے دوسروں کے مقابلے پر کامیابی حاصل کی۔

جب زیاد بن حنظلہ نے یہ دیکھا کہ اہل مدینہ نے جنگ کے معاملے میں علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا اور آپ کے سامنے جنگ کروں گا۔

اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے زینب بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا۔ مدم اور ملحلہ کے قریب ہم پر ظلمتیں چھا چکی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خوب جانتی ہیں کہ یہ مقامات قصاص کا بدلہ نہیں بن سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا یہ بیان مجھے لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھارہ ذی الحجہ کو شہید ہوئے اس وقت مکہ کے عامل عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ تھے اور امیر حج حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محصور ہونے کی حالت میں امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ لوگوں نے مدینہ جلد واپس ہونے کے خیال سے رمی تین دن کے بجائے دو ہی دن میں ادا کر لی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر مدینہ واپس ہوئے۔ لیکن جب مدینہ پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی گئی تھی اور بنوامیہ بھاگ کر مکہ پہنچ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ذی الحجہ ختم ہونے سے پانچ روز قبل ہوئی اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ بھاگنے والے بھاگ بھاگ کر مکہ جا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں مقیم تھیں ان کا ارادہ یہ تھا کہ ماہ محرم میں عمرہ کر کے واپس ہوں۔ جب یہ بھاگنے والے مکہ پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حالات دریافت کیے انھوں نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے ابھی کسی کو امیر متعین نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ لوگ دھوکے باز ہیں جو اصلاح کے نام سے کھڑے ہوئے اور اپنے دل کا غیظ و غضب نکالا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا عمرہ پورا کرنے تک وہیں مقیم رہیں۔ جب وہ عمرہ پورا کر کے واپس ہونے لگیں اور سرف پہنچیں تو انہیں ان کی

ننھیال بنولیث کا ایک شخص ملا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی رہتیں اور ان لوگوں پر بہت مہربان تھیں۔ اس شخص کا نام عبید بن ابی سلمہ تھا۔ لیکن یہ اپنی ماں کی جانب منسوب کیا جاتا تھا جس کا نام ام کلاب تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ اس وقت تم بہت اچھے آئے۔ اور فرمایا ہمیں نہایت افسوس ہے۔

عبید: کیا آپ جانتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مدینہ آٹھ روز تک بغیر امیر کے رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر ان لوگوں نے کیا کیا؟

عبید: تمام اہل مدینہ نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور اس وقت مدینہ پر باغیوں کی جماعت غالب ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ واپس لوٹیں۔ راہ میں آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ مکہ پہنچ کر مسجد حرام کے دروازہ پر اتریں۔ حطیم میں جانے کا قصد کیا۔ لوگوں نے وہاں پردہ کا انتظام کیا۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ٹھہریں اور باہر لوگوں کے ٹھٹھ لگ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریر:

جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے لوگو! مختلف شہروں اور چشموں کے فتنہ پردازوں اور اہل مدینہ کے غلاموں نے مل کر اس شہید امیر پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ امیر فتنہ پردازی کر رہا ہے اور اس نے ایسے کم عمروں کو عامل بنایا ہے جن کے ابھی دانت بھی نہیں نکلے۔ حالانکہ ان کے دانت اس سے قبل بھی بارہا استعمال کیے جا چکے تھے اور بہت سے حفاظت کے موقعوں پر ان دانتوں نے ان لوگوں کی حفاظت کی تھی۔ یہ ایسے امور ہیں جو پہلے گزر چکے اور ان امور کی ان دانتوں کے علاوہ کوئی اصلاح نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ فتنہ پرداز ان کے پیچھے لگ گئے اور ان سے ان کے عہدے چھین لینے کا ارادہ کیا اور ظاہر کیا گیا کہ ہماری غرض صرف اصلاح ہے۔ اور جب انہیں اس فتنہ پردازی کا کوئی عذر نہ مل سکا اور نہ وہ کسی کا عیب و نقص ثابت کر سکے تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آئے اس طرح ان کے افعال و اقوال کا تضاد روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔

انہوں نے وہ خون بہایا جس کا بہانا حرام تھا۔ اور ایک محترم شہر کو خونریزی کے لیے حلال کر لیا اور وہ مال جس کا لینا حرام تھا اسے لوٹ لیا۔ اور وہ ماہ ذی الحجہ جس میں کفار تک سے جنگ حرام تھی اور جسے اللہ نے معزز بنایا تھا اسے انہوں نے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حلال کر دیا اور اس ماہ کی حرمت تک کا پاس نہ کیا۔

خدا کی قسم اگر ان قاتلین عثمانؓ جیسے انسانوں سے زمین کے تمام طبق بھی بھر دیئے جائیں تو ان سب سے عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی بہتر ہے۔

میں تم لوگوں کے اس اجتماع سے ان باغیوں کے خلاف مدد چاہتی ہوں۔ تاکہ انہیں سزا دی جا سکے۔ خدا کی قسم! اگر فی الواقع ایسا ہی تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کسی گناہ میں مبتلا تھے۔ اور اس گناہ کی وجہ سے انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی تھی تو عثمان رضی اللہ عنہ تو اس گناہ سے شہادت کی بدولت ایسے پاک و صاف ہو گئے ہیں جیسے سونا یا کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے خون میں اس طرح غوطے دیئے ہیں جس طرح

کپڑے کو صاف کرنے کے لیے پانی میں غوطے دیئے جاتے ہیں''۔

اس تقریر پر عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ میں سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کرنے اور آپ کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہوں۔

اخضر کا جھوٹ:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن المدائنی اور سحیم مولیٰ دبرۃ التیمی کے ذریعہ عبید بن عمر القرشی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کے ارادے سے مدینہ سے چلی تھیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت محصور تھے۔ مکہ میں ان کے پاس ایک شخص اخضر نامی پہنچا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے دریافت کیا۔ لوگوں نے کیا کیا؟

اخضر: عثمان رضی اللہ عنہ نے سب مصریوں کو قتل کرا دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. کیا اس قوم کو قتل کیا جا سکتا ہے جو حق طلب کرنے کے لیے آئی ہو۔ اور ظلم کی منکر ہو۔ خدا کی قسم ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر ہرگز خوش نہیں ہیں۔

اس کے بعد مدینہ سے ایک اور شخص مکہ پہنچا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سوال کیا۔ لوگوں نے کیا کیا؟

شخص مذکور: مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: اخضر پر بہت ہی تعجب ہے جس نے مقتول کو قاتل اور قاتل کو مقتول بنا دیا ہے۔

اسی وقت سے یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی ہے کہ ''یہ شخص تو اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا ہے''۔

قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی تیاریاں:

سری نے شعیب' سیف اور عمرو بن محمد کے حوالے سے میرے پاس امام شعبی کا یہ بیان تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ چلیں تو راہ میں ان کی ننھال کا ایک شخص ملا۔ انہوں نے اس سے دریافت کیا۔ تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو؟

شخص مذکور: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے اور چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: مجھے تو یہ بیعت مکمل ہوتی نظر نہیں آتی مجھے مکہ واپس لے چلو۔

الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ واپس ہوئیں۔ جب مکہ پہنچیں تو عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے مکہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کس لیے واپس تشریف لے آئیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس لیے واپس آئی ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کر دیئے گئے ہیں اور اب یہ فتنہ ختم ہونے والا نہیں اور اس شور و شر کو ختم کرنے کے لیے ایک اور کام کی ضرورت ہے۔ تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر کے اسلام کو عزت بخشو۔

اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ ہیں۔

بنوامیہ کا خلافتِ علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف:

اسی طرح بنوامیہ نے حجاز میں خلافتِ علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور مخالفت میں سر اٹھانے شروع کیے۔ ان کے ساتھ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور تمام بنوامیہ تھے۔ عبداللہ بن عامر اموی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ سے آ کر ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اسی طرح یمن سے یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے تھے بعد میں طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بھی مدینہ سے آ کر اس جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے اور کافی غور وفکر کے بعد سب نے اس پر اتفاق کیا کہ انہیں بصرہ جانا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:

''اے لوگو! یہ بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے اور انتہائی برا کام ہوا ہے تم اپنے بھائیوں کے پاس بصرہ چلو۔ تاکہ وہ بھی اس انکار میں شامل ہو جائیں اور تمہارے لیے اہل شام اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں بہت کافی ہیں۔ شاید اللہ عزوجل تمہیں عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کی توفیق عطا فرمائے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو نیک اجر دے''۔

اہل مکہ کا مشورہ:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے میرے پاس محمد اور طلحہ کا یہ بیان قلم بند کر کے روانہ کیا کہ سب سے اوّل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات قبول کرنے والے عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ اور بنوامیہ تھے۔ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے تھے اس کے بعد عبداللہ بن عامر الاموی رضی اللہ عنہ پہنچے پھر یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ دونوں مکہ جا کر ملے اور یعلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم تھے۔ ان لوگوں نے ابطح میں ڈیرہ ڈالا۔ انہی کے ساتھ طلحہ اور زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں سے دریافت کیا تم دونوں کیا حالات چھوڑ کر آئے ہو۔

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا ہم لوگوں کو فتنہ گروں اور اعراب کے خوف سے بھاگتا ہوا چھوڑ کر آئے ہیں اور تمام اہل مدینہ حیران ہیں اور پریشانی کے باعث نہ تو وہ حق کو پہچان سکتے ہیں اور نہ باطل کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ اپنی حفاظت پر قادر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں کو تیاری کا حکم دو اور پھر ان فتنہ گروں کے مقابلہ پر ٹوٹ پڑو۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

لَوْ اَنَّ قَوْمِیْ طَاوَعَتْنِیْ سُرَاتُهُمْ لَاَنْقَذْتُهُمْ مِنَ الْحِبَالِ اَوِ الْخَبَلِ

ترجمہ: ''اگر میری قوم کے سردار میری اطاعت کرتے تو میں انہیں رسیوں اور قیدوں سے بچا لیتی''۔

جماعت کی رائے یہ تھی کہ شام چلنا چاہیے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری امداد شام ہی کر سکتا ہے وہ تو علی رضی اللہ عنہ کے جگر میں گھس جائے گا۔

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بولے کہ بصرہ چلنا چاہیے۔ اس لیے کہ بصرہ میں میری جائیداد ہے اور لوگ طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانب مائل ہیں۔ لیکن جماعت نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

تم نہ صلح کرنا جانتے ہو اور نہ لڑنا جانتے ہو۔ کیا تم بصرہ میں اسی طرح طویل مدت تک مقیم رہے ہو جیسا کہ شام میں

معاویہ رضی اللہ عنہ مقیم رہے ہیں۔ تمہاری رائے ہمیں قبول نہیں بلکہ ہم کوفہ جائیں گے اور اس طرح ان باغیوں کے راستے روک دیں گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہ تھا لیکن بعد میں سب نے بصرہ چلنے پر اتفاق کر لیا اور اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ مدینہ کا ارادہ ترک فرما دیجیے کیونکہ جو لوگ ہمارے ساتھ ہیں وہ ان فتنہ پردازوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اور آپ ہمیں بصرہ لے کر چلیے کیونکہ وہ ایک ایسا شہر ہے جس پر جلد قابو پایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ ہمارے سامنے بیعت علی رضی اللہ عنہ کی حجت پیش کریں گے لیکن ہم انہیں علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح توڑ لیں گے جس طرح اہل مکہ ٹوٹ گئے ہیں پھر آپ وہاں بیٹھ کر اپنے ارادوں کے مطابق اس کام کی اصلاح فرمائیں گے اور اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اپنی کوشش سے اس خطرہ کی مدافعت کریں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرما دے۔

جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ بات پیش کی۔ اور فی الواقع یہ جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے دم سے قائم تھی انہوں نے اس بات کو قبول کیا۔

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی مدینہ کے ارادہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھیں جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ تشریف لے جا رہی ہیں تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی رائے:

لوگ ام المومنین رضی اللہ عنہا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور ان سے ان کا ارادہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا میری رائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے تابع ہے جہاں وہ لے جائیں گی میں چلوں گی۔

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی امداد:

جب تمام مشورے طے پا چکے اور کوچ کے علاوہ کسی قسم کا مشورہ باقی نہ رہا تو جماعت نے یہ سوال اٹھایا کہ کوچ کس طرح کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ ہمارے پاس مال موجود نہیں ہے جس سے ہم لوگوں کو تیار کر سکیں۔

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بولے میرے پاس چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹ ہیں آپ لوگ ان اونٹوں پر سوار ہو جائیے۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا کہ میرے پاس اتنا مال موجود ہے تم لوگ تیاری کرو۔

اس کے بعد منادی نے اعلان کیا کہ ام المومنین اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم بصرہ جا رہے ہیں۔ تو جو شخص اسلام کی عزت کا طلب گار ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ان قاتلین سے قتال کر کے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے تو وہ ساتھ چلے اور جس کے پاس سواری یا سامان جنگ یا کھانے کا خرچہ موجود نہ ہو تو یہ سب چیزیں موجود ہیں وہ ہم سے لے لے۔ اس طرح چھ سو اونٹوں پر چھ سو آدمی سوار ہو گئے یہ ان لوگوں کے علاوہ تھے جن کے پاس گھوڑے موجود تھے ان کی کل تعداد ایک ہزار تھی۔ جب ان لوگوں نے تیاری کر لی تو کوچ کا اعلان ہو گیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی واپسی:

یہ لوگ کوچ کر ہی رہے تھے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی کوچ کرنے کے ارادے سے ساتھ تھیں۔ اتنے میں حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ جانے سے روکا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تو چلنے کے لیے تیار تھی لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے روک لیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کرے۔

ام الفضل رضی اللہ عنہا کا خط:

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں اور جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ انھوں نے بنو جہینہ کے ایک شخص کو جس کا نام ظفر تھا ایک خط دیا کہ اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دو۔ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اسے کام کی اجرت دی۔ اس نے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی پیشکش:

عمرو بن شعبہ نے علی' ابومخنف' عبداللہ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کا یہ بیان ذکر کیا کہ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار خود اپنے ہاتھوں سے میرے حمائل فرمائی تھی اور اب یہ لڑتے لڑتے حد سے زیادہ کند ہو چکی ہے اب میں اسے اس ظالم قوم پر چلانا چاہتا ہوں جس نے امت کو دھوکہ دینے کی بھی پرواہ نہیں کی اگر آپ پسند کریں تو مجھے آگے روانہ فرما دیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے امیر المومنین! اگر عزوجل کی نافرمانی نہ ہوتی اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ یہ تسلیم نہیں کریں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاتی۔ میرا یہ بیٹا عمر رضی اللہ عنہ موجود ہے خدا کی قسم یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے یہ آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے گا۔

یہ عمر رضی اللہ عنہ آخر دم تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین کا عامل بھی بنایا تھا لیکن بعد میں معزول کر کے نعمان بن عجلان الزرقی کو بحرین کا عامل متعین فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اونٹ کی خریداری:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور مسلمہ کے حوالہ سے عوف کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جنگی تیاریوں کے لیے زبیر رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ کی امداد دی اور ستر قریشیوں کے لیے سواری مہیا کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک اونٹ پر سوار کرایا جس کا نام عسکر تھا۔ جو یعلی رضی اللہ عنہ نے اسی دینار میں خریدا تھا۔ اس تیاری کے بعد یہ لشکر چلا حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے چلتے ہوئے بیت اللہ پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کسی طالب خیر اور شر سے بچنے والے کے لیے تجھ سے زیادہ بابرکت شے میں نے نہیں دیکھی۔

مغیرہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کی علیحدگی:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ مغیرہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما بھی ایک منزل تک مکہ سے اس لشکر کے ساتھ آئے بعد میں دونوں نے باہم مشورہ کیا اور سعید نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ تمہاری کیا

رائے ہے۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میری رائے یہ ہے کہ علیحدگی بہتر ہے کیونکہ مجھے ان کی کامیابی کی امید نہیں اگر اللہ نے انہیں کامیاب کر دیا تو ہم بھی ان کے ساتھ آ کر شامل ہو جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ ہم ساتھ میں شامل تھے اور آپ کی جانب مائل تھے الغرض یہ دونوں لشکر زبیر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے۔ سعید رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے جب یہ دونوں واپس جانے لگے تو ان کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ عنہ بھی واپس چلے گئے۔

لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوچ:

احمد بن زہیر نے اپنے والد وہب بن جریر جریر اور یونس بن یزید کے حوالے سے مجھ سے امام زہری کا یہ قول بیان کیا کہ طلحہ و زبیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چار ماہ بعد مکہ پہنچے۔ مکہ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ خوب دینار سمیٹ رہا تھا۔ یمن سے یعلی رضی اللہ عنہ بھی بے پناہ دولت لے کر آیا تھا جو چار سو اونٹوں سے زیادہ پر لدی ہوئی تھی یہ سب کے سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئے اور وہاں مشورہ شروع ہوا۔

کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ ہمیں علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے مدینہ جانا چاہیے۔

دوسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ ہمارے پاس ابھی اتنی طاقت نہیں کہ ہم اہل مدینہ کا مقابلہ کر سکیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم کوفہ یا بصرہ جائیں کیونکہ کوفہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے حامی اور ان کے چاہنے والے موجود ہیں۔ اسی طرح بصرہ میں زبیر رضی اللہ عنہ کے طرف دار اور ان کے احسان مند موجود ہیں۔

الغرض اس پر اتفاق ہو گیا کہ کوفہ یا بصرہ چلنا چاہیے۔ اس لشکر کی تیاری کے لیے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بہت سا مال اور بہت سے اونٹ دیئے یہ لشکر سات سو کی تعداد میں تھا جس میں اہل مدینہ اور اہل مکہ شامل تھے راہ میں اور لوگ بھی آ کر شامل ہوتے رہے حتیٰ کہ اس لشکر کی تعداد تین ہزار ہو گئی۔

علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس لشکر کی روانگی کی خبر مل گئی انہوں نے مدینہ پر سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر متعین کیا اور لشکر لے کر کوچ کیا اور پہلی منزل ذی قار میں کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان آٹھ روز کا سفر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اہل مدینہ کی بھی ایک جماعت تھی۔

بچوں کی واپسی:

احمد بن منصور نے یحییٰ بن معین ہشام بن یوسف عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر اور موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ کے حوالے سے علقمہ بن وقاص اللیثی کا یہ قول مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے کوچ کیا تو ذات عرق میں لوگ ان کے سامنے پیش کیے گئے ان لوگوں نے عروۃ بن الزبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہما کو ان کی کم عمری کے باعث واپس کر دیا۔

خلافت کے لیے مشورہ:

عمرہ بن شعبہ نے ابوالحسن اور ابوعمرو کے ذریعے عتبۃ بن المغیرۃ بن الاخنس کا یہ قول مجھ سے بیان کیا کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ذات عرق میں مروان اور اس کے ساتھیوں سے ملا اور سوال کیا تم لوگ کہاں جا رہے ہو حالانکہ قصاص تو تمہارے پیچھے ہے۔ پہلے واپس ہو کر انہیں قتل کر دو اور پھر اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ اور اپنی جانوں کو بے کار ضائع نہ کرو۔

یہ لوگ بولے کہ نہیں ہم آگے ہی جائیں گے شاید ہم اس طرح تمام قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اس کے بعد سعید بن العاص طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس خلوت میں گیا اور ان سے سوال کیا کہ اگر آپ لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں تو کامیابی کے بعد کسے خلیفہ بنائیں گے۔

زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: نے جواب دیا ہم دونوں میں سے لوگ جسے پسند کریں گے۔

سعید رضی اللہ عنہ: بہتر یہ ہے کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کے کسی لڑکے کو خلیفہ بناؤ۔ کیونکہ تم انہی کے خون کا قصاص طلب کر رہے ہو۔

زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: یہ کیوں کر ممکن ہے کہ بزرگ مہاجرین کو چھوڑ کر ان کے لڑکے کو خلیفہ بنایا جائے۔

سعید رضی اللہ عنہ: کیا آپ مجھے نہیں دیکھتے کہ میں اس کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ اس خلافت کو بنی عبد مناف سے نکال لوں۔

اس کے بعد سعید رضی اللہ عنہ چلا گیا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے۔

جب مغیرہ رضی اللہ عنہ کو سعید رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ بہترین رائے سعید رضی اللہ عنہ ہی کی رائے ہے۔ اب یہ خلافت بنو ثقیف کو سپرد کر دینی چاہیے اس لیے لوٹ چلنا بہتر ہے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر واپس لوٹ گئے۔

یہ لشکر آگے بڑھتا رہا اس لشکر میں ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ اور ولید بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ راہ میں ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ خلافت کے لیے کسے نامزد کیا جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اور طلحہ رضی اللہ عنہ علقمہ بن وقاص اللیثی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ لے جا کر گفتگو کرنے لگے اور طلحہ علقمہ رضی اللہ عنہما کو اپنی اولاد پر ترجیح دیتے تھے ان میں سے ایک نے اپنے بیٹے سے کہا تو شام جا اور دوسرے نے اپنے بیٹے کو عراق جانے کا حکم دیا اور کہا تم اس کام کے لیے دورہ کر کے دونوں بصرہ واپس آ جاؤ۔

عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کی امامت:

سری نے شعیب' سیف اور محمد بن قیس کے حوالے سے اعز المازنی کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے روانہ کیا کہ جب بنو امیہ' یعلی بن مینہ رضی اللہ عنہ' طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما مکہ پہنچ گئے۔ تو ان سب نے مل کر باہم مشورہ کیا اور سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کیا جائے اور سبائیہ سے جنگ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں مدینہ چلنے کا حکم دیا لیکن ان سب لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلنا چاہیے۔ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بصرہ چلنے پر تیار کر لیا۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اب ہم مدینہ کیسے جا سکتے ہیں کیونکہ اب وہ ہمارے قبضہ سے نکل چکا ہے اور علی رضی اللہ عنہ اس پر قابض ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں اپنی بیعت پر مجبور کیا۔ انھوں نے ہر الزام ہمارے سر تھوپا اور

ہمیں سرے سے نظر انداز کر دیا۔ اے ام المومنین (رضی اللہ عنہا) اب آگے بڑھیے اور جیسا کہ آپ نے مکہ میں حکم دیا تھا اس پر عمل کیجیے۔ اور ان چھ سو آدمیوں میں کوئی فتنہ گر یا دیہاتی اوباش یا کوئی غلام نہیں ہے۔ وہ سب منتشر ہو چکے ہیں۔ اور اوّل وحلہ میں وہ کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی روانہ کیا کہ وہ بھی ساتھ چلیں۔ انہوں نے بھی ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مجبور کر کے روک لیا۔ اس لیے وہ ساتھ نہ جا سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی جانب کوچ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لشکر کی امامت عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ راہ میں وہی نماز پڑھاتے رہے اور بصرہ پہنچ کر بھی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی شہادت تک امام رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مروان اور تمام بنوامیہ بھی شامل تھے۔ صرف وہ بنوامیہ پیچھے رہ گئے تھے جنہیں موت کا ڈر لاحق ہو گیا تھا۔ یہ لشکر اوطاس کی جانب چلا۔ اس لشکر میں چھ سو اونٹ سوار تھے اور جن کے پاس گھوڑے تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رات کے وقت اوطاس کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ تمام لشکر نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا اور سب ہتھیار بند تھے۔ نہ اس لشکر میں شور وشغف تھا اور نہ کسی قسم کی چیخ و پکار۔ حتیٰ کہ یہ لشکر بڑھتا بڑھتا بصرہ پہنچ گیا۔ بصرہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمثیلاً یہ شعر پڑھے۔

دَعِیْ بِلَادَ جُمُوْعِ الظُّلْمِ اِذْ صَلِحُتَ   فِیْهَا الْمِیَاهُ وَ سَیْرِیْ سَیْرَ مَذْعُوْرِ

ترجمہ: ''جب صلح ہو جائے تو تو اس شہر کو چھوڑ دے جس میں ظالموں کی جماعتیں بھری ہوئی ہوں۔ اگرچہ ان شہروں میں چشمے موجود ہیں اور تو نرم چال چل۔

تَخَیَّرِیْ النَّبْتَ فَاذْعِیْ ثُمَّ ظَاهِرَةً   وَ بَطْنَ وَادٍ مِّنَ الضِّمَارِ مَمْطُوْرِ

ترجمہ: تو گھاس پسند کر کے اس کے بالائی حصہ اور وادی کے درمیان اپنے جانور چرا کیونکہ وہاں ابھی ابھی بارش ہوئی ہے''۔

مروان کی پالیسی:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن' عمر بن راشد الیمامی اور ابوکثیر السحیمی کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ جب چلے تو یہ چھ سو آدمی تھے۔ جن میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن صفوان الجمحی بھی شامل تھے۔ جب یہ لوگ بیر میمون سے گزرے تو وہاں انہیں ایک اونٹ ذبح شدہ نظر آیا جس کے گلے سے خون بہہ رہا تھا۔ ان لوگوں نے اس اونٹ سے بد فالی لی۔

مروان نے مکہ سے نکلنے کے بعد واپسی کی اجازت لی۔ لیکن کچھ دیر بعد پھر واپس آیا اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے دریافت کیا۔ تم دونوں میں سے امارت کس کے سپرد کی جائے گی؟ اور نماز پڑھانے کی کسے اجازت دی گئی ہے؟

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ یعنی زبیر رضی اللہ عنہ کو پڑھانی چاہیے۔ اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ نہیں نماز ابومحمد رضی اللہ عنہ یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ کو پڑھانی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو انہوں نے مروان سے کہلا کر بھیجا۔ کیا تو ہم میں اختلاف پیدا کرنا چاہتا ہے۔ نماز میرا بھانجا پڑھائے گا۔ الغرض بصرہ پہنچنے تک حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما لشکر کو نماز پڑھاتے رہے۔

معاذ بن عبیداللہ ایک شخص نے کہا خدا کی قسم! اگر ہم کامیاب بھی ہو گئے تب بھی ہم آزمائش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تا وقت یہ کہ زبیر طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے اور طلحہ زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت نہ چھوڑ دیں۔

باب ۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بصرہ کی جانب کوچ

سری نے شعیب' سیف' سہل بن یوسف اور قاسم ابن محمد کے حوالہ سے یہ واقعہ میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات کی خبر پہنچی تو مدینہ پر تمام بن العباس رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا۔ اور قثم بن العباس رضی اللہ عنہما کو مکہ روانہ کیا اور مدینہ سے اس ارادہ سے چلے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے لشکر کو راہ میں گھیر لیں۔ لیکن ربذہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس لشکر نے راستہ بدل دیا ہے۔ یہ خبر حارث بن حزن کے غلام عطاء بن رئاب لے کر آئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کی پیشین گوئی رضی اللہ عنہ:

سری نے شعیب، رسیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا یہ بیان لکھ کر میرے پاس روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کے جمع ہونے اور ان کے بصرہ کی جانب کوچ کرنے کی خبر مل گئی تھی اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی معلوم ہو چکا تھا۔ وہ اس لشکر کو لے کر جو شام کے لیے تیار کیا گیا تھا ام المومنین ؓ کے مقابلے پر چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ اور بصرہ کے بھی سات سو اشخاص تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ اس لشکر کو راہ ہی میں روک لیں گے اور بغاوت سے روکیں گے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا اے امیر المومنین آپ مدینہ سے ہرگز باہر نہ جایئے خدا کی قسم! اگر آپ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تو آپ کبھی مدینہ واپس نہ آ سکیں گے اور نہ کبھی آئندہ مدینہ دارالسلطنت بن سکے گا۔

یہ سن کر سبائی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا اسے کچھ نہ کہو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بہت بہتر آدمی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ سے چل کر ربذہ پہنچے۔ وہیں انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کا لشکر آگے بڑھ گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری اطلاع آنے تک ربذہ میں قیام کیا۔

طارق بن شہاب کا فیصلہ:

سری نے شعیب' سیف' خالد بن مہران البجلی' مروان بن عبدالرحمٰن الحمیسی کے حوالے سے طارق بن شہاب کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا ہے کہ ہم لوگ کوفہ سے عمرہ کے خیال سے چلے تھے اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے ہم کوفہ سے چل کر ربذہ پہنچے۔ عین صبح کا وقت تھا لوگ ایک دوسرے کو چلا کر بلا رہے تھے۔

میں نے پوچھا یہ کون شخص ہیں؟

لشکری: یہ امیر المومنین ؓ ہیں۔

طارق: آخر امیر المومنین کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

لشکری: طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے بغاوت کی ہے۔ امیر المومنین ان دونوں کے پاس اس ارادہ سے جارہے ہیں تاکہ انہیں واپس لوٹا لائیں۔

لیکن ربذہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے راستہ تبدیل کرلیا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کا پیچھا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

میں نے اپنے دل میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور یہ سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوکر طلحہ وزبیر وام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں لوگوں کے ساتھ مل کر علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر کھڑا ہوں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے اپنے خیمے سے سر نکالا تو نماز کھڑی ہوچکی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تیز گفتگو:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

میں نے تمہیں ایک کام کا حکم دیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی۔ تم کل اسی طرح بے بس بنا کر قتل کردیئے جاؤ گے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو تو ہمیشہ ہی لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا اور میں نے اس کی نافرمانی کی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: میں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تھے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہونا آپ کے لیے بہتر نہیں جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوگئے تو میں نے دوسرا مشورہ آپ کو یہ دیا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجیے جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لیے وفد نہ آجائیں اور وہ سب متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب نہ کرلیں پھر جب زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما نے آپ کی مخالفت کی تو میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود باہم فیصلہ کرلیں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اے میرے بیٹے! تم نے مجھے جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا گیا تھا۔

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس وقت تک میں خلافت قبول نہ کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں۔ تو دراصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے۔ دوسروں کی بیعت انہی کے تابع ہے اور میں یہ بھی پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت ہم لوگوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما اور دیگر لوگوں کو خود صلح کرلینے دو

تو یہ اہل اسلام کے لیے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا۔ خدا کی قسم مجھ پر شروع ہی سے قہر توڑے جاتے رہے۔ اور جب خلافت ملی تو وہ بھی ناقص۔ میرے نزدیک ان مخالفوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ تم نے جو یہ کہا تھا کہ میں گھر میں بیٹھ جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے جب کہ لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اس گوہ کی طرح کیسے چھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو اور اس گوہ کو پکڑنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہوں کہ یہاں گوہ موجود ہی نہیں اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ باہر نکل آئے۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اگر اس کی فکر نہ کروں گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا۔ اے میرے بیٹے! اب تم ان مشوروں سے باز آ جاؤ''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اونٹ کی خریداری:

اسماعیل بن موسیٰ الفزاری نے علی بن عابس الازرق' ابوالخطاب الہجری' صفوان بن قبیصہ الاحمسی کے حوالہ سے عرنی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں اونٹ پر سوار جا رہا تھا کہ میرے سامنے ایک سوار آیا اور مجھ سے سوال کیا کہ اے اونٹ والے کیا تو اپنا اونٹ بیچتا ہے؟

عرنی: ہاں!

سوار: اس کی کیا قیمت ہے؟

عرنی: ایک ہزار درہم۔

سوار: کیا تو پاگل ہے۔ کہیں اونٹ بھی ایک ہزار میں بکتا ہے۔

عرنی: ہاں میرا یہ اونٹ اونٹ ہے۔

سوار: اس میں ایسی کیا خوبی ہے؟

عرنی: میں نے اس پر سوار ہو کر جب بھی کسی کا پیچھا کیا تو میں نے اسے پکڑ لیا لیکن مجھے کبھی کوئی نہیں پکڑ سکا۔ اور جب بھی میں اس پر سوار ہو کر بھاگا تو پیچھا کرنے والا مجھے نہ پا سکا۔

سوار: تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم یہ اونٹ کس کے لیے خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے تو تم کبھی اتنی قیمت طلب نہ کرو۔

عرنی: آخر آپ کس کے لیے یہ اونٹ خریدنا چاہتے ہیں؟

سوار: تیری ماں کے لیے۔

عرنی: میں اپنی ماں کو تو اپنے گھر بیٹھے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کا سفر کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

سوار: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے۔

عرنی: تو آپ یہ اونٹ لے جائیے اور اب اس کی کوئی قیمت نہیں۔

سوار: میں بلا قیمت نہیں لیتا۔ تم میرے ساتھ قیام گاہ تک چلو میں تمہیں ایک مہریہ اونٹنی بھی دوں گا اور کچھ درہم بھی دوں گا۔

عرنی کا بیان ہے کہ میں اس سوار کے ساتھ گیا ان لوگوں نے مجھے ایک مہری اونٹنی دی اور چار سو یا چھ سو درہم دیئے۔

اس کے بعد اس سوار نے مجھ سے سوال کیا اے عرنی بھائی کیا تم راستہ سے واقف ہو؟

عرنی: ہاں! میں ان لوگوں میں سے ہوں جو دوسروں کو تلاش کر لیتے ہیں۔

سوار: تو تم ہمارے ساتھ چلو۔

عرنی کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ ہولیا۔ راہ میں جس وادی اور چشمہ سے ہمارا گذر ہوتا تو یہ لوگ مجھ سے اس مقام کا نام دریافت کرتے۔

حوأب کا چشمہ:

چلتے چلتے ہم حوأب کے چشمے پر پہنچے تو وہاں کے کتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا یہ کون سا چشمہ ہے۔

عرنی: یہ چشمہ حوأب کے نام سے مشہور ہے۔

عرنی کہتا ہے کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زور سے چیخیں اور اپنے اونٹ کے بازو پر چابک مار کر اسے ہنکایا۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم حوأب کے کتوں والی میں ہی ہوں۔ اے لوگو! مجھے واپس لے چلو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات تین بار فرمائی اور اپنا اونٹ ہنکایا لوگوں نے بھی اپنے اونٹ تیز کیے اور وہ واپس لوٹیں حتیٰ کہ جب اگلا روز ہوا اور وہ وقت آیا جس وقت ان لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تھی تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور چیخ کر بولے۔ بچاؤ بچاؤ خدا کی قسم یہ علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تمہارے سروں پر پہنچ گیا ہے۔ عرنی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور مجھے برا بھلا کہنے لگے۔ میں ان کے پاس سے واپس چلا آیا۔ تھوڑی دور چلا تھا' کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر مل گیا۔ ان کے ساتھ تین سو کے قریب آدمی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دی کہ اے سوار ادھر آؤ۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے سوال فرمایا۔ یہ لشکر کہاں ہے؟

عرنی: فلاں فلاں مقام پر مقیم ہے۔ اور یہ اس کی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اونٹنی ہے۔ میں نے ان لوگوں کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تم نے بھی ان کے ساتھ سفر کیا ہے؟

عرنی: ہاں میں نے ان کے ساتھ سفر کیا ہے۔ لیکن جب ہم حوأب کے چشمہ پر پہنچے تو اس عورت پر وہاں کے کتے بھونکنے لگے جس پر اس عورت نے ایسی ایسی بات کہی تھی۔ لیکن جب میں نے ان لوگوں میں باہم اختلاف دیکھا تو میں واپس آ گیا۔ اور یہ لوگ کوچ کر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تم ذی قار کا راستہ جانتے ہو؟

عرنی: ہاں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو تم ہمارے ساتھ چلو۔

عرنی کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ چلا۔ حتیٰ کہ ہم ذی قار پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو آدمی بلوائے اور ان دونوں کو

ایک دوسرے سے ملا کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص طلب کیا گیا اور اسے ان دونوں پر بٹھا دیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اوپر والے شخص پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور ایک جانب اپنے پاؤں لٹکا لیے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا۔ تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ اس قوم اور اس عورت نے کیا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اشارہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: یہ تم لڑکیوں کی طرح کیوں رو رہے ہو؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ہاں! میں نے آپ کو ایک بات کا مشورہ (اصل ترجمہ حکم) دیا تھا۔ لیکن آپ نے میری مخالفت (اصل ترجمہ نافرمانی) کی تو تم بھی نہایت مصیبت کے ساتھ قتل کیے جاؤ گے اور تمہارا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا (اصل ترجمہ ''تو'' اور ''تیرا'' ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ لوگوں سے بیان کر دے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ بیعت کے لیے اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ پھیلایئے جب تک عرب کے تمام علاقوں کے لوگ آپ کو خلافت پر مجبور نہ کریں اور وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے لیکن تم نے میرا یہ حکم نہ مانا۔

جس وقت اس عورت نے اور ان لوگوں نے سر اٹھایا میں نے تم سے کہا تھا کہ تم مدینہ سے نہ جاؤ اور اپنے ان شیعوں کے پاس جو آپ کی بات قبول کرتے ہیں اپنے پیغام بر بھیج دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اس نے سچ کہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم! میں بجو کی طرح کمزور بننا نہیں چاہتا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں اپنے سے زیادہ کسی کو خلافت کا حقدار نہ سمجھتا تھا۔ لیکن لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو جیسے لوگوں نے بیعت کی تھی تو میں نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گئے اس وقت بھی میں اپنے سے زیادہ کسی کو حقدار نہ سمجھتا تھا۔ لیکن لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بھی ہلاک ہو گئے اور انہوں نے چھ آدمیوں میں سے ایک ممبر مجھے منتخب کیا لیکن اس وقت بھی لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے میں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا اور میرے پاس خوشی سے بیعت کے لیے آئے میں نے کسی پر زبردستی نہیں کی تو اب جو شخص بھی میری اور ان لوگوں کی مخالفت کرے گا۔ جو میرے متبع ہیں تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ:

علی بن احمد بن الحسن العجلی نے حسین بن نصر العطار' ابونصر بن مزاحم العطار' سیف بن عمر' محمد بن نویرہ' طلحہ بن اعلم الحنفی' عمر بن سعد' اسد بن عبداللہ اور دیگر چند علماء کے حوالے سے مجھے یہ تحریر کر کے روانہ کیا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ سے واپس لوٹیں اور سرف پر پہنچی تو وہاں ان کی ملاقات عبد بن ام کلاب سے ہوئی۔ اس کے باپ کا نام ابوسلمہ تھا۔ لیکن یہ ماں کی جانب منسوب کیا جاتا

تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ تم اس وقت خوب آئے۔

عبد بن ابی سلمہ نے عرض کیا۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے اور آٹھ روز تک کوئی خلیفہ نہیں تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر لوگوں نے کیا کیا؟

عبد: اہل مدینہ نے باہم جمع ہو کر مشورہ کیا اور آخر کار ایک بھلائی انہوں نے حاصل کر لی کہ ان سب نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کاش! کہ یہ زمین و آسمان اس سے قبل باہم مل جاتے اور تیرے اس ساتھی کی خلافت قائم نہ ہوتی۔ مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرف سے مکہ واپس لوٹیں اور یہ فرماتی جا رہی تھیں۔ خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کیے گئے ہیں۔ اور میں ان کے خون کا مطالبہ ضرور کروں گی۔

عبد: اے ام المومنین! آخر اس انحراف کی کیا وجہ ہے۔ اور خدا کی قسم سب سے اول آپ ہی نے علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کیا ہے۔ اور آپ تو پہلے کہا کرتی تھیں اس نعثل (عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو یہ کافر ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ان قاتلین نے اولاً عثمان رضی اللہ عنہ سے توبہ کرائی پھر انہیں قتل کر دیا۔ میں نے پہلے قتل کے لیے کہا تھا اب یہ کہہ رہی ہوں اور میرا آخری قول پہلے قول سے بہتر ہے۔

یہ سن کر عبد بن ابی سلمہ نے یہ اشعار پڑھے۔

مِنْكِ الْبِدَاءُ وَ مِنْكِ الْغِيَرُ وَ مِنْكِ الرِّيَاحُ وَ مِنْكِ الْمَطَرُ

ترجمہ: "آپ ہی کی طرف سے اس فساد کی ابتداء ہے اور آپ ہی کی جانب سے یہ تمام تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ آپ ہی کی جانب سے یہ عذاب کی آندھیاں چلی ہیں اور آپ ہی کی جانب سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

وَ اَنْتِ اَمَرْتِ بِقَتْلِ الْاِمَامِ وَ قُلْتِ لَنَا اِنَّهٗ قَدْ كَفَرْ

ترجمہ: آپ ہی نے لوگوں کو امام کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ ہی نے ہم سے کہا تھا کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

فَهَبْنَا اَطَعْنَاكِ فِیْ قَتْلِهٖ وَ قَاتِلُهٗ عِنْدَنَا مَنْ اَمَرْ

ترجمہ: ہم نے ان کے قتل میں آپ کی اطاعت کی۔ اب ان کا قاتل ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور وہ وہ شخص ہے جس نے قتل کا حکم دیا۔

وَ لَمْ يَسْقُطِ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِنَا وَ لَمْ يَنْكَسِفْ شَمْسُنَا وَ الْقَمَرُ

ترجمہ: نہ تو اس واقعہ سے ہم پر چھت گری اور نہ سورج اور چاند کو گہن لگا۔

وَ قَدْ بَايَعَ النَّاسُ ذَاتُدْرَاءٍ يُزِيْلُ الشَّبَا وَ يُقِيْمُ الصَّعَرْ

ترجمہ: اب لوگوں نے ایسے باہمت کی بیعت کی ہے جو آفتوں کو پیچھے ہٹا دیتا اور سخت چٹانوں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

وَ يَلْبَسُ لِلْحَرْبِ اَثْوَابَهَا وَ مَا مَنْ وَ فِیْ مِثْلِ مَنْ قَدْ غَدَرْ

ترجمہ: جو جنگی لباس پہنے ہر وقت تیار ہے اور غدر کرنے والوں میں کوئی اس کا ثانی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ لوٹیں اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر سواری سے اتریں اور حطیم جانے کا ارادہ کیا۔ وہاں ان کے لیے پردہ کر دیا گیا اور ان کے پاس لوگ آ کر جمع ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کر دیئے گئے اور خدا کی قسم میں ان کے خون کا مطالبہ ضرور کروں گی۔

اہل کوفہ سازش میں یکتائے زمانہ تھے:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس فکر میں تھے کہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کا لشکر کس جانب بڑھ رہا ہے اور وہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ بصرہ کی طرف بڑھیں تو بہتر ہے جب انھیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوگئی کہ یہ لشکر بصرہ کی جانب بڑھ رہا ہے تو وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ کوفہ میں عرب کے آدمی آباد ہیں اور ان کے گھر ہیں۔

اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس شے سے آپ خوش ہیں وہ مجھے بری محسوس ہوتی ہے کیونکہ کوفہ ایک چھاؤنی ہے جس میں عرب کے مشہور مشہور آدمی رہتے ہیں اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ لیکن یہ لوگ ہمیشہ ان چیزوں کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے ہیں جن کے حصول پر یہ لوگ قدرت نہیں رکھتے اور جب یہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاتے ہیں تو اس شخص کے خلاف سازشیں کرتے ہیں جس نے کوئی عہدہ حاصل کر لیا ہو اور اسے ذلیل وخوار کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ ایک دوسرے کی جڑیں کاٹتے اور ایک دوسرے کے خلاف فتنہ انگیزی کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو لیکن ہر حکومت اپنے فرماں برداروں کے ساتھ سلوک کرتی ہے اور ان لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتی ہے جو شروع میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ اگر وہ سیدھے رہیں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ احسانات کریں گے اور ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ہمارے احسانات پر قناعت کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے تو برائی اسی کے ساتھ کی جاتی ہے جو برائی کا مستحق ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا انسان یہ کام اسی وقت کر سکتا ہے جب قناعت کر کے بیٹھ جائے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانے سے انکار:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اہل مکہ کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ بصرہ چلنا چاہیے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہیے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور انہیں ساتھ چلنے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میں تو اس معاملے میں اہل مدینہ کے ساتھ ہوں اگر وہ سب جنگ میں شامل ہوں گے تو میں بھی شامل ہوں گا اور اگر وہ تمام جنگ میں شامل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوئے تو میں بھی جنگ میں حصہ نہ لوں گا۔

عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی واپسی:

سری نے شعیب' سیف اور سعید بن عبداللہ کے حوالے سے ابن ابی ملکیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب

زبیر رضی اللہ عنہ نے کوچ کا ارادہ کیا تو اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا ان میں سے بعض کو رخصت کیا اور بعض کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ لیکن ان تمام لڑکوں کو ساتھ چلنے کا حکم دیا جو اسماء سے پیدا ہوئے تھے۔ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے دوسرے لڑکوں سے یہ کہا کہ اے فلانے تم واپس جاؤ اور اے عمرو تم واپس جاؤ تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائیوں میں سے عروہ اور منذر سے کہا تم بھی واپس جاؤ۔

اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں اپنے ان دونوں بیٹوں کو ساتھ لے جانا اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر آپ ان سب کو جنگ میں لے جانا چاہتے ہیں تو آپ خود نہ جایئے اور اگر آپ کسی اور بیٹے کو پیچھے چھوڑ رہے ہیں تو انہیں بھی چھوڑ دیجئے اس لیے کہ اگر آپ سب کو لے جائیں گے تو اسماء رضی اللہ عنہا ایک قسم کی بے اولاد بن جائے گی اور اس کا کوئی سہارا باقی نہیں رہے گا۔

یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عروہ اور منذر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا۔

ان لوگوں نے جب کوچ کیا اور اوطاس کے پہاڑوں پر پہنچے تو یہ لوگ داہنی طرف مڑ گئے اور بصرہ کا مشہور راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ اور اسی راہ سے چل کر بصرہ پہنچ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی پر لوگوں کا رنج و غم:

سری نے شعیب' سیف اور ابن الشہید کے حوالے سے میرے پاس ابن ابی ملیکہ کا یہ بیان لکھ کر روانہ کیا کہ جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو پہلے زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما نے کوچ کیا اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوچ فرمایا۔ ان کے ساتھ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی تھیں جو ان کے ساتھ ذات عرق تک گئی تھیں۔

اس روز سے زیادہ لوگ اسلام پر کبھی نہیں روئے۔ ان کا رونا اس باعث تھا کہ اسلام کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا حتی کہ اس دن کا نام یوم النحیب ''آنسوؤں کا دن'' مشہور ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ یہ لوگوں میں بہت منصف شمار ہوتے تھے۔

مطالبہ قصاص کی وجہ:

سری نے شعیب' سیف اور محمد بن عبداللہ کے حوالے سے یزید بن معن کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب یہ لشکر اوطاس سے داہنی جانب مڑ گیا تو راہ میں ان کی ملاقات ملیح بن عوف السلمی سے ہوئی جو اپنی ماں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور دریافت کیا۔ اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کیا معاملہ ہے؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی گئی اور انہیں بلا جرم قتل کر دیا گیا۔

ملیح: انہیں کس نے قتل کر دیا؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: مختلف شہروں کے اوباشوں اور مختلف قبائل کے جھگڑالو لوگوں نے اور ان میں زیادہ تر اعراب اور غلام شامل تھے۔

ملیح: اب آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: ہم ان لوگوں کے خلاف جنگ کریں گے تا کہ اس خون کا بدلہ لیا جائے اور یہ خون رائیگاں نہ جائے کیونکہ اس کے رائیگاں جانے میں اللہ کے حکم کی ہمیشہ اسی طرح توہین ہوتی رہے گی اگر لوگوں نے اس قسم کے طریقہ کار کو ابھی سے نہ روکا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر امام کو جب چاہیں گے اس قسم کے بدقماش لوگ قتل کر دیا کریں گے۔

ملیح: واقعتاً یہ بہت سخت معاملہ ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ یہ ظاہر میں آسان بھی ہے اس کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور لشکر آگے بڑھ گیا۔

باب ۵

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ میں داخلہ

اور

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے جنگ

سری نے شعیب' سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ یہ لشکر سیدھی راہ چھوڑ کر آگے بڑھتا رہا حتیٰ کہ بصرہ کے میدانوں میں پہنچ گیا یہاں پہنچ کر ان کی ملاقات عمیر بن عبداللہ التیمی سے ہوئی۔ اس نے عرض کیا اے ام المومنین! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ آگے تشریف نہ لے جائیں بلکہ ان لوگوں میں سے کسی کو آگے روانہ فرمادیں جو وہاں کے لوگوں کو سمجھا بجھا سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تم نیک آدمی معلوم ہوتے ہو لہٰذا تم ہی کوئی مشورہ دو۔

عمیر: آپ ابن عامر رضی اللہ عنہ کو آگے بھیج دیجیے کیونکہ بصرہ میں اس کی زمینیں اور مکانات وغیرہ ہیں وہ آپ کے پہنچنے سے قبل لوگوں سے ملاقات کریں اور آپ جو بات کہنا چاہتی ہوں وہ اہل بصرہ تک پہنچائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عامر رضی اللہ عنہ کو آگے روانہ فرمایا۔ جب وہ بصرہ پہنچے تو لوگ ان کے پاس آکر جمع ہونے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ کے مشہور اور بااثر آدمیوں کے نام خطوط بھی روانہ کیے تھے۔ جن میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اور صبرۃ بن شیمان وغیرہ داخل تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ کر حفیر میں ٹھہر گئیں اور جواب کا انتظار کرتی رہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قاصد کی روانگی:

جب اہل بصرہ کو ان حالات کا علم ہوا تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور ابوالاسود دئلی کو قاصد بنا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا تعلق عوام سے تھا اور ابوالاسود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخصوص آدمیوں میں سے تھے عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا۔ تم اس عورت کے پاس جاؤ اور اسے اپنے خیالات سے آگاہ کرو اور اس کے خیالات معلوم کرو۔ یہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کے پاس حفیر پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اجازت طلب کی' اجازت ملنے کے بعد یہ اندر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا کہ ہمیں ہمارے امیر نے آپ کے پاس اس لیے روانہ کیا ہے تاکہ ہم یہ معلوم کریں کہ آپ کی یہاں تشریف آوری کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مجھ جیسی عورت کسی مخفی کام کے لیے سفر نہیں کرسکتی اور نہ اولاد سے کوئی بات چھپائی جاسکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ مختلف علاقوں کے شور مچانے والوں اور قبائل کے جھگڑالو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں قتل وقتال کیا اور

اس میں فتنے اٹھائے اور بدعتیں ایجاد کیں اور فتنہ گروں کو حرم رسول میں پناہ دی اس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کے مستحق ہیں اور بلا جرم مسلمانوں کے امام کو قتل کیا۔ اس طرح انھوں نے ایک حرام خون کو حلال سمجھ کر بہایا اور وہ مال لوٹ لیا جس کا لینا حرام تھا اور بلد حرم اور ماہ حرام کی حرمت کا بھی پاس نہ کیا۔ لوگوں کی آبرو ریزی کی اور انھیں جسمانی تکالیف پہنچائیں اور ان لوگوں کے شہر اور مکانات میں آ کر ٹھہر گئے جنہیں ان کا ٹھہرنا گوارا نہ تھا۔ ان لوگوں نے سوائے نقصان اور مضرت کے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ نہ ان کے دلوں میں خدا کا خوف تھا۔ جن لوگوں کے پاس یہ جا کر ٹھہرے ان میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ انہیں روک سکتے کیونکہ انہیں خود اپنی جانوں کا خوف تھا۔

میں نے اس لیے سفر کیا ہے تا کہ تمام مسلمانوں کو یہ بتا دوں کہ یہ جماعت کس قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے اور عوام ان کے باعث کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور اب ان کا اصلاح پانا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ﴾

''ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس کے کہ یہ سرگوشی صدقہ کا حکم دے یا لوگوں کی اصلاح کرے''۔

ہم اس اصلاح کی خاطر میدان میں نکلے ہیں جس کا اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چھوٹے بڑے اور مرد اور عورت کو حکم فرمایا ہے۔ ہم اس لیے آئے ہیں تا کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور اس کی حفاظت کریں اور برائی سے لوگوں کو روکیں اور دنیا سے برائی کو مٹائیں۔

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی شرط:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے میرے پاس محمد وطلحہ کا یہ بیان لکھ کر روانہ کیا۔ کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کر کے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے ان کی آمد کی وجہ دریافت کی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔

قاصدین: کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کر چکے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: ہاں! لیکن اس صورت میں کہ تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں اور نہ میں علی رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے اور قاتلوں کے درمیان حائل نہ ہوں۔

اس کے بعد یہ دونوں قاصد لوٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے رخصت طلب کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو رخصت کیا اور ابوالاسود سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوالاسود تو اپنے آپ کو اس بات سے بچانا کہ کہیں تیری خواہشات تجھے دوزخ میں نہ دھکیل دیں۔

﴿ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

''اللہ کے لیے انصاف کے ساتھ گواہ بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی عداوت تمھیں کسی ناانصافی کے جرم میں مبتلا نہ کردے انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت پکڑ فرمانے والا ہے''۔

ان دونوں قاصدوں نے کوچ کیا۔ اور منادی نے ان کی واپسی کا اعلان کیا جب یہ دونوں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ابوالاسود نے بولنے میں عمران رضی اللہ عنہ سے پہل کی اور عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

یَـا ابْـنَ حُـنَـیْفٍ قَـدْ اَتَیْتَ فَـانْـفُرْ وَ طَـاعِـنِ الْـقَـوْمَ وَ جَـالِـدْ وَ اصْـبِـرْ

ترجمہ: ''اے حنیف کے بیٹے جب تو یہاں آ گیا ہے تو اب میدان میں نکل اور لوگوں کو نیزوں کی انیوں پر رکھ لے۔ ان سے جنگ کر اور ثابت قدم رہ''۔

وَابْرُزْ لَهُمْ مُسْتَلْئِمًا وَ شَمِّرْ

''اور اپنی آستینیں چڑھا کر اچھی طرح مزا چکھادے''۔

یہ سن کر عثمان بن حنیف نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھی۔ اور فرمایا قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی اب اسلام کی چکی چل چکی ہے اب دیکھئے کہ چکی کا کون سا پاٹ گرتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا جنگ سے گریز:

حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! اب تمہیں یہ جنگ ایک زبردست عذاب میں مبتلا کردے گی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر کوئی تم میں سے بچ بھی گیا تب بھی بہت سے کام اس جنگ کے مساوی نہ ہوسکیں گے۔

عثمان رضی اللہ عنہ: تو پھر آپ ہی کوئی مشورہ دیجیے۔

عمران رضی اللہ عنہ: میں تو گھر جا کر بیٹھ رہا ہوں۔ تم بھی اپنے گھر جا کر بیٹھ جاؤ۔

عثمان رضی اللہ عنہ: جب تک امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ یہاں نہ پہنچ جائیں میں انہیں ہرگز شہر میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

عمران رضی اللہ عنہ: اصل فیصلہ اللہ ہی کا ہے اور وہ جو ارادہ کرتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمران رضی اللہ عنہ اپنے گھر جا کر بیٹھ گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ مقابلہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے' ہشام بن عامر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں مشورہ دیا۔ اے عثمان رضی اللہ عنہ! اب یہ جھگڑا اسی طرح چلتا رہے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم خود بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے یہ ایک ایسا زخم ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا اور ایسا اختلاف ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا تم علی رضی اللہ عنہ کا حکم آنے تک خاموشی اختیار کرو۔ اور ان لوگوں سے جھگڑا مول نہ لو۔ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ہشام کی یہ رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں:

عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لوگ ہتھیار پہن کر جامع مسجد میں جمع ہو گئے عثمان رضی اللہ عنہ نے دھوکے سے کام لینا چاہا۔ لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا ارادہ ہے۔ اس لیے انھیں تو تیاری کا حکم دیا۔ اور ایک شخص کو جو بنو قیس سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنے پاس بلایا۔ یہ شخص کوفہ کا رہنے والا تھا اور انتہائی دھوکہ باز تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ سمجھایا بجھایا۔ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اشارے پر تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ اور بولا:

''اے لوگو! میں قیس بن العقد یہ الحمسی ہوں۔ یہ جماعت جو تمہارے پاس آئی ہے اگر اس غرض سے آئی ہے کہ انہیں اپنی جانوں کا خوف تھا اور وہ تمہاری پناہ لینا چاہتے تھے تو یہ خود ایسے مقام سے آئی ہے جہاں پرندے بھی مامون ہیں۔ اور اگر یہ جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے آئی ہے تو ہم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا۔ تم لوگ اس معاملے میں میری اطاعت کرو۔ اور ان لوگوں کو جہاں سے یہ آئے ہیں وہیں واپس لوٹا دو''۔

یہ تقریر سن کر اسود بن سریع السعدی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے؟ حالانکہ تمہارا یہ کہنا قطعاً غلط ہے۔ وہ تمہارے پاس گھبرائے ہوئے اس لیے آئے ہیں تاکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ہم سے امداد طلب کریں۔ اور اسی طرح وہ اور لوگوں سے بھی امداد کے طالب ہیں۔ اگر واقعتاً ان لوگوں کو جیسا کہ تمہارا گمان ہے ان کے شہروں سے نکال دیا گیا ہے۔ تو اب ان کے لیے وہ کون سی رکاوٹ ہے جس کے باعث وہ دوسروں کو ان کے شہروں سے نہ نکالیں گے۔

اس پر لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور عثمان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ بصرہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کھل کر عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے لشکر کی امداد کریں گے۔ اس سے عثمان رضی اللہ عنہ کا دل ٹوٹ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھی آگے بڑھ کر مربد پہنچے اور بالائی جانب سے مربد میں داخل ہو گئے اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے اور اہل بصرہ میں سے جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے وہ ان کے لشکر میں چلے گئے۔ اس طرح دونوں فریق مربد میں صف آراء ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو جوش دلانے لگے حتی کہ دونوں فریق غصہ سے بے قابو ہو گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مربد کے دائیں جانب کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پہلو میں زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ مربد کے بائیں جانب کھڑے تھے وہ تقریر کے لیے آگے بڑھے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو خاموش کیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کی فضیلت کا ذکر کیا اور بتایا کہ مدینہ رسول کی کس طرح بے حرمتی ہوئی ہے اور کس طرح وہ خون بہایا گیا ہے جس کا بہانا حرام تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ تمام مظالم بیان کیے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیے گئے تھے۔ پھر لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کی دعوت دی اور فرمایا:

''اس قصاص میں اللہ عزوجل کے دین اور اس کے حکم کی عزت ہے۔ کیونکہ مظلوم خلیفہ کے خون کا قصاص طلب کرنا اللہ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اگر تم قصاص طلب کرو گے تو صحیح راہ پر چلو گے اور تمہاری خلافت تمہارے ہاتھ میں آ جائے گی' اور اگر تم اس قصاص کو چھوڑ دو گے تو نہ تو کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے اور نہ کوئی نظام چل سکتا ہے''۔

اسی قسم کی تقریر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کی ان تقاریر پر داہنی جانب کے لوگ بولے کہ آپ دونوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے اور آپ نے ہمیں حق بات کا حکم دیا ہے بائیں جانب کے لوگ بولے انہوں نے نہایت غلط بات کہی ہے۔ اور غداری کی ہے اور لوگوں کو برائی کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں نے پہلے تو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور آج یہ کہہ رہے ہیں اس پر ایک

شور مچ گیا اور لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خطاب:

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریر شروع فرمائی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز نہایت بلند تھی' جیسی ایک صاحب جلال عورت کی ہونی چاہیے انھوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتہامات لگاتے تھے اور ان کے عاملوں کو مجرم گردانتے تھے۔ یہ لوگ ہمارے پاس مدینہ آتے اور عمال کے حالات بیان کر کے ہم سے مشورہ طلب کرتے۔ ان کی ظاہری گفتگو سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ اصلاح کے طلب گار ہیں اور نیک لوگ ہیں۔

لیکن جب ہم حالات کی چھان بین کرتے تو ہمیں عثمان نہایت متقی اور ان الزامات سے بری نظر آتے۔ اور یہ وہ لوگ جو ان کی شکایات کرتے تھے' وہ تقویٰ کے بھیس میں فاجر و کذاب نظر آتے۔ ان کا ظاہر کچھ ہوتا اور باطن کچھ اور۔

ان لوگوں نے جب اس طرح دھوکہ اور فریب سے قوت مہیا کر لی تو مدینہ پہنچ کر عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محصور کر لیا اور انہیں شہید کر کے ایک حرام خون کو حلال کیا۔ اس مال کو لوٹا جس کا لینا حرام تھا اور بلا جرم اور بلا وجہ مدینۃ الرسول کی بے حرمتی کی۔ وہ جس شے کے طلب گار ہیں۔ وہ تمہارے لیے مناسب نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لو اور اللہ عزوجل کے حکم کو قائم کرو۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾

''کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ جب بھی انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ کتاب اللہ کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے تو ان میں سے ایک جماعت منہ پھیر کر اور اعراض کر کے چل دیتی ہے''۔

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں سے ایک جماعت بولی۔ خدا کی قسم! آپ نے سچ فرمایا اور نیک کام کا حکم دیا ہے اور دوسری جماعت بولی تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ ہم تم لوگوں کی بات قطعاً نہیں سمجھے۔ اس پر ایک شور مچ گیا اور لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر میمنہ سے ہٹ گئیں اور اس میدان میں جا کر ٹھہریں جہاں چرم اصاف کرنے والے رہتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا اور آپس میں دھینگا مشتی ہونے لگی۔ بعض لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مل گئے اور بعض اس گلی کے نکڑ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمے رہے جو مسجد کو جاتی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اس گلی کے نکڑ پر آ گئے جو محلّہ دباغین سے مسجد کو جاتی تھی۔ اور لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کے مدمقابل کھڑے ہو گئے اور راستہ روک لیا۔

جاریۃ بن قدامہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

نصر بن مزاحم نے سیف اور سہل بن یوسف کے حوالے سے قاسم بن محمد کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت جاریۃ بن قدامۃ

اسعدی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور عرض کیا۔

اے ام المومنینؓ خدا کی قسم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قتل ہو جانا ہمارے لیے آسان تھا اور آپ کا اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر اور ہتھیار سنبھال کر نکلنا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پردے میں رہنے اور اپنے احترام کو باقی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن آپ نے اس پردے کو توڑا اور اپنے احترام کو ختم کیا۔ یاد رکھیے کہ جو شخص آپ سے قتال کو جائز سمجھتا ہے وہ لازماً آپ کے قتل کو بھی جائز سمجھتا ہوگا۔ اگر آپ خوشی سے یہاں آئی ہیں تو فوراً واپس لوٹ جائیے اور اگر آپ مجبوراً یہاں آئی ہیں تو لوگوں سے امداد طلب کیجیے تاکہ وہ آپ کو باعزت طور پر یہاں سے نکال دیں۔

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے ایک لڑکے کی گفتگو:

بنو سعد کا ایک نوجوان لڑکا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے زبیر رضی اللہ عنہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دونوں کی ماں آپ کے ساتھ ہیں۔ تو کیا تم دونوں اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے ہو؟

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: نہیں!

وہ سعدی نوجوان بولا۔ تو میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہ کہہ کر وہ لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔ اس سعدی نوجوان نے اس واقعہ پر یہ اشعار کہے۔

صُنْتُمْ حَلَائِلَكُمْ وَ قُدْتُمْ اُمَّكُمْ هٰذَا لَعَمْرُكَ قِلَّةُ الْإِنْصَافِ

ترجمہ: ''تم نے اپنی بیویوں کو بچا لیا اور اپنی ماں کو میدان میں گھسیٹ لائے۔ تیری عمر کی قسم یہ تو نہایت بے انصافی کی بات ہے''۔

اَمَرْتَ بِجَرِّ ذُيُوْلِهَا فِيْ بَيْتِهَا فَهَوَتْ تَشُقُّ الْبِيْدَ بِالْإِيْجَافِ

ترجمہ: بیویوں کو تو حکم دے دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں پھریں اور باہر نہ جائیں۔

غَرَضًا يُقَاتِلُ دُوْنَهَا اَبْنَائُهَا بِالنَّبْلِ وَ الْخَطِيِّ وَالْاَسْيَافِ

ترجمہ: اور ماں کو اپنی اغراض کا آلہ کار بنا لیا۔ تاکہ ان کے بیٹے انہیں بچانے کے لیے نیزوں اور تیروں اور تلواروں سے لڑیں۔

هَتَكَتْ بِطَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ سُتُوْرَهَا هٰذَا الْمُخْبَرُ عَنْهُمْ وَالْكَافِيْ

ترجمہ: اس طرح زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کے پردوں کی بھی پردہ دری ہوئی۔ یہ وہ خبر ہے جو لوگوں کی جانب سے بیان کی جا رہی ہے''۔

محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کی رائے:

جہینہ کا ایک لڑکا محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ یہ محمد نہایت عبادت گزار شخص تھے۔ ان سے سوال کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کون لوگ ہیں؟۔

انہوں نے جواب دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی ذمہ داری تین شخصوں پر ہے۔ تہائی ذمہ داری تو اس ہودج والی یعنی

عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہے۔ اور تہائی ذمہ داری اس شخص پر ہے جو سرخ اونٹ پر سوار ہے یعنی میرے باپ طلحہ رضی اللہ عنہ پر اور تہائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر ہے۔

یہ سن کر وہ لڑکا بولا۔ میں تو خود کو گمراہی پر سمجھتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گیا۔ اور محمد کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

سَـــأَلْــتُ ابْـنَ طَـلْـحَةَ عَـنْ هَــالِكٍ   بِـجَــوْفِ الْـمَـدِيْـنَـةِ لَـمْ يُـقْبَـرِ

ترجمہ: ''میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے دریافت کیا کہ مدینہ میں جس شخص کو لوگوں نے قتل کیا ہے اور جو دفن بھی نہیں کیا جا سکا اس کی ہلاکت کی ذمہ داری کس پر ہے۔

فَـــقَـــالَ ثَلَاثَةُ رَهْـــطٍ هُـــمْ   اَمَـــاتُـوْا ابْـنَ عَـفَّـانَ وَ اسْـتَـعْـبَـرِ

ترجمہ: اس نے جواب دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی ذمہ داری تین شخصوں پر ہے۔

فَثُـلْـثٌ عَـلَـى تِلْكَ فِيْ خِـدْرِهَـا   وَ ثُـلْـثٌ عَـلَـى رَاكِـبِ الْاَحْـمَـرِ

ترجمہ: تہائی تو اس عورت پر ہے جو ہودج میں سوار ہے اور تہائی سرخ اونٹ کے سوار پر۔

وَثُـلْـثٌ عَـلَـيٌّ ابْـنِ اَبِيْ طَـالِـبٍ   وَ نَـــحْــنُ بَـــدَوِيَّةٌ قَـــرْقَـــرِ

ترجمہ: اور تہائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ تو بدوی آدمی ہیں۔ ان باتوں کو ہم نہیں سمجھتے۔

فَـقُـلْـتُ صَـدَقْـتَ عَـلَـى الْاَوَّلِـيْـنِ   وَاخْـطَـاْتَ فِـي الـثَّـالِـثِ الْاَزْهَـرِ

ترجمہ: میں نے اسے جواب دیا کہ پہلے دو شخصوں کے بارے میں تم نے سچ بات کہی ہے۔ لیکن تیسرے روشن شخص کے بارے میں تم نے غلطی کی ہے''۔

ابتدائے جنگ:

محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور ابوالاسود دئلی جب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے تو حکیم بن جبلہ گھوڑے پر سوار آگے بڑھا۔ اور اس نے جنگ شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں نے بھی اپنے نیزے تان لیے۔ لیکن وہ یہ سوچ کر اپنی جگہ ٹھہرے رہے کہ شاید دشمن جنگ سے رک جائے۔ لیکن حکیم نے جنگ بند نہیں کی اور آگے بڑھتا رہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھی ان سب کے لیے کافی تھے لیکن ابھی تک وہ صرف اپنی مدافعت کر رہے تھے۔ اور حکیم چاروں طرف اپنا گھوڑا بڑھا رہا تھا اور ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ قریش ہیں انہیں آج بزدل بنا کر لوٹا دو۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھیوں نے بھی گلی کے نکڑ پر جنگ شروع کر دی تھی۔ ان گھروں میں جو شریف لوگ آباد تھے خواہ ان کا تعلق کسی فریق سے کیوں نہ ہو وہ جنگ سے بچنا چاہتے تھے۔ کچھ دیر بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھیوں نے بھی لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا پر پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ داہنی طرف بڑھ جائیں۔ ان کا مقصد جنگ سے بچنا تھا یہ لوگ داہنی طرف بڑھ کر مقبرۂ بنو مازن پر پہنچ گئے۔ وہاں کچھ دیر ٹھہرے۔ لیکن دشمن کا لشکر وہاں بھی ان پر ٹوٹ پڑا۔ کچھ دیر بعد رات شروع ہو گئی

جس کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ محل میں چلے گئے اور ان کے ساتھی اپنے اپنے قبیلوں میں چلے گئے۔

ابوالجرباء کا مشورہ:

بنوعثمان بن مالک بن عمرو بن تمیم میں سے ایک شخص ابوالجرباء نامی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس نے انہیں مخالفین کے گھروں کے پتے بتائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ نے اس سے مشورہ طلب کیا اور اس کی رائے پر چلنے کا ارادہ کیا۔ وہ انہیں بنو مازن کے مقبرے سے لے کر آگے بڑھا۔ اور جبانہ کی جانب بصرہ کی بلندی پر پہنچ گیا۔ پھر زابوقہ سے ہوتا ہوا مقبرہ بنی حصن پر آیا۔ اس کا ایک حصہ بیت المال سے ملا ہوا تھا۔ مخالف سب خواب غفلت میں مدہوش تھے اور یہ آگے بڑھ رہے تھے جب صبح ہوئی تو یہ لوگ بیت المال کے صحن میں ڈیرہ زن تھے۔

حکیم بن جبلہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی:

صبح ہوئی تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پکارنا شروع کیا' اور حکیم بن جبلہ بھی بڑبڑانے لگا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ بنو عبدالقیس کے ایک شخص نے اس حکیم سے کہا۔ وہ کون شخص ہے جو گالیاں دے رہا تھا اور جسے تو گالیاں سکھا رہا تھا۔ میں نے یہ سب باتیں اپنے کانوں سے سنی ہیں۔

حکیم: وہ شخص عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دے رہا تھا۔

شخص مذکور: اے خبیثہ کے بیٹے تو ام المومنین کی شان میں اس قسم کی گستاخی کرتا ہے۔

یہ سن کر حکیم نے اس شخص کے سینے پر نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس حکیم کے پاس سے ایک عورت گزری اور یہ بدستور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس عورت نے کسی سے سوال کیا کہ یہ کسے گالیاں دے رہا ہے؟ اس نے جواب دیا عائشہ رضی اللہ عنہا کو۔ یہ سن کر اس عورت نے حکیم سے کہا۔ اے خبیث عورت کے بیٹے تو ام المومنین کی شان میں یہ گستاخی کرتا ہے۔ حکیم نے یہ سن کر اس عورت کے بھی نیزہ مارا اور اسے بھی قتل کر دیا۔

پھر حکیم آگے بڑھا۔ اور اس کے اور ساتھی بھی جمع ہو گئے اور بیت المال کے سامنے جنگ شروع ہو گئی اور سورج نکلنے کے وقت سے شروع ہو کر زوال تک نہایت شدت سے جاری رہی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے کافی ساتھی مارے گئے اور دونوں فریق کے کافی لوگ زخمی ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منادی جنگ بندی کا اعلان کر رہے تھے لیکن کسی نے ان کا اعلان نہیں سنا اور انہوں نے مخالفین کو اچھی طرح ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی قوت ٹوٹ گئی تو انہوں نے صلح کے لیے پکارنا شروع کیا جو ان لوگوں نے قبول کیا۔

شرائط صلح:

آپس میں جنگ بندی ہو گئی اور باہم یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ مدینہ ایک قاصد روانہ کیا جائے اور جب تک قاصد واپس نہ آ جائے جنگ بند رہے گی قاصد مدینہ پہنچ کر یہ معلوم کرے کہ آیا زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما نے خوشی سے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی یا ان سے زبردستی بیعت لی گئی۔ اگر طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے زبردستی بیعت لی گئی ہے تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان دونوں کے لیے بصرہ خالی کر دیں گے اور اگر ان دونوں نے خوشی سے بیعت کی تھی تو یہ دونوں بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

عہد نامہ:

عہد نامہ کی عبارت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ وہ تحریر ہے جس پر طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اوران کے تمام مسلمان ساتھیوں نے اورعثمان رضی اللہ عنہ اوران کے تمام ساتھیوں نے صلح کی ہے جس مدت تک کے لیے یہ صلح ہوئی ہے اس وقت تک عثمان رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں جو حصہ ہے اس پر عثمان رضی اللہ عنہ قابض رہیں گے' اور جس حصہ پر طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما قابض ہیں اس پر وہی قابض رہیں گے۔ جب تک دونوں فریق کے قاصد کعب بن سور مدینہ سے واپس آ جائیں اور دونوں فریق میں سے کسی شخص کو مسجد' بازار' راستہ یا کسی مخفی مقام پر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا تا وقتیکہ کعب بن سور واپس نہ آ جائیں اگر وہ یہ خبر لاتے ہیں کہ لوگوں نے طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت پر مجبور کیا تھا۔ تو بصرہ کی حکومت ان دونوں کی ہوگی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو اختیار ہوگا خواہ وہ شہر چھوڑ کر اپنی جماعت کے پاس چلے جائیں یا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اگر کعب یہ جواب لاتے ہیں کہ طلحہؓ وزبیر رضی اللہ عنہ نے خوشی سے بیعت کی تھی تو بصرہ کی حکومت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہے گی اور طلحہؓ وزبیر رضی اللہ عنہ کو اختیار ہوگا کہ خواہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر قائم رہیں یا بصرہ چھوڑ کر اپنی جماعت کے پاس چلے جائیں اور بصرہ کے تمام مسلمان اس شخص کے ساتھ ہوں گے جو کامیاب ہوگا''۔

کعب کی مدینہ آمد:

کعب بصرہ سے چل کر مدینہ پہنچے۔ لوگ ان کی آمد کی وجہ سے جمع ہو گئے۔ یہ مدینہ جمعہ کے روز پہنچے تھے کعب نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ اے اہل مدینہ میں اہل بصرہ کی جانب سے تمہارے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا اس جماعت نے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا انھوں نے برضاء ورغبت بیعت کی تھی۔

حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما کا جواب:

تمام قوم میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ دونوں سے زبردستی بیعت لی گئی ہے۔ یہ سن کر تمام نے انہیں مارنے کا حکم دیا اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی انہیں مارنے کے لئے جھپٹے حضرت صہیب بن سنان اور حضرت ابوایوب بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کے ساتھ انہیں بچانے کے لئے آگے بڑھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی جان کا خطرہ ہے تو انہوں نے فرمایا خدا کی قسم ان دونوں سے زبردستی بیعت لی گئی ہے۔ یہ سن کر لوگ اسامہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے گھر لے گئے اوران سے فرمایا' اے اسامہ رضی اللہ عنہ کیا تم نہیں جانتے کہ ام عامر ایک احمق عورت ہے کیا تم ہماری طرح خاموش نہ رہ سکتے تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا تھا۔ میں ان نتائج کو دیکھ رہا تھا جہاں یہ خلافت ہمیں پہنچا رہی ہے اور تم بھی دیکھ رہے ہو کہ ہم ایک زبردست مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

کعب مدینہ سے واپس لوٹے اور اس دوران میں طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما مکمل تیاریاں کر چکے تھے اور انھیں جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ مہیا کر چکے تھے۔ جب کعب بصرہ پہنچے تو محمد بن طلحہ اس وقت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے قریب کھڑے تھے۔ یہ محمد نوافل بہت پڑھتے تھے بصرہ کے جاٹوں اور کاشتکاروں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ ہمارے خلاف کوئی خبر نہ لائے ہوں۔ انہوں نے راہ ہی میں اسے سمجھا بجھا کر پہلے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور انہیں طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس تک نہ جانے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور اہل مدینہ کا طرز عمل معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا' کہ خدا کی قسم! ان دونوں کو کسی فرقہ بندی پر مجبور نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ جماعت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے مجبور کیا گیا تھا اور ایک نیک کام کی خاطر زبردستی کی گئی تھی اگر یہ دونوں بیعت توڑنا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس ان کا کوئی علاج نہیں اور اگر وہ کسی اور شے کے طلب گار ہیں تو ہم اس پر غور وفکر کریں گے۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی وعدہ خلافی:

ادھر یہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ ادھر مدینہ سے کعب پہنچے۔ حامیان عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم حسبِ وعدہ بصرہ خالی کر دو۔ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کو پیش کر کے کہا کہ یہ تو معاملہ ہی جداگانہ ہے جس کا فیصلہ سے کوئی تعلیق نہیں۔

لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کا حملہ:

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک رات اپنے تمام آدمیوں کو جمع کیا اس رات سخت سردی پڑ رہی تھی اور زبردست آندھی چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے تاریکی بھی بے پناہ چھا گئی تھی اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ یہ دونوں لشکر لیے ہوئے عشاء کی نماز کے وقت مسجد پہنچے۔ یہ لوگ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے لیکن زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھا دیا اس پر جاٹوں اور کاشتکاروں نے ہتھیار اٹھا لیے اور لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقابلہ شروع کر دیا۔ انھوں نے بھی جنگ چھیڑ دی اور کافی دیر تک مسجد میں جنگ ہوتی رہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت سے حامیوں کو گرفتار کر لیا اور چالیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ انہیں ہمارے پاس بلا کر لاؤ جب عثمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو لوگوں نے انہیں خوب لاتوں سے روندا اور ان کے چہرے کے تمام بال اکھاڑ ڈالے۔ یہ طرز عمل زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کو نہایت ناگوار گزرا اور عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا اور ان کی رائے معلوم کرائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو یہ جہاں چاہیں جائیں۔ ان کا راستہ قطعاً نہ روکو لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے قصر کے دربانوں کو بھی نکال دیا۔ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیا کرتے تھے چالیس آدمیوں کی دن میں ڈیوٹی تھی اور چالیس کی رات کو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ نے عشاء اور صبح کی نماز پڑھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک

قاصد پیغام بری کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان دونوں کا پیغام پہنچاتا اور پھر جواب لے کر جاتا۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا حشر:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن' ابومخنف' یوسف بن یزید کے ذریعے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا تو انہوں نے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا کہ ان کا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہیں قتل کر دو۔ لیکن کسی عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اے ام المومنینؓ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سوچ لیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابان کو واپس بلاؤ۔ جب ابان واپس آئے تو ان سے فرمایا انہیں قتل نہ کرو بلکہ قید کر دو اس پر ابان نے عرض کیا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ نے اس کام کے لیے مجھے واپس بلایا ہے تو میں نہ آتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حکم سن کر مجاشع بن مسعود نے لوگوں سے کہا کہ اسے مارو اور اس کی داڑھی کے بال نوچ لو۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو چالیس کوڑے مارے اور ان کی داڑھی کے بال نوچ لیے اور مونچھیں اور پلکیں اکھاڑ ڈالیں اور قید کر دیا۔

حوأب کا واقعہ:

احمد بن زہیر نے' وہب بن جریر' یونس بن یزید کے حوالے سے امام زہری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ علم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ ذی قار پہنچ چکے ہیں تو وہ بصرہ واپس لوٹ گئے راہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں تو دریافت کیا کہ یہ کون سا چشمہ ہے لوگوں نے جواب دیا یہ حوأب کا چشمہ ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انا للہ پڑھی اور فرمایا۔ یہ تو وہی معاملہ ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ کے پاس کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا شاید تم میں سے ایک عورت ایسی ہو جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور عرض کیا جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حوأب کا چشمہ ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ کر بصرہ پہنچ گئیں۔ وہاں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ امیر تھے۔

عثمان رضی اللہ عنہ: نے ان سے سوال کیا۔ تم نے اپنے امیر کی بیعت کیوں توڑی؟

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما: ہم اسے اپنے سے زیادہ خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے۔ اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ تو سامنے ہی ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ: تو اس شخص نے مجھے یہاں امیر بنایا ہے۔ میں انہیں جو کچھ تم کہہ رہے ہو لکھ کر بھیج دیتا ہوں اور جب تک ان کا جواب نہ آئے نماز میں پڑھاؤں گا۔

الغرض اس بات پر صلح ہوگئی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر روانہ کیا۔ ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر نے عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور مدینۃ الرزق کے قریب زابوقہ مقام پر ان سے جنگ کی اور عثمان رضی اللہ عنہ پر غالب آئے اور انھیں پکڑ لیا۔ پہلے تو ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اہل مدینہ ان کے قتل پر غضب ناک نہ ہو جائیں۔ اس

لیے انہیں قتل تو نہیں کیا لیکن انہیں مارا اور ان کے بال نوچ ڈالے۔

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی تقریر:

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''توبہ دل سے ہوتی ہے۔ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کریں اور ہمارا ان کے قتل کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ لیکن بدعقل' عاقلوں پر غالب آ گئے اور انہیں قتل کر دیا''۔

لوگوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ کے خطوط جو ہمارے پاس آئے تھے ان سے تو کچھ اور ظاہر ہوتا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرا تو تمہارے پاس کوئی خط نہیں آیا پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے مصائب کا ذکر کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائیاں بیان کیں۔

اس پر بنو عبدالقیس کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خاموش رہیے اور پہلے مجھے تقریر کرنے دیجیے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارا تقریر سے کیا واسطہ؟

عبدی کی تقریر:

لیکن وہ عبدی کھڑا ہوا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

''اے مہاجرین تم سب سے پہلے وہ اشخاص ہو جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اس لحاظ سے تمہیں ایک بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ پھر جس طرح تم نے اسلام قبول کیا تھا اسی طرح اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی بیعت کر لی اور تم نے ہم سے اس سلسلے میں کوئی مشورہ طلب نہیں کیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے اور اس معاملے میں تمہاری اتباع کی۔ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے لیے ان کی امارت میں برکت عطا فرمائی پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے اور تمہیں میں سے ایک شخص کو تم پر خلیفہ بنا دیا۔ ان کی خلافت کے سلسلے میں بھی ہم سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا گیا۔ ہم ان کی خلافت پر راضی رہے اور ان کی اطاعت کرتے رہے جب ان کی بھی وفات ہوگئی تو خلافت کا معاملہ چھ آدمیوں کے سپرد کر دیا گیا۔ تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور ہمارے مشورہ کے بغیر ان کی بیعت کر لی۔ پھر تم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی بات پر اختلاف کیا اور اسے ہمارے مشورہ کے بغیر قتل کر ڈالا۔ پھر تم نے ہمارے مشورے کے بغیر علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ پھر تم نے اس سے اختلاف کیا۔ اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہم علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں۔ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا ہے یا حق کو چھوڑ دیا ہے یا وہ اعمال اختیار کر لیے ہیں جنہیں تم برا سمجھتے ہو۔ اگر فی الواقع ایسا ہے تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر اس سے لڑیں گے اور اگر ایسا نہیں تو ہم اس سے جنگ کے لیے تیار نہیں''۔

ان لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کر لیا لیکن اہل قبیلہ انھیں بچانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اگلے روز عثمان رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ان کے ستر آدمی قتل کر دیئے۔

حکیم بن جبلہ کی جنگ:

آمدم برسر مطلب' محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال اور دربانوں پر قابو پالیا اور لوگ ان کے ساتھ ہو گئے اور جو لوگ ان کے مخالف تھے وہ روپوش ہو گئے۔ صبح کو انھیں یہ خبر معلوم ہوئی کہ حکیم ایک جماعت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے پاس کہلا کر بھیجا کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا راستہ نہ روکا جائے۔ زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکل کر اپنے آدمیوں کی تلاش میں چلے گئے۔

صبح کے وقت حکیم بن جبلہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ اس کے ساتھ کچھ بنو عبدالقیس اور کچھ ربیعہ کے لوگ تھے۔ یہ لوگ دارالرزق کی جانب بڑھے اور حکیم بن جبلہ کہہ رہا تھا کہ اگر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کروں تو اس کا بھائی نہیں اس کے بعد یہ حکیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دینے لگا۔

ایک عورت نے جو اس کی ہم قوم تھی جب یہ گالیاں سنیں تو اس سے بولی اے خبیث عورت کے بیٹے تو اسی لائق ہے کہ گالیاں دیتا پھرے۔ حکیم نے اس کے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر بنو عبدالقیس بپھر گئے صرف اس کے ساتھ چند لوگ رہ گئے۔ بنو عبدالقیس نے اس سے کہا تو نے کل بھی یہی حرکت کی تھی اور آج بھی یہی حرکت کی ہے۔ خدا کی قسم اب ہم تیرا ساتھ نہ دیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ تجھے قید میں مبتلا کرے۔ یہ لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اس کے ساتھ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھی بھی شامل تھے اور تمام قبائل کے وہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے جنھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے انہیں شہید کیا تھا کیونکہ وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ اب ان کے لیے بصرہ میں کوئی جائے پناہ موجود نہیں۔ اس لیے وہ سب اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ آگے بڑھ کر دارالرزق کے قریب زابوقہ پہنچے۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا جمگھٹا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تم صرف ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کریں اور یہ اعلان کر دو جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے تعلق نہ رکھتا ہو وہ ہمارے مقابلے سے ہٹ جائے کیونکہ ہماری جنگ صرف قاتلین عثمانؓ سے ہے اور ہم کسی سے بھی جنگ کی پہل نہ کریں گے۔

حکیم نے جنگ شروع کر دی اور منادی کے اعلان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے بصرہ کے تمام قاتلین کو ہمارے سامنے جمع کر دیا ہے۔ اے اللہ! ان میں سے کسی کو زندہ باقی نہ چھوڑیئے۔ اور ان سے آج قصاص لے لیجیے اور انہیں قتل فرما دیجیے۔

حکیم کے ساتھیوں نے ان لوگوں سے جنگ شروع کر دی اور بہت سخت جنگ ہوئی حکیم کے لشکر میں چار سردار تھے۔ حکیم طلحہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل تھا۔ ذریح زبیر رضی اللہ عنہ کے مدمقابل ابن الحرش عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اور حرقوص بن زہیر عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں۔ طلحہ رضی اللہ عنہ حکیم کے مقابلہ پر نکلے اس کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔

حکیم کے اشعار:

حکیم نے تلوار سے وار شروع کیا وہ اس وقت یہ رجز پڑھ رہا تھا ۔

اَضۡرِبُھُمۡ بِالۡیَابِسِ ضَرۡبَ غُلَامٍ عَابِسِ

ترجمہ: ''میں انہیں عابسی غلام کی مار کی طرح خشک چیز سے مارتا ہوں۔

مِنَ الۡحَیَاۃِ آیِسٍ فِی الۡغُرُفَاتِ نَافِسِ

ترجمہ: میں زندگی سے مایوس ہو کر کھڑکیوں میں جھانک رہا ہوں''۔

ایک شخص نے حکیم کے پاؤں پر تلوار ماری اور اسے کاٹ ڈالا حکیم نے کٹا ہوا پیر اس کے کھینچ مارا جس سے وہ گر گیا۔لیکن اس نے پھر اٹھ کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کی لاش پر ٹیک لگا کر یہ شعر پڑھے۔

یَافخِذِ لَنۡ تَرَاعِیۡ اِنَّ مَعِیۡ ذِرَاعِیۡ

اَحۡمِیۡ بِھَا کَرَاعِیۡ

ترجمہ: ''اے ران تو ہرگز نہ ڈر۔میرے پاس ابھی میرا ہاتھ موجود ہے جس سے میں اپنی گردن کی حفاظت کر رہا ہوں''۔

حکیم لڑتے وقت یہ اشعار بھی پڑھ رہا تھا۔

لَیۡسَ عَلَیَّ اَنۡ اَمُوۡتَ عَارُ وَ الۡعَارُ فِی النَّاسِ ھُوَ الۡفِرَارُ

وَالۡمَجۡدُ لَا یَفۡضَحُہُ الدِّمَارُ

ترجمہ: ''مرنے میں میرے لیے کوئی عار نہیں۔عار تو لوگوں کے نزدیک بھاگنے میں ہے۔اور بڑائی اس میں ہے کہ اسے اس کی قوم رسوا نہ کرے''۔

جنگ کے بعد ایک شخص حکیم کے پاس سے گزرا۔اس میں ابھی کچھ جان باقی تھی اور یہ ایک اور لاش پر سر ڈالے پڑا تھا۔آنے والے نے سوال کیا۔اے حکیم کیا حال ہے؟ حکیم نے جواب دیا میں نے تیرے قاتل کو قتل کر دیا ہے۔آنے والے نے کہا۔اچھا میرا سہارا لے کر چلو۔وہ اسے اٹھا کر لایا۔حکیم کے ساتھ ستر آدمی اور مارے گئے تھے۔

حکیم کی مرتے وقت کی تقریر:

حکیم نے اس روز ٹانگ کٹ جانے کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر تقریر کی اس وقت اس کی زبان میں کسی قسم کی لکنت نہ تھی اور اس کے چاروں طرف تلواریں چل رہی تھیں۔اس نے کہا:

''بات یہ ہے کہ ہم نے ان دونوں یعنی زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور اس کی اطاعت کا دم بھرا۔پھر یہ دونوں اس کے مخالف ہو گئے اور قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اس سے جنگ چھیڑ دی۔اس طرح انہوں نے ہماری جماعت میں تفریق پیدا کی حالانکہ ہم بہت سے گھروں کے مالک تھے اور ہمارے بہت سے مددگار تھے۔اے اللہ! تو گواہ ہے کہ ان دونوں کی غرض عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں''۔

ایک منادی نے اسے جواب دیا:

''اے خبیث تجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو تو گھبرا گیا۔حالانکہ تو نے اور تیرے ساتھیوں نے امام مظلوم کے خلاف تمام الزامات لگائے تھے اور اس طرح تم نے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور تم نے لوگوں کا خون بہا کر

خوب دنیا حاصل کر لی اب تم اللہ کے عذاب کا مزا چکھو اور تم ان جہنمیوں کے پاس پہنچ جاؤ۔ جہاں جانے کے تم مستحق ہو''۔

اس روز ذریح اور اس کے ساتھی بھی قتل کیے گئے اور حرقوص بن زہیر اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ گیا۔ ان لوگوں نے اپنی قوم میں جا کر پناہ لی۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل:

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں اعلان کرایا کہ جن جن قبائل کے پاس وہ لوگ موجود ہیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے مدینہ چڑھ کر گئے تھے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ لوگ ان قاتلین کو کتوں کی طرح گھسیٹ گھسیٹ کر لائے اور ان سب کو قتل کر دیا اور حرقوص بن زہیر کے علاوہ اہل بصرہ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں بچا جس نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں حصہ لیا تھا۔

حرقوص بن زہیر بنو سعد خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس لیے بنو سعد نے اسے بچا لیا۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے بنو سعد کو اس بات پر سخت برا بھلا کہا اور ان کے لیے ایک مدت معین کر دی کہ اس دوران میں حرقوص کو حاضر کر دو۔ بنو سعد کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ اس لیے کہ وہ سب عثمانی تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ کہلا کر بھیج دیا کہ ہم اس جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور جب بنو سعد مخالف ہو گئے تو ان کی دیکھا دیکھی بنو عبدالقیس بھی اپنے مقتولین کی وجہ سے بھڑک اٹھے اور جس شخص پر بھی کوئی الزام تھا وہ بھاگ بھاگ کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگا اور ان کی اطاعت کا دم بھرنے لگا۔

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو عطیات اور تنخواہیں تقسیم کرنے کا حکم دیا اور جن لوگوں نے ان کی اطاعت کی تھی اور ان کی خاطر جانیں قربان کی تھیں ان کے مدارج بڑھائے۔

اس کے بعد بنو عبدالقیس اور اکثر بنو بکر بن وائل مخالف میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بیت المال پر حملہ کیا۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر نے بھی ان کا مقابلہ کیا اور ان کے بہت سے آدمی ختم کر دیئے بقیہ لوگ بصرہ سے بھاگ کر علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کے لیے ان کے راستہ میں جمع ہو گئے۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بصرہ میں مقیم رہے اور اب بصرہ کے لوگوں میں حرقوص بن زہیر کے علاوہ کسی سے قصاص لینا باقی نہ رہا۔

اہل شام کے نام طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کا خط:

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے یہ تمام واقعات اہل شام کو لکھ کر روانہ کیے اور تحریر کیا کہ:

''ہم قاتلین سے جنگ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے نکلے ہیں تاکہ ہر شریف و رذیل اور قلیل و کثیر سب پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کیا جا سکے' اور تاکہ اللہ عزوجل ہمیں اصل احکام پر لوٹا دے۔ اس بات پر بصرہ کے نیک اور شریف لوگوں نے ہماری بیعت کی اور شریر اور جھگڑالو قسم کے لوگوں نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے مقابلے پر ہتھیار اٹھائے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم ام المومنین کی اطاعت کے لیے تیار ہیں انہیں چاہیے کہ وہ حق کا حکم دیں اور لوگوں کو حق پر چلنے کے لیے آمادہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوبارہ سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ان لوگوں کے سامنے ہر قسم کے دلائل پیش کیے گئے اور جب کوئی حجت باقی نہ رہی تو امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتل ایک

جگہ جمع ہو گئے اور اپنی پرانی روش اختیار کرتے ہوئے ہمارے مدمقابل ہوئے ان میں سے حرقوص بن زہیر کے علاوہ کوئی شخص نہیں بچا۔ اور ان شاء اللہ ایک نہ ایک روز اللہ تعالیٰ اسے بھی قید فرمائیں گے۔ یہ لوگ اسی طرح جہنم رسید ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان فرمایا ہے۔

ہم تمہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ جس طرح ہم نے ان قاتلین سے جنگ شروع کی ہے تم بھی ان سے اسی طرح جنگ کرو۔ ایک دن ہم بھی اللہ عزوجل کے سامنے جائیں گے اور تم بھی اس کے سامنے جاؤ گے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کے سامنے عذر پیش کرنے کے لیے جو ہم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ہم نے پوری کر دی ہے''۔

یہ خط سیار العجلی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور خط اہل کوفہ کے نام روانہ کیا گیا۔ بنو عمرو بن اسد میں سے ایک شخص مظفر بن معرض کو قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ ایک خط اہل یمامہ کے نام لکھا گیا حارث السدوسی کے ہاتھ اسے روانہ کیا گیا اس وقت یمامہ کے عامل سبرۃ بن عمرو العنبری تھے۔ اسی طرح ایک خط اہل مدینہ کے نام لکھ کر ابن قدامۃ القشیری کے ہاتھوں روانہ کیا گیا۔

اہل کوفہ کے نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خط:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہل کوفہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور انہی کے قاصدوں کے ہاتھوں اسے روانہ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس میں تحریر فرمایا:

''میں تمہیں اللہ عزوجل اور اسلام کا واسطہ دیتی ہوں کہ اللہ کی کتاب کو اور اس میں جو احکام ہیں انہیں دنیا میں قائم کرو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کتاب پر چلو۔ ہم بصرہ پہنچے اور لوگوں کو اس کی دعوت دی کہ وہ دنیا میں اللہ کی کتاب اور اس کے احکام کو نافذ کریں گے۔ نیک لوگوں نے ہماری اس بات کو قبول کر لیا۔ اور جن میں خیر کا مادہ ہی نہ تھا انھوں نے ہمارے مقابلہ پر ہتھیار اٹھائے اور یہ دعویٰ کیا کہ تمہیں بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیں گے تاکہ یہ تمام حدود ختم ہو جائیں' ان لوگوں نے سخت عناد سے کام لیا اور ہمیں کافر قرار دیا۔ ہم نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ جب انہیں کتاب اللہ کی دعوت دی جاتی ہے تاکہ اس کے مطابق ان میں فیصلہ کیا جائے تو ایک جماعت اس سے سرکشی اور اعراض کرتی ہے''۔

ان میں سے بعض نے میری بات کو قبول کیا اور ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہم نے اولاً انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کے علاوہ کوئی ان کے ساتھ نہ رہا جو میرے ساتھیوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مجھ سے جنگ کرنے پر ابھارا۔ اللہ عزوجل نے نیک لوگوں کے ذریعہ میری امداد فرمائی اور ان کے مکر کو انھی کی طرف پلٹ دیا ہم چھبیس روز تک انہیں کتاب اور اس کے احکام قائم کرنے کی دعوت دیتے رہے اور

ان کے سامنے یہ بات پیش کرتے رہے کہ جس شخص کا خون بہانا حلال ہو اس کا خون بہانا چاہیے ان لوگوں نے اس بات سے انکار کیا اور اس میں حجتیں نکالنی شروع کیں پھر ہم سے ایک شرط پر مصالحت کی لیکن اس صبح کے بعد انہیں کچھ خوف محسوس ہوا اس لیے انہوں نے غداری کی اور عہد توڑ دیا اور جمع ہو کر مقابلہ پر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ عز وجل نے عثمان رضی اللہ عنہ کے تمام قاتلین کو یکجا فرما دیا اور ان سے انتقام لیا ان میں سے سوائے ایک شخص کے کوئی نہ بچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے عمیر بن مرثد' مرثد بن قیس' بنو رئاب اور بنو اذ کی ایک جماعت کے ساتھ ہماری امداد فرمائی۔ یہ لوگ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ہماری امداد پر تیار ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بصرہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لے لیا۔

اے اہل کوفہ تم خائنین کی جانب سے نہ جھگڑو اور نہ قاتلین کی مدد کرو اور نہ ان لوگوں سے کوئی تعلق رکھو جن پر اللہ تعالیٰ کی حد قائم ہے ورنہ تم بھی ظالم بن جاؤ گے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام بہ نام کوفہ کے بہت سے آدمیوں کے نام خطوط تحریر فرمائے' ان میں تحریر فرمایا:

''لوگوں کو ان قاتلین کو پناہ دینے سے روکو اور ان کی مدد نہ کرو اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ کیونکہ ہماری جماعت ان حرکات سے ہرگز راضی نہیں جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف کی گئیں۔ ان لوگوں نے امت میں تفریق پیدا کی اور کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی انہیں ہم نے جو حکم دیا تھا اس کے خلاف کیا ہم نے انہیں کتاب اللہ پر عمل کرنے اور اس کی حدود شرعی قائم کرنے کا حکم دیا تھا لیکن انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر سمجھا اور ہمیں بھی کتاب اللہ کا منکر قرار دیا۔

صالحین نے ان کے اس طرز عمل کو برا سمجھا اور ان کے قول کو ایک اہم بات قرار دیا اور ان سے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ امیر المومنین کے قتل کرنے کے بعد تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے مقابلہ میں آ ؤ اور اگر وہ تمہیں حق پر چلنے کا حکم دیں تو کیا تم انہیں بھی قتل کر دو گے اور کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلمانوں کے اماموں کے خون سے ہاتھ رنگو گے۔ ان لوگوں نے اس برائی کا بھی ارادہ کر لیا اور ان کے ساتھ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بھی شامل ہو گئے اور جاہل اور اوباش جاٹ اور کاشتکار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان میں سے ایک جماعت میدان میں ہمارے مد مقابل رہی۔

چھبیس روز تک یہی حالات رہے۔ ہم انھیں حق کی اور اس بات کی دعوت دیتے رہے کہ وہ ہمارے اور حق کے درمیان حائل نہ ہوں لیکن انھوں نے غداری کی اور خیانت سے کام لیا۔ ایسے لوگوں کی ہم نے بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اس لیے مدینہ ایک قاصد روانہ کیا گیا' وہ وہاں سے جو خبر لے کر آیا وہ ان کے خلاف تھی۔ تب بھی انھوں نے حق کو نہ پہچانا اور نہ اسے قبول کیا۔

ان لوگوں نے صبح اندھیرے مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے میرے مکان پر حملہ کیا اور یہ لوگ بڑھ کر میرے دروازے کی چوکھٹ تک پہنچ گئے ان لوگوں کے ساتھ ایک راہبر بھی تھا جو ہمارے پوشیدہ مقامات کی انھیں اطلاع دے رہا تھا۔ جب یہ لوگ میرے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک جماعت موجود تھی۔ جن میں عمیر بن مرثد' یزید بن عبداللہ بن مرثد' مرثد بن قیس اور بنو قیس کی ایک جماعت شامل تھی مخالفین نے ان سے جنگ شروع کر دی۔

مسلمانوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا اور اس طرح اللہ عز وجل نے اہل بصرہ کو ایک بات پر متحد فرما دیا۔ یعنی جو زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما کا مطالبہ تھا۔ جب ہم قاتلین کو قتل کر چکے تو ہم نے عام معافی کا اعلان کر دیا یہ واقعہ ۳۶ھ میں ربیع الآخر کے ختم ہونے سے پانچ روز قبل پیش آیا''۔

حکیم کا قاتل:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن کے ذریعہ عامر بن حفص کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ مجھ سے بعض بوڑھے لوگوں نے بیان کیا تھا کہ حکیم بن جبلہ کی گردن بنو حدان کے ایک شخص نے اتاری تھی۔ اس شخص کا نام ضخیم تھا حکیم کا مرنے کے بعد سر جھک گیا تھا اور اس کا چہرہ گردن کی طرف مڑ گیا تھا۔

ابن مثنی کا یہ بیان ہے کہ جس حدانی نے حکیم کو قتل کیا تھا اس کا نام یزید بن الاسحم الحدانی تھا۔ بعد میں حکیم کی لاش یزید بن الاسحم اور کعب بن الاسحم کی لاشوں کے درمیان پڑی ہوئی ملی۔

بیت المال کا بندوبست:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور ابوبکر الہذلی کے ذریعہ ابوالملیح کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حکیم بن جبلہ قتل کر دیا گیا تو لوگوں نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا انہوں نے فرمایا ویسے تو تمہیں اختیار ہے لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میرا بھائی سہل مدینہ کا گورنر ہے اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو وہ ضرور اس کا بدلہ لے گا لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ کون نماز پڑھائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کی تنخواہیں اور خزانہ تقسیم کرنے کا ارادہ کیا حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ خزانہ تقسیم کر دیں گے تو یہ سب لوگ چلے جائیں گے بعد میں لوگوں نے باہمی فیصلے سے بیت المال کا بندوبست عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا۔

حکیم کا بیت المال پر حملہ:

عمرو نے ابوالحسن علی' ابوبکر الہذلی کے ذریعہ جارود بن ابی سبرہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب وہ رات آئی جس میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ پکڑے گئے اور مدینۃ الرزق کے مکان میں غلہ جمع تھا جہاں سے لوگ کھانے کے لیے غلہ حاصل کرتے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے ساتھیوں کو غلہ تقسیم کرنے کا ارادہ کیا اور حکیم بن جبلہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کی شکست اور گرفتاری کا علم ہوا۔ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا حال سن کر بولا خدا کی قسم! اگر میں اس کی مدد نہ کروں تو پھر میرے دل میں کچھ بھی خوف خداوندی نہیں۔

وہ بنو عبدالقیس اور بکر بن وائل کی ایک جماعت لے کر چلا ان میں عبدالقیس کی کثرت تھی۔ یہ جماعت اس کے ساتھ مدینۃ الرزق پر ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے سوال کیا۔ اے حکیم کیا بات ہے؟

حکیم: ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہم بھی یہاں سے غلہ حاصل کریں اور دوسری بات یہ ہے کہ تم عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو چھوڑ

دو اور انہیں دارالامارت میں رہنے کی اجازت دے دو۔ جب تک علی رضی اللہ عنہ نہ آئیں اس وقت تک کے لیے ہمارا اور تمہارا یہی فیصلہ تھا خدا کی قسم! اگر میرے ساتھ کچھ بھی مددگار ہوتے تو میں ان لوگوں کے بدلے میں تمہیں اچھی طرح مزہ چکھاتا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتا جب تک ان مقتولین کے بدلے میں تم لوگوں کو قتل نہ کر دیتا۔ اور ہمارے جن بھائیوں کو تم نے قتل کیا ہے ان کے قصاص میں تمہارے خون ہمارے لیے حلال ہو چکے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو اللہ عزوجل کا خوف نہیں کہ تم لوگوں نے خون بہانا حلال سمجھ لیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما: ہاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے میں تمہارا خون حلال ہے۔

حکیم: جن لوگوں کو تم نے قتل کیا ہے کیا انھی لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہم تمہیں اس کھانے سے ایک ذرہ بھی نہ دیں گے اور نہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک چھوڑیں گے جب تک وہ علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

حکیم: اے اللہ! آپ ہی فیصلہ کرنے والے اور عادل ہیں آپ گواہ ہو جایئے۔ اس کے بعد حکیم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ان لوگوں سے جنگ جائز ہے۔ اور جسے اس بات میں شک ہو وہ واپس لوٹ جائے۔

اس کے بعد حکیم نے ان لوگوں پر حملہ کیا اور نہایت ہی سخت جنگ ہوئی۔ ایک شخص نے تلوار مار کر حکیم کی ٹانگ کاٹ ڈالی۔ حکیم نے وہ کٹی ہوئی ٹانگ اس کے کھینچ ماری جو اس کی گردن پر پڑی جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ نیچے گر پڑا حکیم نے جھک کر اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا کچھ دیر بعد وہاں سے ایک شخص کا گزر ہوا اس نے دریافت کیا اے حکیم تجھے کس نے قتل کیا ہے۔

حکیم: میرے اس تکیہ نے۔

اس روز بنو عبدالقیس کے ستر آدمی مارے گئے۔ ہذلی کا بیان ہے کہ جب حکیم کا پاؤں کٹا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اَقُوْلُ لَمَّا جَدَّ بِیْ زَمَاعِیْ لِلرِّجْلِ یَا رِجْلِیْ لَنْ تَرَاعِیْ

اِنَّ مَعِیْ مِنْ نَجْدَةٍ ذِرَاعِیْ

ترجمہ: ''جب میری رگ کٹ گئی تو میں نے اپنے پاؤں سے کہا: اے میرے پاؤں تو ہرگز نہ ڈر۔ ابھی میرے پاس ایک مضبوط بازو موجود ہے''۔

عامر و مسلمہ کا بیان ہے کہ اس روز حکیم کے ساتھ اس کا بیٹا اشرف اور اس کا بھائی رعل بن جبلہ بھی مارا گیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جواب:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن، مثنیٰ بن عبداللہ کے حوالے سے عوف الاعرابی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک شخص زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا یہ دونوں بصرہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کیا میں آپ دونوں کو آپ کے اس سفر پر قسم دیتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے اس بارے میں کوئی عہد کیا تھا طلحہ رضی اللہ عنہ جواب دیئے بغیر وہاں سے کھڑے ہو گئے اس نے زبیر رضی اللہ عنہ کو قسم

دے کر سوال کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضورؐ نے تو ہم سے کوئی عہد نہ کیا تھا لیکن جب ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے پاس بہت درہم جمع ہیں تو ہم یہ سن کر تمہارے پاس چلے آئے تا کہ ہم بھی تمہارے شریک بن جائیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اعلان:

عمرو نے ابوالحسن، سلیمان بن ارقم اور قتادہ کے حوالے سے ابوعمرہ مولی الزبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب اہل بصرہ نے زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی تو زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا۔ کیا ایک ہزار سوار ایسے ہیں جو میرے ساتھ چلیں تا کہ میں رات تک یا صبح تک علی رضی اللہ عنہ کے سر پر پہنچ جاؤں اور اسے قتل کر دوں تا کہ یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس کا خاتمہ ہو جائے لیکن کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واقعتاً یہ وہی فتنہ ہے جس کا ہم آپس میں ذکر کیا کرتے تھے۔

خادمہ: آپ اسے فتنہ بھی کہہ رہے ہیں اور خود جنگ بھی کر رہے ہیں؟

زبیر رضی اللہ عنہ: اسے ہم خود دیکھ رہے ہیں کیونکہ میرے پاؤں کے نیچے اس کام کے علاوہ کوئی اور کام نہیں جسے میں اچھی طرح نہ سمجھتا ہوں لیکن اس کام کے بارے میں یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے آگے بڑھنا چاہیے یا پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔

علقمہ کی طلحہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

احمد بن منصور نے یحییٰ بن معین، ہشام بن یوسف قاضی صنعاء، عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر اور موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ کے واسطہ سے علقمۃ بن وقاص اللیثی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوچ کیا تو میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو خلوت میں دیکھا کہ اپنی غلطی کے باعث اپنی داڑھی پر ہاتھ مار رہے تھے میں نے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو خلوت بہت محبوب ہو چکی ہے اور آپ اپنی غلطی کے باعث اپنی داڑھی پر اکثر ہاتھ مارتے ہیں۔ اگر آپ اس جنگ وغیرہ کو برا سمجھ رہے ہیں تو اسے چھوڑ کر خاموش بیٹھ جائیے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ: ایک وہ زمانہ تھا جب ہم سب ایک دست واحد کی طرح تھے اور درست کرنے والا ہمیں درست کر دیتا تھا اس وقت اگر ہم یہ چاہتے تھے کہ لوہے کے دو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں تو ہم اس پر قدرت رکھتے تھے۔ اب میری ذات سے عثمان رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچی ہے تو اس کی توبہ یہی ہے کہ ان کے خون کے مطالبہ میں لوگ میرا خون بہا دیں۔

علقمہ: تو آپ اپنے صاحبزادے محمد کو کیوں نہیں واپس کر دیتے کیونکہ آپ صاحب عیال ہیں اگر خدانخواستہ آپ شہید کر دیئے گئے تو وہ آپ کی جگہ سنبھال لیں گے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص بھی اس کام سے پیچھے رہے۔ لہٰذا تم منع کر دو۔

علقمہ کہتے ہیں: کہ

میں محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ گھر چلے جائیں کیونکہ اگر آپ کے والد کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو آپ ان کی اولاد اور گھر والوں کو سنبھال سکیں گے۔

محمد رضی اللہ عنہ: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ بعد میں لوگوں سے اپنے باپ کا حال دریافت کرتا پھروں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زید بن صوحان کے نام خط:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور ابومخنف کے ذریعہ مجالد بن سعید کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ پہنچیں تو انہوں نے زید بن صوحان کو ایک خط تحریر فرمایا:

''یہ خط عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ام المومنین محبوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کے مخلص بیٹے زید بن صوحان کے نام ہے۔ اے زید جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تم میرے پاس چلے آؤ اور اس کام میں میری مدد کرو اگر تم میری مدد نہ کرو گے تو لوگ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ذلیل ہو جائیں گے''۔

زید بن صوحان نے اس کا یہ جواب تحریر کیا:

''یہ خط زید بن صوحان کی جانب سے عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ام المومنین محبوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہے۔ آپ اس کام کو چھوڑ کر اپنے گھر لوٹ جائیے ورنہ میں آپ سے سب سے پہلے مقابلہ کروں گا''۔

زید بن صوحان فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ام المومنین رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے کہ اللہ نے انہیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا تھا اور ہمیں جنگ کرنے کا۔ لیکن انہوں نے اس حکم کو توڑ دیا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور جو حکم ان کے لیے تھا وہ ہمیں دینا شروع کر دیا اور جو حکم ہمارے لیے تھا اس پر ام المومنینؓ نے عمل کرنا شروع کیا۔ اور ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

باب ٦

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بصرہ کی جانب کوچ

سری نے شعیب' سیف عبیدۃ بن معتب کے حوالے سے یزید الضخم کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں زبیر وطلحہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے عراق کی جانب کوچ کر دیا ہے تو انہوں نے نہایت تیزی سے کوچ کیا ان کا مقصد یہ تھا کہ راہ ہی میں انہیں روک لیں اور مکہ واپس کر دیں۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ربذہ پہنچے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ اس جماعت نے اپنا راستہ بدل دیا ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند روز ربذہ میں قیام کیا لیکن جب انہیں یہ خبر ملی کہ یہ لوگ بصرہ کی جانب بڑھ رہے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا اہل کوفہ مجھے بہت محبوب ہیں کیونکہ وہاں عرب کے سردار اور بڑے لوگ رہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط بھی تحریر کیا کہ میں تمام شہروں کے مقابلہ میں تم لوگوں کو ترجیح دیتا۔ اور سب سے زیادہ تمہیں پسند کرتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے نام خط:

عمرو نے ابوالحسن' بشیر بن عاصم اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمٰن کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام یہ خط تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''میں تم لوگوں کو سب سے بہتر سمجھتا اور تمہارے درمیان رہنا پسند کرتا ہوں' کیونکہ مجھے تمہاری دوستی کا اچھی طرح علم ہے اور مجھے اس کا بھی علم ہے کہ تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے ہو۔ جو شخص میرے پاس آئے گا اور میری مدد کرے گا اس نے حق کو قبول کیا اور اس فریضہ کو ادا کیا جو اس کے ذمہ تھا''۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

عمرو نے ابوالحسن' حباب بن موسیٰ' طلحہ بن الاعلم' بشیر بن عاصم اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن عون کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے جنگ میں شرکت کے لیے مشورہ طلب کیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: اگر تم آخرت چاہتے ہو تو اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اگر دنیا کے طلب گار ہو تو بے شک اس جنگ میں شریک ہو جاؤ۔

جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن عون کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مشورہ معلوم ہوا تو ان دونوں نے انہیں برا بھلا کہا۔ اس پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت میری گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے اور تمہارے اس ساتھی کی گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے جس نے تمہیں یہاں روانہ کیا ہے' ہم اگر جنگ بھی کریں گے تو اس وقت جنگ کریں گے جب تمام قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر

دیئے جائیں گے اور ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے ۳۶ھ میں ماہ ربیع الآخر کے آخر میں کوچ فرمایا: جب انہوں نے کوچ کیا تو علی بن عدی کی بہن نے جو بنو عبد العزی بن عبد شمس سے تھی یہ اشعار کہے۔

لَا هُمَّ فَاعْقِرْ بِعَلِيٍّ جَمَلَهُ وَ لَا تُبَارِكْ فِي بَعِيرٍ حَمَلَهُ

اَلَا عَلِيُّ بْنُ عَدِيٍّ لَيْسَ لَهُ

ترجمہ: ''کوئی ایسا شخص نہیں جو علی رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالے اور خدا کرے اس اونٹ پر کبھی برکت نازل نہ ہو جس پر علی رضی اللہ عنہ سوار ہے۔ کیا علی بن عدی اس کام کو انجام نہیں دے سکتا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بنو طے سے خطاب:

عمرو نے ابوالحسن' ابومخنف اور نمیر بن دعلہ کے ذریعہ شعبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں قیام کیا تو بنو طے کی ایک جماعت ان کے پاس آئی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ طے کے وہ لوگ ہیں جو آپ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی خلافت قبول کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر دے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا بیٹھنے والوں کے مقابلہ میں بہت بڑا درجہ رکھا ہے۔

پھر یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے خیمے میں پہنچے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال فرمایا: تم کس شئے کی گواہی دیتے ہو۔

اہل طے: ہم ہر اس شئے کی گواہی دیتے ہیں جو آپ پسند کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم لوگ مطیع ہو کر آئے تم لوگوں نے مرتدین سے بھی جنگ کی تھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو چیز چلی گئی تھی تم نے اسے پورا کر دکھایا۔

سعید بن عبید الطائی: اے امیر المومنین! بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے مافی الضمیر کو زبان سے بہت اچھی طرح ادا کر دیتے ہیں اور خدا کی قسم میں بھی اپنے مافی الضمیر کو اپنی زبان سے اچھی طرح ادا کر سکتا ہوں میں اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر ہر وقت آپ کا خیر خواہ رہوں گا اور ہر مقام پر آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا اور آپ کا اپنے اوپر حق سمجھوں گا جو دنیا میں کسی اور کا نہ سمجھوں گا۔ یہ صرف آپ کی فضیلت اور قرابت رسولؐ کے باعث ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو نے اپنے دلی خیالات کو زبان سے بہت اچھی طرح ظاہر کیا۔ یہ سعید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ صفین میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی:

سری نے شعیب وسیف کے ذریعہ محمد اور طلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربذہ پہنچ کر قیام کیا۔ تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا اور انہیں تحریر فرمایا:

''میں تم لوگوں کو تمام شہر والوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اور جو حالات پیش آئے ہیں ان میں تمہاری امداد کا طالب

ہوں۔ تم لوگ اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ اور ہمارا ساتھ دو اور ہمارے ساتھ مل کر لوگوں سے جنگ کرو۔ کیونکہ ہم اصلاح کے طالب ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امت بھائی بھائی بن جائے۔ جس نے اس بات کو پسند کیا اور اسے اپنی جان پر ترجیح دی اس نے حق کو محبوب رکھا اور اس پر جان دی اور جس نے اس بات کو برا سمجھا اس نے حق سے دشمنی کی اور اسے ختم کیا''۔

یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ روانہ ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ربذہ میں ٹھہر کر جنگی تیاریاں فرماتے رہے اور مدینہ سے سواریاں اور ہتھیار منگوائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

جب یہ سامان پہنچ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

''اللہ عزوجل نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی: اس کے ذریعہ ہمارا درجہ بلند فرمایا اور ہم سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ حالانکہ ہم ذلیل تھے۔ ہماری تعداد بھی کم تھی اور ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ جب تک اللہ نے چاہا۔ لوگ اسی طریقہ کار پر عمل کرتے رہے کہ اسلام ان کا دین تھا۔ حق ان میں عام تھا اور کتاب اللہ کو اپنا امام سمجھتے تھے۔

حتی کہ ایک جماعت نے جسے شیطان نے ورغلا دیا تھا اس شخص کو قتل کر دیا اور اس طرح شیطان نے امت میں پھوٹ ڈال دی۔ خبردار جس طرح پہلی امتوں میں تفریق پیدا ہوئی اسی طرح اس امت میں تفریق پیدا ہو کر رہے گی۔ ہم اس پیدا ہونے والی برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا کہ یہ تفریق ضرور پیدا ہو کر رہے گی اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور سب سے بدترین فرقہ وہ ہو گا جو مجھے چھوڑ دے گا اور اس چیز پر عمل نہ کرے گا جس پر میں عمل کرتا ہوں۔ اب تم نے سب چیزوں کو دیکھ لیا اور پا لیا ہے۔ لہٰذا اپنے دین کو لازم پکڑو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار پر چلو اور آپ کی سنت کی اتباع کرو اور تمہیں جو مشکل درپیش آئے اس کا فیصلہ قرآن کے مطابق کرو۔ اگر قرآن اس کا حکم دیتا ہے تو اسے لازم سمجھو اور اگر قرآن اس کا انکار کرتا ہے تو اسے رد کر دو۔ تم لوگ اللہ عزوجل کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے حکم اور امام ہونے پر راضی ہو''۔

رفاعہ کے لڑکے کا فیصلہ:

سری نے شعیب اور سیف کے ذریعہ محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس تحریر کر کے روانہ کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربذہ سے بصرہ کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تو رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ کہاں جانا چاہتے ہیں اور ہمیں کس لیے لے جا رہے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم اصلاح کی غرض سے جا رہے ہیں بشرطیکہ یہ لوگ ہماری بات قبول کر لیں۔

ابن رفاعہ: اگر انہوں نے ہماری بات قبول نہ کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہم ان کا عذر قبول نہیں کریں گے اور ان کے سامنے حق پیش کریں گے اور اس پر صبر کریں گے۔

ابن رفاعہ: اگر انہوں نے تب بھی ہمیں نہ چھوڑا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہم اپنی مدافعت کریں گے۔

ابن رفاعہ: تو پھر کوئی حرج نہیں۔

حجاج رضی اللہ عنہ بن غزیہ کا فیصلہ:

حجاج بن غزیہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں آپ کو اپنے عمل سے بھی اسی طرح راضی کروں گا جس طرح میں نے اپنی گفتگو سے آپ کو راضی کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے ۔

دِرَاکَھَا دِ رَاکَھَا قَبْلَ الْفَوْتِ وَانْفِرْ بِنَا وَ اسْمِ بِنَا نَحْوَا لصَّوْتِ

لَا وَالَیٰ نَفْسِیَ اِنْ ھِبْتُ الْمَوْتِ

ترجمہ: ''مرنے سے قبل یہ چیز حاصل کر لے اور ہمارے ساتھ میدان میں نکل اور آواز پر کان لگائے رکھ۔ میری جان کچھ بھی کام نہ آئے گی اگر میں اسے موت کے لیے ہبہ نہ کردوں''۔

خدا کی قسم! ہم اللہ عزوجل کے دین کی اسی طرح مدد کریں گے جیسے اس نے ہمارا نام انصار رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بصرہ کی جانب روانگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ فرمایا۔ مقدمۃ الجیش پر ابولیلیٰ بن عمر الجراح کو معین کیا جھنڈا محمد بن الحنفیہ کو دیا گیا۔ میمنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد تھا۔ میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما یا عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو مامور کیا گیا۔ اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سات سو ساٹھ سواروں کے ساتھ کوچ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے آگے رجز پڑھنے والا یہ رجز پڑھ رہا تھا ۔

سِیْرُوْا اَبَابِیْلَ وَ حُثُّوْا لسَّیْرَا اِذْ عَزَمَ السَّیْرَ وَ قُوْلُوْا خَیْرًا

ترجمہ: ''ابابیل کو چلاؤ اور تیز چلو جب چلنے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو تیزی سے چلو۔

حَتّٰی یُلَاقُوْا وَ تُلَاقُوْ خَیْرًا نَغْزُوْ بِھَا طَلْحَۃَ وَالزُّبَیْرَا

ترجمہ: تا کہ وہ بھی اور تم بھی دونوں خیر حاصل کر لو۔ ہم طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے جا رہے ہیں''۔

یہ رجز پڑھنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ایک سرخ اونٹنی پر سوار تھے جس کے پیچھے ایک کمیت گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

مرہ کاہن کا واقعہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر فید مقام پر پہنچا تو وہاں بنوسعد بن ثعلبہ بن عامر کے ایک غلام سے ملاقات ہوئی جس کا نام مرہ تھا۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں:

مرہ: یہ ایک فنا ہو جانے والا ایسا دسترخوان ہیں جس پر بہت سے لوگوں کا خون بہتا ہوگا۔

یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن لی اور اسے بلا کر اس کا نام دریافت کیا۔

مرہ: میرا نام مرہ ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تیری زندگی تلخ کرے۔ کیا تو پوری قوم کا کاہن ہے؟
مرہ: میں کاہن نہیں بلکہ فال دیکھنے والا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب فید میں قیام کیا تو ان کے پاس بنو اسد اور بنی طے کے آدمی آئے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم اپنی جگہ پر مہاجرین میں جمے رہو۔ تمہاری طرف سے یہی کافی ہے۔

عامر کوفی کی آمد:

ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ فید ہی میں مقیم تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ نے اس سے اس کا نام دریافت کیا:

عامر: میرا نام عامر بن مطر ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا بنولیث خاندان سے ہو؟
عامر: نہیں بلکہ بنو شیبان سے ہوں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ: کوفہ کے حالات بیان کرو۔ اس نے کوفہ کے تمام حالات بیان کیے۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے کیا خیالات ہیں؟
عامر: اگر آپ صلح کے خواہاں ہیں تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس میدان کے مرد ہیں۔ اور اگر آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کے حامی نہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میرا ارادہ صرف اصلاح کا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے پاس پھر واپس لوٹ آئیں۔
عامر: میں نے تو جو حالات تھے وہ بیان کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد عامر خاموش ہو گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی واپسی:

عمرو نے ابوالحسن' ابومحمد اور عبداللہ بن عمیر کے حوالے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ربذہ میں قیام پذیر تھے تو ان کے پاس عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ پہنچے ان کے سر' داڑھی اور پلکوں کے بال اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! آپ نے مجھے داڑھی والا بھیجا تھا لیکن اب میں آپ کے پاس بغیر داڑھی کے واپس آیا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو نے اجر و ثواب حاصل کیا۔ بات یہ ہے کہ مجھ سے قبل دو شخص لوگوں کے والی ہوئے (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) ان دونوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا۔ پھر تیسرا شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) لوگوں کا والی بنا۔ لوگوں نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا اور جو ان کے ساتھ سلوک کیا وہ سامنے ہے پھر لوگوں نے میری بیعت کی اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی بیعت کی۔ لیکن ان دونوں نے بعد میں بیعت توڑ دی اور لوگوں کو مجھ پر چڑھا لائے۔

مجھے تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ دونوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کیسے مطیع و فرماں بردار تھے لیکن میرے اتنے مخالف ہیں۔ خدا کی

قسم! یہ دونوں یہ بات خوب جانتے ہیں کہ میں گزشتہ لوگوں سے کم نہیں ہوں۔ اے اللہ انہوں نے میرے لیے جو مشکل پیدا فرمائی ہے اسے حل فرما اور انہوں نے اپنی ذات کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس میں انہیں ذلیل نہ کر۔ اور ان کے عمل کی برائی انہیں دکھا دیجیے۔

حکیم کے قتل کی خبر:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثعلبیہ میں قیام کیا تو ان کے پاس ایک شخص آیا جو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ان کے دربانوں کا حال دیکھ کر آیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے تمام حالات بیان کیے اور دعا فرمائی۔ اے اللہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو جو مسلمانوں کے قتل میں مبتلا ہو چکے ہیں مجھے ان کے قتل سے عافیت میں رکھ اور ہمیں ان سب سے بچائے رکھ۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اساد پہنچے تو انہیں حکیم بن جبلہ اور دیگر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور فرمایا۔ اب کیا وجہ ہے جو مجھے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے نجات نہیں ملتی۔ جب کہ ان دونوں نے اپنا قصاص لے لیا ہے۔ یا خدا ان دونوں کو مجھ سے نجات دے دے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ﴾

''زمین میں جو بھی مصیبت آتی ہے یا تمہاری جانوں پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے اسے ہم پہلے ہی لوح محفوظ میں تحریر کر چکے ہیں''۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

دَعَا حَكِيْمٌ دَعْوَةَ الزِّمَاعِ حَلَّ بِهَا مَنْزِلَةَ النِّزَاعِ

ترجمہ: ''جب حکیم نے جنگ کی دعوت دی تو اس جنگ سے جھگڑے کی وجہ ہی ختم ہو گئی''۔

قبیلہ ربیعہ اور بنو عبدالقیس کی آمد:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ذی قار پہنچے تو وہاں ان سے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ آ کر ملے۔ ان کے چہرے پر کوئی بال باقی نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جب یہ ہمارے پاس سے گئے تھے تو بوڑھے تھے اور جب لوٹ کر آئے تو جوان ہو کر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ذی قار میں ٹھہرے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے یہیں انہیں یہ خبر ملی کہ ربیعہ اور بنو عبدالقیس طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے ٹوٹ گئے ہیں اور راہ میں ٹھہرے ہوئے لشکر علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قبیلہ ربیعہ میں عبدالقیس سب سے بہتر ہیں ویسے تو تمام ربیعہ ہی میں بھلائی ہے اور پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

يَا لَهْفَ نَفْسِيْ عَلٰى رَبِيْعَهْ رَبِيْعَةُ السَّامِعَةُ الْمُطِيْعَهْ

ترجمہ: ''کاش میری جان اس ربیعہ قبیلہ پر فدا ہو جائے جو بات سنتا اور اطاعت کرتا ہے۔

قَدْ سَبَقَتْنِي فِيهِمُ الْوَقِيعَهْ دَعَا عَلِي دَعْوَةً سَمِيعَهْ
حَلُّوا بِهَا الْمَنْزِلَةَ الرَّفِيعَهْ

ترجمہ: ان لوگوں میں مجھ سے قبل ہی واقعہ گزر چکا ہے اور علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسی چیز کی دعوت دی ہے جو قابل قبول ہے۔ انہوں نے اس دعوت کے ذریعہ بہت بڑا درجہ حاصل کر لیا ہے''۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روبرو بکر بن وائل پیش کیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے بھی وہی الفاظ کہے جو بنو طے اور اسد کے لیے فرمائے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا قاصدین کو جواب:

جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط دیا۔ اور لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے امداد طلب کی۔ لیکن ان دونوں کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب شام ہوئی تو سمجھدار لوگ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ اس جنگ میں شرکت کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کل گذشتہ جو رائے تھی وہ آج نہیں ہے۔ وہ شخص (علی رضی اللہ عنہ) جسے تم اس کے معاملات میں کمزور سمجھ رہے ہو اسی نے تمہیں ان حالات میں مبتلا کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اور ابھی تو بہت کچھ حالات اور پیش آنے والے ہیں۔ راستے صرف دو ہیں ایک آخرت کا راستہ اور ایک دنیا کا راستہ تم جس راستہ کو چاہو اختیار کرو۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ میں شرکت کے لیے تیار نہیں ہوا۔ یہ بات محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بہت بری معلوم ہوئی' ان دونوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بہت برا بھلا کہا۔

ان کی باتیں سن کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت میری گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے اور تمہارے اس امیر کی گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے اگر جنگ میں ہماری شرکت ضروری بھی ہوئی تو ہم اس وقت تک ہرگز جنگ نہ کریں گے جب تک علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے فارغ نہ ہو جائیں گے۔ خواہ یہ قاتلین دنیا کے کسی کونے پر کیوں نہ ہوں۔

یہ سن کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کوفہ سے واپس ہوئے اور ذی قار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اشتر کے ساتھ کوفہ کی طرف چل چکے تھے اور جلد کوفہ پہنچنا چاہتے تھے یہ حالات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر سے فرمایا۔ اے اشتر تم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو جواب دینے کے صحیح معنی میں اہل ہو۔ اور تم ہی ان پر اعتراضات کر سکتے ہو اس لیے تم اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کوفہ جاؤ اور ان خراب حالات کی اصلاح کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اشتر کوفہ پہنچے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے کوفہ کے آدمیوں کی مدد طلب کی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کوفیین سے فرمایا۔ میں اس روز بھی تمہارا امیر تھا جب لوگ بھوک میں مبتلا تھے اور آج بھی

تمہارا امیر ہوں۔ اس کے بعد ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا:

''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو مختلف مقامات میں آپ کے ساتھ رہے اللہ عزوجل کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جو لوگ آپ کی صحبت میں نہیں رہے۔ تمہارا ہم پر ایک حق ہے جسے میں ادا کرنا چاہتا ہوں' وہ یہ کہ اللہ عزوجل کی قدرت کو معمولی نہ سمجھو اور نہ اللہ عزوجل کے احکامات کا مقابلہ کرو۔

دوسری رائے یہ ہے کہ تمہارے پاس مدینہ سے جو بھی شخص آئے اسے تم مدینہ واپس کر دو تاوقتیکہ تمام اہل مدینہ ایک امر پر متفق نہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ اس بات کو جانتے ہیں کہ تم میں سے کون شخص امامت وخلافت کے لائق ہے۔ اس جنگ میں شامل ہو کر خود کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو کیونکہ یہ ایک خاموش فتنہ ہے۔ جس میں سونے والا جاگنے والے سے بہتر ہے۔ اور کھڑا ہونے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہے۔ تم لوگ عرب کے کیڑوں کی طرح بن جاؤ۔ تلواروں کو میان میں کرلو۔ نیزوں کو توڑ دو۔ اور کمانیں توڑ کر پھینک دو۔ مظلوم اور پریشان کی مدد کرو اور اس وقت تک خاموش بیٹھے رہو۔ جب تک اس خلافت کے معاملے پر اتفاق نہ ہو جائے اور یہ فتنہ دور نہ ہو جائے''۔

امام مسروق کی حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ رحمہما اللہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اشتر ناکام ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انہیں کوفہ روانہ کیا ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم کوفہ جا کر وہاں کے خراب حالات کو درست کرو' یہ دونوں کوفہ پہنچے اور مسجد میں گئے۔ سب سے پہلے ان کے پاس امام مسروق بن الاجدع آئے اور انہوں ان دونوں کو سلام کیا۔ پھر عمار رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہو کر سوال کیا۔

اے ابوالیقظان رضی اللہ عنہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس وجہ سے قتل کیا ہے؟

عمار رضی اللہ عنہ: اپنی اغراض ختم ہونے اور اپنی خوشیاں مٹ جانے کی وجہ سے۔

مسروق: خدا کی قسم جس قسم کی تم نے برائی کی ہے اسی قسم کا برابدلہ تمہیں بھی ملے گا۔ کاش تم صبر کرتے کیونکہ صابرین کے لیے بہترین اجر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو وہ مسجد تشریف لائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سینے سے چمٹا لیا اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا:

اے ابوالیقظان رضی اللہ عنہ کیا اور لوگوں کی طرح تو نے بھی امیر المومنین کی دشمنی اختیار کرلی تھی۔ اور اس طرح تو نے اپنے آپ کو فاجروں میں شامل کرلیا۔

عمار رضی اللہ عنہ: میں ایسا کیوں نہ کرتا اور مجھے یہ بات کیوں بری معلوم ہوتی۔

ابھی عمار رضی اللہ عنہ بات بھی پوری نہ کر پائے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے درمیان میں بات کاٹ دی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے

مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! آپ نے لوگوں کو ہماری مدد سے کیوں روک دیا ہے' خدا کی قسم! ہمارا ارادہ لوگوں کی اصلاح کرنا ہے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کے بارے میں کسی برائی کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: میرے ماں' باپ آپ پر قربان۔ آپ نے یہ بات سچ فرمائی۔ لیکن جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا۔ جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا سوار سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ہمارے اموال اور خون ایک دوسرے پر حرام کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ''۔

نیز ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾

''اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحیم ہے''۔

اور ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴾

''اور جو شخص کسی مومن کو جان کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اور لعنت اس پر نازل ہوتی رہے گی اور اس کے لیے اللہ نے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اس بات پر عمار رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے۔ انہوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور لوگوں کو مخاطب کر کے بولے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم اس کے لیے خاص طور پر دیا ہوگا تو جس چیز سے بیٹھ جانا چاہتا ہے تو اس میں تجھ سے کھڑا ہونے والا بہتر ہے''۔

یہ سن کر بنو تمیم کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: اے غلام تو کل تک فتنہ مچانے والوں کے ساتھ شامل تھا اور آج ہمارے امیر کے منہ لگ رہا ہے۔

اس پر زید بن صوحان اور ان کی جماعت نے شور مچایا اور لوگ بھی چلانے لگے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خاموش کیا اور پھر آگے بڑھ کر منبر پر جا کر بیٹھے۔ لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔

زید بن صوحان کی تقریر:

زید بن صوحان گدھے پر سوار ہو کر مسجد کے دروازے تک پہنچے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو خط تھے۔ ایک خاص ان کے نام تھا اور ایک تمام اہل کوفہ کے نام۔ یہ عام خط انہوں نے لوگوں سے منگوا کر اس مخصوص خط کے ساتھ شامل کر دیا تھا وہ

دونوں خط لے کر آئے۔ عام خط میں تحریر تھا۔ اے لوگو! اپنی جگہ قائم رہو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی سے جنگ نہ کرو۔

یہ خط سنانے کے بعد زید بن صوحان نے لوگوں سے کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ایک حکم دیا گیا تھا اور ہمیں بھی ایک حکم دیا گیا تھا۔ ان کے لیے تو حکم دیا تھا کہ وہ گھر میں بیٹھیں اور ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ ہم اس وقت تک جنگ کریں جب تک کوئی فتنہ باقی رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اب ہمیں اس بات کا حکم دے رہی ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور خود اس پر عمل کر رہی ہیں جو ہمارے لیے تھا۔

زید نے ابھی تقریر پوری نہ کی تھی کہ شبث بن ربعی نے انہیں کھڑے ہو کر ٹوک دیا۔ اے عمانی (کیونکہ زید بنو عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے اور عمان کے باشندہ تھے۔ یہ بحرین کے رہنے والے نہ تھے)۔

''تو وہی شخص ہے جس نے جنگ جلولاء میں چوری کی تھی اور اس کی سزا میں خدا نے تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا تھا اور اب تو ام المومنین کی مخالفت کر رہا ہے۔ اللہ تجھے تباہ کرے۔ ام المومنینؓ نے تو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مصالحت سے رہیں۔ اور میں بھی پروردگار کعبہ کی قسم یہی کہتا ہوں''۔

ان تقاریر سے لوگوں میں ایک شور مچ گیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی دوسری تقریر:

اب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دوبارہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا:

''اے لوگو! تم میری اطاعت کرو اور تم ایک کپڑے کی طرح خاکسار بن جاؤ کہ ظالم تمہارے پاس آ کر پناہ لے سکے اور خوف زدہ تمہارے پاس آ کر مامون ہو جائے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ہم یہ لوگ اس فتنہ سے واقف ہیں جس کی حضورؐ نے خبر دی ہے۔ وہ فتنہ جب سامنے آئے گا تو لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر دے گا اور جب ختم ہو گا تب اس کی حقیقت ظاہر ہو گی۔ یہ فتنہ لوگوں کو اسی طرح کھا جائے گا جیسا کہ پھیلنے والی بیماری شمال وجنوب آگے اور پیچھے ہر طرف پھیلتی ہے اس میں کبھی کبھی سکون بھی ہو جاتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کون شخص اس میں مبتلا ہو گا اور کسے یہ باقی چھوڑے گی تم لوگ اپنی تلواریں توڑ دو۔ نیزوں کو بیکار کر دو۔ تیروں کو توڑ دو اور کمانیں جلا ڈالو اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ اگر قریش جنگ ہی کے طالب ہیں اور مدینہ کو چھوڑنا چاہتے ہیں تو تم ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ تلخی کے وقت اہل علم کو چھوڑ دینے سے فتنہ کی پھٹن اور بڑھ جاتی ہے اور اس کی شاخیں پھوٹ آتی ہیں۔ اگر تم میری بات مانو گے تو اپنی جانوں کو آرام دو گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو یہ فتنہ تمہیں گھیر لے گا اور کھال اتار کر پھینک دے گا تم لوگ میری نصیحت کو قبول کرو۔ میری بات نہ ٹھکراؤ اور میری اطاعت کرو تا کہ تمہارا دین اور دنیا دونوں محفوظ رہیں اور اس فتنہ کی بدبختی میں وہی شخص مبتلا ہو جس نے اس فتنہ کو جنم دیا ہے''۔

زید بن صوحان کی جوابی تقریر:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تقریر کے بعد زید بن صوحان کھڑا ہوا۔ اس کا کٹا ہوا ہاتھ لٹک رہا تھا۔ اس نے کہا:

''اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! اگر تو فرات کو اس کے راستے سے لوٹانا چاہتا ہے تو لوٹا دے۔ اور اگر تو اس پر قدرت رکھتا ہے تو ایسا کر دکھا لیکن مجھے اس پر مجبور نہ کر۔ اس کے بعد زید نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ الٓمٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾

''کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ انہیں صرف یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے آزمائے بغیر چھوڑ دیا جائے گا اور ہم نے پہلی قوموں کو بھی آزمایا تھا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے''۔

اے لوگو! تم امیر المومنین اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لیے چلو اور سب کے سب فوراً کوچ کرو تا کہ تم حق کو حاصل کر سکو''۔

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

''میں تمہارا ناصح ہوں اور تمہارے لیے یہ بات بطور شفقت کہہ رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ہدایت پا جاؤ۔ میں تم سے جو بات کہوں گا وہ حق ہوگی۔ امیر نے جو بات کہی ہے وہ بھی حق ہے۔ بشرطیکہ اس کا کوئی ذریعہ موجود ہو اور زید نے جو کچھ کہا ہے اس میں اتنی بات کا اور اضافہ کر لو کہ تم اس کام میں کسی سے نصیحت طلب نہ کرو۔ کیونکہ کوئی شخص فتنہ میں مبتلا ہونے اور اس کی طرف چلنے کے بعد اس سے بچ نہیں سکتا۔

لیکن بات یہ ہے کہ امارت و خلافت کے بغیر نہ تو لوگوں کا انتظام ہو سکتا ہے نہ ظالم سے انتقام لیا جا سکتا ہے اور نہ مظلوم کی بات سنی جا سکتی ہے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں' جنہیں خلیفہ منتخب کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو دعوت دینے میں انصاف سے کام لیا ہے وہ لوگوں کو اصلاح کی دعوت دیتے ہیں اس لیے تم فوراً کوچ کرو اور اس کام میں ان کے تابعدار بن جاؤ''۔

سیحان کی تقریر:

اس کے بعد سیحان کھڑے ہوئے۔ انھوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے لوگو! اس کام کے لیے اور لوگوں کے لیے ایک نہ ایک والی ہونا ضروری ہے تا کہ ظالم کی مدافعت اور مظلوم کی مدد کی جائے اور لوگوں کو متحد کیا جا سکے اسی بات کی جانب یہ امیر تمہیں دعوت دے رہا ہے تا کہ اس امیر اور زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلافات ہیں ان پر غور کیا جا سکے۔ علی رضی اللہ عنہ تمام امت کے نزدیک امین اور دین کے فقیہ ہیں جو شخص بھی ان کا ساتھ دینے کے لیے جائے گا ہم اس کے ساتھ جائیں گے''۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تقریر:

جب سیحان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنی تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔

انہوں نے فرمایا:

''اے لوگو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے پر لے جانا چاہتے ہیں۔ میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں' اور آخرت میں بھی آپ کی زوجہ ہوں گی۔ لیکن تم حق کو دیکھو اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ کرو''۔

ایک شخص نے دوران تقریر کھڑے ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس کے لیے تم جنت کی شہادت دے رہے ہو اس کے مقابلے میں اس شخص کی مدد کر رہے ہو جس کے لیے تم جنت کی گواہی نہیں دیتے۔

یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمار رضی اللہ عنہ تم اپنی تقریر سے ہمیں معاف رکھو۔ کیونکہ اصلاح کے لیے پہلے اہلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی انہوں نے فرمایا:

''اے لوگو! اپنے امیر کی دعوت کو قبول کرو اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے چلو۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ اس کے اہل ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔ خدا کی قسم! عقلمند لوگ انہی کے ساتھ شامل ہوں گے اور اسی میں دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔ تم لوگ ہماری دعوت کو قبول کرو اور جس آزمائش میں ہم اور تم مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو''۔

لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر کو غور سے سنا اور ان کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔ بنو طے کی ایک جماعت حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور ان سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے اور ہمارے لیے کیا حکم ہے۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ: ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ لوگ کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جب حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا ہم اس شخص کی بیعت کر چکے ہیں اور اب وہ ہمیں نیک کام کی دعوت دے رہا ہے۔ اور اس عظیم حادثہ میں ہماری مدد کا طلب گار ہے۔ اس لیے ہم ان کی مدد کے لیے جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا معاملات ہیں۔

ہند بن عمرو کی تقریر:

ہند بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا:

''اے لوگو! امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ہمیں دعوت دی اور اپنے متعدد پیامبر ہمارے پاس بھیجے۔ حتیٰ کہ اب ان کے صاحبزادے آئے ہیں ان کی بات سنو اور ان کے حکم کو تسلیم کر کے اپنے امیر کی امداد کے لیے چلو۔ اس معاملہ میں انہی کے ساتھ شامل ہو کر غور کرو۔ اور اپنی رائے سے ان کی مدد کرو''۔

حجر بن عدی کی تقریر:

اس کے بعد حجر بن عدی نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے لوگو! امیر المومنین کے حکم کو قبول کرو۔ اور سواری اور بغیر سواری ان کی مدد کے لیے چلو۔ میں تم سب سے قبل چلنے کے لیے تیار ہوں''۔

مقطع بن ہشیم اور اشتر کا واقعہ:

حجر بن عدی کے بعد اشتر نے کھڑے ہو کر زمانہ جاہلیت اور شدت کا ذکر کیا۔ پھر اسلام کی نرمی کو بیان کیا اور آخر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ ابھی یہ تقریر ہی کر رہا تھا کہ مقطع بن ہشیم بن فجیع العامری البکائی نے کھڑے ہو کر اشتر کو ٹوکا اور غصہ سے کہا۔ اللہ تیری صورت بگاڑے اے بھنوں والے اور بھونکنے والے کتے خاموش ہو جا اس بات پر لوگ کھڑے ہو گئے اور اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے کھڑے ہو کر کہا:

''خدا کی قسم! آئندہ ہم کبھی اپنے کسی امام کا ذکر بھی نہ کر سکیں گے اور ہم پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے تو ہماری موجودگی ہی میں لوگوں کی زبانیں کاٹ دی جائیں گی۔ اس لیے علی رضی اللہ عنہ جو بات تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں اسے قبول کرو''۔

لشکروں کی روانگی:

مقطع کی تقریر پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اس بوڑھے نے سچی بات کہی ہے۔ میں کل کوچ کرنے والا ہوں۔ جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہے وہ سواری پر میرے ساتھ چلے اور جو دریا کی راہ جانا چاہے وہ دریا کی راہ چلا جائے۔ اس پر کچھ لوگوں نے خشکی سے چلنے کا فیصلہ کیا اور کچھ نے دریائی راہ سے۔ چھ ہزار دو سو افراد خشکی کی راہ چلنے کے لیے تیار ہوئے اور دو ہزار آٹھ سو افراد دریائی راہ سے گئے۔

عبد خیر کا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مکالمہ:

نصر بن مزاحم العطار نے عمر بن سعید اور اسد بن عبداللہ کے ذریعے کچھ اہل علم کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ عبد خیر الخیوانی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا۔ اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کیا ان دونوں شخصوں یعنی طلحہ و زبیر اور علی رضی اللہ عنہم کی بیعت نہ کی تھی؟

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: ہاں کی تھی۔

عبد خیر: وہ کیا برائیاں پیش آئیں جن کے باعث بیعت توڑنا جائز ہوا؟

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: مجھے معلوم نہیں۔

عبد خیر: جب آپ نہیں جانتے تو میں آپ سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کروں گا۔ جب تک آپ کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ لیکن یہ فرمائیے کہ جب آپ اسے فتنہ قرار دیتے ہیں تو آپ یہ تو جانتے ہوں گے کہ اس فتنہ سے کون شخص محفوظ رہے گا۔ اس وقت لوگ چار جماعتوں میں منقسم ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ میں' معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں اور چوتھی جماعت حجاز میں ہے کہ جو اس جنگ میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہی ہے اور نہ کوئی دشمن اس سے جنگ کر رہا ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: یہی لوگ سب سے بہتر ہیں۔ بقیہ سب فتنہ میں مبتلا ہیں۔

عبد خیر: آپ پر کینہ پرستی چھائی ہوئی ہے۔

اشتر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست:

اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ نے ان دونوں آدمیوں سے قبل ایک اور شخص کو کوفہ روانہ کیا تھا اور یہ دونوں آدمی جو آپ نے بھیجے ہیں واقعتاً اس لائق ہیں کہ آپ کی مرضی کے مطابق لوگوں کو آمادہ کر سکیں۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کیا حالات پیش آئیں گے۔ لیکن اگر امیر المومنین مجھے ان کے پیچھے روانہ کریں تو یہ بہتر ہے کیونکہ اہل مصر میرے بہت مطیع ہیں۔ اگر میں وہاں چلا جاؤں گا تو مجھے توقع ہے کہ اہل مصر میں سے کوئی شخص میری مخالفت نہ کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اچھا تم بھی چلے جاؤ۔

اشتر وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ پہنچا۔ لوگ جامع مسجد میں جمع تھے۔ اشتر کا جس قبیلے یا مسجد پر سے گزر ہوتا اور وہاں اسے کچھ لوگ نظر آتے تو وہ انہیں دعوت دیتا اور کہتا میرے پیچھے قصر چلے آؤ اس طرح وہ لوگوں کی ایک جماعت لے کر قصر پہنچ گیا۔ قصر پہلے بھرا ہوا تھا۔ اشتر یہ جماعت لیے ہوئے اندر داخل ہوا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

مسجد میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے تقریر کر رہے تھے' اور انہیں جنگ میں شمولیت سے منع کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''اے لوگو! یہ اندھا اور بہرا فتنہ ہے جو سب کو روند ڈالے گا۔ اس فتنہ میں سونے والا بیٹھنے والے سے' بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے' کھڑے ہونے والا چلنے والے سے' چلنے والا دوڑنے والے سے اور دوڑنے والا سوار سے بہتر ہے۔ یہ پیٹ کے کیڑے کی طرح کھا جانے والا فتنہ ہے جو تمہارے پاس تمہاری امن گاہ سے آیا ہے۔ یہ فتنہ بردبار انسان کو بھی ایسا بنا دے گا جیسا کہ کوئی کل کا بچہ ہو۔ اے لوگو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اس فتنہ سے خوب واقف ہیں یہ جب آئے گا تو لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر دے گا اور جب ختم ہوگا تو اس کی حقیقت روشن ہوگی''۔

عمار رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ہمارے اس کام سے تم علیحدہ ہو جاؤ اور ہمارے منبر سے اتر جاؤ تمہاری ماں مرے۔

عمار رضی اللہ عنہ: کیا تم نے یہ حدیث واقعتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: یہ میرا ہاتھ موجود ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حق کہہ رہا ہوں۔

عمار رضی اللہ عنہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمہارے لیے مخصوص طور پر فرمایا ہوگا۔

تجھ جیسے بیٹھنے والے سے اس میں کھڑا ہونے والا بہتر ہے۔ اللہ اس شخص کو ضرور غالب فرمائے گا جو اس فتنہ پر غالب آئے اور اس کا مقابلہ کرے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشتر کی گستاخیاں:

نصر بن مزاحم نے عمر بن سعید اور نعیم کے ذریعے ابو مریم الثقفی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ خدا کی قسم! میں اس روز مسجد میں تھا۔

عمار رضی اللہ عنہ ابوموسی رضی اللہ عنہ سے تکرار کر رہے تھے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بات دہرا رہے تھے کہ اتنے میں ابوموسی رضی اللہ عنہ کے کچھ غلام چلاتے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے ہوئے آئے۔ کہ اشتر قصر میں داخل ہوگیا ہے اس نے ہمیں مار کر قصر سے نکال دیا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر کر قصر گئے تو اشتر نے چلا کر کہا۔ تیری ماں مرے ہمارے قصر سے نکل جا۔ اللہ تیری جان نکالے۔ خدا کی قسم! تو تو پرانا منافق ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: مجھے یہاں سے جانے کے لیے شام تک مہلت دو۔

اشتر: ہاں شام تک مہلت ہے لیکن رات گزارنے کی اجازت نہیں۔

یہ حالات دیکھ کر لوگ قصر میں گھس پڑے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ اشتر نے ان لوگوں کو روکا اور انہیں قصر سے باہر نکال کر کہا۔ میں نے اسے باہر نکال دیا ہے۔ اس بات پر لوگ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر دست درازی سے رک گئے۔

باب ۷

صلح کی گفت وشنید

سری نے شعیب وسیف اور عمرو کے حوالے سے امام شعبی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب اہل کوفہ ذی قار پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ چند اشخاص کے ساتھ جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے ان سے ملنے کے لیے آئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے اہل کوفہ تمہیں عجم اور وہاں کے بادشاہوں کی شان وشوکت عطا کی گئی ہے۔ تم نے عجم کی قوتوں کو پاش پاش کیا ہے حتی کہ تم ان کے وارث بنے۔ تم نے لوگوں کو اپنی حفاظت سے بے بہرہ بنا دیا اور دوسرے لوگوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے تاکہ تم ہمارے ساتھ ہمارے بصرہ والے بھائیوں کے پاس چلو۔ اگر وہ اپنی بات سے رجوع کریں تو ہمارا مقصد بھی یہی ہے اور اگر وہ ہماری بات سے انحراف کریں تو اولاً اس کا نرمی سے علاج کریں اور ان پر اصل حقیقت ظاہر کر دیں ہم اس وقت تک کوئی دست درازی نہ کریں گے جب تک وہ ہم پر ظلم نہ کریں۔ اور اصلاح کے جتنے بھی طریقے ممکن ہوں گے ہم ان سب کو اختیار کریں گے اور ان شاء اللہ فساد سے احتراز کریں گے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں طاقت وقوت نہیں''۔

الغرض ذی قار میں سات ہزار دوسو آدمی جمع ہو گئے اور بنو عبدالقیس جو بصرہ اور ذی قار کے درمیان پڑے ہوئے تھے وہ ان کے علاوہ تھے۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے وہ بھی کئی ہزار تھے۔ نیز دریا کی راہ سے دو ہزار چار سو آدمی آ رہے تھے۔

اہل کوفہ کے رؤسا:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذی قار میں قیام فرمایا تو اولاً محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر کو کوفہ روانہ کیا ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اشتر کو۔ پھر حضرت حسن اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو۔ حسن وعمار رضی اللہ عنہما کے وہاں جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ جو شخص جنگ میں شامل ہونا چاہتے تھے وہ جنگ میں شمولیت کے لیے روانہ ہو گئے اور جو سردار خود حاضر نہ ہو سکے تو ان کے متبعین مدد کے لیے آئے یہ تمام لشکر پانچ ہزار پر مشتمل تھا جن میں سے نصف خشکی کے راستے سے آئے اور نصف دریا کے راستے سے' اور جو لوگ جنگ کے لیے نہیں آئے یا اس کے لیے کوشش نہیں کی ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوچ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ انہیں صرف اس جماعت کی شمولیت کا انتظار تھا اس جماعت کے سردار قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ' سعید بن مالک' ہند بن عمرو اور ہشیم بن شہاب تھے اور کوچ کرنے والے لشکر کے سردار زید بن صوحان' اشتر مالک بن الحارث' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' مسیب بن نخبہ اور یزید بن قیس تھے ان کے ساتھ ان کے پیروکار تھے۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ایسے لوگ تھے جو رتبہ میں ان سے کسی طرح کم نہ تھے۔ صرف فرق یہ تھا کہ وہ لوگ امیر نہ تھے۔ مثلاً حجر بن عدی اور ابن محدوج البکری

اوران دونوں کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ تھے کہ کوفہ میں ان کے برابر کوئی صائب الرائے نہ تھا ان میں سے اکثر و بیشتر مدد کے لیے آئے تھے۔

بصرہ کی جانب قاصد کی روانگی:

جب یہ تمام لشکر ذی قار پہنچ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انھیں اہل بصرہ کے پاس قاصد بنا کر روانہ کیا۔ یہ قعقاع رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ تم بصرہ جا کر طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے ملو اور انہیں باہمی محبت اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو اور جماعت میں تفریق بندی سے انھیں ڈراؤ۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا۔

اگر طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما تم سے کوئی ایسی بات کریں جس کے بارے میں میں نے تمہیں کوئی حکم نہ دیا ہو تو تم کیا طریقہ اختیار کرو گے؟

قعقاع رضی اللہ عنہ: اولاً تو میں ان سے وہ بات کہوں گا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے لیکن اگر بالفرض انھوں نے کوئی ایسا سوال پیدا کیا جس کا آپ نے مجھے حکم نہ دیا ہو تو پھر میں اپنی رائے سے جواب دوں گا۔ اور حتیٰ الامکان ان کی بات کا صحیح صحیح اور پورا پورا جواب دیا جائے گا اور جو مناسب ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: واقعتاً تم اس کام کے اہل ہو۔

قعقاع رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

قعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چل کر بصرہ پہنچے اور سب سے اوّل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے انہیں سلام کیا اور عرض کیا۔ اے میری ماں! آپ کے یہاں تشریف لانے اور اتنی تکالیف اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: میں لوگوں کی اصلاح کے لیے یہاں آئی ہوں۔

قعقاع رضی اللہ عنہ: تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی بلوا لیجیے تاکہ وہ میری بات سن سکیں اور میں ان کے خیالات معلوم کرسکوں۔

قعقاع رضی اللہ عنہ کی زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آدمی بھیج کر ان دونوں کو طلب فرمایا۔ جب یہ دونوں آ گئے تو قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر عرض کیا۔ میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے اس شہر میں تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا میں لوگوں کی اصلاح کے لیے آئی ہوں۔ کیا آپ دونوں حضرات کو اس سے اتفاق ہے یا اختلاف؟

زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: ہمیں اس سے اتفاق ہے۔

قعقاع رضی اللہ عنہ: تو پھر اصلاح کی کیا صورت ہے وہ صورت بیان فرمائیے۔ خدا کی قسم! اگر ہم اسے بہتر کام سمجھیں گے تو اسے ضرور قبول کریں گے اور اگر غلط سمجھیں گے تو اس سے احتراز کریں گے۔

زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین قتل نہ کیے جائیں گے اس وقت تک معاملات درست نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر

اس قصاص کو چھوڑ دیا گیا تو یہ قرآن کا ترک ہوگا اور قصاص لینے میں حکم قرآنی کا احیاء ہے۔

قعقاع رضی اللہ عنہ: تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے بصرہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ حالانکہ ان کے قتل سے قبل معاملات زیادہ بہتر طور پر درست ہو سکتے تھے۔ تم نے چھ سو قاتلین کو قتل کیا صرف ایک شخص قتل سے بچ سکا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کے قتل پر چھ ہزار آدمی غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگر تم ان لوگوں سے اور ان لوگوں سے جنہوں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے جنگ کرو گے تو یہ تمام قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں گے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس چیز سے تم لوگ ڈر رہے ہو اور جس کے باعث تم نے یہ اختلاف کیا ہے اس سے بھی زیادہ خطرناک حالات پیش آ جائیں گے۔ اسی قتل کے باعث نصر اور ربیعہ کے آدمیوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور وہ تم سے جنگ کرنے اور تمہیں رسوا کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ صرف ان مقتولین کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ دوسرے شہر والوں کے ساتھ بھی یہی کرتے رہے تو اتنی زبردست تباہی آئے گی کہ پھر آبادی کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

قعقاع رضی اللہ عنہ: اس کام کے لیے سکون و اطمینان کی ضرورت ہے۔ جب فضا سازگار ہو جائے گی اور اشتعال و ہیجان ختم ہو جائے گا۔ اور ایک دوسرے سے مطمئن ہو جائیں گے تو اس وقت اس معاملے پر غور کیا جائے گا اگر تم لوگ ہماری بیعت کر لو گے اور یہ ایک بہتری کی علامت اور رحمت کا سبب ہوگی اور اس طرح ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص بھی لے سکیں گے اور امت میں بھی عافیت اور سلامتی پیدا ہو جائے گی اور اگر تم جنگ کے علاوہ کسی اور بات کو قبول نہ کرو گے تو اس سے ایک بہت بڑا شر پیدا ہوگا۔ اور قصاص بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس امت پر آفتیں نازل فرما دے گا۔ تم لوگ عافیت کے طلب گار بنو اور پہلے کی طرح خیر کی کوشش کرو۔ ہمیں بلاؤں میں مبتلا نہ کرو۔ اور نہ علیؓ کے لیے پیچیدگیاں پیدا کرو۔ کیونکہ اس سے تم بھی تباہ ہو جاؤ گے اور ہم بھی تباہ ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم! میں تم کو صرف اسی شے کی دعوت دینے کے لیے آیا ہوں۔ مجھے تو حالات درست ہونے کی کوئی توقع نہیں اب تو اللہ عزوجل جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا انتقام لے لیں گے تب ہی حالات درست ہوں گے ورنہ روز بروز مصائب بڑھتے جائیں گے اور ان حالات پر کوئی شخص بھی قابو نہ پا سکے گا۔ یہ حالات کوئی عام حالات کی طرح نہیں ہیں۔ یہ حالات ایسے نہیں ہیں جیسے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو یا ایک جماعت یا ایک قبیلہ ایک آدمی کو قتل کر دے۔

زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: تم نے جو بات کہی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ اب تم جا سکتے ہو اگر تمہارے اور علی رضی اللہ عنہ کے یہی خیالات ہیں تو ہم اس مصالحت پر آمادہ ہیں۔

صلح کی امید:

قعقاع رضی اللہ عنہ بہت خوش خوش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں ان حالات سے مطلع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور تمام لوگ صلح کی گفتگو کرنے لگے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے جو صلح سے بہت خوش تھے اور بعض ایسے تھے جو صلح کو نہایت

ناپسند کرتے تھے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ذی قار میں آ کر ٹھہرے تو بصرہ کے لوگ ان کے لشکر میں آنے جانے لگے ابھی قعقاع رضی اللہ عنہ واپس بھی نہ آئے تھے کہ بنو تمیم اور بنو بکر کے وفد آئے تا کہ یہ معلوم کریں کہ کوفہ سے جوان کے بھائی آئے ہیں ان کی کیا رائے ہے۔ اور وہ کس ارادے سے یہاں آئے ہیں۔ تا کہ اہل کوفہ کو یہ بتا دیا جائے کہ ان کی غرض و غایت اصلاح کی ہے اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کے طالب گار نہیں۔

یہ کوفہ اور بصرہ کے قبائل ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے اور کوئی بھی صلح کے طلب گار بن گئے تو یہ سب لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اپنے خیالات ظاہر کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جریر بن شرس سے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ اس نے بتایا کہ ان دونوں کا معاملہ نہایت معمولی بھی ہے اور نہایت اہم بھی ہے پھر اس نے تمثیل کے طور پر یہ اشعار پڑھے۔

اَلَا اَبْلِغْ بَنِیْ بَکْرٍ رَسُوْلًا فَلَیْسَ اِلٰی بَنِیْ کَعْبٍ سَبِیْلُ

ترجمہ: ''بنو بکر کے پاس آپ کوئی قاصد کیوں روانہ نہیں فرماتے۔ کیونکہ بنی کعب تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

سَیَرْجِعُ ظُلْمُکُمْ مِنْکُمْ عَلَیْکُمْ طَوِیْلُ السَّاعِدَیْنِ لَہٗ فُضُوْلُ

ترجمہ: عنقریب تمہارا ظلم تم پر لوٹ جائے گا۔ وہ لمبے بازوؤں والا ہے اور اسے کاٹا آتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تمثیلاً یہ اشعار پڑھے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَبَا سِمْعَانَ اَنَّا نَرُدُّ الشَّیْخَ مِثْلَکَ ذَا الصُّدَاعِ

ترجمہ: ''اے ابو سمعان کیا تو نہیں جانتا کہ ہم تجھ جیسے بوڑھے کو پاگل بنا کر لوٹا دیتے ہیں۔

وَ یَذْھَلُ عَقْلُہٗ بِالْحَرْبِ حَتّٰی یَقُوْمَ فَیَسْتَجِیْبَ لِغَیْرِ دَاعِ

ترجمہ: اس کی جنگ کرتے کرتے عقل جاتی رہی ہے حتیٰ کہ کسی کے پکارے بغیر یہ مدد کو کود پڑتا ہے۔

فَدَافَعَ عَنْ خُزَاعَۃَ جَمْعُ بَکْرٍ وَ مَابِکَ یَا سُرَاقَۃُ مِنْ دِفَاعِ

ترجمہ: بکر کی جماعت نے خزاعہ کے حملہ کو روک دیا ورنہ اسے سراقہ تجھ سے دفاع کب ممکن تھا''۔

کلیب کا خواب:

مصعب بن سلام التیمی نے محمد بن سوقہ اور عاصم کے حوالے سے کلیب الجرمی کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات میں ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص ہے جسے لوگوں کی حکومت سپرد کر دی گئی ہے اور وہ شخص بستر پر بیمار پڑا ہے اس کے سرہانے ایک عورت کھڑی ہے لوگ اس امیر پر حملہ کر رہے ہیں اور اسے ڈرا رہے ہیں۔ اگر وہ عورت انہیں روک دیتی تو وہ رک جاتے لیکن اس عورت نے انہیں قطعاً منع نہیں کیا لوگوں نے آگے بڑھ کر اس امیر کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دیا۔

میں اپنا یہ خواب سفر و حضر میں لوگوں سے بیان کرتا۔ وہ یہ خواب سن کر بہت تعجب کرتے لیکن اس خواب کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہیں آتی' جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور ہمیں ان کی شہادت کی خبر ملی اس وقت ہم جہاد سے واپس آ رہے تھے اس وقت ہمارے ساتھی بولے اے کلیب تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کی رائے:

ہم جہاد سے واپس ہو کر بصرہ پہنچے ابھی کچھ روز ہی گزرے تھے کہ لوگوں میں یہ مشہور ہوا کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اس سے لوگوں کو خوف پیدا ہوا اور تعجب بھی' لوگوں کا خیال تھا کہ ان دونوں نے حضرت عثان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسایا تھا اور اس سے زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کی جو رسوائی ہوئی ہے اس کا خیال کرتے ہوئے اور بطور توبہ ان اقصاص لینے نکلے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ:

ام المومنین فرمایا کرتی تھیں ہم تم لوگوں کی وجہ سے عثان رضی اللہ عنہ کی تین باتوں سے ناراض رہے' ایک نوجوانوں کو امیر بنانے سے اور غمامہ اور لوگوں کو کوڑے مارنے سے۔ لیکن یہ بات بہت ہی ناانصافی کی ہوگی کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر تمہاری غلطیوں پر ناراض نہ ہوں۔ تم سے ہماری ناراضگی تین باتوں پر ہے اول عثان رضی اللہ عنہ کے قتل پر۔ دوئم ماہ ذی الحجہ کی بے حرمتی پر' سوئم مدینۃ الرسول کی بے حرمتی پر۔

کلیب کی عمر بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

لوگوں نے زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا۔ تم نے کیا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں بیعت تو ضرور کی تھی لیکن اس طرح کہ ہماری گردنوں پر تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔

کلیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کے قریب پہنچ چکے تھے مجھ سے اور دو آدمیوں سے میری قوم نے کہا کہ تم علی رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور زبیر رضی اللہ عنہ و طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا حال معلوم کرو' کیونکہ ہم لوگ اس اختلاف سے بہت شش و پنج میں پڑ گئے تھے۔

ہم بصرہ سے علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف چلے جب لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک نہایت حسین و جمیل شخص خچر پر سوار آتا نظر آیا اس وقت میں اپنے ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے یہ بعینہ اس عورت کے مشابہ ہے جسے میں نے خواب میں والی کے سرہانے کھڑے دیکھا تھا۔

آنے والے نے یہ تاڑ لیا کہ ہم کچھ گفتگو کر رہے ہیں جب وہ ہمارے قریب پہنچا تو ہم سے بولا ٹھہرو۔ تم مجھے دیکھ کر کیا گفتگو کر رہے تھے۔ ہم نے انکار کیا کہ کوئی گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ اس نووارد نے چلا کر کہا:

''خدا کی قسم! تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جائے گا جب تک تم مجھے بات نہ بتاؤ گے''۔

اس کی اس بات سے ہم پر ہیبت طاری ہوگئی۔ ہم نے اسے واقعہ بتایا وہ شخص یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ خدا کی قسم! یہ تو نہایت عجیب بات ہے۔

ہم نے لشکر کے ایک آدمی سے دریافت کیا۔ یہ کون شخص تھا؟ اس نے جواب دیا یہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اب یہ بات سمجھ چکے تھے کہ وہ عورت جو اس امیر کے سرہانے کھڑی تھی وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اس باعث ہماری ان اختلافات سے نفرت اور بڑھ گئی۔

خلافت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیالات:

ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انھیں سلام کیا اور ان سے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت اور ان کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بات یہ ہے کہ لوگوں نے اس شخص یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی۔ میں ان اختلافات سے علیحدہ تھا۔ ان لوگوں نے انہیں شہید کر دیا پھر مجھے امیر بنایا۔ حالانکہ میں اس امارت پر راضی نہ تھا اور اگر مجھے دین کا خوف نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کی بات ہرگز قبول نہ کرتا۔ پھر ان دونوں شخصوں نے بیعت توڑنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ان سے اس پر عہد و پیمان لیے اور انھیں عمرہ کے لیے اجازت دے دی یہ دونوں اپنی ماں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے پاس پہنچے اور انھیں راضی کر لیا۔ اور ان کے سامنے وہ چیز پیش کی جو ان دونوں کے لیے حلال نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خیال سے ان دونوں کا ساتھ دیا تا کہ اسلام کا اتفاق ختم نہ ہو جائے اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا نہ ہو جائے''۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں نے ہم سے کہا خدا کی قسم! ہم ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنا نہیں چاہتے جب تک یہ خود جنگ نہ کریں۔ ہم تو میدان میں اصلاح کی خاطر نکلے ہیں۔

اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی چلانے لگے اور ہم سے بولے فوراً بیعت کرو۔ میرے ساتھیوں نے تو بیعت کر لی لیکن میں بیعت سے رکا رہا، عرض کیا میری قوم نے مجھے معلومات کے لیے بھیجا ہے میں اپنی جانب سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اگر وہ بیعت نہ کریں؟

کلیب: تو میں بھی بیعت نہ کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: لیکن اگر تمہاری قوم نے تمہیں قاصد بنا کر بھیجا ہو۔

کلیب: تاوقتیکہ میں ان کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں اور ان سے گھاس پانی کا حال بیان نہ کروں تا کہ وہ بھی گھاس اور پانی پر پہنچ جائیں اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تیری خود کیا رائے ہے؟

کلیب: میں تو زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کا ساتھ نہیں دے سکتا بلکہ اس معاملے میں ان کا مخالف ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہاتھ بڑھاؤ۔

کلیب کہتے ہیں خدا کی قسم! میں ان کی بات کا انکار نہ کر سکا اور میں نے ہاتھ پھیلا دیا اور بیعت کر لی۔ اسی لیے کلیب کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرب کے سمجھدار لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم نے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے بھی کوئی بات سنی تھی؟

کلیب: زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ان سے زبردستی بیعت لی گئی ہے۔ اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے تمثیلاً میرے سامنے یہ اشعار پڑھے تھے۔

اَلا اَبْلِغْ بَنِیْ بَکْرٍ رَسُوْلًا فَلَیْسَ اِلَی بَنِیْ کَعْبٍ سَبِیْلُ

ترجمہ: ''کوئی قاصد بھیج کر بنی بکر کو یہ خبر پہنچا دے کہ بنو کعب کے مقابلے میں کامیابی کی کوئی راہ نہیں۔

سَيَرْجِعُ ظُلْمُكُمْ مِنْكُمْ عَلَيْكُمْ طَوِيلُ السَّاعِدَيْنِ لَهُ فُضُولُ

ترجمہ: عنقریب تمہارا ظلم تم پر لوٹے گا کیونکہ وہ لمبے بازوؤں والا ہے اسے کاٹا آتا ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: نہیں اس طرح نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَبَا سِمْعَانَ اَنَّا نُصِمُّ الشَّيْخَ مِثْلَكَ ذَا الصُّدَاعِ

ترجمہ: "اے ابو سمعان تو یہ نہیں جانتا ہم تجھ جیسے پاگل انسان کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

وَيَذْهَلُ عَقْلُهُ بِالْحَرْبِ حَتَّى يَقُوْمَ فَيَسْتَجِيْبَ لِغَيْرِ دَاعِ

ترجمہ: لڑتے لڑتے اس کی عقل اتنی جاتی رہی کہ مدد کے لیے پکارنے والے کے بغیر مدد کے لیے دوڑ پڑتا ہے"۔

ابتدائے جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذی قار سے کوچ کر کے بصرہ کے ایک جانب ڈیرے ڈالے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے خندقیں کھود رکھی تھیں۔ ہمارے بصری ساتھی ایک دوسرے سے کہنے لگے ہم نے تو اپنے کوفہ کے بھائیوں کو یہ کہتے سنا تھا کہ ہم صلح کی غرض سے نکلے ہیں اور ہمارا ارادہ جنگ کا ہرگز نہیں ہے۔

ہم لوگ آپس میں صلح کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ دونوں لشکروں کے بچے ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے پھر ان میں تیراندازی ہوئی ان کی دیکھا دیکھی دونوں لشکروں کے غلام بھی شامل ہو گئے۔ پھر بے وقوف لوگ بھی اس میں کود پڑے اور باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ لشکر علی رضی اللہ عنہ نے لشکر زبیر رضی اللہ عنہ کو خندق میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ خندق پر زبردست جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ بھی میدان جنگ میں نکل آئے اور اب خندق میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی گھس گئے تھے اور زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے آدمی باہر آ چکے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان:

جب جنگ تیزی سے جاری تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ کوئی شخص بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرے نہ زخمی پر حملہ کرے اور نہ کسی کے گھر میں داخل ہو۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیعت کا اعلان کرایا سب نے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے بیعت کی۔ بیعت سے فراغت ہو چکی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکروں سے مخاطب ہو کر فرمایا جس کی کوئی شئے جاتی رہی ہو اور وہ کسی دوسرے کے پاس نظر آئے تو پہچان کر اپنی چیز واپس لے لے۔

اس کے بعد بنو قیس کے چند نوجوانوں کی ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال فرمایا: تمہارے امراء کہاں ہیں؟

ان کے خطیب نے جواب دیا اونٹ کے نیچے پہنچ جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ خطیب اپنے خطبہ میں مشغول ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: یہ نہایت ہی برا خطیب ہے۔

جب بیعت کی تکمیل ہو چکی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا عامل بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا

ارادہ تھا کہ جب تک انتظامات درست نہ ہو جائیں اس وقت تک خود بصرہ میں قیام کریں۔

اشتر کی اونٹ کی پیشکش:

کلیب کا بیان ہے کہ مجھے اشتر نے حکم دیا کہ بصرہ میں جو سب سے زیادہ قیمتی اونٹ ہو وہ خرید لو۔ میں نے تلاش کر کے ایک نہایت قیمتی اونٹ خریدا۔ اشتر نے مجھے حکم دیا کہ اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ اور ان سے میرا سلام کہنا اور یہ اونٹ پیش کرنا۔ میں وہ اونٹ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا انھوں نے اشتر کا نام سن کر اس کے لیے بد دعاء کی اور اونٹ واپس کر دیا۔ میں نے اشتر سے جا کر تمام واقعہ بیان کیا اس پر اشتر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اس لیے برا کہہ رہی ہیں کہ ان کا بھانجا جنگ میں ضائع ہو گیا۔

اشتر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراضگی:

اشتر کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا عامل بنا دیا ہے تو وہ غصہ میں بھنا کر بولا کیا اسی لیے ہم نے اس بوڑھے (عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا تھا کہ یمن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا جائے حجاز قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اور کوفہ خود علی رضی اللہ عنہ لے لیں۔

یہ کہہ کر اشتر نے اپنی سواری منگائی اور اس پر سوار ہو کر لشکر کو چھوڑ کر چلا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے کوچ کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے چل کر اشتر کے سر پر پہنچ گئے اور اس کے سامنے یہ ظاہر ہونے نہیں دیا کہ اس گفتگو کی انہیں اطلاع مل چکی ہے اور فرمایا اتنی جلدی کیا ہے کہ ہمیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ پیدا ہوا تھا کہ اگر یہ لشکر چھوڑ کر چلا گیا تو لوگوں کے پاس جا کر ایک نیا فتنہ کھڑا کرے گا۔ اور ایک نئی بغاوت کھڑی ہو جائے گی۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا لشکر علی رضی اللہ عنہ سے اخراج:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب بصرہ والوں کے وفد کوفہ والوں کے پاس پہنچے اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اور زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما سے مل کر واپس آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ بھی صلح کے خواہاں ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو جمع فرمایا اور ایک خطبہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضورؐ پر درود کے بعد زمانہ جاہلیت اور اس کی بدبختی کا ذکر کیا پھر اسلام کی سعادت کا ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا:

''اس امت پر یہ بھی اللہ کا ایک انعام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اوّل کے ذریعہ اس امت کے اتحاد کو برقرار رکھا پھر خلیفہ دوئم اور سوئم کے زمانے میں بھی اسی طرح رہا۔ پھر یہ حادثہ پیش آیا اور مختلف قوموں نے اپنی دنیا طلبی کی خاطر امت میں پھوٹ ڈال دی اور ان لوگوں کو اس بات کا حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو کیوں فضیلت عطا فرمائی۔ اس لیے یہ لوگ چاہتے تھے کہ زمانے کو پھر دور جاہلیت میں تبدیل کر دیں تا کہ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت باقی نہ رہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور اپنے ارادے کو پورا کر کے رہتا ہے۔

خبردار! میں کل یہاں سے بصرہ کی جانب کوچ کروں گا۔ تم لوگ بھی میرے ساتھ کوچ کرو۔ اور ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص ہرگز نہ جائے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی قسم کی معاونت کی ہو یا اس میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو۔

یہ بے وقوف لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں''۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

یہ اعلان سن کر وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حصہ لیا تھا یا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی تھے یکجا جمع ہوئے ان جمع ہونے والوں میں علباء بن الہیثم' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' سالم بن ثعلبۃ العبسی' شریح بن اوفی الضبیعہ اور اشتر نخعی شامل تھے۔ اور مصریوں کے ساتھ ابن السوداء اور خالد بن ملجم تھے۔ ان لوگوں میں باہم مشورہ ہوا۔ یہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم! یہ تو ایک ظاہری بات ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ کتاب اللہ سے واقف ہیں اس وجہ سے وہ لازماً ایک نہ ایک روز قرآن پر عمل کرتے ہوئے قاتلین سے قصاص کا مطالبہ کریں گے اور جس وقت وہ یہ مطالبہ کریں گے اس وقت کوئی مخالف نہ ہوگا اور ہماری تعداد دوسروں مقابلے میں کم ہو جائے گی اور وہ وقت ہوگا جب کہ علی رضی اللہ عنہ قوم پر جان دیں گے اور قوم ان پر جان دے گی اور جب ہماری تعداد اتنی بڑی کثرت کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگی تو خدا کی قسم! تمہیں دھکے دے دیئے جائیں گے اور تمہیں کسی جگہ بھی نجات کی صورت نظر نہیں آئے گی۔

اشتر نخعی: طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے ارادوں سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کے ارادوں سے آج تک واقف نہ ہو سکے خدا کی قسم! تمام لوگوں کی ہمارے بارے میں ایک ہی رائے ہے اور اگر زبیر، طلحہ اور علی رضی اللہ عنہم نے صلح کر لی تو وہ صلح ہمارے خونوں پر ہوگی آؤ کیوں نہ ہم علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے اسے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیں اس سے ایک نیا فتنہ پیدا ہوگا جو ہماری مرضی کے عین مطابق ہوگا اور ہم اس میں سکون سے زندگی گزار لیں گے۔

عبداللہ بن السوداء: تمہاری رائے نہایت غلط ہے۔ اے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ذی قار میں کوفہ کا ڈھائی ہزار لشکر موجود ہے اس کے علاوہ ابن حنظلیہ کے ساتھ پانچ ہزار کا لشکر ہے یہ سب اس شوق میں مر رہے ہیں کہ تم سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی جائے یہ لشکر تیری پسلیاں بھی توڑ کر رکھ دے گا۔

علباء بن الہیثم: یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم انہیں چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور انہیں آپس میں لڑنے دیں اگر لڑتے لڑتے ان کی تعداد کم ہو جائے گی تب ہم ان کے دشمنوں کی کثرت کے باعث ان پر غالب رہیں گے اور اگر یہ کثرت میں بھی ہوں گے تب بھی یہ تم سے ایک نہ ایک روز صلح کرنے پر مجبور ہوں گے اس لیے تم ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے شہروں کو چلو اور اس وقت تک خاموش بیٹھے رہو جب تک تمہارے شہروں میں کوئی ایسا امیر نہ آ جائے جو تمہاری پشت پناہی کر سکے اور تمہیں لوگوں سے بچا سکے۔

ابن السوداء: یہ رائے بھی انتہائی بری ہے تمہیں لوگوں سے محبت ظاہر کرنی چاہیے اس لیے اس وقت تم لوگوں کے دشمن ہو اور تم لوگوں کے ساتھ رہ کر بچ نہیں سکتے اور اگر تیری رائے پر عمل کیا گیا تو ہمارے منتشر ہو جانے کی وجہ سے لوگ ہمیں ہر طرف سے گھیر لیں گے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! نہ تو میں کسی بات پر خوش ہوں اور نہ کسی بات پر ناراض۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے لوگ زبردست پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جو حالات گزر چکے وہ تو گزر چکے لیکن ہم اب لوگوں کی نظروں

میں گر چکے ہیں۔ ہمارے پاس گھوڑے بھی موجود ہیں اور بہترین ہتھیار بھی موجود ہیں اگر تم سب آگے بڑھو گے تو ہم بھی آگے بڑھ جائیں گے اور اگر تم اپنی جگہ رک جاؤ گے تو ہم بھی رک جائیں گے۔

ابن السوداء: تم نے نہایت اچھی بات کہی ہے۔

سالم بن ثعلبہ: تم میں سے اگر کوئی شخص دنیاوی زندگی کا طلب گار ہے تو میں اس کا طلب گار نہیں' خدا کی قسم! جب تم کل دشمن سے جنگ کرو گے تو میں اپنے گھر واپس نہ لوٹوں گا اور اگر میری زندگی باقی بھی رہی تو میں تم سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ اونٹوں کو اچھی طرح ذبح کر کے آؤں گا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو تم لوگوں کے سروں پر اپنی تلواروں کو اچھی طرح استعمال کرے گا تو معاملات انہی کے قبضہ میں ہوں گے جن کی تلوار ہوگی یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

ابن السوداء: یہ ایک کام کی بات ہے۔

شریح: تم لوگ میدان میں نکلنے سے قبل ایک نہ ایک فیصلہ کر لو اور اس کام کو مؤخر نہ کرو جس کا جلدی کرنا ضروری ہے اور جس کام کی تاخیر بہتر ہے اس میں عجلت سے کام مت لو۔ ہم لوگوں کے نزدیک یہ نہایت ہی برے لوگ ہیں۔ اور یہ معلوم نہیں کہ جب کل یہ دونوں لشکر باہم ملاقات کریں گے تو ان کی ملاقات کا انجام کیا ہوگا۔

آخری فیصلہ:

ابن السوداء: اے لوگو! تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ ملے جلے رہو اور ان کے ساتھ مل کر کام کرو۔ اور جب کل دونوں فریق آپس میں ملیں تو جنگ چھیڑ دو اور سوچنے تک کا موقعہ نہ دو۔ اور جب تم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گے تو انہیں کوئی شخص ایسا نظر نہ آئے گا جس کے ذریعہ جنگ رکوا سکیں اس طرح اللہ علی' طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اور ان لوگوں کو جو صلح کے خواہاں ہیں اور تمہاری منشاء کے خلاف کام کرنا چاہتے ہیں ایک مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور اس فیصلہ کے بعد یہ ٹولی منتشر ہوگئی۔ دیگر لوگوں کو ان حالات کی کچھ خبر نہ تھی۔

صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا اور وہاں سے کوچ کر کے بنو عبدالقیس کے پاس پہنچے اور ان کے بعد اہل کوفہ سے جا کر ملے جو سب سے آگے تھے لوگ ایک دوسرے سے مل جل رہے تھے۔ اہل بصرہ کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی اطلاع مل چکی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قریب قیام فرمایا۔

حضرت زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کا فیصلہ:

جس وقت لشکر علی رضی اللہ عنہ بصرہ کے سامنے پہنچا تو ابو الجرباء نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ بہترین رائے یہ ہے کہ تم اسی وقت ایک ہزار سوار روانہ کر دتا کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی پہنچنے سے قبل ہی فیصلہ کر دیا جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: اے ابو الجرباء ہم جنگی تدابیر سے خوب واقف ہیں لیکن ان لوگوں نے صلح کا پیغام دیا ہے اور یہ اختلاف ایسا نیا حادثہ ہے جو اس سے قبل پیش نہ آیا تھا۔ یہ ایک ایسا کام ہے کہ اگر کوئی شخص بلا وجہ اور بلا دلیل قیامت کے روز جب اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا اور جب علی رضی اللہ عنہ ہم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے اور وہ صلح کا پیغام بھیج رہے ہیں تو ان

سے جنگ چھیڑنا کیسے درست ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ آج صلح کی تکمیل ہو جائے گی تم لوگوں کو خوشی منانی چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔

اس کے بعد صبرۃ بن شیمان سامنے آیا اور بولا۔ اے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما یہ موقعہ غنیمت ہے۔ آپ دونوں ہمیں لے کر چلیے کیونکہ جنگ میں تدبیر بہادری سے زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: اے صبرہ ہم بھی مسلمان ہیں اور وہ بھی مسلمان ہیں اور آج سے قبل ہمارے سامنے جب کوئی معاملہ پیش آتا تو یا تو اس بارے میں قرآن نازل ہو جاتا یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ کیا جاتا۔ یہ ایک نیا معاملہ ہمارے سامنے پیش آیا ہے اور قوم کا یہ خیال ہے کہ آج لڑائی چھیڑنا مناسب نہیں اور یہی علی رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خیال ہے ورنہ ہم بھی مناسب یہی سمجھتے تھے کہ آج مہلت دینا اور تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی تو وہ چیز ہے جس کی ہم اس برائی سے قبل دعوت دیا کرتے تھے اور یہ قوم کی برائی سے بہتر ہے اگرچہ بظاہر یہ ایسا کام ہے جسے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ شاید یہ صلح کھل کر ہمارے سامنے آجائے کیونکہ مسلمانوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپس میں ایثار سے کام لیں۔

کعب بن سور کو اس کی قوم کا جواب:

کعب بن سور نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا' جب اس لشکر کا اگلا حصہ یہاں پہنچ گیا ہے تو اب تمہیں کس شئے کا انتظار ہے۔ ان کی گردنیں اتار دو۔

اس کی قوم نے جواب دیا: اے کعب یہ ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق ہمارے بھائیوں سے ہے۔ اور ابھی تک اس کی حالت ہم پر مشتبہ ہے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی ایسی راہ اختیار نہیں کی تھی جس کے بارے میں ہم یہ نہ جانتے ہوں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہم ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے یا پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ آج کے دن کیا طریقہ بہتر ہے اور کون سا طریقہ ہمارے بھائیوں کو برا معلوم ہوگا ہوسکتا ہے کہ کل یہ کام ہمارے نزدیک برا ہو اور ہمارے بھائی اسے بہتر سمجھیں۔ ہم ان کے سامنے ایک حجت پیش کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ اسے حجت نہ سمجھیں اور ہمارے دوسرے ہم خیال لوگوں کے مقابلے پر حجت میں پیش کریں۔ ہم تو صلح کے خواست گار ہیں بشرطیکہ یہ لوگ بھی اسے قبول کرلیں اور اسے پورا کر دکھائیں۔ ورنہ آخری علاج تو داغ لگانا ہی ہے۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیالات:

اہل کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اس قوم سے جنگ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ ان سوال کرنے والوں میں اعور بن بنان المنقری بھی داخل تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: لوگوں کی اصلاح کرنا اور دہکتی آگ کو بجھانا بہتر ہے شاید اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے اس امت کو متحد فرما دے اور یہ باہمی اختلافات ختم ہو جائیں اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ میری بات قبول کرلیں گے۔

اعور: اگر انھوں نے ہماری بات قبول نہ کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو اس وقت تک ہم ان سے جنگ نہ کریں گے جب تک یہ ہم سے جنگ نہ کریں۔

اعور: اگر ان لوگوں نے ہم سے جنگ کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم اپنی جانوں کی مدافعت کریں گے۔

اعور: کیا انہیں بھی اسی طرح اجر ملے گا۔ جس طرح ہمیں اجر ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں ضرور ملے گا۔

ابوسلامۃ الدالانی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ کیا ان لوگوں کے لیے شرعی طور پر یہ دلیل کافی ہے کہ وہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کی نیت اس سے اللہ عزوجل کی رضامندی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں!

ابوسلامہ: آپ نے جو قصاص عثمان رضی اللہ عنہ میں تاخیر فرمائی ہے کیا آپ کے لیے یہ جواز کی دلیل بن سکتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں! کیونکہ جب کسی شئے کی اصل حقیقت کا علم نہ ہو تو اس میں حکم یہ ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں احتیاط پائی جاتی ہو اور جس کا نفع عام ہو۔

ابوسلامہ: اگر کل ہماری اور ان کی جنگ ہوگئی تو اس کا آخرت میں انجام کیا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: مجھے امید ہے کہ ہمارا یا ان کا جو شخص مارا جائے گا بشرطیکہ اس کی غرض رضائے خداوندی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

مالک بن حبیب نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ آپ کی جب ان لوگوں سے ملاقات ہوگی تو آپ کیا طریقہ کار اختیار کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم پر بھی اور ان پر بھی یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے کہ اصلاح اسی میں ہے کہ اس جنگ سے باز آ جانا چاہیے۔ اگر وہ میری بیعت کر لیتے ہیں تو بہت ہی بہتر ہوگا اور اگر وہ جنگ کے علاوہ کسی چیز پر تیار نہ ہوں گے تو یہ ایک ایسا زخم ہوگا جو کبھی بھر نہیں سکتا۔

مالک: جنگ ہوئی تو ہمارے مقتولوں کا کیا حشر ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جس کی غرض و غایت اللہ عزوجل کی رضا ہے تو اسے اس کا فائدہ ضرور پہنچے گا اور یہ اس کی نجات کا سبب ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عام خطبہ دیا اور اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! اپنی جانوں کو اپنے قابو میں رکھو' اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور ان لوگوں کو کچھ کہنے سے اپنی زبانیں بند رکھو کیونکہ وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔ اگر تمہارے ساتھ وہ کچھ زیادتی کریں تو تم صبر کرو اور ہم سے آگے بڑھنے سے احتراز کرو کیونکہ جو آج دشمنی برتے گا وہ کل بھی دشمن ہی سمجھا جائے گا''۔

اس خطبہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کا حکم دیا اور آگے بڑھ کر پہلے مقدمۃ الجیش کو آگے جانے کا حکم دیا' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قوم کے پاس پہنچے جن کے پاس حکیم بن سلامہ اور مالک بن حبیب کو روانہ کیا تھا۔ تو ان سے فرمایا اگر تم اسی فیصلہ پر قائم

ہو جو قعقاع رضی اللہ عنہ فیصلہ کرنے آئے تھے تو تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور ہمارے لشکر کو نیچے اترنے دو اور ہمیں اس کا موقعہ دو کہ ہم اس معاملے پر غور کر سکیں۔

بنو قیس کی جنگ سے علیحدگی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقام پر پہنچے جہاں بنو قیس ٹھہرے ہوئے تھے تو ان کے لشکر کو دیکھ کر بنو سعد آستینیں چڑھائے ہوئے لشکر علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے ان کے ساتھ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ بنو سعد وہ قبیلہ تھا' جس نے حرقوص بن زہیر کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا اور یہ قبیلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کا خواہاں نہ تھا۔

احنف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا بصرہ میں جو ہماری قوم کے لوگ ہیں ان کا خیال ہے کہ اگر آپ کل ان پر غالب آ گئے تو آپ ان سب کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا مجھ جیسے سے یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے اور کیا یہ صورت کفار کے علاوہ کسی اور کے لیے حلال ہے؟ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴾

''آپ ان کے داروغہ نہیں ہیں۔ سوائے اس شخص کے جس نے روگردانی کی اور کفر اختیار کیا''۔

اور یہ سب لوگ مسلمان ہیں کیا تو اپنی قوم کو مجھ سے بچالے گا۔

احنف رضی اللہ عنہ: ہاں! میں اپنی قوم کو بچا سکتا ہوں۔ آپ میری دو باتوں میں سے ایک قبول فرمالیں اگر آپ پسند فرمائیں تو میں تن تنہا آپ کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جاتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں دس ہزار ننگی تلواریں آپ سے روک لوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: مجھے تمہاری دوسری رائے پسند ہے۔

احنف رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور چلا چلا کر آواز دی۔ اے آل خندف' جب بنو خندف آ گئے تو بنو تمیم کو آواز دی۔ جب وہ بھی آ گئے تو بنو سعد کو پکارا اور انھیں حکم دیا کہ سب لوگ جنگ سے علیحدہ رہیں۔ احنف رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور یہ دیکھتا رہا کہ اس اختلافات کا کیا انجام ہوتا ہے۔ جب جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کامیاب ہو گئے تو ان لوگوں نے بھی آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال:

احنف رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مؤرخین نے نقل کیا ہے لیکن محدثین کرام نے احنف رضی اللہ عنہ سے جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے بصرہ سے حج کے ارادہ سے کوچ کیا تھا اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شمولیت کی غرض سے ہم پہلے مدینہ گئے۔

ہنوز ہم اپنی منزل پر کجاوے اتارنے میں مشغول تھے کہ ایک شخص گھبرایا ہوا آیا اور بولا لوگ پریشانی میں مبتلا ہیں اور مسجد میں جمع ہیں۔ ہم مسجد میں پہنچے وہاں لوگ جمع تھے اور درمیان میں علی' زبیر' طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے مسجد میں پہنچ کر سوال کیا کیا علی رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا۔ جی ہاں موجود ہیں۔ پھر انہوں نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں وہ بھی موجود ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں تمہیں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کون شخص ہے جو فلاں کا باغ خریدے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ میں نے وہ باغ بیس یا پچیس ہزار میں خریدا اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے وہ باغ خرید لیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا اسے مسجد میں شامل کر دو تمہیں اس کا اجر ملے گا''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ سچ فرماتے ہیں۔ احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور بھی کئی امور ذکر فرمائے۔

خلافت علی رضی اللہ عنہ پر طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی رضامندی:

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد میں طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کیا میری ناقص رائے تو یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے جائیں گے۔ آپ یہ فرمائیے کہ میں ان کے بعد کس کی بیعت کروں۔ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا علی رضی اللہ عنہ کی۔

احنف رضی اللہ عنہ: کیا آپ دونوں حضرات خلافت علی رضی اللہ عنہ پر راضی ہیں۔ اور کیا فی الواقع آپ دونوں مجھے ان کی بیعت کا حکم دے رہے ہیں؟

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما: ہاں!

خلافت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی:

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں مکہ چلا گیا ابھی میں مکہ ہی میں مقیم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مکہ میں تشریف فرما تھیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ مجھے کس شخص کی بیعت کا حکم دیتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔

احنف رضی اللہ عنہ: کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ہاں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حکم ملنے کے بعد میں مدینہ واپس آیا اور وہاں پہنچ کر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد میں اپنے گھر والوں کے پاس بصرہ چلا آیا اور مجھے یہ یقین ہو چکا تھا کہ اب خلافت کا معاملہ سنبھل گیا ہے اور اب اس میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔

احنف رضی اللہ عنہ کی پریشانی:

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ہنوز بصرہ ہی میں مقیم تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما لشکر لیے ہوئے خریبہ کے ایک کنارے پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے اس مخبر سے سوال کیا کہ آخر یہ لوگ کس ارادے سے آئے ہیں۔

مخبر: ان لوگوں نے تمہیں بلایا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے تم سے مدد کے طلب گار ہیں۔

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر میں عجیب پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ کیونکہ یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ میں ان لوگوں کی رسوائی کا سبب بنتا جن کے ساتھ ام المومنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری موجود ہوں۔ میرا دل ہرگز یہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ میں ان لوگوں کے مقابلے پر جاؤں۔

دوسری جانب یہ بھی ایک ناممکن مسئلہ تھا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر حضور کے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر جاؤں حالانکہ انہی لوگوں نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا حکم دیا تھا۔

احنف رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

آخر کار میں ان لوگوں کے پاس گیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے ہیں تم ان کا قصاص لینے کے لیے ہماری مدد کرو۔

احنف رضی اللہ عنہ: میں نے عرض کیا اے ام المومنین! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ میں نے جب آپ سے یہ دریافت کیا تھا کہ میں کس کی بیعت کروں تو آپ نے فرمایا تھا علی رضی اللہ عنہ کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تم سچ کہتے ہو لیکن حالات بھی تو بدل گئے ہیں۔

اس کے بعد میں نے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری کیا میں نے آپ سے یہ سوال نہ کیا تھا کہ میں کس کی بیعت کروں تو آپ دونوں حضرات نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا حکم دیا۔

احنف رضی اللہ عنہ کی جنگ سے علیحدگی:

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ام المومنین اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے سامنے تین صورتیں پیش کیں کہ یا تو وہ مجھے جسر کی طرف جانے دیں تا کہ سرزمین عجم میں پہنچ کر میں اس وقت تک علیحدہ بیٹھا رہوں جب تک اللہ تعالیٰ اس اختلاف کا فیصلہ نہ فرما دیں یا ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے مکہ جانے کی اجازت دے دیں تا کہ میں وہاں جا کر خاموش بیٹھ جاؤں اور فیصلہ کا انتظار کرتا رہوں یا قریب ہی کسی مقام پر مجھے علیحدہ بیٹھ جانے کی اجازت دیں۔

ام المومنین وغیرہ: ہم اس معاملہ پر غور کر کے تمہیں اپنے فیصلہ سے مطلع کر دیں گے۔ لیکن کچھ دیر بعد ان لوگوں نے فرمایا تم جسر جا سکتے اور اور اپنے حالات سے باخبر کرتے رہنا۔ لیکن تم جیسے عقلمند انسان کا اتنے دور چلے جانا مناسب نہیں۔ لہٰذا تم قریب ہی رہو۔ تا کہ تمہیں تمام حالات معلوم رہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے طریقہ کار کو بھی تم دیکھ سکو۔

اس فیصلے کے بعد احنف رضی اللہ عنہ نے جلجاء مقام میں گوشہ نشینی اختیار کر لی یہ مقام بصرہ سے چھ میل تھا احنف رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ

ہزار آدمی جنگ سے علیحدہ ہو گئے۔

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری علیحدگی کے بعد دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی اور سب سے اوّل حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ کعب بن سور قرآن اٹھائے ہوئے دونوں لشکروں کو حکم قرآن قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ لیکن کسی نے قبول نہ کیا حتیٰ کہ دونوں طرف کے بہت سے آدمی ختم ہو گئے۔

شہادت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ سے علیحدگی اختیار کر کے صفوان چلے گئے۔ یہ مقام بصرہ سے اتنے ہی فاصلے پر واقعہ ہے جتنا کہ قادسیہ۔ بنو مجاشع کا ایک شخص نعر نامی راہ میں ملا۔ اس نے ان سے عرض کیا اے حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہاں جا رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ چلئے میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں آپ کی جانب کوئی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ احنف رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور اس شخص کی امان کو منظور کر لیا۔ احنف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: مسلمانوں نے ایک دوسرے کو تلواروں سے کاٹ کر رکھ دیا ہے اس لیے اب سب سے بڑی چیز مسلمانوں کا اتحاد ہے اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نعر کے ساتھ اس کے گھر چلے گئے۔

یہ تمام باتیں عمیر بن جرموز' فضالۃ بن حابس اور نفیع بھی سن رہے تھے۔ یہ تینوں زبیر رضی اللہ عنہ اور نعر کے پیچھے لگ گئے اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک کمزور سے گھوڑے پر سوار تھے۔ عمیر بن جرموز نے ان کے پیچھے سے نیزے کا وار کیا۔ لیکن وار اوچھا پڑا' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر حملہ کیا ان کا حملہ اتنا سخت تھا کہ عمیر کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے نافع اور فضالہ کو آواز دی یہ دونوں اس کی مدد کے لیے پہنچ گئے اور تینوں نے مل کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

احنف رضی اللہ عنہ کا یہ تمام واقعہ یعقوب بن ابراہیم نے عمر بن جاوان سے بھی نقل کیا ہے۔

ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن بشیر بن عاصم اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ربذہ میں مقیم تھے تو ان کی خدمت میں کوفہ سے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انھوں نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو وہاں جو حالات پیش آئے تھے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو مدد دینے سے انکار کیا تھا۔ یہ تمام واقعات بیان کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تمام واقعات سن کر فرمایا۔ میں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور مجھ سے اشتر نے کوفہ کی امارت کی درخواست بھی کی ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ واپس بھیجا اور ان کے ہاتھ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھ کر روانہ کیا:

''میں ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو تمہارے پاس روانہ کر رہا ہوں تم ان کے ساتھ کوفہ سے میری مدد کے لیے آدمی روانہ کرو میں نے تمہیں کوفہ کا والی اسی لیے بنایا تھا کہ تم حق پر میری اعانت کرو''۔

یہ خط پہنچنے کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے سائب بن مالک اشعری رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انہیں خط پڑھ کر سنایا اور ان سے رائے

طلب کی۔ انھوں نے فرمایا۔ خط آپ کے نام ہے اگر آپ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میں اپنی ذات کے لیے اس جنگ میں شرکت ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔

ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے یہاں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا کہ یہاں میرا واسطہ ایک ایسے شخص سے پیش آرہا ہے جس میں انتہائی غلو پایا جاتا ہے۔ یہ شخص انتہائی مشاق ہے کینہ اور عداوت اس کے لب ولہجہ سے ظاہر ہے۔ ہاشم نے یہ خط محل بن حلیفۃ الطائی کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی معزولی:

ہاشم کا خط پہنچنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو کوفہ روانہ کیا۔ تاکہ یہ لوگ اہل کوفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت پر آمادہ کریں اور انھی کے ساتھ قرظۃ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا:

''مجھے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں تمہارے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں لکھا ہے میں حسن بن علی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اس لیے روانہ کر رہا ہوں تاکہ وہ لوگوں کو میری امداد پر آمادہ کریں اور قرظۃ بن کعب رضی اللہ عنہ کو شہر کا والی بنا کر بھیج رہا ہوں۔ تم ذلیلانہ اور عاجزانہ طور پر ہماری حکومت ان کے سپرد کر دو اگر تم نے حکومت ان کے سپرد نہ کی تو میں نے حکم دیا ہے کہ قرظہ رضی اللہ عنہ تم سے زبردستی حکومت چھین لیں۔ اگر تم نے حکومت دینے میں اس سے مقابلہ کیا اور پھر وہ کامیاب ہوگیا تو وہ تمہاری جڑیں کاٹ کر پھینک دے گا''۔

یہ خط جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ فوراً حکومت سے علیحدہ ہوگئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں تشریف لے گئے ان دونوں حضرات نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے لوگو! امیر المومنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جو اتنا طویل سفر اختیار کیا ہے تو اب وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس میں میری حیثیت ایک ظالم کی ہوگی یا ایک مظلوم کی میں ہر اس شخص کو جو حقوق خداوندی کا پاس کرتا ہے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ فوراً میری مدد کے لیے روانہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر میں مظلوم ہوں تو اسے میری اعانت کرنی چاہیے اور اگر میں ظالم ہوں تو اسے مجھ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما وہ اشخاص ہیں جنہوں نے سب سے اوّل میری بیعت کی تھی اور ان دونوں ہی نے سب سے پہلے غداری کی ہے تو کیا میں مال قربان کر کے یا حکم تبدیل کر کے ان کی خوشی پوری کر سکتا ہوں تم سب لوگ فوراً یہاں سے کوچ کرو اور لوگوں کو بھلائی کا حکم دو۔ اور برائی سے روکو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت:

عمرو نے ابوالحسن' ابومخنف' جابر اور شعبی کے حوالے سے ابوالطفیل کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہارے پاس کوفہ سے بارہ ہزار لشکر آرہا ہے۔ جب یہ لشکر آیا تو ذی قار کے ایک کونہ پر ایک شخص نے بیٹھ کر اس لشکر

کو شمار کیا تو اس میں ایک آدمی کم تھا نہ زیادہ۔

کوفی لشکر:

عمرو نے ابوالحسن، بشیر بن عاصم، محمد بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے کوفہ سے بارہ ہزار کا لشکر آیا تھا۔ اور یہ سات حصوں پر منقسم تھا۔ ایک حصہ میں قریش، کنانہ، اسد، تمیم، رباب اور مزینہ شامل تھے۔ ایک حصہ میں بنو بکر بن وائل اور بنو تغلب تھے ان کے امیر وعلة بن مخدوج الذہلی تھے ایک حصہ مذحج اور اشعریین پر مشتمل تھا ان کے امیر حجر بن عدی تھے ایک حصہ میں بجیلہ، انمار، خثعم اور ازد شامل تھے۔ ان کے امیر مخنف بن سلیم الازدی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بصرہ آمد:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور مسلمة بن محارب کے ذریعہ قتادہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذی قار سے کوچ فرما کر بصرہ کے سامنے زاویہ میں قیام کیا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اگر آپ فرمائیں تو چار ہزار تلواریں آپ کے مقابلے سے روک دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احنف رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا۔ تم نے اپنے ساتھیوں کے لیے علیحدگی کس لیے بہتر سمجھی ہے۔ احنف رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلایا اس لیے تاکہ ان کی جنگ صرف اللہ عزوجل کی خاطر ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس کہلا کر بھیجا کہ بہتر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کو جنگ سے روک رکھو۔

شقیق بن ثور کی آمد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر زاویہ سے چل کر عبداللہ بن زیاد کے قصر کے سامنے جا کر ٹھہرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی فرضہ سے اپنا لشکر لے کر یہیں آ گئیں اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے روبرو پڑاؤ ڈالا۔

اسی دوران شقیق بن ثور نے عمرو بن مرحوم العبدی کے پاس آدمی روانہ کیا کہ تم بھی لشکر لے کر آؤ اور راہ میں مجھے ساتھ لیتے جانا۔ میرا ارادہ لشکر علی رضی اللہ عنہ میں شمولیت کا ہے یہ دونوں شخص بنو عبدالقیس اور بنو بکر بن وائل کو ساتھ لے کر آئے اور امیر المومنین کے لشکر میں شامل ہو گئے لوگوں کا ان قبیلوں کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ قبیلے جس کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جائیں وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

شقیق بن ثور نے ان قبیلوں کا جھنڈا اپنے غلام اشراشہ نامی کو دے دیا اس پر وعلة بن محدوج الذہلی نے اس کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم نے حسب و نسب کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور اپنی قوم کی عزت اشراشہ کے ہاتھ میں دے دی۔ شقیق نے اسے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ جس طرح آج ہم نے اپنی بڑائی کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اسی طرح تم بھی اپنی بڑائی کا خیال ترک کر دو۔

یہ دونوں لشکر آمنے سامنے تین روز تک ٹھہرے رہے اس دوران میں ان لشکروں میں کسی قسم کی جنگ نہیں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیغامبر لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا میں آ جا رہے تھے اور آپس میں پیغام رسانی کا سلسلہ جاری تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

عمرو نے ابوبکر الہذلی کے ذریعہ قتادہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زاویہ سے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہ کے لشکر کی جانب کوچ کیا ادھر لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا بھی فرضہ سے لشکر علی رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھ رہا تھا یہ دونوں لشکر نصف جمادی الآخر میں عبیداللہ بن زیاد کے قصر کے سامنے ٹھہرے۔ یہ جمعرات کا روز تھا۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ٹھہر گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہتھیار پہن کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکلے۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ زبیر رضی اللہ عنہ جا رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما میں زبیر رضی اللہ عنہ اس لائق ہیں کہ اگر انہیں اللہ یاد دلایا جائے تو وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت زیادہ خدا کا خوف کر سکتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد سامنے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جاتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے حتی کہ ان تینوں حضرات کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم دونوں نے بہت سا لشکر' سامان حرب اور گھوڑے جمع کر لیے ہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ اللہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کون سا عذر تیار کیا ہے۔ تم دونوں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو سوت کاتنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دیا کرتی تھی۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں کیا تم پر میرا خون اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں۔ وہ کون سی وجہ ہے جس کے باعث تمہارے نزدیک میرا خون حلال ہو گیا ہے؟''۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: آپ نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جس روز اللہ تعالیٰ لوگوں کو پورا پورا بدلہ دیں گے اس روز لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حق کیا ہے۔ اے طلحہ رضی اللہ عنہ تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے قاتلین پر لعنت فرمائے۔

اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جس روز تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنو غنم کے محلّہ سے گزر رہے تھے تو حضورؐ میری جانب دیکھ کر ہنسے اور تم حضورؐ کی جانب دیکھ کر ہنسنے لگے اور تم نے اس وقت یہ بھی کہا کہ یہ ابو طالب کا بیٹا اپنی برائی سے باز نہیں آتا تمہاری اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ ابو طالب کے بیٹے میں تو کوئی برائی نہیں ہے۔ اور اس کے بعد حضورؐ نے تم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے زبیر! تم ایک روز اس سے جنگ کرو گے' حالانکہ تمہاری زیادتی ہو گی''۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: تم نے سچ کہا ہے اور خدا کی قسم! اگر مجھے حضورؐ کا یہ فرمان پہلے سے یاد ہوتا تو میں ہرگز یہ سفر نہ کرتا اور خدا کی قسم! اب میں تم سے ہرگز بھی جنگ نہ کروں گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ سے علیحدگی:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ چونکہ یہ عہد فرما چکے تھے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کریں گے اس لیے وہ اس عہد کا پاس کرتے ہوئے میدان سے واپس لوٹے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے ام المومنینؓ آپ کا جو فیصلہ ہے تو غور و فکر کے بعد میں آپ کے فیصلہ سے متفق نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: آخر تمہارا کیا ارادہ ہے؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: میرا ارادہ ہے کہ میں ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر خود کہیں چلا جاؤں۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ: پہلے تو تم نے یہ دو غار کھودے اور جب لوگ ان غاروں میں گرنے لگے تو تم انہیں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو دراصل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جھنڈے دیکھ کر تمہیں یقین ہو گیا ہے کہ ان کے نیچے تمہاری موت ہے اس لیے تم میدان چھوڑ رہے ہو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: میں قسم کھا چکا ہوں کہ اب علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کروں گا اور مجھے وہ بات بھی یاد ہے جو مجھے اس نے یاد دلائی تھی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: تو آپ اپنی قسم کا کفارہ دے دیجیے اور جنگ کیجیے۔

اس گفتگو کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے غلام مکحول کو بلایا اور اسے آزاد کر دیا اس واقعہ کو عبدالرحمن بن سلیمان التیمی نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

لَـمْ اَرَكَـا لَيُـوْمِ اَخَـا اِخُـوَانِ اَعُـجَـبَ مِـنْ مُّـكَـفِّـرِ الْاَيُـمَـانِ
بِالْعِتْقِ فِيُ مَعُصِيَتِهِ الرَّحُمَانِ

ترجمہ: ''میں نے آج سے زیادہ بھائی چارہ کا دن نہیں دیکھا۔ مجھے تو قسم کا کفارہ دینے والے پر تعجب ہے۔ کہ وہ خدا کی نافرمانی میں غلام آزاد کر رہا ہے۔

يُـعْتِـقُ مَـكْـحُـوُلًا لِّصَـوْنِ دِيُـنِـهٖ كَـفَّـارَةً لِّلّٰهِ عَنُ يَّـمِـيُـنِـهٖ
وَالنَّكُثُ قَدُ لَاحَ عَلٰى جَبِيْنِهٖ

ترجمہ: اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے مکحول کو آزاد کیا اور اس طرح قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اس کے بیٹے کی نظر میں قسم توڑ دینا زیادہ بہتر تھا''۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور بنوعدی کا فیصلہ:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ والوں کے پاس کہلا بھیجا کہ تم احنف رضی اللہ عنہ کی طرح دونوں فریق سے علیحدہ رہو اس کے بعد حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے عدی کے پاس قاصد بھیجا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو اس نے بنوعدی کو مسجد کے دروازے پر جمع کیا اور کہا کہ ابونجید عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے تم لوگوں کو سلام کہا ہے اور یہ کہلا کر بھیجا ہے کہ خدا کی قسم اگر میں حصین پہاڑ پر بکریاں اور بھیڑیں لے کر چلا جاؤں اور وہاں میں ان کا دودھ پیا کروں اور ان کے بال کاٹا کروں تو مجھے یہ اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں ان دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت میں شامل ہو کر دوسرے فریق پر ایک تیر چلاؤں۔

اس پر بنوعدی نے ایک آواز ہو کر جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔

عمرو بن علی نے یزید بن زریع اور ابولغامۃ العدوی کے ذریعہ حجیر بن الربیع کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور فرمایا تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان سب کو جمع کر کے ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور اس اللہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود

نہیں کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں ایک حبشی غلام ہو جاتا جس کے ناک کان کٹے ہوتے اور پہاڑ کی چوٹی پر مرتے دم تک بکریاں چراتا رہتا۔ لیکن یہ پسند نہیں کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کسی کے ساتھ شریک ہو کر دوسرے پر تیر چلاؤں۔

جب قاصد وہاں پہنچا اور اس نے بنو عدی کو جمع کر کے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام پہنچایا تو تمام رؤسائے قبیلہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کو نہیں چھوڑ سکتے۔

اس طرح اہل بصرہ کئی فرقوں میں منقسم تھے۔ ایک جماعت تو طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھی دوسری جماعت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تیسری جماعت کسی کے ساتھ بھی جنگ میں شامل نہ ہونا چاہتی تھی۔

کعب بن سور کی کوشش:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس مکان میں تشریف فرما تھیں اسے چھوڑ کر قبیلہ ازد میں تشریف لے آئی تھیں اور مسجد حلوان میں قیام فرمایا۔ آئندہ جنگ انھی ازدیوں کے میدان میں ہوئی تھیں۔ ان ازدیوں کا سردار صبرہ بن شیمان تھا اس سے کعب بن سور نے کہا کہ لشکر جب آپس میں مل جاتے ہیں تو پھر ان کا رکنا مشکل ہو جاتا ہے تم میری بات مانو اور جنگ میں ذرا سا بھی حصہ نہ لو اور اپنی قوم کو لے کر علیحدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ صلح نہ ہو سکے گی۔ اس لیے تم قبیلہ مضر اور ربیعہ کو آپس میں لڑنے دو۔ اگر یہ صلح کر لیتے ہیں تو بہت ہی بہتر ہے اور اگر یہ دونوں آپس میں لڑتے ہیں تو کل فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہوگا یہ کعب زمانہ جاہلیت میں عیسائی تھے۔

صبرہ نے جواب دیا مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ تجھ میں ابھی تک نصرانیت باقی ہے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں لوگوں کی اصلاح سے علیحدہ رہوں؟ اور کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اگر صلح نہ ہو تو میں ام المومنینؓ اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو رسوا کر دوں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ ترک کر دوں۔ خدا کی قسم میں تو ایسا ہرگز نہ کروں گا الغرض اہل یمن نے جنگ میں شرکت کا فیصلہ کر لیا۔

بنو حنظلہ کا فیصلہ:

سری نے شعیب' سیف اور ضریس البجلی کے حوالے سے ابن لعمیر کا یہ بیان میرے پاس تحریر کر کے روانہ کیا۔ کہ جب احنف بن قیس' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس لوٹا تو اس کی ملاقات ہلال بن وکیع بن مالک بن عمرو سے ہوئی ہلال نے اس سے دریافت کیا' کیا ارادہ ہے؟

احنف رضی اللہ عنہ: علیحدہ رہنے کا۔ لیکن تمہارا کیا ارادہ ہے؟

ہلال: ام المومنین کی حمایت کرنے کا۔ کیا تم ہمارے سردار ہوتے ہوئے ہمارا ساتھ چھوڑ دو گے؟

احنف رضی اللہ عنہ: میں تو آئندہ اس وقت بھی سردار ہوں گا جب تو قتل کر دیا جائے گا اور میں زندہ بچ جاؤں گا۔

ہلال: یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ تو تو بوڑھا آدمی ہے۔

بنو سعد نے احنف رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور ان لوگوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے وادی السباع میں جا کر قیام فرمایا اور بنو حنظلہ نے ہلال کا ساتھ دیا اسی طرح بنو عمرو نے ابوالجرباء کا۔ ان دونوں قبیلوں نے جنگ میں حصہ لیا۔

بنو ضبہ کا فیصلہ:

سری نے شعیب' سیف اور محمد کے حوالے سے ابوعثمان کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ جب احنف رضی اللہ عنہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس آئے تو انہوں نے آ کر قبیلہ زید کو آواز دی اور اس سے کہا کہ تم اس جنگ سے علیحدہ رہو اور ان دونوں فریقوں کا ساتھ چھوڑ دو خواہ یہ کامیاب ہوں یا ناکام۔

منجاب بن راشد نے چلا کر کہا اے بنو رباب تم ہرگز اس جنگ سے علیحدہ نہ رہنا۔ بلکہ اس میں شریک ہو کر اس کی کامیابی سے فیض یاب ہونا۔

اس طرح اس قبیلہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ احنف رضی اللہ عنہ نے بنو تمیم کو آواز دی اور اس سے کہا کہ تم لوگ اس جنگ سے علیحدہ رہنا۔ اور کسی کا ہرگز ساتھ نہ دینا خواہ وہ کامیاب ہو یا ناکام۔

یہ سن کر ابوالجرباء کھڑا ہوا۔ یہ بنو تمیم کی شاخ بنو عثمان بن مالک بن عمرو سے تھا۔ اس نے کہا اے بنو عمرو بن تمیم تم اس جنگ میں ضرور شریک ہونا تاکہ اس کی کامیابی سے تم فائدہ اٹھا سکو یہ ابوالجرباء بنو عمرو بن تمیم کا سردار تھا۔ اور بنو ضبہ کا رئیس منجاب بن راشد تھا۔

جب احنف رضی اللہ عنہ نے زید مناۃ کو آواز دی اور ان سے یہ کہا کہ تم اس جنگ سے علیحدہ رہنا اور دونوں فریق میں سے کسی کا ساتھ نہ دینا۔ تو ہلال بن وکیع نے جواب میں کہا اے زید مناۃ تم ہرگز علیحدہ نہ رہنا اور اس کے بعد ہلال نے بنو حنظلہ کو آواز دی اور اس سے کہا تم لوگ جنگ میں ضرور شریک ہونا یہ ہلال بنو حنظلہ کا رئیس تھا۔ صرف بنو سعد نے احنف رضی اللہ عنہ کی بات کو قبول کیا۔ اور ان لوگوں نے وادی السباع جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

سرداران لشکر:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ بنو ہوازن' بنو سلیم اور اعجاز کا امیر مجاشع بن مسعود السلمی تھا عامر کا سردار زفر بن الحارث' غطفان کا اعصر بن النعمان الباہلی اور بکر بن وائل کا مالک بن مسمع تھا اور قبیلہ بنو عبد القیس اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حامی تھا لیکن اس میں سے صرف ایک شخص جنگ میں شریک ہوا۔ باقی علیحدہ رہے۔ بکر بن وائل میں سے کچھ جنگ میں شریک ہوئے اور کچھ جدا رہے اور جو علیحدہ بیٹھے رہے ان کا سردار سنان تھا۔

قبیلہ ازد تین سرداروں پر منقسم تھا۔ صبرۃ بن شیمان۔ مسعود اور زیاد بن عمرو' مضر کا رئیس' خیریت بن راشد اور قضاعہ اور ان کے حلفاء رعبی الجرمی کے ماتحت تھے۔ یہ اس سردار کا لقب ہے اور اسی سے وہ مشہور ہے۔ بقیہ تمام اہل یمن پر ذوالآجرۃ الحمیری رئیس تھا۔

صلح کی توقعات:

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے زابوقہ سے آگے بڑھ کر ارزاق نامی گاؤں کے قریب ڈیرے ڈالے ان کے ساتھ تمام مضر بھی یہیں ٹھہرے۔ ان لوگوں میں صلح میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا۔ بقیہ اہل یمن ان لوگوں کے نشیب میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انھیں بھی یقین تھا کہ صلح ضرور ہو جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد حدان میں مقیم تھیں اور بقیہ لشکر زابوقہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ تمام لشکر مذکورہ امراء کے ماتحت تھا اس لشکر کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔

ان لوگوں نے حکیم اور مالک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا کہ ہم اس فیصلہ پر قائم ہیں جو قعقاع رضی اللہ عنہ کر کے گئے تھے۔

آپ سامنے تشریف لے آیئے اس کے بعد طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما لشکر علی کی جانب بڑھے اور ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر آئے حتیٰ کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مدمقابل ٹھہر گئے۔ ہر قبیلہ اپنے اہل قبیلہ کے مدمقابل تھا۔ مضر مضر کے مقابلے پر' ربیعہ ربیعہ کے مقابلے پر اور اہل یمن یمنیوں کے مقابلے پر۔ ان میں سے کسی کو صلح کے بارے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ یہ تمام قبائل ایک دوسرے کے لشکر میں آتے جاتے اور باہم ملتے جلتے۔ ان سب میں ہر وقت صلح ہی کا تذکرہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس ہزار لشکر تھا اور اہل کوفہ کے سردار وہی لوگ تھے جو کوفہ سے آتے وقت تھے۔ قبیلہ عبدالقیس تین سرداروں کے ماتحت تھا۔ جذیمہ اور بکر ابن الجارود کے ماتحت تھے۔ شہری عبداللہ بن السوداء کے اور ہجر والے ابن الاشج کی ماتحتی میں تھے بصرہ کے وہ باشندے جو قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتے تھے ابن الحارث کی ماتحتی میں تھے۔ جاٹ اور کاشتکاروں کا رئیس دنور بن علی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ذوقار پہنچے تھے تو ان کے ساتھ دس ہزار لشکر تھا اور دس ہزار لشکر کوفہ سے آیا تھا اس طرح اس کی تعداد بیس ہزار ہوگئی تھی۔

محمد بن الحنفیہ کی روایت:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن' بشیر بن عاصم' فطر بن خلیفہ اور منذر الثوری کے حوالے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو ہماری تعداد صرف سات سو تھی سات ہزار لشکر کوفہ سے مدد کے لیے آیا اور ادھر ادھر سے دو ہزار افراد اور آ کر شامل ہوگئے۔ ان میں اکثریت بنو بکر بن وائل کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اطراف سے آنے والوں کی تعداد چھ ہزار تھے۔

صلح کا فیصلہ:

محمد اور طلحہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ٹھہر گئے اور سب کو اطمینان ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سے آگے بڑھے۔ ادھر سے حضرت زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما بھی بڑھے۔ دونوں لشکروں کے درمیان ان تینوں کی ملاقات ہوئی اور اختلافی امور پر گفت وشنید کے بعد تینوں اس نتیجہ پر پہنچے کہ صلح سے بہتر کوئی شے نہیں اس لیے آپس میں ہرگز نہ لڑنا چاہیے ورنہ اختلافات بڑھتے چلے جائیں گے الغرض اس فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں واپس آگئے اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اپنے لشکر میں واپس چلے گئے۔

باب ۸

جنگِ جمل

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شام کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ فرمایا۔ ادھر طلحہ وزبیر نے محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو گفتگو کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ان دونوں قاصدوں نے دونوں لشکروں میں پہنچ کر صلح کی گفتگو کی اور تمام شرائط صلح آپس میں طے پا گئیں۔ یہ واقعہ جمادی الآخر میں پیش آیا جب شام ہوئی تو حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے لشکر کے سرداروں کے پاس کہلا کر بھیجا کہ ہماری غرض وغایت قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا تھا تو وہ معاملات آپس میں طے پا گئے ہیں اور باہم صلح ہوگئی ہے۔ یہی حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سرداران لشکر کے پاس کہلا کر بھیجا۔

لوگوں نے اعلان صلح کی وجہ سے نہایت بے فکری کے ساتھ رات گزاری حتیٰ کہ جب سے یہ اختلافات رونما ہوئے تھے اس وقت سے لے کر آج تک اطمینان کی کوئی اس جیسی رات نہ گزری تھی۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی شیطنت:

وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ان کے قتل میں شریک کار تھے پوری رات جاگتے رہے۔ اب سب میں مجلس مشاورت گرم تھی حتیٰ کہ ان سب نے یہ فیصلہ کیا کہ خاموشی کے ساتھ جنگ چھیڑ دینی چاہیے۔ ان کے یہ تمام مشورے انتہائی پوشیدہ طور پر طے پائے کیونکہ ان لوگوں کو یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ صلح سے انہیں نقصان پہنچے گا۔

یہ شیاطین صبح اندھیرے لشکر سے نکلے اور ان کی آمد کی ان کے پڑوسیوں تک کو خبر نہ ہوئی۔ یہ تاریکی ہی میں فیصلہ کر کے باہر نکل آئے تھے ان قاتلین میں سے مضری مضر قبیلہ کی طرف گئے' اور ربیعہ قبیلے کے آدمی قبیلہ ربیعہ کی طرف اور یمنی یمنیوں کی جانب بڑھے اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایک شور مچ گیا۔ اور اہل بصرہ اور دیگر قبائل نے اپنے اپنے حامیوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما مضری سرداروں کے ساتھ معلومات کے لیے باہر نکلے ان دونوں نے میمنہ کی جانب جو قبیلہ ربیعہ پر مشتمل تھا۔ عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو معلومات کے لیے روانہ کیا اور میسرہ کی طرف عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور خود دونوں قلب میں ٹھہر گئے اور لوگوں سے معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اہل کوفہ نے رات کو حملہ کر دیا ہے۔

حضرت زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما: ہم تو پہلے ہی سمجھتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک لوگوں کا خون نہ بہا لیں گے۔ اور اس طرح ایک حرام کام کو حلال نہ بنا لیں گے اس کے بعد یہ دونوں اہل بصرہ کو واپس لے کر لوٹے ان کی صف بندی کی حتیٰ کہ پورا لشکر محاذ پر صفیں درست کر کے کھڑا ہوگیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کے کانوں میں یہ شور پہنچا اور اہل کوفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب ایک آدمی اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ اگر کوئی حملہ وغیرہ ہو تو وہ اطلاع دے سکے جب یہ شور مچا تو اس شخص نے بتایا کہ ویسے تو رات خیریت سے گذری لیکن

ابھی کچھ دیر قبل کچھ آدمی ادھر بڑھے۔ ہم نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس جمع ہیں ہم ان کی طرف بڑھے لیکن اتنے میں جنگ چھڑ چکی تھی۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میمنہ اور میسرہ کے رؤساء کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنے اپنے مقام پر جاؤ۔ اور یہ بات تو میں پہلے سے جانتا تھا کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اس وقت تک ہرگز باز نہ آئیں گے جب تک لوگوں کا خون نہ بہالیں گے اور اس طرح ایک حرام کام کو حلال کرلیں گے۔ میں یہ خوب جانتا تھا کہ یہ دونوں ہرگز بھی میری اطاعت نہ کریں گے۔

سبائی برابر جنگ بھڑکا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے چلا کر فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھ روک لو اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک فریق ثانی پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔ یہ لوگ نہ تو بھاگنے والے کو قتل کر رہے تھے اور نہ زخمی پر ہاتھ اٹھا رہے تھے اور دونوں لشکر اسی پر عمل پیرا تھے۔ اور دونوں طرف یہی اعلانات ہو رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی میدان میں آمد:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ اور ابوعمرو کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ کعب بن ثور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے عرض کیا کہ اب آپ میدان میں چلئے کیونکہ اب لوگ جنگ کے علاوہ کسی چیز پر تیار نہیں شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ صلح کرادے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں سوار ہوئیں اس ہودج پر زرہیں چڑھادی گئی تھیں۔ وہ اپنے عسکر نامی اونٹ پر سوار تھیں جو یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے دوسو دینار میں خرید کر دیا تھا۔ جب وہ شہر کے مکانات سے باہر نکلیں تو شور کی آواز آنے لگی۔ وہ ٹھہر گئیں۔ راہ میں جب بھی شور کی آواز آتی وہ ٹھہر جاتیں' ایک جگہ وہ ٹھہری ہوئی تھیں کہ انہوں نے زبردست شور کی آواز سنی' انہوں نے سوال کیا یہ کیسا شور ہے؟

لوگوں نے جواب دیا دونوں لشکروں کے ملنے کا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا یہ صلح کے ساتھ باہم مل رہے ہیں یا کوئی برائی پیدا ہوگئی ہے؟

لوگ: جنگ شروع ہوگئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تو یہ دونوں فریقوں میں سے اس فریق کی آواز ہوگی جس نے شکست کھائی ہوگی۔

ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئی تھیں کہ شکست کی خبر پہنچی۔ اور زبیر رضی اللہ عنہ سامنے آتے نظر آئے۔ وہ میدان چھوڑ کر وادی السباع چلے گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ میں مشغول تھے کہ ایک بے نشانہ تیر آکر ان کے گھٹنے میں لگا لیکن وہ لڑائی میں برابر مشغول رہے جب ان کا موزہ خون سے بھر گیا۔ اور ان کے لیے کھڑا ہونا دشوار ہوگیا تو انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں دم لے سکوں۔ وہ غلام انہیں شہر بصرہ میں لے آیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت اپنے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بارے میں تمثیلاً یہ اشعار پڑھے۔

فَـاِنْ تَـكُـنِ الْـحَـوَادِثُ اَقْـصَـدَتْـنِـيْ وَاَخْـطَـاهُـنَّ سَـهْـمِـيْ حِيْـنَ اَرْمِـيْ

ترجمہ: ''کیا حوادثات نے مجھی کو چھانٹ لیا ہے کہ جب میں تیر مارتا ہوں تو وہ خطا جاتا ہے۔

فَـقَـدْ ضُيِّـعْـتُ حِيْـنَ تَـبِـعْـتُ سَـهْـمًـا سَـفَـاهًـا مَّـا سَـفِـهْـتُ وَ ضَـلَّ حِلْمِيْ

ترجمہ: جب میں نے تیر کا پیچھا کیا تو میں اپنی بے وقوفی سے خود ہی ہلاک ہو گیا اور میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا اور میری عقل جاتی رہی۔

نَـدِمْـتُ نَـدَامَةَ الْـكُـسْـعِـيِّ لَـمَّـا شَـرَيْـتُ رِضٰـى بَـنِـيْ سَـهْـمٍ بِـرَغْـمِـيْ

ترجمہ: میں اس وقت کسی کی طرح نادم ہوا جب میں نے تیراندازوں کی رضامندی مجبوراً خرید لی۔

اَطَـعْـتُـهُـمْ بِـفُـرْقَـةِ اٰلِ لَاۤيٍ فَـاَلْـقُـوْا لِـلسِّـبَـاعِ دَمِـيْ وَ لَـحْـمِـيْ

ترجمہ: میں نے ان لوگوں کی اطاعت کی اور آل لوی میں تفرقہ اندازی پیدا کر دی تو اب میرا خون اور گوشت درندوں کو ڈال دو''۔

جنگ جمل کی دوسری روایت:

امام طبری فرماتے ہیں کہ گزشتہ واقعہ سیف کا بیان کردہ ہے۔ لیکن دوسرے راویوں نے اس واقعہ کو اور طرح نقل کیا ہے۔ انہوں نے امام زہری سے اس واقعہ کی کیفیت یہ نقل کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان ستر آدمیوں کے قتل ہونے کی خبر پہنچی جو بصرہ میں حکیم بن جبلۃ العبدی کے ساتھ مارے گئے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بارہ ہزار لشکر لے کر آگے بڑھے اور بصرہ پہنچے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

يَـا لَـهْـفَ نَـفْـسِـيْ عَـلٰـى رَبِـيْـعَـهْ رَبِـيْـعَـةُ السَّـامِـعَةُ الْـمُـطِـيْـعَـهْ

سُنَّتُهَا كَانَتْ بِهَا الْوَقِيْعَهْ

ترجمہ: ''کاش! میری جان ربیعہ پر قربان ہو جائے جو بات سنتے اور اطاعت کرتے ہیں۔ تمام جنگوں میں ان کی عادت یہی رہی ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

جب دونوں لشکر آمنے سامنے پہنچ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر سے نکلے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قریب آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ یہ لشکر لے کر تم کیوں آئے ہو؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: اس لیے کہ میں آپ کو اس خلافت کا اہل اور اپنے سے زیادہ مستحق نہیں سمجھتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تم بھی خلافت کے اہل نہ تھے اور ہم تمہیں بنوعبدالمطلب ہی میں شمار کیا کرتے تھے لیکن تمہارے اس برے بیٹے نے تمہیں اس مقام پر پہنچا دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان تفریق پیدا کر دی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند اور باتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے پاس سے گزرے اور مجھ سے فرمایا یہ تیرا پھوپی زاد بھائی کیا کہہ رہا ہے۔ حالانکہ یہ ایک روز تجھ سے جنگ کرے گا اور یہ اس کا تجھ پر ظلم ہوگا۔

یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان سے یہ جواب دیتے ہوئے واپس لوٹے۔ خدا کی قسم میں اب تم سے کبھی جنگ نہ کروں گا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا مجھے تو اس جنگ میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ جب میدان میں نکلے تھے تو بھلائی سوچ کر نکلے تھے لیکن جب آپ نے علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے دیکھے تو آپ کو ان کے نیچے اپنی موت نظر آنے لگی۔ اس لیے آپ نے جنگ سے جی چرانا شروع کر دیا عبداللہ رضی اللہ عنہ باپ کو غصہ دلانے کے لیے اسی طرح طعنے دیتے رہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: لیکن میں علی رضی اللہ عنہ کے سامنے قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس سے جنگ نہ کروں گا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: اپنے غلام سرجس کو آزاد کر کے قسم کا کفارہ ادا کر دیجیے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا اور صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا کہ تم مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کر رہے ہو حالانکہ تم ہی نے انہیں قتل کیا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ روز بد دکھایا جس کا دیکھنا ہم ہرگز بھی پسند نہ کرتے تھے۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کو اس لیے لے کر آئے تاکہ ان کی پشت پناہی میں تم جنگ کر سکو حالانکہ تم نے اپنی بیوی کو اپنے گھر میں چھپا کر بٹھا دیا ہے کیا تم نے میری بیعت نہ کی تھی؟

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: بیعت تو ضرور کی تھی لیکن اس صورت میں کہ تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔

قرآن اٹھانے کا حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کر سکتا ہے کہ وہ قرآن اٹھا کر فریقین کے درمیان کھڑا ہو جائے اور انہیں قرآن پر چلنے کی دعوت دے۔ اگر اس کا وہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تو دوسرے ہاتھ میں قرآن لے لے اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو قرآن دانتوں سے تھام لے۔ ایک نوجوان نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ کوئی اور شخص اس کام کو انجام دے اس لیے آپ تمام لشکر میں گھومے اور ہر ایک کے سامنے یہ بات پیش کی۔ لیکن اس نوجوان کے علاوہ کوئی بھی اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینے کے لیے تیار نہیں ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے فرمایا یہ قرآن ان کے سامنے پیش کرو اور ان سے کہو کہ یہ قرآن اوّل سے آخر تک ہمارے اور تمہارے خونوں کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن مخالفین کے لشکر نے اس نوجوان پر حملہ کر دیا۔ قرآن اس کے ہاتھ میں تھا انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس نے قرآن دانتوں سے تھام لیا حتیٰ کہ یہ نوجوان شہید کر دیا گیا۔

ابتدائے جنگ:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تمہارے لیے جنگ حلال ہو گئی ہے۔ تم ان سے جنگ کرو۔ اس روز ستر آدمی اونٹ کی مہار تھامے ہوئے مارے گئے۔ جب اونٹ کی کونچیں کٹ گئیں اور لوگوں کو شکست ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے' زہری کہتے ہیں' لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ تیر مارنے والا مروان بن الحکم تھا۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا زخمی ہونا:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہودج میں

سے سوال کیا کہ یہ کس نے مہار تھام رکھی ہے لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہائے رے اسماء کی بے اولادگی۔ جب عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما لڑتے لڑتے زخمی ہو گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو زخمیوں میں ڈال دیا تا کہ لوگ انہیں مردہ سمجھیں۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد وہ خاموشی سے میدان جنگ سے نکل آئے اور زخموں کی مرہم پٹی کی جس سے وہ اچھے ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور اس پر ایک خیمہ لگا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر کہا آپ نے لوگوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کی اور وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ آپ نے ان کے درمیان اپنی قوم کو بڑی آزمائش میں ڈالا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں روانہ فرمایا اور کچھ مرد اور عورتیں ان کے ساتھ کر دیں' ان کا سامان سفر تیار کرایا اور بارہ ہزار درہم خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اس مال کو بہت کم سمجھا اور خزانہ سے بہت سا مال نکال کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا اور فرمایا اگر امیر المومنین ؓ نے اس مال کو لینے کی اجازت نہ دی تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

قاتل زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے جہنم کی بشارت:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں ابن جرموز نے شہید کیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ابن جرموز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور دربان سے کہا کہ اندر جا کر قاتل زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت طلب کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں اجازت دے دو اور اسے جہنم کی بشارت سنا دو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں احنف کا ہاتھ:

محمد بن عمارہ نے عبیداللہ بن موسیٰ' فضیل' سفیان بن عضبہ کے حوالے سے قرۃ بن الحارث کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اس جنگ کے وقت احنف بن قیس کے ساتھ تھا اور میرا چچا زاد بھائی جون بن قتادہ' حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ان کے پاس سے کچھ سوار گزرے انہوں نے یا امیر کہہ کر آپ کو سلام کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد ان سواروں نے عرض کیا۔ مخالفین کا لشکر فلاں مقام پر آ کر ٹھہرا ہے' ہم نے آج تک ایسا ہتھیار بند اور کم تعداد لشکر کوئی نہیں دیکھا جس میں اس سے زیادہ رعب پایا جاتا ہو۔ اس کے بعد یہ سوار آگے بڑھ گئے اس کے بعد ایک اور سوار آیا اس نے بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یا امیر کہہ کر سلام کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس سوار نے آ کر بتایا کہ مخالفین کا لشکر فلاں فلاں مقام پر پہنچ گیا ہے اور جب انہوں نے آپ کے لشکر کی تعداد وغیرہ کا حال سنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں آپ کا رعب ڈال دیا ہے تو وہ پشت پھیرنے لگے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو تو یہی خبر بیان کرے گا خدا کی قسم! ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے ہمارے بغیر چارۂ کار نہیں۔ اس کے بعد وہ سوار بھی چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور سوار آیا اس وقت گھوڑے میدان سے بھاگ رہے تھے۔

اس سوار نے بھی اے امیر کہہ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس سوار نے عرض کیا یہ لوگ جو آپ کے مدمقابل آئے ہیں اس میں عمار رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔ میری اور ان کی گفتگو بھی ہوئی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: عمار رضی اللہ عنہ تو اس لشکر میں شامل نہیں۔

سوار: خدا کی قسم وہ ساتھ ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم وہ ہرگز ان کے ساتھ شامل نہیں۔

سوار: خدا کی قسم وہ ساتھ میں شامل ہیں۔

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ سوار ان کی بات کی برابر تردید کر رہا ہے تو انہوں نے اپنے کسی رشتہ دار سے کہا تم اس کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ کیا واقعتاً عمار رضی اللہ عنہ اس لشکر میں شامل ہیں۔ وہ دونوں مخالفین کے لشکر کی طرف گئے۔ جون بن قتادہ کہتے ہیں میں انہیں دور سے دیکھ رہا تھا وہ دونوں لشکر کے ایک کنارے پر کچھ دیر کھڑے رہے۔ پھر واپس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کیا خبر لائے ہو ان کے رشتہ دار نے جواب دیا اس سوار نے سچ کہا تھا۔ عمار رضی اللہ عنہ اسی لشکر کے ساتھ ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: اس کی ناک کٹ جائے اور اس کی کمر ٹوٹ جائے۔ اسے آنے کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہتھیار اتار دیئے۔

جون بن قتادہ کا بیان ہے کہ مجھے میری ماں نے گھر سے یہ کہہ کر روانہ کیا تھا کہ زندگی اور موت میں تو زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہتھیار اتارے تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لازماً زبیر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد سنا ہوگا یا حضورؐ نے عمار رضی اللہ عنہ کو کوئی حکم دیا ہوگا جو اس وقت زبیر رضی اللہ عنہ کو یاد آ گیا ہے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر میدان سے لوٹ گئے۔ جون بھی میدان سے واپس چلا آیا اور احنف کے ساتھ جا کر شامل ہو گیا۔

جون کا بیان ہے کہ دو شخص احنف کے پاس آئے اور اس سے کچھ کانا پھوسی کی کچھ دیر آہستہ آہستہ باتیں ہوتی رہیں پھر یہ دونوں سوار واپس چلے گئے اس کے بعد عمرو بن جرموز احنف کے پاس آیا اور اس نے آ کر کہا میں نے اسے وادی السباع میں پایا تھا اور میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ جون کہتا ہے کہ میں یہ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اصل قاتل احنف ہے۔

قرآن اٹھانے کا حکم:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن، بشیر بن عاصم اور حجاج بن ارطاۃ کے واسطہ سے عمار بن معاویہ الذہنی کا یہ بیان ذکر کیا ہے۔ یہ عمار قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمل کے روز اپنے ہاتھ میں قرآن لیا اور تمام لشکر میں قرآن لے کر گھومے اور فرمایا کون شخص ہے جو یہ قرآن اٹھا کر مخالفین کو اسے قبول کرنے کی دعوت دے اور اٹھانے والا یہ بھی سمجھ لے کہ وہ مقتول ہو کر رہے گا۔ کوفہ کے ایک نوجوان نے یہ بات قبول کی۔ یہ نوجوان سپید قبا پہنے ہوئے تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یہ کام میں انجام دوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی نو جوانی پر ترس آیا اور انہوں نے فرمایا کوئی اور شخص ہے جو یہ کام انجام دے۔ اور وہ یہ سمجھ لے کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اس بار بھی لشکر میں سے اس نو جوان کے علاوہ کوئی نہ نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن اس کے سپرد کر دیا۔ اس نے مخالفین کو قرآن کی دعوت دی۔ لیکن لوگوں نے اس کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اس نے قرآن بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ لوگوں نے وہ ہاتھ بھی قطع کر دیا تو اس نے قرآن کو سینے سے چمٹا لیا۔ اس کی تمام قبا خون سے تر ہو چکی تھی۔ نتیجتاً اس نو جوان کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ قتل ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب ان لوگوں سے جنگ حلال ہو گئی ہے۔

اس نو جوان کی ماں نے اس کا مرثیہ کہا۔

لَاهُمَّ اِنَّ مُسْلِمًا دَعَاهُمْ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ لَا يَخْشَاهُمْ

ترجمہ: ''ایک مسلمان نے ان لوگوں کو دعوت دی اور وہ برابر تلاوت قرآن میں مشغول تھا اسے مخالفوں کا کوئی ڈر نہ تھا۔

وَ اُمُّهُمْ قَائِمَةٌ تَرَاهُمْ يَأْتَمِرُوْنَ الْغَيَّ لَا تَنْهَاهُمْ

قَدْ خُضِبَتْ مِنْ عِلَقٍ لُحَاهُمْ

ترجمہ: ان لوگوں کی ماں کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھیں۔ یہ لوگ سرکشی پر اترے ہوئے تھے اور ان کی ماں انہیں نہ روکتی تھی۔ ان لوگوں کی داڑھیاں خون سے تر ہو چکی تھیں''۔

قبیلہ ازد کی وفاداری:

عمرو نے ابوالحسن' ابومخنف اور جابر کے حوالے سے شعبی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ نے اہل بصرہ کے میسرہ پر حملہ کیا ان دونوں دستوں میں انتہائی سخت جنگ ہوئی۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پناہ لی۔ ان میں اکثر بنوضبہ اور ازدی شامل تھے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے اردگرد سورج چڑھنے کے وقت سے عصر تک جنگ کرتے رہے پھر یہ لوگ پیچھے ہٹنے لگے یہ دیکھ کر ایک ازدی نے پکار کر کہا کہاں جا رہے ہو واپس لوٹو۔ محمد بن حنفیہ نے ازدیوں پر خوب سخت حملے کیے محمد کے ساتھی چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ ہم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دین پر ہیں۔

بنولیث کے ایک شاعر نے اس جنگ کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے۔

سَائِلْ بِنَا يَوْمَ لَقِيْنَا الْاَزْدَا وَ الْخَيْلُ تَعْدُوْا اَشْقَرًا وَّ وَرْدَا

ترجمہ: ''جس روز ہم نے ازدیوں سے جنگ کی تھی تو اس روز کا حال ہم سے معلوم کرو۔ رنگ برنگے گھوڑے ازدیوں پر چڑھ رہے تھے۔

لِمَا قَطَعْنَا كَبِدَهُمْ وَ الزَّنْدَا سُحْقًا لَّهُمْ فِيْ رَأْيِهِمْ وَ بُعْدَا

ترجمہ: ہم نے ان کے جگر چیر کر پھینک دیئے اور کھوپڑیاں اتار لیں۔ ان کی رائے پر تباہی اور بربادی نازل ہوئی''۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن' جعفر بن سلیمان کے حوالے سے مالک بن دینار کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور ان کے نیزوں سے چوکے مار کر فرمایا۔ اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میں واپس جا رہا ہوں۔

عامر بن حفص کا بیان ہے کہ جمل کے روز عمار زبیر رضی اللہ عنہما کے سامنے آئے اور نیزہ تان لیا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو الیقظان رضی اللہ عنہ کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟

عمار رضی اللہ عنہ: اے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہما ہرگز نہیں۔

لشکر زبیر رضی اللہ عنہ کی شکست:

محمد وطلحہ کا بیان ہے کہ جب شروع دن میں لوگ شکست کھانے لگے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی میں زبیر رضی اللہ عنہ ہوں میرے پاس آؤ۔ بھاگ کر کہاں جاتے ہو' میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قریب کھڑا ہوا تھا وہ پکار کر کہہ رہا تھا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔

اس کے بعد زبیر رضی اللہ عنہ میدان سے لوٹ گئے اور وادی السباع کی طرف چلے دو آدمیوں نے ان کا پیچھا کیا باقی لوگ ایک دوسرے سے جنگ میں مصروف تھے جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دو سواران کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ میدان کو واپس لوٹ آئے اور آ کر سخت حملہ کیا اور دشمنوں کی صفیں تتر بتر کر دیں جب دشمن واپس لوٹے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ حملہ کرنے والے زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ ساتھیوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ یہ علباء بن الہیثم اور ایک جماعت کو لے کر آگے بڑھے۔ دوسری جانب سے قعقاع رضی اللہ عنہ ایک جماعت لیے ہوئے آ رہے تھے۔ جب وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچے تو طلحہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اے لوگو! میرے پاس آؤ اور ثابت قدمی دکھاؤ۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ زخمی ہو چکے ہیں اور جو چیز آپ لے کر کھڑے ہوئے تھے وہ بھی جان بلب ہے لہٰذا تم کسی گھر میں جا کر آرام کر لو۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا مجھے کسی گھر میں لے چلو اس غلام نے اور اس کے ساتھ دو اور آدمیوں نے انہیں سہارا دیا اور انہیں بصرہ لے کر آئے۔

اس کے بعد بھی جنگ ہوتی رہی پھر لشکر طلحہ رضی اللہ عنہ شکست کھانے لگا یہ لوگ شکست کھا کر بصرہ بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مضر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو گھیر لیا ہے تو یہ سب پلٹ پڑے اور قلب لشکر میں پہنچ کر میدان میں ڈٹ گئے اور اب نئے سرے سے جنگ شروع ہو گئی تھی' ربیعہ قبیلہ کے آدمی بصرہ ہی ٹھہر گئے تھے وہ واپس نہیں لوٹے۔

سبائیوں کا قرآن قبول کرنے سے انکار:

یہ حال دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کعب کو حکم دیا کہ سواری سے نیچے اترو اور قرآن اٹھا لو اور انہیں کتاب اللہ کی دعوت دو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا قرآن کعب بن سور کو دے دیا کعب قرآن لے کر آگے بڑھے اور مخالفین کے سامنے گئے لیکن لشکر علی رضی اللہ عنہ میں آگے آگے سبائی تھے انہیں برابر یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں صلح نہ ہو جائے۔ کعب جب قرآن لے کر آگے بڑھے تو یہ کعب کے سامنے آ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے لشکر میں تھے وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ مخالف جنگ کے علاوہ کسی اور چیز پر تیار نہیں' جب کعب نے ان کے سامنے قرآن پیش کیا تو ان لوگوں نے انہیں نیزے مار مار کر ختم کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کو تیروں کا نشانہ بنا لیا۔

سبائیوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حملہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی اے میرے بیٹو! ادھر آؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں اللہ اللہ اللہ کو یاد کرو اور روزِ حساب کا خیال کرو۔ لیکن یہ سبائی کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ برابر آگے بڑھ رہے تھے جب یہ برابر آگے بڑھ بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر حملہ کرتے رہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے لوگو! قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت بھیجو۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پر لعنت بھیجی اور اہل بصرہ بھی لعنت بھیجنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں یہ لعنت کے الفاظ پڑے تو انہوں نے سوال کیا یہ شور و ہنگامہ کیسا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے حامی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھ دینے والوں پر لعنت بھیج رہے ہیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھ دینے والوں پر لعنت بھیجے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم دونوں اپنی اپنی جگہ ڈٹے رہو۔

جب اہل بصرہ نے یہ دیکھا کہ سبائیوں کا اصل رُخ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب ہے وہ اس کے علاوہ کہیں اور حملہ نہیں کر رہے ہیں اور جنگ سے باز نہیں آتے تو بصرہ کے مضریوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور اس کے بعد کوفہ کے مضریوں پر حملہ کیا اس اژدہام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پھنس گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے اپنے بیٹے محمد کی گردن پکڑی اور محمد سے فرمایا کہ حملہ کرو۔ انھوں نے کچھ پس و پیش کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ یہ دیکھ کر محمد نے حملہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا ان کے پاس چھوڑ دیا۔

کوفہ کے مضریوں نے بصرہ کے مضریوں پر حملہ کیا اور اونٹ کے آگے لڑائی شروع ہوگئی۔ جنگ زوروں پر جاری تھی اور کسی کی کامیابی کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مضریوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے ان میں زید بن صوحان بھی تھا۔ اس سے اس کی قوم کے ایک شخص نے کہا تو اپنی قوم کے پاس واپس آ جا تیرا اس جگہ کیا کام ہے کیونکہ مضری تیرے سامنے ہے اور اونٹ بھی تیرے سامنے موجود ہے اور چاروں طرف موت کا بازار گرم ہے۔

زید: موت زندگی سے بہتر ہے اور میں موت ہی کا طلب گار ہوں۔

الغرض زید اور اس کا بھائی سیحان دونوں لڑتے لڑتے مارے گئے صعصعہ نے ان دونوں کا مرثیہ پڑھا۔ ان کے مرنے کے بعد جنگ اور شدت اختیار کر گئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت دیکھی' تو یمنیوں اور ربیعوں کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم اپنے اپنے قریب والوں کی مدد کے لیے پہنچ جاؤ۔

بنو عبدالقیس کے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں سے کہا ہم تمہیں کتاب اللہ قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

حامیانِ عائشہ رضی اللہ عنہا: تم کیا کتاب اللہ کی دعوت دو گے جب کہ تم اللہ کی نافذ کردہ حد کو بھی قائم نہ کر سکے اور جب کہ اللہ کی جانب دعوت دینے والے کعب بن سور کو تم نے قتل کر دیا یہ جواب جس شخص نے دیا تھا اسے قبیلہ ربیعہ نے نیزے مار کر قتل کر دیا اس کے قتل ہونے کے بعد اونٹ کی حفاظت کے لیے مسلم بن عبداللہ العجلی اس کی جگہ کھڑا ہوا لوگوں نے اسے بھی ختم کر دیا۔ کوفہ کا میمنہ بصرہ کے میمنہ پر حملہ کر رہا تھا اس حملہ میں کوفیوں نے بہت سے بصریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کوفیوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حملہ:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ پہلی جنگ دو پہر تک شدت سے جاری رہی اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی اسی جنگ کے دوران چلے گئے۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پناہ لی اور اہل کوفہ جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے' اور لوگوں کا تمام تر حملہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حامیوں کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب فریقین میں نہایت سخت جنگ ہوئی اور بے انتہا شور اٹھا۔ ظہر کے وقت جنگ بند ہوگئی لیکن ظہر کے بعد پھر دوبارہ جنگ شروع ہوئی یہ جنگ آخری جمادی الآخر میں بروز جمعرات ہوئی۔

شروع روز میں حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کی ماتحتی میں جنگ جاری رہی دو پہر کے وقت لشکر کی کمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کر رہی تھیں اس وقت نہایت شدید جنگ ہوئی اور ظہر کے وقت علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے میسرہ کو شکست دے دی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا میمنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میسرہ پر غالب رہا اور بصرہ کے قبیلہ ربیعہ نے کوفہ کے ربیعوں کو شکست دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر بصرہ کے مضریوں کے مقابلہ میں کوفیوں کے مضریوں کو بھیجا اور فرمایا موت سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں نہ وہ بھاگنے والے کو چھوڑتی ہے اور نہ کھڑے ہونے والے کو۔

جھنڈے کی واپسی:

عمرو نے ابوالحسن' ابوعبداللہ القرشی' یونس بن ارقم' علی بن عمرو الکندی اور زید بن حساس کے واسطہ سے محمد بن الحنفیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ کہ جمل کے روز میرے والد نے لشکر کا جھنڈا مجھے عنایت کیا اور فرمایا آگے بڑھو۔ میں برابر آگے بڑھتا رہا لیکن جب میرے آگے نیزے اور سنانیں آڑے آگئیں تو میں رک گیا کسی نے میرے پیچھے سے کہا تیری ماں مرے آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ میں نے جواب دیا آگے کوئی جگہ نظر نہیں آتی چاروں طرف نیزے اور سنانیں ہیں کہنے والے نے ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا۔ میں نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ میرے والد تھے۔ وہ فرما رہے تھے۔

اَنْتِ الَّتِیْ غَرَّكِ مِنِّی الْحُسْنٰی یَا عَیْشَ اَنَّ الْقَوْمَ قَوْمٌ اَعْدَا
اَلْخَفْضُ خَیْرٌ مِّنْ قِتَالِ الْاَبْنَا

ترجمہ: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ نے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال لیا اور قوم کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ بیٹوں کے قتل ہونے سے تو یہ بہتر تھا کہ آپ جھک جانا قبول فرما لیتیں''۔

جھنڈے کے نیچے قتل عام:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ دونوں لشکروں میں اتنی سخت جنگ ہوئی کہ ہر جگہ پر قلب لشکر کا گمان ہوتا تھا اہل یمن نے نہایت جوانمردی دکھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جھنڈا سنبھالتے ہوئے کوفہ کے دس آدمی مارے گئے۔ ان میں سے پانچ ہمدانی تھے اور بقیہ یمنی' جب ایک آدمی مارا جاتا تو دوسرا جھنڈا سنبھال لیتا۔ آخر میں یزید بن قیس نے جھنڈا سنبھالا۔ آخر وقت تک یہ جھنڈا اسی کے پاس رہا یزید جنگ کے وقت یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قَدْ عِشْتِ یَا نَفْسُ وَ قَدْ غَنِیْتِ دَهْرًا فَقَطْكِ الْیَوْمَ مَا بَقِیْتِ

ترجمہ: ''اے نفس! تو نے بہت زندگی گزاری اور زمانے سے بے پرواہ ہو چکا ہے جب تو ابھی تک زندہ ہے تو اور کب تک زندہ رہے گا۔

اَطْلُبُ طُوْلَ الْعُمْرِ مَا حَيِيْتِ

تو جب تک زندہ رہے میں تو زندگی کا طلب گار رہوں گا''۔

یہ اشعار یزید نے بطور تمثیل پڑھے تھے۔ ورنہ یہ اشعار اس سے قبل کے کسی اور شخص کے ہیں' نمران بن ابی نمران الہمدانی نے اس جنگ کے وقت یہ اشعار پڑھے۔

جَرَّدْتُ سَيْفِىْ فِىْ رِجَالِ الْاَزْدِ اَضْرِبُ فِىْ كُهُوْلِهِمْ وَالْمُرْدِ

كُلُّ طَوِيْلِ السَّاعِدَيْنِ نَهْدِ

ترجمہ: ''میں ازدیوں کے درمیان اپنی تلوار چلا رہا تھا اور ان کے بوڑھوں اور نوجوانوں کو قتل کر رہا تھا۔ اور ہر لمبے بازو والے چیتے کو میدان میں گرا رہا تھا''۔

ربیعہ میدان میں آگے بڑھے اس وقت اہل کوفہ کے میسرہ کے جھنڈے کے نیچے لڑتے لڑتے زید' صعصعہ' سلیمان اور عبداللہ بن رقبہ المغیرہ مارے گئے ان کے بعد ابوعبیدۃ بن راشد بن سلمیٰ یہ دعاء کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اے اللہ! آپ ہی نے ہمیں گمراہی سے ہدایت عطا فرمائی ہے اور ہمیں جہالت سے محفوظ رکھا اور ہمیں ایسی آزمائش میں مبتلا کیا جس کے بارے میں ہم آج تک شک وشبہ میں مبتلا تھے اس کے بعد یہ قتل کر دیا گیا پھر حصین بن معبد بن النعمان قتل ہوا۔ قتل ہوتے وقت اس نے جھنڈا اپنے بیٹے معبد کو دے دیا اور اس سے کہا اے معبد اس جھنڈے کو قریب ہی رکھنا اور زیادہ آگے نہ بڑھنا اس کے بعد یہ جھنڈا آخر وقت تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔

تاریخ کا عجیب وغریب واقعہ:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب کوفہ اور بصرہ کے مضریوں میں جنگ ختم ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں یہ اعلان کیا گیا کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے اب اپنے ہاتھ پاؤں تلاش کرو۔ لوگ اپنے ہاتھوں اور پیروں کی تلاش میں مصروف ہو گئے اس سے قبل اور نہ اس کے بعد کوئی ایسی جنگ ہوئی ہے اور نہ آج تک کوئی ایسا واقعہ سننے میں آیا ہے جس میں لوگوں کے اتنے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں جیسا کہ اس جنگ میں کٹے تھے یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ یہ کس کا ہاتھ ہے اور یہ کس کا پاؤں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کا شہادت سے قبل ہاتھ کٹ چکا تھا ان دونوں لشکروں میں سے جس کا بھی ہاتھ پاؤں کٹ جاتا تھا وہ اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ وہ قتل ہو جائے اس لیے وہ برابر میدان جنگ میں جما رہتا تھا۔

قبیلہ غسان کی شجاعت:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا ہے کہ جب جنگ زوروں پر ہونے لگی تو اہل کوفہ کا میمنہ اہل بصرہ کے قلب میں گھس گیا اسی طرح اہل بصرہ کا میسرہ اہل کوفہ کے قلب میں گھس گیا۔ لیکن اہل کوفہ کے میمنہ اور

میسرہ نے مخالفین کو اپنے دستوں میں قطعاً گھسنے نہیں دیا۔ اسی طرح بصرہ کے میسرہ نے بھی مخالف کو اس کا قطعاً موقعہ نہیں دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں سے سوال کیا جوان کے بائیں جانب تھے کہ یہ کون سا قبیلہ ہے صبرۃ بن شیمان نے جواب دیا آپ کے لڑکے ازد ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے آل غسان تمہاری شجاعت عام سننے میں آتی ہے آج اپنی شجاعت و بہادری کو قائم رکھتے ہوئے اپنی عزت کی حفاظت کرو۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا:

وَ جَالَدَ مِنُ غَسَّانَ اَهُلُ حِفَاظِهَا وَ هِنُبٌ وَ اَوُسٌ جَالَدَتُ وَ شَبِيُبُ

ترجمہ: ''غسانی جو حفاظت کرنا جانتے ہیں انہوں نے جنگ کی اسی طرح ہنب' اوس اور شبیب نے بھی جنگ کی''۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے داہنی جانب والوں سے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا بکر بن وائل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے بارے میں شاعر یہ کہتا ہے۔

رَجَاءُ وُا الَيُنَافِي الُحَدِيُدِ كَاَنَّهُمُ مِنَ الُعِزَّةِ الُقَعُسَاءِ بَكُرُ بُنُ وَائِلِ

ترجمہ: ''بکر بن وائل اپنی عزت کی خاطر ہم پر اس طرح چڑھ کر آئے کہ وہ سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھے''۔

اے بکر بن وائل تمہارے مقابلے میں بنو عبدالقیس ہیں تم آج ان سے بڑھ کر جنگ کرو۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس دستہ سے سوال کیا جو ان کے آگے تھا۔ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا ہم بنو ناجیہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: خوب چہ خوب۔ آج ابطحی اور قریشی تلواریں باہم ٹکرا رہی ہیں آج تم لوگ ایسی جنگ کرو جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

بنو ضبہ کی شجاعت:

کچھ دیر بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اردگرد بنو ضبہ آ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں دیکھ کر فرمایا اب چنگاریاں اچھی طرح بھڑک اٹھی ہیں جب بنو ضبہ نرم پڑ گئے تو ان کے ساتھ بنو عدی شامل ہو گئے حتیٰ کہ اکثریت بنو عدی کی ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تم کون لوگ ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہم لوگ مخلوط ہیں کوئی متعینہ قبیلہ نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب تک بنو ضبہ میرے اردگرد لڑتے رہے اس وقت تک اونٹ کا سر جھکنے نہیں پایا۔ انھوں نے آخر وقت تک اونٹ کے سر کو سیدھا رکھا۔ انہوں نے ایسی جنگ کی کہ ان پر کوئی الزام قائم نہیں کر سکتا اور جتنے ان کے ہاتھ پاؤں کٹے ہیں اتنے کسی قبیلہ کے نہیں کٹے اور وہ دونوں لشکروں میں سے سب سے زیادہ غالب رہے کہ مخالفین اونٹ پر تیر اندازی کر رہے تھے اور بنو ضبہ برابر کٹ کٹ کر گر رہے تھے اور مجھے بچا رہے تھے۔

پھر دونوں قلب لشکر مل گئے اور قوم نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ علیحدہ علیحدہ رہیں اس لیے وہ ایک دوسرے سے مل گئے۔

ابن یثربی کی جوانمردی:

اس کے بعد ابن یثربی نے اونٹ کی مہار پکڑی یہ ابن یثربی وہ ہے جس نے علباء بن الہثیم' زید بن صوحان اور ہند بن عمرو کے قتل کا دعویٰ کیا تھا یہ جنگ کے دوران یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

اَنَا لِمَنْ يُنْكِرُنِي ابْنُ يَثْرِبِيْ قَاتِلُ عِلْبَاءَ وَهِنْدِ الْجَمَلِيْ
وَ ابْنٍ لِّصُوْحَانَ عَلٰى دِيْنِ عَلِيّ

ترجمہ: ''میں ابن یثربی ہوں جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور میں علباء اور ہند الجملی کا قاتل ہوں۔ میں زید بن صوحان کا بھی قاتل ہوں جو علی رضی اللہ عنہ کے دین پر تھا''۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ابن یثربی کو اپنے مقابلے کے لیے للکارا اور کہا کہ میں دنیا کا بہت مزا چکھ چکا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ میں تیرے مقابلے کی طاقت نہیں۔ اگر تو سچا ہے تو اپنے دستے سے آگے نکل کر میرے مقابلے پر آ۔ ابن یثربی نے اونٹ کی مہار بنوعدی کے ایک شخص کو دے دی اور دستہ سے نکل کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو گیا لوگوں نے عمار رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا جب ابن یثربی عمار رضی اللہ عنہ کے قریب آیا تو عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے کھینچ ماری جو اس کی تلوار ی پر پڑی۔ تلوار اچٹ کر اس کی ٹانگوں پر گئی اور اس کے دونوں پیر کٹ گئے۔ عمار رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکری ابن یثربی کو اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم دیا۔

عمرو بن بجرہ اور ربیعۃ العقیلی کا قتل:

جب ابن یثربی قتل ہو گیا تو اس عدوی نے لگام کسی اور کو دے دی اور خود میدان میں آ کر مبارز طلب کیا عمار رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر آنا ہی چاہتے تھے کہ ربیعۃ العقیلی اس کے مقابلے پر نکلا عدوی کا نام عمرو بن بجرہ تھا۔ اس کی آواز بہت بلند تھی اس وقت عقیلی یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

يَا أُمَّنَا أَعَقَّ أُمٍّ نَعْلَمُ وَالْأُمُّ تَغْذُوْا وَلَدًا وَتَرْحَمُ

ترجمہ: ''اے ماں ہم آپ کو بہت ہی نامہربان دیکھ رہے ہیں حالانکہ مائیں تو بچوں کو غذا دیتی اور ان پر رحم کرتی ہیں۔

أَلَا تَرَيْنَ كَمْ شُجَاعٍ يُكْلَمُ وَتُخْتَلٰى مِنْهُ يَدٌ وَّمِعْصَمُ

ترجمہ: کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی ہو رہے ہیں اور ان کے ہاتھ اور کلائیاں کاٹی جا رہی ہیں''۔

اس کے بعد یہ دونوں آپس میں گتھ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو سخت زخمی کر دیا اور دونوں مارے گئے۔

حارث بن ضبہ کا رجز:

عطیۃ بن بلال کا بیان ہے کہ بنوضبہ کے ایک شخص نے عدوی کی جگہ مہار تھامی اس کا نام حارث تھا ہم نے اس سے سخت کوئی آدمی نہیں دیکھا وہ برابر یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ بَنُوْ ضَبَّةَ أَصْحَابُ الْجَمَلِ نَنْعِيْ ابْنَ عَفَّانَ بِأَطْرَافِ الْأَسَلِ

ترجمہ: ''ہم ضبہ کی اولاد ہیں اور اونٹ والے ہیں۔ ہم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا نیزوں کی نوکوں سے بدلہ لینے آئے ہیں۔

اَلْمَوْتُ أَحْلٰى عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلِ رُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْخَنَا ثُمَّ بَجَلِ

ترجمہ: ہمارے نزدیک موت شہد سے بھی زیادہ میٹھی چیز ہے۔ ہمارے امیر کو ہمیں واپس کر دو اور ہمیں کچھ نہیں چاہیے''۔

بنوضبہ کی جاں نثاری:

عمرو بن شعبہ نے حسن، مفضل بن محمد اور عدی بن ابی عدی کے ذریعہ ابورجاء العطاردی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں جنگ جمل کے دن ایک شخص کو دیکھ رہا تھا یہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور تلوار ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اس پھرتی کے ساتھ تبدیل کرتا تھا جیسے آگ کی چنگاری ہو اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ بَنُوْضَبَّةَ اَصْحَابِ الْجَمَلِ نُنَازِلُ الْمَوْتَ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلِ

ترجمہ: ''ہم بنوضبہ ہیں۔ اونٹ والے ہیں۔ جب موت نازل ہوتی ہے تو ہم موت میں گھس جاتے ہیں۔

وَ الْمَوْتُ اَشْهٰى عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلِ نَنْعَى ابْنَ عَفَّانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلِ

رُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْخَنَا ثُمَّ بَجَلِ

ترجمہ: موت ہمیں شہد سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔ ہم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بدلہ نیزوں کی نوکوں سے لینے آئے ہیں۔ ہمارے امیر کو ہمیں واپس کر دو پھر ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں''۔

عمرو نے ابوالحسن کے ذریعہ مفضل الضبی سے نقل کیا ہے کہ یہ اشعار پڑھنے والا وسیم بن عمرو بن ضرار الضبی تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جانوں کی قربانی:

عمرو نے ابوالحسن کے ذریعہ ہذلی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جمل کے روز عمرو بن یثربی اپنی قوم کو جوش دلا رہا تھا لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑ پکڑ کر رجز پڑھ رہے تھے۔

نَحْنُ بَنُوْ ضَبَّةَ لَا نَفِرُّ حَتّٰى نَرٰى جِمَا جِمًا تَخِرُّ

يَخِرُّ مِنْهَا الْعِلَقُ الْمُحْمَرُّ

ترجمہ: ''ہم بنوضبہ ہیں۔ بھاگنے والے نہیں تاوقتیکہ کھوپڑیاں گرتی نہ دیکھ لیں۔ اور جب تک خون کی سرخ دھاریں نہ چلنے لگیں''۔

يَا اُمَّنَا يَا عَيْشُ لَنْ تُرَاعِىْ كُلُّ بَنِيْكَ بَطَلٌ شُجَاعُ

ترجمہ: اے ہماری ماں! اے عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ ہرگز خوف نہ کیجیے۔ آپ کے تمام بیٹے بہادر مرد میدان ہیں۔

يَا اُمَّنَا يَا زَوْجَةَ النَّبِيِّ يَا زَوْجَةَ الْمُبَارَكِ الْمَهْدِىْ

ترجمہ: اے ہماری ماں! اے نبی کی زوجہ اور مبارک ذات اور ہدایت کرنے والے کی زوجہ''۔

اس وقت مہار پر چالیس آدمی قتل ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب تک بنوضبہ کی آوازیں ختم نہ ہوئیں اس وقت تک اونٹ کا سر بالکل سیدھا رہا۔

ابن یثربی کا قتل:

اس روز عمرو بن یثربی نے علباء بن الہیثم الدوسی، ہند بن عمرو الجملی اور زید بن صوحان کو قتل کیا۔ عمرو جنگ کے وقت یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

اَضْـــرِبُهُـــمْ وَ لا اَرَی اَبَـــا حَسَـــنُ كَـفٰـى بِهَـــا حُـزْنًــا مِّـنَ الْـحَـزَنُ

اِنَّـــا نَـمِـرُّ الْاَمْـرَا اِمْـرَارَ الـرَّسَـنُ

ترجمہ: ''میرے لیے یہ غم کیا کم ہے کہ میں لوگوں کو قتل کر رہا ہوں لیکن مجھے علی رضی اللہ عنہ کہیں نظر نہیں آتا۔ ہم تو کاموں کو پھانسیوں پر کر گزرتے ہیں''۔

ہذلی کا بیان ہے کہ صفین کے روز بھی یہ شعر تمثیلاً پڑھا گیا تھا۔ اس روز عمرو بن یثربی کے مقابلے پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ آئے اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی یہ اون کی ایک کملی پہنے ہوئے تھے جو درمیان سے کھجور کے پتوں سے باندھ رکھی تھی عمرو بن یثربی ان کی للکار پر ان کی جانب لپکا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے آگے کر دی عمرو نے اپنی تلوار ڈھال کے نیچے سے چھبونی چاہی تو لوگوں نے چاروں طرف سے اس پر تیروں کی بارش کر کے اسے گرا دیا وہ اس وقت یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اِنْ تَـقْتُـلُـوْنِـىْ فَـاَنَـا بْنُ يَثْـرِبِـىْ قَـاتِـلُ عِـلْبَـاءَ وَ هِـنْـدِ الْـجَـمَـلِـىْ

ثُمَّ اِبْنِ صُـوْحَـانَ عَـلٰـى دِيْنِ عَلِىٍّ

ترجمہ: ''اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو میں ابن یثربی ہوں۔ میں نے ہی علباء اور ہند الجملی کو قتل کیا ہے۔ میں ہی ابن صوحان کا قاتل ہوں جو علی رضی اللہ عنہ کے دین پر تھا''۔

جب یہ زخمی ہو کر گر گیا تو لوگ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ تو نے اپنے آپ کو آج مجھ سے بچا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دور ہو جا تو وہی شخص ہے کہ جب میرے تین آدمی تیرے مقابل گئے تو تو نے ان کے چہروں پر تلواریں مار مار کر ختم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اونٹ کا قتل:

عمرو نے ابوالحسن' ابومخنف' اسحاق بن راشد اور عباد کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں میں زخمی ہو گیا تھا اور تلواروں اور نیزوں کے میرے سینتیس زخم آئے تھے اور میں نے اس روز جیسی جنگ کبھی نہ دیکھی تھی کہ نہ تو ہم ہی شکست کھاتے تھے اور نہ مخالفین ہی کو شکست ہو رہی تھی اور ہم میں سے ہر شخص سیاہ پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تھا اور جو شخص بھی مہار پکڑتا تھا وہ قتل ضرور ہو جاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی مہار پکڑی وہ بھی شہید ہوئے اس کے بعد اسود بن ابی البختری نے مہار تھامی وہ بھی ختم ہو گئے پھر میں نے آگے بڑھ کر مہار تھام لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ یہ کون ہے میں نے جواب دیا آپ کا بھانجا۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہائے اسماء رضی اللہ عنہا کا غم۔ اتنے میں میرے سامنے سے اشتر نکلا۔ میں اسے جھپٹ گیا۔ ہم دونوں کشتی لڑتے لڑتے نیچے گر گئے۔ میں نے چلانا شروع کیا اے لوگو! مجھے بھی قتل کر دو اور مالک کو بھی قتل کر دو (یعنی اشتر کو)۔

الغرض ہمارے اور مخالفین کے آدمی برابر جنگ میں مصروف رہے حتیٰ کہ ہم مغلوب ہونے لگے اور مہار ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور علی رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا اونٹ ذبح کر دو۔ اگر اونٹ ذبح ہو گیا تو یہ لوگ منتشر ہو جائیں گے۔ ایک آدمی نے اونٹ کو زخمی کر کے گرا دیا اونٹ کے زخمی ہوتے ہی اس کے منہ سے ایسی بری آواز نکلی کہ میں نے آج تک کبھی نہ سنی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد

بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہودج اٹھالو اور اس پر ایک خیمہ لگا دو اور دیکھو کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے اندر اپنا سر داخل کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غصہ سے کہا تو تباہ و برباد ہو جائے کون ہے؟

محمد: آپ کا وہ رشتہ دار جس سے آپ انتہائی ناراض ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا خثعمیہ کا بیٹا۔

محمد: جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو عافیت سے رکھا۔

اشتر اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا مقابلہ:

اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید نے ابوبکر بن عیاش سے علقمہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اشتر سے سوال کیا تو نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر مجبور کیا تھا لیکن تیرے بصرہ جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اشتر: ان لوگوں نے بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بغاوت پر مجبور کیا۔ میں دل میں اللہ سے یہ دعا کرتا تھا کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے میری ملاقات ہو جائے اور اس سے میری ملاقات بھی ہوئی لیکن کچھ دیر کے لیے افسوس میرے بازو میرا ساتھ نہ دے سکے کہ میں تلوار سے اس کی گردن اتار لیتا اس نے تو مجھے گھوڑے پر سوار تک بھی نہ رہنے دیا اور نیچے گرا دیا۔

اشتر اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ:

علقمہ کہتے ہیں میں نے اشتر سے دریافت کیا کہ یہ جملہ کہ ''مجھے اور مالک کو قتل کر دو'' کیا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا تھا۔

اشتر: نہیں بلکہ یہ جملہ عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے مقابلے پر آئے ہم دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے اس کے بعد انھوں نے مجھے پچھاڑا اور میں نے انھیں پچھاڑا جب ہم دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے تو انھوں نے چلا کر کہا اے لوگو! مجھے بھی قتل کرو اور مالک کو بھی قتل کر دو لوگ میرا نام نہ جانتے تھے اس لیے میں بچ گیا۔ ورنہ مجھے ضرور قتل کر دیتے۔

ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شجاعت:

عبداللہ بن احمد نے احمد' سلیمان' عبداللہ' طلحہ بن النضر اور عثمان بن سلیمان کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک جوان آیا اور اس نے کہا اے لوگو! دو شخصوں سے بچتے رہنا' ان دونوں میں ایک اشتر ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ایک ٹانگ زخم کے باعث کھلی ہوئی ہے۔ اشتر کا بیان ہے کہ جب میرا ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے اپنا نیزہ میرے پاؤں کی طرف بڑھایا۔ میں نے دل میں یہ کہا کہ یہ کتنا احمق آدمی ہے اگر یہ میرا پاؤں کاٹ بھی دے گا تو کیا میں اسے چھوڑ دوں گا لیکن جب ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک دم سے نیزہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر میرے منہ پر وار کرنا چاہا تو میں نے دل میں خیال کیا کہ واقعتاً یہ بھی کوئی یکتا بہادر ہے۔

عمرو بن الاشرف کا قتل:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن' ابومخنف' ابن عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن کے حوالے سے جندب سے نقل کیا ہے۔ کہ عمرو بن اشرف

نے اونٹ کی مہار تھامی یہ اتنا بہادر تھا کہ جو شخص بھی اس کے سامنے آتا وہ اسے اپنی تلوار پر رکھ لیتا' اتنے میں حارث بن زبیر اس کے مدمقابل آیا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

يَـا أُمَّـنَـا يَـا خَيْـرَ أُمٍّ نَـعْـلَـمُ   أَمَـا تَـرَيْـنَ كَـمْ شُـجَـاعٍ يُـكْـلَـمُ

وَتُـخْـتَـلَـى هَـامَـتُـهُ وَالْـمِـعْـصَـمُ

ترجمہ: ''اے ہماری ماں! ہم جانتے ہیں کہ آپ بہترین ماں ہیں لیکن کیا آپ یہ نہیں دیکھ رہی ہیں کہ کتنے بہادر زخمی ہو رہے ہیں۔ اور کتنی کھوپڑیاں اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے ہیں''۔

ان دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے اور کچھ دیر بعد دونوں زمین پر اپنے پاؤں رگڑ رہے تھے کچھ دیر کی تکلیف کے بعد دونوں مر گئے۔ جندب کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مدینہ پہنچا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا۔ تم کون ہو؟

جندب: میں قبیلہ ازد کا ایک آدمی ہوں اور کوفہ میں رہتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا تم جنگ جمل میں موجود تھے؟

جندب: جی ہاں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا ہمارے ساتھ شریک تھے یا ہماری مخالفت میں تھے۔

جندب: میں آپ کا مخالف تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے یہ شعر پڑھا تھا۔ يَا أُمَّنَا يَاخَيْرَ أُمٍّ نَعْلَمُ

جندب: جی ہاں! وہ میرا چچازاد بھائی تھا۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے انتہا روئیں حتیٰ کہ ان کے چپ ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کا قتل:

عمرو نے ابوالحسن' ابن ابی لیلیٰ اور دینار بن العیزار کے حوالے سے اشتر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن حکیم بن حزام اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو دو چیتوں کی طرح لڑتے دیکھا قریش کا جھنڈا انھی عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ہم نے عبداللہ کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دیا لیکن عبداللہ نے مرتے مرتے عدی رضی اللہ عنہ کے نیزہ کھینچ مارا' اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

عمرو نے ابوالحسن' ابن ابی لیلیٰ اور دینار بن العیزار کے ذریعہ اشتر نخعی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا میں نے اس سے زیادہ بہادر اور خوفناک کوئی شخص نہیں دیکھا۔ میں اسے چمٹ گیا اور ہم دونوں زمین پر گر پڑے' اس نے چلا چلا کر کہا اے لوگو مجھے اور مالک دونوں کو قتل کر دو۔

علم برداروں کا قتل عام:

عمرو نے ابوالحسن اور ابو مخنف کے حوالے سے محمد بن مخنف کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مجھ سے قبیلے کے ان بوڑھوں نے بیان کیا جو جنگ جمل میں موجود تھے کہ اس روز کوفہ کے ازدیوں کا جھنڈا مخنف بن سلیم کے پاس تھا یہ شخص اسی روز مقتول ہوا اس کے قتل ہونے

کے بعد اس کے گھر والوں میں سے صعب نے جھنڈا سنبھالا۔ لیکن وہ بھی قتل ہوا اس کے بعد اس کے بھائی عبداللہ بن سلیم نے جھنڈا تھاما' وہ بھی قتل ہوا آخر میں علاء بن عروہ نے جھنڈا سنبھالا اور فتح کے وقت تک جھنڈا اسی کے ہاتھ میں رہا۔

کوفی قیسیوں کا جھنڈا قاسم بن مسلم کے پاس تھا۔ وہ بھی قتل ہوا اس کے بعد زید بن صوحان نے جھنڈا اٹھایا وہ بھی قتل ہوا پھر سیحان بن صوحان نے جھنڈا تھاما' وہ بھی قتل ہوا ان کے بعد متعدد اشخاص جھنڈا سنبھالتے رہے اور قتل ہوتے رہے ان میں عبداللہ بن رقیہ اور راشد بھی قتل ہوئے' پھر منقذ بن نعمان نے جھنڈا سنبھالا لیکن اس نے یہ جھنڈا اپنے بیٹے منقذ کو دے دیا جو آخر وقت تک اسی کے پاس رہا۔

کوفیوں میں سے بکر بن وائل کا جھنڈا بنوذہل میں سے حارث بن حسان رضی اللہ عنہ بن خوط الذہلی کے پاس تھا۔ ابوالعرفاء الرقاشی نے اس سے کہا آج اپنی اور اپنی قوم کی عزت بچا۔ اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا اے بکر بن وائل تمہارے امیر کے برابر رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں کسی کا درجہ نہ تھا۔ تم ان کی مدد کرو اس کے بعد حارث آگے بڑھا اور قتل کر دیا گیا۔ جھنڈا سنبھالتے ہوئے اس کا بیٹا اور پانچ بھائی قتل ہوئے اس روز بشیر بن حسان بن خوط جنگ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَنَـا ابُـنُ حَسَّـانَ ابُـنِ خُـوُطٍ وَّ اَبِـیُ رَسُـوُلُ بَـکُـرٍ کُـلُّـهَـا اِلَـی الـنَّبِـیُ

ترجمہ: ''میں حسان بن خوط کا بیٹا ہوں اور میرے باپ تمام بکر بن وائل کی جانب سے حضورؐ کے پاس قاصد بن کر گئے تھے''۔

اس کا بیٹا لڑتے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَنُعَـی الـرَّئِیُـسَ الُحَارِثَ بُنِ حَسَّـانِ لِاٰلِ ذُهُــلٍ وَّ لِاٰلِ شَیُبَــانِ

ترجمہ: ''میں بنوذہل اور بنوشیبان کے رئیس حارث بن حسان کا بدلہ لینے آیا ہوں''۔

بنوذہل کا ایک شخص یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

تَـنُـعَـیُ لَـنَـا خَیُـرَ امُـرِئُ مِّنُ عَـدُنَـانَ عِـنُـدَ الـطِّـعَـانِ وَ نِـزَالِ الْاَقُـرَانِ

ترجمہ: ''تو ہم سے بنوعدنان کے ایک بہترین شخص کا بدلہ طلب کر رہا ہے جو نیزوں کے چلنے اور بہادروں کے ٹکرانے کے وقت آگے آگے رہتا تھا''۔

اہل کوفہ کے بنو محدوح میں سے بھی بہت سے آدمی قتل ہوئے اور بنوذہل کے پینتیس آدمی مارے گئے ان میں سے ایک شخص نے اپنے بھائی سے جو لڑ رہا تھا کہا۔ اگر واقعتاً ہم حق پر ہیں تو آج ہم نے جنگ بھی عمدہ کی۔ اس نے جواب دیا ہم حق پر کیوں نہ ہوں گے کیونکہ لوگ تو دائیں بائیں بھاگتے ہیں اور ہم نے اپنی نبیؐ کے اہل بیت کا دامن تھام رکھا ہے۔ یہ دونوں بھی لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔

اہل بصرہ کے قیسیوں کا جھنڈا عمرو بن مرحوم کے پاس تھا۔ قبیلہ قیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ بکر بن وائل کا سردار شقیق بن ثور تھا اور اس قبیلہ کا جھنڈا شقیق کے غلام رشراشہ کے پاس تھا اور بصرہ کے ازدیوں کی ریاست عبدالرحمٰن بن جشم بن ابی حنین الحمامی کے پاس تھی یہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور جھنڈا عمرو بن الاشرف العتکی کے پاس تھا۔ اس کے گھر والوں میں سے تیرہ آدمی قتل ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ازدیوں کی ریاست صبرۃ بن شیمان الحدانی کے پاس تھی۔

اونٹ کا قتل:

عمرو نے ابوالحسن' ابولیلیٰ' ابوعکاشتہ الہمدانی اور رفاعۃ البجلی کے حوالے سے ابوالبختری الطائی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جنگ جمل کے روز بنوضبہ اور از دیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہ لوگ اونٹ کی مینگنیاں اٹھاتے انھیں سونگھتے اور ان پر اپنی جان قربان کرتے اور کہتے یہ ہماری ماں کے اونٹ کی مینگنیاں ہیں جن کی خوشبو مشک سے بڑھ کر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو یہ شعر پڑھتا ۔

جَـرَّدْتُ سَيْـفِـيْ فِـيْ رِجَـالِ الْاَزْدِ اَضْـرِبُ فِـيْ كُهُـوْلِهِـمْ وَ الْـمُـرْدِ
كُلَّ طَوِيْلِ السَّاعِدَيْنِ نَهْدِ

ترجمہ: ''میں از دیوں میں اپنی تلوار چلا رہا تھا اور ان کے بوڑھوں اور جوانوں کو قتل کر رہا تھا۔ میں نے ہر لمبے بازو والے چیتے کو قتل کیا''۔

لوگ ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ ایک چلانے والے نے چلا کر کہا کہ اونٹ کو ذبح کر دو۔ کوفیوں میں سے بجیر بن دلجۃ الضبی نے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ کسی نے اس سے سوال کیا تو نے اونٹ کو کس لیے ذبح کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ میری قوم قتل ہو رہی ہے تو مجھے یہ ڈر پیدا ہوا' کہ کہیں میری قوم فنا نہ ہو جائے اور مجھے امید تھی کہ اگر میں اونٹ کو ذبح کر دوں گا تو کچھ لوگ تو باقی رہ جائیں گے۔

کعب بن سور کی لاش کے ساتھ بے حرمتی:

عمرو نے ابوالحسن کے حوالے سے صلت بن دینار کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ لشکر علی رضی اللہ عنہ میں سے بنوعقیل کا ایک شخص کعب بن سور رحمہ اللہ کی لاش کے پاس سے گزرا۔ یہ مقتول پڑے ہوئے تھے اس نے اپنا نیزہ ان کی آنکھوں میں داخل کر کے اسے خوب ہلایا اور بولا میں نے تجھ سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا انقد مال نہیں دیکھا۔

اونٹ کی خاطر قتل عام:

عمرو نے ابوالحسن کے حوالے سے عوانہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں لوگوں نے صبح سے رات تک جنگ کی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہ اشعار پڑھے ۔

شَفَـى السَّيْفُ مِنْ زَيْدٍ وَّ هِـنْـدٍ نَفُوْسَنَا شِـفَـاءً وَّ مِنْ عَيْنَىْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِـمِ

ترجمہ: ''ہماری تلواروں نے ہماری جانوں کا بدلہ زید اور ہند سے اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے لے لیا ہے۔

صَبَـرْنَـا لَهُـمْ يَـوْمًـا اِلَى الـلَّيْـلِ كُـلَّـهٗ بُـصُـمِّ الْقَـنَـا وَ الْـمُـرْهِـفَـاتِ الصَّوَارِمِ

ترجمہ: ہم نے رات تک پورے دن نیزوں اور کاٹنے والی تلواروں سے مقابلہ کیا''۔

ابن صامت کے اشعار ہیں ۔

يَـاضَـبَّ سِيْـرِىْ فَـاِنَّ الْاَرْضَ وَاسِـعَـةٌ عَـلٰـى شِـمَـالِكَ اَنَّ الْـمَـوْتَ بِـالْـقَـاعِ

ترجمہ: ''اے ضبہ آگے بڑھ۔ کیونکہ زمین وسیع ہے۔ اپنے بائیں ہاتھ چل کیونکہ میدان میں موت چھائی ہوئی ہے۔

كَتِيبَةٍ كَشُعَاعِ الشَّمْسِ إِذْ طَلَعَتْ نَهَا أَتِيٌّ إِذَا مَا سَأَلَ دِفَاعِ

ترجمہ: یہ ایک ایسا دستہ ہے جیسے طلوع ہونے والے سورج کی کرنیں ہوتی ہیں جب بھی دفاع کرنے والے کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو بنوضبہ کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

إِذَا نُقِيمُ لَكُمْ فِي كُلِّ مُعْتَرَكٍ بِالْمُشْرِفِيَّةِ ضَرْبًا غَيْرَ إِبْدَاعِ

ترجمہ: ہم تمہارے لیے ہر میدان میں ڈٹ کر ایسی تلواروں سے مقابلہ کریں گے جو کاٹنے والی ہوں گی اور واپس لوٹنے والی نہ ہوں گی''۔

عمیر بن ہلب کا واقعہ:

عباس بن محمد نے روح بن عبادہ اور روح کے حوالے سے ابورجا کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں جنگ جمل کے بعد مقتولوں کے درمیان رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو تکلیف سے اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہا ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

لَقَدْ أَوْرَدَتْنَا حَوْمَةَ الْمَوْتِ أُمُّنَا فَلَمْ نَنْصَرِفْ إِلَّا وَ نَحْنُ رِوَاءُ

ترجمہ: ''جب ہماری ماں آپ ہمیں موت کی وادی میں لے آئی ہیں اب ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے بلکہ موت ہی سے سیراب ہوں گے۔

أَطَعْنَا قُرَيْشًا ضَلَّةً مِنْ حُلُومِنَا وَ نُصْرَتُنَا أَهْلَ الْحِجَازِ عَنَاءُ

ترجمہ: ہم نے اپنے عقلمندوں کی غلطی سے قریش کی اطاعت کر لی اور اہل حجاز کی امداد سے بے پروائی برتی''۔

میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے کلمہ پڑھ۔

زخمی: تم کون ہو؟

ابورجا: میں کوفہ کا باشندہ ہوں۔

یہ سنتے ہی اس زخمی نے مجھے پکڑ لیا اور میرے دونوں کان اکھاڑ لیے جیسا کہ تمہیں نظر آ رہے ہیں۔ پھر مجھ سے بولا کہ جب تو اپنی ماں کے پاس جائے تو اس سے کہنا کہ عمیر بن الضبی نے میرے کان اکھاڑ لیے ہیں۔

عمرو نے ابوالحسن کے حوالے سے مفضل الراویہ عامر بن حفص اور عبدالمجید الاسدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں عمیر بن الاہلب الضبی زخمی ہو گیا جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص اس کے پاس سے گزرا یہ زخمیوں میں پڑا ہوا تھا۔ عمیر نے اس گذرنے والے سے کہا ذرا میرے قریب آ ؤ۔ جب یہ قریب گیا تو عمیر نے اس کے کان کاٹ لیے۔ یہ عمیر اس وقت یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

لَقَدْ أَوْرَدَتْنَا حَوْمَتَهُ الْمَوْتِ أُمُّنَا فَلَمْ نَنْصَرِفْ إِلَّا و نَحْنُ رِوَاءُ

ترجمہ: ''اے ہماری ماں آپ ہمیں موت کی وادی میں لے آئی ہیں تو ہم اب واپس نہ لوٹیں گے۔ بلکہ موت ہی سے سیراب ہوں گے۔

لَقَدْ كَانَ عَنْ نَصْرِ بْنِ ضَبَّةَ أُمَّهُ وَ شِيعَتُهَا مَنْدُوحَةٌ وَّ غَنَاءُ

ترجمہ: وہ نصر بن ضبہ کی ماں تھیں اور ان کے ساتھی بہادر اور موت سے بے پرواتھے۔

اَطَعْنَا بَنِی تَیمِ ابنِ مُرَّۃَ شَقْوَۃً　　و ھَلْ تَیمٌ اِلَّا اَعْبُدٌ وَّ اَمَاءُ

ترجمہ: ہماری بدبختی یہ ہے کہ ہم نے تیم بن مرہ کی اولاد کی اطاعت کی اور تیمی سب کے سب غلام اور باندیاں ہیں''۔

ہانی بن خطاب کے اشعار:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے مقدام الحارثی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کا نام ہانی بن خطاب تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حصہ لیا تھا لیکن جنگ جمل میں یہ حاضر نہ تھا جب اس نے بنوضبہ کا یہ رجز سنا۔

نَحنُ بَنُوْ ضَبَّۃَ اَصحَابُ الْجَمَلِ

تو اسے یہ رجز ناگوار گزرا۔ اس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

اَبَتْ شُیُوْخُ مَذْحَجٍ وَّ ھَمْدَانُ　　اَنْ لَّا یَرُدُّوْا نَعْثَلًا کَمَا کَانْ

خَلْقًا جَدِیْدًا بَعْدَ خَلْقِ الرَّحمَانْ

ترجمہ: ''مذحج و ہمدان کے شیوخ نے اس سے انکار کیا کہ وہ نعثل (عثمان رضی اللہ عنہ) کو ان کی پرانی حالت پر لوٹا دیں۔ اور خدا کی تخلیق کے بعد نئی تخلیق سے بھی انہوں نے انکار کیا''۔

ابوالجرباء کا رجز:

سری نے شعیب' سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ ابوالجرباء جنگ جمل کے دن یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

اَسَامِعٌ اَنْتَ مُطِیْعٌ لِعَلِیٍّ　　مِنْ قَبْلِ اَنْ تَذُوْقَ حَدَّ الْمُشْرِفِیِّ

ترجمہ: ''کیا تو علی رضی اللہ عنہ کا حکم ایسے ہی سن لے گا اور ایسے ہی اس کی اطاعت کرلے گا۔ تلوار کی دھار کا مزہ چکھنے سے قبل یہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔

وَ خَاذِلٌ فِی الْحَقِّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ　　اَعْرِفُ قَوْمًا لَسْتُ فِیْہِ بِغَنِیِّ

ترجمہ: کیا تو ازواج النبی کے حق کی اس طرح توہین کرسکتا ہے۔ میں اس قوم کو خوب جانتا ہوں۔ صد شکر ہے کہ میں اس قوم میں داخل نہیں''۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا حشر:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ اس روز ام المومنین بڑے بڑے بہادروں اور مضر کے سمجھ دار لوگوں کے حلقے میں تھیں جو شخص بھی لگام تھامتا تھا وہی جھنڈا سنبھالتا تھا اور ام المومنین کا ساتھ چھوڑنا کوئی سہل کام نہ تھا اور مہار صرف وہی شخص تھامتا تھا جو اونٹ کے ادھر ادھر جنگ کر رہا ہو اور لوگ اس کی وفاداری سے واقف ہوں ان میں سے جب کوئی شخص مہار تھامتا تو کہتا میں فلاں بن فلاں ہوں تا کہ ام المومنین کو معلوم ہو جائے۔

خدا کی قسم! علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اس پر پے در پے حملہ آور ہوتے لیکن یہ شخص بڑی کوششوں اور محنت کے بعد ہی قتل ہوتا۔ کیونکہ جو بھی علی رضی اللہ عنہ کا ساتھی آگے بڑھتا وہ قتل کر دیا جاتا یا اس کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو جاتے اور وہ اس وقت تک پیچھے نہ لوٹتا جب تک وہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکریوں کو پیچھے قلب تک نہ دھکیل دیتا۔

اسی طرح عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ایک مہار پکڑنے والے پر حملہ کیا اس نے عدی رضی اللہ عنہ کی آنکھ پھوڑ دی اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اتنے میں اشتر آگے بڑھا عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا۔ حالانکہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ چکا تھا اور زخموں سے چور تھے لیکن کچھ دیر مقابلے کے بعد دونوں کے ہتھیار بیکار ہو گئے اور دونوں ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اشتر کو زمین پر پھینک دیا اور اس پر چڑھ بیٹھے وہ تکلیف سے چیخنے لگا۔

ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا اشتر سے مقابلہ:

سری نے شعیب' سیف اور ہشام کے حوالے سے عروہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی آگے بڑھ کر مہار پکڑتا تھا تو وہ ام المومنین کو آگاہ کرنے کے لیے یہ کہتا تھا کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں جب عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مہار پکڑی تو وہ خاموش رہے اور زبان سے کچھ نہ بولے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تو کون ہے جو کچھ بھی نہیں بولتا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: میں آپ کا بھانجا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ہائے رے اسماء رضی اللہ عنہا کا غم۔ اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن تھیں۔

اسی دوران میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور اشتر اونٹ تک پہنچ گئے عبداللہ بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اشتر کے مقابلہ پر بڑھے ان دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے اور اشتر نے عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اس کے بعد عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اس کے مقابلے پر گئے اشتر نے ان کے سر پر وار کیا جس سے ان کے سر پر کافی گہرا زخم آیا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر وار کیا لیکن وہ اوچھا پڑا اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے کبھی عبداللہ رضی اللہ عنہ اشتر کو نیچے پھینک دیتے اور کبھی وہ انہیں' جب یہ آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے مجھے اور مالک کو قتل کر دو۔

مالک یعنی اشتر کا بیان ہے۔ میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ وہ میرا اشتر کہہ کر ذکر کریں خواہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ کیوں نہ ملیں اس لیے کہ وہ لوگوں میں اشتر ہی مشہور تھا۔ اگر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اس کے نام کے بجائے اشتر کہہ کر اس کا ذکر کرتے تو وہ ضرور قتل کر دیا جاتا۔

محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کا قتل:

سری نے شعیب' سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما نے جب آگے بڑھ کر اونٹ کی مہار تھامی تو عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! آپ مجھے کچھ حکم دیجیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حکم یہ ہے کہ اگر تو میدان چھوڑے تو تو آدم کے بہترین بیٹے کی مثل بن جا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب تک محمد رضی اللہ عنہ پر کوئی حملہ آور نہ ہوتا تھا یہ اس پر حملہ نہ کرتے تھے اور جنگ کے وقت یہ کلمہ ان کی زبان

پڑھا۔ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ ۔

انھیں کئی آدمیوں نے گھیر کر قتل کر دیا ان میں سے ہر شخص اس کا مدعی تھا کہ میں محمد کا قاتل ہوں۔ ان کے قتل کے مدعی یہ لوگ تھے۔ مکعبر الاسدی، مکعبر الضبی، معاویۃ بن شداد العبسی اور عفان بن الاشقر النصری، ان میں سے کسی نے ان کے جسم سے نیزہ پار کر دیا تھا۔ انہیں کے بارے میں ان قاتلین میں سے ایک شخص کہتا ہے۔

وَاَشْعَثُ قَوَّامٍ بِاٰیَاتِ رَبِّہٖ قَلِیْلِ الْاَذٰی فِیْمَا تَرَی الْعَیْنُ مُسْلِمُ

ترجمہ: ''جس کے بال پراگندہ تھے۔ جو شخص نفلوں میں کھڑے ہو کر اپنے پروردگار کی آیات خوب تلاوت کیا کرتا۔ جو کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچاتا تھا۔ جس جیسی ہستی کسی مسلمان کی آنکھ نے نہ دیکھی تھی۔

ھَتَکْتُ لَہٗ بِالرُّمْحِ جَیْبَ قَمِیْصِہٖ فَخَرَّ صَرِیْعًا لِلْیَدَیْنِ وَ لِلْفَمِ

ترجمہ: میں نے نیزے سے اس کی قمیص کا گریبان چاک کر ڈالا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔

یُذَکِّرُنِیْ حٰمٓ وَ الرُّمْحُ شَاجِرٌ فَھَلَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

ترجمہ: وہ مجھے حم یاد دلا رہا تھا اور نیزہ اس کا سینہ پھاڑ رہا تھا کیوں نہ تو نے یہاں آنے سے پہلے حم پڑھی۔

عَلٰی غَیْرِ شَیْءٍ غَیْرَ اَنْ لَیْسَ تَابِعًا عَلِیًّا وَّ مَنْ لَّا یَتَّبِعُ الْحَقَّ یَنْدَمِ

ترجمہ: کوئی خاص بات نہ تھی میں نے اسے صرف اس لیے قتل کیا کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کی اتباع نہ کی تھی اور جو شخص حق کی اتباع نہ کرے وہ نادم ہوتا ہے''۔

قعقاع رضی اللہ عنہ کا حملہ:

سری نے شعیب، سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس روز اشتر سے کہا کہ ہم آپس کی لڑائی کو تم سے زیادہ جانتے ہیں بہتر یہ ہے کہ تم میدان سے لوٹ جاؤ اور اس وقت مہار زفر بن الحارث کے ہاتھ میں تھی اور یہ سب سے آخر میں مہار تھامنے آیا تھا اور خدا کی قسم بنو عامر کا کوئی بزرگ ایسا نہ تھا جو مہار تھامتے ہوئے ختم نہ ہو گیا ہو۔ اس روز جو لوگ قتل ہوئے ان میں اسحاق بن مسلم کے دادا ربیعہ بھی تھے۔

زفر مہار تھامے نے ہوئے یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

یَا اُمَّنَا یَا عَیْشَ لَنْ تُرَاعِیْ کُلُّ بَنِیْکَ بَطَلٌ شُجَاعُ

لَیْسَ بِوَھَّامٍ وَّ لَا بِرَاعِیْ

ترجمہ: ''اے ہماری ماں! اے عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ ہرگز نہ گھبرایئے آپ کے تمام بیٹے خوفناک مرد میدان ہیں۔ نہ تو وہ وہم میں مبتلا ہونے والے ہیں نہ ڈرنے والے ہیں''۔

قعقاع رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اِذَا وَرَدْنَا اٰجِنًا جَھَرْنَاہُ وَ لَا یُطَاقُ وِرْدُ مَّا مَنَعْنَاہُ

ترجمہ: ''جب ہم گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اب ہم اسے برملا کریں گے اور جس چیز سے ہم منع کرتے تھے اب اسے ایسے ہی نہ

چھوڑ دیا جائے گا''۔

قعقاع رضی اللہ عنہ نے یہ شعر تمثیلاً پڑھا تھا۔

قعقاع رضی اللہ عنہ کی تدبیر:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ اس روز اونٹ کی حفاظت کے لیے سب سے آخر میں زفر بن الحارث نے جنگ کی قعقاع رضی اللہ عنہ اس کی طرف حملہ کے لیے بڑھے اور اس وقت حالت یہ ہو چکی تھی' کہ بنو عامر کا تیس سال سے زیادہ عمر والا کوئی آدمی زندہ نہ بچا تھا اور یہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔

قعقاع رضی اللہ عنہ نے بجیر بن دلجہ سے کہا اپنی قوم کو بچا لے اور اونٹ فوراً ذبح کر دے۔ ورنہ یہ سب ختم ہو جائیں گے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی ختم ہو جائیں گی اے آل ضبہ۔ اے عمرو بن دلجہ میرے پاس آ اور میری بات مان لے۔

عمرو بن دلجہ: کیا میرے لیے اس وقت تک امان ہے جب تک یہ کام کر کے نہ لوٹوں۔

قعقاع رضی اللہ عنہ: ہاں!

عمرو بن دلجہ نے آگے بڑھ کر اونٹ کی پنڈلی کاٹ ڈالی اور اونٹ ایک بازو پر گر پڑا اور دھڑ دھڑی لینے لگا۔

قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جو اونٹ کے قریب تھے کہا۔ تم لوگوں کے لیے امان ہے اس کے بعد زفر اور بقیہ بنو عامر نے اونٹ کو گھیر لیا اور زفر و قعقاع رضی اللہ عنہ نے ہودج اٹھا کر زمین پر رکھا اور لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشیمانی:

سری نے شعیب' سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب شام ہو گئی اور علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اونٹ اور اس کے ارد گرد جو لوگ تھے انہیں گھیر لیا گیا اور بجیر بن دلجہ نے اونٹ کو ذبح کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا تمہیں امان ہے لوگوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ روک لیے۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطور افسوس یہ اشعار پڑھے۔

اِلَیْکَ اَشْکُوْ عَجْرِیْ وَ بَجْرِیْ وَ مَعْشَرًا غَشُّوْا عَلَیَّ بَصَرِیْ

ترجمہ: ''اپنے غموں اور کمزوری کی اے خدا! تجھ سے فریاد ہے۔ دراصل ایک جماعت نے میری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

قَتَلْتُ مِنْهُمْ مُضَرًا بِمُضَرِیْ شَفَیْتُ نَفْسِیْ وَ قَتَلْتُ مَعْشَرِیْ

ترجمہ: میں نے ان کے مضریوں کو مضریوں کے ذریعہ قتل کیا اور اس طرح میں نے اپنے دل کی پیاس بجھائی لیکن اپنی قوم ہی کو قتل کر ڈالا''۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تدفین:

سری نے شعیب اور سیف اور اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے حکیم بن جابر کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے روز کہہ رہے تھے ''اے اللہ میری جان کا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدلہ دے دیجیے تاکہ وہ راضی ہو جائیں'' ابھی وہ میدان میں کھڑے ہی تھے کہ ایک تیر آیا اور ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ڈٹے رہے حتیٰ کہ ان کا موزہ خون سے

بھر گیا۔ جب کھڑا ہونا دشوار ہو گیا تو اپنے غلام سے فرمایا مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو اور مجھے ایسی جگہ لے چلو جہاں مجھے کوئی پہچاننے والا نہ ہو میں نے آج کی طرح کوئی بوڑھا ایسا نہیں دیکھا جس کا خون اس طرح ضائع ہوا ہو۔

غلام نے انہیں اپنے پیچھے سوار کیا اور انہیں لے کر بصرہ کے ایک ٹوٹے ہوئے مکان میں پہنچا اور اس مکان کے صحن میں طلحہ رضی اللہ عنہ کو لٹا دیا۔ اسی مکان میں طلحہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور بنی سعد کے علاقے میں دفن کیے گئے۔

زید بن صوحان کا قتل:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے بختری العبدی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں جو اہل کوفہ شریک تھے ان میں سے تہائی قبیلہ ربیعہ کے افراد تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو دستے معین فرمائے تھے تو مضر کو مضر کے مقابلہ پر' ربیعہ کو ربیعہ اور یمن کو یمن کے مقابلے پر رکھا۔

بنو صوحان نے عرض کیا اے امیر المومنین ؓ ہمیں مضر کے مقابلے کی اجازت دیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے منظور کر لیا۔ کسی نے زید بن صوحان سے کہا تو نے آخر یہ بات کیوں پسند کی کہ تو مضر سے مقابلہ کرے اور اونٹ کی طرح حملہ آور ہو۔ کیا تجھے وہاں تیری موت کھینچے لیے جا رہی ہے تم ہماری طرف چلے آؤ۔

زید: میں تو خود موت کا متمنی ہوں۔ الغرض زید اسی وقت مارے گئے اور صعصعہ بھی مارا گیا۔

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے صعب بن عطیہ کا یہ بیان مجھے لکھ کر بھیجا کہ ہم میں سے ایک شخص کا نام حارث تھا۔ اس نے مضریوں سے کہا آخر تم کیوں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو۔ ہمیں تو یہ نظر آ رہا ہے کہ ہم موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور پھر اس قتل کا آخر تم کیا بدلہ چکاؤ گے۔

کعب بن سور کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

عبداللہ بن احمد نے احمد' سلیمان' ابن المبارک اور جریر کے حوالے سے زبیر بن الحریث کا یہ بیان ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حرمین کے ایک شیخ ابوجبیر نامی نے ذکر کیا کہ میں کعب بن سور کے پاس سے گزرا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ اس نے مجھ سے کہا اے ابوجبیر خدا کی قسم میری مثال وہی ہے جو ایک کہنے والے نے کہی ہے:

يَـا بُـنَـيَّ لَا تَبِـنْ وَ لَا تُـقَـاتِـلْ

''اے میرے بیٹے نہ تو تو پہل کر اور نہ جنگ کر''۔

زبیر بن حریث کہتا ہے کہ اس کے قتل ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی لاش کے پاس سے گزرے اور فرمایا خدا کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں تو حق پر قائم تھا۔ انصاف کی دعوت دیتا تھا اور ایسا اور ایسا تھا۔ الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی خوب تعریف کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ کی طلب گار نہ تھیں:

سری نے شعیب' ابن صعصعہ' عمرو بن جاوان کے حوالے سے جریر بن اشرس کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے بھیجا کہ اس روز شروع دن میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے جنگ چلتی رہی اس کے بعد طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر کو شکست ہو گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلح کی

طلب گار تھیں لیکن لوگوں نے انہیں گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ مضر نے انہیں دیکھ کر گھیر لیا اور بھاگتے ہوئے لوگ پھر جنگ کے لیے بھڑ گئے۔ بقیہ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ میں جنگ جاری رہی۔

کعب بن سور کا قتل:

کعب بن سور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرآن لیا اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر لوگوں کو اللہ کی قسم دی کہ وہ آپس میں خون نہ بہائیں۔ اس کے بعد اپنی زرہ اتار کر نیچے پھینک دی اور ڈھال توڑ دی۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اسے قتل کر دیا اور خود کچھ مہلت دیئے بغیر لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا پر حملہ کر دیا اور جنگ شروع ہو گئی اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سب سے پہلے کعب بن سور شہید ہوا۔

مسلم بن عبداللہ کا قتل:

سری نے شعیب' سیف اور مخلد کے حوالے سے کثیر کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ ہم نے مسلم بن عبداللہ کو بنو ابین کو بلانے کے لیے روانہ کیا لیکن لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تیروں پر رکھ لیا۔ جیسا کہ قلب علی رضی اللہ عنہ نے کعب کے ساتھ کیا تھا۔ اس طرح دونوں لشکروں کے درمیان سب سے پہلے مسلم بن عبداللہ شہید ہوا۔ مسلم کی ماں نے اس کا مرثیہ کہا۔

لَا هُـــمَّ اِنَّ مُسْـلِـمًـا اَتَـــاهُـــمُ　　　مُسْتَسْـلِـمًـا لِـلْـمَوْتِ اِذْ دَعَـاهُـمُ

ترجمہ: ''جب مسلم لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کو صلح کی دعوت دینے آیا تھا تو دراصل وہ صلح کے لیے نہ آیا تھا بلکہ موت کے لیے آیا تھا۔

اِلَـى كِتَـابِ الـلّٰـهِ لَا يَـخْشَـاهُـمُ　　　فَـرَمَـلُـوْهُ مِـنْ دَمٍ اِذْ جَـاهُـمُ

ترجمہ: وہ کتاب اللہ کی دعوت دینے آیا تھا اس لیے اسے ان سے کوئی خوف نہ تھا لیکن جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے خاک و خون میں ملا دیا۔

وَ اُمُّهُـــمْ قَـــائِـــمَةٌ تَـــرَاهُـــمْ　　　يَـــاْتَـمِـرُوْنَ الْـغَـيَّ لَاتَـنْـهَـاهُـمْ

ترجمہ: ان کی ماں انھیں کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ لوگوں کو سرکشی کا حکم دے رہی تھیں اور برائی سے نہ روکتی تھیں''۔

ابن یثربی کی جوانمردی:

سری نے شعیب' سیف' صعب اور حکیم کے حوالے سے شریک کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل کے دن جب شام کے وقت کوفہ کے دونوں بازو شکست کھا گئے تو وہ سب قلب میں جمع ہو گئے۔

کعب بن سور سے قبل ابن یثربی بصرہ کے قاضی رہ چکے تھے وہ خود مع اپنے بھائیوں کے لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا میں شامل ہو گئے ان کے بھائیوں کے نام عبداللہ اور عمرو تھے۔ یہ ابن یثربی گھوڑے پر سوار تھے۔ لشکر میں شامل ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے آگے حفاظت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کون ہے ایسا جوانمرد جو اونٹ پر حملہ کرے' ان کے اس کہنے پر ہند بن عمرو المرادی اونٹ کی جانب بڑھا ابن یثربی نے اسے روکا دونوں میں تلواروں کے دو دو ہاتھ چلے اور ابن یثربی نے ہند کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد سیحان بن صوحان اس کے مقابلے پر آیا ابن یثربی اس کے مدمقابل ہوا ابھی دو دو ہاتھ نہ ہونے پائے تھے کہ

ابن یثربی نے اسے بھی ختم کر دیا۔ اس کے بعد صعصعہ مقابلے پر آیا ابن یثربی نے اسے بھی قتل کر دیا اس طرح انہوں نے جنگ کے دوران تین شخص قتل کیے۔ علباء ٗہند اور سیحان اور صعصعہ اور زید کو بھی ان کے پاس پہنچا دیا۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی غلطی:

سری نے شعیب ٗ سیف اور عمرو بن محمد کے حوالے سے شعبی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل میں زیادہ تر قریشیوں نے اونٹ کی مہار پکڑی اور یہ سب کے سب قتل ہوئے جب اشتر حملہ کے لیے آگے بڑھا تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما مقابلے کے لیے آگے آئے پہلے دونوں میں دو دو وار ہوئے اشتر نے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے سر پر وار کیا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے خالی دیا اور اسے چمٹ گئے اور اسے گھوڑے سے نیچے پھینک دیا دونوں گتھم گتھا ہونے لگے اس وقت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ مجھے اور مالک دونوں کو قتل کر دو لیکن لوگ اشتر کو مالک کے نام سے پہچانتے نہ تھے اگر وہ اشتر کہتے تو اس وقت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے دس ہزار حامی موجود تھے وہ ان سے بچ کر نہ جا سکتا تھا۔ اشتر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا وہ بڑی مشکل سے ان سے جان بچا کر بھاگا۔ اور علی کے حامیوں میں سے جب کوئی شخص اونٹ پر حملہ کرتا اور پھر اتفاق سے وہ بچ جاتا تو پھر وہ اونٹ کا رخ نہ کرتا اس دن مروان اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما زخمی ہو گئے تھے۔

ابن یثربی کے اشعار:

عبداللہ بن احمد نے سلیمان ٗ عبداللہ ٗ جریر بن حازم ٗ محمد بن ابی یعقوب اور ابن عون کے حوالے سے ابورجاء کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ اس روز عمرو بن یثربی الضبی جو عمیرۃ القاضی کا بھائی تھا یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ بَنُوْضَبَّةَ اَصْحَابُ الْجَمَلِ ٭ نَنْزِلُ بِالْمَوْتِ اِذَا الْمَوْتُ نَزَلُ

ترجمہ: ''ہم بنوضبہ ہیں اور اونٹوں والے ہیں جب موت نازل ہوتی ہے تو ہم موت کے منہ میں کود پڑتے ہیں۔

اَلْقَتْلُ اَحْلٰی عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلُ ٭ نَنْعَی ابْنَ عَفَّانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلُ

رُدُّوْا عَلَیْنَا شَیْخَنَا ثُمَّ بَجَلُ

ترجمہ: ہمارے نزدیک قتل شہد سے بھی زیادہ میٹھی شے ہے ہم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا نیزوں کی نوکوں سے بدلہ لینے آئے ہیں۔ ہمارے شیخ کو ہمیں واپس کر دو پھر تمہارے لیے راستہ کھلا ہے''۔

ابن یثربی کا قتل:

سری نے شعیب ٗ سیف کے حوالے سے داؤد بن ابی ہند کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ابن یثربی اس روز یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

اَنَا لِمَنْ اَنْکَرَنِی ابْنُ یَثْرَبِیٌ ٭ قَاتِلُ عِلْبَاءَ وَ هِنْدِ الْجَمَلِیٌ

وَ ابْنٍ لِّصُوْحَانَ عَلٰی دِیْنِ عَلِیٌّ

ترجمہ: ''اس کا کون انکار کر سکتا ہے کہ میں ابن یثربی ہوں اور علباء اور ہند الجملی اور صوحان کے بیٹے کا قاتل ہوں جو دین علی رضی اللہ عنہ پر قائم تھا''۔

اس کے بعد ابن یثربی نے اپنے مقابلے کے لیے لوگوں کو للکارا ایک آدمی اس کے مقابلے پر آیا اس نے اسے قتل کر دیا اور

اس کے بعد پھر دوسرا مقابل طلب کیا اور شخص مقابلے پر آیا ابن یثربی نے اسے بھی قتل کر دیا۔

آخر میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے عمرو بن یثربی کے مقابلے پر جتنے بھی آدمی گئے تھے ان میں یہ سب سے زیادہ کمزور تھے۔ جب یہ میدان میں نکلے تو لوگوں نے اناللہ پڑھی اور میں اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! یہ بھی اوروں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ عمار رضی اللہ عنہ کوتاہ قد تھے ان کی ٹانگیں پتلی پتلی تھیں بغل میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے ابن یثربی ان کے مقابلے پر آیا اور ان کو تلوار مارنے لگا انہوں نے ڈھال بڑھائی۔ عمار رضی اللہ عنہ نے بھی وار کیا لیکن ابھی ابن یثربی ان کے وار کا جواب دینے نہ پایا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اس پر پتھروں کی بارش کر دی اور پتھر مار مار کر اسے نیچے گرا دیا۔

عمیر بن ابی الحارث کا جواب:

سری نے شعیب' سیف اور حماد البرجمی کے حوالے سے خارجہ بن الصلت کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے بھیجا' کہ جب جمل کے روز ایک ضبی نے یہ اشعار پڑھے۔

نَحْنُ بَنُوْضَبَّةَ اَصْحَابُ الْجَمَلِ   نَنْعَى ابْنَ عَفَّانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلْ

رُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْخَنَا ثُمَّ بَجَلْ

ترجمہ: ''ہم بنوضبہ ہیں اور اونٹوں والے ہیں ہم نیزوں کی نوکوں سے ابن عفان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ ہمارے شیخ کو ہمیں واپس کر دو پھر تمہارے لیے راستہ کھلا ہے''۔

عمیر بن ابی حارث نے اس کے جواب میں یہ شعر کہا۔

كَيْفَ نَرُدُّ شَيْخَكُمْ وَ قَدْ قَحَلْ   نَحْنُ ضَرَبْنَا صَدْرَهُ حَتّٰى انْجَفَلْ

ترجمہ: ''ہم تمہارے شیخ کو کیسے واپس کر دیں وہ تو ختم بھی ہو چکا ہے ہم نے اس کے سینے پر ایسا وار کیا کہ آنتیں تک باہر نکل آئیں''۔

حارث بن قیس کے اشعار:

سری نے شعیب' سیف اور صعب کے حوالے سے حکیم کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل میں بنوضبہ کے ایک آدمی نے جس کا نام عمرو بن دلجہ یا بجیر بن دلجہ تھا اونٹ کو ذبح کیا۔ اس کے بارے میں حارث بن قیس کے یہ اشعار ہیں۔ یہ حارث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں میں سے تھا۔

نَحْنُ ضَرَبْنَا سَاقَهُ فَانْجَدَلَا   مِنْ ضَرْبَةٍ بِالنَّفْرِ كَانَتْ فَيْصَلَا

ترجمہ: ''ہم نے اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے اونٹنی گر پڑی اور ہمارا یہ وار فیصلہ کن ثابت ہوا۔

لَوْ لَمْ نَكُوْنُ لِلرَّسُوْلِ ثَقَلَا   وَ حُرْمَةٍ لَا قَتَسَمُوْنَا عُجَّلا

ترجمہ: اگر ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور عزت کا خیال نہ ہوتا تو ہم بہت جلد ہی فیصلہ کر لیتے''۔

شدید جنگ:

سری نے شعیب' سیف' محمد بن نویرہ کے حوالے سے ابوعثمان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قعقاع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جیسی جنگ

جمل کے روز دونوں لشکروں کے قلب نے جنگ کی ہے ایسی جنگ میں نے کبھی نہ دیکھی تھی کہ ہم لوگ اپنے پہلوؤں پر ٹیک لگا کر نیزوں سے ان کی مدافعت کر رہے تھے اور لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی عالم تھا حتیٰ کہ اگر آدمی لاشوں پر چلنا چاہتے تو چل سکتے تھے۔

عیسیٰ بن عبدالرحمن المروزی نے حسن بن الحسین العرنی یحییٰ بن یعلی الاسلمی سلیمان بن قرم اور اعمش کے حوالے سے عبداللہ بن سنان الکاہلی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جمل کے روز پہلے ہم نے تیروں سے جنگ کی جب وہ ختم ہو گئے تو نیزے سنبھال لیے حتیٰ کہ نیزے بھی ہمارے اور ان کے سینوں سے پار ہوتے ہوتے کند ہو گئے اور ان کا یہ عالم ہو گیا کہ اگر ان پر گھوڑے چلنا چاہتے تو چل سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت للکار کر کہا اے مہاجرین کی اولاد تلواریں سنبھالو۔

شیخ کا بیان ہے کہ جب بھی میں ولید کے گھر جاتا تو اس جنگ کا ضرور ذکر کرتا۔

جنگ جمل کا چرچا:

عبدالاعلیٰ بن واصل نے ابونعیم اور قطر کے حوالے سے ابوبشیر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں جنگ جمل میں اپنے مالک کے ساتھ شریک تھا اس وقت جب بھی میں ولید کے مکان کے سامنے سے گزرتا تو وہاں سے لوہاروں کے لوہا کوٹنے کی آوازیں آتیں اور وہ آپس میں اس جنگ کا چرچا کرتے ہوتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر تیروں کی بوچھار:

عیسیٰ بن عبدالرحمن المروزی نے حسن بن حسین یحییٰ بن یعلی اور عبدالملک بن مسلم نے عیسیٰ بن حطان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ پہلے تو لوگ آپس میں گتھ گئے۔ جب ہم میدان سے لوٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سرخ اونٹ پر سوار تھیں اس اونٹ پر سرخ ہودج رکھا ہوا تھا جو تیروں کی بوچھار سے تیروں کا ایک تھیلا معلوم ہو رہا تھا۔

عبداللہ بن احمد نے احمد سلیمان عبداللہ اور ابن عون کے حوالے سے ابورجاء کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ ہم لوگ آپس میں جنگ جمل کا ذکر کر رہے تھے تو میں نے کہا میں اس وقت بھی گویا یہ دیکھ رہا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں کی بوچھار سے ایسا محسوس ہو رہا ہے گویا وہ تیروں کا ایک تھیلا ہے۔ ابن عون کہتا ہے کہ میں نے ابورجاء سے سوال کیا کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس روز خود بھی لڑائی میں حصہ لیا تھا ابورجاء نے جواب دیا مجھے تو صرف معلوم ہے کہ ان پر تیروں کی بوچھار کی گئی تھی۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنگ کے بعد بصرہ میں قیام:

سری نے شعیب سیف اور محمد بن راشد السلمی کے حوالے سے میسرہ ابوجمیلہ کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے بھیجا کہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اونٹ کے ذبح ہونے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان کے ہودج کے بندھن کاٹے اور ان کا ہودج اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ لے جاؤ یہ دونوں انہیں بصرہ لے گئے اور عبداللہ بن خلف الخزاعی کے مکان میں انھیں ٹھہرایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عمار رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک

جماعت کو حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا لیا جائے' قعقاع رضی اللہ عنہ اور زفر بن الحارث نے پہلے ہی ہودج اونٹ پر سے اتار کر اونٹ کے ایک طرف رکھ دیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچا اور ہودج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: یہ کون ہے؟

محمد: آپ کا نیک بھائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: نہیں بلکہ نافرمان بھائی۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا اے میری ماں! آج آپ نے اپنے بیٹوں کی جنگ کیسی پائی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تو کون ہے؟

عمار رضی اللہ عنہ: آپ کا نیک بیٹا عمار رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: میں تیری ماں نہیں ہوں۔

عمار رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں خواہ آپ برا کیوں نہ مانیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: اگر تم کامیاب ہو گئے تو اس پر فخر کر رہے ہو۔ حالانکہ جیسا تم نے دوسروں کو نقصان پہنچایا ہے ویسا ہی تمہیں بھی پہنچا ہے افسوس! خدا کی قسم! جن کی عادات اس قسم کی ہوتی ہے۔ وہ تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

اس گفتگو کے بعد لوگوں نے ہودج اٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیا جہاں قریب میں کوئی آدمی نہ تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک پرندہ ہے جس کے پر نکل آئے ہوں۔

اعین بن ضبیعہ کی بدتمیزی:

جب ہودج علیحدہ رکھ دیا گیا تو اعین بن ضبیعۃ المجاشعی خاموشی کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچا اور ہودج کے اندر جھانکا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کون ہے۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔

اعین نے چلا کر کہا خدا کی قسم! آج میں نے حمیرا کو دیکھ لیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: اللہ تعالیٰ تیرا پردہ چاک کرے تیرے ہاتھ کاٹے اور تجھے ننگا کرے۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد اعین کو بصرہ میں قتل کر دیا گیا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا اس کے ہاتھ بھی کاٹے گئے اور بنو ازد کے ایک ٹوٹے ہوئے مکان میں لوگوں نے اسے ننگا کر کے اس پر تیر اندازی کی۔

آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے میری ماں! اللہ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ہاں اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری:

سری نے شعیب' سیف' صعب اور حکیم کے حوالے سے شریک کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

اور عمار رضی اللہ عنہ نے ہودج کی رسیاں کاٹ کر اور اسے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا تو محمد نے ہودج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا آپ کا بھائی محمد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: یعنی قابل مذمت بھائی۔

محمد: اے میری بہن آپ کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تمہیں میرے زخم سے کیا واسطہ؟

محمد: پھر تو میں بالکل ہی گمراہ ہو جاؤں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: نہیں بلکہ ہدایت یافتہ۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے میری ماں! آپ کا کیا حال ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: الحمد للہ بخیریت ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: خدا تمہاری بھی مغفرت کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عبداللہ بن خلف کے گھر میں قیام:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب جنگ جمل کے بعد محمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر چلا۔ اس وقت رات کا آخری حصہ تھا وہ انہیں لے کر بصرہ میں داخل ہوا اور عبداللہ بن خلف الخزاعی کے مکان میں صفیہ بنت الحارث بن طلحہ بن ابی طلحہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار کے پاس ٹھہرا دیا یہ صفیہ ام طلحۃ الطلحات بن عبداللہ بن خلف کی ماں تھیں۔ یہ واقعہ بقول واقدی ۱۵/ جمادی الآخر ۳۶ھ کو پیش آیا۔

نماز کی حالت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

سری نے شعیب' سیف اور ولید بن عبداللہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب جنگ جمل میں لوگ زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی جنگ چھوڑ کر احنف کی لشکر گاہ کی طرف چلے جب احنف رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا اور انھوں نے واقعہ بیان کیا تو احنف بولا خدا کی قسم! یہ شکست ممکن نہیں اور لوگوں سے بولا کہ میدان جنگ کی خبر کون لے کر آئے گا۔

عمرو بن جرموز نے کہا کہ میں لے کر آتا ہوں۔ اس نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا پیچھا کیا جب وہ قریب آ گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس پر نظر پڑی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں غصہ بے پناہ تھا۔ اس لیے غصہ سے بولے تم میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو۔

ابن جرموز: آپ سے حال دریافت کرنے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا ایک غلام عطیہ نامی تھا جوان کی خدمت کے لیے ساتھ رہتا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ ایک راہ چلتے ہوئے انسان کی طرف بیکار توجہ نہ کیجیے۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔

ابن جرموز: ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے سواری سے اترے اور آگے بڑھ کر نماز پڑھانی شروع کی پیچھے سے ابن جرموز نے نماز کی حالت میں زبیر رضی اللہ عنہ کے اس جگہ سے نیزہ مارا جہاں سے زرہ پھٹی ہوئی تھی اور انھیں شہید کر کے ان کا گھوڑا' ان کی زرہ اور ان کی انگوٹھی اتار لی اور غلام کو چھوڑ دیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وادی السباع میں دفن کرنے کے بعد اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ سنایا۔

ان کی شہادت کا حال سن کر احنف نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تو نے یہ کام اچھا کیا یا برا۔ پھر وہ ابن جرموز کو اپنے ساتھ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے تمام حال بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار منگوائی۔ جب تلوار آ گئی تو اسے دیکھ کر فرمایا یہ وہی تلوار ہے جس کے ذریعہ زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بہت سی تکالیف دور کیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تلوار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احنف سے فرمایا تو نے بہت برا کام کیا۔

احنف: میں نے تو یہ کام اچھا ہی سمجھ کر کیا تھا اور یہ جو کچھ بھی ہوا ہے آپ ہی کے حکم سے ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ نرمی اختیار کریں کیونکہ آپ کے قدم اس راہ پر چل رہے ہیں جس راہ سے منزل تک پہنچنا بہت دشوار ہے آپ کو کل گزشتہ اتنی ضرورت نہ تھی جتنی کہ آئندہ آپ کو میری ضرورت پیش آئے گی۔ آپ میرا احسان نہ بھولیے اور میری دوستی کو اپنی ہی آئندہ بہتری کے لیے نبھانے کی کوشش کیجیے اور آپ آئندہ مجھ سے اس قسم کا کوئی تذکرہ نہ کریں تو میں آپ کا خیر خواہ رہوں گا۔

شکست خوردہ لوگوں کا حشر:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالہ سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تو شروع دن ہی میں سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلے گئے تھے لیکن راہ میں انہیں ابن جرموز نے شہید کر دیا۔

محمد وطلحہ کا بیان ہے کہ حکم کے دونوں بیٹے عبدالرحمٰن اور یحییٰ اور عتبۃ بن ابی سفیان ہزیمت کے بعد بصرہ سے بھاگ کر نکلے اور مختلف شہروں میں چھپتے پھرتے تھے آخر کار یہ تینوں عصمۃ بن ابیر التیمی کے پاس پہنچے اور اس سے دریافت کیا تم کون ہو۔

عصمہ: میں عصمۃ بن ابیر التیمی ہوں۔ کیا تمہیں پناہ کی ضرورت ہے؟

مفرورین: ہاں!

عصمہ: پھر تم ایک سال تک میری امان میں رہ سکتے ہو۔ وہ انھیں اپنے ساتھ لے گیا اور انھیں اپنی حفاظت میں رکھا اور ان کی حفاظت کے لیے آدمی متعین کر دیئے۔ جب ایک سال گزر گیا تو عصمہ نے ان سے کہا جس شہر میں جانا چاہو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔ انہوں نے شام کا نام لیا وہ انہیں تیم الرباب کے چار سو سواروں کی حفاظت میں لے کر چلا۔ جب قبیلہ کلب کے شہروں میں دومۃ الجندل کی حدود پر پہنچا تو ان لوگوں نے اس سے کہا۔ اب تم جا سکتے ہو۔ واقعتاً تم نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا ہے اسی عصمہ کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

وَفَـى ابْـنُ اُبَيْـرٍ وَّالـرِّمَـاحُ شُـوَارِعُ بِـالِ ابِـى الْـعَـاصِ وَفَـاءً مُّـذَكَّـرًا

ترجمہ: ''ابن ابیر نے ابوالعاص کی اولاد کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا حالانکہ نیزے چاروں طرف تنے ہوئے تھے''۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

ابن عامر رضی اللہ عنہ بھی زخمی تھا وہ بھی بصرہ سے بھاگا راہ میں بنوحرقوص کا ایک شخص مری نامی اسے ملا اس نے اس سے امان کی درخواست کی اس نے اسے امان دی اور کچھ روز اپنے پاس رکھا اس کے بعد مری نے اس سے کہا۔ تم کون سے شہر جانا چاہتے ہو؟

ابن عامر رضی اللہ عنہ: دمشق۔

مری بنوحرقوص کے کچھ سواروں کے ساتھ اسے لے کر دمشق چلا اور دمشق تک اس کا ساتھ دیا حارثہ بن بدر کا بیان ہے کہ مری جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور اس جنگ میں اس کا ایک بیٹا اور ایک بھائی قتل ہوئے۔

اَتَانِیْ مِنَ الْاَنْبَآءِ اَنَّ ابْنَ عَامِرٍ اَنَاخَ وَ اَلْقٰی فِیْ دِمَشْقِ الْمَرَاسِیَا

ترجمہ: ''میرے پاس یہ خبر آئی کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ یہاں سے کوچ کر کے دمشق گیا''۔

مروان کی جائے پناہ:

مروان بن الحکم شکست کے بعد بنوغزہ کے ایک مکان پر پہنچا اور مکان کے مکینوں سے کہا کہ تم مالک بن مسمع کے پاس جاؤ اور اسے جا کر بتا دو کہ مروان آیا ہے۔ یہ لوگ مالک کے پاس گئے اور اسے مطلع کیا۔ مالک نے اپنے بھائی مقاتل سے سوال کیا کہ اس شخص نے خود کو ہم پر ظاہر کر دیا ہے اور اپنا پتہ بتا دیا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔

مقاتل: آپ اپنے بھتیجے کو بھیج دیجیے کہ وہ اسے اپنی امان میں لے لے پھر ایک آدمی امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیے کہ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے مروان کے لیے امان طلب کرے اگر وہ امان دے دیں تو ہمارا منشا بھی یہی ہے اور اگر وہ امان نہ دیں تو اسے یہاں سے نکال دینا چاہیے لیکن اس طرح کہ اسے اپنی تلواروں کی حفاظت میں لے کر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے' اور اس دوران میں اگر کوئی اس پر حملہ آور ہو تو ہم اپنی تلواروں سے اس کی حفاظت کریں اس صورت میں اگر ہم محفوظ رہے اور ہمیں کسی مقابلے کی ضرورت پیش نہ آئی تو فبہا اور اگر ہم اس کی حفاظت میں مارے جائیں گے تو عزت وشرافت کی موت مریں گے۔

مالک نے اپنے رشتہ داروں سے بھی مشورہ کیا تھا لیکن اوروں کے مشورے کو اس نے قبول نہ کیا اور مقاتل کی رائے کو پسند کرتے ہوئے مروان کے پاس ایک آدمی روانہ کیا کہ اسے میرے گھر میں لا کر ٹھہرا دو۔ مالک نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر مروان کی حفاظت میں کوئی سدراہ ہوا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔ امان کی خاطر جان دینا ہی وفاداری ہے بنومروان نے آگے چل کر اس قبیلہ کی وفاداری کا نہایت عمدہ صلہ دیا اور انھیں بہت سے فوائد پہنچائے اور انھیں بڑے بڑے رتبوں پر فائز کیا۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے وزیر نامی ایک ازدی شخص کے مکان میں پناہ لی اور اس سے کہا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انہیں میری جائے پناہ بتا دو اور یہ بھی کہہ دو کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ وہ شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچا اور ان سے تمام واقعہ عرض کیا۔

ام المومنینؓ: جاؤ محمد کو میرے پاس لاؤ۔

وزیر: عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مجھے اس سے منع کیا ہے کہ محمد کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دوسرا شخص بھیج کر محمد کو طلب کیا۔ جب محمد آیا تو اس سے فرمایا اس شخص کے ساتھ جاؤ اور میرے بھانجے کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اس ازدی کے ساتھ گیا اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا اور ان سے کہا خدا کی قسم! میں تیرے پاس مجبور ہو کر آیا ہوں اور ام المومنینؓ نے مجھے اس پر مجبور کیا۔

الغرض عبداللہ رضی اللہ عنہ اور محمد دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ ہوئے اور تمام راستے دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہے اور وجہ یہ پیش آئی کہ محمد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے محمد کو برا بھلا کہا حتی کہ یہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عبداللہ بن خلف کے مکان میں پہنچ گئے۔

عبداللہ بن خلف رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور عبداللہ کے بھائی عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے قتل ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زخمیوں کی تلاش کے لیے کچھ آدمی روانہ کیے جتنے بھی زخمی تھے سب کو اس مکان میں بلا لیا اور اپنی پناہ میں لے لیا۔ مروان کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا افسوس:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کر دیا گیا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردے میں بیٹھ گئیں تو سب سے پہلے قعقاع رضی اللہ عنہ بن عمروان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ام المومنین کو سلام کیا۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ میں نے کل دو شخصوں کو دیکھا تھا جو تلواریں لیے ہوئے میرے سامنے حملہ آور ہوئے تھے اور فلاں فلاں رجز پڑھ رہے تھے کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

قعقاع رضی اللہ عنہ: جی ہاں! وہ شخص جو یہ کہہ رہا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت نامہربان ماں ہیں خدا کی قسم! اس شخص نے جھوٹ بولا۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی نیک ماں ہیں لیکن کوئی آپ کی اطاعت نہیں کرتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کاش! میں آج سے بیس سال قبل مرگئی ہوتی۔

قعقاع رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سوال کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: آخر وہ دو شخص کون تھے؟

قعقاع رضی اللہ عنہ: اس میں سے ایک تو ابو ہالہ تھا جو آپ کا ساتھی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال قبل مر گیا ہوتا۔ الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے ایک ہی بات کہی۔

جنگ جمل کے مقتولین جنتی ہیں:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس تحریر کر کے بھیجا کہ رات کی تاریکی میں جو زخمی چل سکتے

تھے اٹھ کر بصرہ پہنچ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے معلوم کیا کہ ان کے ساتھ اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کل کتنے آدمی تھے اور ان میں سے کتنے قتل ہوئے اور کتنے بچے تاکہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ کتنے آدمی لاپتہ ہیں۔

جب وہ عبداللہ بن خلف کے مکان میں تھیں تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا۔ جب ان سے کسی کی موت کا ذکر کیا جاتا تو وہ فرماتیں اللہ ان پر رحم کرے' ان کے کسی ساتھی نے سوال کیا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کیسے رحم فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ فلاں جنت میں جائے گا اور فلاں جنت میں جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ جس شخص کا دل اور لوگوں کی طرف سے صاف ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

گناہوں کی مغفرت:

سری نے شعیب' سیف' عطیہ اور ابوایوب کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنی آیات نازل ہوئیں ان تمام آیات سے زیادہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے نازل ہونے پر خوش ہوئے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾

''اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے''۔

اس آیت کے نازل ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کی جان پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کے گناہوں کی بدولت آتی ہے اور ان میں سے بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور دنیا میں اسے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے لیے کفارہ اور مغفرت کا سبب ہوتی ہے جس کی قیامت کے روز کوئی سزا نہ ملے گی اور جو کچھ اللہ عزوجل نے دنیا میں معاف فرما دیا ہے وہ معاف ہو چکا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شے کو معاف کرنے کے بعد اس پر سزا نہیں دیتا۔

مقتولین کی تدفین:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین روز تک لشکر گاہ میں مقیم رہے اور بصرہ میں قیام نہیں کیا کیونکہ لوگ اپنے اپنے مقتولین کو تلاش کر کے دفن کر رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تمام مقتولین کا چکر لگایا جب کعب بن سور کی لاش پر سے ان کا گزر ہوا تو اپنی جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ یہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ بے وقوف لوگ آئے ہیں حالانکہ یہ تو ایک عالم کی لاش ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کی لاش پر سے گزرے تو فرمایا یہ تو قریش کے سردار ہیں لوگ ان پر جان دیتے تھے اور سب ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے متحد تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جس لاش پر سے بھی گزرتے اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور فرماتے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا جو لوگ یہ کہتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف فتنہ گر لوگ ہیں وہ غلط کہتے ہیں یہ مرنے والا شخص تو انتہائی عابد اور مجتہد آدمی تھا۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے تمام مقتولین کوفہ اور مقتولین بصرہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دونوں طرف کے قریشی لوگوں کی بھی یہ قریشی مدینہ اور

مکہ کے رہنے والے تھے اور اطراف میں ایک بڑی قبر میں سب کو دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میدان میں جتنی چیزیں ملیں سب جمع کر کے لے آؤ جب سب چیزیں جمع ہو گئیں تو مسجد بصرہ میں بھیج کر اعلان کرایا کہ ہر شخص اپنی چیز پہچان کر لے لے لیکن ہتھیار خزانہ میں داخل کیے جائیں گے اور جس چیز کا کوئی پہچاننے والا موجود نہ ہو تو وہ تم لے سکتے ہو کیونکہ وہ اللہ عزوجل نے تمہیں عطا کیا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مرنے والے مسلمان کا مال حلال نہیں اور یہ ہتھیار چونکہ ان کے ہاتھوں میں تھے اس لیے حکومت کے دیئے بغیر میت میں نہیں آ سکتے۔

مقتولین کی تعداد:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل میں اونٹ کے اردگرد لڑتے ہوئے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ ان میں سے آدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھی تھے اور آدھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے۔

قبیلہ ازد کے دو ہزار، یمن کے پانچ سو، مضر کے دو ہزار، بنو قیس کے پانچ سو، بنو تمیم کے پانچ سو، بنو ضبہ کے ایک ہزار اور بنو بکر بن وائل کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی جنگ میں بصرہ کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور اس کے بعد دوسری جنگ میں پانچ ہزار آدمی مارے گئے۔ اس طرح بصرہ کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی۔ اور پانچ ہزار کوفی مارے گئے۔ بنو عدی کے ستر قاری قرآن قتل ہوئے بنو عدی کے نوجوان اور وہ لوگ اس کے علاوہ ہیں جو قاری نہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک بنو عدی کی آوازیں آتی رہیں مجھے کامیابی کی امید رہی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوشنبہ کے روز بصرہ میں داخل ہوئے، پہلے مسجد پہنچے اور نماز پڑھی لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے اور عبداللہ بن خلف رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے یہ بصرہ کا سب سے بڑا مکان تھا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں پہنچے تو عورتوں کو روتے ہوئے دیکھا یہ خلف کے بیٹے عبداللہ اور عثمان پر رو رہی تھیں اور صفیہ بنت الحارث بھی منہ ڈھانپے رو رہی تھیں۔ جب صفیہ نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے بولی۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اے دوستوں کے قاتل۔ اے جماعت میں تفریق پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ تیرے بیٹوں کو بھی اسی طرح یتیم کرے جس طرح تو نے عبداللہ بن خلف رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو یتیم بنایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھتے چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور انہیں سلام کیا اور بیٹھنے کے بعد فرمایا مجھے صفیہ نے برا بھلا کہا ہے میں نے اسے بچپن کے بعد آج دیکھا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صفیہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا خچر روک کر دروازوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا۔ میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ ان بند کمروں کے دروازوں کو کھول کر جو لوگ ان میں چھپے ہیں انہیں قتل کر دوں۔ ہاں میری طبیعت یہی چاہتی ہے کہ میں انہیں قتل کر دوں۔

ان کمروں میں زخمی پوشیدہ تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پناہ لی تھی۔ اس جملے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ صفیہ کو بتا دیں کہ مجھے تمہاری اس حرکت کا علم ہے لیکن تب بھی میں نے ان سے تغافل اختیار کر رکھا ہے یہ سن کر صفیہ خاموش ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ایک ازدی بولا خدا کی قسم! ہم اس عورت کو ضرور قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا:

''خبردار! نہ تو کسی کی پردہ دری کرو۔ نہ کسی مکان میں داخل ہو۔ نہ کسی عورت کو ایذا پہنچائی جائے اگرچہ وہ تمہاری توہین کرے۔ تمہارے امراء اور نیک لوگوں کو برا کہے' کیونکہ عورت کمزور ہوتی ہے۔ ہمیں تو مشرکہ عورتوں پر بھی ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا تھا اور جو شخص عورت پر ہاتھ اٹھاتا یا اسے مارتا تو لوگ اس کی اولاد کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ تیرے باپ نے فلاں عورت کو مارا تھا۔ خبردار! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے کسی عورت کو اس لیے تکلیف پہنچائی ہے کہ اس نے تمہیں کچھ کہا تھا اور تمہاری آبروریزی کی تھی تو میں تمہیں انتہائی بدترین سزا دوں گا''۔

توہین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سزا:

ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنینؓ دو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر گئے اور صفیہ نے آپ کو جو برا بھلا کہا تھا اس کے عوض میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں؟

شخص مذکور: جی ہاں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ: انہوں نے کیا کہا؟

شخص مذکور: ان میں سے ایک شخص نے تو یہ مصرعہ پڑھا ع

جُزِیتِ عَنَّا اُمَّنَا عَقُوْقًا

''ہماری ماں کو نامہربان ہونے کی سزا ملی''۔

دوسرے نے یہ مصرعہ پڑھا ع

یَا اُمَّنَا تُوْبِیْ فَقَدْ خَطَئتِ

''اے ہماری ماں! آپ توبہ کر لیجیے۔ آپ نے غلطی کی ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیج کر ان دونوں کو اور ان کے ساتھیوں کو طلب کیا اور فرمایا میں انھیں قتل کروں گا لیکن کچھ دیر بعد فرمایا میں نے سزا میں کچھ تخفیف کر دی ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے کپڑے اتروا کر ان کے سو سو کوڑے لگوائے۔

سری نے شعیب' سیف اور حارث بن حصیرہ کے حوالے سے ابوالکنود کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں شخص کوفہ کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے اور یہ دونوں بھائی تھے ان کا نام عجل اور سعد تھا ان کے باپ کا نام عبداللہ تھا۔

اہل بصرہ کی بیعت:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ رحمہم اللہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ احنف رضی اللہ عنہ نے شام ہی کے وقت بیعت کر لی تھی کیونکہ وہ اور بنو سعد بصرہ سے باہر تھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سب کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوئے تو اہل بصرہ نے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان لوگوں نے بھی بیعت کی جو زخمی تھے یا کسی کی امان میں تھے جب مروان واپس لوٹا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

تقسیم مال:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو بیت المال کا جائزہ لیا اس میں چھ لاکھ سے زیادہ کا مال تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو ان کے ساتھ شریک تھے ان سب کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے اور فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہیں شام پر کامیابی دی تو اتنے ہی عطیات تمہیں اور دیئے جائیں گے۔ سبائیہ کو یہ تقسیم ناگوار گزری اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصول:

سری نے شعیب وسیف اور محمد بن راشد کے حوالے سے راشد کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اصول تھا کہ وہ کسی بھاگتے ہوئے اور زخمی کو قتل نہ کرتے تھے اور نہ کسی کا پردہ فاش کرتے تھے اور نہ کسی کا مال لیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان لوگوں کا خون تو ہمارے لیے حلال ہے اور ان کے مال حرام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جس نے ہم سے درگزر کیا وہ ہم میں داخل ہے اور ہم ان میں داخل ہیں اور جو شخص ہمارے مقابلے میں قتل ہوا وہ میری جانب سے ابتداء کے باعث ہوا اس لیے ان کے مال کا خمس نہیں لیا جا سکتا اسی وقت سے وہ لوگ جو بعد میں خارجی ہو گئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اندرونی سازشیں کرنے لگے۔

اشتر کا مذاق:

ابو کریب محمد بن العلاء نے یحییٰ بن آدم' ابو بکر بن عیاش اور عاصم بن کلیب کے واسطہ سے کلیب کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب لوگوں نے جنگ سے فراغت حاصل کر لی تو مجھے اشتر نے ایک اونٹ خریدنے کا حکم دیا میں نے مہرہ کے ایک شخص سے سات سو میں ایک اونٹ خریدا اشتر نے مجھ سے کہا یہ اونٹ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو یہ اونٹ تیرے اونٹ کے بدلے میں اشتر مالک بن الحارث نے بھیجا ہے۔

میں وہ اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے کر پہنچا اور عرض کیا کہ مالک اشتر نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ اونٹ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ یہ اونٹ آپ کے اونٹ کے بدلے میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: اللہ اس پر کبھی سلامتی نہ بھیجے۔ اس نے عرب کے سردار محمد بن طلحہ رحمہ اللہ کو قتل کیا اور میرے بھانجے کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی معلوم ہے۔

کلیب کہتا ہے کہ میں واپس اشتر کے پاس آیا اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بیان کیا۔ اشتر نے اپنے زخمی بازو کھول

کر دکھائے اور بولا کہ محمد رضی اللہ عنہ نے بھی تو میرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ میں اسے کیوں نہ قتل کرتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مکہ کو روانگی:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ سے مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ مروان اور اسود بن ابی البختری راستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے زمانے تک مکہ ہی میں مقیم رہیں اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ واپس ہوئیں۔

اہل کوفہ کے نام فتح کا مراسلہ:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے مجھے طلحہ کا یہ بیان تحریر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے عامل کو فتح کی خوشخبری لکھ کر روانہ کی اس میں تحریر فرمایا:

''یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین کی جانب سے ہے ہم نے نصف جمادی الآخر میں خریبہ کے مقام پر جو بصرہ کا ایک میدان ہے دشمن سے مقابلہ کیا اللہ عزوجل نے انھیں وہ چیز عطا کی جو وہ مسلمانوں کو ہمیشہ عطا کرتا رہتا ہے۔ ہمارے اور ان کے بکثرت لوگ مارے گئے۔ ہماری جانب سے جو لوگ مارے گئے ہیں ان میں ثمامۃ بن المثنیٰ' ہند بن عمرو' علباء بن الہیثم' سیحان بن صوحان' زید بن صوحان اور محدوج داخل ہیں''۔

عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ کو بھی اسی مضمون کا ایک خط تحریر فرمایا۔ اور کوفہ جو شخص فتح کی خوشخبری لے کر گیا تھا وہ زفر بن قیس تھا۔ جو جمادی الآخر کے آخر میں کوفہ پہنچا۔

زیاد اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت:

بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ تیرے ذمہ اللہ کا عہد و پیمان ہے جسے پورا کرنا لازم ہے۔ جس سے ہم صلح کریں گے اس سے تم صلح کرو گے اور جس سے ہم جنگ کریں گے اس سے تم جنگ کرو گے۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ ہمارے خلاف استعمال نہ کرو گے۔

زیاد بن ابی سفیان ان لوگوں میں سے تھے جو علیحدہ رہے اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ یہ حارث بن الحارث کے مکان میں مقیم تھے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت سے فارغ ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ امان طلب کرنے اور اتباع کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے چچا مجھ سے علیحدہ رہے اور جنگ میں میرا ساتھ نہیں دیا۔

عبدالرحمٰن: اے امیر المومنین! خدا کی قسم! وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں وہ تو دل و جان سے آپ کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے۔ لیکن مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ بیمار ہیں میں ان کی خدمت میں جاؤں گا اور واپس آ کر امیر المومنین کو ان کے حال سے مطلع کروں گا۔

لیکن عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی جائے پناہ نہیں بتائی اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو زیاد کی جائے پناہ بتانے کا حکم دیا۔ عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مقام سے آگاہ کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اچھا تو تم آگے آگے چلو اور مجھے وہ جگہ بتاؤ۔

عبدالرحمن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ زیاد کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا۔ تم علیحدہ بیٹھے رہے اور میرے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی۔

زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر اپنی تکلیف دکھائی کہ میرے یہ تکلیف ہے اور عدم حاضری کا عذر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ عذر قبول کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بصرہ کا امیر بنانا چاہا۔

زیاد: اس کام کے لیے آپ کے گھر والوں میں سے ایسا شخص زیادہ بہتر ہوگا جس پر لوگ مطمئن ہوں کیونکہ ایسے ہی شخص پر لوگ اطمینان کر سکتے ہیں اور اس کی اطاعت کر سکتے ہیں' میں اسے مشورہ دیتا رہوں گا۔

الغرض دونوں کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا امیر بنایا جائے اس فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جائے قیام پر واپس لوٹ آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بصرہ کی امارت پر تقرر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا والی بنایا اور خراج اور بیت المال زیاد کے سپرد کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ زیاد کے مشورہ کو ہمیشہ غور سے سننا (ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب بھی لوگوں میں کوئی شورش برپا ہوتی میں ہمیشہ زیاد سے مشورہ کرتا)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ حق پر ہیں۔ اور آپ کے مخالفین باطل پر ہیں۔ آپ کے لیے جو امور مناسب تھے میں نے ان کے بارے میں آپ کو مشورہ دیا تھا اور آپ یہی سمجھتے رہے کہ میں نے آپ کو صحیح مشورہ نہیں دیا۔ جس طرح میں اس کا قائل ہوں کہ میں راہ حق پر ہوں اور لوگ باطل پر ہیں۔ میں ہر اس شخص کی گردن ماردوں گا جو آپ کے متبعین کی خلاف ورزی کرے اور آپ کے حکم کی نافرمانی کرے کیونکہ اسلام کی عزت اور لوگوں کی اصلاح اسی میں ہے کہ ایسے شخص کی گردن ماردی جائے اس لیے میں ایسے شخص کی گردن ماردوں گا۔

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما واپس چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے مجھے ہمیشہ بہترین رائے دی ہے۔

سبائیہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوچ کرنے سے پہلے ہی بلا اجازت بصرہ چل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کے پیچھے کوچ کیا تاکہ آگے جا کر وہ لوگوں میں فتنہ نہ پھیلائیں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی بصرہ ہی میں قیام کرنا چاہتے تھے۔

مدینہ میں جنگ کی اطلاع:

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان مجھے تحریر کیا کہ اہل مدینہ کو جنگ جمل کی اطلاع جمعرات ہی کے روز مل گئی تھی جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک گدھ مغرب سے قبل مدینہ کے اوپر سے گزرا جس کے پنجوں میں گوشت کے لوتھڑے لٹکے ہوئے تھے لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے پتھر مارے جس کی وجہ سے گدھ کے پنجے سے ایک ٹکڑا نیچے گر پڑا لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ ایک انسانی ہاتھ تھا اور انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کا نام کندہ تھا۔

یہ گدھ مدینہ اور مکہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقے میں پھیل گئے اور جہاں جہاں یہ گدھ گئے وہاں انسانوں کے ہاتھ او۔

پیر بھی اٹھا کر لے گئے جس سے دور دراز کے لوگوں کو اس جنگ کی اطلاع مل گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی کی تیاری:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی مہیا کیں۔ سواری' سامان اور زاد راہ وغیرہ اور جو لوگ مکہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آئے تھے ان میں سے جو بچ گئے وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گئے ان میں سے صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے بصرہ میں قیام پسند کیا اور بصرہ کی مشہور و معروف چالیس عورتوں کو ساتھ کیا اور محمد سے فرمایا اپنی بہن کے لیے کوچ کی تیاری کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اطلاع مل گئی تھی جب کوچ کا دن آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی حاضر ہوئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو رخصت کیا۔ کوچ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے فرمایا:

''اے میرے بیٹو! ہم جلد بازی میں ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو گئے آئندہ ہمارے ان اختلافات کے باعث کوئی شخص ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے خدا کی قسم! میرا اور علی رضی اللہ عنہ کا شروع ہی سے اختلاف تھا لیکن یہ اختلاف اسی قسم کا تھا جیسے ساس اور داماد میں ہوتا ہے۔ فی الحقیقت علی رضی اللہ عنہ میرے نزدیک نیک آدمی ہیں''۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے لوگو! خدا کی قسم! ام المومنینؓ نے سچ فرمایا اور نیک بات کہی ہے میرا اور ان کا اختلاف واقعتاً اسی قسم کا تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شروع رجب ۳۶ھ میں ہفتہ کے روز بصرہ سے کوچ کیا اور کئی میل تک حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں پیدل چھوڑنے آئے اور اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ ایک دن تک ام المومنین کا ساتھ دینے کے بعد واپس آئیں۔

مقتولین کی کثرت:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور محمد بن الفضل الخراسانی کے حوالے سے سعید القطعی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہم مقتولین جمل کے بارے میں آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس جنگ میں چھ ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔

عبداللہ بن احمد بن سبویہ نے احمد' سلیمان بن صالح' عبداللہ' جریر بن حازم اور زبیر بن الحریث کے حوالے سے ابوعبیدہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں نے لمازۃ بن زیاد سے سوال کیا کہ آخر تو علی رضی اللہ عنہ کو کیوں برا کہتا ہے؟

لمازہ: میں اس شخص کو کیسے برا نہ کہوں جس نے میری قوم کے ڈھائی ہزار افراد کو قتل کر دیا ہو۔

جریر بن حازم کہتے ہیں ابن ابی یعقوب کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جمل کے روز دو ہزار پانچ سو آدمی قتل کیے جن میں سے ایک ہزار تین سو پچاس ازدی تھے' آٹھ سو بنوضبہ کے افراد تھے اور تین سو پچاس دوسرے قبائل کے آدمی تھے۔

مجھ سے میرے والد نے سلیمان اور عبداللہ کے حوالے سے جریر کا یہ بیان ذکر کیا کہ جمل کے دن معرض بن علاط بھی قتل کیا گیا

اس کے بھائی حجاج نے اس کے قتل پر یہ شعر کہا۔

لَمْ اَرْیَوْمًا کَانَ اَکْثَرَ سَاعِیًا بِکَفِّ شِمَالٍ فَارَقَتْھَا یَمِیْنُھَا

ترجمہ: ''میں نے اس روز سے زیادہ معرض کو جنگ کرتے نہیں دیکھا۔ اس کا داہنا ہاتھ کٹ چکا تھا اور وہ بائیں ہاتھ سے لڑ رہا تھا''۔

معاذ کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ نے جریر کے حوالے سے بیان کیا کہ معرض بن علاط جنگ جمل میں مارا گیا۔ تب اس کے بھائی حجاج نے یہ شعر کہا تھا۔

لَمْ اَرْیَوْمًا کَانَ اَکْثَرَ سَاعِیًا بِکَفِّ شِمَالٍ فَارَقَتْھَا یَمِیْنُھَا

ترجمہ: ''میں نے اس روز سے زیادہ معرض کو جنگ کرتے نہیں دیکھا اس کا داہنا ہاتھ کٹ چکا تھا اور وہ بائیں ہاتھ سے لڑ رہا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عمار رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

عبداللہ نے احمد' سلیمان' عبداللہ اور جریر بن حازم کے واسطے سے ابو یزید المدینی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ سے فراغت کے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ سے جو پردہ نشینی کا عہد لیا گیا تھا۔ آپ کا یہ سفر اس عہد کے کتنا متضاد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا یہ ابو الیقظان ہیں؟

عمار رضی اللہ عنہ: جی ہاں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: خدا کی قسم! میں یہ جانتی ہوں کہ تو خوب حق کہنے والا ہے۔

عمار رضی اللہ عنہ: ہر قسم کی تعریف اس خدا کے لیے ہے جس نے آپ کی زبان سے میرے لیے اس فیصلہ کا اظہار کرایا۔

باب ۹

امارتِ مصر

محمد بن ابی حذیفہ کا قتل:

اسی ۳۶ھ میں محمد بن ابی حذیفہ قتل کیا گیا اور اس کے قتل کی وجہ یہ پیش آئی کہ جب مصری محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے گئے تو محمد بن ابی حذیفہ مصر ہی میں مقیم رہا اس نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال کر خود وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔ محمد بن ابی حذیفہ مصر ہی میں مقیم رہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی حذیفہ کے مقابلہ کے لیے کوچ کیا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ قیس بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہما مصر نہ آئے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے تو ان دونوں نے محمد بن ابی حذیفہ کو دھوکا دینا شروع کیا حتیٰ کہ اسے کھینچتے کھینچتے عریش لے آئے اور وہاں کے قلعہ میں اس کا محاصرہ کر لیا اس وقت اس کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے منجنیق کے ذریعہ قلعہ پر سنگ باری کی حتیٰ کہ یہ اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ مجبور ہو کر قلعہ سے اتر آیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر نے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا۔

محمد بن ابی حذیفہ کی احسان فراموشی:

ہشام بن محمد نے ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم اور محمد بن یوسف الانصاری کے واسطہ سے عباس بن سہل الساعدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ بن عتبۃ بن ربیعۃ بن عبد شمس بن عبد مناف ہی وہ شخص ہے جس نے مصریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسا کر بھیجا جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور انھیں شہید کر دیا۔ محمد بن ابی حذیفہ خود مصر میں مقیم رہا۔ اس وقت حضرت عثمان کی جانب سے مصر کا والی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ جو قریش میں بنو عامر بن لوی سے تھا۔ محمد بن ابی حذیفہ اسے مصر سے نکال کر خود مصر پر قابض ہو گیا۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مصر کے علاقہ تخوم میں آ گئے اس کی حدود فلسطین سے ملتی تھیں اور وہاں ٹھہر کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات کا انتظار کرنے لگے ایک دن ادھر سے ایک سوار کا گزر ہوا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنے پیچھے لوگوں کے کیا حالات چھوڑ کر آئے ہو:

سوار: مسلمانوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے اللہ کے بندے ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے کیا کیا۔

سوار: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوار: تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے برابر سمجھ لیا ہے؟

عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہاں! حقیقت بھی یہی ہے۔

اس شخص نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو غور سے دیکھا اور کچھ پہچان کر بولا تم عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ امیر مصر ہو۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہاں!

سوار: اگر تم زندگی چاہتے ہو تو بہت جلد اپنی جان بچاؤ۔ اس لیے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں ہے اگر انھیں تم پر قدرت حاصل ہوگئی تو یا تو تم لوگوں کو قتل کر دیں گے یا تمہیں مسلمانوں کے شہروں سے نکال دیں گے اور امیر میرے پیچھے پیچھے تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: امیر کون متعین ہوا ہے؟

سوار: قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ محمد بن ابی حذیفہ کو تباہ و برباد کرے جس نے اپنے چچازاد بھائی کے خلاف بغاوت کی اور لوگوں کو ان کے قتل پر اکسایا۔ حالانکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تربیت و کفالت کی اور ہر قسم کے اخراجات کی تمام ذمہ داری اپنے سر لی اور سینکڑوں اس پر احسانات کیے اس نے احسان فراموشی کر کے ان کی نیکیوں کا یہ بدلہ دیا کہ ان کے گورنروں پر حملے کیے اور لوگوں کو ان کے قتل پر اکسایا اور مدینہ بھیجا حتی کہ وہ شہید کر دیے گئے اور اس طرح محمد نے ایسے شخص کو خلیفہ بنانا منظور کر لیا۔ جس سے اس کی رشتہ داری بہت دور کی ہے حالانکہ اپنے اس طرز عمل سے وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی شہر کی ایک ماہ کے لیے بھی حکومت حاصل نہ کر سکا اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اس کا اہل سمجھا۔

سوار: تم اپنی جان جلد بچاؤ۔ کہیں تم قتل نہ کر دیے جاؤ۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ وہاں سے بھاگ کر دمشق حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جب والی مصر بنائے گئے تو محمد بن ابی حذیفہ زندہ تھا۔

مصر کی امارت پر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا تقرر:

اسی سنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کو مصر کا والی بنا کر بھیجا۔

ہشام بن محمد الکلبی نے ابومخنف اور محمد بن یوسف بن ثابت کے حوالے سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انھوں نے قیس بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ان سے فرمایا تم مصر جاؤ۔ میں نے تمہیں وہاں کا والی متعین کیا ہے اپنے گھر جا کر تیاری کرو اور اپنے ساتھ ان لوگوں کو لیتے جاؤ جن پر تمہیں بھروسہ ہو اور جنہیں تم اپنے ساتھ لے جانا پسند کرو اور ایک لشکر بھی ساتھ لے جاؤ تاکہ دشمنوں پر تمہارا رعب طاری ہو سکے اور جس کی حمایت سے تم حکومت چلا سکو۔ جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو محسن پر احسان کرنا اور جو شخص اختلاف کرے اس پر سختی کرنا، عام اور خاص لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا کیونکہ نرمی میں برکت ہے۔

قیس رضی اللہ عنہ: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے میں نے آپ کا مقصد سمجھ لیا ہے آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ لشکر ساتھ لے کر جاؤں تو خدا کی قسم! اگر مدینہ سے لشکر لے کر گیا تو کبھی بھی مصر میں داخل نہ ہو سکوں گا یہ لشکر تو میں آپ ہی کے لیے

چھوڑے جاتا ہوں کیونکہ آپ کو اس لشکر کی زیادہ حاجت ہے اور ہر صورت میں ان کا آپ کے قریب ہی رہنا بہتر ہے تا کہ کسی مقام پر بھی آپ کوئی لشکر بھیجنا چاہیں تو آپ کے پاس فوج کی ایک خاصی تعداد موجود ہو میں تو اپنے ساتھ صرف اپنے گھر والوں اور آپ کی نصیحتوں کو لے کر جاؤں گا اور اللہ عزوجل ہی اس کام میں امداد فرمائے گا۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں میں سے سات آدمی اپنے ساتھ لے کر گئے اور مصر پہنچے۔ جامع مسجد میں پہنچ کر منبر پر بیٹھے اور امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔

مصریوں کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

یہ خط مصریوں کو پڑھ کر سنایا گیا اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اللہ کے بندے امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہر اس مومن و مسلم کے نام جسے میرا خط پہنچے۔ میں اولاً اس اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی مشکل کشا نہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنی حکمت اور حسن تدبیر سے اسلام کو منتخب فرمایا۔ اس کو اپنے لیے پسند کیا اور اسی کو اپنے فرشتوں اور رسولوں کے لیے۔ اور اپنے بندوں کے پاس رسول بھیجے۔ پھر اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو منتخب فرمایا۔ اللہ عزوجل کا اس امت پر بڑا کرم ہے اور یہ اس امت کی فضیلت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم فرمائی اور فرائض کے احکام سکھائے اور سنت کی تعلیم دی تا کہ لوگ ہدایت پا جائیں آپ نے لوگوں کو ایک دین پر جمع فرمایا تا کہ وہ آئندہ متفرق نہ ہو سکیں ان کا تزکیہ نفس فرمایا تا کہ وہ پاک ہو جائیں' انھیں نرمی کی تعلیم دی تا کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام امور تعلیم فرما چکے تو اللہ عزوجل نے آپ کو وفات دی۔ آپ پر اللہ کے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر آپ کے بعد مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے دو نیک آدمیوں کو خلیفہ بنایا جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل کیا اور نہایت عمدہ طور پر خلافت کے امور انجام دیے اور سنت رسولؐ سے سر مو انحراف نہ کیا پھر اللہ عزوجل نے ان دونوں کو بھی وفات دی۔

ان دونوں کے بعد ایک اور شخص خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے نئی نئی باتیں ایجاد کیں جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کے خلاف بولنے کا موقع ملا پہلے تو لوگوں نے باہم چہ میگوئیاں کیں پھر عیب جوئی کی پھر انھیں قتل کر دیا۔

اس کے بعد لوگ میرے پاس آئے اور میری بیعت کی میں اللہ عزوجل سے ہدایت و تقویٰ کا طلب گار رہوں۔

خبردار! ہم پر تمہارا جو حق ہے وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں اور اس کے احکام تم پر نافذ کریں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجراء کریں اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے خیر خواہ رہیں۔ اصل میں اللہ ہی مدد کرنے والا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

میں نے تمہارے پاس قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا ہے تم اس کا ساتھ دو اور حق کے معاملے میں اس کی

معاونت کرو۔ میں نے اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم میں جو بھلے لوگ ہوں ان کے ساتھ وہ نیک سلوک کرے شریروں کے ساتھ سختی کرے اور خواص اور عوام ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ میں اس کے طریقہ کار سے خوش اور اس کی اصلاح و ہدایت کی امید رکھتا ہوں میں اللہ عزوجل سے اپنے اور تمہارے لیے نیک اور خالص عمل اور بہترین ثواب اور وسیع رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کا خطبہ:

خط ختم ہو جانے کے بعد قیس بن سعد رضی اللہ عنہما خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضور پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے حق ظاہر فرمایا اور باطل کو مٹایا اور ظالموں کو ذلیل و خوار کیا۔ اے لوگو! ہم نے اس شخص کی بیعت کی ہے جسے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر سمجھتے تھے تو اے لوگو! تم فوراً کھڑے ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً بیعت کرو اگر ہم کتاب و سنت کے مطابق عمل نہ کریں تو ہماری بیعت تم پر لازم نہیں''۔

یہ خط اور تقریر سن کر لوگ فوراً کھڑے ہوئے اور قیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس طرح مصر پر قیس رضی اللہ عنہ کا تسلط قائم ہو گیا اور قیس رضی اللہ عنہ نے ہر جگہ اپنے والی مقرر کر دیئے۔

اہل خربتا:

صرف ایک گاؤں خربتا نامی پر قیس رضی اللہ عنہ کا تسلط نہ ہو سکا انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بہت زیادہ اہم سمجھا۔ یہاں بنو عدلج کا ایک شخص جس کا نام یزید بن الحارث تھا اس گاؤں کا امیر تھا۔ ان لوگوں نے قیس رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا۔ ہم تم لوگوں سے جنگ کرنا نہیں چاہتے' آپ تمام مصر میں جہاں چاہیں اپنے افسران بھیج دیجیے۔ لیکن ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے تاکہ ہم اس پر غور کر سکیں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ مسلمۃ بن مخلد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ قیس رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم میرے خلاف بغاوت کر رہے ہو اگر پورا ملک شام اور ملک مصر میری حکومت میں ہو تو میں ان دونوں ملکوں کی حکومت پسند نہیں کروں گا اور ان سے زیادہ تیرے قتل کو بہتر سمجھوں گا۔

مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ جب تک تم مصر کے گورنر ہو میں تمہارے خلاف کوئی بغاوت نہ کروں گا۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما نہایت سمجھ دار اور ایک مدبر انسان تھے انہوں نے اہل خربتا کے پاس کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں بیعت پر مجبور نہیں کرتا۔ میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑے دیتا ہوں اور تم سے کوئی تعرض نہ کروں گا لیکن تم مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں سے واجب الادا خراج وصول کر کے روانہ کرو کیونکہ خراج کے معاملہ میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے لیے تشریف لے گئے اس وقت مصر کے والی قیس رضی اللہ عنہ ہی تھے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ تشریف لائے تب بھی یہی امیر مصر تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیس رضی اللہ عنہ کے نام خط:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام مخلوق میں قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے کیونکہ مصر کی سرحدات شام سے ملحق تھیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک جانب سے علی رضی اللہ عنہ شام پر حملہ آور ہوں اور دوسری جانب سے قیس حملہ کر بیٹھیں اس طرح میں دونوں جانب سے گھیرے میں آ جاؤں گا۔

اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط تحریر کیا۔ جس وقت یہ خط تحریر کیا گیا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم تھے اور ابھی صفین کی جانب کوچ نہ کیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط میں تحریر فرمایا:

''یہ خط معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے نام ہے۔ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے انہوں نے جو کام کیے یا کسی کو سزا دی یا کسی کو کچھ کہا یا کسی کو کسی کی جگہ افسر بنایا نوجوانوں کو حکومت دی۔ تم نے ان میں سے ہر کام پر اعتراضات کیے۔ لیکن تم خود جانتے ہو کہ ان میں سے ایک کام بھی ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کا خون تمہارے لیے حلال ہو جاتا۔ تم نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور ایک گناہ عظیم اپنے سر لیا ہے۔ اے قیس رضی اللہ عنہ اللہ عز وجل سے توبہ کر کیونکہ تو بھی ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے عوام کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارا تھا شاید تو بہ ایک مومن کے قتل کے بدلے میں کچھ تھوڑی بہت کام آ جائے۔

جہاں تک تمہارے خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو تو وہ شخص ہے جس نے لوگوں کو دھوکے میں ڈالا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے انھیں شہید کر دیا۔ تیری قوم کا بڑا حصہ ان کے خون سے محفوظ نہیں ہے۔ اے قیس رضی اللہ عنہ! اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرے تو اس معاملے میں ہمارا ساتھ دے میں جب غالب آ جاؤں گا تو تجھے عراق' عرب اور عراق فارس کا حاکم بنا دوں گا اور اپنے گھر والوں میں سے جس کے لیے بھی تو پسند کرے گا اسے حجاز کی حکومت دے دوں گا اور جب تک میری حکومت قائم رہے گی اس وقت تک اس عہدے پر برقرار رہو گے اور اس کے علاوہ وہ بھی جو تم مانگنا چاہو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ تم اپنی رائے سے مجھے مطلع کرو''۔

والسلام

جب قیس رضی اللہ عنہ کے پاس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا تو انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ٹال دینا چاہیے' اور اپنے دلی خیالات ظاہر نہ کیے جائیں اور نہ اس سے جنگ میں عجلت سے کام لیا جائے۔

قیس رضی اللہ عنہ کا جواب:

ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے قیس رضی اللہ عنہ نے یہ جواب تحریر کیا:

''میرے پاس تمہارا خط پہنچا۔ میں اس کا تمام مفہوم سمجھ گیا ہوں۔ تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک رہا ہوں تو یہ صحیح نہیں نہ میں نے ان کی مخالفت کی اور نہ ان کی خدمت میں حاضریاں دیں بلکہ میں ہر طرح علیحدہ رہا۔

تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کے خلاف اکسایا اور لوگوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا حتیٰ کہ لوگوں نے

انہیں قتل کر دیا تو مجھے ان کے اس طریقہ کار کی اطلاع نہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ میرے قبیلے کا اکثر حصہ ان کے خون سے پاک نہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے میرے ہی خاندان میں قیام فرمایا تھا۔

تم نے اپنی متابعت اور اس کے صلہ کے بدلے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ قابل غور وفکر ہے۔ اور یہ ایسا معمولی کام بھی نہیں جس میں عجلت سے کام لیا جا سکے بہرصورت میں تم پر حملہ کرنے سے رکا رہوں گا اور میری جانب سے کوئی ایسی بات پیش نہیں آئے گی جو تمہیں ناگوار ہو حتیٰ کہ تم بھی دیکھ لو گے اور ہم بھی دیکھیں لیں گے اصل پناہ دینے والا اللہ عزوجل ہے''۔

والسلام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا خط:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھا تو انہیں یہ بہت متضاد نظر آیا۔ ایک جانب قرب کا دعویٰ بھی اور دوسری جانب بے رخی بھی' اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ قیس رضی اللہ عنہ میرے ساتھ کوئی چال چلنا چاہتا ہے اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ایک اور خط تحریر کیا:

''میں نے تمہارا خط پڑھا جس سے تم مجھے قریب بھی نظر نہ آئے کہ میں تم سے صلح کا وعدہ کرلوں اور دور بھی نظر نہ آئے کہ جنگ کی تیاری کرلوں۔ اس معاملہ میں تمہاری مثال اونٹ کی گردن کی طرح ہے کہ جدھر چاہا موڑ دیا۔ یاد رکھو مجھ جیسے شخص کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ مجھ سے کوئی چالا کی کھیلی جا سکتی ہے۔ میرے پاس بے پناہ لشکر ہے اور میرے قبضہ میں بے پناہ گھوڑوں کی لگامیں ہیں''۔ والسلام

قیس رضی اللہ عنہ کا جواب:

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''تم جو اس دھوکے میں مبتلا ہو اور یہ طمع رکھتے ہو کہ میں اس شخص کی اطاعت ترک کر دوں گا جو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہے' سب سے زیادہ حق گو سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی رشتہ دار ہے۔

تم نے مجھے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے تو کیا میں اس شخص کی اطاعت کرلوں جس کی بلحاظ فضیلت کوئی حیثیت نہیں جو خوب جھوٹ بولنے والا اور گم کردہ راہ ہے' اور جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور ہے جو گمراہ اور گمراہ کنندوں کی اولاد ہے اور ابلیس کے حامیوں میں سے ایک حامی ہے۔

تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ تم مصر کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دو گے تو خدا کی قسم! میں تجھے کسی کام میں مشغول نہ کروں گا تاوقتیکہ تو اپنی جان کی قدر نہ کرنے لگے۔ اور واقعتاً تجھ میں خوب کوشش کا مادہ پایا جاتا ہے''۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھا تو وہ اس کی جانب سے قطعاً مایوس ہو گئے اور اب ان کو قیس رضی اللہ عنہ کا وجود اور زیادہ کھٹکنے لگا۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کی ذہانت:

عبداللہ بن احمد المروزی نے سلیمان' عبداللہ یونس کے واسطے سے زہری کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مصر پر قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما مامور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں انصار کا جھنڈا انھی کے پاس رہتا۔ یہ نہایت بہادر اور صاحب الرائے انسان تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہر وقت اس کوشش میں مصروف رہتے کہ کسی طرح قیس رضی اللہ عنہ کو مصر سے نکال دیا جائے تا کہ یہ مصر پر قبضہ کرسکیں لیکن قیس رضی اللہ عنہ اپنی ذہانت اور چالاکی سے ان کی کوئی تدبیر نہ چلنے دیتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ مصر فتح کر سکے اور نہ قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے قابو میں لے سکے۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے دھوکہ دہی شروع کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قریش کے سمجھ دار لوگوں سے قیس رضی اللہ عنہ کے معاملے میں مشورہ کرتے اور کہتے میرے نزدیک اس سے بڑھ کر آج تک کوئی چالاکی نہیں کھیلی گئی جیسی علی رضی اللہ عنہ نے کھیلی ہے کہ قیس رضی اللہ عنہ کو امیر مصر بنا کر مجھ سے مصر کو بچا لیا اور خود عراق میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں تو قریش سے یہی کہتا ہوں کہ تم قیس رضی اللہ عنہ کو ہرگز برا نہ کہو اس لیے کہ فی الحقیقت وہ ہمارا دوست ہے وہ ظاہر میں تو ہم سے دشمنی برتتا ہے اور اندرون خانہ ہمارا ساتھ دیتا ہے۔ اور اس کا ثبوت خربتا کے باشندے ہیں کہ قیس رضی اللہ عنہ انہیں عطیات بھی دیتا ہے ان کے ساتھ سلوک بھی کرتا ہے اور انہیں پناہ بھی دیتا ہے اور ان میں سے ہر ایک آنے جانے والے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تدبیر اور قیس رضی اللہ عنہ کی معزولی:

میرا ارادہ تو یہ تھا کہ عراق میں جو میرے حامی موجود ہیں انہیں میں اصل حقیقت تحریر کردوں لیکن یہاں عراق میں جو علی رضی اللہ عنہ کے جاسوس موجود ہیں وہ یہ بات علی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیں گے اس لیے خاموش ہوں۔

یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے قیس رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے لیے کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ اہل خربتا سے جنگ کرو اہل خربتا کی تعداد اس وقت دس ہزار تھی۔ قیس رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ:

> ''یہ سب لوگ مصر کے سرکردہ اور شریف لوگ ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر حافظ قرآن ہیں میرا اور ان کا یہ فیصلہ ہوا ہے کہ میں ان کی جائے پناہ پر حملہ نہ کروں گا اور نہ ان کے روزینہ اور عطیات بند کروں گا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کا میلان معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب ہے میرے لیے اور آپ کے لیے اس سے بہترین کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور انہیں چھیڑنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اگر میں ان سے جنگ چھیڑوں گا تو وہ میرے مدمقابل بن کر کھڑے ہو جائیں گے اور یہ سب لوگ عرب کے سردار ہیں ان میں حضرت بسر بن ارطات' حضرت مسلمۃ بن مخلد اور حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ اس لیے آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے میں خود ہی بہتر سمجھ سکتا ہوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بجز جنگ کے کسی بات کو تسلیم نہ کیا اور قیس رضی اللہ عنہ نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ

''اگر آپ کا خیال ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ در پردہ ملا ہوا ہوں تو آپ مجھے معزول فرما دیں اور میری جگہ کسی اور شخص کو عامل بنا دیں''۔

اشتر کی موت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے اشتر کو امیر مصر متعین کیا۔ جب اشتر دریائے قلزم پر پہنچا تو اس نے وہاں شربت پیا جس میں شہد کی مکھی بھی تھی۔ اس کے پینے سے اشتر کی موت واقع ہوگئی۔ اس واقعہ کی خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچی اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ نے شہد میں اپنے لشکر رکھے ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشتر کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو امیر مصر متعین کیا' زہری کا بیان تو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کے مرنے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا امیر بنایا تھا۔ لیکن ہشام بن محمد یہ کہتا ہے کہ اشتر کو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد امیر مصر بنایا گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدبیر:

آمدم برسر مطلب۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات سے مایوس ہو گئے کہ قیس رضی اللہ عنہ ان کا ساتھ نہیں دے سکتے تو انہیں یہ امر بہت شاق گذرا کیونکہ وہ قیس رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور سیاست وتدبر سے واقف تھے۔ اس سے قبل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں یہ مشہور کر چکے تھے کہ قیس رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا ہے اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہمارے ساتھ رہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قیس رضی اللہ عنہ کا وہ پہلا خط بھی پڑھ کر سنایا تھا جس میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نرمی اور قرب کا اظہار کیا تھا۔

دوسری تدبیر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ کی کہ قیس رضی اللہ عنہ کی جانب سے خود ایک خط تحریر کیا اور وہ اہل شام کو پڑھ کر سنایا۔ اس میں یہ تحریر کیا گیا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی جانب سے امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے نام! سلام علیک۔ میں آپ کے سامنے اس اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے جب تمام امور پر غور وفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے لیے ایسی جماعت کا ساتھ دینا کسی صورت میں جائز نہیں جس نے اپنے امام کو قتل کر دیا ہو اور امام بھی کیسا جو خدا کا فرماں بردار۔ محرمات سے بچنے والا اور انتہائی متقی اور پرہیز گار انسان ہو۔ ہم اللہ عزوجل سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے طلب گار ہیں اور اس سے اپنے دین کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔

میں آپ سے دوستی کا خواہش مند ہوں اور میں آپ کے ساتھ شامل ہو کر امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قتل کروں گا آپ مجھ سے جتنا مال اور جتنے افراد طلب کریں گے میں وہ آپ کی خدمت میں لے کر فوراً پہنچوں گا''۔

والسلام

اس خط کے سنانے سے تمام ملک شام میں یہ شہرت پھیل گئی کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جاسوسوں نے یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچائی۔ جب انہیں یہ خبر معلوم ہوئی تو انہیں ایک زبردست فکر

لاحق ہوگئی اور وہ انتہائی پریشان بھی ہوئے اور اس خبر پر بہت متعجب بھی ہوئے انہوں نے اپنے بیٹوں اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں تمام صورتِ حال سے مطلع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ: اے امیر المومنین ہمیشہ مشکوک کام کو ترک کر کے وہ کام اختیار کرنا چاہیے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔ اس لیے آپ قیس رضی اللہ عنہ کو مصر سے معزول کر دیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میں قیس رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اس خبر کو ہرگز بھی صحیح نہیں کہہ سکتا۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ انہیں ضرور معزول کر دیں کیونکہ خدا کی قسم! اگر قیس رضی اللہ عنہ حق پر قائم ہے تو وہ آپ کے معزول کر دینے سے آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔

قیس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط:

ابھی کوئی فیصلہ طے نہ ہونے پایا تھا کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو عزت و شرف بخشے میں آپ کو یہ مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مصر پہنچنے سے قبل ہی مصر میں کچھ ایسے افراد تھے جو تمام فتنوں سے علیحدہ تھے انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دوں ان سے اس وقت تک کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کروں جب تک لوگوں کا ایک خلیفہ پر اتفاق رائے نہ ہو جائے۔ تاکہ یہ لوگ اپنی کوئی رائے قائم کر سکیں۔ میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ انہیں قطعاً نہ چھیڑا جائے اور نہ ان سے جنگ مول لی جائے بلکہ ان کے ساتھ سلوک کر کے انھیں اپنی جانب مائل کیا جائے شاید اللہ عزوجل ان کے دلوں میں حق ڈال دے اور انھیں گمراہی سے نکال لے''۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے امیر المومنینؓ مجھے تو یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ قیس رضی اللہ عنہ خود ان لوگوں کی جانب مائل ہے۔ اس لیے آپ قیس رضی اللہ عنہ کو جنگ کرنے کا حکم دیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیس رضی اللہ عنہ کو حکم:

اس مشورہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تم نے جس جماعت کا ذکر کیا ہے تم اس جماعت کے مقابلے پر فوراً لشکر لے کر جاؤ اگر وہ اور مسلمانوں کی طرح بیعت کر لیتے ہیں تو فبہا ورنہ ان سے جنگ کرو''۔

قیس کا جواب:

جب قیس رضی اللہ عنہ کو یہ خط ملا تو انھوں نے فوراً اس کا جواب تحریر کیا:

''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ مجھے آپ کے حکم پر بہت ہی تعجب ہوا ہے کیا آپ مجھے ایسی جماعت سے جنگ کرنے کا حکم دیتے ہیں جو آپ کی حفاظت کر رہے ہیں اور آپ کے دشمنوں کو روکے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان سے جنگ کریں گے تو

آپ کے دشمن ان کی حمایت کریں گے اور ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ اے امیر المومنینؓ آپ میری یہ بات تسلیم کیجیے اور ان سے جنگ نہ کیجیے کیونکہ ان سے جنگ نہ کرنا بہتر ہے''۔ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ خط پہنچا تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ اے امیر المومنین آپ قیس رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر بھیج دیجیے۔ وہ خود ان لوگوں سے نبٹ لے گا۔ خدا کی قسم! مجھے قیس رضی اللہ عنہ کا یہ قول معلوم ہو چکا ہے کہ مصر پر پورے طور پر اس وقت تک حکومت قائم نہیں ہو سکتی جب تک مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کر دیا جائے۔ قیس رضی اللہ عنہ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ خدا کی قسم مجھے مسلمہ رضی اللہ عنہ کا قتل پورے ملک شام اور ملک مصر کی حکومت سے زیادہ پسند ہے میرا جس وقت بھی بس چلے گا میں مسلمہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں گا۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی امارت کا اس لیے مشورہ دیا تھا کہ وہ ماں کی جانب سے ان کا بھائی تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کی امارت پر بھیج دیا۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی امارت مصر:

ہشام نے ابن مخنف اور حارث کے حوالے سے کعب الوالبی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خط تحریر کر کے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا۔ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر پہنچا تو قیس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔ آخر یہ امیر المومنین کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان ایک اور شخص حائل کر دیا آخر اس تغیر کی کیا ضرورت تھی۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ: نہیں یہاں کی حکومت آپ ہی کے قبضہ میں رہے گی۔

قیس رضی اللہ عنہ: یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں تیرے ساتھ ایک لحہ بھی یہاں مقیم رہوں۔

قیس رضی اللہ عنہ نے اپنی معزولی سے غضب ناک ہو کر مصر چھوڑ دیا اور مدینہ کا رخ کیا۔

قیس اور حسان رضی اللہ عنہما کا مکالمہ:

جب قیس رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچا تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور قیس رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی تھے انہوں نے قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تجھے مصر کی حکومت سے معزول کر دیا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا گناہ تیرے سر علیٰ حالہ باقی رہا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا تجھے اچھا بدلہ دیا۔

قیس رضی اللہ عنہ: اے دل اور آنکھ کے اندھے۔ خدا کی قسم اگر میری اور تیری جماعت کی جنگ ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔

اس واقعہ کے بعد قیس اور سہل بن حنیف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ پہنچے۔ قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسان رضی اللہ عنہ کی گفتگو نقل کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ پھر قیس اور سہل رضی اللہ عنہما دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک رہے۔

مروان کی بے وقوفی:

عبداللہ بن احمد المروزی نے اپنے باپ' سلیمان' عبداللہ اور یونس کے حوالے سے زہری کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب محمد بن

ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر پہنچا تو قیس رضی اللہ عنہ مصر چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں مروان اور اسود بن ابی البختری نے اسے ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا۔ یہ اس خوف سے کہ کہیں کوئی مجھے قتل نہ کر دے مدینہ سے بھاگ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے مروان اور اسود بن ابی البختری کو ڈانٹ کا خط تحریر کیا کہ تم نے قیس رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نکال کر علی رضی اللہ عنہ کی نہایت زبردست مدد کی ہے۔ اگر تم ایک لاکھ کے لشکر سے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے تو وہ بھی مجھے اتنا گراں نہ گزرتا جیسا کہ مدینہ سے قیس رضی اللہ عنہ کا نکل کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جانا گراں گزرا ہے۔

الغرض حضرت قیس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام حالات معلوم ہوئے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قتل ہوا تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ قیس رضی اللہ عنہ نہایت سمجھدار اور مدبر انسان ہیں جس نے بھی ان کی معزولی کا مجھے مشورہ دیا تھا اس نے اچھا نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام کام قیس رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے انجام دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد نامہ:

ہشام نے ابومخنف اور حارث کے حوالے سے کعب الوالبی کا بیان ذکر کیا ہے کہ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر گیا تو میں بھی اس کے ساتھ تھا اس نے مصر پہنچنے کے بعد لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد نامہ پڑھ کر سنایا۔ عہد نامہ کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ وہ عہد ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اسے مصر کی ولایت سونپتے وقت لیا ہے۔ امیر المومنینؓ نے اسے خلوت و جلوت میں تقویٰ اختیار کرنے اور تنہائی اور حضور میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ بدکاروں پر سختی کرے۔ ذمیوں کے ساتھ انصاف کرے مظلوم کی مدد کرے۔ ظالم کے ساتھ شدت اختیار کرے۔ لوگوں کی غلطیوں سے درگذر کرے اور جہاں تک ممکن ہو لوگوں پر احسان کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ محسنین کو نیک جزا عطا فرماتا ہے اور مجرمین کو سخت سزا دے۔

میں نے اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اطاعت اور جماعت کے ساتھ اتحاد کی دعوت دے کیونکہ اسی پر لوگوں کی آخرت کا دارومدار ہے اور اسی پر تمام اجر مرتب ہوتے ہیں جس کی قدر کو یہ لوگ نہیں پہچان سکتے اور نہ اس کی حقیقت کو پہنچ سکتے ہیں۔

میں نے اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ جس طرح خراج پہلے وصول کیا جاتا تھا اسی طرح اب بھی وصول کیا جائے اس میں نہ تو کوئی کمی کی جائے اور نہ کوئی جدت اختیار کی جائے۔ خراج کی وصول یابی کے بعد اس خراج کو لوگوں پر اسی طرح تقسیم کیا جائے جیسے پہلے کیا جاتا تھا۔ میں نے اسے حکم دیا کہ لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آئے اور اپنی مجلس اور مجلس کے علاوہ ہر صورت میں ان کے ساتھ مساوات برتے۔ اس کی نظر میں حق کے معاملے میں قریب و بعید سب یکساں ہوں میں نے اسے حکم دیا ہے کہ لوگوں کا فیصلہ حق و انصاف کے ساتھ کرے اس میں اپنی یا کسی کی خواہشات کی پیروی نہ کرے اور حکم خداوندی پر عمل کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے کیونکہ اللہ عزوجل اسی کی نصرت

فرماتے ہیں جو متقی اور پرہیز گار ہو اور اس کے احکامات کی بجا آوری کرتا ہو۔ ان کے علاوہ میں نے محمد کو اور بھی کچھ احکامات دیئے ہیں۔ یہ عہد نامہ ابورافع رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ عبداللہ نے شروع رمضان میں تحریر کیا''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

یہ عہد نامہ سنائے جانے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور اس میں اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا:

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ آج لوگ جن اختلافات میں مبتلا ہیں اس میں خدا تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں راہ حق دکھائی اور ہمیں اس راہ پر چلایا جس سے اکثر لوگ آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے تمہارے کام میرے سپرد کیے ہیں اور مجھ سے وہ عہد لیا ہے جو تم سن چکے ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ وصیتیں مجھے فرمائی ہیں۔ جہاں تک بھی میری طاقت ہوگی میں ان پر عمل کروں گا۔ عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے میرا اسی پر بھروسہ ہے۔ اور میں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ اگر تم مجھے اور میرے افراد کو اللہ عزوجل کی اطاعت کرتے اور تقویٰ اختیار کرتے دیکھو تو اس پر اللہ عزوجل کا شکر کرو اور اگر میرے کسی افسر کو خلاف حق کام کرتے دیکھو تو مجھ سے اس کی شکایت کرو اور اس سے اس کی باز پرس بھی کرو۔ کیونکہ میں اور تم اس سعادت کے زیادہ لائق ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی رحمت سے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی اہل خربتا کو دھمکی:

ہشام نے ابومخنف کے حوالے سے یزید بن ظبیان الہمدانی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے والی مصر بننے کے بعد امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو متعدد خطوط لکھے اور کافی عرصہ تک دونوں میں خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ کیونکہ عام لوگ ان خطوط کا سننا برداشت نہیں کر سکتے اس لیے میں نے انھیں نظر انداز کر دیا ہے۔

ایک ماہ کامل گزر جانے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کے پاس پیغام بھیجا جس نے ابھی تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی اور تمام اختلافات سے علیحدہ تھی اور قیس رضی اللہ عنہ نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ رکھا تھا کہ یا تو تم لوگ ہماری اطاعت میں داخل ہو جاؤ یا ہمارے شہروں سے نکل جاؤ۔ اس جماعت نے کہلوایا کہ آپ ہمیں اس وقت تک ہمارے حال پر چھوڑ دیں جب تک یہ اختلافات طے نہیں پا جاتے اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ فی الحقیقت ہمارا خلیفہ کون ہے آپ ہم سے جنگ میں عجلت سے کام نہ لیجیے۔ لیکن محمد نے ان کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان لوگوں نے بھی اپنی حفاظت کا سامان جمع کر لیا اور اس سے جنگ کی تیاریاں کر لیں۔

جنگ صفین کے موقع پر ان لوگوں نے محمد کو نہایت خوف میں مبتلا رکھا۔ جس وقت ان کے پاس یہ خبر پہنچی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی علی رضی اللہ عنہ سے جنگ بند ہوگئی ہے اور علی رضی اللہ عنہ اور عراقی معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو چھوڑ کر عراق واپس چلے گئے اور فیصلہ تحکیم پر موقوف ہو گیا تو ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے جنگ چھیڑ دی اور اس کے مقابلہ پر آ گئے۔ محمد نے ان کے مقابلے کے لیے حارث بن جمہان الجعفی کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا محمد نے اس کے بعد بنوکلب کے ایک شخص ابن مضاہم کو لشکر دے کر

ان کے مقابلے پر روانہ کیا ان لوگوں نے اسے بھی موت کی نیند سلا دیا۔

طبری کہتے ہیں کہ اسی سنہ میں مرو کا مرزبان آیا اور اس نے ابن عامر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صلح کر لی۔

مرزبان سے صلح:

علی بن محمد المدائنی نے ابوزکریا العجلانی کے واسطہ سے محمد بن اسحاق کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ مرو کا مرزبان ماہویہ ابراز جنگ جمل کے بعد صلح کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مرو' اساورہ اور جند سالارین کے دہقانوں کے لیے ایک عہد نامہ لکھ کر دیا۔ اس میں تحریر تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! ہدایت کے پیروکاروں پر سلام ہو۔ مرو کا مرزبان ماہویہ ابراز میرے پاس آیا۔ میں اس سے راضی ہوں''۔

یہ تحریر ۳۶ھ میں لکھی گئی۔ لیکن اس کے بعد یہ سب لوگ کافر ہو گئے۔ اور ابرشہر کے دروازے بند کر لیے۔

خلید بن طریف کی خراسان روانگی:

علی بن محمد المدائنی نے ابومخنف' حنظلۃ بن الاعلم اور ہامان الحنفی کے حوالے سے اصبغ بن بناتہ المجاشعی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلید بن قرۃ الیربوی کو خراسان کا عامل بنا کر روانہ فرمایا انھیں خلید بن طریف بھی کہا جاتا ہے۔

باب ۱۰

جنگِ صفین کی تیاریاں

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت:

اسی سنہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے اور ان کی بیعت کی۔

سری نے شعیب وسیف کے حوالے سے محمدؒ طلحہؒ ابو حارثہ اور ابو عثمان کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چل دیئے اور فرمایا۔ اے اہل مدینہ خدا کی قسم! جو شخص یہاں مقیم رہے گا اور پھر اس کی موجودگی میں عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر ضرور ذلت مسلط فرمائیں گے جس شخص میں اتنی قوت نہ ہو کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کر سکے تو اسے مدینہ چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔

الغرض عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور محمد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے بعد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ چھوڑ دیا اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسی خطرہ سے مدینہ سے کوچ کیا۔

ابو حارثہ اور ابو عثمان کا بیان ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے چل کر عجلان پہنچے ان کے دونوں بیٹے ان کے ساتھ تھے۔
ابھی وہ عجلان ہی میں مقیم تھے کہ ادھر سے ایک سوار کا گزر ہوا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا۔ تمہارا نام کیا ہے؟

سوار: حصیرہ۔

عمرو رضی اللہ عنہ: عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ اس نام سے فال لی تھی۔ یہ جملہ کہنے کے بعد اس سوار سے سوال کیا کہ مدینہ کا کچھ حال بتاؤ۔

سوار: عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے ہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: لوگ انھیں شہید بھی کر دیں گے۔

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ ایک سوار کا ادھر سے گزر ہوا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔

سوار: مدینہ سے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تمہارا نام کیا ہے؟

سوار: قتال۔

عمرو رضی اللہ عنہ: عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ پھر اس سے عمرو رضی اللہ عنہ نے مدینہ کا حال پوچھا۔

سوار: عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

اس کے چند روز بعد ایک اور سوار کا ادھر سے گزر ہوا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تم کہاں سے آرہے ہو؟

سوار: مدینہ سے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تمہارا نام کیا ہے؟

سوار: حرب

عمرو رضی اللہ عنہ: اب جنگ ہوگی۔ مدینہ کا کیا حال ہے۔

سوار: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: میں ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں۔ اب ہر اس شخص سے جنگ ہوگی جس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سوئی بھی چبھوئی ہوگی۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ اور ان پر اپنی رحمت نازل کرے۔

اس پر سلامۃ بن زنباع الجذامی نے لوگوں سے کہا اے قریشیو! خدا کی قسم تمہارے اور عرب کے درمیان ایک دروازہ تھا اگر وہ ٹوٹ گیا ہے تو دوسرا اور دروازہ بنالو۔

عمرو رضی اللہ عنہ: یہی تو ہم چاہتے ہیں۔ اور دروازہ بننے کی صلاحیت تو وہی شخص رکھ سکتا ہے جو تکلیف کے وقت بھی حق پر قائم رہے۔ اور لوگوں میں برابر انصاف کرے پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

يَا لَهْفَ نَفْسِيْ عَلَى مَالِكٍ وَهَلْ يُصَرِّفُ اللَّهْفُ حِفْظَ الْقَدَرْ

ترجمہ: ''میری جان مالک پر قربان ہو لیکن اس جان قربان کرنے سے تقدیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

أَنْزِعُ مِنَ الْحَرِّ أَوْدِيْ بِهِمْ فَأَعْذِرُهُمْ أَمْ بِقَوْمِيْ سَكَرْ

ترجمہ: کیا اس طرح میں انھیں گرمی سے بچا سکتا ہوں۔ میں تو صرف ایک عذر پیش کر رہا ہوں یا اپنی قوم کا ماتم کر رہا ہوں''۔

اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے یہاں سے روتے ہوئے کوچ کیا وہ بالکل عورتوں کی طرح رو رہے تھے۔ ہائے عثمان رضی اللہ عنہ آج میں حیاء اور دین دونوں کا ماتم کر رہا ہوں۔ عمرو رضی اللہ عنہ اسی طرح روتے ہوئے دمشق پہنچے۔ انھیں اپنے تن من کا کچھ بھی ہوش نہ تھا کہ وہ کچھ سوچ سکتے۔

ایک پادری کی خلافت کے بارے میں پیشین گوئی:

سری نے شعیب' سیف اور محمد بن عبداللہ کے حوالے سے ابوعثمان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرو بن العاص کو عمان بھیجا تو انھوں نے وہاں ایک پادری سے کچھ باتیں سنیں۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ واقعتاً وہ باتیں اسی طرح ظہور میں آئیں تو عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کر کے بھیجا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوگی اور آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہوگا۔

پادری: جو شخص درجہ میں آپ کے بعد ہوگا۔ لیکن اس کی مدت خلافت بہت کم ہوگی۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اس کے بعد کون ہوگا؟

پادری: انھی کی قوم میں سے ایک شخص ہوگا جو رتبہ میں پہلے کے مثل ہوگا۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اس کی خلافت کتنی مدت رہے گی؟

پادری: اس کی خلافت ایک طویل مدت رہے گی لیکن وہ قتل کر دیا جائے گا۔
عمرو رضی اللہ عنہ: آیا دھوکہ سے قتل ہوگا یا اس کی جماعت اسے قتل کرے گی؟
پادری: دھوکہ سے قتل ہوگا۔
عمرو رضی اللہ عنہ: اس کے بعد کون ہوگا؟
پادری: اسی کی قوم میں سے ایک شخص ہوگا جو درجہ میں اس کے قریب ہوگا۔
عمرو رضی اللہ عنہ: اس کی مدتِ خلافت کیا ہوگی؟
پادری: یہ بھی ایک طویل مدت تک خلیفہ رہے گا اور اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔
عمرو رضی اللہ عنہ: یہ کیسے قتل ہوگا؟
پادری: اس کی جماعت اس کے خلاف بغاوت کر کے اسے قتل کرے گی۔
عمرو رضی اللہ عنہ: یہ تو انتہائی سخت معاملہ ہے لیکن اس کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟
پادری: اسی کی قوم میں سے ایک شخص خلیفہ ہوگا۔ لوگ اس سے اختلاف کریں گے۔ اس کے زمانے میں باہم بہت سخت لڑائیاں ہوں گی اور ابھی اس کی خلافت پر اتفاق بھی نہ ہونے پائے گا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔
عمرو رضی اللہ عنہ: یہ کیسے قتل کیا جائے گا؟
پادری: دھوکہ سے۔
عمرو رضی اللہ عنہ: اس کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟
پادری: جو شخص ارض مقدس کا امیر ہوگا۔ اس کی حکومت بہت زبردست ہوگی اور بہت دن تک قائم رہے گی اس کے زمانے میں تمام فرقے جمع ہو جائیں گے اور ہر قسم کا انتشار ختم ہو جائے گا۔ یہ خلیفہ اپنی موت مرے گا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب میلان:

واقدی نے موسیٰ بن یعقوب کے حوالے سے اس کے چچا کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا میں یہاں وادی السباع میں آرام سے بیٹھا ہوں تو گویا میں نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کے بعد یہ خلافت کسے ملتی ہے۔ اگر طلحہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہیں تو وہ عرب کے ایک نوجوان ہیں اور خلافت کے اہل ہیں۔ اور اگر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہیں تو وہ حق کو نچوڑ کر رکھ دیں گے۔ لیکن مجھے ان کی خلافت پسند نہیں۔ جب عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی ہے تو انہیں یہ بہت ناگوار گزرا وہ کچھ دن تک اسی انتظار میں رہے کہ دیکھئے کیا حالات پیش آتے ہیں۔ جب انھیں طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ کی جانب کوچ کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے اس وقت تک خاموش رہنا چاہیے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے ہیں تو انہیں اس کا انتہائی غم ہوا۔ کسی نے ان سے کہا کہ معاویہ' علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا نہیں چاہتے۔ اگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں تو وہ آپ کے لیے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہتر

ثابت ہوں گے اور ویسے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور وہ ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

عمرو بن العاص کا بیٹوں سے مشورہ:

یہ معلوم ہونے کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ جب دونوں بیٹے آ گئے تو ان سے فرمایا۔ تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ لیکن معاویہ' علی رضی اللہ عنہما کی مخالفت پر تیار ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے تو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملنے میں کوئی بھلائی نہیں وہ تو پرانے راستے ہی پر چلے گا اور اپنے کام میں کسی کو شریک نہ کرے گا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو وہ آپ سے راضی تھے۔ اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وفات کے وقت تک آپ سے خوش رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بھی تا زندگی آپ سے راضی رہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ روکے رکھیں اور اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور جب لوگ کسی ایک امام پر متفق ہو جائیں تو آپ اس کی بیعت کر لیں۔

محمد بن عمرو رضی اللہ عنہ: آپ کی عرب میں وہی حیثیت ہے جو دانتوں میں کچلی کی ہوتی ہے۔ مجھے کسی ایک امام پر اتفاق ہوتے نظر نہیں آتا اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ کا لوگوں میں کوئی ذکر ہو اور نہ شہرہ۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! تم نے جو رائے دی ہے وہ واقعتا میری آخرت کے لیے بہتر ہے اور اس رائے پر عمل کرنے سے دین بھی سالم رہے گا اور محمد نے جو رائے دی ہے وہ دنیاوی لحاظ سے بہت بہتر ہے لیکن آخرت کے لحاظ سے بہت بری ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شام کو روانگی:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کے بعد اپنے بیٹوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا اور شام پہنچے۔ شام کے باشندے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قصاص پر آمادہ کر رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم واقعتا حق پر ہو۔ اس لیے خلیفہ مظلوم کے قصاص کا مطالبہ کرو۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کوئی توجہ نہ دی۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے ان سے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہاری بات کی جانب کوئی توجہ نہیں دی اس لیے آپ کسی اور کے پاس چلیے۔

لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ پر کوئی توجہ نہ دی اور تنہائی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا۔ مجھے تجھ پر بہت تعجب ہے کہ میں تو تیری حمایت پر آمادہ ہوں اور تو مجھ سے منہ پھیر رہا ہے خدا کی قسم! اگر ہم تیرے ساتھ خلیفہ کے قصاص کا مطالبہ کریں تو ہمیں اس شخص سے جنگ کرنی ہوگی جس کی سبقت اسلام' قرابت رسولؐ اور فضیلت سے تو بھی واقف ہے۔ لیکن ہم نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے۔ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی اور ان کی جانب مائل ہو گئے۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیغام بری:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے فارغ ہو گئے اور بصرہ سے کوفہ کی جانب کوچ کیا تو جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ انہیں اطاعت کی دعوت دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ کے لیے بصرہ تشریف لے گئے تو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمدان کے گورنر تھے انھیں وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنر متعین کیا تھا اور اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے آذربائیجان کے عامل تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ کی طرف چلے تو ان دونوں کو لوگوں نے بیعت لینے اور اپنے پاس چلے آنے کا حکم بھیجا۔ ان دونوں نے لوگوں سے بیعت لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن کے حوالے سے ابوعوانہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجنے کا ارادہ کیا تو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے قاصد بنا کر بھیج دیجیے۔ کیونکہ میری اس سے دوستی ہے۔ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی اطاعت کی دعوت دوں گا اور انھیں اس پر مجبور کروں گا۔

اشتر: آپ اسے ہرگز معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نہ بھیجئے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ دل سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

علی رضی اللہ عنہ: انھیں جانے دو تا کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ یہ وہاں سے کیا خبر لاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط بھی تحریر کیا جس میں لکھا کہ تمام مہاجرین و انصار نے ان کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اس میں طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بیعت توڑنے اور ان سے جنگ کا بھی ذکر کیا اس خط میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اطاعت کی دعوت دی تھی کہ جیسے مہاجرین و انصار نے میری اطاعت قبول کر لی ہے اسی طرح تم بھی میری بیعت کر لو۔

جب حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں ٹالنا شروع کیا تا کہ وہ یہاں کا ماحول دیکھ لیں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلا کر مشورہ طلب کیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ شام کے رؤساء کو مدد کے لیے لکھیے اور خون عثمان رضی اللہ عنہ کا تمام الزام اس کے سر تھوپ کر اس سے جنگ شروع کر دیجیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی رائے پر عمل کیا۔

قمیض عثمان رضی اللہ عنہ:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما مدینہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ قمیض لے کر شام پہنچے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تھے اور جو خون میں تر تھا۔ نعمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نائلہ کی انگلیاں بھی تھیں جن میں سے دو انگلیاں تو پوروں سے کٹی ہوئی تھیں ایک ہتھیلی سے اور دو جڑ سے کٹی ہوئی تھیں اور آدھا انگوٹھا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ قمیض منبر پر رکھ دیا اور تمام مقامات کے لشکروں کو اس قمیض کے حال سے مطلع کیا۔ لوگ اس قمیض پر ٹوٹ پڑے۔ یہ قمیض ایک سال تک منبر پر رکھا رہا اور انگلیاں ٹنگی رہیں لوگ اس قمیض وغیرہ کو دیکھ کر زار و قطار روتے تھے لوگوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ وہ نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے اور نہ احتلام کے بغیر غسل کریں گے اور نہ بستروں پر سوئیں گے تاوقتیکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کر دیں اور جو شخص ان کی راہ میں حائل ہو گا اسے فنا کے گھاٹ اتار دیں گے یا خود ختم ہو جائیں گے لوگ اسی طرح قمیض عثمان رضی اللہ عنہ پر ٹوٹے پڑے رہے۔ یہ قمیض روزانہ منبر پر رکھا جاتا۔ کبھی کبھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس قمیض کو خود پہنتے اور اپنے گلے میں نائلہ کی انگلیاں ڈال لیتے۔

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن کے حوالے سے عوانہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شام میں یہ تمام منظر دیکھا

جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ تمام اہل شام آپ سے جنگ کرنے پر متفق ہیں۔ یہ سب کے سب عثمان رضی اللہ عنہ کے قمیض کو دیکھ کر روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کے قاتلین کو پناہ دی اور وہ اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک ان قاتلین کو قتل نہ کر دیں گے۔

اشتر کی کینہ پروری:

یہ سن کر اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ جریر رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر نہ بھیجیں۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اس کے دل میں آپ کی جانب سے عداوت و کینہ بھرا ہوا ہے۔ اس کے بھیجنے سے تو یہ بہتر تھا کہ آپ مجھے قاصد بنا کر روانہ کر دیتے۔ یہ مزے سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا رہا اور جو دروازہ اپنے لیے کھلوانا چاہتا ہوگا اسے کھلوایا ہوگا۔ اور جسے بند کرانا چاہتا ہوگا اسے بند کرایا ہوگا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو شام جاتا تو وہ ضرور تجھے قتل کر دیتے کیونکہ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سے ہے۔

اشتر: خدا کی قسم! اگر اے جریر رضی اللہ عنہ میں وہاں جاتا تو ان کے جواب کا انتظار نہ کرتا اور معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایسا حملہ کرتا کہ انہیں ہر فکر سے نجات دیتا۔ اور اگر امیر المومنینؓ میری بات تسلیم کر لیں تو میں تجھے اور تجھ جیسے آدمی کو ایسے قید خانے میں بند کروں جہاں سے تم کبھی بھی نہ نکل سکو تاوقتیکہ یہ تمام معاملات طے نہ ہو جائیں۔

اس بات پر جریر رضی اللہ عنہ بگڑ کر قرقیسا چلے گئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا کہ تم فوراً علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دو ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر آگے بڑھے اور نخیلہ میں قیام کیا۔ یہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کا لشکر لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین کو روانگی:

عبداللہ بن احمد المروزی نے احمد' سلیمان' عبداللہ اور معاویہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے ابوبکر الہذلی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا اور خود کوفہ روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر صفین جانے کا ارادہ کیا اور لوگوں سے مشورہ کیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ آپ خود کوفہ میں مقیم رہیں اور یہاں سے لشکر روانہ کرتے رہیں۔ بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ آپ کو خود ہمارے ساتھ چلنا چاہیے۔ الغرض اسی رائے پر اتفاق ہوا اور لوگوں نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں:

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارادوں کی خبر ملی تو انہوں نے عمرو بن العاص کو طلب کیا اور ان سے مشورہ لیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ: جب تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ خود جنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو تم بھی خود ہی لشکر لے کر جاؤ اور اپنی تدابیر کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: اے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ اب تو یہی کرنا ہے۔

لوگ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے پاس جاتے اور ان سے کہتے۔ علی رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں

میں کیا دم رکھا ہے عراقی مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں ان کی شوکت تو ختم ہو چکی ان کی دھاریں اب کند ہو گئی ہیں۔تم یہ بھی جانتے ہو کہ بصرہ والے علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہیں انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں ان کی اکثر تعداد اور بڑے بڑے سردار جمل کے روز موت کے گھاٹ اتار دیئے ہیں اب علی رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی اور بدترین قسم کی جماعت لے کر میدان میں آ رہے ہیں ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے تمہارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔اللہ سے ڈرو۔اللہ سے ڈرو۔نہ تو حق ضائع کر واور نہ اپنا خون رائیگاں جانے دو۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کے تمام لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور اس تمام لشکر کا جھنڈا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ جھنڈا اپنے غلام وردان کو دیا۔ایک جھنڈا اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دوسرا جھنڈا محمد کو دیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا جھنڈا اپنے غلام قنبر کو دیا۔اسی پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا ۔

هَلْ يُغْنِيَنَ وَرْدَانُ عَنِّيْ قَنْبَرًا وَتُغْنِي السُّكُوْنُ عَنِّيْ حِمْيَرًا

إِذَا الْكُمَاةُ السَّنَوَّرَا

ترجمہ: ''کیا میری طرف سے وردان قنبر کے لئے کافی نہیں ہے۔کہ وہ مجھے حمیر کی جانب سے سکون عطا کئے ہوئے ہے۔اگر یہ کسی چوہے کو بلی کی کھال پہنا دیں تو وہ بلی نہ بن جائے گا''۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس شعر کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا:

لَأُصْبِحَنَّ الْعَاصِي ابْنِ الْعَاصِيْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا عَاقِدِي النَّوَاصِيْ

ترجمہ: ''میں عنقریب نافرمان بن نافرمان کے سر پر ستر ہزار کا لشکر لے کر پہنچوں گا جن کے ہاتھوں میں گھوڑوں کی لگامیں ہوں گی۔

مُجَنِّبِيْنَ الْخَيْلَ بِالْقِلَاصِ مُسْتَحْقِبِيْنَ حَلَقَ الدِّلَاصِ

ترجمہ: جو میدان میں گھوڑوں کو بچانا جانتے ہیں اور جو کھوپڑیوں سے سر اتار لیتے ہیں''۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار معلوم ہوئے تو انھوں نے عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے یقین ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے وہ تیرے ساتھ پورا کر کے دکھائے گا۔

ولید کے اشعار:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوچ کرنے میں تاخیر سے کام لے رہے تھے۔انھوں نے ہر اس شخص کو خط تحریر کیا جسے علی رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی خوف لاحق تھا۔یا علی رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی اعتراض کیا تھا یا جس کی نظروں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کی عظمت تھی یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کسی صورت میں بھی اس نے حمایت کی تھی۔جب ولید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ اشعار لکھ کر روانہ کیے ۔

أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ فَإِنَّكَ مِنْ أَخِيْ ثِقَةٍ مُلِيْمُ

ترجمہ: ''کوئی معاویہ رضی اللہ عنہ بن حرب کو یہ خبر پہنچا دے کہ تو اپنے معتبر بھائی کی جانب سے ملامت کے قابل ہے۔

ءصمت الدھر کالشدم المعنّی تُهدّرُ فِی دمشق فما تریم

ترجمہ: تونے بے توجہ دیوار کی طرح زمانہ سے قطع تعلق کرلیا ہے۔ تو دمشق میں آرام کر رہا ہے۔ آخر تیری آرزو کیا ہے۔

وانّك والكتاب الٰی علیٍّ كدابغةٍ وَ قد حلم الادیم

ترجمہ: تو کمزور عورت کی طرح بیٹھا علی رضی اللہ عنہ کو خط لکھ رہا ہے حالانکہ بے عقل کو بھی عقل آ گئی ہے۔

یُمَنّیكَ الْاَمَارَةَ كُلُّ رَكْبٍ لِاِنْقَاضِ الْعِرَاقِ بِهَا رَسِیْمُ

ترجمہ: تجھے ہر سوار امارت کی امید دلاتا اور عراق سے قطع تعلق کرنے کے لیے کہتا ہے۔

وَ لَیْسَ اَخُو التِّرَاتِ بِمَنْ تَوَانٰی وَ لٰكِنْ طَالِبُ التِّرَةِ الْغَشُوْمُ

ترجمہ: تو مرد میدان ہی نہیں ہے کیونکہ مرد میدان اس طرح ٹال مٹول نہیں کرتے۔

وَ لَوْ كُنْتَ الْقَتِیْلَ وَ كَانَ حَیًّا لَجَرَّدَ لَا اَلَفَ وَ لَا سَئُوْمُ

ترجمہ: اگر تو قتل ہو جائے اور معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ رہے تو وہ تب خلوت میں بیٹھ جائے۔ میں اسے نہ تو اپنی جانب مائل کر سکتا ہوں اور نہ برا کہہ سکتا ہوں۔

وَ لَا نَكِلٌ عَنِ الْاَوْتَارِ حَتّٰی یُبِیْءُ بِهَا وَ لَا بَرِمٌ جَثُوْمُ

ترجمہ: وہ لڑائیوں سے گھبرانے والا نہیں لیکن اس وقت تک نہیں جب تک سر پر آ نہیں پڑتی۔ اور نہ وہ گھبرانے والا ہے۔

وَ قَوْمُكَ بِالْمَدِیْنَةِ قَدْ اُبِیْرُوْا فَهُمْ صَرْعٰی كَاَنَّهُمُ الْهَشِیْمُ

ترجمہ: مدینہ میں تیری قوم ختم کر دی گئی ہے۔ وہ ایسے کٹے پڑے ہیں جیسے سوکھی گھاس کٹی ہوئی ہو"۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھ کر اپنے کاتب شداد بن اوس کو بلایا اور اس سے کہا کاغذات لاؤ۔ وہ کاغذات لے کر آیا۔ اور جواب لکھنے بیٹھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا جلدی نہ کرو اور یہ شعر تحریر کرو۔

وَ مُسْتَعْجِبٍ مِمَّا یَرٰی مِنْ اَنَاتِنَا وَ لَوْ زَبَنَتْهُ الْحَرْبُ لَمْ یَتَرَمْرَمِ

ترجمہ: "مجھے اپنی گدھی پر بہت تعجب ہے کہ اس پر جنگ مسلط ہو جائے تو وہ ذرا بھی نہیں گھبراتی"۔

یہ شعر لکھے جانے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کاتب سے فرمایا ان کاغذات کو اسی طرح سادہ بند کر کے روانہ کر دو کاتب نے وہ کاغذات ولید کے پاس بھیج دیئے۔ جب اس نے یہ کاغذات کھول کر دیکھے تو ان میں یہ شعر درج تھا۔

لشکر علی رضی اللہ عنہ کی روانگی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے کوچ کیا تو ایک عراقی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

اَبْلِغْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخَا الْعِرَاقِ اِذَا اَتَیْتَا

"امیر المومنین کو یہ اطلاع پہنچا دو کہ عراقی آنے والے ہیں"۔

اِنَّ الْعِرَاقَ وَ اَهْلَهَا عُنُقٌ اِلَیْكَ فَهَیْتَ هَیْتَا

ترجمہ: ''افسوس صد افسوس کہ عراق والوں کی گردنیں تیری طرف اٹھی ہوئی ہیں''۔

عوانہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن النضر الحارثی کو آٹھ ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ اس کے پیچھے پیچھے شریح بن ہانی کو چار ہزار فوج دے کر بھیجا۔ بقیہ لشکر کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کر کے مدائن میں قیام کیا۔ مدائن سے بھی بہت سے جنگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدائن پر سعد بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' یہ مختار بن ابی عبید کذاب کے چچا تھے۔ مدائن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل بن قیس رضی اللہ عنہ کو تین ہزار لشکر دے کر روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ موصل پر قبضہ کر لو۔

دریائے فرات پر پل باندھنے کا حکم:

ہشام بن محمد نے ابو مخنف' حجاج بن علی کے حوالے سے عبداللہ بن عمار بن عبد یغوث البارقی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ رقہ پہنچے تو انھوں نے اہل رقہ سے فرمایا میرے لیے یہاں دریائے فرات پر ایک پل باندھ دو تا کہ میں دریا عبور کر کے شام کی سرزمین میں داخل ہو جاؤں۔ انھوں نے پل باندھنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے کشتیاں پہلے ہی سے اپنے قبضہ میں کر لی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں سے کوچ کر کے منبج کے پل کی طرف بڑھے تا کہ ادھر سے دریا عبور کیا جا سکے اور یہاں اشتر کو چھوڑ گئے۔

اشتر نے دل میں خیال کیا کہ جس طرح لشکر منبج کے پل سے دریا پار کرے گا اسی طرح مجھے بھی یہاں سے دریا پار کرنا چاہیے۔ اس نے اہل رقہ سے چلا کر کہا:

> ''اے قلعہ والو! میں تمھیں اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ اگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے دستہ سمیت منبج کے پل سے گزر گئے اور تم نے یہاں ہمارے لیے پل نہ بنایا تو میں تم پر حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل کر دوں گا اور تمہاری اس زمین کو اجاڑ کر رکھ دوں گا تمہارے قبضہ میں جتنے مال ہیں وہ سب چھین لوں گا''۔

یہ سن کر اہل رقہ نے باہم مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اشتر جس بات کی قسم کھاتا ہے وہ ہمیشہ پوری کر کے دکھاتا ہے اور اگر وہ کسی وقت قسم پوری بھی نہ کر سکے تب بھی اس صورت میں لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کے پاس پیغام بھیجا جائے کہ ہم پل بنانے کے لیے تیار ہیں۔ انھوں نے یہ پیغام اشتر کے پاس پہنچا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی منبج کی جانب سے ادھر ہی واپس آ گئے۔ جب پل تیار ہو گیا تو اس پر سے سوار اور پیدل گزرنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو حکم دیا کہ تم تین ہزاروں کے ساتھ پیچھے رہو۔ جب لشکر پل پر سے گزر جائے تم اس وقت پل عبور کرنا۔ اشتر اپنے دستے کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑا رہا۔ جب پوری فوج گزر گئی تو اس نے پل عبور کیا۔

ابو مخنف نے حجاج بن علی کے حوالے سے عبداللہ بن عمار بن عبد یغوث کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب سوار دریا پار کرنے لگے تو گھوڑے آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے اسی گڑبڑ میں عبداللہ بن ابی الحصین الازدی کی ٹوپی نیچے گر پڑی۔ انھوں نے دریا میں اتر کر ٹوپی اٹھائی پھر عبداللہ بن حجاج الازدی کی ٹوپی گر پڑی اس نے بھی نیچے اتر کر ٹوپی اٹھالی اس کے بعد عبداللہ بن الحجاج نے عبداللہ بن ابی الحصین سے مخاطب ہو کر یہ شعر کہا۔

فَـاِنْ یَّکُ ظَنَّ الزَّاجِرِی الطَّیْرِ صَادِقًا　　　کَمَـا زَعَـمُوْا اُقْتَلْ وَ شِیْکًـا وَ تُقْتَلُ

ترجمہ: ''اگر فال لینے والے کا خیال صحیح ہے تو لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ میں بھی اور تو بھی قتل ہوں گے''۔

عبداللہ بن ابی الحصین نے اسے جواب دیا تو نے میرے دل لگتی بات کہی ہے۔ یہ دونوں صفین کے روز مارے گئے۔

اہل عانات کا پل بنانے سے انکار:

ابومخنف نے خالد بن قطن الحارثی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دریائے فرات عبور کر لیا تو زیاد بن النضر اور شریح بن ہانی کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ تم اپنے دستے لے کر بطور ہراول آگے جاؤ۔ کوفہ سے چلتے وقت بھی یہ بطور ہراول آگے آگے تھے۔ یہ دونوں دریا کے کنارے کنارے اس خشکی پر سفر کرتے رہے جو کوفہ کے قریب واقع ہے اور یہاں سے سفر کر کے دونوں عانات پہنچے۔

انھیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ جزیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور جزیرہ سے دریا عبور کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر انھیں یہ بھی اطلاع مل چکی تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شامیوں کا لشکر لے کر علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر بڑھ رہے ہیں یہ اطلاع ملنے کے بعد انہوں نے غور و فکر کیا کہ یہ کسی صورت میں مناسب نہیں کہ ہمارے اور امیر المومنین کے درمیان دریا حائل رہے اور ایسی صورت میں شامی لشکر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ چونکہ ہماری تعداد بھی کم ہے اس لیے شامی لشکر سے مقابلہ بھی دشوار ہوگا اور کسی قسم کی امداد پہنچنی بھی ناممکن ہے اس لیے بہتر ہے کہ دریا فوراً عبور کر لیا جائے۔

انھوں نے اہل عانات کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم لوگ ہمارے لیے دریا پر پل باندھ دو انھوں نے پل باندھنے سے انکار کر دیا اور کشتیاں بھی سب روک لیں۔ یہ مجبوراً یہاں سے واپس لوٹے اور ہیت پہنچ کر وہاں سے دریا عبور کیا اور قرقیسا کے قریب پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے مل گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل عانات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے کچھ تو بھاگ گئے اور کچھ نے قلعہ میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔

جب یہ دستے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ہنس کر فرمایا بہت تعجب کی بات ہے کہ ہمارا مقدمۃ الجیش ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں آگے روانہ کیا انھوں نے راہ میں جو حالات پیش آئے تھے وہ علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیے۔

لشکروں کا آمنا سامنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دریائے فرات عبور کیا تو پھر ان دونوں کو آگے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں روم کی سرحد پر پہنچے تو سامنے سے حضرت ابوالاعور اسلمی رضی اللہ عنہ' عمرو بن سفیان شامی مقدمۃ الجیش لے کر آ رہے تھے۔ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ ہمارے مقابلے پر ابوالاعور اسلمی رضی اللہ عنہ آئے ہیں ہم نے انھیں آپ کی اطاعت کی دعوت دی لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ بات قبول نہیں کی۔ آپ جو حکم فرمائیں ہم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اشتر کی سپہ سالاری:

یہ حالات معلوم ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو طلب کیا۔ اور اس سے بیان کیا کہ میرے پاس زیاد اور شریح نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہمارے مقابلے کے لیے ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ شامیوں کا دستہ لے کر آئے ہیں اور مجھے قاصد نے یہ بھی اطلاع دی ہے

کہ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے ہوئے ہیں تو فوراً جا اور اپنے ساتھیوں کو بچا۔ وہاں پہنچنے کے بعد مقدمہ کا تو امیر ہوگا۔ لیکن جب تیرا دشمن سے آمنا سامنا ہو تو تو اپنی جانب سے جنگ نہ چھیڑنا انھیں پہلے اطاعت کی دعوت دینا اور ان کے طرز عمل کو دیکھ کر جنگ نہ شروع کرنا بلکہ بار بار انھیں اطاعت کی دعوت دینا۔ اور جب تو ناامید ہو جائے تو میمنہ کو زیاد کے سپرد کرنا اور میسرہ پر شریح کو مامور کرنا اور خود قلب لشکر میں رہنا۔ اور جب جنگ چھڑ جائے تو نہ تو دشمن کے بالکل قریب رہنا اور نہ زیادہ فاصلہ پر رہنا۔ تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا نہ ہو۔ میں بھی تیرے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد و شریح کو ایک خط تحریر فرمایا:

''میں نے تم پر مالک کو امیر متعین کیا ہے تم اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ مالک نہ تو اپنے زخمی ہونے سے ڈرتا ہے اور نہ موت سے ڈرتا ہے۔ جہاں جلدی کرنی چاہیے وہاں عجلت سے کام لیتا ہے اور جہاں تاخیر کرنی چاہیے۔ وہاں تاخیر سے کام لیتا ہے۔ خبردار! اس وقت تک جنگ شروع نہ کرنا۔ جب تک ان لوگوں کو اطاعت کی دعوت نہ دے لو اور اصلاح کی کوششیں ختم نہ ہو جائیں''۔

الغرض اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چل کر مقدمۃ الجیش پہنچا اور انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم سنایا۔

پہلی جنگ:

یہ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ جس روز اشتر وہاں پہنچا اس دن شام کو حضرت ابوالاعور رضی اللہ عنہ السلمی نے لشکر علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ دونوں لشکروں میں کچھ دیر جنگ جاری رہی اور ان دونوں نے اپنی اپنی جگہ ثابت قدمی دکھائی۔ جب شام ہوئی تو شامی لشکر واپس لوٹ گیا۔

اگلے روز لشکر علی رضی اللہ عنہ سے ہاشم بن عتبۃ الزہری فوج لے کر میدان میں نکلے ان کے ساتھ سواروں اور پیدیوں کا ایک زبردست لشکر تھا۔ ادھر سے ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے پر آئے۔ اس روز تمام دن زبردست جنگ ہوتی رہی گھوڑے پر گھوڑا اور آدمی پر آدمی سوار تھا اور دونوں ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ شام کو یہ دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پر لوٹ گئے۔

جب شامی لشکر لوٹا تو اشتر نے اچانک حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں عبداللہ بن المنذر التنوخی مارا گیا یہ شامی لشکر کا ایک سوار تھا۔ اسے ظبیان بن عمار التمیمی نے قتل کیا تھا۔

اشتر کی دعوت مقابلہ:

اس جنگ کے دوران اشتر چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ کوئی مجھے ابوالاعور رضی اللہ عنہ کو دکھا دے۔ ابوالاعور رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو واپسی کا حکم دیا جب تمام لشکر ان کے پاس جمع ہو گیا تو وہ لشکر کو لے کر اس مقام سے ہٹ کر کھڑے ہوئے جہاں پہلے کھڑے ہوئے تھے۔ اشتر نے بھی اپنے لشکر کی صف بندی کی اور یہ اس جگہ لشکر لے کر کھڑا ہوا جہاں پہلے ابوالاعور رضی اللہ عنہ لشکر لیے ہوئے کھڑے تھے۔

اشتر نے سنان بن مالک النخعی کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ ابوالاعور رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور اسے مقابلے کی دعوت دے۔ سنان نے پوچھا۔ اپنے مقابلہ کی یا آپ کے مقابلہ کی؟

اشتر: اگر میں تجھ سے یہ کہوں کہ تو اپنے مقابلے کی دعوت دے تو کیا تو اسے قبول کر لے گا۔

سنان: کیوں نہیں! اگر تو اس کا حکم دے گا کہ میں اپنی تلوار لے کر دشمنوں میں گھس جاؤں اور وہاں ختم ہو جاؤں اور میدان سے واپس نہ آؤں تو میں اس کے لیے بھی آمادہ ہوں۔

اشتر: اے میرے بھتیجے! اللہ تیری زندگی قائم رکھے تو نے اس بات سے میرے دل میں اپنی محبت پیدا کر دی ہے۔ میں تجھے اس کے مقابلے پر نہیں بھیج رہا ہوں۔ تو اسے میرے مقابلے کی دعوت دے۔ اور میں یہ جانتا ہوں کہ وہ ہرگز بھی اسے قبول نہ کرے گا کیونکہ یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ وہ کبھی بھی اس شخص کے مقابلے پر نہ آئے گا جو عزت و شرف اور خاندان میں اس کا ہمسر نہ ہو اور تو اگرچہ خاندان اور عزت و شرف میں اس کا ہمسر ہے لیکن وہ تجھ سے بھی مقابلہ نہ کرے گا کیونکہ تو نوجوان ہے اور ابوالاعور رضی اللہ عنہ کسی نوجوان پر ہاتھ اٹھانا پسند نہیں کرتا۔ تو اسے میرے مقابلے کی دعوت دے۔

سنان ابوالاعور رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف بڑھا اور چلا کر کہا مجھے امان دو میں قاصد ہوں۔ شامیوں نے اسے امان دی وہ آگے بڑھ کر ابوالاعور رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔

اشتر کی شیطنت:

ابومخنف نے نضر بن صالح کے حوالے سے سنان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں ابوالاعور رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان سے یہ بیان کیا کہ اشتر آپ کو اپنے مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔

ابوالاعور رضی اللہ عنہ کافی دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا کہ اشتر کی بے عقلی اور شیطنت کی انتہا یہ ہے کہ اول تو اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عاملوں کے خلاف الزامات لگائے ان کی برائیاں کیں تاکہ ان سے حکومت چھینی جا سکے۔ پھر خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور انھیں ان کے مکان اور مرکز میں محصور کر لیا حتیٰ کہ دوسروں کے ساتھ مل کر انھیں شہید بھی کر دیا۔ اس طرح ان کا خون اپنے سر لیا۔ مجھے ایسے شخص کے مقابلے کی ضرورت نہیں۔

سنان: آپ نے جو کچھ کہا ہے میں اس کے جوابات دے سکتا ہوں۔

ابوالاعور رضی اللہ عنہ: مجھے ان حالات میں کوئی جواب سننے کی ضرورت نہیں۔ تم یہاں سے جا سکتے ہو۔

ابوالاعور رضی اللہ عنہ کے لشکریوں نے چلانا شروع کیا اسے پکڑ لو۔ میں وہاں سے واپس چلا آیا' اور اگر ابوالاعور رضی اللہ عنہ جواب سننے کے لیے تیار ہوتے تو میں انہیں اشتر کی جانب سے تسلی بخش جواب دیتا اور اس کے اس اقدام کی وجوہات پیش کرتا۔ میں اپنے لشکر میں واپس آیا اور اشتر کو ان کے جوابات سے مطلع کیا۔

اشتر: اس نے اپنی جان کا خیال کیا۔

ہماری اور ان کی رات تک اسی طرح جنگ جاری رہی۔ جب رات ہوئی تو دونوں لشکر جدا ہو گئے ہم تمام رات شب خون کے خوف سے پہرے دیتے رہے لیکن جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ شامی لشکر راتوں رات یہاں سے چلا گیا۔

اس کے بعد اشتر اپنا مقدمہ لے کر آگے بڑھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ کچھ دیر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر اسی جگہ کھڑا رہا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکر کے پڑاؤ کے لیے

جگہ تلاش کی جگہ دیکھنے کے بعد لوگوں کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا لشکریوں نے اپنے سامان اتارے اور خیمے لگائے۔

پڑاؤ کرنے کے بعد کچھ نوجوان پانی لینے کے لیے دریا پر گئے لیکن شامیوں نے انہیں پانی لینے سے روک دیا۔ الغرض پانی پر جنگ ہوئی۔

اس سے قبل اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ شامیوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے جس میدان میں وہ آ کر ٹھہرے ہیں وہ میدان بھی عمدہ ہے اگر آپ کہیں تو ہم یہاں سے کوچ کر کے اس گاؤں پہنچ جائیں جس گاؤں کی طرف سے یہ ہو کر آ رہے ہیں۔ جب ہم ادھر کوچ کریں گے تو یہ بھی ہمارے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ جب وہاں یہ ہمارے قریب پہنچ جائیں گے تو ہم قیام کر لیں گے اس طرح ہم اور وہ برابر ہو جائیں گے اور پانی پر بھی ان کا قبضہ نہ رہے گا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا ہر شخص اب مزید سفر کی طاقت نہیں رکھتا۔

پانی پر جنگ:

ابومخنف نے تمیم بن الحارث الازدی کے حوالے سے جندب بن عبداللہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بالمقابل پہنچے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے کشادہ اور عمدہ میدان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور گھاٹ کی طرف کا حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اور اس میدان میں پانی لینے کے لیے دریا پر صرف ایک ہی گھاٹ تھا۔ اس گھاٹ پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ کو متعین کیا تھا کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور دشمن کو پانی نہ لینے دیں۔ ہم نے دریائے فرات کے کنارے کافی دور تک چکر لگایا کہ شاید پانی لینے کے لیے کوئی اور گھاٹ موجود ہو تو ہمیں ان کے گھاٹ کی کوئی حاجت باقی نہیں رہے گی لیکن وہاں کوئی اور گھاٹ ہی نہ تھا۔ ہم نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالات سے مطلع کیا کہ دریا پر صرف ایک گھاٹ ہے جو دشمن کے قبضہ میں ہے اور لوگ پیاسے مر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو پھر ان سے جنگ کر کے پانی حاصل کرو۔

اشعث: میں ان کے مقابلے پر جاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اچھا تم ہی جاؤ۔

اشعث پانی کے گھاٹ کی طرف بڑھے۔ ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم گھاٹ کے قریب پہنچے تو دشمن نے ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی ہم نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا کچھ دیر تک تیروں سے مقابلہ ہوتا رہا۔ لیکن ہم ان کے سر پر پہنچ گئے۔ اب نیزے نکل آئے تھے۔ کافی دیر تک آپس میں نیزہ بازی ہوتی رہی۔ پھر تلواروں پر نوبت پہنچ گئی۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ یزید بن اسد البجلی شامیوں کا ایک امدادی دستہ لے کر ہمارے سروں پر پہنچ گئے۔ یہ دستہ کچھ سواروں پر مشتمل تھا۔ جب یہ تازہ دم دستہ ہماری طرف بڑھا تو میں سوچنے لگا کاش اس وقت امیر المومنین بھی ہماری مدد کے لیے کوئی دستہ روانہ فرمائیں تا کہ وہ اس تازہ دم دستہ سے مقابلہ کر سکے اور اس طرح ہماری جان بچ جائے۔

جندب کا بیان ہے کہ میں دل میں یہ سوچ کر امیر المومنین کی طرف چلا۔ لیکن ابھی کچھ دور گیا تھا کہ مجھے امدادی دستہ آتا نظر آیا جو تعداد میں دشمن کے دستہ سے کچھ زیادہ ہی تھا اس دستہ پر شبث بن ربعی الریاحی مامور تھے۔ یہ دستہ پہنچ جانے کے بعد انتہائی

شدید جنگ ہوئی۔

کچھ دیر بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک بڑا لشکر لے کر ابوالاعور رضی اللہ عنہ اور یزید بن اسد کی امداد کے لیے بڑھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اشتر کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابوالاعور رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا تو اشتر نے بھی اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح جنگ میں مزید شدت پیدا ہوگئی۔ اس موقع پر عبداللہ بن عوف ابن الاحمر الازدی نے یہ اشعار کہے تھے۔

خَلُّوا لَنَا مَاءَ الْفُرَاتِ الْجَارِیْ ۔۔۔ اَوِ اثْبُتُوا لِجَحْفَلٍ جَرَّارِ

ترجمہ: ''یا تو ہمارے لیے فرات کے چلتے پانی کا راستہ چھوڑ دو یا ایک زبردست لشکر کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

لِکُلِّ قَرْمٍ مُسْتَمِیْتٍ شَارِیْ ۔۔۔ مُطَاعِنٍ بِرُمْحِہٖ کَرَّارِ

ضِرَابَ هَامَاتِ الْعِدٰی مِغْوَارِ

ترجمہ: جو ہر بڑے سے بڑے مرد میدان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتا ہے اور جو نیزے سے پلٹ پلٹ کر حملہ کرتا ہے۔ جو دشمنوں کی کھوپڑیاں اتار دیتا ہے''۔

ابومخنف کا بیان ہے کہ ظبیان بن عمارۃ التمیمی جنگ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

هَلْ لَّکَ یَا ظَبْیَانُ مِنْ بَقَاءٍ ۔۔۔ فِیْ سَاکِنِ الْاَرْضِ بِغَیْرِ مَآءٍ

ترجمہ: ''اے ظبیان کیا تو زمین میں پانی کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔

لَا وَاِلٰہَ الْاَرْضِ وَ السَّمَآءِ ۔۔۔ فَاضْرِبْ وُجُوْہَ الْغُدْرِ الْاَعْدَآءِ

ترجمہ: ہرگز نہیں۔ زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم! اسی لیے میں غداروں اور دشمنوں کے چہروں پر تلواریں مار رہا ہوں۔

بِالسَّیْفِ عِنْدَ حُمُسِ الْوَغَآءِ ۔۔۔ حَتّٰی یُجِیْبُوْکَ اِلَی السَّوَآءِ

ترجمہ: جنگ کے وقت تلوار اسی لیے چلاتا ہوں تاکہ دشمن تجھے پانی لینے کے لیے برابر کا درجہ دے دیں''۔

ظبیان کا بیان ہے کہ ہم ان سے اس وقت تک برابر لڑتے رہے جب تک انھوں نے ہمارے لیے پانی کا راستہ نہ چھوڑ دیا۔

محمد بن مخنف کی شجاعت:

ابومخنف نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے محمد بن مخنف کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں اس روز اپنے والد مخنف بن سلیم کے ساتھ تھا۔ اس وقت میری عمر صرف سترہ سال تھی لیکن مال غنیمت میں میرا کوئی حصہ نہ تھا جب دشمنوں نے پانی لینے سے روکا تو مجھ سے میرے والد نے کہا تو تو اب سفر کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ تیری حالت تو پیاس سے بہت خراب ہوگئی ہے۔

محمد بن مخنف کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ مسلمان پانی کی جانب جنگ کے لیے بڑھ رہے ہیں تو مجھ سے بھی برداشت نہ ہو سکا میں بھی تلوار لے کر جنگ میں شریک ہوگیا۔ میرے ساتھ عراقیوں کا ایک غلام بھی تھا جس کے پاس مشک تھی جب شامی پیچھے ہٹنے لگے تو اس غلام نے سختی سے حملہ کیا اور دریا پر پہنچ کر مشک بھر لی جب وہ واپس لوٹا تو ایک شامی نے اسے مار کر نیچے گرا دیا

اور مشک اس سے گر گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس شامی کو نیچے گرا دیا اس پر اس کے ساتھی دوڑے اور اسے بچا لیا شامیوں نے اپنے اس ساتھی سے کہا ہم تیری جانب سے مطمئن نہیں ہیں۔ نہ معلوم دشمن تجھے کب قتل کر دے۔

محمد بن مخنف کہتا ہے میں غلام کے پاس لوٹ کر آیا اور اسے اٹھایا اس نے مجھ سے کچھ باتیں کیں۔ اس کے کافی گہرا زخم آیا تھا اتنے میں اس غلام کا مالک آ گیا۔ وہ غلام کو اپنے ساتھ لے گیا میں نے مشک اٹھالی اتفاق سے مشک بھری ہوئی تھی میں اسے اپنے باپ مخنف کے پاس لے کر آیا۔

مخنف: یہ مشک کہاں سے لائے؟

محمد: میں نے خریدی ہے۔ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ اگر میرے باپ کو یہ حال معلوم ہو گیا تو شاید وہ مجھے دریا پر جانے اور جنگ کرنے سے روک دے۔

مخنف: اچھا تو لوگوں کو پانی پلاؤ۔

میں نے لوگوں کو پانی پلایا اور سب سے آخر میں میرے باپ نے پانی پیا لیکن میرے دل میں پھر جنگ کا شوق پیدا ہوا میں میدان میں پہنچا ان سے پھر کچھ دیر جنگ کی اس کے بعد شامیوں نے ہمارے لیے پانی کا راستہ چھوڑ دیا اس کے بعد لوگ شام تک پانی بھرتے رہے۔ ہمارے اور شامیوں کے سقے گھاٹ پر جمع تھے اور یہ اژدہام کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے لیکن کوئی کسی کو ذرا سی بھی تکلیف نہ پہنچاتا تھا۔

جب میں میدان سے واپس لوٹا تو مجھے مشک کا مالک نظر آیا۔ میں نے اس سے کہا یہ تمہاری مشک ہمارے پاس ہے آپ کسی کو بھیج کر منگوا لیجیے یا اپنا پتہ بتا دیجیے میں وہاں پہنچا دوں گا اس نے جواب دیا اللہ تم پر رحم کرے ہمارے پاس اور مشک موجود ہے ہمیں اس کی کوئی خاص حاجت نہیں۔

اگلے روز وہ شخص میرے باپ کے پاس آیا اور اسے سلام کیا میں اپنے باپ کے پہلو میں کھڑا تھا اس نے میرے باپ سے سوال کیا۔ اس نوجوان سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟

مخنف: یہ میرا بیٹا ہے۔

شخص مذکور: اللہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے کل اس نوجوان نے میرے غلام کو قتل ہونے سے بچا لیا۔ مجھ سے قبیلہ کے نوجوانوں نے یہ بیان کیا تھا کہ کل سب سے زیادہ بہادری آپ کے بیٹے نے دکھائی تھی۔

باپ نے میری جانب غصہ سے گھور کر دیکھا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو باپ نے مجھ سے کہا میں نے تجھے پہلے منع نہ کیا تھا اب قسم کھاؤ کہ آئندہ میری بغیر اجازت کے لڑائی میں حصہ نہ لو گے۔ صرف یہی ایک ایسی لڑائی تھی جس میں میں نے حصہ لیا تھا۔

ابو مخنف نے یونس بن ابی اسحاق السبیعی کے حوالے سے مہران مولیٰ یزید بن ہانی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میرا مالک یزید بن ہانی اس روز جنگ میں مشغول تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں مشک تھی جب شامی پانی سے پیچھے ہٹے تو میں جھپٹ کر پانی بھرنے کے لیے دریا پر پہنچا۔ جب تک پانی نہ بھر لیا نہ تو میں نے جنگ کی اور نہ کوئی تیر چلایا۔

عبداللہ بن عوف کا بیان:

ابو مخنف نے یوسف بن یزید کے حوالے سے عبداللہ بن عوف الاحمر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب ہم میدان صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور شامیوں کے مقابلے پر پہنچے تو شامی ایک وسیع اور عمدہ میدان میں خیمہ زن تھے اور پانی کے گھاٹ پر انھوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور ابوالاعور اسلمی رضی اللہ عنہ سواروں اور پیدلوں کا دستہ لیے ہوئے گھاٹ کی حفاظت کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنے لشکر کی صف بندی کر رکھی تھی۔ آگے تیرانداز تھے ان کے پیچھے نیزہ باز ڈھالیں لیے ہوئے تھے۔ ان تمام لشکریوں کے سروں پر خود تھے۔ یہ لشکر پانی کی حفاظت پر مامور تھا تاکہ دشمن پانی نہ لے سکے۔ یہ حالات دیکھ کر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تمام حالات بیان کیے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب قاصد کی روانگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صعصعۃ بن صوحان کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ اگرچہ ہم تمہارے مقابلے پر آئے ہیں لیکن ہم حجت پیش کیے بغیر تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ تم نے اپنے سوار اور پیدل ہمارے مقابلے پر بھیجے جنہوں نے ہم سے جنگ کی ابتداء کی حالانکہ ہم حجت پیش کیے بغیر تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے دوسری غلطی تم نے یہ کی کہ لوگوں کو پانی پینے سے روک دیا حالانکہ لوگ پانی سے رکنے والے نہیں وہ ہر صورت میں پانی حاصل کر کے رہیں گے۔ تم اپنے لشکریوں کو حکم دو کہ وہ پانی کا راستہ چھوڑ دیں اور اس وقت تک کوئی اقدام نہ کریں جب تک ہم آپس میں کوئی معاملہ طے نہ کر لیں اور ہمیں تمہاری آمد اور تمہیں ہماری آمد کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔ ورنہ ہم لوگوں کو جنگ کی اجازت دے دیں گے پھر پانی وہی شخص حاصل کر سکے گا جو کہ غالب ہوگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا تمہاری کیا رائے ہے؟ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ: آپ انہیں قطعاً پانی نہ دیجیے۔ جس طرح انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو چالیس روز تک ٹھنڈے پانی اور کھانے سے محروم رکھا۔ اللہ انہیں پیاسا مارے آپ بھی انہیں پیاس سے تڑپا کر ماریئے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: آپ پانی کا راستہ چھوڑ دیجیے کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ تو سیراب ہوں اور آپ کی قوم پیاسی رہے۔ آپ پانی پر جنگ نہ کیجیے بلکہ دیگر معاملات پر غور کیجیے۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اپنی بات دہرائی۔

عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ: آپ رات تک پانی روکے رکھیے اگر رات تک یہ پانی حاصل نہ کر سکیں گے تو خود ہی لوٹ جائیں گے اور اگر یہ خود بخود لوٹ گئے تو اس میں ہمارا کچھ قصور بھی نہ ہوگا۔ خدا انہیں قیامت کے روز پانی نصیب نہ کرے۔

صعصعہ: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پانی تو کفار و فساق اور شرابیوں سے روکے گا جس کے باعث تجھ پر اور اس فاسق ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر حد لگائی گئی تھی۔

اس پر لوگ اسے گالیاں دینے لگے اور اسے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے کچھ نہ کہو یہ قاصد ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ابومخنف نے یوسف بن یزید کے حوالے سے عبداللہ بن عوف بن الاحمر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب صعصعہ ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو انھوں نے تمام گفتگو ہم سے بیان کی ہم نے صعصعہ سے دریافت کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کیا جواب دیا:

صعصعہ: جب میں واپس لوٹنے لگا تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا آپ کا کیا جواب ہے؟

معاویہ رضی اللہ عنہ: میرا جواب تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ سوار دستے الاعور رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پہنچنے شروع ہو گئے تا کہ دشمنوں کو پانی سے روکا جا سکے۔ علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمیں ان کے مقابلے پر بھیجا۔ پہلے آپس میں تیراندازی ہوئی' پھر نیزے چلے اور آخر میں تلواریں نکل آئیں ہم ان پر غالب آئے اور پانی ہمارے قبضہ میں آ گیا۔ ہم نے دل میں سوچا کہ شامیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جائے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے پاس کہلا کر بھیجا کہ اپنی ضرورت کا پانی لے کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ آؤ اور پانی پر کوئی روک ٹوک نہ کرو کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کے ظلم اور سرکشی کے باعث ہی تمہاری امداد فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام:

ابومخنف نے عبدالملک بن ابی حرۃ الحنفی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا آج تو تم جوش میں کامیاب ہو گئے ہو۔ لوگ پانی سے واپس لوٹ آئے اور دو دن تک اسی طرح دونوں لشکر خاموش پڑے رہے نہ علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی پیغام بھیجا اور نہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی سلسلہ جنبانی کی۔

دو روز بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بشیر بن عمرو بن محصن الانصاری' سعید بن قیس الہمدانی اور شبث بن ربعی کو طلب کیا اور ان سے فرمایا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں حق پر چلنے' امیر کی اطاعت کرنے اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو۔

شبث: آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ طمع دلائیں اور اس سے کہیں کہ وہ آپ کی بیعت کر لیں اور آپ اسے شام کی امارت عطا کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم اس کے پاس جاؤ اور اپنی حجت پیش کرو اور یہ دیکھو کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

یہ سفراء معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ یہ واقعہ اوائل ذی الحجہ ۳۶ھ میں پیش آیا تھا یہاں پہنچنے کے بعد بشیر بن عمرو نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے معاویہ رضی اللہ عنہ ایک نہ ایک روز دنیا تم سے زائل ہو جائے گی اور تم آخرت کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اللہ عزوجل تمہارے تمام اعمال اور تمام کاموں کا محاسبہ فرمائے گا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ جماعت میں تفریق پیدا نہ کیجیے اور مسلمانوں کا آپس میں خون نہ بہائیے''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے درمیان ہی میں کلام قطع فرما کر سوال کیا کہ جس شے کی تم مجھے نصیحت کر رہے ہو کیا اس کی نصیحت اپنے امیر کو بھی کی ہے۔

بشیر: میرا امیر تم جیسا امیر نہیں۔ وہ تمام مخلوق میں دوسروں کو نصیحت کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہے اس لیے کہ وہ

صاحب فضیلت بھی ہیں اور صاحب دین بھی۔ انہیں سبقت اسلام بھی حاصل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت بھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: آخر وہ کیا چاہتے ہیں۔

بشیر: وہ تمہیں تقویٰ اختیار کرنے' اللہ عزوجل سے ڈرنے اور حق کے معاملہ میں اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں اس میں تمہاری دنیا بھی قائم رہے گی اور آخرت کی بھی بھلائی ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: تو کیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کو رائیگاں جانے دوں۔ خدا کی قسم! ایسا تو میں ہرگز بھی نہ کروں گا۔

سعید بن قیس نے کچھ جواب دینا چاہا لیکن شبث بن ربعی نے پہل کی۔ وہ آگے بڑھا اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تم نے جو بشیر کو جواب دیا ہے اسے میں خوب سمجھتا ہوں خدا کی قسم تمہارے ارادے اور تمہارے مقاصد ہم پر مخفی نہیں ہیں' تمہارے پاس لوگوں کو بہکانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اسی بات سے تم لوگوں کو اپنی جانب مائل کیے ہوئے ہو اور اسی لیے وہ تمہاری اطاعت کرتے ہیں۔ تم یہی کہہ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو کہ تمہارے امام مظلوم شہید کر دیئے گئے اور ہم ان کا قصاص چاہتے ہیں اس پر بے وقوف اور سرکش لوگ تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ تم نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد میں تاخیر کی اور تم دل سے چاہتے تھے کہ وہ قتل ہو جائیں تاکہ تم ان کے خون کا مطالبہ کر کے یہ مقام حاصل کر سکو۔

بعض اوقات انسان طاقت وقوت سے زیادہ اہم کام کی تمنائیں کرتا ہے اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کی وہ تمنا پوری ہو جاتی ہے بلکہ اللہ عزوجل اس سے بھی زیادہ عطا فرما دیتے ہیں یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ ان دونوں کاموں میں کون سا کام تیرے لیے بہتر ہے۔ جس چیز کی تم آرزو کر رہے ہو اگر وہ غلط ہے تو اس وقت تم تمام عرب میں سب سے بدترین شخص ہو گے اور اگر تمہارے ارادے صحیح ہیں تو تم اس وقت تک اسے حاصل نہیں کر سکتے جب تک خود کو دوزخ کا مستحق نہ بنا لو۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اپنے ارادوں کو ترک کر دو اور خلافت کے معاملہ میں اس شخص سے اختلاف نہ کرو جو فی الحقیقت اس کا اہل ہے''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد شبث کی اس تقریر کا جواب دیا:

''تیری تقریر سے مجھے سب سے اول یہ بات معلوم ہوئی کہ تو انتہائی بے وقوف اور بے عقل شخص ہے کہ تو نے اپنی قوم کے سردار اور شریف و باحسب شخص کی گفتگو بھی درمیان میں قطع کر ڈالی پھر وہ باتیں کہیں جس کا تجھے علم نہ تھا اور اس طرح تو نے جھوٹ سے کام لیا اے اعرابی! اے جاہل! تو اپنے اس جھوٹ میں مرجائے گا۔ تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ میرا اور تمہارا فیصلہ اب تلوار کرے گی''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انتہائی غضب ناک ہو گئے تھے۔ قاصد بھی ان کے پاس سے واپس لوٹے۔ چلتے ہوئے شبث نے یہ جملہ کہا۔ کیا تو ہمیں تلواروں سے ڈراتا ہے خدا کی قسم! وہ تلواریں بھی جلد تیرے سر پر پہنچ جائیں گی۔

ان لوگوں نے واپس پہنچ کر تمام حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیے۔ یہ سفارت شروع ذی الحجہ میں گئی تھی۔

جنگ صفین:

حضرت علی رضی اللہ عنہ روزانہ ایک معزز شخص کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر روانہ کرتے۔ اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے بھی ایک دستہ میدان میں نکلتا۔ ان دونوں دستوں میں جنگ ہوتی اور کچھ دیر جنگ کے بعد دونوں واپس لوٹ جاتے۔ اس جنگ میں سوار بھی شریک ہوتے اور پیدل بھی' اور دونوں لشکر کھل کر جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس میں زبردست تباہی کا سامنا ہوتا اور بڑی بربادی ہوتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اشتر' حجر بن عدی الکندی' شبث بن ربعی' خالد بن المعر' زیاد بن النفر الحارثی' زیاد بن خصفۃ التیمی' سعید بن قیس' معقل بن قیس اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہم میں سے ایک نہ ایک کو امیر بنا کر بھیجتے اور اکثر و بیشتر اشتر کو روانہ کیا جاتا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبدالرحمٰن بن خالد المخزومی' ابوالاعور السلمی' حبیب بن مسلمۃ الفہری' ابن ذی الکلاع الحمیری عبیداللہ بن عمر بن الخطاب' شرجیل بن السمط الکندی رضی اللہ عنہم اور حمزۃ بن مالک الہمدانی لشکر لے کر نکلتے۔

اسی طرح تمام ماہ ذی الحجہ میں جنگ ہوتی رہی اور بعض اوقات دن میں دوبار جنگ ہوتی۔

اشتر کی شجاعت:

ابومخنف نے عبداللہ بن عامر الفائشی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ ایک روز اشتر جنگ کے لیے نکلا۔ اس کے ساتھ کچھ قراء تھے اور کچھ عرب کے شہسوار تھے' جب جنگ زوروں پر ہوئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک شخص میدان میں نکلا۔ خدا کی قسم! میں نے آج تک اتنا لمبا اور موٹا انسان نہ دیکھا تھا۔ اس نے اپنے مقابلہ کی دعوت دی۔ ہماری جانب سے اس کے مقابلے کے لیے اشتر کے علاوہ کوئی نہ نکلا۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی اور اشتر نے اسے قتل کر ڈالا۔ خدا کی قسم ہم دل میں ڈر رہے تھے کہ یہ ضرور اشتر کو مار ڈالے گا۔ اور ہم نے اشتر کو مقابلے پر جانے سے منع بھی کیا تھا لیکن جب اشتر نے اسے قتل کر دیا تو ایک شخص نے چلا کر یہ شعر پڑھا۔

يَـــا سَهْـــمَ سَهْـــمَ ابْـــنِ اَبِـــي الْعِيْـــزَارِ　　　يَـــا خَيْـــرَ مَـــنْ نَـــعْـــلَـــمُـــهُ مِـــنْ زَارِ

ترجمہ: ''تیر تو ابن ابی العیزار کا تیر ہے۔ ہم نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں اس سے بہتر کوئی نہیں دیکھا''۔

ایک ازدی جوان نے جب اس شخص کی لاش دیکھی تو اس نے قسم کھائی کہ یا تو میں تیرے قاتل کو قتل کروں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔ وہ میدان میں نکلا اور اشتر پر حملہ کیا۔ اشتر نے بھی پلٹ کر ایسا وار کیا کہ وہ نیچے گرا۔ ابھی وہ اپنے گھوڑے کے پاؤں میں پڑا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اشتر پر حملہ کر کے اسے بچا لیا۔ ابورفیقۃ الفہمی بولا یہ تو ایک آگ ہے جو برابر بھڑکتی رہتی ہے۔

الغرض پورے ذی الحجہ دونوں لشکروں میں اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ جب ماہ محرم آیا تو دونوں نے ایک دوسرے جنگ بندی کی خواہش کی تاکہ صلح کی گفت و شنید کی جا سکے۔ اور دونوں لشکروں نے اس عارضی جنگ بندی کو منظور کر لیا۔

اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو حج کرایا اور بقول واقدی اسی سال حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

باب ۱۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ بندی

باہمی صلح کی گفت وشنید:

۳۷ھ کے پہلے ماہ یعنی محرم الحرام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ رک گئی اور دونوں ایک مدت تک جنگ بندی پر تیار ہو گئے تا کہ کسی نہ کسی طرح باہمی صلح ہو سکے۔

ہشام ابن محمد نے ابومخنف الازدی' سعد ابوالمجاہد الطائی کی سند سے محل بن خلیفۃ الطائی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صفین میں جنگ بند ہو گئی تو صلح کی غرض سے دونوں نے ایک دوسرے کے پاس اپنے قاصد روانہ کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی ابن حاتم طائی' یزید بن قیس الارحبی' شبث ابن ربعی اور زیاد ابن خصفہ کو صلح کی غرض سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کی تقریر:

جب یہ وفد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت پہنچا تو عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی۔ اولاً اللہ کی حمد وثنا کی' پھر فرمایا:

''ہم آپ کے پاس اس غرض سے آئے ہیں تا کہ ہم آپ کو ایسی شئے کی دعوت دیں۔ جس کے ذریعہ اللہ عزوجل ہماری جماعت کو اور اس امت کو متحد کر دے اور یہ خون کے دریا جو بہہ رہے ہیں بند ہو جائیں۔ راہیں جو پر خطر ہو چکی ہیں وہ محفوظ و مامون ہو جائیں' اور آپس میں صلح وآشتی پیدا ہو جائے۔

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تم یہ جانتے ہو کہ تمہارا یہ چچا زاد بھائی یعنی علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے سردار اور تمام لوگوں میں سابق الاسلام ہیں انھوں نے حالت اسلام میں بہترین کارنامے انجام دیئے اور لوگ بھی ان پر متفق ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے لوگوں کو ایسے بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آج روئے زمین پر تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اس کا مخالف نہیں ہے۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تم اپنے ان اختلافات سے باز آ جاؤ کہیں اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا وہی حشر نہ کر دے جو اس نے اصحاب جمل کا حشر کیا تھا''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم مبلغ و ہادی بن کر آئے ہو۔ صلح کی غرض سے نہیں آئے اے عدی رضی اللہ عنہ بہت افسوس کی بات ہے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں حرب کا بیٹا ہوں مجھے اختلافات کا نام لے کر دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ خدا کی قسم!

کیا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنہوں نے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو اکسایا تھا اور تو بھی ان کے قاتلین میں داخل ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے تجھے ضرور قتل کرے گا۔ اے عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو ایک مرد میدان کو للکارنا چاہتا ہے''۔

شبث اور زیاد کی تقاریر:

یہ سخت گفتگو سن کر شبث ابن ربعی اور زیاد ابن خصفہ درمیان ہی میں بول پڑے کہ:

''ہم تو آپ کے پاس صلح کی غرض سے آئے ہیں اور آپ اس قسم کی گفتگو فرما رہے ہیں اور ہمارے سامنے مثالیں پیش کر رہے ہیں آپ بے فائدہ اور لایعنی باتوں کو ترک کر دیجیے اور ایسی بات کیجیے جس سے ہمیں بھی فائدہ ہو اور آپ کو بھی فائدہ ہو''۔

یزید ابن قیس کا خطاب:

یزید ابن قیس بولے:

''ہم تو آپ کے پاس صرف وہ پیغام پہنچانے کی غرض سے آئے ہیں جو ہمیں دے کر بھیجا گیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کا جواب دوسرے تک پہنچا دیں اس کے ساتھ ساتھ ہم نصیحت کو بھی ترک نہیں کر سکتے اور جس شے کو ہم حق سمجھتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ شے آپ پر حجت ہوگی اسے بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کر سکتے اور جب کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ باہمی محبت اور جماعت مسلمین کے اتحاد کے خواہاں ہیں۔

ہمارے امیر وہ شخص ہیں جن سے تمام مسلمان واقف ہیں اور ان کی فضیلت سے تم بھی ناواقف نہیں ہو۔ تمام دین دار اور افضل لوگ علی رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے یہ لوگ تمہارا ان سے ہرگز موازنہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈرو اور علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کرو۔ خدا کی قسم! ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ متقی اور زاہد ہو اور علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک خصائل اس میں پائے جاتے ہوں''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرائط:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''تم مجھے اطاعت امیر اور اتحاد جماعت کی دعوت دیتے ہو تو جہاں تک جماعت کا تعلق ہے تو وہ میرے ساتھ بھی موجود ہے اور جہاں تک تمہارے امیر کا تعلق ہے تو ہم اسے امیر ہی تسلیم نہیں کر سکتے اس لیے کہ تمہارے ساتھی نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہماری جماعت میں انتشار پھیلایا۔ ہمارے قاتلوں کو پناہ دی تمہارے ساتھی کا یہ خیال کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا تو ہم اس کی تردید کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن کیا تم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے واقف نہیں ہو۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہی ہمارے امیر کے ساتھی ہیں۔ وہ ان قاتلین کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کریں اس کے بعد ہم تمہارے امیر کی اطاعت کرنے اور اتحاد جماعت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں''۔

قاصدین کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تیز گفتگو:

اس پر شبث نے جواب دیا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تمہارا عمار رضی اللہ عنہ پر بھی بس چلے تو تم انھیں بھی قتل کر دو گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ان کے قتل سے کون سی شئے مانع ہو سکتی ہے خدا کی قسم! اگر سمیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے پر میرا بس چلے تو میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں اسے بھی ضرور قتل کر دوں گا اور عثمان رضی اللہ عنہ تو کجا اگر عمار رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ناقل کو قتل کیا ہوتو میں عمار رضی اللہ عنہ کو ناقل کے قصاص میں بھی قتل کر دوں گا اس پر شبث نے کہا زمین و آسمان کے خدا کی قسم! تم نے انصاف نہیں کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم عمار رضی اللہ عنہ پر اس وقت تک قابو نہیں پا سکتے جب تک کہ بہت سی کھوپڑیاں کاندھوں سے نہ اتر پڑیں اور زمین خون سے تر نہ ہو جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم نرمی اختیار کرو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہ چاہتے ہو تو تم پر زمین ضرور تنگ کر دی جائے گی۔ اس گفتگو کے بعد یہ قاصدین واپس چلے آئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیاد ابن خصفہ سے ملاقات:

جب یہ لوگ واپس چلے آئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد ابن خصفۃ التیمی کو طلب کیا۔ اور انھیں خلوت میں لے گئے۔ اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ان سے فرمایا اے ربیعہ کے بھائی علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے قطع رحمی کی' ہمارے خلیفہ کے قاتلوں کو پناہ دی۔ میں تم سے اور تمہارے قبیلہ سے امداد کا طالب ہوں۔ اور تم سے اللہ عزوجل کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ جب میں غالب آ جاؤں گا تو جس شہر کی ولایت تم پسند کرو گے تمہیں اس کا والی بنا دیا جائے گا۔

ابو مخنف نے سعد ابو المجاہد کے واسطہ سے محل ابن خلیفہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے یہ واقعہ زیاد ابن خصفہ کو بیان کرتے سنا ہے زیاد ابن خصفہ نے بھی یہ بیان کیا کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی بات پوری کر چکے تو میں نے جواب میں اللہ عزوجل کی ثنا کی اور اس کے بعد جواب دیا۔ میں اس حجت اور ان انعامات پر قائم ہوں جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمائے ہیں اور میں مجرموں کی پشت پناہی نہیں کر سکتا۔ اس جواب کے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ میرا یہ جواب سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس وقت ان کے قریب بیٹھے تھے۔ ہمارا کوئی شخص بھی ان کے کسی آدمی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ ہمارے آدمی کی بات قبول کرتا ہے ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہیں اور افتراق کی برائی سے اللہ نے انھیں محفوظ رکھا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وفد:

ابو مخنف نے سلیمان ابن ابی راشد الازدی کے ذریعہ ابو الکنود عبدالرحمٰن ابن عبید کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں حبیب ابن مسلمۃ الفہری' شرجیل ابن السمط اور معن ابن یزید ابن الاخنس شریک تھے۔ ابو مخنف کہتا ہے جس وقت یہ وفد علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا میں وہاں موجود تھا۔ حبیب ابن مسلمۃ الفہری رضی اللہ عنہ نے اولاً خدا کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یقیناً ایک ہادی خلیفہ تھے۔ اللہ عزوجل کی کتاب پر عمل فرماتے اور اللہ کے احکام کو بجا لاتے۔ تم نے ان کی زندگی اجیرن بنا دی۔ تم ان کی موت کے خواہاں تھے تم نے ان سے دشمنی برتی اور انہیں شہید کیا۔ اب اے علی رضی اللہ عنہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا تو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالہ کر دو تا کہ ہم انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے

قصاص میں قتل کر دیں نیز آپ یہ خلافت لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیجیے تا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے جسے چاہیں خیفہ بنائیں اور جس پر سب کا اتفاق ہو تمام لوگ اپنے کام اس کے سپرد کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: تیری ماں مرے تیرا اس خلافت اور اس کی دست برداری سے کیا تعلق ہے۔ خاموش رہ کیونکہ تو اس کا اہل نہیں۔ حبیب رضی اللہ عنہ نے اس پر جواب دیا آپ مجھے وہ راستہ بتا رہے ہیں جو آپ خود چھوڑ نا پسند نہیں کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کر بھی کیا سکتے ہو خواہ تم کتنے سوار اور پیدل کیوں نہ لے آؤ۔ اللہ تجھے باقی نہ رکھے اگر چہ میرے پاس حقیر اور برے لوگ جمع ہو جائیں۔ جاؤ اور جو تم بہتر سمجھو کرو۔

اس پر شرجیل ابن السمط رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی وہی بات کہنا چاہتا ہوں۔ جو میرے اس ساتھی نے کہی ہے آپ نے جو جواب دیا ہے کیا اس کے علاوہ بھی آپ کے پاس کوئی اور جواب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! تمہارے اور تمہارے ساتھی کے لیے میرے پاس اور بھی جواب موجود ہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا فرمائی۔ پھر فرمایا اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا آپ کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی سے نکالا اور ہلاکت اخروی سے بچایا اور لوگوں کے اختلافات کو دور کر کے انھیں متحد فرمایا۔ جب آپ نے اللہ کے احکام لوگوں کو پورے طور پر پہنچا دیئے تو اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا پھر لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ یہ دونوں حضرات نیک سیرت تھے انہوں نے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لیا لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں ہم پر زبردستی خیفہ بن گئے تھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہونے کی وجہ سے ہم اس کے مستحق تھے۔ ہم خدا سے ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے کچھ ایسے کام کیے جن کے باعث لوگوں نے ان پر نکتہ چینی کی اور ان سے بغاوت کر کے انہیں شہید کر دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئے حالانکہ میں ان کاموں سے علیحدگی اختیار کر چکا تھا اور مجھ سے اصرار کیا کہ آپ بیعت لیجیے۔ میں نے خلیفہ بننے سے انکار کیا۔ انہوں نے مجھ سے اصرار کیا اور کہا کہ امت آپ کے علاوہ کسی کی خلافت پر راضی نہ ہوگی اور ہمیں خوف ہے کہ اگر آپ خلافت قبول نہ کریں گے تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور لوگوں کا اتحاد ختم ہو جائے گا۔ میں نے ان لوگوں سے بیعت لی۔ میں صرف دو شخصوں کے اختلاف سے ڈرتا تھا لیکن انہوں نے میری بیعت کر لی (غالباً زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما ہیں) رہا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف تو اللہ عزوجل نے نہ تو انہیں دین میں سبقت عطا فرمائی ہے اور نہ اسلام کی صداقت پر ان کا کوئی کارنامہ ہے۔ بلکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں امن دے کر چھوڑ دیا گیا تھا اور ان کے بھائی بھی اسی قسم کے تھے یہ لوگ تو کافروں کی جماعت میں شامل تھے۔ ہمیشہ یہ اللہ عزوجل اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے دشمن رہے حتیٰ کہ انہوں نے مجبوراً اسلام قبول کیا۔ تم نے ان سے اتفاق کر کے اور ان کی اطاعت کر کے انھیں غرور میں مبتلا کر دیا' تم ان لوگوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے مقابلے پر لائے ہو حالانکہ اہل بیت سے اختلاف کسی صورت میں مناسب نہیں۔ تم لوگوں میں سے کسی شخص کو ان کے برابر نہ سمجھو۔ خبردار! میں تمہیں کتاب اللہ' سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باطل کو مٹانے اور احکام دین قائم کرنے کی دعوت دیتا ہوں میرا کہنا تو یہی ہے اور میں اپنے اور تمہارے لیے اور ہر مومن ومومنہ اور ہر مسلم و

مسلمہ کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

دونوں قاصدوں نے سوال کیا۔ کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہ تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم قتل کیے گئے اور نہ یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ وہ ظالم قتل کیے گئے''۔

قاصدوں نے جواب دیا:

''جس شخص کا اس پر یقین نہ ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے تو ہم ان سے بری ہیں اور ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَ لَّوْا مُدْبِرِیْنَ وَ مَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

''یقیناً نہ تو آپ مردوں کو اپنی بات سنا سکتے ہیں اور نہ ان بہروں کو جو پشت پھیر کر چل دیں اور نہ آپ انھیں گمراہی سے نکال کر راہ دکھا سکتے ہیں۔ آپ کی بات تو وہی شخص سنے گا جو ہماری آیات پر ایمان رکھتا ہو ایسے ہی لوگ تابعدار ہیں''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم اپنے پروردگار کی اطاعت اور حق پر چلنے کی کوشش کرتے رہو۔ یہ لوگ حق دار نہیں وہ اپنی گمراہی میں تم سے زیادہ کوشش کریں۔

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ اور عائذ ابن قیس کا علم برداری پر جھگڑا:

ابو مخنف نے جعفر ابن حذیفہ کا یہ بیان نقل کیا ہے اور یہ شخص عامر ابن جوین کی اولاد میں سے تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر عائذ ابن قیس الحمیری نے علم کے معاملے میں حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا بنو عدی کی بہ نسبت حزمر کے ساتھ ایک کثیر جماعت تھی جس کے باعث وہ علمبرداری کا مستحق تھا۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ جھگڑا پیش ہوا تو عبداللہ ابن خلیفۃ الطائی البولانی نے بنو حزمر سے مخاطب ہو کر کہا اے بنو حزمر! تم عدی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنی حق داری کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ تم میں ایک شخص بھی عدی رضی اللہ عنہ کے درجہ کا نہیں اور نہ تمہارے آبا و اجداد میں کوئی عدی رضی اللہ عنہ کے باپ کی مثل موجود ہے کیا وہ عزیزوں اور رشتہ داروں کی مدد نہیں کرتا' کیا وہ اس شخص کا بیٹا نہیں ہے جو سیرابی کے دن میں لوگوں کو پانی پلاتا۔ کیا اس کا باپ ان سرداروں میں سے نہ تھا جو مال غنیمت میں سے چوتھ لیا کرتا تھا کیا یہ عرب کے سب سے بڑے سخی کا بیٹا نہیں کیا یہ اس شخص کا بیٹا نہیں جو اپنا مال لٹایا کرتا تھا اور پڑوس کی حفاظت کرتا۔ کیا عدی رضی اللہ عنہ وہ شخص نہیں ہیں جنہوں نے نہ تو آج تک بدعہدی کی' نہ فسق و فجور میں مبتلا ہوا' نہ آج تک کوئی جہالت کا کام کیا اور نہ بخل سے کام لیا تم اس کے باپ جیسا شخص اپنے باپ دادا میں دکھاؤ اور ایک شخص بھی اس جیسا لے آؤ کیا تمہارے خاندان میں بہ لحاظ اسلام عدی رضی اللہ عنہ سب سے افضل نہیں ہیں۔ کیا عدی رضی اللہ عنہ وہ شخص نہیں ہیں جو تمہارا وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کیا نخیلہ' قادسیہ' مدائن' جلولاء' نہاوند اور تستر کی جنگوں میں وہ تمہارے سردار نہ

تھے۔ اب تمہیں ان سے کیا تکلیف پہنچی' خدا کی قسم! تمہاری قوم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو عدی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے ریاست کا دعویٰ کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن خلیفہ بس کرو اور جاؤ اپنی قوم اور بنو طے کو بلا لاؤ۔ یہ تمام لوگ جمع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ ان مذکورہ بالا واقعات میں تمہارا سردار کون تھا۔ بنو طے نے جواب دیا۔ عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ' عبداللہ ابن خلیفہ نے عرض کیا اے امیر المومنین ان سے سوال کیجیے آیا یہ لوگ عدی رضی اللہ عنہ کی سرداری پر راضی ہیں یا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال فرمایا: بنو طے نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا علم کے عدی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حقدار ہیں اپنی قوم کا جھنڈا انھیں دے دو اور فرمایا بنو حزمر نے ان سے جھنڈے اور ریاست کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ میں آج سے قبل بھی عدی رضی اللہ عنہ کو سردار دیکھتا چلا آیا ہوں اے بنو حزمر میں نے تمہاری قوم میں تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں دیکھا جو عدی رضی اللہ عنہ کا حامی و تابعدار نہ ہو تم اس کثرت کی اتباع کرو۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کا جھنڈا سنبھال لیا۔

جب حجر ابن عدی کا دور آیا تو عبداللہ ابن خلیفہ کو حجر کے ساتھ روانہ کرنے کے لیے طلب کیا گیا۔ اور عبداللہ ابن خلیفہ حجر کے ساتھیوں میں سے تھے۔ حجر پہاڑوں کی جانب گئے اس موقع پر عدی رضی اللہ عنہ نہ تو حجر کا حکم رد کر سکے اور نہ اس سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکے۔ یہ بات عبداللہ ابن خلیفہ کو بہت شاق گزری اس وقت اس نے یہ اشعار کہے۔

وَ تَـنْسَـوْنَنِيْ يَوْمَ الشَّرِيْعَةِ وَ الْقَنَا ۔۔۔ بِـصِـفِّيْـنَ فِيْ اَكْتَافِهِمْ قَدْ تَكَسَّرَا

ترجمہ: ''تم نے مجھے شریعت والے روز بھلا دیا حالانکہ میں نے صفین میں دشمنوں کے مونڈھے توڑ ڈالے تھے۔

جَـزَىٰ رَبُّـهٗ عَـنِّـيْ عَـدِيَّ بْنَ حَـاتِمٍ ۔۔۔ بِـرَفْـضِـيْ وَ خِـذْ لَانِيْ جَزَاءً مُّوَفَّرًا

ترجمہ: مجھے چھوڑنے اور رسوا کرنے کی وجہ سے پروردگار نے عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ سے اچھا اور پورا پورا بدلہ لیا۔

اَتَـنْـسَـى بَلَائِـيْ سَـادِرًا يَا بْنَ حَـاتِمٍ ۔۔۔ عَشِيَّةَ مَـا اَغْـنَـتْ عَـدِيُّكَ حِـزْمَـرَا

ترجمہ: اے ابن حاتم تو میری مصیبت کو بھول گیا اس شام کو یاد کر جب کہ حزمر کے مقابلہ میں تیرا نام عدی رضی اللہ عنہ ہونے سے تجھے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔

فَـدَافَـعْـتُ عَـنْكَ الْـقَـوْمَ حَتّٰى تَخَاذَلُوْا ۔۔۔ وَ كُـنْـتُ اَنَـا الْـخَـصْـمُ الْاَ لَـدُّ الْعَذْوَرَا

ترجمہ: میں نے تیری جانب سے قوم کو جواب دیا حتیٰ کہ مخالفین رسوا ہو گئے اور میں ہی تیری جانب سے قوم کا انتہائی جھگڑالو دشمن تھا۔

فَـوَلَّـوْا وَ مَـا قَـامُـوْا مَـقَـامِـيْ كَـاَنَّـمَا ۔۔۔ رَاَوْنِـيْ لَيْـثًـا بِـالْاِبَـاءَةِ مُـخْـدِرَا

ترجمہ: وہ میرے مقابلے سے ہٹ گئے اور میرے سامنے قطعاً کھڑے نہ ہو سکے۔ انھوں نے مجھے اس شیر کی طرح سمجھا جو کچھار میں گھات لگائے بیٹھا ہو۔

نَصُرتُكَ اِذُ خَامَ الُقَرِيُبُ و ابُعَطَ الُبَعِيُدُ — و قَدُ اَفُرَدُتُ نَصُرًا مُّوَزَّرًا

ترجمہ: میں نے تو تیری اس وقت امداد کی تھی جب کہ اقرباء نے بزدلی دکھائی تھی اور دور کے رشتہ دار دور ہو گئے تھے میں تنہا وہ شخص تھا جس نے تیری پوری پوری مدد کی۔

فَكَانَ جَزَائِىُ اَنُ اُجَرَّدَ بَيُنَكُمُ — سَجِيُنًا وَ اَنُ اُوُلٰى الُهَوَانَ وَّ اُوُسَرَا

ترجمہ: میرا احسان تو یہ تھا کہ تمہارے لیے سرداری کو مخصوص کر دیا اور تمہیں قید و بند کا مالک بنا کر تمہارے مخالفوں کو رسوا کیا۔

وَ كَمُ عِدَّةٍ لِّىُ مِنُكَ اِنَّكَ رَاجِعِى — فَلَمُ تُغُنِ بِالُمِيُعَادِ عَنِّىُ حَبُتَرًا

ترجمہ: اور تو نے مجھے اس کا کوئی بدلہ نہیں دیا۔ اور نہ کسی وقت پر تو نے میری حمایت کی''۔

باب۱۲

ہر دو جانب سے جنگی تیاریاں اور مورچہ بندی

ماہ محرم کے ختم ہونے تک دونوں جانب سے جنگ بندی رہی جب ماہ محرم ختم ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرثد ابن الحارث الجشمی کو حکم دیا کہ شامیوں کو جنگ کا پیغام پہنچا دو مرثد نے غروب آفتاب کے قریب شامیوں کو آواز دے کر کہا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ تم سے فرماتے ہیں کہ میں برابر کوشش کرتا رہا کہ تم حق کو قبول کرلو اور اس کے سامنے جھک جاؤ۔ میں نے تمہارے سامنے کتاب اللہ پیش کی اور اس کے حکم کو قبول کرنے کی دعوت دی لیکن تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور نہ تم نے حق کو قبول کیا۔ میں نے تمہارے ساتھ برابر کا معاملہ کیا اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ شامی یہ اعلان سن کر اپنے اپنے امراء اور رؤساء کو اطلاع دینے کے لیے دوڑے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ باہر آئے۔ فوج کو دستوں پر تقسیم کر کے انھیں مورچوں پر بٹھایا۔ لوگوں نے آگ روشن کی۔ دوسری جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام رات جاگتے رہے انہوں نے بھی دستے تقسیم کیے اور لوگوں کو مورچوں پر بٹھایا اور پوری رات گشت کر کے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیوں کو ہدایات:

ابومخنف نے عبدالرحمٰن ابن جندب الازدی کے واسطہ سے ان کے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بھی ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوتی ہمیں یہ نصیحت فرماتے:

''اس وقت تک ہرگز جنگ نہ کرو جب تک دشمن تم سے پہل نہ کرے اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ تم حق پر ہو اور تمہاری طرف سے جنگ کی ابتداء نہ ہونا یہ تمہارے حق پر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ جب تم ان سے جنگ کرو انہیں شکست دو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو۔ کسی زخمی پر حملہ نہ کرو اور نہ کسی کو ننگا کرو نہ کسی مقتول کے ہاتھ پاؤں یا ناک کان کاٹو اگر تم لوگوں کے کجاوؤں تک پہنچو تو ان کے خیموں کے پردے چاک نہ کرو اور نہ بلا اجازت ان کے گھروں میں داخل ہو اور نہ ان کے مالوں میں سے اس شئے کے علاوہ کوئی چیز اٹھاؤ جو تمہیں میدان جنگ میں ملی ہو' عورتوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ خواہ وہ تمہاری بے عزتی کریں اور تمہارے سرداروں اور نیک لوگوں کو برا بھلا کہیں کیونکہ عورتیں اعضاء اور دل کے لحاظ سے کمزور ہوتی ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا میدان صفین میں خطبہ:

ابومخنف نے اسمٰعیل ابن یزید' ابو صادق کی سند سے حضرمی کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے تین مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ پر آمادہ کرتے ہوئے دیکھا ایک جنگ صفین' ایک جنگ جمل اور ایک جنگ نہروان میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو نگاہیں نیچی رکھو۔ آوازیں پست رکھو۔ گفتگو کم کرو اپنے کو مورچہ بندی' لڑائی' آگے

بڑھنے' مقابلہ کرنے' تدبیر جنگ' تیر اندازی اور نیزہ بازی میں مشغول رکھو۔ ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اے اللہ ان پر صبر نازل فرما اور ان کی امداد فرما اور ان کے اجر میں اضافہ فرما''۔

لشکر کی تقسیم:

جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو میمنہ و میسرہ اور سواروں اور پیدلوں پر تقسیم فرمایا۔ ابو مخنف کہتے ہیں مجھ سے فضیل بن خدیج الکندی نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے سواروں پر اشتر نخعی کو امیر کیا۔ اہل بصرہ کے سواروں کا دستہ حضرت سہل ابن حنیف رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دیا اہل کوفہ کا پیادہ دستہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہما کی ماتحتی میں تھا اہل بصرہ کے پیادوں پر حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ اور ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ امیر تھے اور اس دستہ کا جھنڈا ہاشم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ قراء اہل بصرہ کے امیر قاری مسعر ابن فدکی التمیمی تھے اور اہل کوفہ عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں:

ابو مخنف نے عبداللہ ابن یزید ابن جابر الازدی کے ذریعہ قاسم کا یہ بیان ذکر کیا ہے جو یزید ابن معاویہ کا غلام تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے میمنہ پر ابن ذی الکلاع الحمیری کو معین فرمایا۔ میسرہ پر حضرت حبیب ابن مسلمۃ الفہری رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا ان کے مقدمۃ الجیش پر جو اسی روز دمشق سے آیا تھا ابو الاعور السلمی رضی اللہ عنہ امیر تھے یہ اہل دمشق کے سواروں پر متعین تھے۔ شامیوں کے تمام سوار دستے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھے مسلم ابن عقبہ کو دمشق کی پیدل فوج کا امیر بنایا گیا تھا تمام پیدل فوج ضحاک ابن قیس رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دی گئی۔ بہت سے شامیوں نے موت پر بیعت کی تھی ان لوگوں نے اپنے آپ کو عماموں سے باندھ لیا تھا یہ لوگ پانچ صفوں پر مشتمل تھے۔ شامی میدان جنگ میں اپنی فوج کو دس صفوں پر تقسیم کرتے اور عراقی گیارہ صفوں پر تقسیم کرتے۔

ابتدائے جنگ:

ماہ محرم گزر جانے کے ساتھ ہی جنگ کی ابتداء ہوگئی کوفیوں کی جانب سے پہلے روز اشتر نخعی میدان جنگ میں آیا اور شامیوں کی جانب سے اس کے مقابلے کے لیے حضرت حبیب ابن مسلمۃ الفہری رضی اللہ عنہ اپنے میسرہ کو لے کر نکلے یہ چہارشنبہ کا دن تھا ان دونوں فوجوں کا دوپہر تک سخت مقابلہ رہا دوپہر کے بعد ہر دو لشکر لوٹ گئے یہ دونوں برابر رہے نہ کوئی غالب ہوا اور نہ کوئی مغلوب۔

دوسرے روز ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ سواروں اور بہترین پیدل فوج کا ایک بڑا دستہ لے کر میدان میں نکلے شامیوں کی جانب سے ان کے مقابلے پر ابو الاعور سلمی رضی اللہ عنہ آئے اس روز دونوں لشکروں میں انتہائی سخت جنگ ہوئی گھوڑا گھوڑے پر چڑھا جاتا تھا اور آدمی پر آدمی' پھر دونوں لشکر واپس ہوگئے اور دونوں لشکروں کے کچھ آدمی کام آئے۔

تیسرا دن ہوا تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما لشکر لے کر نکلے مقابلے کے لیے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اس روز لوگوں نے سخت ترین جنگ کی حضرت عمار رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے:

''اے اہل عراق تم اس شخص کو نہیں دیکھتے جو اللہ اور رسول کا دشمن رہے اور اس نے حضورؐ سے جنگ کی۔ ہمیشہ مسلمانوں کے مقابل آیا اور مشرکین کا ساتھ دیا جب اس نے یہ دیکھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب فرما دیا اور اپنے رسول

ﷺ کی امداد فرمائی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا۔ ہمارے نزدیک اس کا یہ اسلام رغبت وشوق سے نہ تھا بلکہ خوف کے باعث تھا پھر اللہ عز وجل نے رسول اللہ ﷺ کو وفات دی۔ خدا کی قسم! حضور کے بعد یہ شخص ہمیشہ مسلمانوں کی عداوت اور مجرموں کی ہمدردی میں مصروف رہا۔ اس کے مقابلہ پر ثابت قدم رہو اور اس سے جنگ کرو کیونکہ یہ اللہ کے نور یعنی دین کو بجھاتا ہے اور اللہ کے دشمنوں کی مدد کرتا ہے''۔

اس روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیاد ابن النفر سواروں پر امیر تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ سواروں کا دستہ لے کر حملہ کرو۔ انہوں نے اپنے دستہ کے ساتھ حملہ کیا مخالفوں نے ان سے مقابلہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں باندھ کر لے گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی پیدل فوج کے ساتھ اتنا سخت حملہ کیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قدم اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔

دو بھائیوں کا مقابلہ:

اس روز زیاد ابن النفر نے عمرو ابن معاویہ ابن المنفقق ابن عامر ابن عقیل کو مقابلے کی دعوت دی اور یہ ماں کی جانب سے زیاد کے بھائی تھے کیونکہ ان دونوں کی ماں ایک تھی جو بنو یزید سے تعلق رکھتی تھی جب یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا لیکن پھر دونوں آپس میں متحد ہو گئے اور دونوں میدان سے واپس ہو گئے اور لشکر بھی لوٹ آئے۔

حضرت عبیداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ:

چوتھے روز محمد بن ابی علی رضی اللہ عنہ یعنی محمد بن الحنفیہ ایک زبردست لشکر لے کر نکلے ان کے مقابلہ پر حضرت عبیداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (یہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بڑے بھائی ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کسی جانب سے جنگ میں شریک نہ تھے) ایک بڑا لشکر لے کر آئے۔ آتے ہی عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ کو اپنے مقابلہ کی دعوت بھیجی جسے محمد ابن حنفیہ نے قبول کر لیا اور ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان دونوں شخصوں پر جو نظر پڑی تو سوال کیا کہ یہ دونوں مقابل کون ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ایک عبیداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور دوسرے آپ کے صاحبزادے محمد۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور محمد کو آواز دی۔ محمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ وہ ٹھہر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر پہنچے اور فرمایا مجھ سے مقابلہ کرو۔ انہوں نے فرمایا مجھے آپ سے مقابلے کی ضرورت نہیں (غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شرف وفضل کی وجہ سے یہ بات فرمائی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وجہ؟ عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ اس کے بعد عبیداللہ رضی اللہ عنہ میدان سے واپس لوٹ گئے۔

محمد ابن علی رضی اللہ عنہ کو مقابلہ سے منع کرنے کی وجہ:

ابن الحنفیہ نے اپنے والد سے سوال کیا۔ اے میرے باپ! آپ نے مجھے عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ سے کیوں روکا۔ خدا کی قسم! اگر آپ مجھے نہ روکتے تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اگر تو اس سے مقابلہ کرتا تو مجھے یقین تھا کہ وہ تجھے ضرور قتل کر دیتا اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ تجھے قتل کر دے۔ محمد ابن علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیوں اس فاسق کے مقابلہ پر گئے تھے خدا کی قسم! اگر اس کا باپ (عمر رضی اللہ عنہ) بھی آپ کو مقابلہ کی دعوت دیتا تو میں اس کا بھی مقابلہ کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اس کے باپ کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہ کہو۔ پھر دونوں لشکر جدا ہو گئے اور اپنے اپنے

مورچوں پر واپس چلے گئے۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خطاب:

پانچویں روز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عراقی لشکر لے کر نکلے ان کے مقابلے پر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس روز سخت جنگ ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما جنگ کرتے کرتے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر بنو عبدالمطلب کو برا بھلا کہا اور فرمایا:

''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تم لوگوں نے رشتہ داری کو قطع کیا۔ تم نے اپنے خلیفہ کو قتل کیا۔ تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہیں اس کا کیا بدلہ دیا یعنی جس چیز کے تم طالب تھے وہ تمہیں حاصل نہ ہوسکی اور تم جو آرزوئیں لیے بیٹھے تھے وہ سب کی سب دل کی دل ہی میں رہ گئیں اللہ تم لوگوں کو ہلاک کر کے رہے گا اور تمہارے مقابلے میں ہماری امداد فرمائے گا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے مقابلہ پر آؤ۔ ولید رضی اللہ عنہ نے مقابلہ پر آنے سے انکار کر دیا اس روز ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انتہائی سخت جنگ کی اور لوگوں پر چھائے رہے۔

چھٹے روز حضرت قیس ابن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ اور ابن ذی الکلاع الحمیری رضی اللہ عنہ لشکر لے کر نکلے' اس روز بھی سخت جنگ ہوئی لیکن ظہر کے وقت دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ واپس لوٹ گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ یہ چہارشنبہ کا دن تھا۔

عام جنگ کی تیاریاں:

ابومخنف نے مالک ابن اعین الجہنی کے واسطے سے زید ابن وہب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک ہم مخالفوں پر سب مل کر حملہ نہیں کریں گے اس وقت تک کامیابی دشوار ہے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بدھ کے روز شام کے وقت عصر کے بعد ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

''تمام تعریفیں اس کے لیے ہیں جو کسی شے کو توڑ دے تو اس کا کوئی جوڑنے والا نہیں اور جس شئے کا فیصلہ کر دے تو اس کے فیصلہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اگر خدا چاہتا تو اس کی مخلوق میں سے دو شخص بھی باہم اختلاف نہ کرتے اور نہ امت اس خلافت کے معاملے میں جھگڑتی اور نہ مفضول شخص افضل شخص سے اس کی فضیلت کے معاملے میں اختلاف کرتا اور ہم اور یہ مخالفین اپنی اپنی تقدیر پر خود گامزن رہتے اور اس مقام پر یکجا جمع ہوتے۔ پس ہم تو اپنے پروردگار کا حکم سنتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اگر وہ چاہے تو لوگوں کو جلد سزا دے دے۔ ہر قسم کی تبدیلی اس کے حکم سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ اور حق کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالعمل بنایا ہے اور آخرت جو اس کے پاس ہے وہ دارالقرار ہے تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جنہوں نے اعمال بد کیے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں۔ خبردار! تم کل دشمن سے جنگ کرنے سے قبل رات کو لمبی لمبی نمازیں پڑھو۔ کلام اللہ کی کثرت سے تلاوت کرو اور اللہ عزوجل سے نصرت اور صبر کا سوال کرو اور انتہائی ثابت قدمی سے مقابلہ کرو اور سچے بن کر دکھاؤ''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ لوگ تلواریں اور نیزے اور تیر تیز کرنے میں مصروف ہو گئے اتفاق سے کعب ابن

جعیل النخعی کا ادھر سے گزر ہوا اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اَصْبَحَتِ الْاُمَّةُ فِیْ اَمْرٍ عَجَبْ وَ الْمُلْكُ مَجْمُوْعٌ غَدًا لِّمَنْ غَلَبْ

ترجمہ: ''امت نے ایک عجیب کام میں صبح کی ہے۔ اور کل تمام ملک اسی کی ملکیت ہوگا جو غالب ہوگا۔

فَقُلْتُ قَوْلًا صَادِقًا غَیْرَ کَذِبْ اِنَّ غَدًا تَهْلِكُ اَعْلَامُ الْعَرَبْ

ترجمہ: میں نے ان سے سچی بات کہی جس میں ذرا بھی جھوٹ نہ تھا کہ کل کے دن عرب کے بڑے بڑے اشخاص ہلاک ہو جائیں گے''۔

رشتہ داروں کی باہمی جنگ:

راوی کہتا ہے کہ رات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ تمام رات لشکر کی مورچہ بندی کرتے رہے جب صبح ہوئی تو لشکر کو لے کر پہنچے معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی شامی فوج لے کر میدان میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر شامی قبیلہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ یہ کون سا قبیلہ ہے لوگ ان سے شامی قبائل کا نام ونسب بیان کرتے حتیٰ کہ آپ نے ان تمام قبائل کو پہچان لیا اور آپ کو ان کے ٹھکانوں کا بھی علم ہوگیا۔ آپ نے قبیلہ ازد کا نام سن کر فرمایا یہ میرے لیے کافی ہے اور خثعم کا نام سن کر بھی یہی الفاظ دہرائے۔ یعنی ان کا مقابلہ میں خود کروں گا۔ اس کے بعد عراق کے تمام قبائل کو حکم فرمایا کہ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ والوں سے جنگ کرے ہاں اگر شامی فوج میں کسی خاص قبیلہ کے افراد موجود نہیں تو وہ کسی دوسرے شامی قبیلہ کے مقابل ہو۔ بجیلہ کے علاوہ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے کچھ افراد شامی فوج میں موجود نہ ہوں اس قبیلہ کے بہت کم افراد شامی فوج میں پائے جاتے تھے آپ نے اس قبیلہ کو بنو لخم کے مقابلہ پر بھیجا۔ اس روز بھی لوگ باہم گتھ گئے اور تمام دن سخت ترین جنگ رہی شام کے وقت دونوں لشکر جدا ہو گئے اور کوئی بھی ایک دوسرے پر غالب نہ آ سکا۔ یہ چہارشنبہ کا روز تھا۔

اندھیرے میں صبح کی نماز:

جمعرات کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز بہت اندھیرے میں پڑھائی ابو مخنف نے عبدالرحمن ابن جندب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کے والد جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اتنے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھاتے کبھی نہیں دیکھا جتنے اندھیرے میں اس روز نماز پڑھائی تھی۔ نماز کے بعد آپ نے شامیوں کی جانب لشکر روانہ کیے اور اس کام میں شامیوں سے ابتداء فرمائی۔ یہ لشکر شامیوں کی جانب روانہ ہوئے۔ جب شامیوں نے اپنی جانب ان لشکروں کو بڑھتے دیکھا تو وہ بھی ان کے استقبال کے لیے بڑھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا:

ابو مخنف نے مالک ابن اعین کے ذریعہ زید ابن وہب الجہنی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب چہارشنبہ کے روز میدان میں تشریف لائے تو یہ دعاء فرمائی:

''اے اللہ! اس بلند ومحفوظ اور بند چھت کے پروردگار جس نے اس چھت کو شب وروز کی آمد کا ٹھکانا بنایا ہے اور آپ نے اس چھت میں شمس وقمر کی راہیں اور ستاروں کی منزلیں بنائیں اور اس کے ساکنوں میں سے ایک جماعت فرشتوں

کی بنائی جو عبادت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی اور اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں' درندوں اور چوپایوں کا جائے قرار بنایا ہے اور ایسی لاتعداد مخلوقات کا جو نظر نہیں آتی اور ایک اس بڑی مخلوق کا مسکن بنایا جو نظر آتی ہے۔ اے اس کشتی کے پروردگار جو لوگوں کے منافع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہے۔ اے اس بادل کے پروردگار جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہے۔ اے اس سمندر کے پروردگار! جو تمام عالم کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان گڑے ہوئے پہاڑوں کے پروردگار جنہیں آپ نے زمین کی میخیں اور مخلوق کی روزی کا سامان بنایا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے دشمنوں پر غالب فرمائیں تو ہمیں سرکشی اور بغاوت سے نجات ملے اور ہمیں حق پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اگر آپ دشمنوں کو ہم پر غالب فرمائیں تو مجھے شہادت عطا فرما اور میرے ساتھیوں کو آزمائش سے محفوظ رکھ''۔

راوی کہتا ہے کہ چہار شنبہ کے روز بھی مقابلہ ہوا اور رات تک سخت ترین جنگ ہوتی رہی۔ صرف نماز کے اوقات میں نماز کے لیے ہر دو لشکر جنگ سے ہٹ جاتے تھے اس روز بے پناہ لوگ مقتول ہوئے رات تک ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوشش میں مصروف رہے لیکن کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہو سکی۔

جب دوسرا دن یعنی جمعرات کا روز ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نہایت اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز ختم ہوتے ہی شامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب شامی لشکر آتے دیکھا تو وہ بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنا لشکر لے کر نکلے اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ پر عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما امیر تھے۔ عراق کے قراء تین شخصوں کے ساتھ تھے۔ حضرت عمار ابن یاسر' حضرت قیس ابن سعد اور عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہم۔ بقیہ لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے اپنے اپنے مرکزوں پر موجود تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر کے قلب میں تھے جو اہل کوفہ و اہل بصرہ کے درمیان تھا اور ان کے ساتھ اکثر و بیشتر مدینہ کے انصار تھے اور بنو خزاعہ کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد آپ کے ساتھ موجود تھی اسی طرح اہل مدینہ سے بنو کنانہ وغیرہ بھی ساتھ میں موجود تھے۔

شامی لشکر کی موت پر بیعت:

پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا قبہ لگوایا جس پر پردے لٹکے ہوئے تھے اس روز اہل شام کے ایک بڑے گروہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے موت پر بیعت کی انہوں نے دمشق کے سواروں کو حکم دیا کہ تمام لشکر کے چاروں طرف پھیل جائیں۔

اس روز عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اپنے میمنہ کو لے کر نکلے اور حضرت حبیب ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا جو شامی میسرہ کے سالار تھے یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ شامی میسرہ کو دباتے چلے گئے۔ شامی سوار جو بھی مدمقابل ہوتے تھے انھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے تھے وہ شامی میسرہ کو برابر پیچھے ہٹاتے چلے آئے حتیٰ کہ ظہر کے وقت میسرہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اس قبہ تک پہنچ گیا۔

عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابومخنف' مالک ابن امین کے ذریعہ زید ابن وہب الجہنی کا یہ بیان نقل کرتا ہے کہ اس روز عبداللہ ابن بدیل نے اپنے لشکر کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا

''خبردار! معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شئے کا دعویٰ کیا ہے جس کا وہ اہل نہیں اور خلافت کے معاملہ میں اس شخص سے اختلاف کیا جس کا آج دنیا میں ثانی موجود نہیں۔ حق کو مٹانے کے لیے باطل کی حمایت میں جنگ کی تم پر اعراب اور لشکروں کو چڑھایا اور لوگوں کے سامنے گمراہی پر ملمع کر کے پیش کیا۔ لوگوں کے دلوں میں فتنوں کا بیج بویا اور لوگوں پر اصل معاملے کو خلط ملط کر دیا اس طرح ان کی ناپاکی میں مزید ناپاکی کا اضافہ کیا۔ تم اپنے پروردگار کی جانب سے نور ایمان پر قائم ہو اور تمہارے پاس حقانیت کے واضح دلائل موجود ہیں ان سرکشوں اور باغیوں سے جنگ کرو ان سے قطعاً کسی قسم کا خوف نہ کرو اور تمہیں ان سے ڈرنا بھی نہیں چاہیے۔ کیونکہ تمہارے پاس اللہ عزوجل کی پاک اور اختلاف سے پاک کتاب موجود ہے:

﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

''کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اور اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اگر تم مومن ہو۔ ان سے قتال کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا۔ انہیں رسوا کرے گا اور ان کے مقابلہ پر تمہاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے دل ٹھنڈے کرے گا''۔

ہم نے ان لوگوں کے ساتھ ایک بار تو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کی تھی اور یہ ان سے ہماری دوسری جنگ ہے خدا کی قسم! وہ اس معاملے میں تم سے زیادہ متقی' زیادہ نیک اور زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت دے۔

اس کے بعد عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے زبردست جنگ کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ابو مخنف نے عبدالرحمٰن ابن ابی عمرۃ الانصاری کے ذریعہ ان کے والد ابو عمرہ اور ان کے غلام کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کے روز یہ خطبہ دیا:

''اللہ عزوجل نے تمہیں وہ تجارت بتا دی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے اور تمہارے ذریعہ خیر کو ترقی دے وہ تجارت اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور اس کا اجر یہ ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے اور جنت میں پاکیزہ مکانات عطا کیے جاتے ہیں خدا نے تمہیں یہ بات بھی بتا دی کہ وہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں ایسی صفیں بنا کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔ تم بھی سیسہ پلائی ہوئی بنیادوں کی طرح اپنی صفوں کو سیدھا کر لو۔ نیزوں کو آگے کرو۔ دانتوں کو دبا لو۔ کیونکہ وہ کھوپڑیوں کو اتارنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ نیزوں کے پھلوں کو تیز کر لو کیونکہ اس طرح وہ چلنے میں تیز ہو جاتے ہیں۔ نگاہیں نیچی رکھو کیونکہ اس سے ہمت بندھتی ہے اور دلوں کو اطمینان رہتا ہے۔ آوازیں بند رکھو اور چیخو چلاؤ نہیں۔ کیونکہ یہ چیز بزدلی کو مٹانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور اس سے وقار قائم رہتا ہے۔ اپنے جھنڈوں کا خیال رکھو نہ تو سب سے

سب جھنڈوں کی جانب مائل ہو اور نہ انہیں گرنے دو۔ اور بہادروں کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں جھنڈا نہ دو۔ کیونکہ حقائق کے نزول کے وقت شکست کو روکنے والے اور صبر کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو جھنڈوں کی حفاظت کرتے اور ان کے اردگرد رہتے ہیں جھنڈوں کو بچاتے ہیں اور اس کے آگے اور پیچھے سے ہونے والے حملوں کو روکتے ہیں اور اسے گرنے نہیں دیتے۔ وہ شخص بہت ہی بہتر ہے جس نے اس کے اردگرد جنگ کی ہو اللہ تم پر رحمت نازل کرے۔ اپنی جان قربان کرو اپنے ساتھی کو کسی دوسرے بھائی کے بھروسہ پر نہ چھوڑو کیونکہ یہ پشیمانی اور سستی کا سبب ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ شخص دو شخصوں سے مقابلہ کر رہا ہے اور ساتھ ہی اپنے بھائی کا ہاتھ تھامے ہے کیا اس کی حفاظت ایسے بھائی کے سپرد کرنا چاہیے جو میدان سے بھاگ رہا ہو یا اس کی جانب کھڑا دیکھتا ہو کہ یہ کیا کرتا ہے تو اللہ عزوجل ایسے شخص سے ناراض ہوتا ہے تم اللہ کی ناراضگی کو مول نہ لو کیونکہ تمہیں اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ عزوجل نے ایک شخص کا قول نقل کیا ہے جو اس نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾

''اگر تم موت اور قتل سے بھاگو گے تو تمہارا یہ فرار تمہیں ہرگز کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا اور اس وقت تم صرف معمولی سا فائدہ حاصل کر سکتے ہو''۔

خدا کی قسم! اس فوری تلوار سے بچ بھی گئے تو آخرت کی تلوار سے ہرگز محفوظ نہ رہو گے صداقت وصبر کے ذریعہ مدد طلب کرو (یعنی صداقت وصبر کو کامیابی کا وسیلہ بناؤ) کیونکہ صبر کے بعد ہی اللہ تعالیٰ امداد نازل فرماتا ہے''۔

یزید ابن قیس ارجی کا خطبہ:

ابو مخنف نے ابوروق الہمدانی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ یزید ابن قیس الارجی نے لوگوں کو جنگ پر ابھارا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''خالص ومحفوظ مسلمان وہ ہے جس کا دین اور جس کی رائے محفوظ ہو۔ خدا کی قسم! یہ قوم جب تک ہم سے اقامت دین پر جنگ کرتی رہے گی تو ہمارا خیال ہے کہ ہم اسے تباہ کر دیں گے جب تک یہ احیاء حق کے معاملہ میں ہم سے جنگ کرتی رہے گی تو ہم اسے موت کے گھاٹ اتارتے رہیں گے اور اگر یہ قوم ہم سے اس دنیا کی خاطر لڑ رہی ہے تاکہ یہ دنیا کے جابر بادشاہ بن جائیں تو خواہ یہ تم پر غالب آ جائیں لیکن میرا گمان ہے کہ اللہ انہیں غالب نہ فرمائے گا۔ اور نہ انہیں یہ خوشی حاصل ہوگی۔ تم سعید ابن العاص' ولید ابن عقبہ اور عبداللہ ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ جیسے جاہل و گمراہ کا خاص طور پر خیال رکھنا' ان میں سے ہر شخص اپنی مجلس میں اپنے اور اپنے باپ دادا کی دیت کا ذکر کر کے کہتا ہے۔ یہ میرا حصہ ہے اور اس کے لینے میں مجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ گویا کہ یہ مال اسے ماں باپ کی جانب سے میراث میں ملا ہے حالانکہ یہ اللہ عزوجل کا مال ہے جو اللہ نے ہمیں ہماری تلواروں اور نیزوں کے ذریعہ عطا کیا ہے۔ اے اللہ کے بندو! ان ظالموں سے جنگ کرو جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں اور ان سے جہاد کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو کیونکہ اگر یہ تم پر غالب آ گئے تو یہ تمہارے دین اور دنیا دونوں کو خراب کر دیں گے وہ یہ لوگ ہیں

جنہیں تم خوب جانتے اور جن کے حالات سے خوب واقف ہو۔ خدا کی قسم! جس دن یہ حکومت پر قابض ہو جائیں گے تو سوائے شر کے اور کچھ نہ ہوگا''۔

لشکر علی رضی اللہ عنہ کی پسپائی:

اس روز عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ نے اپنے میمنہ کے ساتھ شامیوں پر بہت سخت حملہ کیا اور اتنی سخت جنگ کی کہ شامی شکر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا حتیٰ کہ وہ پیچھے ہٹتا ہٹتا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گیا جب یہ صورت حال پیدا ہوئی تو وہ لوگ جنہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے موت پر بیعت کی تھی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیمے کی جانب دوڑے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ کے میمنہ کو چھید ڈالو اور حبیب ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے میسرہ کو سنبھالو۔ حبیب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو لے کر جوان کے ساتھ تھے علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ پر سخت ترین حملہ کیا اور انہیں شکست دی عراقی فوج میمنہ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی حتیٰ کہ عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ کے پاس صرف دو سو تین سو افراد باقی رہ گئے اور یہ اکثر قراء تھے جنہوں نے ایک دوسرے سے اپنی پشت ملا رکھی تھی بقیہ لوگ بے تحاشا بھاگے جا رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سہل ابن حنیف رضی اللہ عنہ کو حملہ کا حکم دیا۔ ان کے ساتھ اہل مدینہ تھے وہ اپنا دستہ لے کر آگے بڑھے لیکن شامی لشکروں نے انہیں گھیر لیا اور سخت حملہ کر کے انہیں بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ حتیٰ کہ یہ لوگ بھی بھاگ کر میمنہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور میمنہ کے قریب قلب لشکر میں جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے' اہل یمن موجود تھے جب میمنہ اور سہل رضی اللہ عنہ کا دستہ بھاگ کھڑا ہوا تو یہ شکست حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبوراً قلب چھوڑنا پڑا اور وہ قلب چھوڑ کر میسرہ کی جانب چلے لیکن میسرہ جو قبیلہ مضر پر مشتمل تھا وہ بھی بھاگ کھڑا ہوا اور صرف قبیلہ ربیعہ ثابت قدم رہا۔

کیسان مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قتل:

ابومخنف نے مالک ابن اعین الجہنی کے ذریعہ زید ابن وہب الجہنی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب میسرہ کی جانب بڑھے تو آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے اور صرف قبیلہ ربیعہ تھا آپ کی گردن اور مونڈھوں پر سے تیر گزر رہے تھے آپ کے لڑکے اپنی اپنی جانیں بچا رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ فعل ناگوار خاطر گزرا وہ آگے بڑھ بڑھ کر شامیوں اور ربیعہ کے درمیان حائل ہو جاتے تھے جو بھی شامی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا یا تو اس کے سامنے سے اس پر حملہ آور ہوتے یا اس پر پس پشت سے حملہ کرتے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احمر نظر آیا یہ شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ یا کسی اور اموی کا غلام تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا پروردگار کعبہ کی قسم! اگر میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کر دے۔ یہ فرما کر اس کی جانب بڑھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام کیسان اس کے سامنے پہلے پہنچ گیا۔ دونوں میں دو دو ہاتھ چلے اور اس اموی غلام نے کیسان کو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے للکارا بڑھ کر اس کی زرہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے اپنی جانب کھینچا پھر اسے اپنے سر سے اوپر اٹھا لیا میں اس کے پیر دیکھ رہا تھا جو علی رضی اللہ عنہ کی گردن پر لگ رہے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر دے مارا جس سے اس کا مونڈھا اور دونوں بازو ٹوٹ گئے یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسین رضی اللہ عنہ اور محمد نے اس پر حملہ کیا اور اپنی تلواروں سے اسے ختم کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے اور یہ دونوں صاحبزادے اس کے ٹھوکریں مار رہے تھے جب وہ ختم ہو گیا تو یہ دونوں باپ کے پاس لوٹ آئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جنگ سے گریز:

اس دوران میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی جگہ کھڑے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم نے وہ کام کیوں نہ کیا جو تمہارے دوسرے بھائیوں نے کیا تھا یعنی تم کیوں اس کے قتل میں شریک نہیں ہوئے' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین میرے لیے ان دونوں کا قتل کرنا ہی کافی تھا اتنے میں شامی لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ اس لشکر کی طرف بڑھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے امیر المومنین اس میں آپ کا حرج کیا ہے کہ آپ کوشش کر کے اپنے ساتھیوں تک پہنچ جائیں جو آپ کے دشمن کے مقابلہ پر جمے ہوئے ہیں (یعنی چند افراد کے ساتھ اس لشکر کا مقابلہ کرنے سے دوسری جانب چلے جانا بہتر ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج کا دن تیرے باپ کا دن ہے۔ یہ لوگ تیرے باپ کی جانب تیرے باپ سے زیادہ تیزی سے نہیں بڑھ سکتے اور نہ تیرے باپ کی طرح جلدی دکھا سکتے ہیں خدا کی قسم! تیرے باپ کو ہرگز بھی اس کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ موت پر گرتا ہے یا موت اس پر گرتی ہے (یعنی وہ خود موت کی جانب بڑھے یا موت اس کی جانب بڑھے)

اشتر نخعی کا بھگوڑوں کو للکارنا:

ابو مخنف نے فضیل ابن خدیج الکندی کے ذریعہ اشتر نخعی کے غلام کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب عراقی میمنہ کو شکست ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میسرہ کی جانب بڑھے تو سامنے سے اشتر کا گزر ہوا جو گھبراہٹ میں میمنہ کی جانب بڑھ رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی اے مالک! اس نے عرض کیا ابھی حاضر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان بھگوڑوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کیا تم اس موت سے جسے تم ہٹا نہیں سکتے بھاگ کر اس زندگی کی جانب جا رہے ہو جو ہمیشہ تمہارے لیے باقی رہنے والی نہیں۔ اشتر آگے بڑھا اور شکست خوردہ لوگوں کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے تم تک یہ کلمات پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس کے بعد چیخ کر کہا اے لوگو! میرے پاس آؤ میں مالک ابن الحارث ہوں۔ میں مالک ابن الحارث ہوں۔ پھر اسے خیال آیا کہ لوگ تو مجھے اشتر کے نام سے پہچانتے ہیں اور مالک نام سے میری شہرت نہیں۔ اس نے پھر آواز دی: اے لوگو میرے پاس آؤ میں اشتر ہوں بھگوڑوں کی ایک جماعت تو اس کے پاس چلی آ گئی اور دوسری جماعت اس کے سامنے سے بھاگتی ہوئی گزر گئی۔ اس نے پھر آواز دی۔ آج تم نے اپنے آباؤ اجداد کو رسوا کر دیا آج تم نے کتنی بری جنگ کی میرے پاس مذحج کو بھیج دو۔ بنو مذحج اس کے پاس آ گئے اس نے ان سے کہا:

> ''آج تم نے نہ تو سخت پتھر کو توڑا۔ نہ تم نے اپنے پروردگار کو راضی کیا اور نہ تم نے اپنے دشمن کے معاملہ میں اپنے پروردگار کے حکم کو ملحوظ رکھا۔ اور یہ کیسے ہوا حالانکہ تم تو ان لوگوں کی اولاد ہو جو انتہائی جنگ جو' اول درجہ کے غارت گر' علی الصباح حملہ کرنے والے مسلمہ شہسوار اور اپنے ہم عصروں میں شجاعت میں ممتاز تھے اور مذحج تو وہ طعنہ باز ہیں کہ جن کے بدلہ سے بچنا ممکن نہیں۔ جن کا خون رائیگاں نہیں جا سکتا اور کسی مقام پر وہ پسپا ہوتے نہیں دیکھے گئے۔ تم اپنے شہر والوں کی ڈھارس ہو اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ تعداد کے مالک ہو۔ تم آج کے دن جو بھی کرو گے وہ بعد میں ہمیشہ باقی رہے گا اس لیے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر بدنامی کا ٹیکہ لگانے سے بچو اور دشمن سے اپنے مقابلہ کو سچا کر دکھاؤ

یقیناً اللہ سچے لوگوں کے ساتھ ہے۔
قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں مالک کی جان ہے ان لوگوں یعنی شامیوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو محمد ﷺ کے مقابلے میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہو۔ تم نے آج کے روز اچھی جنگ کی ہے اب تم میرے سامنے جنگ کرو' تاوقتیکہ میرا چہرہ خون سے رنگین نہ ہو جائے۔ تم اس بڑی جماعت کا ساتھ دو کیونکہ اللہ عزوجل ان لوگوں کو جو کسی شخص کے پہلو میں ہوتے ہیں اسی شخص کے ساتھ اٹھاتے ہیں جیسے بعد میں آنے والا سیلاب آگے والے سیلاب کے تابع ہوتا ہے''۔

علم برداروں کا قتل عام:

ان لوگوں نے جواب دیا جہاں تمہارا دل چاہے لے چلو۔ میمنہ میں جو لوگ شامل تھے ان میں سے اکثر لوگ اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ یہ انہیں لے کر آگے بڑھا اور شامی فوجوں کو روکا' ہمدانی جوان آگے بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے حتیٰ کہ انہوں نے شامی فوجوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ان لوگوں نے میمنہ میں انتہائی ثابت قدمی دکھائی حتیٰ کہ ان میں سے ایک سو اسی اشخاص موت کے گھاٹ اتر گئے جن میں گیارہ سردار تھے ان سرداروں میں سے جب کوئی سردار قتل ہوتا تو دوسرا سردار جھنڈا سنبھال لیتا سب سے اول کریب ابن شریح قتل ہوا۔ پھر شرجیل ابن شریح اس کے بعد مرثد ابن شریح' ہبیرہ ابن شریح' یریم ابن شریح اور سمیرا ابن شریک ایک دوسرے کے بعد قتل ہوئے۔ یہ سب چھ کے چھ بھائی قتل ہوئے ان کے بعد سفیان ابن زید نے جھنڈا سنبھالا۔ پھر عدی ابن زید نے پھر کریب ابن زید نے یہ تینوں بھائی بھی مقتول ہوئے ان کے بعد عمیر ابن بشیر نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ پھر حارث ابن بشیر نے اور یہ دونوں بھی مقتول ہوئے۔

میمنہ کی واپسی:

پھر قلوص کے بھائی وہب ابن کریب نے جھنڈا اٹھایا اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا' اس کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے' یہ جھنڈا لے کر واپس چل تیری قوم کے شرفاء اس جھنڈے کے گرد ختم ہو چکے اب تو اپنے آپ کو اور باقی قوم کو ختم نہ کر یہ لوگ سب کے سب واپس لوٹے اور یہ کہتے جاتے تھے کاش! کچھ عرب کے لوگ ہوتے جو ہم سے موت پر حلف لیتے پھر ہم اور وہ لوگ آگے بڑھ کر مقابلہ کرتے یا تو ہم قتل ہو جاتے یا کامیاب ہو جاتے یہ لوگ یہ کہتے ہوئے اشتر کے پاس سے گزرے ان سے اشتر نے کہا اس قسم کا حلف میں کرتا ہوں اور تم سے اس بات کا عہد لیتا ہوں کہ ہم ہرگز بھی پیچھے نہ ہٹیں گے تاوقتیکہ کامیاب نہ ہو جائیں یا سب قتل ہو جائیں۔ یہ لوگ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ کعب ابن جعیل التغلبی نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وَ هَمَدَانُ زُرْقٌ تَبْتَغِيْ مَنْ تَحَالِفُ

''نیلی آنکھوں والے ہمدان یہ تلاش کر رہے تھے کہ کون ان سے حلف لے''۔

اشتر میمنہ کی جانب بڑھے ان لوگوں میں سے جن میں صبر و حیا اور وفا کا مادہ تھا اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ وہ جس دستہ کی طرف بڑھتے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے اور جس جماعت کا بھی مقابلہ کرتے اسے پیچھے ہٹا دیتے اسی طرح حملہ کرتے کرتے وہ

زیاد ابن النضر کے پاس سے گزرا جو مخالف کے لشکر پر حملہ کر رہا تھا اشتر نے سوال کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا یہ زیاد ابن النضر ہے۔

جب عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو میمنہ میں شکست ہوئی تو زیاد نے آگے بڑھ کر اہل مدینہ کا جھنڈا سنبھالا جس کی وجہ سے لوگ ٹھہر گئے زیاد اپنے قتل ہونے تک برابر لڑتے رہے جب وہ قتل ہو گئے تو چند اشخاص کے علاوہ جو نہ ہونے کے برابر تھے کوئی میدان میں نہ ٹھہرا۔ کچھ دیر بعد یزید ابن قیس الارجی دشمن پر حملہ کرتے ہوئے سامنے سے نظر آئے۔ اشتر نے سوال کیا یہ کون ہے لوگوں نے جواب دیا یہ یزید ابن قیس ہیں جب زیاد ابن النضر قتل ہوئے تو انہوں نے اہل مدینہ کا جھنڈا سنبھال لیا۔ یہ برابر جنگ میں مصروف رہے حتیٰ کہ یہ بھی موت کی نظر ہو گئے اشتر بولا لو یہ بھی گئے اور اللہ کی جانب سے صبر جمیل کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے یا شریف آدمی کے فعل کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے آدمی کو شرم آنی چاہیے کہ وہ قتل کیے یا قتل ہوئے بغیر میدان سے پیچھے نہ ہٹے۔

ابو مخنف نے ابو جناب الکلبی کے ذریعہ حر بن الصباح النخعی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ اشتر اس روز ایک گھوڑے پر سوار تھا اس کے ہاتھ میں ایک یمنی چادر تھی جب پسینہ آتا تو اس سے پسینہ پونچھ لیتا۔ ورنہ اسے نگاہوں کے سامنے رکھتا تاکہ شعاعوں سے محفوظ رہے پھر اپنی تلوار چلاتا اور یہ کہتا جاتا ع

اَلْغَمَرَاتُ ثُمَّ يَنْجَلِيْنَا

''ہم پر آندھیاں آئیں لیکن وہ کھل گئیں''

اشتر کی شجاعت:

راوی کہتا ہے کہ اس حالت میں اشتر پر حارث ابن جمہان کی نظر پڑی اس وقت اشتر سر سے پیر تک لوہے میں چھپا ہوا تھا اس وجہ سے حارث اسے پہچان نہ سکا حارث اس کے قریب پہنچ کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ تجھے آج کے دن امیر المومنین اور مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر دے۔ یہ جملہ کہنے پر اشتر نے اسے پہچان لیا اور کہنے لگا اے ابن جمہان کیا تجھ جیسے لوگ بھی آج کے دن اس مقام سے پیچھے رہ سکتے ہیں جس مقام پر میں ہوں ابن جمہان نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا اور فوراً اسے پہچان لیا کیونکہ اشتر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ طویل القامت تھا اور اس کی داڑھی میں بال بہت کم تھے۔ حارث نے کہا میں تجھ پر قربان ہو جاؤں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت تو اس جگہ کھڑا ہے خدا کی قسم! میں جب تک مر نہ جاؤں اب تجھ سے دور نہ رہوں گا راوی کہتا ہے کہ اس حالت میں قیس الناعطی کے بیٹے حمیر اور منقذ کی اشتر پر نظر پڑی منقذ نے حمیر سے کہا آج عرب میں اس کا کوئی ثانی موجود نہیں اور اس کا یہ قتل وقتال اس کی نیت پر موقوف ہے حمیر نے کہا نیت تو وہی ہے جس کے لیے جنگ کر رہا ہے منقذ نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ جنگ حکومت و سلطنت سے تبدیل نہ ہو جائے۔

اشتر کا خطبہ:

ابو مخنف نے فضیل ابن خدیج کے ذریعہ مولیٰ اشتر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ اشتر کے پاس جب بھی میمنہ کے شکست خوردہ لوگوں میں سے کچھ لوگ جمع ہوتے تو وہ انہیں جنگ پر ابھارتا اور کہتا:

''اپنے دانتوں اور کچلیوں کو دبا لو اور اپنی کھوپڑیوں سے دشمن کا استقبال کرو اور اس قوم کے مقابلہ میں شدید ترین بن

جاؤ جو اپنے باپ دادا اور بھائی بندوں کا بدلہ لینے آئی ہے تم ان دشمنوں کے گلے گھونٹ دو جنہوں نے موت کو اپنی جانوں کا وطن بنالیا ہے۔ کہ وہ میدان چھوڑنے میں سبقت نہ کریں اور دنیا میں ذلیل وخوار نہ ہوں' خدا کی قسم! کسی قوم کے لیے کسی شئے کو چھوڑ دینا اتنا برا نہیں جتنا کہ اپنے دین کو چھوڑنا ہے اور یہ قوم تم سے جو جنگ کر رہی ہے وہ تمہارے دین کی وجہ سے کر رہی ہے اور ان کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ یہ لوگ سنت کو ختم کر کے بدعات ایجاد کریں اور جس گمراہی سے اللہ عزوجل نے تمہیں نہایت عمدہ طریقہ سے نکالا ہے اس میں تمہیں یہ دوبارہ مبتلا کر دیں۔ اے اللہ کے بندو! اپنا خون دینے پر خوشیاں مناؤ لیکن دین چھوڑنے پر خوش نہ ہو کیونکہ تمہیں اس کا اللہ کے یہاں اجر ملے گا اور اللہ کے پاس نعمت والی جنتیں ہیں اور میدان جنگ سے فرار میں بے عزتی' مال کا ضیاع' موت وزندگی کی ذلت اور دنیا و آخرت کی رسوائی ہے''۔

عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس کے بعد اشتر نے مخالفین پر حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا دیا حتی کہ عصر کے بعد وہ دشمنوں کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کی صفوں تک پہنچ گئے اور عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھے جو تین سو اشخاص کے ساتھ میدان میں جمے ہوئے تھے یہ لوگ زمین پر جھک گئے تھے اور یہ محسوس ہوتا تھا گویا یہ مٹی کی ڈھیر ہیں اشتر نے ان کے چاروں جانب سے شامیوں کو پیچھے ہٹایا اور ان لوگوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھی ان کے پاس پہنچ گئے تھے ان لوگوں نے سوال کیا امیر المومنین کا کیا حال ہے اشتر کے ساتھیوں نے جواب دیا وہ زندہ ہیں اور بخیر ہیں اور میسرہ میں موجود ہیں لوگ ان کے آگے جنگ میں مصروف ہیں ابن بدیل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے یہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہنے لگے ہمیں تو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ امیر المومنین بھی قتل ہو گئے اور تم لوگ بھی قتل ہو گئے۔

اس کے بعد عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا آگے بڑھو۔ اشتر نے آدمی بھیج کر انہیں آگے بڑھنے سے منع کیا اور کہلا کر بھیجا کہ اپنی جگہ قائم رہ کر جنگ کرو کیونکہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی بھلائی اسی میں ہے لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اشتر کی اس بات کو قبول نہیں کیا اور اس جانب بڑھنے لگے جہاں معاویہ رضی اللہ عنہ تھے ابن بدیل رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کے چاروں جانب پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں تلواریں تھیں اور یہ اپنے ساتھیوں کے آگے آگے تھے جو شخص بھی ان کے مدمقابل ہوتا تھا اسے یہ قتل کر دیتے تھے حتی کہ انہوں نے سات افراد کو قتل کر دیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گئے یہ حالت دیکھ کر چاروں جانب سے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں اور ان کے کچھ ساتھیوں کو گھیر لیا۔ یہ ان سے برابر جنگ کرتے رہے حتی کہ خود بھی قتل ہو گئے اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی ختم ہو گئی اور کچھ لوگ زخمی اور پسپا ہو کر لوٹے۔

اشتر نخعی نے ابن جمہان کو ان لوگوں کو بچانے کے لیے بھیجا کیونکہ شامی انہیں گھیرنا چاہتے تھے ابن جمہان نے شامیوں پر حملہ کر کے انہیں پیچھے ہٹایا اور یہ لوگ ان کے نرغہ سے نکل کر اشتر کے پاس پہنچ گئے اشتر نے ان سے کہا میں نے تمہیں جو رائے دی تھی وہ تمہاری رائے سے بہتر نہ تھی کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ تم دیگر لوگوں کے ساتھ اپنی جگہ جمے رہو۔

ابن بدیل رضی اللہ عنہ کے حق میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن بدیل رضی اللہ عنہ کو برابر آگے بڑھتے دیکھا تو کہنے لگے کیا تم اس قوم کے مینڈھے کو نہیں دیکھتے'

جب عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو انہوں نے کچھ لوگوں سے کہا جا کر دیکھو یہ کون شخص تھا۔ لیکن ان میں سے انہیں کوئی نہ پہچان سکا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود آئے اور ان کی لاش پر کھڑے ہو گئے وہ دیکھ کر کہنے لگے یہ عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ ہیں خدا کی قسم! بنوخزاعہ کی عورتیں ہم سے مردوں کی فضیلت کے بارے میں جھگڑیں تو وہ فی الواقع یہ حق رکھتی ہیں۔ انہیں سیدھا کرو اور اچھی طرح سیدھا کرو یہ واقعتاً ایسے ہی ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

أَخُو الْحَرْبِ إِنْ عَضَّتْ بِهِ الْحَرْبُ عَضَّهَا وَ اِنْ شَمَّرَتْ يَوْمًا بِهِ الْحَرْبُ شَمَّرَا

ترجمہ: ''وہ خوب جنگ کرنے والا ہے اگرچہ جنگ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور اگرچہ لڑائی اس کے لیے اپنے دامن اچھی طرح چڑھا لے''۔

یہ شعر حاتم طائی کا ہے:

لشکر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پسپائی:

یہ دیکھ کر اشتر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ عک اور اشتر کی جماعت کو لے کر مقابلہ پر آئے۔ اشتر نے قبیلہ مذحج سے کہا ہمارے لیے عک کافی ہے اور یہ کہہ کر اشتر ہمدانیوں میں کھڑا ہو گیا اور کندہ سے بولا ہمارے لیے اشعریین کافی ہیں۔ ان قبائل میں باہم بہت سخت جنگ ہوئی اور اشتر گھڑی گھڑی صف سے باہر آ کر اپنی قوم سے کہتا یہ لوگ عک ہیں ان پر سختی سے حملہ کرو اشتر کے ساتھی گھٹنوں پر سہارا لگا کر جنگ کرتے اور یہ رجز پڑھتے۔

يَا وَيْلَ أُمِّ مَذْحِجٍ مِّنْ عَكٍّ هَاتِيكَ أُمُّ مَذْحِجٍ تَبْكِي

ترجمہ: ''اے ام مذحج تجھ پر عک کی وجہ سے افسوس ہو کہ تیرے پاس مذحج کی ماں روتی رلاتی ہوئی آئی''۔

ان لوگوں نے شام تک جنگ کی پھر اشتر نے قبیلہ ہمدان اور کچھ اور لوگوں کو ساتھ لے کر شامیوں پر حملہ کیا اور انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دیا حتیٰ کہ انہیں پیچھے دھکیلتے دھکیلتے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پانچ صفیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے گرد اپنے آپ کو عماموں سے باندھے کھڑی تھیں یہاں پہنچ کر اشتر نے پھر سختی سے حملہ کیا حتیٰ کہ چار صفوں کو الٹ پلٹ کر پھینک دیا اور یہ چاروں صفیں خود کو عماموں سے باندھے ہوئے تھیں۔ پھر یہ لوگ پانچویں صف پر حملہ آور ہوئے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے' جب یہ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑا طلب کیا اور کہنے لگا ارادہ تو میرا بھی یہی تھا کہ جیسے اور لوگ پیچھے ہٹ گئے ہیں اسی طرح میں بھی پیچھے ہٹ جاؤں لیکن مجھے ابن اطنابہ کے بیٹے کے اشعار یاد آ گئے' یہ ایک انصاری جاہلی شاعر تھا اس کی ماں اطنابہ بلقین کی ایک عورت تھی۔ یہ کہتا ہے۔

اَبَتْ لِيْ عِفَّتِيْ وَ حَيَاءُ نَفْسِيْ وَ اِقْدَامِيْ عَلَى الْبَطَلِ الْمَشِيحِ

ترجمہ: ''اور مکروہات کے وقت میرے مال کی عطا اور زیادہ قیمت کے ساتھ حاصل کرنے سے مجھے باز رکھو۔

وَاِعْطَائِيْ عَلَى الْمَكْرُوهِ مَالِيْ وَاَخْذِي الْحَمْدَ بِالثَّمَنِ الرَّبِيحِ

ترجمہ: اور مکروہات کے وقت میرے مال کی عطا اور زیادہ قیمت کے ساتھ حاصل کرنے سے مجھے باز رکھا۔

وَ قَوْلِيْ كُلَّمَا جَشَأَتْ وَ جَاشَتْ مَكَانَكِ تُحْمَدِيْ اَوْ تَسْتَرِيحِيْ

ترجمہ: اب میرا قول تو یہی ہے کہ میں یہ سب کچھ اپنی مدافعت کے لیے کروں گا خواہ اس کے بعد لوگ حمد کریں یا دنیا سے چھٹکارا مل جائے''۔

شاعر کے ان اشعار نے مجھے بھاگنے سے باز رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو مخنف نے مالک ابن اعین الجہنی کے ذریعہ زید ابن وہب کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ ان کا میمنہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور دوبارہ میدان جنگ میں پہنچ گیا اور انہوں نے دشمن کو جوان پر چھائے ہوئے تھے پیچھے ہٹا دیا اور انہیں ان کے مرکز اور مورچوں تک دباتے چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں نے تمہارے پیچھے ہٹنے اور اپنی صفوں کو چھوڑنے کو دیکھا جب تمہیں یہ سرکش اور نافرمان شامی اعراب گھیر رہے تھے۔ تم عرب کے شہسوار اور اس کی سب سے بڑی کوہان ہو اور تم تمام رات تلاوت کلام اللہ میں جاگ کر گزار دیتے ہو۔ تم حق کے مدعی ہو حالانکہ خطا کاروں نے حق کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر تمہاری پسپائی کے بعد تمہارے لیے آگے بڑھنا نہ ہوتا اور ایک دفعہ گھر جانے کے بعد تم دوبارہ دشمن پر حملہ آور نہ ہوتے تو تم بھی اسی شے کے مستحق ہوتے جس کا مستحق میدان جنگ سے بھاگنے والا ہے اور تمہارا شمار بھی ہلاک ہونے والوں میں ہوتا لیکن اب میرا غم ہلکا ہو گیا اور میرے دل کو جو پریشانی لاحق تھی وہ کم ہو گئی کیونکہ میں نے جب تمہیں دیکھا کہ تم دوبارہ لوٹ کر دشمن کو اسی طرح گھیر رہے ہو جیسے انہوں نے تمہیں گھیرا تھا اور تم نے انہیں ان کے مورچوں سے اسی طرح پیچھے ہٹا دیا جس طرح انہوں نے تمہیں ہٹایا تھا۔ تم انہیں اپنی تلواروں سے کاٹ رہے تھے اور دشمن کی اگلی صفیں پچھلی صفوں پر گری جا رہی تھیں۔ پیاسے اور بے مہار اونٹوں کی طرح۔ اب تم صبر کرو۔ تم پر سکون اور اطمینان نازل ہو گیا ہے اور اللہ عزوجل نے تمہیں یقین پر ثابت قدم رکھا تاکہ بھاگنے والا یہ جان لے کہ وہ اپنے خدا کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے۔ یاد رکھو بھاگنے میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی ہمیشہ کی ذلت وخواری اور اپنے ہاتھ سے غنیمت کو کھونا اور اپنی زندگی جان بوجھ کر خراب کرنا ہے اور بھاگنے والے کی عمر میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور خدا تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتا ہے اور ان امور کے پیش آنے سے قبل بھی انسان کی موت برحق تھی تقدیر پر راضی بہ رضا رہنا اور اس کا اقرار کرنا لازمی ہے''۔

ابوشداد کی پامردی:

ابو مخنف نے عبدالسلام ابن عبداللہ ابن جابر الاحمسی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ کا علم بنو احمس ابن غوث ابن انمار کے پاس تھا اور اسے ابوشداد تھامے ہوئے تھے ان ابوشداد کا نام ونسب قیس ابن مشکوح ابن ہلال ابن الحارث ابن عمرو ابن جابر ابن علی ابن اسلم ابن احمس الغوث ہے۔ ان سے قبیلہ بجیلہ نے علم اٹھانے کی درخواست کی' انہوں نے فرمایا اس کام کے لیے دوسرے لوگ مجھ سے بہتر ہیں۔ اہل قبیلہ نے عرض کیا ہم آپ کے علاوہ کسی کو اپنا امیر بنانا نہیں چاہتے ابوشداد نے فرمایا خدا کی قسم! اگر تم مجھے یہ جھنڈا دو گے تو میں اس وقت تک دم نہ لوں گا جب تک اس سونے کی چھتری والے کے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ ان لوگوں نے عرض کیا آپ کا جو جی چاہے کیجیے ابوشداد نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور دشمن پر حملہ کیا اور صفوں کو چیرتے پھاڑتے چھتری

والے کے سر پر پہنچ گئے۔ اس چھتری بردار کے چاروں طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت موجود تھی' لوگ کہتے ہیں اس کا نام عبدالرحمٰن ابن خالد ابن الولید المخزومی رضی اللہ عنہ تھا اس مقام پر نہایت سخت جنگ ہوئی ابوشداد نے آگے بڑھ کر اس چھاتہ بردار پر حملہ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک رومی غلام ابوشداد کے مقابل ہو گیا اس نے ابوشداد کے پیروں پر تلوار کے وار کر کے ان کے پاؤں کاٹ دیئے اور ابوشداد کا وار بہت کاری رہا اور وہ رومی مقتول ہو کر گر گیا۔ اس کے قتل ہوتے ہی لاتعداد نیزوں کی سنانیں ان کی جانب بڑھیں اور یہ قتل ہو کر گرے۔

روسائے بجیلہ کا قتل عام:

ان کے قتل ہونے کے بعد عبداللہ ابن قلع الاحمسی نے علم ہاتھ میں لیا وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

لَا يُبْعِدُ اللّٰهُ أَبَا شَدَّادٍ حَيْثُ أَجَابَ دَعْوَتَ الْمُنَادِيْ

ترجمہ: "اللہ ابوشداد کو اپنی رحمت سے محروم نہ کرے کیونکہ انہوں نے منادی کو پکار کر قبول کیا۔

وَ شَدَّ بِالسَّيْفِ عَلَى الْأَعَادِيْ نِعْمَ الْفَتٰى كَانَ لَدَى الطِّرَادِ

وَ فِيْ طِعَانِ الرَّجْلِ وَ الْجِلَادِ

ترجمہ: اور دشمنوں پر تلوار سے بہت سخت حملہ کیا اور وہ جنگ کے وقت اچھے جوان تھے۔ اور پیدلوں اور سواروں کی نیزہ بازی کے وقت اچھے جوان تھے"۔

عبداللہ ابن قلع نے بھی اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے حتی کہ یہ بھی ختم ہو گئے ان کے بعد عفیف ابن ایاس نے جھنڈا سنبھالا اس روز جنگ ختم ہونے تک یہ جھنڈا انہی کے پاس رہا اسی جنگ میں حازم ابی حازم الاحمسی بھی قتل ہوئے جو قیس ابن ابی حازم کے بھائی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ طور پر دفن کیا گیا تھا:

اسی روز نعیم ابن صہیب ابن العلیۃ البجلی بھی مارا گیا تھا۔ جب یہ مقتول ہوا تو اس کا چچازاد بھائی جس کا نام نعیم ابن الحارث ابن العلیۃ البجلی تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور یہ ان کے حامیوں میں داخل تھا۔ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا یہ مقتول میرا چچازاد بھائی ہے آپ اس کی لاش مجھے دے دیجیے تاکہ میں اسے دفن کر دوں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے دفن کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اس کا ہرگز اہل نہیں خدا کی قسم ہم لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اعلانیہ دفن کرنے پر قادر نہ تھے۔ ہم نے انہیں مخفی طور پر دفن کیا (یعنی یہ شخص عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا) نعیم نے کہا یا تو آپ مجھے اس کے دفن کرنے کی اجازت دے دیں ورنہ میں آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کے دشمنوں کے ساتھ مل جاؤں گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو عرب کے رؤسا و امراء کو نہیں دیکھتا کہ وہ اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہیں اور تجھے اپنے چچازاد بھائی کے دفن کرنے کی فکر لاحق ہے۔ تیرا دل چاہے اسے دفن کر دے یا اسی طرح چھوڑ دے۔ نعیم نے اپنے بھائی کو دفن کر دیا۔

ازدیوں کا اختلاف:

ابومخنف نے حارث ابن حصیرۃ الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے اور یہ حارث قبیلہ ازد کی شاخ نمر سے تعلق رکھتا تھا یہ بتاتا ہے کہ

جب مخنف ابن سلیم ازدی کو ازدیوں کی امداد کی دعوت دی گئی تو اس نے اولاً اللہ کی حمد وثنا کی اور اس کے بعد اپنے اہل قبیلہ سے کہا کہ

''سب سے بڑی غلطی اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمیں اپنی قوم کے مقابلے کی دعوت دی جارہی ہے اور خود ہماری قوم کو ہمارے خلاف کھڑا کیا جارہا ہے۔ خدا کی قسم! یہ لوگ ہمارے ہاتھ ہیں کیا ہم اپنے ہاتھوں کو خود اپنے ہاتھوں سے کاٹیں۔ یہ لوگ ہمارے پر ہیں کیا ہم اپنے پر اپنی تلواروں سے نوچ ڈالیں اگر ہم اپنی قوم سے محبت نہ کریں اور اپنے بھائیوں کو نصیحت نہ کریں تو ہم سے زیادہ احسان فراموش کوئی نہیں اگر ہم انہیں نصیحت کرتے ہیں تو اس میں ہماری عزت اور فائدہ ہے اور اس طرح ہم آگ کو بجھا سکیں گے جو ہمارے درمیان بھڑک چکی ہے''۔

اس پر جندب ابن زہیر نے اسے جواب دیا:

''خدا کی قسم! اگر ہم ان لوگوں کے باپ ہوتے اور یہ لوگ ہماری اولاد ہوتے یا یہ ہمارے باپ ہوتے اور ہم ان کی اولاد ہوتے اور اس کے بعد یہ لوگ ہماری جماعت سے نکل جاتے اور ہمارے امام پر اعتراض کرتے تو اس وقت ہمارے اہل ملت اور اہل ذمہ پر یہ لوگ زبردستی حاکم ہوتے اور خواہ ہم ایک رائے پر کیوں نہ متفق ہوتے لیکن یہ ہمیں اس وقت تک ہرگز نہ چھوڑتے جب تک ہم ان کی رائے کو قبول نہ کر لیتے یا یہ لوگ ہماری دعوت قبول کر لیتے یا تیسری صورت یہ ہوتی کہ ہمارے اور ان کے بے شمار لوگ مقتول ہوتے''۔

مخنف ابن سلیم کا فیصلہ:

مخنف نے جندب سے کہا اور یہ مخنف ابن سلیم جندب کا خالہ زاد بھائی تھا:

''اللہ تیری نیت اچھی کرے میں تو کسی ایسے چھوٹے اور بڑے سے واقف نہیں جو برائی میں مبتلا نہ ہو خدا کی قسم! ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس جماعت کا ساتھ دیں اور کس جماعت کو چھوڑیں اور ہم نے زمانہ جاہلیت میں دوسروں کی خانہ جنگیوں میں حصہ نہیں لیا اور ہم اسلام لانے کے بعد بھی اس میں حصہ نہیں لے سکتے۔ ہاں تو نے ضرور ایک سخت اور تکلیف دہ کام کو اختیار کیا ہے۔ اے اللہ! ہمیں بلاؤں سے زیادہ عافیت محبوب ہے اب جس شے کا تجھ سے جو شخص طالب ہو اسے وہ عطا کر''۔

اس پر ابو بریدۃ ابن عوف نے کہا:

''اے اللہ! ہمارے لیے اس شئے کا فیصلہ فرما دیجیے جو آپ کو زیادہ پسند ہو اے قوم والو! تم یہ دیکھ رہے ہو کہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور ہمارے لیے وہی طریقہ بہتر ہے کہ جس پر جماعت عمل پیرا ہو۔ اگر واقعتاً ہم حق پر ہیں اور اگر یہ مخالفین سچے ہیں تب بھی ان کا طریقہ کار برا ہے خواہ اس کا ضرر زندگی میں ہو یا موت میں''۔

جندب اور اس کے خاندان کی جان نثاری:

جندب ابن زہیر مقابلے کے لیے نکلا اور شامیوں کے ساتھ جو ازدی شامل تھے' ان کے سردار کو مقابلہ کی دعوت دی اس شامی سردار نے اسے قتل کر دیا اور جندب کی جماعت میں سے عجل اور سعد بھی قتل ہوئے یہ دونوں عبداللہ ثعلبی کے بیٹے تھے اور مخنف کے ساتھیوں میں سے عبداللہ ابن ناجد' خالد ابن ناجد' عمرو ابن عویف' عامر ابن عویف' عبداللہ ابن الحجاج جندب ابن زہیر اور ابو زینب

ابن عوف ابن الحارث قتل ہوئے۔ عبداللہ ابن ابوالحصین الازدی ان قراء کے ساتھ شامل تھے جو عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ بھی مقتول ہوئے۔

عقبة ابن حدید النمری اور اس کے بھائیوں کا قتل:

ابومخنف نے حارث ابن حصیرہ کے ذریعہ نمر کے بزرگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عقبۃ ابن حدید النمری نے صفین کی جنگ میں لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''خبردار! دنیا کی چراگاہ ایک کوڑا کرکٹ ہے اس کے درخت سوکھے ہوئے۔ اس کی نئی اشیاء کانٹوں کی طرح ہیں ان کا مزا کڑوا ہے۔ خبردار! میں تم سے ایک سچے آدمی کی بات بیان کرتا ہوں کہ میں نے دنیا کو خوب آزمایا اور اس میں میری جان کا جو حق تھا اسے بھی پہچانا' میں ہمیشہ سے شہادت کی تمنا کرتا تھا اور یہ تمنا پوری کرنے کے لیے ہر لشکر کے ساتھ شریک ہوتا اور ہر جنگ میں حصہ لیتا۔ مگر اللہ عزوجل نے آج تک میری یہ تمنا پوری نہ کی تھی اسی لیے میں اس وقت اپنے آپ کو پیش کر رہا ہوں کہ جس شئے کی مجھے تمنا تھی شاید وہ آج پوری ہو جائے۔ اے اللہ کے بندو! تم موت کے ڈر کے باعث اس شخص سے جہاد کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہو جو اللہ کا دشمن ہے (عیاذاً باللہ) یا تو اپنی جانوں کو یقیناً واپس لے کر چلے جاؤ گے یا تلوار کی ایک ضرب سے دنیا کے بدلے میں اللہ عزوجل کا دیدار اور جنت میں انبیاء صدیقین اور شہداء وصالحین کی ہم نشینی حاصل کر لو گے بتاؤ کون سی رائے صحیح ہے''۔

اس تقریر کے بعد وہ آگے بڑھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ اے میرے بھائیو! میں نے اس گھر کو فروخت کر ڈالا ہے جو آگے ہے۔ میرا چہرہ اسی گھر کے سامنے ہے اب مجھے تمہارے چہرے دیکھ کر کوئی خوشی حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ تمہاری امیدیں ختم نہ کرے۔

جب یہ آگے بڑھے تو ان کے بھائی عبداللہ' عوف اور مالک بھی یہی کہتے ہوئے ان کے پیچھے چلے ہم بھی آپ کے بعد اس دنیاوی رزق کے طالب نہیں۔ آپ کے بغیر اللہ اس زندگی کا برا کرے۔ اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں کو آپ کی خاطر پیش کر دیا ہے۔

الغرض ان چاروں بھائیوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اپنے قتل ہونے تک برابر مصروف پیکار رہے۔

شمر ابن ذی الجوشن کی جنگ:

ابومخنف نے صلۃ ابن زہیر النہدی کے ذریعہ مسلم ابن عبداللہ الضبابی کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں اپنے قبیلے کے ساتھ شریک جنگ ہوا اور ہمارے ساتھ شمر ابن ذی الجوشن الضبابی بھی تھا مخالفین میں سے ادہم ابن محرز الباہلی نے اسے مقابلے کے لیے للکارا جب یہ مقابلہ پر پہنچا تو ادہم نے اس کے چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ شمر نے بھی اس پر وار کیا لیکن وہ خالی گیا۔ شمر زخمی حالت میں اپنے کجاوے کی طرف لوٹ گیا اور وہاں جا کر پانی پیا۔ اس وقت شمر بہت پیاسا تھا۔ پھر نیزہ سنبھال کر آگے بڑھا اس وقت شمر یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

اِنِّــیْ زَعِیْــمٌ لَّاخِــیْ بَــاَهْــلِــهٖ بِـطَـعْـنَةٍ اِنْ لَّـمْ اُصِـبْ عَــاجِـلَــهٗ

45

ترجمہ: ''میں اپنے باہلی بھائی کے ارادے سے نیزہ لے کر نکلا ہوں اگر میں فوری نہ مارا گیا۔

وَ صَرَبَة تَحْتَ الْقَنَا وَالْوَغَى   شَبِيهَةٍ بِالْقَتْلِ أَوْ قَاتَهُ

ترجمہ: یا تو اس پر فاصلہ سے وار کروں گا۔ پھر اسے قتل کروں گا یا مقتولوں جیسا بنادوں گا''۔

یہ اشعار پڑھ کر ادہم نے اس پر حملہ کیا اور اسے پچھاڑ دیا اور کہا یہ تیرے وار کا بدلہ ہے۔

مالک ابن العقدیہ کا فرار:

ابومخنف نے عمرو بن عمرو بن عوف ابن مالک الجشمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ بشر ابن عصمۃ المزنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب صفین کی جنگ ہوئی تو بشر ابن عصمۃ نے مالک ابن العقدیہ کا مقابلہ کیا اور یہ مالک ابن الجلاح الجشمی ہے۔ مالک العقدیہ اس پر غالب آیا لیکن اچانک بشر نے دیکھا کہ وہ شامیوں کے ساتھ عجیب طرح بھاگا جا رہا ہے حالانکہ یہ ایک بہادر مسلمان شخص تھا۔ جب بشر نے اسے بھاگتے دیکھا تو اس پر حملہ کیا اور اسے نیزہ مار کر گرا دیا۔ پھر بشر واپس ہوا اور اسے اس بات کا افسوس تھا کہ میں نے زبردستی کیوں نیزہ مارا۔ اس پر بشر نے یہ اشعار کہے۔

وَ إِنِّـي لَا رُجُوْا مِنْ مَّلِيكِـيْ تَجَاوُزَا   وَمِنْ صَاحِبِ الْمَوْسُوْمِ فِي الصَّدْرِهَا جِسْ

ترجمہ: ''مجھے اپنے بادشاہ سے امید ہے کہ وہ مجھ سے اور موسوم گھوڑے کے سوار سے درگزر کرے گا جس کے سینہ پر نیزہ لگا تھا۔

دَلَفْتُ لَهُ تَحْتَ الْغُبَارِ بِطَعْنَةٍ   عَلَى سَاعَةٍ فِيْهَا الطَّعَانُ تَخَالُسُ

ترجمہ: میں نے گرد و غبار میں اس کے ایسے وقت نیزہ مارا جب کہ نیزے چل رہے تھے''۔

جب ابن العقدیہ کو اس کے اشعار کا علم ہوا تو اس نے جواب دیا۔

اَلَا اَبْلِغَا بِشْرَ ابْنَ عَصْمَةَ اِنَّنِيْ   شُغِلْتُ وَ اَطْعَانِي الَّذِيْنَ اَمَارِسُ

ترجمہ: ''میری جانب سے بشر ابن عصمہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ مجھے بھاگنے والوں نے اپنی جانب مشغول کر لیا تھا۔

فَصَادَفْتَ مِنِّيْ عِزَّةً وَّاَصَبْتَهَا   كَذٰلِكَ وَ الْاَبْطَالُ مَاضٍ وَ خَالِسُ

ترجمہ: تو نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ بہادر لوگ کیا اسی طرح کرتے آئے ہیں''۔

عبداللہ ابن الطفیل کا واقعہ:

اس کے بعد عبداللہ ابن الطفیل البکائی نے شامیوں کے ایک گروہ پر حملہ کیا جب وہ واپس لوٹنے لگا تو بنو تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام قیس ابن قرہ تھا اور جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا اس پر حملہ کیا اور عبداللہ بن الطفیل کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نیزہ رکھ کر کہا۔ خدا کی قسم! تو اگر اس کے نیزہ مارے گا تو میں تیرے ماروں گا۔ تمیمی نے کہا میں تجھے اللہ کا عہد و ذمہ دیتا ہوں کہ اگر میں اس کی پشت سے نیزہ ہٹا لوں تو تو میری پشت سے نیزہ ہٹا لے گا' یزید نے جواب دیا ہاں میں تجھ سے اللہ کے نام پر یہ عہد کرتا ہوں۔

یہ سن کر تمیمی نے عبداللہ کی پشت سے نیزہ اٹھا لیا اور یزید نے تمیمی کی پشت سے۔ پھر تمیمی نے یزید سے سوال کیا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بنو عامر سے ہوں۔ اس نے کہا اللہ مجھے تم پر فدا کرے وہ تمہارے بزرگوں کی محبت کہاں گئی اور میں اپنے

خاندان اور گھر میں گیارہواں شخص ہوں اور دس کو تم قتل کر چکے ہو میں ان سب کا آخر ہوں۔ جب یہ لوگ کوفہ لوٹ کر آئے تو یزید ابن الطفیل کو لوگوں نے طعنے دینے شروع کیے جیسے لوگ اپنے چچازاد بھائیوں کو طعنے دیا کرتے ہیں اس پر یزید ابن الطفیل نے یہ اشعار کہے۔

اَلَمْ تَرَنِیْ حَامَیْتُ عَنْكَ مُنَاصِحًا بِصِفِّیْنَ اِذْ خَلَاكَ كُلُّ حَمِیْمِ

ترجمہ: ''کیا تو نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں نے صفین کے روز تجھے بھائی چارہ کی وجہ سے بچایا جب کہ تجھے تیرے دوستوں نے چھوڑ دیا تھا۔

وَ نَهْنَهْتُ عَنْكَ الْحَنْظَلِیَّ وَ قَدْ اَتٰی عَلٰی سَابِحٍ ذِیْ مَیْعَةٍ وَّ هَزِیْمِ

ترجمہ: اور میں نے تجھ سے حنظلی کو روک لیا۔ حالانکہ وہ ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر ہزیمت دینے کے لیے آیا تھا''۔

عبدالرحمٰن ابن محرز الکندی کی شجاعت:

ابو مخنف نے فضیل ابن خدیج کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جنگ کے دوران ایک شامی نے لشکر سے نکل کر اپنے مقابلہ کی دعوت دی اس کے مقابلے پر عبدالرحمٰن ابن محرز الکندی الطمحی نکلے دونوں میں کچھ دیر تک مقابلہ ہوتا رہا پھر عبدالرحمٰن نے شامی پر حملہ کیا اور اس کے حلقوم پر نیزہ مار کر اسے گرا دیا اور نیچے اتر کر اس کے ہتھیار لے لیے اور اس کے جسم پر سے زرہ اتار لی جب بدن ظاہر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک سیاہ فام حبشی شخص تھا یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن نے انا للہ پڑھ کر کہا ناحق میں نے اپنی جان کو ایک سیاہ فام غلام کے مقابلہ پر خطرے میں ڈالا۔

قیس ابن فہدان کا زخمی ہونا:

اس کے بعد ایک عکی مقابلہ کی دعوت دیتا ہوا نکلا۔ اس کے مقابلہ پر قیس ابن فہدان الکنانی البدنی گیا۔ عکی نے قیس پر حملہ کر کے اسے خوب مارا قیس کو اس کے ساتھی میدان سے اٹھا لائے اس واقعہ پر قیس ابن فہدان نے یہ اشعار کہے۔

لَقَدْ عَلِمَتْ عَكٌّ بِصِفِّیْنَ اَنَّنَا اِذَا الْتَقَتِ الْخَیْلَانُ نَطْعُنُهَا شَزْرًا

ترجمہ: ''میدان صفین میں قبیلہ عک نے یہ بات خوب جان لی ہے کہ جب دو گھوڑے باہم ملتے ہیں تو ہم نیزے کا بھرپور وار کرتے ہیں۔

وَ نَحْمِلُ رَایَاتِ الطِّعَانِ بِحَقِّهَا فَنُوْرِدُهَا بِیْضًا وَنُصْدِرُهَا حُمْرًا

ترجمہ: اور نیزوں کے پھلوں کو ہم ان کا پورا پورا قصاص دیتے ہیں کہ جب ہم انہیں بدن پر مارتے ہیں تو وہ سپید ہوتے ہیں اور جب انہیں کھینچتے ہیں تو وہ سرخ ہوتے ہیں''۔

قیس ابن فہدان کا خطبہ:

ابو مخنف نے فضیل ابن خدیج کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قیس ابن فہدان اپنے ساتھیوں کو للکارتے اور کہتے:

''جب تم حملہ کرو تو سختی سے حملہ کرو۔ اور جب تم پلٹ کر حملہ آور ہو تو سب مل کر حملہ کرو نگاہیں نیچی رکھو۔ گفتگو کم کرو اور اپنے مدمقابل سے مقابلہ کرو۔ کہیں دیہاتی اور بدو تمہارے مدمقابل نہ ہوں''۔

اس روز بنوالی رث بن عدی میں سے نہیک ابن عزیز بنوذہل میں سے عمروابن یزیداور سعیدابن عمرومقتول ہوئے۔

دو بھائیوں کی ملاقات:

قیس ابن یزید جو اولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے پھر بھاگ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور ان کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اس کے بعد وہ میدان میں نکلے اور اپنے مقابلے کے لیے للکارا۔ ادھر سے اس کے بھائی ابوالعرطۃ ابن یزید گئے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان لیا اور بلا مقابلہ دونوں میدان سے واپس ہو گئے اور دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا کہ اس کا مقابل اس کا بھائی تھا۔

ہمدان و طے کا مقابلہ:

ابومخنف نے جعفر ابن حذیفہ طائی کا یہ بیان ذکر کیا ہے اور یہ جعفر عامر ابن الطائی کی اولاد میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ اس روز قبیلہ طے نے بہت سخت جنگ کی۔ ان کی جنگ دیکھ کر بہت سی جماعتوں نے انھیں گھیر لیا۔ حمزۃ ابن مالک الہمدانی نے آگے بڑھ کر ان لوگوں سے سوال کیا کہ تم کون ہو للہ یہ تو بتاؤ۔ عبداللہ ابن خلیفہ البولانے جو ایک شیعہ اور نہایت عمدہ خطیب اور شاعر تھا جواب دیا:

''ہم وہ طے ہیں جو نرم زمین' ریگستان اور پہاڑوں پر قابض ہیں جو کھجور کے درختوں کے مالک ہیں جنہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ہم دو پہاڑوں کے محافظ ہیں جو عذیب اور عین کے درمیان واقع ہیں۔ ہم نیزوں والے طے ہیں۔ اونٹوں اور میدانوں والے طے ہیں ہم لڑائی کے شہسوار ہیں''۔

اس پر حمزۃ ابن مالک نے جواب دیا۔ بہت خوب' بہت خوب تم اپنی قوم کی خوب تعریف کرنا جانتے ہو اور اس کے بعد حمزہ نے یہ شعر پڑھا۔

اِنْ كُنْتَ لَمْ تَشْعُرْ بِنَجْدَةِ مَعْشَرٍ فَاَقْدِمْ عَلَيْنَا وَيْبَ غَيْرُكَ تَشْعُرُ

ترجمہ: ''اگر تو نجدہ قبیلہ سے واقف نہیں ہے تو ہمارے سامنے آ تو اپنے مقابل کو خوب جانتا ہے''۔

پھر ان لوگوں میں بہت شدید جنگ ہوئی۔ عبداللہ ابن خلیفہ بولانی لوگوں کو للکار کر کہتا تھا اسے طے کی جماعت تم پر میرے رشتہ دار اور میری اولاد قربان ہو۔ ایسے لوگوں سے جنگ کرو جو حسب و نسب میں تمہاری ٹکر کا ہو۔ یہ کہہ کر عبداللہ یہ اشعار پڑھتا۔

اَنَا الَّذِيْ كُنْتُ اِذَا الدَّاعِيْ دَعَا مُصَمِّمًا بِالسَّيْفِ نَدْبًا اَرْوَعَا

ترجمہ: ''میں وہ شخص ہوں کہ جب کوئی پکارنے والا مقابلہ کے لیے پکارتا ہے تو تلوار لے کر اس کی پکار کا جواب دیتا اور اسے خوف میں مبتلا کرتا ہوں۔

فَاُنْزِلِ الْمُسْتَلْئِمَ الْمُقَنَّعَا وَاَقْتُلُ الْمُبَالِطَ السَّمَيْدَعَا

ترجمہ: میں سخت سے سخت اور خطرناک گھاٹیوں میں اتر جاتا ہوں اور بڑے بڑے سورماؤں اور بہادروں کو قتل کر دیتا ہوں''۔

ابن العبوس کے اشعار:

بشر ابن العبوس الطائی الملقطی یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

يَا طَيَّ السُّهُوْلِ وَ الْاَجْبَالِ اَلَا انْهَدُوْا بِالْبِيْضِ وَ الْعَوَالِيْ

ترجمہ: ''اے طے جو نرم زمین اور پہاڑوں کے مالک ہیں چمکدار اور بلند ہونے والی تلواروں سے حملہ کرو۔

وَ بِالْكُمَاةِ مِنْكُمُ الْاَبْطَالِ فَقَارِعُوْا اَئِمَّةَ الْجُهَّالِ

اَلسَّالِكِيْنَ سُبُلَ الضَّلَالِ

ترجمہ: اپنے بہادروں کو بڑھاؤ اور جاہلوں کے اماموں کو قتل کرو۔ جو گمراہی کے راستے پر چل رہے ہیں''۔

اس جنگ میں ابن العسوس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے۔

اَلَا لَيْتَ عَيْنِیْ مِثْلَ هٰذِهٖ فَلَمْ اَمْشِ فِی الْاَنَاسِ اِلَّا بِقَائِدِ

ترجمہ: ''کاش! میری یہ صحیح آنکھ بھی اسی طرح پھوٹ جاتی اور میں لوگوں میں بغیر رہبر کے نہ چل سکتا۔

وَ يَالَيْتَنِیْ لَمْ اَبْقَ بَعْدَ مُطَرِّفٍ وَ سَعْدٍ وَّ بَعْدَ الْمُسْتَنِيْرِ بْنِ خَالِدِ

ترجمہ: کاش! میں مطرف وسعد اور مستنیر ابن خالد کے بعد زندہ نہ رہتا۔

فَوَارِسُ لَمْ تَغْذُ الْحَوَاضِنُ مِثْلَهُمْ اِذَا الْحَرْبُ اَبْدَتْ عَنْ خِدَامِ الْخَرَائِدِ

ترجمہ: یہ ایسے شہسوار تھے کہ کسی ماں نے بھی ان جیسے شہسواروں کو غذا نہ دی ہوگی جب کہ جنگ اپنا بہاؤ ظاہر کردے۔

وَ يَالَيْتَ رِجْلِیْ ثُمَّ طُنَّتْ بِنِصْفِهَا وَ يَالَيْتَ كَفِّیْ ثُمَّ طَاحَتْ بِسَاعِدِیْ

ترجمہ: کاش! کہ میرا پاؤں بھی درمیان سے کاٹ دیا جاتا اور کاش! کہ میرا ہاتھ اور میرا بازو بھی کاٹ دیا جاتا''۔

خنثر ابن عبیدہ کی تقریر:

ابو مخنف نے ابوالصلت التیمی کے ذریعہ بنو محارب کے بعض بزرگوں کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ بنو محارب میں ایک شخص تھا جس کا نام خنثر ابن عبیدۃ ابن خالد تھا اور اس کا شمار بہادر ترین لوگوں میں تھا۔ جب صفین کی جنگ ہوئی تو اس کے ساتھی میدان سے بھاگنے لگے۔ یہ انہیں لکارتا اور کہتا:

''اے قیس کی جماعت! کیا تمہیں شیطان کی اطاعت رحمان کی اطاعت سے زیادہ محبوب ہے۔ یاد رکھو! بھاگنے میں اللہ کی نافرمانی اور اس کی ناراضگی ہے اور ثابت قدمی میں اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا ہے تم رضائے خداوندی کے مقابلے میں اس کی ناراضگی اور اس کی اطاعت کے مقابلے میں اس کی نافرمانی کو اختیار کر رہے ہو یاد رکھو موت کے بعد راحت اسی شخص کے لیے ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہو''۔

اس کے بعد خنثر نے یہ اشعار پڑھے۔

''آدمی کا دل اسے پشت پھیرنے میں مائل نہ کرے۔ میں وہ شخص ہوں جو نہ میدان سے منہ موڑتا ہوں نہ بھاگتا ہوں۔ اور بے ہتھیار لوگوں کو دھوکہ باز دھوکہ نہیں دے سکتے''۔

اس کے بعد اس نے نہایت سخت جنگ کی حتیٰ کہ زخمی ہوگیا پھر یہ خنثر ان پانچ سو اشخاص کے ساتھ جنہوں نے فروۃ ابن نوفل الاشجعی کے ساتھ جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی شامل ہوگیا یہ پانچ سو اشخاص جنگ سے علیحدہ ہو کر دسکرہ اور بندنیجین میں جا کر مقیم ہوگئے تھے۔

قبیلہ نخع کی جان نثاری:

اس روز قبیلہ نخع نے بھی بڑی پامردی سے جنگ کی اس قبیلہ میں سے بکر بن ہوذہ حیان بن ہوذہ شعیب ابن نعیم جو قبیلہ نخع میں بنو بکر کی شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ ربیعۃ ابن مالک ابن وہبیل اور ابی ابن قیس قتل ہوئے۔ یہ ابی امام علقمہ ابن قیس النخعی مشہور فقیہ کے بھائی تھے۔ اس روز امام علقمہ کا ایک پاؤں بھی کٹ گیا تھا امام علقمہ اس پر فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اپنے پاؤں کا اچھا ہونا اس کٹ جانے سے زیادہ محبوب نہیں کیونکہ اس کے کٹ جانے سے میں اپنے پروردگار سے اچھے اجر کا امیدوار ہوں۔

امام علقمہ بن قیس کا خواب:

امام علقمہ فرماتے ہیں: میری آرزو تھی کہ میں اپنے بھائی یا دیگر اعزاء کو خواب میں دیکھوں۔ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا میں نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ اس نے جواب دیا ہم اور ہماری جماعت خدا سے ملی اور اللہ عز وجل سے ہم نے اس کا احتجاج کیا جو ہمارے ساتھ پیش آیا تھا۔ ہم مخالفین کے مقابلہ پر کامیاب ہوئے۔ امام علقمہ فرماتے ہیں مجھے جو خوشی اس خواب سے حاصل ہوئی وہ کسی شے سے حاصل نہ ہوئی تھی۔

ربیعہ سے امداد طلبی:

ابو مخنف نے سوید ابن حیۃ الاسدی کے حوالے سے حصین ابن المنذر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جنگ سے پیشتر کچھ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ خالد ابن المعمر نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں خالد ابن المعمر ان کے ساتھ نہ مل جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو خالد ابن المعمرؒ اور ہمارے شرفاء کے پاس بھیج کر بلوایا۔ جب یہ لوگ آ گئے تو اولاً اللہ کی حمد و ثنا کی پھر کہا:

''اے ربیعہ کی جماعت تم لوگ میرے مددگار میری دعوت کو قبول کرنے والے اور تمام عرب میں سب سے زیادہ مجھ پر یقین رکھتے ہو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھی خالد ابن المعمر سے خط و کتابت کی ہے میں اسے بھی لے کر آیا ہوں اور تمہیں بھی اسی لیے جمع کیا ہے تاکہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بنا دوں اور تم میری بات سن لو''۔

اس کے بعد قاصد نے خالد سے مخاطب ہو کر کہا: اے خالد! مجھے جو اطلاع ملی ہے اگر وہ سچ ہے تو میں اللہ کو اور موجودہ لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تجھے امان ہے اور تجھے اجازت ہے کہ تو عراق' حجاز اور جہاں تیرا جی چاہے جا کر رہ لیکن اس علاقہ میں جانے کی اجازت نہیں جہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ہو اور اگر یہ خط و کتابت والی بات جھوٹی ہے تو تیرے یہاں آنے سے خود تیرے دل کو اطمینان ہو جائے گا۔ خالد نے جو کچھ کیا تھا اس پر اللہ کی قسم کھائی۔

اس پر ایک کثیر جماعت نے کہا کہ اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو ہم اسے قتل کر دیتے شقیق ابن ثور السدوسی بولا۔ خالد کو اتنی توفیق ہی نہ ہو گی کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور ربیعہ کے مقابلے میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور شامیوں کی مدد کرے۔ زیاد بن خصفۃ التیمی نے کہا اے امیر المومنین اس سے قسم لے لیجیے تاکہ یہ بدعہدی نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے قسمیں لیں اس کے بعد لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔

ربیعہ کی ثابت قدمی:

جمعرات کے روز جب میمنہ نے شکست کھائی تو علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے بھی تھے انہوں نے

نہایت بلند آواز سے پکار کر کہا یہ جھنڈے کس کے ہیں ہم نے جواب دیا یہ ربیعہ کے جھنڈے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ اللہ کے جھنڈے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اٹھانے والوں کو محفوظ رکھے ان کو صبر عطا فرمائے اور انہیں ثابت قدم رکھے پھر مجھ سے فرمایا ایک ہاتھ میرے قریب آ جاؤ میں نے کہا صرف ایک ہاتھ نہیں دس ہاتھ۔ میں جھنڈا لے کر ان کے قریب ہوتا گیا حتیٰ کہ انہوں نے فرمایا بس اتنا کافی ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا تھا میں وہیں جم کر کھڑا ہو گیا اور میرے ساتھی بھی میرے پاس پہنچ گئے۔

ربیعہ کا علم برداری پر اختلاف:

ابو مخنف نے ابو الصلت التیمی کے ذریعہ قبیلہ تیم اللہ ابن ثعلبہ کے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ کوفہ اور بصرہ میں ربیعہ کے جو لوگ آباد تھے ان کا جھنڈا خالد ابن المعمر کے پاس تھا اور یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ خالد ابن المعمر اور سفیان ابن ثور السدوسی میں اس پر باہم صلح ہو گئی تھی کہ بصرہ کے بکر بن وائل کا جھنڈا حصین ابن منذر الباہلی کو دیا جائے اور جھنڈے کے معاملے میں ان دونوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا اس لیے دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا اور دونوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ حصین ہمارے ہی خاندان کا ایک نوجوان اور حسب ونسب کا مالک ہے ہم اس وقت تک اسے امیر بناتے ہیں جب تک ہم کسی فیصلہ پر متفق نہ ہو جائیں بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پورے قبیلہ ربیعہ کا جھنڈا خالد ابن المعمر کے سپرد کیا۔

میسرہ پر حملہ:

اس روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمیر کے مقابلے میں ان کے حصوں کے مطابق تین قبائل متعین کیے۔ کیونکہ عراقیوں کے ساتھ حمیر سے زیادہ کسی قبیلہ کے افراد نہ تھے۔ عراقی فوج میں حمیر کے تین قبیلے یعنی ربیعہ، مذحج اور ہمدان کے لوگ زیادہ تھے۔ وہ حمیری جو شامیوں کے ساتھ تھے۔ ربیعہ کے مدمقابل ہوئے ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے اس تقسیم پر کہا اللہ اس حصہ کا برا کرے تو نے بری تقسیم کی ذوالکلاع رضی اللہ عنہ حمیر اور ان کے متعلقین کو ساتھ لے کر سامنے آئے۔ ذوالکلاع رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے اور ان کی معیت میں چار ہزار قاری تھے انہوں نے قبیلہ ربیعہ پر حملہ کیا جو اہل عراق کا میسرہ تھا اور اس کے امیر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے پیدل اور سوار فوج کے ساتھ سخت حملہ کیا اس حملہ سے ربیعہ کے جھنڈے پیچھے ہٹ گئے صرف کچھ نیک لوگ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس حملہ کے بعد شامی لوٹے لیکن کچھ دور چل کر انہوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا۔

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خطبہ:

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس روز لشکر سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے:

''اے شامیو! یہ عراقی حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے مددگار ہیں اگر تم اس قبیلہ کو شکست دے دو گے تو تم عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لے لو گے اور نتیجہ میں علی رضی اللہ عنہ اور عراقی سب کے سب ختم ہو جائیں گے' اے لوگو! سختی سے حملہ کرو''۔

میسرہ کی پسپائی:

ربیعہ نے اس حملہ کو نہایت پامردی سے روکا اور انتہائی ثابت قدمی دکھائی لیکن تب بھی کچھ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ علم

بردار اور مستقل مزاج حفاظ اپنی جگہ ڈٹے رہے اور برابر کا مقابلہ کرتے رہے جب خالد ابن المعمر نے یہ دیکھا کہ اس کی قوم کے کچھ لوگ پیچھے ہٹ رہے ہیں وہ بھی پیچھے ہٹے لیکن جب اس نے اور جھنڈوں کو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ قائم ہیں اور اس کی قوم کے کچھ افراد بھی میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں تو وہ میدان کو واپس لوٹا اور بھاگنے والوں کو آواز دی اور کہا جو شخص اپنی قوم کو ذلیل کرنا چاہے وہ بے شک بھاگ جائے جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ ہم اپنی جگہ پر ثابت قدم ہیں تو یہ واپس لوٹے خالد یہ بھی کہتا تھا کہ جب بھی اپنی قوم کے افراد کو بھاگتے دیکھوں گا تو ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں تمہارے پاس لوٹا کر لاؤں گا اب جو شخص بھی میری اطاعت کرے۔ اسی طرح وہ مشتبہ باتیں کرتا۔

خالد ابن المعمر کا خطبہ:

ابو مخنف نے بکر بن وائل کے ایک شخص کے ذریعہ محزر ابن عبدالرحمٰن العجلی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ اس روز خالد نے ایک خطبہ دیا اور کہا:

"اے ربیعہ تم میں سے ہر شخص اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا اور اسی جگہ سے اس کا حشر ہوگا جہاں اس کا سر گرا ہے جس طرح تمہیں اللہ نے اس میدان میں جمع کیا ہے اسی طرح وہ تمہیں میدان حشر میں یکجا جمع کرے گا اگر تم ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے لگو گے اپنے دشمن سے پیچھے ہٹ جاؤ گے اور اپنی صفوں کو چھوڑ دو گے تو اللہ ہرگز تمہارے اس فعل سے راضی نہ ہوگا اور جو شخص بھی تم سے ملے گا وہ چھوٹا ہو یا بڑا یہی کہے گا کہ آج ربیعہ نے قوم کو رسوا کر دیا اور جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور دیہاتی ان سے میدان لے گئے تو اس بات سے بچو کہ کہیں دیہاتی اور مسلمان آج تمہیں رسوا نہ کریں تم آگے اور آگے بڑھتے رہو تم دوسروں کے محافظ بن جاؤ کیونکہ آگے بڑھنا تمہاری عادت ہے اور ثابت قدمی تمہاری فطرت ہے تم مصائب پر صبر کرو اور نیت خالص رکھو تاکہ تمہیں اجر حاصل ہو کیونکہ جو شخص اللہ کی نیت کرتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کا ثواب دنیا کی شرافت اور آخرت کی عزت ہے اور اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

بزدل کا جماعت سے اخراج:

خالد کی اس تقریر پر ربیعہ کے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم! ربیعہ کا کام اس وقت برباد ہو گیا تھا جب کہ اس کے کام تیرے سپرد کیے گئے تھے تو یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اپنی جگہ سے نہ تو قطعاً ہٹیں اور نہ قطعاً ہلیں تاکہ تو ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار دے اور ہم سب کے خون بہا دے۔ کیا تو لوگوں کو نہیں دیکھتا کہ ان میں سے اکثر و بیشتر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ ربیعہ میں سے ایک دوسرے شخص نے اسے جھڑکا۔ اور لوگوں نے اسے برا بھلا کہا۔ خالد نے ان تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس شخص کو اپنی جماعت سے نکال دو کیونکہ یہ اگر تمہارے ساتھ شامل رہا تو تمہیں نقصان پہنچائے گا اور اگر یہ جماعت سے نکل گیا تو اس سے تمہاری جماعت اور تعداد میں کوئی کمی نہ آئے گی اور نہ اس کی موجودگی سے شہر بھر جائے گا۔ اللہ تجھے عذاب میں مبتلا کرے تو شریف لوگوں کا کیسا برا خطیب ہے۔ تو نے سیدھی بات کو کس طرح ٹیڑھا کیا۔

الغرض ربیعہ کا حمیر اور عبیداللہ ابن عمر رحمہ اللہ سے سخت مقابلہ ہوا۔ دونوں جانب کے بے پناہ لوگ مقتول ہوئے اور سمیر بن

ریان الحارث العجلی بھی مارا گیا اور یہ بہت بہادر شخص سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت:

ابو مخنف نے جعفر ابن ابی القاسم العبدی اور یزید بن علقمہ کے حوالے سے زید بن بدر العبدی کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ کہ صفین کے روز زیاد بن خصفہ عبدالقیس کے پاس آئے اور حمیر کے تمام قبائل ذوالکلاع رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے انہی لوگوں میں حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے یہ لوگ بکر بن وائل کے مقابلہ پر تھے ان کا بکر بن وائل سے سخت مقابلہ ہوا۔ زیاد بن خصفہ نے کہا اے عبدالقیس آج کے دن کے بعد بکر بن وائل کی اولاد کا وجود باقی نہ رہے گا۔ اس کے بعد ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور ان کا مقابلہ کیا ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ذوالکلاع رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے اور حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی شہید ہوئے۔ قبیلہ ہمدان کا کہنا ہے۔ کہ انہیں ہانی بن خطاب الارجسی نے قتل کیا ہے اہل حضر موت کہتے ہیں کہ ان کا قاتل مالک بن عمرو التنعی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار:

بکر بن وائل کہتے ہیں کہ انہیں محرز بن الصحصح نے قتل کیا تھا جو عائش بن مالک بن تیم اللہ بن ثعلبہ کی اولاد سے تھا اور ان کی تلوار ذوالوشاح نامی نے لے لی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بدلہ میں بکر بن وائل کو پکڑ لیا انہوں نے کہا کہ انہیں بصرہ کے ایک شخص نے جس کا نام محرز بن الصحصح تھا قتل کیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس آدمی بھیج کہ عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی تلوار منگالی اور نمر بن قاسط کا سردار عبداللہ بن عمرو تھا جو تیم اللہ بن النمر کی اولاد سے تھا۔

ہشام بن محمد کہتا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جس شخص نے قتل کیا تھا وہ محرز بن الصحصح تھا اس نے ان کی تلوار ذوالوشاح نامی اٹھالی۔ یہ تلوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی کعب بن جعیل نے اسی تلوار کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

اَلَا اِنَّمَا تَبْکِی الْعُیُوْنُ لِفَارِسٍ   بِصِفِّیْنَ اَجَلَتْ خَیْلُہٗ وَ ھُوَ وَاقِفٌ

ترجمہ: ''خبردار آنکھیں اس سوار کے لیے روتی ہیں جس کا گھوڑا صفین میں اپنی جگہ جما ہوا نظر آتا تھا۔

یُبَدِّلُ مِنْ اَسْمَآءَ اَسْیَافِ وَائِلٍ   وَ کَانَ فَتًی لَوْ اَخْطَاتَہُ الْمُتَاَلِّفُ

ترجمہ: لوگ وائل کی تلواروں کے نام تبدیل کرتے ہیں۔ وہ ایسا جوان تھا کہ اس سے الفت کرنے والا بھی خطا کر جاتا تھا۔

تَرَکْنَ عُبَیْدَاللّٰہِ بِالْقَاعِ مُسْنَدًا   تَمُجُّ دَمُ الْخَرْقِ الْعُرُوْقِ الذَّوَارِفُ

ترجمہ: تو عبید اللہ کو میدان میں پڑا چھوڑ آیا اور ان کی پھٹی ہوئی رگوں سے خون بہہ رہا تھا''۔

ان کے علاوہ اور بھی کچھ اشعار ہیں۔

اس روز ان لوگوں میں سے بشر بن مرۃ بن شرجیل اور حارث بن شرجیل بھی قتل ہوئے۔ عطارابن حاجب التمیمی کی بیٹی اسماء عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھی۔ عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان اسماء سے حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے شادی فرمالی۔

ربیعہ کی جوانمردی:

ابو مخنف نے اپنے بھتیجے غیاث بن لقیط البکری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ربیعہ کے پاس پہنچے اور ربیعہ ایک دوسرے سے جدا تھے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر تمہارے درمیان علی رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے اور تمہارے جھنڈے کے نیچے انھیں

کوئی زک پہنچی تو تم رسوا ہو جاؤ گے۔ شقیق بن ثور نے ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا اے ربیعہ اگر تمہاری موجودگی میں یا تم میں سے ایک شخص کے زندہ ہوتے ہوئے بھی علی رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو تمام عرب کو جواب دینے کے لیے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو شامیوں سے بچا لو گے تو زندگی بھر کی عزت حاصل کر لو گے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد اتنا سخت قتال کیا کہ اس سے قبل ایسا قتال نہ کیا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

لِمَنْ رَايَةٌ سَوْدَاءُ يَخْفِقُ ظِلُّهَا   اِذَا قِيلَ قَدِّمْهَا حُضَيْنُ تَقَدَّمَا

ترجمہ: ''یہ سیاہ جھنڈا کس شخص کا ہے کہ جس کا سایہ حرکت کر رہا ہے کہ جب اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضین آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔

يُقَدِّمُهَا فِي الْمَوْتِ حَتّٰى يُزِيرُهَا   حِيَاضَ الْمَنَايَا تَقْطُرُ الْمَوْتَ وَالدَّمَا

ترجمہ: اس جھنڈے کو موت کے مقابلہ پر سامنے بڑھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی زیارت کر لیتا ہے اور امیدوں کے حوض کو موت اور خون سے بھر دیتا ہے۔

اَذَقْنَا ابْنَ حَرْبٍ طَعْنَنَا وَ ضِرَابَنَا   بِاَسْيَافِنَا حَتّٰى تَوَلّٰى وَ اَحْجَمَا

ترجمہ: ہم نے ابن حرب (معاویہ رضی اللہ عنہ) کو اپنے نیزوں اور تلواروں کی کاٹ کا مزہ چکھا دیا ہے حتیٰ کہ وہ پشت پھیر کر بھاگ گیا۔

جَزَى اللّٰهُ قَوْمًا صَابَرُوْا فِيْ لِقَآئِهِمْ   لَدَى الْمَوْتِ قَوْمًا مَا اَعَفَّ وَاَكْرَمَا

ترجمہ: اللہ اس قوم کو جزاء خیر دے جس نے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھائی اور موت کے وقت بھی پاک دامن اور معزز ثابت ہوا۔

وَ اَطْيَبَ اَخْبَارًا وَ اَكْرَمَ شِيْمَةً   اِذَا كَانَ اَصْوَاتُ الرِّجَالِ تَغَمْغَمَا

ترجمہ: خبروں کو اچھا کر دکھایا اور بدبختی کو شریف بنا دیا جب کہ آدمیوں کی آوازوں کا شور مچ رہا تھا۔

رَبِيْعَةُ اَعْنِيْ اَنَّهُمْ اَهْلُ نَجْدَةٍ   وَ بَاْسٍ اِذْ لَاقَوْا جَسِيْمًا عَرَمْرَمَا

ترجمہ: وہ قبیلہ ربیعہ ہے میری مراد وہ شدت و تکلیف برداشت کرنے والے ہیں جب کہ وہ دشمنوں کے لشکر سے ملتے ہیں''۔

باب ۱۳

حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی دعاء:

ابو مخنف نے عبدالملک ابن ابی حرۃ الحنفی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا:

''اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو اس سمندر میں غرق کر دوں تو میں یہ بھی کرتا۔ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ اگر مجھے اس کا علم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ اپنے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر اس پر گر جاؤں اور وہ میری پشت سے نکل جائے تو میں یہ بھی کرتا آج کے روز مجھے کسی ایسے عمل کا علم نہیں جو ان فاسقین کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہو اور اگر مجھے کسی ایسے عمل کا علم ہوتا جو اس عمل سے زیادہ آپ کی رضا کا باعث ہوتا تو میں اسے ضرور انجام دیتا''۔

جنگ کے بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابو مخنف نے صقعب ابن زہیر الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا۔ خدا کی قسم میں ایک ایسی قوم دیکھ رہا ہوں جو تمہیں خوب مارے گی اور جس کی مار سے باطل پرست روگردانی کرتے ہیں خدا کی قسم! اگر وہ ہمیں مارتے مارتے ہجر کے کھجوروں کے باغوں تک بھی پہنچا دیں گے تب بھی ہم یہی یقین رکھیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر۔

عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

محمد ابن عباد ابن موسیٰ نے محمد بن فضیل اور مسلم الاعور کے حوالے سے حبہ بن جوین العرنی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ مدائن میں حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما کے پاس گئے انہوں نے ہمیں مبارک باد دے کر فرمایا۔ قبائل عرب میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھے تم دونوں سے زیادہ عزیز ہو۔ میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگالی اور پھر ہم دونوں نے عرض کیا اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ ہم فتنوں سے ڈرتے ہیں آپ ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت تم اس جماعت میں شامل ہونا جس میں سمیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا عمار رضی اللہ عنہ ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ:

''اسے ایک باغی جماعت قتل کرے گی جو راہ حق سے ہٹی ہوئی ہوگی اور اس کا آخری رزق پانی ملا دودھ ہوگا''۔

حبہ کہتا ہے کہ میں صفین کی جنگ میں موجود تھا اور میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا میرا دنیا کا آخری رزق لاؤ۔ ایک کشادہ پیالے میں جس کے سرخ حلقے تھے پانی ملا ہوا دودھ ان کے پاس لایا گیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بال بھر فرق نہیں کیا:

عمار رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اَلْيَوْمَ أَلْقِى الْاَحِبَّهْ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَهْ

''میں آج اپنے دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے''۔

خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ہمیں مارتے مارتے حجر کے باغات تک پہنچا دیں تب بھی ہمیں اس پر فخر رہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر ہیں اور اس کے بعد فرمایا: موت تلواروں کی دھار کے نیچے ہے۔ اور جنت ان کی چمک کے نیچے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

محمد ابن عباد ابن موسیٰ نے خلف' منصور ابن ابی نومیرہ' ہشام بن الکلبی' ابومخنف اور مالک بن اعین الجہنی کی سند سے زید بن وہب الجہنی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہما نے اس روز لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا متلاشی ہو اور اسے نہ مال کی آرزو ہو اور نہ اولاد کی''۔

کچھ لوگوں کی ایک جماعت ان کے پاس پہنچ گئی۔ انہوں نے فرمایا:

''اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کے مقابلہ میں چلو جو عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ مظلوم قتل کیے گئے۔ خدا کی قسم! وہ ان کے خون کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس قوم نے دنیا کا مزا چکھ لیا ہے اور اس سے یہ محبت رکھتی ہے اور اسی کے پیچھے لگی ہے۔ یہ لوگ خوب جانتے ہیں۔

کہ اگر انھوں نے حق کو قبول کیا تو حق ان کے دنیاوی امور میں حائل ہو جائے گا۔ جن میں یہ مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو اسلام میں بھی کوئی سبقت حاصل نہیں۔ جس کے باعث یہ لوگوں کی اطاعت اور ان کی امارت کے حق دار ہوں یہ لوگ اپنے متبعین کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام مظلوم قتل ہوئے تاکہ اس ذریعہ سے یہ جابر بادشاہ بن کر بیٹھ جائیں اور یہ ایک ایسی چال ہے جس میں ان کے متبعین مبتلا ہو چکے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات نہ ہوتی یعنی خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مطالبہ نہ کرتے تو لوگوں میں سے دو شخص بھی ان کی اتباع نہ کرتے۔ اے اللہ! اگر آپ ہماری امداد فرمائیں تو آپ نے لاتعداد مرتبہ ہماری امداد فرمائی ہے اور اگر مخالفین کو کامیاب فرمائیں تو چونکہ انہوں نے تیرے بندوں میں بدعات پھیلائی ہیں اس لیے ان کے لیے دردناک عذاب کا ذخیرہ فرما''۔

پھر عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور وہ جماعت بھی ان کے ساتھ ہوئی جنہوں نے ان کی آواز پر لبیک کہی تھی یہاں تک کہ عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے بڑھتے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمرو رضی اللہ عنہ! تو نے اپنے دین کو مصر کی حکومت کے بدلے بیچ ڈالا ہے۔ تجھ پر افسوس صد افسوس تو اسلام میں بھی ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتا رہا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مطالبہ:

اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر فرمایا تو نے اپنا دین اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے جو خود بھی دشمن اسلام ہے اور دشمن اسلام کا بیٹا ہے حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اپنا دین ہرگز فروخت نہیں کیا ہے بلکہ میں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اس بات کا گواہ ہو جا کہ میری معلومات تو یہ کہتی ہیں کہ رضائے خداوندی کے لیے نہ کسی شے کا مطالبہ کر رہا ہے اور نہ تیرا کوئی فعل رضائے خداوندی کے لیے ہے اور اگر تو آج قتل نہ ہوا تو ایک نہ ایک روز تجھے موت ضرور آئے گی اور لوگوں کو وہاں جو کچھ صلہ ملے گا وہ ان کی نیتوں کے مطابق

ہوگا۔ اب تو اس پر غور کر لے کہ تیری نیت کیا ہے۔

عمار رضی اللہ عنہ کا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد:

موسیٰ ابن عبدالرحمن المسروقی نے عبید بن الصباح عطار بن مسلم اور اعمش کی سند سے ابوعبدالرحمن السلمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے صفین کے روز عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اس علم بردار یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تین بار جنگ کی ہے اور یہ چوتھی جنگ ہے اور یہ شخص کچھ زیادہ نیک اور متقی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

احمد ابن محمد نے ولید بن صالح، عطاء بن مسلم، اعمش کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن سلمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہم لوگ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ہم میں سے دو شخص ان کی حفاظت کے لیے ان کے گھوڑے کے ادھر ادھر رہتے اور انہیں حملہ کرنے سے روکتے رہتے۔ علی رضی اللہ عنہ جب اپنے ان دونوں محافظوں کو ذرا بھی غافل دیکھتے تو فوراً حملہ کرتے اور اس وقت تک واپس نہ لوٹتے جب تک ان کی تلوار خون سے سرخ نہ ہو جاتی اسی طرح انہوں نے جو ایک روز حملہ کیا تو اس وقت نہ لوٹے جب تک ان کی تلوار مڑ نہ گئی انہوں نے یہ تلوار اپنے ساتھیوں کی جانب پھینک دی اور فرمایا اگر میری تلوار مڑ نہ جاتی تو میں ہرگز نہ لوٹتا۔ اعمش کہتے ہیں خدا کی قسم! ان کی مار ایسی مار تھی جو خالی نہ جاتی تھی۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی لوگوں سے جو باتیں سنتے وہ دوسروں تک پہنچا دیتے اور یہ کوئی جھوٹے نہ تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حملہ:

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ صفین کی جس وادی میں پہنچتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ ہوتے۔ عمار، مرقال، ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم بردار تھے۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا اے ہاشم رضی اللہ عنہ! تو بھینگا بھی ہے اور بزدل بھی۔ بھینگے کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں وہ کسی کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا اچانک دونوں صفوں کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ اپنے امام کی ضرور مخالفت کرے گا اور اس کے لشکر کو ذلیل کرے گا اور خود ان کی تکلیف و مشقت کو دیکھتا رہے گا۔ اے ہاشم رضی اللہ عنہ سوار ہو۔ ہاشم رضی اللہ عنہ سوار ہو کر آگے بڑھے وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

اَعْــوَرُ یَبْــغِــیْ اَهْــلَــهٗ مُــحَلًّا   قَدْ عَــالَــجَ الْحَیَــاةَ حَتّٰی مَلًّا

لَا بُدَّ اَنْ یَّفِلَّ اَوْ یُفَلًّا

ترجمہ: ''یک چشم خود بھی یہی چاہتا ہے۔ وہ زندگی سلجھاتے سلجھاتے تنگ آ گیا ہے۔ اب اس کا گرنا یا گرایا جانا ضروری ہے''۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے اے ہاشم رضی اللہ عنہ! آگے بڑھ کیونکہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت تلواروں کی دھاروں میں پوشیدہ ہے آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں اور حوریں بناؤ سنگھار کر چکی ہیں ۔

اَلْیَوْمَ اَلْقَی الْاَحِبَّهْ   مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَهْ

''آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے''۔

عمار رضی اللہ عنہ اور ہاشم رضی اللہ عنہ پھر واپس نہیں آئے اور وہیں مقتول ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو کچھ ان دونوں کو حاصل تھا وہ تیرے لیے کافی ہے کیونکہ وہ دونوں خود کو حق پر سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کا اپنے والد سے مکالمہ:

ابو عبدالرحمٰن السلمی کہتا ہے کہ جب رات ہوئی تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں دشمنوں میں جاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ آیا ہماری طرح انہیں عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا علم ہوا ہے یا نہیں۔ اور چونکہ جب جنگ بند ہو جاتی تو دونوں لشکری آپس میں ملتے اور باتیں بھی کرتے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آہستہ آہستہ شامیوں کے لشکر کی جانب چلا جب میں شامی لشکر میں داخل ہوا تو چار شخص میدان جنگ میں گوم رہے تھے۔ یہ چار شخص معاویہ، ابو الاعور السلمی، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تھے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ ان چاروں میں سب سے بہتر تھے۔ میں ان چاروں شخصوں کے بیچ میں داخل ہو گیا تا کہ وہ باتیں سنوں جو مخالفین عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں کریں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی لاش کو دیکھ کر اپنے باپ سے کہا۔ اے میرے باپ! کیا تم نے آج اس شخص کو بھی قتل کر دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا تھا۔ باپ نے پوچھا حضور نے کیا فرمایا تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم مسجد رسولؐ بنا رہے تھے اور لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے اس سے عمار رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہو گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا اے سمیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے افسوس لوگ تو ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے ہیں اور تو دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں لاتا ہے اور یہ کام تو ثواب کی زیادتی کے لیے کر رہا ہے اور افسوس تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

حدیث کی غلط تاویل:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کا رخ موڑ لیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے وہ حدیث نہیں سنی جو عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کر رہا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا وہ کیا حدیث ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ حدیث سنائی، معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تیرا تو بڑھاپے کی وجہ سے دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تو ہمیشہ حدیثیں بیان کرتا رہتا ہے اور تمام دن اپنے پیشاب میں ڈوبا رہتا ہے۔ کیا ہم نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے بلکہ عمار رضی اللہ عنہ کو اس شخص نے قتل کیا ہے جو انہیں میدان میں گھسیٹ کر لایا۔ ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی زیادہ تعجب خیز ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کی دعوت:

ابو جعفر کہتے ہیں لوگ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب عمار رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ نے ربیعہ اور ہمدان کو پکارا اور فرمایا۔ تم میری زرہ اور میرے نیزے ہو تقریباً بارہ ہزار کے قریب یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ علی رضی اللہ عنہ آگے آگے ایک خچر پر سوار تھے۔ علی رضی اللہ عنہ اور اس لشکر نے یکبارگی سخت حملہ کیا شامی افواج کی کوئی صف ایسی نہ تھی جو اس لشکر نے تتر بتر نہ کر دی ہو اور جس شخص تک بھی یہ لوگ پہنچتے اسے قتل کر دیتے یہاں تک کہ یہ جنگ کرتے کرتے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت علی رضی اللہ عنہ یہ

اَضْـــرِبُهُــمْ وَ لا ارٰی مُــعَـــاوِیَـــهْ الْجَـاحِظُ الْعَیْنِ الْعَظِیْمِ الْحَاوِیَهْ

ترجمہ ''میں لوگوں کو مار رہا ہوں اور مجھے بڑی بڑی آنکھوں والا اور ہر طرف دیکھنے والا معاویہ رضی اللہ عنہ نظر نہیں آتا''۔

پھر علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تو لوگوں کو بلاوجہ کیوں قتل کرا رہا ہے یہاں آ میں تجھ سے اللہ کے یہاں کے لیے فیصلہ کرلوں ہم میں سے جو شخص بھی اپنے مخالف کو قتل کرے گا وہی تمام امور کا مالک ہو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شخص انصاف کی بات کر رہا ہے مقابلہ پر جاتے کیوں نہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس نے کوئی انصاف کی بات نہیں کہی اس لیے کہ تو بھی یہ بات جانتا ہے کہ جو شخص بھی اس کے مقابلہ پر جائے گا وہ اسے قتل کر دے گا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اب تمہارے لیے مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا شاید تو میرے بعد ان چیزوں کا خواہاں ہے۔

شامیوں کی شان وشوکت:

ہشام نے ابومخنف عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کے واسطہ سے سلیمان الحضرمی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ میں نے ابوعمرہ سے کہا کیا آپ ان شامیوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کی ہیئت اور صورت وشکل کتنی عمدہ ہے اور ہمیں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس بری حالت میں رہتے ہیں۔ ابوعمرو نے جواب دیا۔ اپنے آپ کو دیکھو اور اپنی اصلاح کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ اپنی حالت سے وہ خود واقف ہیں۔

لیلۃ الہریر میں ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابومخنف نے ابوسلمہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہاشم ابن عتبۃ الزہری نے شام کے وقت لوگوں سے پکار کر کہا۔ کون شخص ہے جو اللہ اور آخرت کا طالب ہو وہ میرے پاس آئے۔ بہت سے اشخاص ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے ان ساتھیوں کو ساتھ میں لے کر شامیوں پر متعدد بار حملہ کیا لیکن جب بھی لوگ حملہ کرتے تو شامی نہایت پامردی سے اس کا جواب دیتے اور ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم ان کی ثابت قدمی دیکھ کر خوف میں مبتلا نہ ہو جانا۔ تم ان کی جو کچھ ثابت قدمی دیکھ رہے ہو یہ صرف عربی جمعیت و جوش کی بنیاد پر ہے اور ان کا صرف اتنا مقصد ہے کہ اپنے جھنڈوں اور مرکزوں پر ثابت قدم رہیں' یہ لوگ گمراہ ہیں اور تم حق پر ہو۔ اے قوم! صبر کرو اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو آپس میں جمع رہو اور ہمارے ساتھ دشمنوں کی جانب بڑھو۔ آگے بڑھو۔ ثابت قدم رہو ایک دوسرے کی مدد کرو اللہ کا ذکر کرو تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے کسی شے کا سوال نہ کرے اور نہ ادھر ادھر متوجہ ہو سختی سے حملہ آور ہو اور ان سے اس وقت تک جہاد کرو جب تک اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ فرما دے۔ اور وہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے''۔

پھر ہاشم رضی اللہ عنہ نے قراء کی ایک جماعت کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا حتیٰ کہ وہ خود اور ان کے ساتھی شام تک مصروف پیکار رہے یہاں تک کہ مخالفین نے ان کا وہ انجام دیکھ لیا جس سے انہیں از حد خوشی حاصل ہوئی۔

اَنَـا ابُـنَ اَرُبَـابِ الُـمَـلُـوُكِ غَسَّـانِ وَالـدَّائِـنِ الُيَـوُمَ بِـدِيُـنِ عُثُـمَـانِ

ترجمہ: ''میں ملوک غسان کا بیٹا ہوں اور آج عثمان رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں۔

اِنِّـیُ اَتَـانِـیُ خَبَـرٌ فَـاشُـجَـانِ اَنَّ عَـلِـيًّـا قَـتَـلَ ابُـنَ عَـفَّـانِ

ترجمہ: میرے پاس ایک دردناک خبر پہنچی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے''۔

یہ شعر پڑھ کر وہ سختی سے حملہ کرتا اور اس وقت تک پیچھے نہ ہٹتا جب تک کسی کے تلوار نہ مار لیتا پھر گالیاں دیتا اور مخالفین پر لعنت بھیجتا اور انہیں برا بھلا کہتا۔

ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اے اللہ! کے بندے تیری اس یاوہ گوئی کے بعد لڑائی اور لڑائی کے بعد حساب ہے۔ تو اللہ سے ڈر کیونکہ تجھے اللہ کے پاس جانا ہے۔ وہ تیری اس جنگ اور تو نے اس جنگ سے جو ارادہ کیا ہے تجھ سے اس کا سوال کرے گا۔

اس نوجوان نے کہا کہ میں تو تم سے اس لیے جنگ کرتا ہوں کہ تمہارا امیر جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے نماز نہیں پڑھتا۔ اور تم لوگ بھی نماز نہیں پڑھتے۔ میں تو تم سے اس لیے جنگ کرتا ہوں کہ تمہارے امیر نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور تم لوگ بھی خلیفہ کے قتل کے خواہاں تھے۔

ہاشم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تیرا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق؟ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ' صحابہ کی اولاد اور قراء نے قتل کیا ہے اور اس وقت قتل کیا ہے جب کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے نئی نئی بدعات ایجاد کر لیں اور کتاب اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ یہ قاتلین تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے زیادہ گہری نظر رکھتے ہیں اور تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے زیادہ اس امت کی بہتری کو جانتے اور تم سے زیادہ دین سے واقف تھے۔ ذرا ایک لحہ ٹھہر جا وہ رک گیا ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات کو وہ لوگ زیادہ جانتے ہیں جن کا اس بات سے تعلق ہے خدا کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا کیونکہ جھوٹ سے نقصان ہی پہنچتا ہے اور نفع کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لیے تو اس معاملہ کو ان لوگوں پر چھوڑ دے جو اس سے زیادہ واقف ہیں اس نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے بہتر نصیحت کی ہے۔

ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا یہ الزام کہ ہمارا امیر نماز نہیں پڑھتا تو علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اللہ کی مخلوق میں اس کے دین کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور جتنے بھی اشخاص بھی تو میرے ساتھ دیکھ رہا ہے یہ سب کتاب اللہ کے قاری ہیں۔ ساری رات تہجد پڑھتے ہیں اور ایک لحہ نہیں سوتے۔ تجھے یہ مغرور اور بدبخت دھوکہ دے کر دین سے بے راہ نہ کر دیں۔

اس نوجوان نے کہا اے اللہ کے بندے! میں تجھے ایک نیک آدمی سمجھتا ہوں تو مجھے یہ بتا کہ میری توبہ کا بھی کوئی ذریعہ ہے۔

ہاشم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں تو اللہ سے توبہ کر وہ تیری توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

اس کے بعد ہاشم رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں نے سخت جنگ کی اور ہاشم کا لقب مرقال تھا اس لیے کہ وہ جنگ میں گھس جاتے تھے۔ ان لوگوں نے سخت جنگ کی ان کے قریب جو دشمنوں کی صفیں تھیں انھیں الٹ پلٹ کر رکھ دیا انہیں اپنی کامیابی سامنے نظر آ رہی تھی لیکن اچانک مغرب کے قریب تنوخیوں کا ایک لشکر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر نے آتے ہی ان پر نہایت سخت حملہ کیا ہاشم نے بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اس وقت ہاشم رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اَعْـــوَرُ یَبْــغِـــیْ اَهْـلَـــهٗ مَــحِلًّا　　قَـــدْ عَـالَـــجَ الْـحَیَـــاةَ حَتّٰی مَلَّا

یُتَلِهُمْ بِذِی الْکُعُوْبِ تَلًّا

ترجمہ: ''یک چشم خود یہ چاہتا ہے۔ وہ زندگی کے مسائل حل کرتے کرتے تھک چکا ہے۔ میں انہیں گرہ دار نیزوں سے مارتا ہوں''۔

لوگوں کا خیال ہے کہ ہاشم رضی اللہ عنہ نے اس روز نو یا دس آدمی قتل کیے حارث بن المنذر التنوخی ان کی جانب بڑھا اور ان کے نیزہ کھینچ کر مارا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کہلا کر بھیجا کہ اپنا علم آگے بڑھاؤ۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے قاصد سے کہا میرا پیٹ دیکھ لے اس نے پیٹ پر جو نظر ڈالی تو وہ پھٹ چکا تھا۔

حجاج ابن غزیہ کے اشعار:

اس واقعہ کو حجاج بن غزیۃ الانصاری نے اپنے ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

فَـاِنْ تَـفْـخَـرُوْا بِـابْـنِ الْبُدَیْلِ وَ هَاشِمٍ　　فَـنَــحْـنُ قَتَلْـنَـا ذَالْکِلَاعِ وَ حَـوْشَبَـا

ترجمہ: ''اگر تمہیں اس پر فخر ہے کہ تم نے عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ اور ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے تو ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہم نے ذوالکلاع رضی اللہ عنہ اور حوشب کو قتل کیا۔

وَ نَـحْــنُ تَـرَکْـنَـا بَـعْـدَ مُـعْـتَـرَکِ اللِّـقَـا　　اَخَـاکُـمْ عُبَیْـدَاللّٰـهِ لَـحْـمًـا مُّـلَـحَّـبَـا

ترجمہ: اور ہم جنگ ختم ہونے کے بعد تمہارے بھائی عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک ایک بوٹی چھوڑ کر آئے تھے۔

وَ نَـحْــنُ اَحَـطْـنَـا بِـالْـبَـعِـیْـرِ وَ اَهْـلِـهٖ　　وَ نَـحْـنُ سَـقَـیْـنَـاکُـمْ سِـمَـامًـا مُّـقَـشَّـبَـا

ترجمہ: ہم نے اونٹ والے پر بھی حملہ کیا اور ہم نے اسے زہر کا جام پلا دیا جس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ہشام نے ابو مخنف' مالک بن اعین الجہنی کی سند سے زید بن وہب الجہنی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شام کی ایک جماعت پر سے گزر ہوا جس میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ وہیں پر اپنے ساتھیوں میں ٹھہر گئے اور فرمایا:

'' [illegible] اسلام کا وقار [illegible] ۔ اور خاص کر نیک لوگوں کے لیے وقار

نہیں گزرا) یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ ابن النابغہ ابوالاعور السلمی اور ابن ابی معیط جس نے اسلام لانے کے بعد شراب پی اور اس پر حد جاری کی گئی اور یہ وہ بہترین لوگ ہیں جو میرے نقائص بیان کرتے اور میری عیب جوئی کرتے ہیں۔ آج سے قبل کبھی انہوں نے مجھ سے جنگ نہ کی تھی اور میں انہیں اسلام کی دعوت دے رہا ہوں اور یہ مجھے بتوں کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں خدا کا شکر ہے کہ فاسقین مجھ سے ہمیشہ ہی عداوت رکھتے آئے ہیں۔ اللہ ان کا برا کرے کیا یہ لوگ دین سے دور نہیں چلے گئے۔ ایک جانب دین کا یہ ایک بڑا خطیب ہے جسے فاسق لوگ پسند نہیں کرتے اور ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اسلام پر قائم ہیں انہوں نے ایک بڑی جماعت کو دھوکے میں ڈال دیا ہے اور ان کے دلوں میں فتنوں کی محبت بھر دی ہے اور انھیں الزام تراشی اور الزامات کی جانب مائل کر دیا ہے۔ انھوں نے اللہ عزوجل کے نور کو بجھانے کے لیے ہمارے مقابلہ میں جنگ شروع کی اے اللہ! ان کی جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیجیے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیجیے اور انھیں ان کی خطاؤں کے عوض ہلاک کر دیجیے کیونکہ اے اللہ! جو تجھ سے محبت رکھتا ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جو تجھ سے عداوت رکھتا ہے وہ کبھی عزت نہیں پاتا''۔

غسانیوں کی جنگ:

ابومخنف نے نمیر بن دعلہ کے ذریعہ شعبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کچھ علم برداروں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور ذرا بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے مقابلے پر ابھارا ان لوگوں نے عرض کیا یہ لوگ غسانی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ ہرگز بھی اپنے مقام سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکتے جب تک ان کے ایسے بھرپور نیزے نہ مارے جائیں جو ان کی آنتیں بھی نکال لیں اور اس وقت تک یہ نہیں ٹل سکتے جب تک ان کے ایسی تلواریں نہ ماری جائیں جن سے ان کی گردنیں اڑ جائیں ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں اور ان کے جوڑ ٹوٹ جائیں اور ہاتھ کٹ کر گر پڑیں اور یہ اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک لوہے کی مٹھوں سے ان کی پیشانیاں نہ توڑی جائیں اور ان کی پلکیں اور آنکھیں ان کی ٹھوڑیوں اور سینوں پر نہ آ گریں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ثابت قدم رہنے والے کہاں ہیں۔ اجر کے طلب کرنے والے کہاں ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا اس کے بعد اپنے بیٹے محمد کو طلب کیا اور فرمایا اس علم بردار کے پاس ہلکے ہلکے اپنی چال سے جاؤ۔ اس طرح کہ ان کے سینوں میں نیزے تیر جائیں پھر اپنی جگہ قائم رہو حتیٰ کہ تیرے پاس اللہ کا حکم یعنی موت آ جائے۔

محمد بن علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے غسانیوں کے مقابلے کے لیے کچھ افراد بھیج دیئے جب یہ لوگ غسانیوں کے قریب پہنچے تو جس کام کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے وہی کیا یعنی ان کے سینوں میں سے نیزے اتار دیئے اور ان پر نہایت سخت حملہ کیا۔ محمد نے اپنے سامنے کے لوگوں کو پیچھے ہٹا دیا اور انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ان کے کئی آدمی مقتول ہوئے۔ مغرب کے بعد بھی ان لوگوں میں سخت جنگ ہوئی اور اکثر لوگوں نے مغرب کی نماز اشاروں سے پڑھی۔

عبداللہ بن کعب المرادی کی وصیت:

ابومخنف نے ابوبکر الکندی سے نقل کیا ہے کہ صفین...

قیس المرادی کا گزر ہوا۔ اس نے پکار کر کہا اے اسود اس میں ابھی کچھ جان باقی ہے۔ اس نے جواب دیا: ہاں میں موجود ہوں اور اسود نے اسے پہچان لیا۔ عبداللہ نے کہا تیرا قتل ہونا خدا کی قسم مجھ پر بہت شاق گزرا۔ خدا کی قسم! اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو تیری ضرور مدد کرتا اور تجھے دشمنوں سے بچاتا اور اگر مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے تجھے قتل کیا ہے تو میں اس کے مقابلہ سے اس وقت تک پیچھے نہ ہٹتا جب تک اسے قتل نہ کر لیتا یا خود بھی تجھ سے آ کر مل جاتا۔ پھر عبداللہ گھوڑے پر سے اتر کر اس کے پاس گیا اور کہا خدا کی قسم! اگر میں تیرے قریب ہوتا تو تو ان آفتوں سے محفوظ رہتا اور تو بہت اللہ کا ذکر کرنے والا تھا۔ اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے مجھے کچھ وصیت کر اس نے جواب دیا:

> ''میں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خیال رکھنا اور ہر مقام پر ان حمایت میں جنگ کرنا حتیٰ کہ یا تو امیر المومنینؓ غالب آ جائیں یا تو اللہ کے پاس چلا جائے اور میری جانب سے امیر المومنین کو سلام پہنچا دینا اور ان سے کہہ دینا کہ اس وقت تک برابر لڑتے رہیں تاوقتیکہ لڑائی ختم کر کے اپنے پس پشت نہ ڈال دیں کیونکہ جو شخص لڑائی کرتے کرتے اسے اپنے پس پشت ڈال دیتا ہے وہی غالب رہتا ہے''۔

اس کے بعد اسود مر گیا۔ عبداللہ اسود کو اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اس پر رحمت نازل کرے وہ بھی زندگی بھر ہماری خاطر ہمارے دشمنوں سے جنگ کرتا رہا اور مرتے وقت ہمارے لیے نصیحت بھی کی۔

ابو مخنف نے بنو مطلب کے غلام محمد بن اسحاق کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن حنبل الحجی وہ شخص ہے جس نے صفین کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ ابن حنبل نے اس روز یہ شعر کہا تھا۔

اِنْ تَقْتُلُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ حَنْبَلٍ   اَنَا الَّذِیْ قَدْ قُلْتُ فِیْکُمْ نَعْثَلُ

تَرجَمہ: ''اگر تم مجھے قتل کر دو تو میں ابن حنبل ہوں جو تمہارے بارے میں کہتا ہوں ست''۔

لیلۃ الہریر:

آمدم برسر مطلب ابو مخنف کہتا ہے اس رات تمام رات جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور اس رات کا نام لیلۃ الہریر ہے حتیٰ کہ نیزے ٹوٹ گئے اور تیر ختم ہو گئے لوگوں نے تلواریں نکال لیں حضرت علی رضی اللہ عنہ میسرہ سے میمنہ تک جاتے اور قراء کے ہر دستہ کو حکم دیتے کہ وہ اپنے اپنے مقابل کی جانب آگے بڑھیں وہ تمام رات لوگوں کو اسی طرح حکم دیتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور لڑائی ان کے پس پشت ہو رہی تھی میمنہ پر اشتر تھا اور میسرہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امیر تھے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ قلب میں تھے لوگ ہر جانب جنگ میں مشغول تھے اور یہ جمعہ کا روز تھا۔

اشتر کی شجاعت:

اشتر میمنہ کو لے کر حملہ کرتا رہا اور ان کے ساتھ برابر مصروف جنگ رہا۔ وہ جمعرات کی شام سے جمعہ کے روز سورج چڑھنے

تک برابر مصروف جنگ رہا۔ یہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہتا اس نیزے کے برابر ذرا آگے بڑھو۔ جب یہ لوگ ایک نیزے کے برابر شامیوں کی جانب بڑھ جاتے اور وہ خود بھی بڑھ جاتا تو پھر کہتا کہ اس کمان کے برابر آگے بڑھ آؤ جب اس کے ساتھی اور آگے بڑھ جاتے تو پھر وہ یہی سوال کرتا۔ حتیٰ کہ اکثر لوگ کافی آگے بڑھ گئے جب اشتر نے یہ دیکھا کہ اس کے ساتھی آگے بڑھ چکے ہیں تو اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا میں تمہیں اس سے کہ تم تمام دن بکری کا دودھ پیتے رہو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنا علم حیان بن ہوذۃ النخعی کو تھمایا اور تمام دستوں میں ایک چکر لگایا اور کہتا جاتا تھا۔ کون ہے جو اللہ عزوجل کو اپنی جان فروخت کرے اور اشتر کے ساتھ ہو کر جنگ کرے حتیٰ کہ یا تو غالب آ جائے یا اللہ سے مل جائے۔ لوگ اس کے پاس جمع ہوتے جاتے تھے انہی میں حیان بن ہوذہ بھی تھا۔

شامی علم بردار کا قتل:

ابو مخنف نے ابو خباب الکلبی کے ذریعہ عمارۃ بن رویبہ کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے پاس سے اشتر گزرا میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ آگے بڑھا اور اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ پہلے میمنہ میں ٹھہرا ہوا تھا پھر اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان سے کہا تم پر میرے چچا اور میرے ماموں قربان ہوں۔ سختی سے حملہ کرو اور اس جنگ سے اپنے رب کو راضی کرو اور دین کو غالب کرو جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ کرو اشتر نے اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر گھوڑے کے منہ پر ہاتھ مارا اور علم بردار سے کہا آگے بڑھ۔ پھر شامیوں پر نہایت شدید حملہ کیا اور انہیں اتنا مارا کہ وہ پسپا ہو کر اپنے لشکر گاہ تک پہنچ گئے۔ لیکن لشکر گاہ پہنچ کر انہوں نے اشتر سے سخت مقابلہ کیا اسی جنگ کے دوران شامی علم بردار قتل ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو کامیاب ہوتے دیکھا تو وہ بھی لوگوں کو ساتھ لے کر ادھر متوجہ ہوئے۔

وردان کا اشتر کے مقابلے سے گریز:

مجھ سے عبداللہ بن احمد نے اپنے والد' سلیمان عبداللہ اور جویریہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے صفین کے روز وردان سے کہا تو جانتا ہے کہ میری اور تیری اور اشتر کی کیا مثال ہے۔ ان کی مثال اشقر کی طرح ہے کہ اگر تو آگے بڑھے گا تو تیری سونچھیں کاٹ ڈالی جائیں گی اور اگر تو پیچھے ہٹے گا تو ذبح کر دیا جائے گا اب اگر پیچھے ہٹا تو میں تیری گردن مار دوں گا جا اسے میرے پاس قید کر کے لا یہ سن کر وردان عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پیروں میں گر پڑا اور بولا اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ خدا کی قسم! آپ تو مجھے موت کے حوض میں پہنچانا چاہتے ہیں۔ اچھا آپ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھے رہیے پھر وردان آگے بڑھا اور گھڑی گھڑی پیچھے مڑ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ نے مجھے موت کے حوض پر پہنچانا چاہتے ہیں۔

شامیوں کا قرآن اٹھانا:

آمدم برسر مطلب۔ الغرض ابو مخنف کہتا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ عراقی غالب آتے جا رہے ہیں اور انہیں ہلاکت کا خوف پیدا ہوا تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں جس سے ہم میں تو اتحاد بڑھ جائے گا اور دشمنوں میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں بیان کرو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تدبیر

یہ ہے کہ ہم قرآن اٹھالیں اور یہ کہیں قرآن جو فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمیں اور تمہیں منظور ہونا چاہیے اگر مخالفین میں سے چند لوگوں نے بھی اسے قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو جائے گا جو اس فیصلہ کو قبول کرے گا۔ اس طرح ان میں تفرقہ پیدا ہو جائے گا اور اگر سب نے یہ کہا کہ ہمیں یہ فیصلہ متفقہ طور پر منظور ہے تو ایک مدت تک یہ جنگ ہمارے سروں پر سے دور ہو جائے گی۔

اس بات پر شامیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھالیے اور بولے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب فیصلہ کن ہے۔ شامیوں کا فیصلہ سب اہل شام پر واقع ہوگا اور عراقیوں کا فیصلہ تمام اہل عراق پر نافذ ہوگا۔ عراقیوں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن اٹھالیے گئے ہیں تو بولے کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرتے اور اس کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

باب ۱۴

واقعہ تحکیم قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حامیانِ علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قتل کی دھمکی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ابومخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب کے ذریعہ جندب الازدی سے نقل کیا ہے۔ کہ جس وقت یہ صورتِ حال رونما ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا:

''اے اللہ کے بندو! تم اپنے حق وصداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو کیونکہ معاویہ' عمرو بن العاص' عقبۃ بن ابی معیط' حبیب بن مسلمہ' عبداللہ بن ابی سرح اور ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہم دیندار لوگ اور قرآن پر (پورے طور پر) چلنے والے نہیں۔ میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔ میں تو بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور بڑے ہو کر بھی ان کے ساتھ رہا یہ بچپن میں نہایت شریر بچے تھے اور بڑے ہو کر بھی نہایت شریر آدمی نکلے۔ تم پر افسوس انھوں نے وہ شے نیزوں پر اٹھائی ہے جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہ تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہ تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے صرف تمہیں دھوکہ دینے اور فریب میں مبتلا کرنے کے لیے قرآن اٹھایا ہے''۔

حامیانِ علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار:

طرفدارانِ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور ہم اسے قبول کرنے سے انکار کردیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے ان سے اسی لیے جنگ کی تھی تاکہ وہ اس کتاب کے احکام پر عمل پیرا ہوں انھوں نے اللہ عزوجل کے ان احکامات کی نافرمانی کی جو انہیں دیئے گئے تھے اور انہوں نے اللہ عزوجل سے جو عہد کیا تھا اسے بھلا دیا اور اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا''۔

اس پر مسعر بن فدکی التمیمی اور زید بن حصین الطائی السنسی جو بعد میں قاریوں کی ایک جماعت کے ساتھ خارجی بن گئے تھے بولے:

''اے علی رضی اللہ عنہ! جب تجھے کتاب اللہ کی دعوت دی جارہی ہے تو تم اسے قبول کرو ورنہ ہم تجھے اور تیرے مخصوص ساتھیوں کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیں گے یا جو سلوک ہم نے عفان کے بیٹے کے ساتھ کیا تھا وہی تیرے ساتھ کریں

گے۔ (ابن الاثیر میں ہے کہ جس طرح ہم نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اسی طرح تجھے بھی قتل کر دیں گے) ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب پر عمل پیرا ہوں اور ہمیں شامیوں کی یہ دعوت قبول ہے۔ خدا کی قسم یا تو تجھے اس پر ضرور بالضرور عمل کرنا ہوگا۔ یا ہم تیرا بھی ضرور وہی حشر کریں گے''۔ (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ جیسا حشر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میری اس غیر رضامندی کو دماغ میں محفوظ کرلو اور میری یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم میری اطاعت کرتے ہو تو تمہیں جنگ کرنی چاہیے۔ اور اگر تم میری نافرمانی کرتے ہو تو تم جو بہتر سمجھو کرو۔

ان لوگوں نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ آپ آدمی بھیج کر اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلا لیجیے (یعنی آپ کو ہر صورت میں ہماری رائے اور حکم پر چلنا ہوگا اور ہم آپ کے حکم پر چلنے کے لیے تیار نہیں)۔

شیعوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت :

ابو مخنف نے فضیل بن خدیج الکندی کے ذریعہ قبیلہ نخع کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ اس نے دیکھا کہ ابراہیم ابن الاشتر مصعب بن زبیر کے پاس گئے مصعب نے کہا جس وقت لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحکیم پر مجبور کیا میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو میدان سے واپس بلائیے۔ مصعب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن ہانی السبیعی کو اشتر کے پاس روانہ کیا اور کہلوایا فوراً میرے پاس آؤ۔ قاصد نے یہ پیغام اشتر کو پہنچا دیا۔ اشتر نے جواب دیا کہ میری جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنا یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ جس میں آپ مجھے میری جگہ سے ہٹائیں۔ آپ قطعاً جلدی نہ کیجیے کیونکہ مجھے امید ہے کہ میں فتح حاصل کرلوں گا۔ یزید بن ہانی واپس آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے جواب سے مطلع کیا۔

اس پر ایک شور و شر بلند ہوا اور اشتر کے بارے میں لوگ چیخنے لگے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا خدا کی قسم! ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہی اسے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے لیے یہ رائے قائم کر لینا مناسب نہیں ہے۔ کیا تم نے مجھے اس سے سرگوشیاں کرتے دیکھا ہے۔ کیا میں اشتر سے تمہارے سامنے اعلانیہ گفتگو نہیں کرتا کیا جب میں اس سے باتیں کرتا ہوں تم نہیں سنتے۔ ان لوگوں نے جواب دیا یا تو آپ آدمی بھیج کر اسے فوراً بلوائیے ورنہ خدا کی قسم! ہم تجھے معزول کر دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن ہانی سے کہا اے یزید اشتر سے جا کر کہو کہ فوراً میرے پاس آ جائے۔ یہاں فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ یزید نے اشتر کو یہ پیغام پہنچایا۔ اشتر نے سوال کیا کیا قرآن اٹھانے کی وجہ سے فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ یزید نے جواب دیا ہاں۔ اشتر نے کہا میں تو پہلے ہی جب قرآن اٹھائے گئے تھے سمجھ گیا تھا کہ عنقریب نیا اختلاف اور نئی فرقہ بندی پیدا ہوگی کیونکہ یہ عاہرہ کے بیٹے کا مشورہ ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے ہمارے لیے کیا غیب سے مدد فرمائی ہے کیا مناسب ہے کہ ایسے وقت میں دشمنوں کو چھوڑ کر میدان سے واپس لوٹ جاؤں۔ یزید نے جواب دیا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ یہاں میدان جنگ میں تو کامیابی حاصل کرلے اور وہاں امیر المومنین ؓ ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں کہ یا تو ان کی فوری مدد کی جائے یا نہیں بھی دشمنوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اشتر نے جواب دیا خدا کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ یہ کیسے ممکن ہے۔ یزید نے کہا: شیعانِ علی رضی اللہ عنہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یا تو آپ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو فوراً واپس بلا لیجیے ورنہ ہم تجھے بھی اسی طرح قتل کر دیں گے۔ جیسے ہم نے ابن عفان کو قتل کیا ہے۔ اشتر یہ سن کر فوراً واپس ہوا اور ان لوگوں کے پاس پہنچا۔

اشتر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے عراقیو! اے ذلیلو اور بزدلو! کیا تم نے قوم کی پشت کو نیچا کر دکھایا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم شامیوں کے مقابلہ میں زبردست ہو۔ ان لوگوں نے جو قرآن اٹھائے ہیں اور قرآن کے فیصلہ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہے ہیں تو خدا کی قسم! انہوں نے خود اللہ کے ان احکام کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں نازل فرمائے ہیں۔ یہ اس سنت کے تارک ہیں جو نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی تم ان کی اس دعوت کو ہرگز قبول نہ کرو اور کم از کم مجھے اتنی دیر کی مہلت دے دو جتنی دیر میں گھوڑا رک جاتا ہے (ابن اثیر میں ہے جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے) کیونکہ مجھے فتح سامنے نظر آ رہی ہے''۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس صورت میں تو ہم بھی تیرے ساتھ گناہ میں شریک بن جائیں گے اشتر نے کہا: اچھا یہ تو بتاؤ جب تمہارے بڑے قتل ہو گئے اور ذلیل لوگ باقی رہ گئے کیا تم اس وقت بھی حق پر تھے جب تم جنگ کر رہے تھے اور تمہارے نیک لوگ قتل ہو رہے تھے اب جب تم نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو یا تو تم اس وقت باطل پر ہوئے یا حق پر ہوئے اگر تم اس وقت حق پر ہو تو تمہارے وہ مقتولین جن کی فضیلت کے تم منکر نہیں۔ تو اس صورت میں وہ دوزخ میں بھی تم سے بہتر ہوں گے۔

ان لوگوں نے جواب دیا اشتر اس قسم کی باتیں چھوڑو ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم نے ان شامیوں سے اللہ عزوجل کی خاطر جنگ کی اور آج جو ان کے قتال سے ہاتھ روک رہے ہیں یہ بھی اللہ عزوجل کی خاطر روک رہے ہیں۔ ہم نہ تیرے مطیع ہیں اور نہ تیرے امیر کے مطیع ہیں تو ہم سے علیحدہ ہو جا۔

اشتر نے کہا:

''تم لوگوں کو دھوکہ دیا گیا اور خدا کی قسم تم دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ تمہیں جنگ بندی کی دعوت دی گئی تم نے فریب میں آ کر اسے قبول کر لیا اے سیاہ پیشانیوں والو! (سجدوں کے نشانات سے چونکہ ان کی پیشانیاں سیاہ تھیں اس لیے اشتر نے یہ جملہ کیا) ہم تو تمہاری نمازیں دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ تمہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں اور تم جو یہ عبادات کر رہے ہو اللہ عزوجل کی ملاقات کے شوق میں کر رہے ہو لیکن اب تمہارے فرار سے یہ ظاہر ہوا کہ تم دنیا کی طلب میں موت سے بھاگنا چاہتے ہو افسوس صد افسوس اے بڑی بڑی جھولیں پہننے والو تم آج کے بعد ہمیشہ دو راہیوں پر چلتے رہو گے یعنی ایک رائے پر کبھی متفق نہ ہو گے تم بھی ہمارے سامنے سے اسی طرح دور ہو جاؤ جس طرح ظالم قوم دور ہو گئی ہے''۔

اشعث بن قیس کی پیامبری:

اشعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ میرا خیال ہے کہ سب لوگ اس پر راضی اور خوش ہیں کہ قرآن کے حکم پر چلنے کی جو انہیں دعوت دی گئی ہے وہ اسے قبول کر لیں اگر آپ چاہیں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں تا کہ آپ ان کے سوالات پر غور کر سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہی چاہتے ہو تو ان سے پوچھو۔ اشعث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور سوال کیا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم نے یہ قرآن کس لیے اٹھوائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس لیے تا کہ ہم اور تم ان احکامات پر عمل کریں جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں تم اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلہ کے لیے متعین کر دو جس پر ہم راضی ہوں اور

ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں اور ہماری جانب سے ان دونوں پر یہ لازم ہوگا کہ جو کچھ اللہ عزوجل کی کتاب میں پائیں اس پر عمل پیرا ہوں اور اس سے سرمو تجاوز نہ کریں' اور جس امر پر یہ دونوں متفق ہو جائیں ہم اس کی پیروی کریں۔ اشعث بن قیس نے جواب دیا یہ حق کی بات ہے اس کے بعد اشعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آیا اور جو کچھ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اس سے انہیں مطلع کیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جواب دیا ہم نے یہ بات قبول کی اور ہم اس پر راضی ہیں۔

شامیوں نے اپنی جانب سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معین کیا۔ اشعث نے کہا اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جو بعد میں خارجی بن گیا تھا۔ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانے پر راضی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے بسی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے پہلی بات میں تو میری نافرمانی کی ہے لیکن اب تو میری نافرمانی نہ کرو۔ میں تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانا نہیں چاہتا۔ اس پر اشعث' زید بن حصین الطائی اور مسعر بن فدکی بولے ہم ان کے علاوہ کسی کا فیصلہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ جس آفت میں ہم مبتلا ہو گئے ہیں اس سے وہ ہمیں پہلے ڈراتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے ان پر کوئی اعتماد نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور میری جانب سے لوگوں کو بہکایا اور میرے پاس سے بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے کئی ماہ بعد انہیں امان دی۔ لیکن یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما موجود ہیں ہم انہیں حاکم بناتے ہیں۔ حامیان علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہم اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حاکم بننا ایسا ہی ہے جیسے آپ خود حاکم بن جائیں (کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں) ہم تو ایسے شخص کو حاکم بنانا چاہتے ہیں جس کی نظر میں آپ اور معاویہ رضی اللہ عنہ مساوی ہوں تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ایک کی بہ نسبت دوسرے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اشتر کو متعین کرتا ہوں۔

اشتر کی مخالفت:

ابومخنف نے ابوخباب الکلبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر اشعث نے جواب دیا کیا روئے زمین پر اشتر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے؟

ابومخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب کے ذریعہ جندب کا یہ بیان روایت کیا ہے۔ کہ اشعث نے جواب دیا ہم لوگ تو اب صرف اشتر کے حکم میں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اشتر کا کیا حکم ہے۔ اشعث نے جواب دیا اس کا حکم یہ ہے کہ ہم لوگ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہیں حتیٰ کہ اے علی رضی اللہ عنہ! تیرا اور اشتر کا ارادہ پورا ہو جائے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بحیثیت حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی پر راضی نہیں انہوں نے جواب دیا ہاں! ہم صرف انہی کو حکم بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا جو تمہارا جی چاہے کرو۔

ان لوگوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جنگ سے علیحدہ رہے تھے اور عرض میں مقیم تھے ان کے پاس ان کے غلام نے آکر یہ خبر پہنچائی کہ لوگوں نے صلح کر لی ہے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا: الحمد للہ رب العالمین غلام نے کہا ان لوگوں نے آپ کو حکم بنایا ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اِنّا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھی اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لشکرگاہ

تشریف لائے۔

اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ مجھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگا دیجیے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر میں اسے کوئی دھوکہ دہی کرتے دیکھوں گا تو اسے قتل کر ڈالوں گا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں احنف کی رائے:

احنف نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''اے امیر المومنینؓ! آپ کے زمین سے پتھر اٹھا کر مار دیا گیا ہے اور اس شخص کے ذریعہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اسلام کی ناک کاٹ دی گئی ہے۔ میں اس شخص کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں نے بھی اس کا آدھا حصہ بتایا ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی یہ حیثیت ہے کہ جیسے کند چھری اور یہ شخص گڑھے میں گرنے کے قریب ہے اور اس قوم میں کوئی شخص بھی اس کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس کے قریب جائے گا وہ ظاہر میں ایسا بن جائے گا جیسے ان لوگوں کی مٹھی میں بند ہے اور جب وہ ان سے دور ہو گا تو ایسا دور ہو گا جیسے لوگوں کو دور پر کوئی تارہ نظر آتا ہو اگر آپ مجھے حکم بنانا نہیں چاہتے تو مجھے حکم کا پشت پناہ بنا کر دوسرا یا تیسرا ساتھ والا کر دیجیے کیونکہ یہ شخص جو بھی گرہ لگانا چاہتا ہے میں اسے کھول دوں گا اور جب بھی وہ گرہ لگائے گا میں اس پر دوسری گرہ ایسی لگا دوں گا جس کے باعث میں فیصلہ کر سکوں''۔

اس پر تمام لوگوں نے سوائے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے کسی کو حاکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور معاہدہ لکھنے پر زور دیا احنف نے کہا اگر تمہیں میری بات قبول نہیں تو تم ان لوگوں کو اپنی پشت دکھا دو۔ (یعنی شکست قبول کر لو)

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے خطاب پر بحث:

حاصل کلام یہ کہ معاہدہ لکھا جانا شروع ہوا اس معاہدہ کے ابتدائی جملے یہ تھے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ فیصلہ ہے جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے:

ابھی صرف اتنے الفاظ تحریر ہوئے تھے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اور کہا اس کا اور اس کے باپ کا نام لکھو۔ کیونکہ یہ تمہارا امیر ہے ہمارا امیر نہیں۔

احنف بن قیس نے کہا اے امیر المومنین آپ اس لفظ کو ہرگز نہ مٹائیے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر آپ نے لفظ امیر المومنین مٹا دیا تو زندگی بھر یہ خطاب آپ کو واپس نہ ملے گا (یعنی پھر آپ کو کوئی امیر المومنین اور خلیفہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو گا) آپ اس لفظ کو ہرگز نہ مٹائیے خواہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کیوں نہ کر دیں۔ احنف کی اس رائے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ اس بحث میں کافی دن گزر گیا۔ اس پر اشعث بن قیس نے کاتب سے کہا اس لفظ کو مٹا دو۔ الغرض یہ لفظ مٹا دیا گیا۔

واقعہ تحکیم کی صلح حدیبیہ سے مشابہت:

جس وقت یہ لفظ مٹا دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور فرمایا عین سنت ادا ہوئی ہے اور بالکل اس سنت سے

عین مشابہ ہے۔ خدا کی قسم! میں حدیبیہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو معاہدہ صلح تحریر کر رہا تھا تو کفار نے اعتراض کیا۔ آپ رسول اللہ نہیں ہیں اور نہ ہم آپ کو رسول تسلیم کرتے ہیں آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے غرض آپ کا اور آپ کے باپ کا نام لکھا گیا۔

اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اس مثال کا اس واقعہ سے کیا واسطہ کیا ہمیں مومن ہونے کے باوجود کفار سے تشبیہ دی جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے نابغہ کے بیٹے تو کب فاسقین کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن نہیں رہا اور کیا جب تیری ماں نے تجھے جنا تھا کیا وہ اس سے مشابہت نہ رکھتی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ آج کے دن کے بعد میرے اور تیرے درمیان کبھی کوئی اجتماع نہ ہوگا اور نہ ہم دونوں ایک مجلس میں جمع ہوں گے اور میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مجلس کو تجھ سے اور تجھ جیسے اشخاص سے پاک رکھے گا اور معاہدہ لکھا گیا۔

خلافت کا خاتمہ:

مجھ سے علی رضی اللہ عنہ بن مسلم الطوسی نے حبان، مبارک، حسن اور احنف کے واسطہ سے یہ بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ اگر آپ صلح کرنا چاہتے ہیں تو یہ نام مٹا دیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مخصوص خیمہ تھا جس میں بنی ہاشم ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور مجھے بھی ان کے ساتھ آنے جانے کی اجازت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا ہے کہ میں امیر المومنین کا لفظ مٹا دوں تمہاری کیا رائے ہے۔ کسی نے عرض کیا آپ کو امیر المومنین ہونا مبارک ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے خوش کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مکہ سے معاہدہ کیا تھا تو تحریر فرمایا تھا محمد رسول اللہ۔ کفار نے یہ الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا حتی کہ یہ الفاظ لکھے گئے۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو محمدؐ بن عبداللہ نے کیا ہے۔ میں نے اس پر عرض کیا۔ آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقابلہ۔ دراصل ہم آپ ہی سے بیعت کو پسند کرتے تھے اور اگر ہم یہ سمجھتے کہ آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہے تو ہم اس کی بیعت کرتے۔ پھر ہم نے آپ کی خاطر جنگ کی اور میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ نے اس نام کو مٹا دیا جس نام پر آپ نے بیعت لی تھی اور لوگوں سے جنگ کی تھی تو یہ نام کبھی آپ کو واپس نہ ملے گا۔

راوی کہتا ہے اور خدا کی قسم ویسا ہی ہوا جیسا احنف نے کہا تھا اور احنف ان لوگوں میں سے تھا کہ جب اس کی رائے کا کسی رائے سے مقابلہ کیا جاتا تو اسی کی رائے ترجیح پاتی۔

فریقین کی تحکیم پر رضامندی:

اب ہم ابو مخنف کی روایت کی جانب رجوع کرتے ہیں وہ ناقل ہے کہ معاہدہ ان الفاظ میں تحریر کیا گیا:

''یہ وہ معاہدہ ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے باہم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اہل عراق اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ ان کی جماعت میں سے یا عام مومنین میں سے ان کے ساتھ ہیں۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ معاہدہ اہل شام اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔ ہم اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا اور اللہ عزوجل کی کتاب میں از

اوّل تا آخر جو کچھ بھی موجود ہے اس پر عمل کریں گے جس شئے کے احیاء کا یہ کتاب حکم دیتی ہے اسے رائج کریں گے اور جس شئے کے ختم کرنے کا حکم دیتی ہے اسے ختم کریں گے۔ دونوں حکم یعنی ابوموسیٰ الاشعری عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص القرشی رضی اللہ عنہما کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے اس پر عمل پیرا ہوں گے اور اگر اس معاملہ میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل وانصاف پر مبنی ہوگی اور جس پر سب کا اتفاق ہوگا اور کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا۔

ہر دو حکم علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے لشکروں سے عہد و پیمان لیں گے اور اسی طرح دیگر معتبر لوگوں سے بھی کہ ان دونوں کی جان و مال محفوظ رہیں گے اور جو کچھ یہ دونوں فیصلہ کریں گے اس پر تمام امت ان کی معاون و مددگار رہوگی اور دونوں فریقین کے مسلمانوں پر اللہ کے نام پر یہ عہد لازم ہوگا کہ جو کچھ اس معاہدہ میں تحریر ہے وہ ہمیں قبول ہے اور میں نے ان دونوں حکموں کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے یہ سب لوگ ہتھیار اتار کر رکھ دیں گے اور سب لوگ مامون ہوں گے۔ جہاں چاہیں وہ جائیں ان کی جان و مال اور اہل وعیال محفوظ رہیں گے موجود و غائب سب لوگ مامون ہوں گے اور عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پر اللہ کا یہ عہد و میثاق ہوگا کہ وہ اس امت کا فیصلہ کر دیں اور انہیں دوبارہ جنگ اور اختلاف میں مبتلا نہ کریں۔ یہ دوسری شئے ہے کہ کوئی ان کا فیصلہ قبول نہ کرے اور اس فیصلہ کی مدت رمضان تک ہوگی اور اگر یہ دونوں حکم اس مدت کو بڑھانا چاہیں تو باہمی رضامندی سے بڑھا سکتے ہیں اگر دونوں حکموں میں سے کسی حکم کا انتقال ہو جائے تو شیعوں کا امیر اس کی جگہ دوسرا حکم مقرر کرے گا اور وہ شخص اہل عدل و انصاف میں سے منتخب کیا جائے گا اور ان دونوں کے فیصلہ کا مقام جس میں فیصلہ کریں گے وہ جگہ ہوگی جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان واقع ہے یہ دونوں حکم فیصلہ پر جن لوگوں کی گواہی لینا چاہیں وہ لے سکتے ہیں اور ان کی شہادت وہ اس فیصلہ پر تحریر کریں گے اور یہ گواہ اس فیصلے کی ان لوگوں کے مقابلے میں حمایت کریں گے جو اسے مٹانا چاہے یا اس کی مخالفت کرے۔ اے اللہ! ہم آپ سے اس شخص کے مقابلے میں امداد طلب کرتے ہیں جو اس فیصلہ کو چھوڑ دے''۔

گواہوں کے دستخط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے اس معاہدہ پر یہ لوگ گواہ ہوئے' اشعث بن قیس الکندی' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن قیس الہمدانی' ورقاء بن سمی البجلی' عبداللہ بن محل العجلی' حجر بن عدی الکندی' عبداللہ بن الطفیل العامری' عقبۃ بن زیاد الحضرمی' یزید بن جحیۃ التیمی اور مالک بن کعب الہمدانی' معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ان لوگوں نے معاہدہ پر بطور گواہ دستخط کیے۔ ابو الاعور السلمی رضی اللہ عنہ' عمرو بن سفیان' حبیب بن مسلمۃ الفہری رضی اللہ عنہ' مخارق ابن حارث الزبیدی' زمل بن عمرو العذری حمزۃ بن مالک الہمدانی' عبدالرحمٰن بن خالد المخزومی رضی اللہ عنہ۔ سبیع بن یزید الانصاری' علقمۃ ابن یزید الانصاری' عتبۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور یزید بن الحر العبسی۔

اشتر کی معاہدہ سے مخالفت:

ابومخنف نے ابوجناب الکلبی کے ذریعہ عمارۃ بن ربیعۃ الجرمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب یہ معاہدہ تحریر کیا گیا تو اس کی گواہی

کے لیے اشتر کو بھی طلب کیا گیا۔ اس نے کہا خدا کرے یہ دایاں ہاتھ میرے پاس نہ رہے اور نہ میں اس بائیں ہاتھ سے کوئی نفع حاصل کر سکوں۔ اگر میں اس معاہدہ پر دستخط کروں جو صلح کے نام سے تحریر کیا گیا ہے کیا میں اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت پر نہیں ہوں اور میں اپنے دشمن کی گمراہی پر یقین رکھتا ہوں۔

اس پر اشعث بن قیس نے جواب دیا خدا کی قسم! تو نے نہ کوئی کامیابی دیکھی اور نہ کوئی ظلم دیکھا تو ہمارے ساتھ آ ہمیں تجھ سے کوئی دشمنی نہیں' اشتر نے جواب دیا کیوں نہیں۔ خدا کی قسم! میں تجھ سے دنیا میں دنیا کی خاطر اور آخرت میں آخرت کی خاطر نفرت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل نے میری اس تلوار کے ذریعہ بہت سے افراد کا خون بہایا ہے اور تو میرے نزدیک ان سے بہتر نہیں اور نہ میں تیرا خون حرام سمجھتا ہوں۔ عمارہ کہتا ہے میں نے اس شخص کو نظر اٹھا کر دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ناک پر کوئلے رکھ دیے گئے ہیں یعنی وہ سیاہ تھی۔ اس شخص سے مراد اشعث ہے۔

بنی تمیم کا معاہدہ سے اختلاف:

ابو مخنف نے ابو جناب سے نقل کیا ہے۔ اشعث یہ تحریر لے کر لوگوں کو سنانے کے لیے نکلا۔ وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتا وہ اسے پڑھتے حتیٰ کہ اشعث یہ تحریر لے کر بنو تمیم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس میں عروۃ بن ادیہ بھی موجود تھا۔ اور یہ عروہ ابو بلال کا بھائی ہے۔ اشعث نے یہ تحریر انہیں پڑھ کر سنائی تو عروۃ بن ادیہ بولا تو اللہ عزوجل کے احکام میں انسانوں کو حکم بناتے ہو اور اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔ پھر وہ تلوار لے کر اشعث کی طرف لپکا اور اشعث کی سواری کی پچھاڑی پر اس نے ہلکے سے وار کیا جس سے سواری بھڑک اٹھی۔ اشعث کے ساتھیوں نے اسے پکارا اور کہا کہ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دے دو۔ وہ واپس لوٹا۔ اشعث کی قوم اور یمن کے بہت سے لوگ اس پر غضب ناک ہوئے۔ جس پر احنف بن قیس' السعدی معقل بن قیس الریاحی اور مسعر بن فدکی اور بہت سے بنو تمیم نے اس سے اس غلطی کی معذرت طلب کی اشعث نے ان کی معذرت قبول کی اور اس بات سے درگزر کیا۔

قبیلہ اود سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری:

ابو مخنف نے ابو زید عبداللہ الاودی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قبیلہ اود کے ایک شخص نے جس کا نام عمرو بن اوس تھا میدان صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگ کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے ساتھیوں کو قید کر لیا جس میں یہ شخص بھی شامل تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ ان سب قیدیوں کو قتل کر دو اس پر عمرو بن اوس نے کہا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے قتل نہ کرو کیونکہ تم میرے ماموں ہو۔ بنو اود نے اس کی سفارش کی اور کہا اے امیر ہمارے بھائی کو ہمیں دے دیجیے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اسے چھوڑ دو میری عمر کی قسم! اگر یہ سچا ہے تو میں اسے تمہاری سفارش سے مستغنی کر دوں گا اور اگر یہ جھوٹا ہے تو تمہاری سفارش اس کے کام آ جائے گی۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا میں تیرا ماموں کیسے ہوا خدا کی قسم! ہمارے اور بنو اود کے درمیان کوئی رشتہ نہیں عمرو بن اوس نے کہا کہ اگر میں آپ کو رشتہ بتا دوں اور آپ اسے پہچان لیں تو وہ رشتہ کیا میری امان کا باعث ہو گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا آپ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیوں نہیں (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں) اس نے کہا میں ان کا (پہلے خاوند سے) بیٹا ہوں اور آپ ان کے بھائی ہیں۔ اس لیے آپ میرے ماموں ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا باپ اللہ کے لیے ہے۔ کیا پورے اس قبیلہ میں

کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے علاوہ اس بات کو جانتا ہو۔ اور اس کے بعد اودبین سے فرمایا: یہ تمہاری سفارش سے مستغنی ہے اس کی راہ چھوڑ دو۔

قیدیوں کی رہائی:

ابو مخنف نے نمیر بن وعلۃ الہمدانی کے ذریعہ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کی جنگ میں بہت سے لوگوں کو قید کیا تھا اس معاہدہ کے بعد انہوں نے سب رہا کر دیئے۔ یہ سب لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بہت سے قیدی موجود تھے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ جب شامیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کے قیدی چھوڑ دیئے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں قیدیوں کے بارے میں تیری بات مان لیتا تو یہ انتہائی برا کام ہوتا کیا تو نہیں دیکھتا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے قیدی چھوڑ دیئے ہیں اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جو ان کے پاس قید تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو مخنف نے اسماعیل بن یزید اور رحمید بن مسلم کی سند سے جندب بن عبداللہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کے روز لوگوں سے فرمایا:

> ''تم نے وہ کام کیا ہے جس سے تمہاری قوت ختم ہوگئی۔ تمہارے احسانات ختم ہوگئے تم سست پڑ گئے اور سستی اور ذلت تم نے وراثت میں لے لی ہے۔ جب تم بلند ہو چکے تھے اور تمہارے دشمن مقابلہ سے گھبرا رہے تھے اور ان کا قتل عام ہو رہا تھا اور انہیں زخموں کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی تو ان لوگوں نے قرآن اٹھا لیے اور تمہیں قرآن کے احکام پر چلنے کی اس لیے دعوت دی تا کہ تم ان سے اپنے ہاتھ روک لو اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ بند ہو جائے اور دھوکہ بازوں کی طرح وہ تمہاری گھات میں لگ جائیں اور تمہیں دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دیں انہوں نے جو خواہش کی تھی تم نے اسے پورا کر دکھایا اور تم نے مداہنت اور بزدلی کے علاوہ کسی شئے کو قبول نہ کیا۔ خدا کی قسم! میرا گمان تو تمہارے بارے میں یہ ہے کہ تم آئندہ کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکو گے اور نہ تم کوئی یقینی بات حاصل کر سکتے ہو''۔

فیصلہ کی تاریخ:

ابو جعفر کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو معاہدہ لکھا گیا وہ بروز چہار شنبہ تیرہ صفر ۳۷ھ میں لکھا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ماہ رمضان میں دومۃ الجندل میں جمع ہوں گے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں سے چار سو اشخاص ساتھ آئیں گے۔

علی رضی اللہ عنہ کی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشابہت:

مجھ سے عبداللہ بن احمد نے اپنے والد اور سلیمان بن یونس بن یزید کے واسطہ سے زہری سے بیان کیا ہے کہ صفین کے روز جب لوگ باہم اختلاف کرنے لگے تو صعصعۃ بن صوحان نے لوگوں سے کہا۔ اے لوگو سنو اور سمجھو! خدا کی قسم! تم یہ بات جانتے ہو کہ علی رضی اللہ عنہ غالب آئے تو وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرح ثابت ہوں گے اور اگر معاویہ رضی اللہ عنہ غالب آ گئے تو کوئی حق بات کہنے

والا نہ ہوگا۔

زہری کہتے ہیں جب شامیوں نے قرآن اٹھالیے اور لوگوں کو اس کے احکام پر چلنے کی دعوت دی تو عراقی ڈر گئے۔ اس وقت انہوں نے دو حکم بنائے اہل عراق نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور اہل شام نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ جب یہ لوگ حکم بنا دیئے گئے تو دونوں لشکر واپس ہو گئے دونوں نے یہ شرط کی کہ قرآن جس کام کے کرنے کا حکم دے گا اس پر دونوں عمل پیرا ہوں گے اور جس سے منع کرے گا دونوں اس سے رک جائیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت یہی طریقہ کار اختیار کرے گی اور یہ دونوں دومۃ الجندل میں جمع ہوں گے اگر وہاں جمع نہ ہو سکے تو آئندہ سال اذرح میں جمع ہو گئے۔

شیعوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو حروریہ مخالف بن گئے اور ان کی جماعت سے خارج ہو گئے۔ یہ سب سے پہلا اختلاف تھا جو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں) ظاہر ہوا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تردید شروع کی اور بولے اللہ عزوجل کے حکم میں انسان کے حکم کا کیا دخل اور کہا اللہ سبحانہٗ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔

حکمین کا اجتماع:

جب دونوں حکم اذرح میں جمع ہوئے تو جو لوگ وہاں فیصلہ سننے کے لیے آئے تھے ان میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی تھے دونوں حکموں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس بلانے کے لیے آدمی روانہ کیے کہ وہ اور بہت سے اشخاص ساتھ لے کر آئیں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامیوں کو وہاں لے کر پہنچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل عراق نے آنے سے انکار کر دیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے اہل الرائے لوگوں سے کہا کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بتا سکتا ہے کہ دونوں حکم کسی ایک فیصلہ پر متفق ہوں گے یا نہیں۔ ان لوگوں نے جواب دیا اس طرح کوئی شخص بھی پہلے سے کچھ نہیں بتا سکتا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر میں دونوں حکموں کے پاس جا کر واپس آ جاؤں تو میں فیصلہ بتا سکتا ہوں اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ میں آپ سے جو سوال کروں اس کا جواب دیجیے۔ آپ ہم لوگوں کا جنگ سے جدا رہنا کیسا سمجھتے ہیں کیونکہ اس جنگ کے معاملہ میں جسے تم نے جائز سمجھا ہم مشکوک سمجھتے تھے اور ہمارا خیال یہ تھا کہ ایک دوسرے سے انس ومحبت کا ذریعہ پیدا کیا جائے تاکہ امت ایک بات پر جمع ہو جائے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں تم جیسے علیحدہ رہنے والوں کو نیک لوگوں کا جانشین اور بدکار لوگوں کا امام خیال کرتا ہوں۔ اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں تم لوگوں کو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ صحیح رائے پر چلنے والا سمجھتا ہوں مسلمانوں کا بقیہ حصہ صحیح معنی میں تم ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ قریش کے ان سمجھ دار لوگوں کے پاس پہنچے جن سے بات کر کے آئے تھے ان سے جا کر کہا

یہ دونوں حکم کبھی ایک بات پر متفق نہیں ہو سکتے۔

خلیفہ کے انتخاب پر بحث:

جب یہ دونوں حکم جمع ہوئے اور باہم گفتگو شروع ہوئی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ سب سے اولین فیصلہ اس بات کا ہونا چاہیے کہ باوفا لوگوں کو ان کی وفا کا حق ادا کیا جائے اور غداروں کو ان کی غداری کی سزا ملے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: وہ کیونکر۔

عمرو رضی اللہ عنہ: کیا تم نہیں جانتے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس عہد کو نبھایا جو انہوں نے لوگوں سے کیا تھا۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تو یہ بات تحریر فرمالیجیے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے تحریر کرلیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ: کیا آپ کسی ایک ایسے شخص کا نام بتا سکتے ہیں جسے اس امت کی خلافت سونپی جائے۔ آپ نام بتایئے اگر میں آپ کی متابعت پر قادر رہوں گا تو ضرور آپ کی متابعت کروں گا ورنہ آپ پر یہ لازم ہوگا کہ میری متابعت کریں۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: میں اس کام کے لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں شامل تھے جو اس فتنہ سے جدا رہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: میرے نزدیک معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بہتر ہیں۔

یہ مجلس زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور ہر ایک نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا جب یہ دونوں باہر آئے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا عمرو رضی اللہ عنہ کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا ﴾

''آپ ان لوگوں کو اس شخص کا واقعہ سنا دیجیے جسے ہم نے اپنے احکام دیئے پھر وہ ان سے ہٹ گیا''۔

جب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے تو عمرو رضی اللہ عنہ بولے اے لوگو! میں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ایسا پایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾

''جن لوگوں نے تورات کو اٹھایا پھر اس کے اٹھانے کا حق ادا نہ کیا ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو''۔

ان دونوں میں سے ایک نے اپنی مثل کو جو دوسرے کے لیے کہی تھی مختلف شہروں میں لکھ بھیجا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خاموشی:

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ شام کے وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

جو اس خلافت کے معاملے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ اپنی رائے پیش کرے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہہ دوں جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں اور وہ بات یہ تھی ''کہ تیرے باپ سے ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خاطر جنگ کی ہے'' لیکن مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر میں نے یہ جملہ کہہ دیا تو تمام کا شیرازہ بکھر جائے گا یا اور مزید خون ریزی شروع ہو جائے گی یا پھر مجھے اس پر مجبور کیا جائے گا کہ میں اپنی رائے چھوڑ کر ان کی رائے پر چلوں لیکن اللہ عزوجل نے جو جنت کا وعدہ فرمایا ہے وہ مجھے ان تمام امور سے زیادہ محبوب ہے اس لیے میں نے خاموشی اختیار کی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما جب گھر واپس لوٹے تو ان کے پاس حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے سوال کیا یہ شخص یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ جب بول رہا تھا آپ کو بولنے سے کس شئے نے روک دیا۔ میں نے حبیب رضی اللہ عنہ سے کہا میرا ایسی ایسی بات کہنے کا ارادہ تھا لیکن مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اگر میں یہ بات کہوں گا تو تمام لوگوں میں تفریق پیدا ہو جائے گی یا مجھے میری رائے کے خلاف کسی اور فیصلہ پر مجبور کیا جائے گا اور اللہ عزوجل نے ہم سے جو جنت کا وعدہ کیا ہے وہ مجھے اس دنیا سے زیادہ محبوب تھا۔ اس پر حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا اس طرح آپ ہر فتنہ سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے ساتھیوں سے بیزاری:

ابو مخنف نے فضیل بن خدیج الکندی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب معاہدہ لکھا جا چکا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ معاہدہ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اشتر تو اس پر راضی نہیں۔ اور وہ تو ان لوگوں سے جنگ کے علاوہ اور کوئی صورت مناسب نہیں سمجھتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں بھی اس معاہدہ پر راضی نہ تھا اور نہ میں اسے پسند کرتا ہوں تم ہی لوگ اسے پسند کرتے ہو جب تم لوگوں نے معاہدہ کے علاوہ ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تو میں نے بھی اسے قبول کر لیا اور جب میں اسے قبول کر چکا تو قبول کر لینے کے بعد اس بات سے پلٹ جانا مناسب نہیں اور اقرار کے بعد اقرار سے ہٹ جانا کسی صورت میں مناسب نہیں سوائے اس صورت کے کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کی جائے اور اس کتاب سے تجاوز کیا جائے اب تم ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ عزوجل کے حکم کو چھوڑ دیا ہے۔

اشتر کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

تم نے مجھ سے جو یہ بات کہی ہے کہ اشتر نے میرے فیصلہ کو چھوڑ دیا ہے تو میں اسے اس پر ڈرا بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ ان غداروں میں داخل نہیں کاش! تم میں اس جیسے دو آدمی اور موجود ہوتے کاش! تم میں اس جیسا ایک آدمی موجود ہوتا جس کی میرے دشمنوں کے معاملہ میں وہی رائے ہوتی جو میری رائے تھی۔ اس وقت مجھے تمہارے احسان کی ضرورت نہ رہتی۔ مجھے یہ امید تھی کہ تم میں سے بعض مجھ سے محبت کرنے والے میری رائے پر چلیں گے اور میں نے تمہیں حکم بھی دیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کے بھائی نے اس شعر میں ذکر کیا ہے۔

وَ هَلْ اَنَا اِلَّا مِنْ غَزِيَّةِ اِنْ غَوَتْ غَوَيْتُ وَ اِنْ تُرْشِدُ غَزِيَّةُ اَرْشَدُ

ترجمہ: ''میرا تعلق تو غزیہ سے ہے۔ اگر وہ گمراہ ہوا تو میں بھی گمراہ ہوں اور اگر اس نے ہدایت پائی تو میں بھی ہدایت پر ہوں''۔

اس پر جو جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باقی رہ گئی تھی اس پر کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ امیر المومنینؓ ہم نے تو وہی کام کیا ہے جو آپ نے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں لیکن تم نے اس وقت ہماری جانب سے جنگ بندی کو کیوں قبول کیا اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے تو اسی فیصلہ کی تائید کی جو تم نے کیا تھا اور اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ رب العالمین چاہے تو تمہیں اس سے بچالے۔

مقتولین کی تدفین:

یہ معاہدہ صفر میں تحریر کیا گیا اور فیصلہ کے لیے ماہ رمضان متعین کیا گیا۔ یعنی آٹھ ماہ بعد یا جب بھی حکمین فیصلہ کریں پھر لوگوں نے اپنے اپنے مقتولوں کو دفن کیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعور کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دو۔ اعور نے کوچ کا اعلان کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین سے واپسی:

ابو مخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب کے ذریعہ جندب سے روایت کیا ہے جندب کہتے ہیں کہ جب ہم صفین کے میدان سے واپس ہوئے تو جس راہ سے ہم آئے تھے ہم نے وہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی اور فرات کے کنارے کنارے خشکی پر چلتے رہے یہاں تک کہ ہم ہیت پہنچ گئے پھر ہم نے صندوداء کا رخ کیا۔

صالح بن سلیم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

صندوداء کے قریب بنو سعد بن حرام کے انصاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے آئے اور ان سے اپنے یہاں قیام کی درخواست کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات وہاں گزاری اور صبح کو کوچ کیا ہم بھی ساتھ ساتھ تھے جب ہم نخیلہ پہنچے اور کوفہ کے مکانات نظر آنے لگے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے گھر کے سائے میں بیٹھا ہے اور اس کے چہرے سے بیماری کے آثار ظاہر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے ہم بھی ان کے ساتھ تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور ہم لوگوں نے اسے سلام کیا اس نے بہت اچھی طرح سلام کا جواب دیا جس سے ہم نے یہ محسوس کیا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیرا چہرہ اترا ہوا دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا کوئی بیماری لاحق ہو گئی ہے۔

اس شخص نے جواب دیا ہاں میں بیمار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: شاید تو بیماری کو برا سمجھتا ہے۔

شخص مذکورہ: ہاں! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ یہ بیماری مجھے چھوڑ کر کسی اور کو لاحق ہوتی تو اچھا ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تجھے جو بیماری لاحق ہوئی ہے تو کیا تو اس سے ثواب کا امیدوار نہیں۔

شخص مذکور: کیوں نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو تجھے اپنے پروردگار کی رحمت اور اپنے گناہوں کی مغفرت کی بشارت ہو۔ اے اللہ کے بندے! تو کون ہے۔

شخص مذکور: میرا نام صالح بن سلیم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تیرا کون سے خاندان سے تعلق ہے۔

شخص مذکور: جہاں تک میری اصلیت کا تعلق ہے تو میں سلامان طے کی اولاد سے ہوں اور جہاں تک پڑوس اور دعوت کا تعلق ہے تو میں سلیم بن منصور میں داخل ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو اور تیرے باپ' تجھے دعوت دینے والوں اور جن کے پاس تو نے پناہ حاصل کی ہے ان سب کا نام کتنا بہترین ہے کیا تو ہماری اس جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھا؟

صالح: نہیں۔ خدا کی قسم! میرا ارادہ ضرور تھا۔ لیکن آپ بخار کا اثر دیکھ رہے ہیں کہ اس نے مجھے کیسا نڈھال کر دیا ہے اس لیے میں حاضر نہ ہو سکا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَّاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''ضعیفوں' بیماروں اور ان لوگوں پر جو سفر خرچ نہ پائیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خیر خواہ ہوں نیک لوگوں پر گرفت کی کوئی وجہ نہیں اور اللہ بہت مغفرت فرمانے والا اور بہت رحیم ہے''۔

جنگ بندی کے بارے میں لوگوں کی رائے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا اچھا یہ تو بتاؤ کہ لوگ ہمارے اور شامیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

صالح: کچھ لوگ تو اس معاہدہ پر جو آپ کے اور شامیوں کے درمیان ہوا ہے خوش ہیں اور یہ لوگ کینہ پرور ہیں اور کچھ لوگ سرنگوں اور پریشان ہیں اور دراصل یہی لوگ آپ کے خیر خواہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس ہونے لگے اور واپسی کے وقت اس سے فرمایا: تو نے سچی بات کہی اللہ تعالیٰ تیری اس بیماری کو تیرے گناہوں کے جھڑنے کا سبب بنائے اگرچہ مرض میں بالذات کوئی فائدہ نہیں لیکن مرض بندے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اجر زبان سے بولنے اور ہاتھ پاؤں سے عمل کرنے پر موقوف ہے اور اللہ جل شانہٗ اپنے بندوں میں سے ایک بڑے عالم کو صرف ان کی صدق نیت اور اخلاص کے باعث جنت میں داخل فرمائے گا۔

عبداللہ بن ودیعہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ عبداللہ بن ودیعۃ الانصاری سے ملاقات ہوئی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کے قریب آئے اور سلام کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال فرمایا لوگ ہمارے اس معاہدہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

عبداللہ بن ودیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت سے لوگ اس معاہدہ سے خوش ہیں اور بہت سے ناراض ہیں ان کی حالت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے:

﴿ وَ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ﴾

''یہ ہمیشہ اختلاف میں مبتلا رہیں گے مگر جس پر آپ کے پروردگار کی رحمت ہو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اس معاملہ میں سمجھ دار لوگوں کی کیا رائے ہے؟

عبداللہ بن ودیعہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''سمجھدار لوگ یہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے خود اسے منتشر کر دیا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مضبوط قلعہ تیار کیا تھا لیکن خود اپنے ہاتھوں سے اسے توڑ ڈالا اب ہم یہ دیکھیں گے کہ علی رضی اللہ عنہ اس ٹوٹے ہوئے کو کب اور کیسے بناتے ہیں اور سب اپنی منتشر جماعت کو جمع کرتے ہیں کاش ایسا ہوتا کہ جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی تھی ہی رضی اللہ عنہ انہیں لے کر علیحدہ ہو جاتے اور نافرمانوں کو نافرمانی کرنے دیتے اور اپنے ان بچے ہوئے ساتھیوں کو لے کر جنگ کرتے حتیٰ کہ یا تو کامیاب ہو جاتے یا خود بھی ختم ہو جاتے تو یہ ایک پختہ بات ہوتی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس قلعہ کو میں نے گرایا یا ان لوگوں نے گرایا؟ اس جماعت کو میں نے منتشر کیا یا ان لوگوں نے خود منتشر کیا؟ رہا ان سمجھدار لوگوں کا یہ کہنا کہ جن لوگوں نے میری اطاعت کی تھی میں نے انہیں لے کر جدا ہو جاتا پھر جس کا جی چاہے نافرمانی کرتا۔ اور میں اس وقت تک جنگ کرتا رہتا جب تک یا تو کامیاب نہ ہو جاتا یا قتل نہ ہو جاتا تو یہ ایک پختہ بات ہوتی۔ تو میری نظر میں یہ بات مخفی نہ تھی اور مجھے اپنی زندگی کی کوئی پروا بھی نہیں بلکہ میں تو موت سے بہت خوش ہوں اور میں نے حملہ کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو بھی دیکھا جو بھاگ کر میرے پاس آ گئے تھے یعنی حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ۔ ان دونوں کو بھی دیکھا جو فوراً میرے پاس آگے بڑھ آئے تھے یعنی عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر یہ دونوں یعنی حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گئے تو اس امت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ختم ہو جائے گی۔ میں نے یہ برا سمجھا اور مجھے ان دونوں کے ہلاک ہو جانے کا خوف پیدا ہوا یعنی عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ۔ کیوں کہ اگر میرا معاملہ نہ ہوتا تو کبھی یہ آگے نہ بڑھتے خدا کی قسم اگر اب میں دوبارہ ان سے مقابلہ کروں گا تو خوب اچھی طرح مقابلہ کروں گا اور یہ لڑکے میرے ساتھ نہ لشکر میں شریک ہوں گے اور نہ گھر میں انہیں ساتھ رکھوں گا''۔

خباب رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری:

پھر ہم آگے بڑھے جب بنو عوف کے علاقہ پر پہنچے تو ہمیں داہنی جانب سات یا آٹھ قبریں نظر آئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کن لوگوں کی قبریں ہیں قدامۃ بن عجلان الازدی نے عرض کیا امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ کے جانے کے بعد خباب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا اور انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ انہیں کھلے میدان میں دفن کیا جائے ورنہ ہمارے خاندان میں عام طور پر مردے اپنے گھروں اور صحنوں میں دفن کیے جاتے ہیں۔ اس لیے انہیں میدان میں دفن کیا گیا اللہ ان پر رحم کرے پھر لوگوں نے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے پہلو میں دفن کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ خباب رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ رغبت و شوق کے ساتھ اسلام لائے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہجرت کی اور تمام زندگی جہاد میں گزاری اور انہیں اسلام پر مختلف قسم کی جسمانی تکالیف دی

گئیں۔ اور جو شخص اچھے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان قبروں پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے وحشت زدہ گھروں اور ویران مقامات کے رہنے والو مومن مردو اور عورتو! اور اے مسلم مردو اور عورتو تم پر سلام ہو تم ہمارے پیش رو اور آگے بڑھنے والے ہو۔ اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں اور کچھ مدت میں تمہارے ساتھ مل جائیں گے۔ اے اللہ ہماری اور ان لوگوں کی مغفرت فرما اور اپنے عفو کے ذریعہ ہماری اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرما۔ تمہاری تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے تمہیں اس مٹی سے پیدا کیا اور اسی جگہ تمہیں لوٹایا اور اسی سے تمہیں دوبارہ اٹھائے گا اور اسی مٹی سے تمہارا حشر ہوگا خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اپنے اس لوٹنے کے مقام کو یاد رکھے اور حساب کے لیے عمل کرے قوت لایموت پر قناعت کرے اور اللہ عزوجل سے راضی ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے حتیٰ کہ ثوریین کے محلہ تک پہنچے پھر فرمایا اللہ سے ڈرتے ہوئے ان گھروں میں داخل ہو جاؤ۔

نوحہ اور ماتم پرستی کی ممانعت:

ابو مخنف نے عبداللہ بن عاصم الفائشی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ثوریین کے محلہ سے گزرے تو وہاں سے رونے کی آواز آئی دریافت فرمایا یہ کیسی آواز ہے۔ عرض کیا گیا یہ لوگ صفین کے مقتولین پر رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس شخص کے لیے جو ان میں سے ثابت قدم رہا اور اس نے یہ جنگ بھی ثواب کی نیت سے کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں پھر فائشیین کے محلّہ سے گزر ہوا وہاں بھی رونے کی آواز سنی اور یہی جملہ فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔ جب شبامیین کے محلے پر پہنچے تو سخت چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں آپ وہیں ٹھہر گئے۔ حرب بن شرجیل الشبامی باہر آیا آپ نے فرمایا کیا تم پر تمہاری عورتیں بھی غالب آ گیا کیا اس ماتم سے تم انہیں روک نہیں سکتے' حرب نے عرض کیا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اگر ایک یا دو تین گھر کے افراد قتل ہوتے تو ہم اس پر صبر کر لیتے لیکن اس قبیلہ کے ایک سو اسی آدمی قتل ہوئے تو اب کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں رونا پیٹنا نہ ہو جہاں تک ہم مردوں کا تعلق ہے تو ہم میں سے کوئی شخص نہیں روتا بلکہ ہم تو اس پر خوش ہیں۔ اور کیوں نہ شہادت پر خوش ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تمہارے مقتولین اور مردوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں سے آگے بڑھے تو حرب ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار تھے اور حرب پیدل چل رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تم واپس جاؤ۔ لیکن جب حرب واپس نہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور اسے دوبارہ واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا تجھ جیسے شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ میرے پیچھے چلے کیونکہ مجھ جیسے شخص کے پیچھے چلنے سے دو نقصان واقع ہوتے ہیں ایک تو والی اور حاکم میں غرور اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور دوسرے پیچھے چلنے والے مومن کی ذلت ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کی رائے:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے چلے اور آگے بڑھ کر ناعطین کے محلے میں پہنچے اس محلّہ کے رہنے والوں کی اکثریت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حامی تھی۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص جس کا نام عبدالرحمٰن بن یزید تھا۔ اور جو ناعطین میں سے بنو عبید خاندان سے تعلق رکھتا تھا کہہ رہا تھا۔

خدا کی قسم! علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تو کوئی بھی کام نہ کر سکا جنگ کے لیے گیا اور ہزاروں انسانوں کو ختم کرایا لیکن تب بھی کچھ کیے بغیر واپس آ گیا۔

یہ لوگ یہ تذکرہ کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آتے نظر آئے جب ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں دیکھ کر دوسری باتوں میں لگ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس سال شام نہیں دیکھا پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا جس قوم کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ کر آ رہے ہیں وہ قوم ان لوگوں سے بہتر تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

اَخُوْكَ الَّذِيْنَ اِنْ اَجْرَ ضُتُكَ مُلِمَّةٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَبْرَحْ لِبَثِّكَ وَ اجِمًا

ترجمہ: ''تیرا بھائی وہ ہے جو تجھے ملامت کر کے زمانے کی جانب سے ہلاکت کا خوف دلائے اور وہ تیری ترقی سے خوش ہو۔

وَ لَيْسَ اَخُوْكَ بِالَّذِيْ اِنْ تَشَعَّبَتْ عَلَيْكَ الْاُمُوْرُ ظَلَّ يَلْحَاكَ لَائِمًا

ترجمہ: وہ تیرا بھائی نہیں ہے جو تجھے روکتا ہے اس لیے تو ان کاموں کو لازم پکڑ جس پر تجھے ملامت کرتے ہوں''۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کی ایک دوسرے سے عداوت:

ابو مخنف نے ابو خباب الکلبی کے ذریعہ عمارۃ بن ربیعہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ عمارہ کہتا ہے کہ جب شیعانِ علی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان صفین گئے تھے تو باہم ایک دوسرے کے دوست تھے اور ہر ایک ایک دوسرے سے محبت کرتا تھا اور جب میدان صفین سے لوٹ کر آئے تو یہ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہر ایک ایک ایک دوسرے سے کینہ رکھتا تھا یہ لوگ میدان صفین میں جب تک علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود رہے خوب خوش تھے لیکن جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو یہ سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور ایک دوسرے کے کوڑے مارتے۔

خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہتے اے اللہ! کے دشمن تم نے احکام خداوندی میں مداہنت سے کام لیا اور حکم بنایا۔

دوسرے ان کا جواب یہ دیتے۔ تم نے ہمارے امام کو چھوڑا۔ ہماری جماعت کو منتشر کیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ نہیں آئے بلکہ انہوں نے حروراء میں قیام کیا۔ ان لوگوں میں سے بارہ ہزار حروراء جا کر مقیم ہو گئے اور ان کے منادی نے اعلان کیا آئندہ ہمارا جنگی امیر یعنی کمانڈر انچیف شبث بن ربعی ہو گا اور نماز کا امیر عبداللہ بن کواء الیشکری ہو گا اور جب فتح ہو جائے گی تو خلافت کا کام مشورہ سے طے پائے گا اور بیعت اللہ عزوجل کے لیے ہو گی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہو گی۔

جعدۃ بن ہبیرہ کی خراسان کو روانگی:

اسی سنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جعدۃ بن ہبیرہ کو خراسان روانہ کیا۔ علی رضی اللہ عنہ بن محمد نے عبداللہ بن میمون، عمرو بن شجیرہ، جابر بن یزید الجعفی کے ذریعہ شعبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے واپسی کے بعد جعدۃ بن ہبیرہ مخزومی کو خراسان

روانہ کیا۔ وہ ابھی ابرشہر پہنچے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ خراسان کے لوگ دوبارہ کافر ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے جعدہ کو خراسان میں داخل نہ ہونے دیا۔ جعدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلید بن قرۃ الیربوعی کو خراسان کی فتح کے لیے روانہ فرمایا خلید نے پہنچ کر نیشا پور کا محاصرہ کر لیا اہل نیشا پور نے مجبوراً صلح کر لی اور اہل مرو نے بھی صلح کر لی وہاں خلید کو بادشاہ کی اولاد میں سے دو لڑکیاں ہاتھ آئیں جنہیں جان کی امان دی گئی۔ خلید نے دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور فرمایا تم دونوں نکاح کر لو ان دونوں نے جواب دیا ہم تو آپ کے بیٹوں سے شادی کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا ایک دیہاتی نے عرض کیا اے امیر یہ دونوں باندیاں مجھے دے دی جائیں تا کہ ان کے ذریعے میری عزت بڑھ جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ دونوں لڑکیاں اسے دے دیں۔ یہ دونوں لڑکیاں اسی شخص کے پاس رہیں۔ یہ دہقان ان کے لیے دیباج کا فرش بچھاتا اور انھیں سونے کے برتنوں میں کھلاتا (جو شرعاً حرام ہے) پھر موقع پر کر یہ دونوں لڑکیاں خراسان بھاگ گئیں۔

باب ۱۵

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی

اس سن میں خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ کر جدا ہو گئے انہوں نے اپنے حاکم جداگانہ بنا یے۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کی تو وہ واپس آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کوفہ میں قیام کیا۔

بیعتِ ثانیہ:

ابو مخنف نے ابو خباب کے حوالے سے عمارۃ بن ربیعہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور خارجیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو شیعانِ علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس جمع ہو کر کہا ہم اپنی گردنوں میں آپ کی دوسری بیعت کا طوق ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ بیعت یہ ہوگی کہ ہم ہر اس شخص کے دوست ہوں گے جسے آپ دوست رکھیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہوں گے جسے آپ دشمن رکھیں۔

اس پر خارجیوں نے کہا تم اور شامی دونوں کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو بعینہ اسی طرح جیسے گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شامیوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی بات پر بیعت کی ہے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ پسند کریں گے یہ لوگ بھی اسی کو پسند کریں گے اور جسے معاویہ رضی اللہ عنہ برا سمجھیں گے اسے یہ لوگ برا سمجھیں گے اور تم لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جسے دوست رکھیں گے تم اس کے دوست ہو گے اور علی رضی اللہ عنہ جسے دشمن رکھیں گے تم اس کے دشمن ہو گے۔

زیاد بن النضر نے جواب دیا خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ نے جب بیعت کے لیے ہاتھ پھیلایا تھا تو ہم نے اللہ عزوجل کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کی بیعت کی تھی لیکن جب تم لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا ہم ہر اس شخص کے دوست ہیں جو آپ کا دوست ہو اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو آپ کا دشمن ہو اور واقعتاً ہم اسی طرح ہیں کیونکہ علی رضی اللہ عنہ حق و ہدایت پر ہیں اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔

خارجیوں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مناظرہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان خارجیوں کی طرف روانہ کیا اور فرمایا ان کے جواب دینے اور ان سے بحث کرنے میں جلدی نہ کرنا تاوقتیکہ میں تمہارے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان خارجیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ ان کے پاس آ کر ان سے بحث کرنے لگے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خاموش نہ رہ سکے اور انہوں نے انہیں جواب دینے شروع کیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے جو حکمین پر اعتراض کیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

﴿ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ﴾

''اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ ان دونوں میں اتفاق فرما دے گا''۔

جب زوجین کے اختلاف میں حکم متعین کیے جا سکتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں اختلاف کی صورت میں حکم کیوں نہ متعین کیے جائیں گے۔

خوارج نے جواب دیا جس چیز کا حکم اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر چھوڑ دیا ہے اور انھیں اس امر کا اختیار دیا ہے کہ وہ اس میں غور کر کے جس شے کو بہتر پائیں اسے اختیار کریں تو اس قسم کے امور کا انسانوں کو اختیار ہے اور یہ اختیار اسی کے حکم کے مطابق ہے اور جن امور میں اللہ تعالیٰ نے خود فیصلہ فرما دیا مثلاً زانی کی حد سو کوڑے معین فرمائے یا چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا اس قسم کے احکام میں بندوں کو غور وفکر کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

﴿ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾

''تم میں سے دو عادل اس کا فیصلہ کریں''۔

خوارج نے جواب دیا۔ شکار کے معاملہ میں حکم کرنا یا جو جھگڑا ہو اس میں فیصلہ کرنا' مسلمانوں کے خون کا فیصلہ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا اور تم نے جو یہ آیت دلیل میں پیش کی ہے یہ خود ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کن ہے۔ کیا تمہارے نزدیک ابن العاص رضی اللہ عنہ عادل ہے۔ حالانکہ کل تو وہ ہم سے جنگ کر رہا تھا اور ہمارے خون بہا رہا تھا۔ اگر وہ عادل ہے تو ہم عادل نہیں اس لیے کہ ہم نے اس سے جنگ کی اور تم نے اللہ کے حکم میں لوگوں کو حکم بنایا۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت کے بارے میں حکم دیا تھا کہ یا تو وہ قتل کیے جائیں یا وہ اپنی بغاوت سے رجوع کریں اور اس سے قبل جب ہم نے انہیں کتاب اللہ کی دعوت دی تھی تو انہوں نے انکار کر دیا تھا اس کے باوجود تم نے اس سے معاہدہ کیا اور جنگ بندی پر فیصلہ کیا حالانکہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان جنگ بند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اس وقت جب کہ سورۃ برأت نازل ہوئی۔ سوائے اس صورت کے کہ یہ لوگ جزیہ کا اقرار کریں۔

یزید بن قیس کی اصبہان پر ماموری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن النضر کو اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ یہ دیکھ کر بتائیں کہ ان کی جماعت میں کون سا سردار ایسا ہے جو اپنی جماعت کے لحاظ سے سب سے بڑا سمجھا جاتا ہو۔ زیاد بن النضر نے یہ جائزہ لینے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یزید بن قیس سے زیادہ کسی کے پاس اتنی بڑی جماعت نہیں جتنی اس کے پاس ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور یزید بن قیس کی جماعت میں گئے اور یزید کے خیمے پر پہنچے۔ اندر جانے کے بعد وضو کیا اور اس خیمے میں دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد یزید کو اصبہان اور رے کا حاکم متعین فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں سے مناظرہ:

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یزید کے خیمے سے نکل کر خارجیوں کی طرف تشریف لے گئے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مباحثہ کر رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم انہیں جواب نہ دو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود

گفتگو شروع کی اولاً اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: ''اے اللہ! یہ ایسا مقام ہے جس نے آج کے دن میں دخل دیا وہ قیامت کے روز ضرور دخل دہندہ شمار ہوگا اور جس نے اس مسئلہ پر کلام کیا اور اس پر بحث کی تو وہ اندھا اور گمراہ ہوگا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔تمہارا رہبر کون ہے؟

خارجی: عبداللہ بن الکواء۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم نے ہم سے بغاوت کیوں کی؟

خارجی: اس لیے کہ تم نے صفین میں تحکیم کو قبول کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب شامیوں نے قرآن اٹھائے تو تم ہی نے یہ کہا تھا کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرتے ہیں حالانکہ میں نے تم سے یہ کہا تھا۔ میں اس جماعت کو تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ لوگ نہ دیندار ہیں اور نہ قرآن پر عمل کرنے والے ہیں یہ بچپن میں بھی برے تھے اور بڑے ہو کر بھی برے رہے تم اپنی حقانیت اور صداقت پر قائم رہو اور ان لوگوں نے جو قرآن اٹھایا ہے وہ مکروفریب اور دھوکہ دہی کے لیے اٹھایا گیا ہے لیکن تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا اور تم نے جواب دیا نہیں ہم ان کی بات قبول کرتے ہیں اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی اس بات کو یاد کرو اور تم نے میری جو نافرمانی کی تھی اسے بھی یاد کرو جب تم نے سوائے معاہدہ کے کسی بات کو قبول نہ کیا۔ میں نے دونوں حکمین پر یہ شرط لگائی کہ جس شئے کا قرآن حکم دے گا وہ اس کا حکم دیں گے اور جس سے قرآن منع کریں گے اس سے رک جائیں گے۔ اب اگر وہ قرآن کے مطابق حکم دیتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے اس فیصلہ کی خلاف ورزی کریں جو قرآن کے مطابق ہوا گر وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم ان کے حکم سے بری ہیں۔

خارجی: آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ خونوں کے معاملہ میں آدمیوں کو حکم بنائیں اور کیا آپ اسے عادل سمجھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ ہم نے قرآن کو بنایا ہے اور قرآن ایک ایسی تحریر ہے جو دو گتوں کے درمیان لکھی گئی ہے اور قرآن خود کلام نہیں کر سکتا اسے تو آدمی ہی تلاوت کریں گے۔

خارجی: ہمیں یہ بتائیے کہ آپ نے شامیوں سے یہ مدت کس لیے متعین کی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تاکہ جاہل اس بات کو جان لے اور عالم تحقیق کر سکے اور شاید اللہ تعالیٰ عزوجل اسی ذریعہ سے اس امت کی اصلاح فرمادے۔ اللہ تم پر رحم کرے تم اپنے شہروں میں واپس جاؤ۔

یہ سب کے سب اس جواب پر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

ابومخنف کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن جندب الازدی نے اپنے باپ سے بھی اسی قسم کی گفتگو نقل کی ہے۔

خارجیوں کی شرائط:

خوارج کا قول یہ ہے کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دیا تھا کہ تو نے سچ کہا تم نے ایسا ہی کیا اور کہا تھا جیسا کہ تو نے ذکر کیا ہے لیکن یہ ہم نے کفر کیا تھا اور اللہ عزوجل سے ہم نے اس کفر سے توبہ کر لی ہے تو جیسے ہم نے توبہ کی ہے تو بھی توبہ کر ہم تیری بیعت

کرتے ہیں ورنہ ہم تیرے مخالف ہیں ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے اس پر بیعت لی اور فرمایا اپنے اپنے گھروں کو جاؤ ہم چھ ماہ تک انتظار کریں گے تاکہ سامان جمع کیا جا سکے اور سواریاں تازہ دم ہو جائیں پھر ہم دشمنوں کے مقابلہ پر جائیں گے ہم ان کا یہ قول ہرگز تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ خارجیوں نے جو ارادہ کیا تھا اس میں جھوٹ بولا۔

فیصلے کے وقت لوگوں کی حاضری:

معن بن یزید بن الاخنس السلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ جلد از جلد فیصلہ کرانے پر انہیں آمادہ کریں۔ معن نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا عہد پورا کیا ہے آپ بھی اپنا عہد پورا کیجیے۔ کہیں یہ بکر و تمیم کے اعرابی آپ کو اس کام سے غافل نہ کر دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکمین کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے چلے تھے تو یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہر دو حکم چار چار سو آدمی لے کر دومۃ الجندل آئیں گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ندامت:

واقدی کا کہنا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کے ساتھ آئے جنہیں حکمین اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کا بیٹا عمران سے اذرح چلنے پر برابر اصرار کرتا رہا لیکن یہاں پہنچ کر وہ اپنی اس آمد پر نادم ہوئے اس لیے انہوں نے بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کے لیے چلے گئے۔

دومۃ الجندل میں حکمین کا اجتماع:

اسی سال حکمین کا اجتماع ہوا۔

ابو مخنف نے مجالد بن سعید اور شعبی کے واسطہ سے زیاد بن النضر الحارثی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار سو آدمی روانہ فرما دیئے ان پر شریح بن ہانی الحارثی کو امیر بنایا۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان آدمیوں کے کاموں کا انتظام کرتے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی انہی کے ساتھ تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو اشخاص روانہ کیے تھے یہ دونوں جماعتیں اذرح میں دومۃ الجندل کے مقام پر جمع ہوئیں۔

راوی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب بھی کوئی قاصد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے تو وہ آتا اور واپس چلا جاتا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا تھا اور کیا پیغام لے کر واپس گیا ہے اور نہ شامی اس سے کوئی سوال کرتے اس کے برعکس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی قاصد ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آتا تو عراقی فوراً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرتے کہ امیر المومنین نے آپ کو کیا تحریر کیا ہے اور اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی بدگمانیاں کرتے اور کہتے ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا لکھا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجبور ہو کر فرمایا کیا تم ذرا سی بھی عقل نہیں رکھتے۔ کیا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد کو نہیں دیکھتے کہ وہ پیغام لے کر آتا ہے اور اس پیغام کی کسی کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہاں سے پیغام لے کر واپس جاتا ہے اور کسی کو علم نہیں ہوتا کہ یہ کیا پیغام لے کر گیا ہے اور نہ اس پر شامی چیختے چلاتے ہیں اور نہ زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں اور ایک تم ہو کہ ہر وقت نئی نئی بدگمانیاں کرتے ہو۔

صحابہ کی آمد:

راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومیؓ عبدالرحمن بن عبدیغوث الزہریؓ ابوجہم بن حذیفۃ العدوی اور مغیرۃ بن شعبۃ الثقفی رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خلافت سے انکار:

عمر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو بنی سلیم کی وادی میں ایک چشمہ پر قیام پذیر تھے اور ان سے کہا اے میرے باپ صفین میں جو کچھ گزر رہا ہے اس کی اطلاع آپ کو مل چکی ہوگی لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا ہے اور وہاں ان کے ساتھ قریش کی ایک جماعت بھی آئی ہے آپ بھی چلئے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجلس شوریٰ کے ایک رکن ہیں اور آپ نے کسی ایسے فعل میں حصہ نہیں لیا جسے امت برا سمجھے آپ ضرور چلیے کیونکہ آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ہرگز نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اس فتنہ کے وقت سب سے بہتر وہ شخص ہوگا جو لوگوں سے چھپ کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ خدا کی قسم! میں تو کبھی اس جیسے کام میں شریک ہونے کے لیے تیار نہیں''۔

حکمین کے سوالات و جوابات:

جب دونوں حکم ایک دوسرے سے ملے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد عثمان رضی اللہ عنہ کی وارث ہیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تو اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴾

''اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قصاص کی قدرت دی ہے اسے چاہیے کہ وہ قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی مدد کی جاتی ہے''۔

تو اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آخر اس شئے سے کیا مانع ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا جائے کیونکہ معاویہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے وارث اور قریش خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے اگر آپ کو یہ خوف ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیسے خلیفہ بنا دیا حالانکہ انہیں تو اسلام میں سبقت حاصل نہیں تو آپ یہ دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ معاویہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم کے وارث تھے اور ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ سیاست و تدبر میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ماہر اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور خود بھی حضورؐ کی صحبت میں رہے ہیں اس لیے وہ بھی صحابہؓ میں داخل ہیں۔ پھر عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں حکومت پیش کی اور

کہا اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو وہ آپ کی وہ عزت کریں گے جو کسی خلیفہ نے نہ کی ہوگی۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: اے عمرو رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل سے ذر تو نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرافت بیان کی ہے تو وہ اس قسم کی شرافت نہیں جس کے باعث اسے خلافت سونپ دی جائے اور اگر اس شرافت کی بناپر خلافت مل جایا کرتی تو اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ابرہۃ بن الصباح ہوتا۔ یہ خلافت تو اہل دین اور اہل فضل کا حق ہے اس لحاظ سے میں اگر کسی کو خلیفہ بناتا تو اس شخص کو خلافت دیتا جو قریش میں سب سے افضل ہے یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ تمہارا یہ کہنا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے وارث ہیں تو تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنادو لیکن میں یہ نہیں کرسکتا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنادوں۔ اور مہاجرین اولین کو چھوڑ دوں۔ رہا تم نے جو حکومت کی پیش کش کی ہے خدا کی قسم اگر معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے اپنی تمام حکومت بھی دے دے گا تب بھی میں اس حکومت کا حاکم نہ بنوں گا۔ میں اللہ عزوجل کے احکام پر رشوت نہیں لیتا۔ ہاں اگر تو چاہے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا نام زندہ کردے۔

خلافت کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نام:

ابومخنف نے ابوخباب الکلبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام زندہ کردیتا۔

اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیعت کرنا چاہتے ہو تو میرے بیٹے میں کیا کمی ہے حالانکہ آپ اس کے فضل وصلاح کے منکر نہیں ہوسکتے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا واقعتاً تیرا بیٹا ایک سچا آدمی ہے لیکن تو نے اسے فتنہ میں مبتلا کردیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے بیزاری:

ابومخنف نے محمد بن اسحاق کے ذریعہ نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات پر جواب دیا کہ اس کام کے لیے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو داڑھیں رکھتا ہو کہ اچھی طرح کھا سکے اور چبا سکے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں تو غفلت پائی جاتی ہے۔

اس پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا ذرا سمجھو اور ہوشیاری سے کام لو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا نہیں، خدا کی قسم! میں تو خلافت پر کبھی رشوت نہ دوں گا اور اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا عرب کی جب تلواریں ٹوٹ چکیں اور نیزے بیکار ہو چکے تو اے عمرو رضی اللہ عنہ انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا اب تو انہیں دوبارہ فتنہ میں مبتلا نہ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

ابومخنف نے نضر بن صالح العبسی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں غزوۂ سجستان میں شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ذریعہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو چند باتیں کہلوا کر بھیجی تھیں۔ فرمایا تھا اے شریح رضی اللہ عنہ جب تو عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرے تو اس سے کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے تجھ سے کہا ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہوگا جسے حق پر عمل کرنا زیادہ محبوب ہوگا خواہ اس کے عمل میں کچھ نقص اور کمی ہو اور تمام مخلوق میں اللہ سے بعیدترین وہ شخص ہوگا جسے باطل پر عمل کرنا زیادہ محبوب ہوگا خواہ پھر وہ حق پر کتنی کثرت سے عمل کیوں نہ کرے خدا کی قسم! تو یہ خوب جانتا ہے کہ حق کس جانب

ہے تو آپ جان بوجھ کر جاہل نہ بن اگر تجھے حق چھوڑنے کے لیے کچھ تھوڑی سی طمع دلائی گئی ہے تو یاد رکھ تو اس کے ذریعہ اللہ اور اس کے دوستوں کا دشمن بن جائے گا اور اس وقت خدا کی قسم! تجھے جو دولت ایمان دی گئی ہے وہ تجھ سے زائل ہو جائے گی تجھ پر افسوس تو خائن کی جانب سے جھگڑا نہ کر اور نہ ظالموں کا مددگار بن میں وہ دن جانتا ہوں جس روز تجھے اس پر ندامت ہوگی اور وہ تیری وفات کا دن ہوگا تو اس روز اس کی تمنا کرے گا کہ تو نے کسی مسلمان سے عداوت نہ برتی ہوتی اور نہ کسی فیصلے پر رشوت لی ہوتی۔

شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا پھر عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیسے علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کروں یا اس کا کام پورا کروں اور کیسے اس کی رائے پر چلوں۔

شریح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا اے نابغہ کے بیٹے تو کیسے اپنے مالک اور اپنے سردار کا مشورہ قبول نہیں کرتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب کے سردار ہیں اور تو ان کی رائے کیسے قبول نہیں کرتا جب کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جو تجھ سے بہتر تھے ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھ جیسا شخص تجھ جیسے شخص سے بات نہیں کر سکتا۔ میں نے جواب دیا تو کون سے باپ دادا کی وجہ سے نفرت کرتا ہے کیا اپنے خسیس باپ کی وجہ سے یا اپنی ماں نابغہ کی وجہ سے۔ شریح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر عمرو رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور میں بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ابومخنف نے ابوخباب الکلبی سے نقل کیا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملے تو عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے اپنا فیصلہ سنانے پر مجبور کیا اور کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اس لیے آپ پہلے اعلان کریں تو میں بھی اعلان کروں عمرو رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں اسی طرح ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا کرتے تھے اور اسی طرح ہر معاملہ میں انہیں کہہ دیا کرتے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ ان سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ختم کرنے کا اعلان کرا دیں۔

راوی کہتا ہے کہ ان دونوں نے علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملہ پر غور کیا اور کسی بات پر ان کا اتفاق نہ ہو سکا عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا پھر عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا لیکن ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے بھی انکار کر دیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اس سے عمرو رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا پھر آخر آپ کی کیا رائے ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم ان دونوں شخصوں کو معزول کر دیں اور اس خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیں اور مسلمان اپنے لیے جسے پسند کریں اسے خلیفہ بنا لیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: صحیح رائے تو وہی ہے جو آپ نے دی ہے۔

اس کے بعد یہ دونوں شخص لوگوں کے پاس آئے۔ تمام لوگ جمع تھے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ انہیں بتا دیجیے کہ ہم ایک رائے پر متفق و متحد ہو چکے ہیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا میں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک رائے پر متفق ہو چکے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اللہ عزوجل

اس رائے کے ذریعہ اس امت کی اصلاح فرمادے گا۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سچ بولتے اور نیک بات کررہے ہیں اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھو اور لوگوں کو بتادو۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے:

جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اعلان کرنے کے لیے آگے بڑھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ پر افسوس خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے آپ کو دھوکہ دیا اگر آپ دونوں ایک امر پر متفق ہیں تو اعلان کے لیے عمرو رضی اللہ عنہ کو آگے کیجیے تاکہ وہ پہلے اس کا اعلان کرے پھر بعد میں تم اعلان کرنا کیونکہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک دھوکہ باز شخص ہے اور مجھے یہ یقین نہیں کہ جو آپ کا اور اس کا فیصلہ ہوا ہے اس پر وہ راضی بھی ہوا گر آپ پہلے لوگوں میں کھڑے ہوکر اعلان کردیں گے تو وہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نہایت سادہ آدمی تھے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جواب دیا نہیں ہم دونوں ایک فیصلہ پر متفق ہو چکے ہیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا اعلان:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا۔ انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اے لوگو ہم نے اس امت کی خلافت کے معاملہ پر غور کیا تو ہم نے اس خلافت کے معاملہ میں اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھی جس پر میرا اور عمرو رضی اللہ عنہ کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کردیں اور اس خلافت کو امت پر چھوڑ دیں وہ جسے پسند کریں اپنا خلیفہ منتخب کرلیں اس لیے میں نے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کیا تم اس کام میں خود غور کرلو اور جسے تم اس خلافت کا اہل سمجھو اسے یہ خلافت سونپ دو یہ کہہ کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے۔

عمرو بن العاص کی دھوکہ دہی:

اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی جگہ کھڑے ہوکر پہلے اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی اور اس کے بعد کہا اس نے جو کچھ کہا ہے وہ تم نے سن لیا اس نے اپنے ساتھی کو معزول کردیا ہے میں بھی اسے معزول کرتا ہوں جسے اس نے معزول کیا لیکن میں اپنے ساتھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے وارث اور ان کے قصاص کے طلب گار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کے حق دار ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمرو رضی اللہ عنہ تجھے کیا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک کام کی توفیق دے تو نے غداری کی اور دھوکہ دیا تیری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ﴾

''اس کی مثال کتے کی طرح ہے کہ اگر اسے کچھ ڈالو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے''۔

اس پر عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی گدھے پر کتابیں لدی ہوں۔

یہ دیکھ کر شریح رضی اللہ عنہ بن ہانی نے عمرو رضی اللہ عنہ پر کوڑے سے حملہ کیا اور اس کے کوڑے مارے۔ عمرو رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اس جواب میں شریح رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے۔ فیصلہ کے بعد لوگ کھڑے ہوگئے اور ان میں مزید اختلاف پیدا ہوگیا۔

شریح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوڑوں سے مارنے پر اتنی ندامت ہے کہ آج تک میں کسی بات پر اتنا نادم نہ ہوا تھا اور ندامت یہ ہے کہ کیوں نہ میں نے اسے تلوار سے مارا پھر زمانہ میں جو کچھ ہوتا سو ہوتا۔

اس فیصلے کے بعد شامیوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا لیکن وہ اسی وقت سوار ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا اعتراف:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے کا برا کرے میں نے انہیں ڈرایا بھی تھا اور مشورہ بھی دیا تھا لیکن تب بھی انہیں عقل نہ آئی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک فاسق کی دھوکہ دہی سے خبردار کیا تھا لیکن میں نے اس پر اطمینان کیا اور یہ خیال کیا کہ یہ شخص امت کی بھلائی پر کسی شئے کو ترجیح نہ دے گا۔

فیصلہ کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ اور شامی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس چلے گئے اور ان لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور شریح رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس چلے گئے۔

فریقین کی ایک دوسرے پر لعنت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھتے اور فرماتے اے اللہ معاویہ، عمرو بن العاص، ابوالاعور السلمی، حبیب بن مسلمہ، عبدالرحمٰن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم پر لعنت نازل فرما۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے بھی قنوت شروع کر دی اور قنوت میں علی، ابن عباس، اشتر، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجتے۔ واقدی کا قول ہے کہ حکمین کا اجتماع شعبان ۳۸ھ میں ہوا۔

باب ۱۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خوارج

خارجیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گناہ:

ابومخنف نے ابوالمغفل کے ذریعہ عون بن ابی جحیفہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو فیصلے کے لیے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو خارجیوں کے دو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ایک زرعۃ بن البرج الطائی اور دوسرا حرقوص بن زہیر السعدی۔ یہ دونوں شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے:

﴿ لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾

''اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں''۔

اس کے بعد حرقوص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تو اپنے گناہ سے توبہ کر اپنے فیصلے سے رجوع کر اور ہمیں اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں لے کر چل ہم ان سے اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک خدا کے پاس نہ پہنچ جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میرا ارادہ تو یہی تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی اس لیے میں نے ان سے معاہدہ کر لیا اور اس میں مختلف شرائط لگائیں اور اس معاہدہ پر ہم ان سے عہد کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾

''اور جب بھی تم اللہ سے عہد کرو تو اسے پورا کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم نے اپنے اوپر اللہ کا ذمہ لیا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے افعال کو خوب جانتا ہے''۔

اس پر حرقوص نے کہا یہ جنگ بندی کا معاہدہ ایک گناہ تھا۔ اس لیے آپ کو اس گناہ سے توبہ کرنی چاہیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ گناہ نہیں بلکہ یہ رائے اور عقل کی کوتاہی ہے اور میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ جو کچھ اس کا انجام ہوگا۔ اور میں نے تمہیں اس سے منع بھی کیا تھا۔

اس پر زرعۃ بن البرج الطائی نے کہا خدا کی قسم! اے علی رضی اللہ عنہ اگر تو اللہ عزوجل کی کتاب میں لوگوں کے فیصلہ کو ترک نہ کرے گا تو میں تجھ سے جنگ کروں گا اور میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قتال کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا برا ہو تو کتنا بدبخت ہے میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ میں تجھے قتل کر کے چھوڑوں اور ہوائیں تجھے الٹ پلٹ کرتی رہیں۔

اس نے جواب دیا میں تو یہی چاہتا ہوں کاش ایسا ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو حق پر ہوتا تو موت کے وقت اور دنیا سے جدا ہوتے وقت بھی حق پر ہوتا تم لوگوں کو شیطان نے پاگل بنا

دیا ہے تم اللہ عزوجل سے ڈرو کیونکہ جس بات پر تم جنگ کرنا چاہتے ہو اس میں تمہارے لیے کوئی دنیاوی بھلائی نہیں ہے اس گفتگو کے بعد یہ دونوں شخص لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کا نعرہ لگاتے ہوئے چلے گئے۔

لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کی غلط تاویل:

ابومخنف نے عبدالملک بن ابی حرۃ الحنفی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے نکلے ابھی وہ خطبہ دے رہے تھے کہ مسجد کے مختلف گوشوں سے حکمیوں نے لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کا نعرہ لگایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر یہ ایک حق کلمہ ہے لیکن اس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے اگر یہ خاموش رہیں تو ہم بھی ان سے درگزر کریں گے اگر یہ کچھ بولیں گے تو ہم بھی ان سے بحث کریں گے اور اگر یہ ہم سے بغاوت کریں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔

خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کی دھمکی:

اس پر یزید بن عاصم المحاربی کھڑا ہوا اور بولا تمام تعریفیں اس کے لیے ہیں جو ہمارا رب ہے اور جسے چھوڑا نہیں جا سکتا اور اس سے بے پروائی کی جا سکتی ہے اے اللہ! ہم آپ سے ہمارے دین میں کمزور پیدا کرنے سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ دین میں کمزوری اللہ عزوجل کے حکم میں مداہنت ہے اور ایسی ذلت ہے جو اپنے فاعل کو اللہ عزوجل کی نافرمانی تک پہنچا دیتی ہے اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو ہمیں قتل سے ڈراتا ہے خدا کی قسم! اے علی رضی اللہ عنہ میری آرزو تو یہ ہے کہ میں اس بات پر تم لوگوں کو خوب ماروں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے اور نہ کسی قسم کا درگزر کیا جائے پھر تم خوب اچھی طرح یہ جان لو گے کہ کون دوزخ میں جانے کا زیادہ مستحق ہے اس کے بعد یہ شخص اور اس کے تین بھائی مسجد سے نکل کر چلے گئے اور نہر پر جا کر خوارج سے مل گئے اس کے بعد ان میں سے ایک شخص نخیلہ میں مارا گیا۔

خارجیوں کی فتنہ انگیزی:

ابومخنف نے اجلح بن عبداللہ اور سلمۃ بن کہیل کی سند سے کثیر بن بہز الحزمی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز خطبہ دینے کھڑے ہوئے مسجد کے ایک گوشے سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ (اللہ کے علاوہ کسی کے لیے حکم نہیں) فوراً دوسری جانب سے دوسرے شخص نے بھی کھڑے ہو کر یہی جملہ کہا اور اس کے بعد پے در پے بہت سے آدمی یہی نعرہ لگاتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ ایک حق کلمہ ہے جس کے ذریعہ باطل کو تلاش کیا جا رہا ہے جب تک تم لوگ ہمارے ساتھ ہو میری جانب سے تمہارے لیے تین فیصلے ہیں اول ہم تمہیں اس وقت تک مسجد میں آنے سے نہ روکیں گے جب تک تم مسجد میں اللہ کا ذکر کرتے رہو گے۔ اور جب تک تم ہمارا ساتھ دیتے رہو گے تو مال غنیمت بھی تم سے نہ روکا جائے گا' اور جب تک تم ہم سے جنگ کی ابتداء نہ کرو گے ہم جنگ نہ کریں گے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس مقام پر خطبہ چھوڑا تھا اسی جگہ سے خطبہ شروع فرمایا۔

حکیم البکائی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

ابومخنف نے قاسم بن الولید سے نقل کیا ہے کہ حکیم بن عبدالرحمٰن بن سعید البکائی خارجیوں کا ہم خیال تھا ایک روز وہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوْنَنَّ مِن الْخَاسِرِیْنَ ﴾

''آپ کی جانب اور آپ سے قبل تمام انبیاء کی جانب یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تو شریک کرے گا تو تیرے اعمال بیکار ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں داخل ہو گا''۔

(اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ تحکیم شرک ہے اس لحاظ سے تم نے شرک کا ارتکاب کیا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴾

''آپ صبر کیجیے! یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ رکھنے والوں کی وجہ سے آپ سست نہ پڑ جائیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفر سے توبہ:

ابوکریب نے ابن ادریس' اسماعیل بن سمیع الحنفی کی سند سے ابورزین سے نقل کیا ہے کہ جب واقعہ تحکیم پیش آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو یہ مخالفین بھی ساتھ ساتھ تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نہر پر پہنچے تو یہ مخالفین وہیں نہر پر رک گئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تو کوفہ تشریف لے گئے ان مخالفین نے حروراء جا کر قیام کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لیے بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس خود تشریف لے گئے اور ان سے گفتگو فرمائی حتیٰ کہ آپس میں دونوں میں رضامندی ہو گئی یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ آئے۔

اس کے بعد ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آ کر دریافت کیا یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے کفر سے توبہ کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز کے وقت خطبہ دیا اور اس خطبہ میں جو ان خارجیوں سے معاملہ پیش آیا تھا بیان کیا اور ان پر غلط گوئی کا الزام لگایا یہ لوگ مسجد کے مختلف گوشوں سے یہ کہتے ہوئے لا حکم الا للہ کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا جو اپنے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے تھا بولا:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ﴾

''آپ کی جانب اور آپ سے پہلے انبیاء کی جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو شریک کرے گا تو تیرے اعمال بیکار ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں داخل ہو گا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴾

''تو تو صبر کر یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ کرنے والوں کا طرز عمل تجھے سست نہ بنا دے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں کے لیے اعلان:

ابوکریب نے ابن ادریس کے ذریعہ لیث بن ابی سلیم کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ اپنے ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر اپنے ہاتھوں کو پلٹ کر فرمایا اللہ عزوجل کے حکم کا تمہارے بارے میں دوبارا انتظار کیا جائے گا۔ میری جانب سے تین فیصلے ہیں ایک تو ہم تمہیں اس مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکیں گے دوئم جب تک جنگ میں ہمارے ساتھ ساتھ شریک رہو گے تمہارا غنیمت کا حصہ تم سے نہ روکیں گے ثالثاً جب تک تم ہم سے جنگ نہ کرو گے ہم تم سے جنگ نہ کریں گے۔

عبداللہ بن وہب خارجی کی تقریر:

ابومخنف نے عبدالملک بن ابی حرہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو فیصلے کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا تھا تو خارجی باہم ایک دوسرے سے ملے اور عبداللہ بن وہب الراسبی رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے عبداللہ بن وہب نے اولاً ان کے سامنے خدا کی حمد وثنا کی اور اس کے بعد کہا خدا کی قسم! اس قوم کے لیے جو رحمان پر ایمان رکھتی ہو اور قرآن کے حکم کی جانب راجع ہو یہ دنیا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ جو قوم دنیا کی رضا کی طلب گار ہو اور اس پر اپنی جان قربان کرتی ہو اس کے لیے بربادی ہے۔ ان لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور حق بات پر دنیا کو ترجیح دی ہے خواہ کسی کے احسان کے باعث یا کسی کے نقصان پہنچانے کے باعث' حالانکہ اس دنیا میں احسانات اور نقصانات کا قیامت کے روز اجر یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل ہوتی اور ہمیشہ کی جنت ملتی ہے تم اپنے بھائیوں کو لے کر اس ظالم بستی سے نکل جاؤ پھر یا تو پہاڑیوں کی چوٹی پر چلے جاؤ یا اور کسی شہر کی طرف چلے جاؤ اور اس گمراہ کن بدعت کے منکر رہو۔

حرقوص بن زہیر کی تقریر:

اس کے بعد حرقوص بن زہیر نے کھڑے ہو کر کہا سادنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے لیکن اس سے جدائی دشوار ہے تمہیں اس کی زینت وخوبصورتی اپنی جانب مائل نہ کر لے اور تمہیں حق کی طالب اور ظلم کو ختم کرنے سے نہ روک دے کیونکہ اللہ تعالیٰ متقین اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

اس پر حمزۃ بن سنان الاسدی نے کہا اے قوم! رائے تو وہی ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ تم اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو کیونکہ یہ ضروری ہے کہ تمہارا ایک امیر اور ایک مرکز ہو اور تمہارا اپنا جھنڈا ہو جس کے نیچے تم جمع ہو سکو۔ ان لوگوں نے زید بن حصین الطائی کو امیر بنانا چاہا اس نے انکار کر دیا پھر لوگوں نے حرقوص بن زہیر کو مجبور کیا اس نے بھی انکار کر دیا۔ اسی طرح حمزۃ بن سنان اور شریح بن اوفی العبسی نے بھی امارت سے انکار کر دیا۔

عبداللہ بن وہب خارجی کی بیعت:

اس کے بعد ان لوگوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو امارت پیش کی۔ اس نے کہا ہاں میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہوں خدا کی قسم! یہ امارت دنیا کی خاطر قبول نہیں کر رہا ہوں اور نہ موت سے گھبرا کر اسے چھوڑوں گا۔ الغرض دس شوال کو ان لوگوں نے راسبی سے بیعت کر لی اس عبداللہ راسبی کا لقب ذوالثفنات تھا اس کے معنی ہیں گھٹنوں والا اور یہ لقب اس کا اس لیے تھا کہ طویل طویل سجدے کرنے سے اس کے گھٹنے سیاہ پڑ گئے تھے۔

اس کے بعد یہ لوگ شریح بن اوفی العبسی کے گھر جمع ہوئے ابن وہب نے ان لوگوں سے کہا کوئی شہر ایسا بتاؤ جہاں ہم جمع ہو کر اللہ کے حکم کو نافذ کر سکیں کیونکہ تم اہل حق ہو۔ شریح رضی اللہ عنہ نے رائے دی کیوں نہ ہم مدائن چلیں اور وہاں چل کر قبضہ کر یں اور وہاں کے باشندوں کو وہاں سے نکال دیں اور پھر بصرہ سے اپنے بھائیوں کو اطلاع دے کر بلالیں۔

اس پر زید بن حصین الطائی نے کہا اگر تم مجتمع طور پر یہاں سے نکلے تو تمہارا پیچھا کیا جائے گا اس لیے ایک ایک کر کے اور چھپ کر جانا چاہیے۔ اسی طرح مدائن میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تمہاری راہ روکیں گے بلکہ تم نہروان کے پل پر جا کر ٹھہر جاؤ اور اپنے بصرہ کے بھائیوں سے خط و کتابت کرو اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور کہا صحیح رائے یہی ہے۔

خارجیوں کا مذہبی ڈھونگ:

عبداللہ بن وہب نے بصرہ کے خارجیوں کو خط تحریر کیا جس میں انہیں اپنے اجتماع سے مطلع کیا اور انہیں اپنے ساتھ شمولیت کی دعوت دی اور یہ خط ان کے پاس روانہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ عنقریب وہ بھی ان کے ساتھ آ کر مل جائیں گے۔ انہوں نے جب کوچ کا ارادہ کیا تو تمام رات عبادت میں مشغول رہے اور یہ جمعہ کی شب تھی انہوں نے جمعہ بھی عبادت میں گزارا۔ اور ہفتہ کے روز انہوں نے کوچ کیا شریح بن اوفی العبسی نے کوفہ چھوڑتے وقت کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾

''وہ اس جگہ سے ڈرتے ہوئے اور پناہ لیتے ہوئے نکلے اور فرمایا اے میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دے جب وہ مدین کی جانب متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستہ پر چلائے گا''۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ:

ان لوگوں کے ساتھ طرفتہ بن عدیؓ بن حاتم الطائی بھی شامل ہو کر چلا گیا۔ اس کے والد حضرت عدی رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں گئے لیکن وہ انہیں نہ ملا عدی رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں مدائن تک گئے جب واپس ہوئے تو ساباط کے مقام پر عبداللہ بن وہب الراسبی بیس سواروں کے ساتھ ملا۔ اس نے ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اسے عمرو بن مالک النبہانی اور بشیر بن زید البولانی نے روک دیا۔

سعد بن مسعود کی خارجیوں سے جنگ:

عدی رضی اللہ عنہ نے یہاں سے نکل کر سعد بن مسعود کے پاس جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مدائن کا عامل تھا پیغام بھیجا اور اسے ان خارجیوں سے ڈرایا اس نے ڈر کر شہر کے دروازے بند کر دیئے اور خود کچھ سوار لے کر ان کی تلاش میں نکلا اور اپنی جگہ اپنے بھتیجے مختار بن ابی عبید کو متعین کیا عبداللہ بن وہب کو اس کی خبر ہو گئی اس نے راہ بدل کر بغداد کا رخ کیا۔ لیکن مقام کرخ پر سعد بن مسعود نے پانچ سو سواروں کے ساتھ اسے جالیا۔ عبداللہ بن وہب نے تیس سواروں کے ساتھ کچھ دیر اس کا مقابلہ کیا لیکن اس کی جماعت کے کچھ لوگوں نے اسے جنگ سے منع کیا۔ ادھر سعد بن مسعود کے ساتھیوں نے سعد سے کہا تمہارا ان لوگوں سے جنگ سے کیا واسطہ۔ اس لیے کہ ان سے جنگ کرنے کا تمہیں کوئی حکم نہیں ملا تو ان کی راہ چھوڑ دے تا کہ یہ چلے جائیں اور یہ تمام حالات امیر المومنین کو تحریر

کرا گروہ پیچھا کرنے کا حکم دیں تو ان کا پیچھا کر اور اگر تیرے علاوہ کسی اور شخص کو اس کام کے لیے معین کریں تو اس میں تیری عافیت ہے سعد نے ان کی اس بات سے انکار کر دیا۔

خارجیوں کا نہروان میں اجتماع:

جب رات کی خوب تاریکی چھا گئی تو عبداللہ بن وہب نے جوخیٰ کی طرف سے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور نہروان پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے مل گیا وہ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر عبداللہ ہلاک ہو گیا تو ہم زید بن حصین یا حرقوص بن زہیر کو امیر بنالیں گے۔

کوفہ کی ایک جماعت بھی خارجیوں کا ساتھ دینے کے لیے کوفہ سے نکلی لیکن انھیں ان کے رشتہ دار زبردستی کوفہ لے آئے ان لوگوں میں قعقاع بن قیس الطائی جو طرماح بن حکیم کا چچا تھا اور عبداللہ بن حکیم بن عبدالرحمٰن البکائی بھی شامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ سالم بن ربیعۃ العبسی بھی خارجیوں کے پاس جانے کا ارادہ کر رہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پس گئے اور اسے اس کام سے روکا جس پر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ربیعۃ بن ابی شداد کا انجام:

جب خارجی کوفہ سے نکل گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ بیعت کی اور کہا ہم اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ جسے آپ دوست رکھیں گے ہم بھی اسے دوست رکھیں گے اور جسے آپ دشمن رکھیں گے ہم بھی اسے دشمن رکھیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی شرط لگائی جب یہ بیعت ہو رہی تھی تو ربیعۃ بن ابی شداد الخثعمی بھی بیعت کے لیے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ آ مجھ سے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کی پیروی پر بیعت کر۔ اس نے جواب دیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت پر بھی بیعت لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کیا تو اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کوئی ایسا کام کیا ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ سے ثابت نہ ہو تو اس صورت میں وہ ہرگز حق پر نہ تھے (اور اگر ان دونوں نے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ پر عمل کیا تو ان کا عمل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ سے خارج نہیں) اس پر ربیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربیعہ کو غور سے دیکھا اور فرمایا خدا کی قسم! مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ عنقریب تو ان خارجیوں کے ساتھ مل جائے گا اور قتل ہو گا اور میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ تجھے گھوڑے اپنے کھروں سے روندیں گے۔ ربیعہ نہروان کی جنگ میں بصرہ کے خارجیوں کے ساتھ قتل ہوا۔

بصرہ کے خارجیوں کا فرار:

بصرہ میں جو خارجی تھے وہ سب یکجا ہوئے ان کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی انہوں نے مسعر بن فدکی التمیمی کو اپنا امیر بنایا۔ ان کے اس اجتماع و فرار کا جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا تو انہوں نے ابوالاسود الدولی کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ حتیٰ کہ ابوالاسود نے بڑے پل پر ان کو جالیا یہ دونوں اسی پل پر ٹھہر گئے جب رات ہوئی اور خوب تاریکی چھا گئی تو مسعر تاریکی میں اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا اور خاموشی سے نکل کر نہر پر عبداللہ بن وہب بن راسبی کے پاس پہنچ گیا اس وقت اس کے مقدمۃ الجیش پر اشرس بن عوف الشیبانی متعین تھا۔

شامیوں سے مقابلہ کی تیاریاں:

واقعہ تحکیم کے بعد جب خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ شامیوں کے خوف سے بھاگ کر مکہ چلے گئے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ واپس چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے انہیں خطبہ دیا اور فرمایا:

''اگرچہ زمانہ بڑے بڑے مصائب اور نئے نئے حادثات لے کر آیا ہے لیکن ہر صورت میں تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یاد رکھو نافرمانی حسرت کا باعث ہوتی ہے اور بعد میں ندامت کا سبب بنتی ہے میں نے ان دونوں ثالثوں اور اس کے فیصلے کے معاملے میں بہت سوچ کر تمہیں اپنی رائے سے مطلع کر دیا تھا کاش قصیر کی رائے مان لی جاتی۔ لیکن تم نے میری رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا اب میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کے ایک بھائی نے کہا تھا۔

اَمَرْتُهُمْ اَمْرِیْ بِمُنْعَرِجِ اللِّوٰی فَلَمْ یَسْتَبِیْنُوا الرُّشْدَ اِلَّا ضُحَی الْغَدِ

ترجمہ: ''میں نے منعرج اللویٰ کے مقام پر انہیں اپنی رائے سے متنبہ کر دیا تھا لیکن انہیں تو دن چڑھنے کے بعد عقل آئی''۔

خبردار! تم لوگوں نے جن حکمین کا انتخاب کیا تھا ان دونوں نے قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور قرآن نے جن امور کو ختم کیا تھا انہوں نے انہیں دوبارہ زندہ کیا' اور دونوں نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر صرف اپنی خواہشات کی پیروی کی انہوں نے کسی دلیل اور گذشتہ سنت کے بغیر فیصلہ کیا۔ پھر اس فیصلہ میں دونوں مختلف رہے اور کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکے تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں میں سے نیک لوگ ان دونوں کے فیصلے سے بری الذمہ ہیں اس لیے تم تیار ہو جاؤ اور شام چلنے کی تیاری کرو اور دوشنبہ کے روز تم سب لشکر میں پہنچ جاؤ۔ ان شاء اللہ''۔

اس خطبہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں کے نام خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خط خارجیوں کے نام لکھ کر نہروان روانہ کیا۔ اس خط میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے زید بن حصین' عبداللہ بن وہب اور ان لوگوں کے نام ہے جو ان دونوں کے ساتھ شریک ہیں۔ ان دونوں حکمین نے جن کے فیصلہ کو ہم نے قبول کیا تھا کتاب اللہ کی مخالفت کی اور ہدایت خداوندی کے بغیر فیصلہ کر کے اپنی خواہشات کی پیروی کی نہ تو ان دونوں نے سنت پر عمل کیا اور نہ حکم قرآنی کو نافذ کیا اس لیے اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ان دونوں کے فیصلے سے بری الذمہ ہیں جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اسے قبول کرو کیونکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں پر حملے کے لیے کوچ کر رہے ہیں اور اب ہمارا وہی فیصلہ ہے جو پہلے تھا۔ والسلام''۔

خارجیوں کا جواب:

خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب میں لکھا:

''اما بعد! تم نے جو جنگ کی ہے وہ رضائے خداوندی کے لیے نہ تھی بلکہ اپنی ذات کے لیے تھی اگر تم اس کا اقرار کرو کہ تم نے کفر کیا اور اس اقرار کے بعد اپنے کفر سے توبہ کرو تو پھر ہم اپنے اور تمہارے معاملات پر غور کر سکتے ہیں ورنہ ہم تم سے برابر مقابلہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا''۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی حمایت سے مایوس ہو کر یہ رائے قائم کی تھی کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور لشکر لے کر شامیوں کے مقابلہ پر جایا جائے اور ان سے جنگ کی جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ جنگ:

ابومخنف نے معلی بن کلیب الہمدی کے ذریعہ جحر بن نوف ابوالوداک الہمدانی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خارجیوں سے مایوس ہو گئے تو اہل کوفہ کو ساتھ لے کر نخیلہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اولاً اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا:

''جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کیا اور دین میں مداہنت سے کام لیا وہ شخص ہلاکت کے گڑھے پر کھڑا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمت نازل فرمائے اور گڑھے میں گرنے سے محفوظ رکھے تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور اللہ کے نور یعنی دین کو بجھانے کا ارادہ کیا ہے ان سے جنگ کرو۔ خطا کاروں' گمراہوں' مجرموں اور ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ قرآن پڑھتے ہیں۔ نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں نہ تاویل کے عالم ہیں اور نہ اس کام کے اہل ہیں اس لیے کہ انہیں اسلام میں سبقت حاصل نہیں' خدا کی قسم! اگر یہ لوگ تم پر خلیفہ اور والی بن گئے تو یہ لوگ کسریٰ اور ہرقل کے طریقہ کار پر چلیں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرو اور اپنے ان مغربی دشمنوں کے مقابلہ کی تیاری کرو ہم نے تمہارے بصرہ کے بھائیوں کو بھی طلبی کے لیے تحریر کیا ہے عنقریب وہ بھی تمہارے پاس آ جائیں گے جب وہ آ جائیں تو تم سب ہمارے گرد جمع ہو جاؤ۔ اور اللہ کے علاوہ کسی میں کوئی طاقت و قوت نہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک خط تحریر فرمایا اور وہ خط عتبۃ بن اخنس بن قیس کے ہاتھ روانہ کیا عتبہ قبیلہ بنو سعد بن بکر سے تھا اس خط میں تحریر فرمایا:

''اما بعد! ہم اپنی چھاؤنی نخیلہ پہنچ چکے ہیں اور ہمارا مقصد اپنے مغربی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے۔ میرا قاصد پہنچتے ہی لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کرو اور میرا خط ملتے ہی فوراً کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ''۔ والسلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تقریر:

جب یہ خط حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ احنف بن قیس کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہو جائیں ان کے اس حکم پر احنف کے ساتھ چلنے کے لیے صرف ڈیڑھ ہزار آدمی جمع ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس لشکر کو بہت کم سمجھا اور لوگوں میں تقریر فرمائی اولاً اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا:

''اے اہل بصرہ میرے پاس امیر المومنین کا حکم آیا کہ تمہیں جنگ پر جانے کا حکم دوں میں نے احنف بن قیس کے ساتھ تمہیں جانے کا حکم دیا لیکن اس حکم پر صرف ڈیڑھ ہزار آدمی احنف کے ساتھ گئے حالانکہ بچوں' غلاموں اور موالی کے

علاوہ تمہاری تعداد ساٹھ ہزار ہے خبردار تم فوراً جاریہ بن قدامۃ السعدی کے ساتھ احنف کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور کوئی شخص جنگ سے گریز کی کوشش نہ کرے میں بھی ان لوگوں کے ساتھ جو میرے ساتھ چلنا چاہیں گے جلد ہی وہاں پہنچوں گا جو ان کی تحریر سے اختلاف رکھتا ہو یا اپنے امام کا نافرمان ہو میں نے ابوالاسود الدؤلی کو تم لوگوں کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اب کوئی شخص اپنے علاوہ کسی دوسرے کو ملامت نہ کرے''۔

اہل بصرہ کا جنگ سے گریز:

جاریہ رضی اللہ عنہ نے شہر سے نکل کر لشکر گاہ میں قیام کیا اور ابوالاسود نے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اس طرح جاریہ رضی اللہ عنہ کے پاس سترہ سو آدمی جمع ہوئے جاریہ رضی اللہ عنہ انہیں لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نخیلہ چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کے لشکر کے انتظار میں نخیلہ میں قیام پذیر تھے حتیٰ کہ یہ دونوں لشکر نخیلہ پہنچ گئے ان کی کل تعداد تین ہزار دو سو تھی۔

ترغیب جنگ:

جب اہل بصرہ نخیلہ پہنچ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے تمام سرداروں' رؤساء اور قبائل کے تمام سرداروں کو جمع فرمایا اور اس کے بعد اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

''اے اہل کوفہ تم میرے بھائی' میرے مددگار' حق پر میرے معین اور میرے ان دشمنوں کے مقابلہ میں جو تم سے جنگ آزما ہیں میرے ساتھی ہو۔ میں پیچھے رہنے والوں کو سزا دوں گا۔ مجھے آنے والوں سے پوری اطاعت کی امید ہے میں نے اہل بصرہ کے پاس آدمی بھیجا تاکہ وہ تمہاری مدد کے لیے آئیں مگر وہاں سے صرف تین ہزار دو سو آدمی آئے تم ان لوگوں کو نصیحت کر کے جو کینہ پروری سے پاک ہوں میری مدد کرو اور انھیں ساتھ چلنے پر آمادہ کرو ہم صفین جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو تم لوگ اپنے آدمیوں کو جمع کرو۔ میرا سوال یہ ہے کہ تم میں سے ہر وہ شخص جو کسی قبیلے کا رئیس ہو اپنے اہل قبیلہ کو تحریر کرے کہ جتنے بھی جنگ جو افراد ہوں جو جنگ کے قابل ہوں یا ایسے لڑکے ہوں جو جنگ کے قابل ہوں انہیں اور اپنے غلاموں اور موالی کو لے کر ہمارے پاس پہنچ جائیں''۔

اس پر سعد بن قیس الہمدانی نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! ہم آپ کا حکم سننے اور اطاعت کے لیے تیار ہیں اور ہر قسم کی دوستی اور ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہیں میں سب سے پہلے آپ کی خواہش کو پورا کروں گا۔ سعد کے بعد معقل بن قیس الریاحی نے بھی کھڑے ہو کر یہی عرض کیا پھر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ' زیاد بن نصفہ' حجر بن عدی اور مختلف قبائل کے شرفاء اور سرداروں نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہر قسم کی امداد کا یقین دلایا۔

کوفی لشکر کی تعداد:

اس تحریک پر ان رؤسا نے اپنے اپنے قبیلہ والوں کو خطوط تحریر کیے کہ وہ اپنی اولاد' اپنے غلاموں اور موالیوں کو لے کر فوراً حاضر ہوں اور کوئی شخص بھی ان میں سے پیچھے نہ رہے۔ یہ سب لوگ حاضر خدمت ہوئے ان میں چالیس ہزار جنگ جو تھے۔ سترہ ہزار وہ لڑکے تھے جو جنگ کے قابل ہو چکے تھے اور آٹھ ہزار غلام اور موالی تھے ان سب نے آکر عرض کیا۔ امیر المومنین ؓ ہمارے پاس جتنے بھی جنگ کے قابل افراد تھے ایسی طرح جتنے لڑکے بالغ ہو چکے تھے' اور جنگ کی قوت رکھتے تھے ہم ان میں سے ہر اس شخص کو لے

کر حاضر ہوئے ہیں جس میں ذرا بھی جنگ کی قوت تھی ہم نے سب لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اب گھروں پر صرف کمزور لوگ باقی رہ گئے ہیں اور انہیں بھی ہم نے اپنے اہل وعیال اور دیگر کاموں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑا ہے۔

اس طرح عرب کوفیوں کی تعداد ستاون ہزار تھی اور ان کے غلاموں اور موالیوں کی تعداد آٹھ ہزار اور کل اہل کوفہ کا لشکر پینسٹھ ہزار تھا اور بصرہ کے تین ہزار دو سو افراد تھے اس طرح یہ تمام لشکر اڑسٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

سعد بن مسعود کو لشکر بھیجنے کا حکم:

ابو مخنف نے ابوالصلت التیمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سعد بن مسعود ثقفی کو جو مدائن کے عامل تھے تحریر کیا۔
امابعد! میں تمہارے پاس زیاد بن خصفہ کو روانہ کر رہا ہوں تم ان کے ساتھ اہل کوفہ کے جنگ جو لوگ فوراً روانہ کرو اور اس میں کچھ تاخیر نہ کرو۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں سے جنگ کا مشورہ:

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چاہیے کہ وہ ہمیں اولاً حرور یہ کے مقابلہ پر لے کر چلیں جب ہم ان کی جنگ سے فراغت حاصل کر لیں تو ان بدعہدوں کے مقابلہ پر جانا چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع فرمایا پھر خدا کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

> ''میں نے تمہارا یہ قول سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ امیر المومنین کو چاہیے کہ اولاً ہمیں اس خارجی جماعت کے مقابلہ پر لے کر چلیں تا کہ پہلے ہم ان سے نمٹ لیں ان سے فراغت کے بعد ان بدعہدوں کے مقابلہ پر جانا چاہیے لیکن میرے نزدیک ان خارجیوں سے زیادہ یہ بدعہد لوگ ہیں۔ اس لیے تم خارجیوں کا خیال چھوڑ کر اس قوم کے مقابلہ پر چلو جو تم سے اس لیے جنگ کر رہی ہے تا کہ وہ جابر بادشاہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو ذلیل وخوار کریں''۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا عہد جنگ:

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ ہر طرف سے لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین آپ جہاں چاہیں ہمیں لے چلیں۔ راوی کہتا ہے صیفی بن فسیل شیبانی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے امیر المومنینؓ! ہم آپ کی جماعت میں داخل ہیں اور آپ کے مددگار ہیں ہم ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس سے آپ دشمنی رکھتے ہوں اور ہر اس شخص کے پیروکار ہیں جو آپ کی اطاعت پر آمادہ ہو آپ ہمیں دشمنوں کے مقابلہ پر لے کر چلئے خواہ وہ دشمن کی کمی نہ پائیں گے اور نہ آپ تبعین میں کسی قسم کی کمزوری دیکھیں گے۔

اس کے بعد محرز بن شہاب التیمی کھڑا ہوا جو بنو سعد سے تھا اس نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ کے شیعہ آپ کی حمایت اور آپ کے دشمن کے مقابلہ پر باہم یک دل ہیں آپ کو اس نصرت کی بشارت ہو آپ جس فریق کے مقابلہ پر ہمیں لے کر چلنا چاہیں چلیں کیونکہ آپ کے شیعہ آپ کی اطاعت اور آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں ثواب کی امید رکھتے ہیں اور آپ کی رسوائی اور آپ کے ساتھ جنگ سے گریز کرنے میں ہمیں سخت عذاب کا خوف ہے۔

عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت:

یعقوب نے اسماعیل ایوب اور حمید بن ہلال کی سند سے بنو عبدالقیس کے ایک شخص سے نقل کیا ہے۔ یہ شخص اولاً خارجی تھا پھر

بعد میں ان سے الگ ہو گیا تھا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ خارجی ایک بستی میں گھس گئے انہیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے گھبرائے ہوئے باہر نکلے ان کی چادر گھبراہٹ میں زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی ان خارجیوں نے ان سے کہا آپ کسی قسم کا خوف نہ کیجیے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما نے فرمایا خدا کی قسم! تم نے مجھے ڈرا دیا تھا ان خارجیوں نے ان سے سوال کیا کیا تم صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما ہو انہوں نے جواب دیا ہاں! انہوں نے سوال کیا کیا تم نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا۔ اس فتنہ کے وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا اس فتنہ میں کسی قسم کی کوشش کرنے والے سے' اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر تم لوگ وہ فتنہ پاؤ تو اے عبداللہ رضی اللہ عنہ تو مقتول ہونا منظور کر لینا۔ ایوب راوی کہتے ہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ قاتل بننا گوارا نہ کرنا' یہ حدیث سن کر عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما نے جواب دیا ہاں میں نے یہ حدیث سنی ہے یہ سن کر ایک خارجی نے دوسروں سے کہا اسے نہروان کے کنارے لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو الغرض انہیں شہید کر دیا گیا ان کا خون نہر میں جوتے کے تسمہ کی صورت میں ایک دھار کی شکل میں بہہ رہا تھا ان لوگوں نے ان کی باندی کا پیٹ چاک کیا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا اسے نکال پھینکا۔

حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما سے سوالات و جوابات:

ابو مخنف نے عطاء عجلان کے حوالے سے حمید بن ہلال سے نقل کیا ہے کہ جو خارجی بصرہ سے چلے تھے جب وہ نہر کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک جماعت آگے بڑھ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک عورت کو گدھے پر لیے جا رہا ہے یہ لوگ اس کے پاس پہنچے اسے للکارا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے خوف زدہ کیا پھر اس سے سوال کیا تو کون ہے۔ اس شخص نے جواب دیا میں عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔ یہ کہہ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زمین پر سے اپنے کپڑے اٹھا لیے جو گھبراہٹ میں گر گئے تھے۔

خارجیوں نے سوال کیا کیا تم ہم سے ڈر گئے تھے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہاں!

خارجی: آپ ڈریئے نہیں آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شاید اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ذریعہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: مجھ سے میرے والد نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے عنقریب ایک فتنہ واقع ہوگا جس میں انسانوں کے قلوب ایسے ہی مردہ ہو جائیں گے جیسا کہ اس فتنہ میں انسانوں کے اجسام ختم ہو جائیں گے ایک شخص شام کے وقت مومن ہو لیکن اس فتنہ کی وجہ سے صبح کو کافر بن جائے گا اور اگر وہ اس فتنہ میں صبح کو مومن ہے تو شام کو کافر ہو جائے گا۔

خارجی: ہم تم سے یہی حدیث معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کی تعریف کی۔

خارجی: اچھا عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی اور آخری دور کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: وہ شروع دور میں بھی حق پر تھے اور آخری دور میں بھی حق پر تھے۔

خارجی: اچھا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ تحکیم سے قبل وہ کیسے تھے اور تحکیم کے بعد ان کے دین کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: وہ اللہ کو تم سے زیادہ جانتے' تم سے زیادہ دین میں پرہیز گار اور تم سے زیادہ بصیرت کے مالک ہیں۔

خارجی: تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور مشہور لوگوں کے ناموں کو دیکھ کر ان سے محبت کرتا ہے ان کے افعال کو نہیں دیکھتا۔ خدا کی قسم! ہم تجھے اس بری طرح قتل کریں گے کہ آج تک کسی کو قتل نہ کیا ہوگا۔ پھر ان خارجیوں نے انہیں پکڑ کر باندھا اور انہیں اور ان کی عورت کو جس کے عنقریب بچہ ہونے والا تھا پکڑ کر لے گئے۔

مذہبی ڈھونگ:

چلتے چلتے یہ ایک پھلدار درخت کے نیچے جا کر ٹھہرے۔ اوپر درخت سے ایک کھجور ٹوٹ کر گری ایک خارجی نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا دوسرے نے اعتراض کیا کہ بلا اجازت اور قیمت ادا کیے بغیر کیسے کھا رہے ہو۔ اس خارجی نے وہ کھجور منہ سے تھوک دی پھر اس غلطی کی سزا میں تلوار سے اپنا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔

خنزیر کو قتل کرنا فساد میں داخل ہے:

یہ جماعت آگے بڑھی تو ایک ذمی کا سور پھرتا ہوا نظر آیا کسی نے اسے اپنی تلوار سے قتل کر دیا اس پر بقیہ خارجیوں نے کہا یہ زمین میں فساد ہے یہ سن کر وہ خارجی اس ذمی کے پاس گیا اور اسے راضی کیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔

عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ نے جب ان کا یہ مذہبی ڈھونگ دیکھا تو فرمایا جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے تمہارے حالات دیکھ رہا ہوں اگر واقعتاً تم دین میں ایسے ہی سچے اور پختہ ہو تو تم سے مجھے بھی کوئی تکلیف نہ پہنچنی چاہیے اور خصوصاً اس حالت میں جب کہ تم مجھے امان دے چکے ہو کیونکہ تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں ایک مسلم ہوں میں نے اسلام میں کوئی بدعت بھی ایجاد نہیں کی۔

اس پر ان خارجیوں نے انہیں پکڑ کر زمین پر لٹایا اور انہیں ذبح کر دیا۔ ان کا خون پانی میں بہہ رہا تھا اس کے بعد ان کی عورت کو پکڑا۔ وہ عورت بولی کہ میں تو ایک عورت ہوں کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ان لوگوں نے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا اس کے بعد انہوں نے بنوطے کی تین عورتوں کو قتل کیا اور ام سنان الصیداویہ کو بھی قتل کیا۔

خارجیوں کے مقابلہ کی تیاریاں:

جب حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے حامیوں کو پہنچی اور دیگر وہ حالات بھی ان تک پہنچے جو یہ خارجی فتنہ وفساد پھیلا رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حارث بن مرۃ العبدی کو یہ حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا انہیں جو حالات معلوم ہوئے وہ انہوں نے مکمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دیئے اور ان میں سے کوئی بات نہ چھپائی۔ پھر حارث نہر کی طرف گئے تا کہ خارجیوں سے اس کا سوال کریں خارجیوں نے جب انہیں دیکھا تو انہیں پکڑ کر فوراً قتل کر دیا۔ یہ اطلاع بھی حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پہنچ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کے پاس جمع ہوئے اور بولے اے امیر المومنین کیا ایسے لوگوں کو آپ ہمارے اہل وعیال اور ہمارے مالوں پر پیچھے چھوڑ کر شامیوں کی طرف جانا چاہتے ہیں کہ بعد میں یہ لوگ خوب غارت گری کریں بہتر یہ ہے کہ اولاً آپ ہمیں اس جماعت کے مقابلہ پر لے کر چلئے جب ہم ان سے فارغ ہو لیں تو ہمیں ہمارے شامی دشمنوں کے مقابلے پر لے جایئے اشعث بن قیس نے بھی کھڑے ہو کر ان لوگوں کی رائے کی تائید کی حالانکہ عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اشعث بھی خارجیوں کا ہمنوا ہے اس لیے کہ صفین کے روز اس نے کہا تھا ان شامیوں نے ہم سے بہت انصاف کی بات کی ہے کہ یہ ہمیں کتاب اللہ پر چلنے کی دعوت دے رہے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے مقابلے کے لیے روانگی کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ اشعث خارجیوں کا ہم خیال نہیں۔

الغرض خارجیوں کے مقابلہ پر اتفاق رائے ہو گیا اور کوچ کا اعلان ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر نکلے اور دریا کے پل کو عبور کیا اور پل پر دو رکعت نماز ادا فرمائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے چل کر دیر عبدالرحمٰن میں پہلی منزل کی پھر دوسری منزل دیر ابی موسیٰ میں کی پھر قریہ شاہی پر پھر دبا پر اور اس کے بعد فرات کے کنارے۔

نجومی کی مخالفت:

راہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نجومی سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ اس وقت تمہارا کوچ بہت بہتر ہے لیکن اگر تم فلاں وقت سفر کرو گے تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نجومی کی مخالفت کی اور اس وقت کوچ کیا جس وقت کے لیے اس نے منع کیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ نہروان سے فارغ ہو چکے تو اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس ساعت کے لیے نجومی نے کہا تھا تو جاہل اور لاعلم لوگ یہی کہتے کہ علی رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس وقت کوچ کیا تھا جس کا نجومی نے حکم دیا تھا اس لیے کامیاب ہو گئے۔

خون مسلم کی اباحت:

ابو مخنف نے یوسف بن یزید کے ذریعہ عبداللہ بن عوف کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انبار کی نہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو آگے روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ اولاً مدائن جاؤ اور وہاں پہنچ کر اہل مدائن کو جنگ کا حکم دو اور انہیں ساتھ لے کر آؤ الغرض قیس بن سعد رضی اللہ عنہما اور سعد بن مسعود الثقفی نہر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آ کر مل گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہر کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارے جن آدمیوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے انہیں ہمارے پاس بھیج دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور تم سے درگزر کر کے شامیوں کے مقابلہ پر چلا جاؤں گا شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو تبدیل کر دے اور تمہیں تمہاری اس حالت سے بھلائی کی جانب پھیر دے۔ انہوں نے جواب دیا ہم سب نے ان آدمیوں کو قتل کیا ہے اور ہم سب ان لوگوں کا اور تم لوگوں کا خون حلال سمجھتے ہیں۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کی خارجیوں سے گفتگو:

ابو مخنف نے حارث بن حصیرہ کے ذریعہ عبدالرحمٰن بن عبید البوالکنود کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قیس ابن سعد رضی اللہ عنہما نے ان

خارجیوں سے کہا اے اللہ کے بندو تم میں جو ہمارے قاتل موجود ہیں انہیں ہمارے پاس بھیج دو اور جس راہ اور دین کو چھوڑ کر تم نے بے راہ روی اختیار کی ہے اس دین اور جماعت میں واپس آ جاؤ اور ہمارے ساتھ مل جاؤ اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے پر چلو جو تمہارے بھی دشمن ہیں تم نے ایک زبردست جرم کیا ہے اور تم ہمارے شرک کی گواہی دیتے ہو حالانکہ شرک ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کا خون بہاتے ہو۔

اس بن عبداللہ بن شجرۃ السلمی نے جواب دیا اب تو حق ہم پر واضح ہو چکا ہم ہرگز تمہاری اس وقت تک اتباع نہیں کریں گے جب تک تم عمر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی دوسرا شخص ہمارے سامنے پیش نہ کرو۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہمیں تو اپنے امیر کے علاوہ کوئی شخص عمر رضی اللہ عنہ جیسا نظر نہیں آتا۔ کیا تم اپنے لوگوں میں کسی شخص کو عمر رضی اللہ عنہ جیسا سمجھتے ہو؟ میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ تم ہلاکت میں مبتلا ہو گے کیونکہ تم پر فتنہ نے غلبہ پا لیا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا خارجیوں سے خطاب:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ خالد بن زید نے ان خارجیوں کو خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا:

''اے اللہ کے بندو! ہم اور تم اب اس پہلی حالت میں پہنچ چکے ہیں جس پر ہم دونوں پہلے موجود تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی تفریق نہیں تو پھر کس بنا پر ہم سے جنگ کرتے ہو''۔

خارجیوں نے جواب دیا کہ اگر آج ہم تمہارے امیر کی بیعت بھی کر لیں تو کل تم پھر حکم بنا لو گے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم! دیتا ہوں کہ تم آئندہ پیش آنے والے خطرہ کے پیش آنے سے قبل فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں سے خطاب:

ابومخنف نے مالک بن اعین کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہر کی جانب تشریف لے گئے اور خارجیوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے فرمایا:

''اے وہ جماعت جسے دھوکہ دہی اور فریب کی عداوت نے جماعت مسلمین سے نکال دیا ہے اور جسے خواہشات نے حق سے بے راہ کر دیا جو اختلاط اور لاعلمی میں مبتلا ہو چکی۔ میں تمہیں اس بات سے ڈرانے آیا ہوں کہ کہیں امت مسلمہ تمہیں کل اس نہر کے درمیان بچھڑا ہوا نہ پائے کہیں تم اپنے پروردگار کی دلیل و حجت کے بغیر اس پاخانہ کو ہضم نہ کر جاؤ اس حال میں کہ تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہیں تحکیم اور ثالثی سے منع کیا تھا۔ میں نے تم سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ شامیوں کا مقصد تمہیں دھوکہ میں مبتلا کرنا ہے اور تمہاری قوت کو پارہ پارہ کرنا ہے کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ یہ لوگ دین اور قرآن کے عامل نہیں۔ میں ان لوگوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں میں ان کے بچپن سے بھی واقف ہوں اور ان کی جوانی سے بھی واقف ہوں۔ اور غدار لوگ ہیں اور اگر تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا تو تم سے پختگی اور ہمت ختم ہو جائے گی لیکن اس کے باوجود تم نے میری نافرمانی کی حتیٰ کہ مجبوراً میں نے بھی ثالثی کو منظور کر لیا۔ لیکن میں نے اس میں کچھ شرائط کا اضافہ کیا اور کچھ عہد و پیمان لیے۔ میں نے حکمین پر یہ شرط قائم کی کہ جس

کا قرآن حکم دے گا وہ اس پر عمل پیرا ہوں گے اور جس کی قرآن ممانعت کرے گا اسے ختم کریں گے اور ان دونوں ثالثوں نے باہم اختلاف کیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی۔ اسی لیے ہم نے ان کا حکم قبول نہیں کیا اور جو فیصلہ ہمارا اس تحکیم سے قبل تھا ہم فوراً اسی فیصلہ پر پہنچ گئے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم یہ باتیں کہاں سے کرنے لگے؟''۔

خارجی: چونکہ ہم نے ثالثی کو قبول کیا اس لیے ہم گناہ گار ہوئے اور اس گناہ کی وجہ سے کافر ہو گئے (خارجیوں کے نزدیک ہر گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے) ہم نے اپنے اس کفر سے توبہ کی تو اگر تو بھی جیسے ہم نے توبہ کی ہے توبہ کر لے تو ہم بھی تیرے ساتھ شامل ہونے کے لیے تیار ہیں اور اگر تجھے توبہ سے انکار ہے تو ہم تجھ سے برابر کا مقابلہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خائنوں کو پسند نہیں فرماتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تمہیں اس فتنہ کے طوفان نے کھالیا ہے تم میں کوئی شخص اب ایسا باقی نہیں ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مجھ سے قبل ایمان لایا ہو۔ میں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک رہا تو اگر اس صورت میں بھی میں اپنے کفر کی گواہی دوں گا تو اس وقت تو میں واقعتاً گمراہ ہو جاؤں گا اور میرا ہرگز ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار نہ ہو گا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔

دعوت ثانیہ:

ابومخنف نے ابوسلمۃ الزہری سے نقل کیا ہے اور ابوسلمہ کی والدہ حضرت انس بن مالک کی صاحبزادی تھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہر کو دعوت دی اور فرمایا:

''اے لوگو! تمہیں اس تحکیم کے مسئلہ نے دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ حالانکہ تم نے خود اس کی ابتداء کی تھی اور تم ہی نے ثالثی کا سوال کیا تھا۔ میں نے تو اسے مجبوراً قبول کیا تھا میں نے تم سے یہ بیان کر دیا تھا کہ ان لوگوں نے تمہیں دھوکہ و فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تم نے مخالفین کی مخالفت کرنے سے انکار کر دیا۔ تم نے نافرمانوں کی طرح میری بات قبول نہیں کی مجبوراً میں نے اپنی رائے تبدیل کی اور تمہاری رائے سے موافقت کی' خدا کی قسم تم ایک ایسی جماعت ہو جن کی کھوپڑیوں میں دماغ نہیں جن کی عقلیں خراب ہو چکی ہیں۔ میں تمہاری خاطر کوئی حرام کام نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم! میں تمہاری ان باتوں سے درگزر نہیں کر سکتا اور نہ تم سے میں اس خلافت کی کوئی بات چھپانا چاہتا ہوں نہ تم پر لشکر کشی کرنا چاہتا ہوں اور نہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہمارا معاملہ تمام مسلمانوں پر عیاں تھا میں نے تم لوگوں سے اس پر اتفاق کیا کہ دو شخص ثالث منتخب کیے جائیں ہم نے ان حکمین سے یہ عہد لیا کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اس سے تجاوز نہ کریں گے۔ ان حکمین نے حق کو سامنے رکھ کر بھی چھوڑ دیا اور اپنی خواہشات پر عمل کیا۔ حالانکہ ہمارا ان سے عہد یہ تھا کہ وہ انصاف کے مطابق فیصلہ کریں گے اور حق کی موجودگی میں اپنی رائے اور خواہشات کو دخل نہ دیں گے لیکن جب انہوں نے حق کی مخالفت کی اور ایسا فیصلہ دیا جو کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا تو ہم پر حقیقت حال واضح ہو گئی''۔

ان تمام امور سے واقف اور شریک کار ہونے کے باوجود پھر تم ہم سے کس طرح قتال کو حلال سمجھتے ہو اور کس دلیل سے تم نے ہماری جماعت سے بغاوت کو جائز سمجھا اگر بالفرض والمحال حکمین یہ فیصلہ کر دیتے کہ تم لوگ تلواریں کھینچ لو۔ ایک دوسرے کی گردنیں مارو اور خوب لوگوں کا خون بہاؤ تو یہ ایک کھلا نقصان ہوتا۔ خدا کی قسم! اس صورت میں اگر تم ایک مرغی کو بھی قتل کر دیتے تو ان کے نزدیک اس مرغی کا قتل بھی ایک بہت بڑا گناہ ہوتا۔ تو پھر اس جان کو ختم کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے کیسے حلال ہوگا''۔

اس تقریر پر خارجیوں نے ایک دوسرے سے چلا کر کہا۔ ان لوگوں سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرو بلکہ خدا تعالیٰ سے ملاقات اور جنت میں جانے کی تیاری کرو۔

باب ۱۷

جنگِ نہروان

فوجی دستوں کی تقسیم:

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو مختلف دستوں پر تقسیم فرمایا۔ میمنہ پر حجر بن عدی، میسرہ پر شبث بن ربعی یا معقل بن یسار کو، سواروں پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور پیدل فوج پر حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر کیا۔ اہل مدینہ جن کی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کی ماتحتی میں تھے۔

راوی کہتا ہے۔ اور خوارج نے اپنے دستوں کی تقسیم اس طرح کی کہ میمنہ پر زید بن حصین الطائی کو معین کیا۔ میسرہ شریح بن ہانی العبسی کی ماتحتی میں دیا گیا۔ سواروں پر حمزۃ بن سنان الاسدی کو مامور کیا گیا۔ اور پیدل فوج پر ہرقوص بن زہیر السعدی کو مامور کیا گیا۔

اعلان امان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو ہزار سوار دے کر اسود بن المرادی کو حمزۃ بن سنان کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس کے ساتھ تین سو سوار تھے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو امان کا جھنڈا دیا۔ انھوں نے وہ جھنڈا لے کر اعلان کیا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص جنگ کیے اور کسی سے معترض ہوئے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اس کے لیے امان ہے۔ اسی طرح جو شخص کوفہ یا مدائن چلا جائے گا یا اس جماعت سے جدا ہو کر کسی اور جگہ چلا جائے گا اس کے لیے بھی امان ہے۔ باوجودیکہ تم میں سے کچھ نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ لیکن تب بھی ہمیں تمہارا خون بہانے کی چنداں حاجت نہیں۔

یہ سن کر فروۃ بن نوفل الاشجعی نے کہا خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم آخر کس جرم پر علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں میں تو یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ میدانِ جنگ سے واپس چلا جاؤں اور اس وقت تک ہر قسم فتنہ انگیزی سے علیحدہ رہوں۔ جب تک میری عقل و بصیرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کی یا اس کی اتباع کی شہادت نہ دے دے یہ کہہ کر فروہ پانچ سو سواروں کے ساتھ جدا ہو گیا اور یہ لوگ بند نیجین اور دسکرہ میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اس اعلان پر ایک اور جماعت متفرق طور پر خارجیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلی اور کوفہ آ کر مقیم ہو گئی اور تقریباً سو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے۔

ابتدائے جنگ:

خارجیوں کی کل تعداد چار ہزار تھی جن میں سے اب صرف دو ہزار آٹھ سو آدمی عبداللہ بن وہب کے ساتھ باقی رہ گئے تھے ان بقیہ خارجیوں نے حملہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب لشکر بڑھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سوار فوج کو آگے کیا اور پیدل فوج کو سوار فوج کے پیچھے دو صفوں پر تقسیم کیا اور پہلی صف کے آگے مرامیہ کی صف کھڑی کی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکر سے

مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم اس وقت تک جنگ سے ہاتھ روکے رہو جب تک دشمن جنگ کی ابتداء نہ کرے اگر انہوں نے تم پر سخت حملہ بھی کیا تب بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ان کے ساتھ زیادہ تر پیدل فوج ہے وہ تم تک اسی وقت پہنچ سکتے ہیں جب کہ اپنا اکثر لشکر تباہ کر دیں اور تم پلٹ کر بھی حملہ کر سکتے ہو اور ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو''۔

خارجی لشکر آگے بڑھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے قریب پہنچا تو انہوں نے یزید بن قیس سے پکار کر کہا۔ یہ یزید اصبہان کے عامل تھے۔ اے یزید اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں خواہ اصبہانی اس بات کو برا سمجھیں۔ اس پر عباس بن شریک اور قبیصۃ بن ضبیعۃ العبسیان نے جواب دیا اے اللہ کے دشمنوں کیا تم میں شریح بن اوفی جیسا بدکار شخص نہیں ہے۔ اور کیا تم سب اسی جیسے نہیں ہو خارجیوں نے جواب دیا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ تم ایک ایسے شخص کا ساتھ دو جو فتنہ میں مبتلا ہے اور ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔

اس کے بعد خارجیوں نے چیخنا شروع کیا۔ چلو جلدی سے جنت کی طرف چلو یہ آواز سنتے ہی تمام خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوار دستوں اور ان لوگوں پر سخت ترین حملہ کیا جو پیدل فوج کے آگے تھے حملہ کی شدت کی وجہ سے سوار فوج کے گھوڑے اپنی جگہ نہ ٹھہر سکے اور دو حصوں میں بٹ گئے کچھ داہنی طرف چلے گئے اور کچھ بائیں طرف جسے خارجیوں کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا اور وہ پیدل فوج کی طرف بڑھے مرامیہ نے ان کا نیزوں سے استقبال کیا اور سوار فوج بھی دائیں اور بائیں سے واپس لوٹی اور خارجیوں کو گھیرے میں لے لیا اور پیدل فوج نے نیزوں اور تلواروں سے حملہ کیا خدا کی قسم کچھ دیر بھی نہ لگی تھی کہ ان لوگوں نے خارجیوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

حمزۃ بن سنان جو خارجی سوار دستوں کا امیر تھا اس نے جب اپنے لشکر کو تباہ ہوتے دیکھا تو ساتھیوں سے للکار کر کہا کہ گھوڑوں سے نیچے اتر جاؤ ان سب نے گھوڑوں سے اترنے کا ارادہ کیا لیکن اسود بن قیس المرادی نے انہیں اتنی مہلت نہ دی اور ان پر سخت حمہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے مزید سوار دستے اسود کی امداد کے لیے پہنچ گئے اور چند ہی لمحات میں خارجی سوار جہنم رسید ہو گئے۔

ابومخنف نے عبدالملک بن مسلم بن سلام بن ثمامۃ الحنفی کے ذریعہ حکیم بن سعد سے نقل کیا ہے راوی کہتا ہے کہ خارجی ابھی اہل بصرہ ہی سے ٹکرائے تھے اور اس ٹکراؤ کو ابھی کچھ دیر بھی نہ گزری تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ مر جاؤ اور انہوں نے اس آواز پر فوراً لبیک کہا اور اپنی شان و شوکت طاقت و قوت پیدا ہونے سے قبل ہی وہ سب موت کے منہ میں پہنچ گئے۔

زید بن حصین طائی کا قتل:

ابومخنف نے ابوخباب سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا اے امیرالمومنین میں نے زید بن حصین کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کیا تم دونوں میں کوئی گفتگو بھی ہوئی تھی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا جو اس کی پشت سے نکل گیا اور نیزہ مار کر اس سے کہا اے اللہ کے دشمن

تجھے دوزخ کی بشارت ہو اس نے جواب دیا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کون دوزخ میں گرنے کے زیادہ لائق ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر خاموش رہے' ابو مخنف نے ابو خباب سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا وہی دوزخ میں جانے کے زیادہ لائق ہے۔

عبداللہ بن وہب الراسبی کا قتل:

ابو خباب کہتا ہے کہ عائذ بن حملة التمیمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھاگتا ہوا پہنچا اور بولا میں نے کلاب کو قتل کر دیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے بہت اچھا کام کیا تو حق پر تھا اور تو نے ایک باطل پرست کو قتل کیا ہے۔

اس کے بعد ہانی بن خطاب الارجی اور زیاد بن خصفہ جھگڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ اس نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو قتل کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا' تم دونوں نے آخر کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم نے عبداللہ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا۔ ہم دونوں اس کی طرف لپکے اور ہم دونوں نے نیزے مارے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر تم آپس میں نہ جھگڑو اس لیے کہ تم دونوں اس کے قاتل ہو۔

جیش بن ربیعہ ابوالمعتمر الکنانی نے حرقوص بن زہیر پر حملہ کر کے اسے قتل کیا اور عبداللہ بن زحر الخولانی نے عبداللہ بن شجرۃ السلمی پر حملہ کر کے اسے قتل کیا۔

شریح بن اوفی کا قتل:

شریح بن اوفی نے ایک دیوار کی اوٹ میں پناہ لی اور اس کی اوٹ میں دن چڑھے تک وہ جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے تین ہمدانیوں کو قتل کیا۔ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قَدْ عَلِمَتْ جَارِيَةٌ عَبْسِيَّهْ نَاعِمَةٌ فِي أَهْلِهَا مَكْفِيَّهْ
إِنِّي سَأَحْمِي ثُلْمَتِي الْعَشِيَّهْ

ترجمہ: ''عبسی لونڈیا نے جو اپنے گھر میں بہت کفایت شعار ہے یہ بات جان لی ہے کہ میں اپنی اس اوٹ میں شام تک پناہ لے سکتا ہوں''۔

اس پر قیس ابن معاویۃ الدہنی نے اس پر سخت حملہ کیا اور اس کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا زخمی ہونے کے بعد وہ اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے لگا قیس بن معاویہ نے اس پر دوسری بار سخت حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اس پر لوگوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اِقْتَتَلَتْ هَمْدَانُ يَوْمًا وَّ رَجُلٌ اِقْتَتَلُوا مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى الْاَصَلْ
فَفَتَحَ اللّٰهُ لِهَمْدَانَ الرَّجُلُ

ترجمہ: ''ہمدانی اس شخص سے اس دن صبح سے دوپہر تک جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ہمدانیوں کو اس شخص پر فتح دی''۔

شریح ایک شعر یہ بھی پڑھ رہا تھا۔

اَضْرِبُهُمْ وَلَوْ اَرٰى اَبَا حَسَنْ ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يَطْمَئِنْ

ترجمہ: ''میں لوگوں کو مارتا رہا کاش میں ابوالحسن رضی اللہ عنہ (علی رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لیتا تو اسے تلوار سے ایسا مارتا کہ مجھے اطمینان ہو جاتا''۔

یہ بھی اسی کا شعر ہے۔

اَضْرِبُهُمْ وَ لَوْ اَرٰى عَلِيًّا اَبْسَتُهٗ اَبْيَضَ مُشْرِفِيًّا

ترجمہ: ''میں لوگوں کو مارتا رہا کاش میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتا تو میں اسے اپنی سفید چمکدار تلوار میں ڈھانپ لیتا''۔

ذوالثدیہ کی تلاش:

ابو مخنف نے عبدالملک بن ابی حرہ سے نقل کیا ہے کہ جب جنگ ختم ہوگئی تو علی رضی اللہ عنہ ذوالثدیہ کی تلاش میں نکلے آپ کے ساتھ سلیمان بن ثمامۃ الحنفی ابو جبرہ اور ریان بن صبرۃ بن ہوذہ تھے ریان بن صبرۃ بن ہوذۃ نے اسے نہر کے کنارے ایک گڑھے میں چالیس پچاس مقتولوں کے ساتھ پڑا ہوا پایا۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ اس گڑھے سے نکالا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا مونڈھا دیکھا تو مونڈھے پر گوشت اس طرح جمع ہو کر ابھرا ہوا تھا۔ جیسے عورت کے پستان ہوں۔ اور اس کی باریک سی گھنڈی نکلی ہوئی تھی جس پر سیاہ بال تھے جب اسے کھینچا جاتا تو وہ اتنی کھینچی چلی آتی کہ دوسرے ہاتھ کی لمبائی تک پہنچ جاتی اور جب اسے چھوڑ دیا جاتا تو پھر وہ مونڈھے پر پہنچ کر پستان کی صورت اختیار کر لیتی جب ذوالثدیہ کو گڑھے سے باہر نکالا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم نہ تو میں نے جھوٹ بولا تھا اور نہ میں جھٹلایا جا سکا خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم عمل چھوڑ بیٹھو گے تو میں تمہیں وہ فیصلہ سناتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعہ ان لوگوں کے حق میں سنایا گیا ہے جو ان خارجیوں سے جنگ کریں اور ان سے جنگ کو حق سمجھیں اور اس حق کو پہچانیں جس پر ہم قائم ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر خارجیوں کی لاشوں پر سے ہوا انھیں دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا برا ہو تمہیں اس شخص نے بہت نقصان پہنچایا جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ان لوگوں کو کس نے دھوکہ دیا فرمایا شیطان اور ان کے نفس امارہ نے۔ انہوں نے ان لوگوں کو آرزوئیں دلا کر دھوکہ میں مبتلا کیا اور ان کے لیے گناہوں کو خوبصورت بنایا اور انہیں یہ سبق پڑھایا کہ یہ لوگ غالب آئیں گے۔

زخمیوں کے لیے امان اور ان کی مرہم پٹی:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان زخمیوں کو طلب کیا جن میں تاہنوز جان باقی تھی وہ چار سو اشخاص نکلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں ان کے قبیلہ والوں کے پاس پہنچا دیا جائے اور ان کے قبیلہ والوں نے فرمایا انہیں ساتھ لے جاؤ ان کی دوا دارو کرو جب یہ اچھے ہو جائیں تو انہیں کوفہ پہنچا دو اور ان کے لشکر گاہ میں ان کی جو چیزیں موجود ہیں ان کے ساتھ لے جاؤ۔

مقتولین کی تدفین اور مال غنیمت کی تقسیم:

راوی کہتا ہے کہ سامان حرب سواریاں اور وہ سامان جو جنگ کی حالت میں خارجیوں کے ساتھ موجود تھا اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا بقیہ سامان' غلام اور باندیوں کو جب ان کے رشتہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہیں واپس کر دیا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے طرفہ کو تلاش کیا تو اسے مقتولین میں پڑا پایا حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اسے دفن کرنے کے بعد فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے آج کے دن تیرے ذریعہ آزمائش میں ڈالا حالانکہ مجھے تیری

حاجت تھی لوگوں نے اپنے اپنے مقتولین کو دفن کیا جب یہ لوگ دفن سے فارغ ہو چکے اور اس کی اطلاع امیر المومنین کو دے چکے تو انہوں نے فرمایا اب کوچ کرو۔ کیونکہ تم قتال اور تدفین دونوں سے فارغ ہو چکے ہو لوگوں نے واپسی کے لیے کوچ کیا۔

عیزار بن اخنس کی قید:

ابومخنف نے مجاہد کے ذریعہ محل بن خلیفہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ بنوسدوس کا ایک شخص جس کا نام عیزار بن الاخنس تھا خارجیوں کا ہمنوا تھا' وہ بھاگ کر خارجیوں کے پاس چلا گیا راہ میں اسے مدائن کے قریب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ملے۔ ان کے ساتھ اسود بن قیس اور اسود بن یزید المرادی تھے عیزار نے انہیں دیکھ کر کہا کیا دین سالم لے کر اور غنیمت کے ساتھ واپس آئے ہو یا ظالم اور گناہ گار بن کر۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں سالم اور غنیمت کے ساتھ واپس آئے ہیں اس پر بقیہ دونوں ساتھیوں نے عیزار نے کہا تو نے یہ جملہ اپنے اس شیطانی خیال کے باعث کہا ہے جو تو اپنے دل میں چھپائے ہے اور ہم اے عیزار! خوب جانتے ہیں کہ تو خارجیوں کا ہم خیال ہے ہم تجھے امیر المومنین کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑیں گے ان سے تیرا حال بیان کریں گے الغرض یہ لوگ عیزار کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا یہ شخص خارجیوں کا ہم خیال ہے ہم اس سے خوب واقف ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا خون ہمارے لیے حلال نہیں کیونکہ خارجی مرتدین میں شمار نہیں اور نہ یہ کافر حربی ہے ہاں ہم اسے قید ضرور کریں گے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے امیر المومنین اسے مجھے دے دیجیے میں اس کا ضامن ہوں اس کی جانب سے کوئی برائی ظاہر نہ ہو گی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔

ابومخنف نے عمران بن حدیر اور ابومجلز کی سند سے عبدالرحمٰن بن جندب بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کیا ہے کہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے صرف سات آدمی قتل ہوئے۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا فریب:

ابومخنف نے نمیر بن دعلۃ الثنیاعی کے ذریعہ ابو درداء کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ نہروان سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر لوگوں سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر بہت احسان کیا اور تمہاری امداد فرمائی۔ اس لیے اب تم فوراً اپنے شامی دشمنوں کے مقابلہ پر چلو۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے پاس تیر ختم ہو چکے تلواریں کند ہو گئیں اور نیزوں کی سنانیں مڑ گئی ہیں اور ہم میں سے اکثر لوگ زخمی ہیں اس لیے آپ شہر واپس چلئے تاکہ ہم دوبارہ اچھی طرح تیاری کر سکیں اور اے امیر المومنین شاید ہماری تعداد میں اور اضافہ ہو جائے اور ہم میں سے جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں ان کی کمی پوری ہو جائے۔ (حالانکہ اس جنگ میں صرف سات آدمی مارے گئے تھے) اگر ایسا ہوا تو یہ چیز ہمارے لیے ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ تقویت کا باعث ہو گی اور یہ بات سب سے پہلے اشعث بن قیس نے کہی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس چلے اور نخیلہ میں قیام فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب لوگ لشکر گاہ میں رہیں اور جہاد کے لیے تیار رہیں عورتوں اور اپنے بچوں کے پاس کم آئیں جائیں تاوقتیکہ ہم دشمن کے مقابلہ پر نہ جائیں۔

ان لوگوں نے چند روز لشکر گاہ میں قیام کیا پھر لشکر گاہ سے آہستہ آہستہ کھسکنا شروع ہو گئے حتیٰ کہ چند بڑے رؤساء کے علاوہ

سب لشکر گاہ خالی چھوڑ کر چلے گئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو کوفہ واپس چلے آئے اور شامیوں پر حملہ کی رائے مجبوراً ملتوی کرنی پڑی۔

ترغیبِ جنگ:

ابو مخنف نے ایک نامعلوم شخص کے ذریعہ زید بن وہب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ لوگوں کو دیا اس کے الفاظ یہ تھے:

''اے لوگو! دشمن سے جہاد کے لیے چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ جو اللہ کی قربت کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے یہ لوگ حق کے مخالف۔ کتاب اللہ کے نافرمان' دین سے بے راہ ہیں اور اپنی سرکشی میں اندھے ہو چکے ہیں اور گمراہی کے گڑھے میں اندھے بن کر گر چکے ہیں تم جتنی قوت ممکن ہو سکے دشمن کے مقابلہ کے لیے جمع کرو اور زیادہ سے زیادہ گھوڑے جمع کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو' اللہ اچھا کارساز اور اچھا مددگار ہے''۔

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا جنگ سے فرار:

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص بھی نہ تو جنگ کے لیے آمادہ ہوا اور نہ اس نے کوئی تیاری کی۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی جانب سے مایوس ہو گئے مجبوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے رؤسا اور سرداروں کو جمع کیا اور ان سے ان کی رائے معلوم کی ان میں سے کچھ تو جواب سے گریز کر رہے تھے کچھ صاف طور پر منکر تھے کچھ زبردستی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور ایسے شاذ و نادر ہی لوگ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوشی سے جنگ پر جانے کے لیے آمادہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

مجبوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب بھی تمہیں جہاد کے لیے چلنے کا حکم دیا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے کیا تمہیں عزت کے مقابلے میں ذلت وخواری زیادہ محبوب ہے یہ کیا بات ہے کہ جب بھی میں تمہیں جنگ کی دعوت دیتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح پتھرا جاتی ہیں جیسے ان پر موت کا نشہ طاری ہو گیا ہو گویا ان کے دماغوں سے عقل سلب کر لی گئی ہے اب تم ذرہ برابر بھی عقل نہیں رکھتے گویا تمہاری آنکھیں بند ہو چکی جس کے باعث تم دیکھ نہیں سکتے واللہ کچھ تو بتاؤ تمہیں کیا ہو گیا تم امن کے زمانے میں جنگل کے شیر ہو جن کی نظر میں ہر وقت برائی ہو تمہاری مثال ان لومڑیوں کی طرح ہے کہ جب انھیں جنگ کے لیے بلایا جاتا ہے تو وہ دم دبا کر بھاگتی ہے کیا تمام زندگی میں تم میں کوئی ایسا شخص بھی نہ پایا گیا جس پر میں اعتماد کر سکوں تم ایسے سوار نہیں ہو جن کے پاس پناہ ڈھونڈی جا سکے۔ تم ایسے عزت دار نہیں ہو جن کے پاس پہنچ کر کوئی شخص اپنی عزت بچا سکے۔ تم ایسے عزت دار نہیں ہو جن کے پاس پہنچ کر کوئی شخص اپنی عزت بچا سکے۔ خدا کی قسم! تم میدان جنگ کا بدترین کوڑا کرکٹ ہو تم کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے لیکن دھوکہ کھانا خوب جانتے ہو تمہارے ہتھیار بیکار ہو چکے ہیں اور تم خود گھبراہٹ میں مبتلا ہو تم غفلت میں مبتلا ہو اور تمہیں اس غفلت میں چھوڑ کر سویا بھی

نہیں جا سکتا' یاد رکھو جنگ جو شخص تو ہر وقت بیدار رہتا ہے اور اس کی عقل بھی بیدار رہتی ہے جو شخص بے فکر ہو کر سو جائے گا وہ ضرور ذلیل ہوگا اور حملہ آور غالب آ جائیں گے اور مغلوب شخص پر قہر توڑا جائے گا اور اس سے سب کچھ چھین لیا جائے گا۔

میرا تم پر ایک حق ہے اور تمہارا بھی مجھ پر ایک حق ہے تمہارا وہ حق جو مجھ پر لازم ہے وہ یہ کہ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں' تمہیں نصیحت کرتا رہوں' تمہارا حصہ تمہیں دیتا رہوں اور تمہیں تعلیم دیتا رہوں تا کہ تم جاہل نہ بن جاؤ تمہیں ادب سکھاتا رہوں تا کہ تم تعلیم حاصل کر سکو۔ میرا تم پر حق یہ ہے کہ تم میری بیعت کو پورا کرو اور میری موجودگی اور عدم موجودگی میں میرے خیر خواہ رہو جب میں تمہیں دعوت دوں تو اسے قبول کرو میں جو تمہیں حکم دوں اسے بجا لاؤ اگر اللہ کو تمہارے ساتھ کچھ بھلائی مقصود ہے تو تمہیں چاہیے کہ جس کام کو میں برا سمجھوں اسے چھوڑ دو اور جسے میں پسند کروں اسے اختیار کرو تو تم جس شئے کے طلب گار ہوا سے پالو گے اور جو تم سوچتے ہوا سے حاصل کر لو گے''۔

ابو مخنف کے علاوہ دیگر راوی یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل نہر کے درمیان جنگ ۳۸ ھ میں ہوئی اور یہی اکثر اہل سیر کا قول ہے۔

خارجیوں کی قاصد کے ساتھ بدسلوکی:

صحیح واقعات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے جو عمارۃ الاسدی نے عبداللہ بن موسیٰ اور نعیم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ شبث بن ربعی اور ابن الکواء نے کوفہ سے بھاگ کر حروراء جا کر قیام کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہتھیار لگا کر آئیں لوگ ہتھیار لگا کر آئے اور مسجد میں جمع ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا یہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ مسجد میں ہتھیار لے کر پہنچ گئے تم لوگ جبانۃ المراد جا کر ٹھہرو تا وقتیکہ میرا دوسرا حکم تمہارے پاس پہنچ جائے۔

ابو مریم کہتا ہے کہ ہم سب لوگ جبانۃ المراد پہنچ گئے ابھی وہاں پہنچے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ اطلاع ملی کہ خارجی جنگ کے لیے دوبارہ واپس آ رہے ہیں ابو مریم کہتا ہے میں نے دل میں سوچا کہ میں ان لوگوں کے حالات جا کر معلوم کروں۔ میں ان لوگوں کے حالات جا کر معلوم کروں۔ میں ان خارجیوں کی طرف گیا اور ان کی صفوں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ میں شبث بن ربعی اور ابن الکواء کے پاس پہنچ گیا یہ دونوں اپنی سواریوں پر سوار کھڑے تھے اور ان کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاصد کھڑے تھے اور وہ انہیں اللہ کی قسم دے رہے تھے تا کہ یہ دونوں لوگوں کو لے کر واپس آ جائیں قاصدین کہہ رہے تھے کہ ہم تمہیں اس سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ تم آئندہ پیش آنے والے فتنہ کے خوف سے ابھی سے خود فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ خارجیوں میں سے ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاصدوں میں سے ایک شخص کی جانب بڑھا اور اس کی سواری کی کونچیں کاٹ ڈالیں وہ قاصد انا للہ پڑھتے ہوئے نیچے اترا اس نے اپنی سواری کی زین اٹھائی اور اسے لے کر واپس ہوا۔ خارجیوں نے جواب دیا ہم سوائے جنگ کے کچھ نہیں چاہتے قاصد انہیں برابر اللہ کی قسمیں دیتے رہے ہم لوگ کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر کوفہ واپس آ گئے کوفہ میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسا کہ آج عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن ہے۔

خوارج کے بارے میں حضورؐ کی پیشین گوئی:

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے قبل ہم سے بسا اوقات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک قوم ہوگی جو اسلام اور دین سے اس طرح نکل جائے گی جیسے شکار تیر سے نکل جاتا ہے ان کی علامت ایک شخص ہوگا جس کا ہاتھ بے کار ہوگا۔ ابو مریم کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بارہا سنی اور نافع المخدوج نے بھی اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بارہا سنا۔ حتیٰ کہ میں نے نافع کو دیکھا وہ کھانا بھی بڑی بے اطمینانی کے ساتھ کھاتا کیونکہ وہ اکثر یہ حدیث سنتا اور دل ہی دل میں کڑھتا اور نافع دن میں تو ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور رات مسجد ہی میں گزارتا میں نے ایک روز اسے ایک ٹوپی دی جب اگلے روز میں اس سے ملا تو میں نے اس سے سوال کیا کیا تو بھی ان لوگوں کے ساتھ گیا تھا جو حروراء گئے ہیں اس نے جواب دیا میں اس غرض سے گیا تھا کہ ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں لیکن جب میرا ابو سعد پر گزر ہوا تو چند بچے مجھے راہ میں ملے انہوں نے میرے ہتھیار اتار لیے اور میرے ساتھ مذاق کرنے لگے۔ میں واپس چلا آیا۔

جب ایک سال یا اس کے قریب گزر گیا اور اہل نہر نے بغاوت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر گئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شامل نہ ہوسکا۔ میرا بھائی ابو عبداللہ ان کے ساتھ گیا تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خارجیوں کی طرف بڑھے جب نہروان کے کنارے پر ان کے عین مقابلہ پر پہنچے تو انہیں اللہ کی قسمیں دیں اور انہیں واپس لوٹنے کا حکم دیا اور پے در پے ان کے پاس قاصد بھیجتے رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاصد کو قتل کر دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سے جنگ کی اور انہیں ختم کیا پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ مخدوج کو تلاش کرو۔ لوگوں نے اسے تلاش کیا لیکن اس کی لاش نہ ملی حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کہا کہ مخدوج ان میں موجود نہیں کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ اے امیر المومنینؓ ہم نے دو مقتولوں کے نیچے پڑا ہوا دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا بیکار ہاتھ میرے پاس کاٹ کر لاؤ۔ لوگ اس کا ہاتھ کاٹ کر آپ کے پاس لائے آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر اوپر اٹھایا اور فرمایا خدا کی قسم! میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا اور نہ میں جھٹلایا جاسکتا ہوں۔

جنگ نہروان کی تاریخ:

ابو جعفر طبری کہتے ہیں ابو مریم نے جو یہ بیان کیا ہے اس واقعہ کو ایک سال یا تقریباً اتنی ہی مدت گزر چکی تھی کہ اہل نہر نے بغاوت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل حروراء کے درمیان واقعہ تحکیم اور حروریوں کے انکار کے ایک سال بعد جنگ ہوئی اور یہ پہلے ثابت ہو چکا کہ واقعہ تحکیم ۳۷ھ میں پیش آیا تھا تو اس صورت میں ابو مریم کی روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خارجیوں کے درمیان ۳۸ھ میں جنگ ہوئی۔

اہل خراسان سے مصالحت:

علی بن محمد نے عبداللہ بن میمون' عمرو بن شجرہ' جابر بن یزید الجعفی کی سند سے شعبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو جعدہ بن ہبیرۃ المخزومی کو خراسان روانہ کیا اور جعدہ کی ماں ام ہانی بنت ابی طالب تھیں جعدہ ابر شہر پہنچے لیکن اہل خراسان کافر ہو چکے تھے انہوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا جعدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

خلید ابن قرۃ الیربوعی کو بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر نیشاپور کا محاصرہ کر لیا تھا انہوں نے محاصرہ سے تنگ آ کر صلح کر لی اور اہل مرو نے بھی خلید سے صلح کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال:

اس سن میں یعنی ۳۷ھ میں لوگوں کو عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حج کرایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے یمن کے عامل تھے مکہ اور طائف پر قثم بن العباس رضی اللہ عنہما امیر تھے مدینہ پر سہل بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ کو معین کیا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ مدینہ کے عاقل تمام ابن العباس رضی اللہ عنہما اور بصرہ پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بصرہ کے قاضی ابوالاسود الدؤلی تھے مصر پر محمد بن ابی بکر کو مامور کیا گیا تھا اور خراسان پر خلید بن قرۃ یربوعی کو۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان صفین کی جانب تشریف لے گئے تو کوفہ پر ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ انصاری کو اپنا جانشین بنایا۔

مجھ سے احمد بن ابراہیم الدروقی نے بیان کیا ہے وہ اپنی سند کے ذریعہ عبدالعزیز بن رفیع سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین گئے تو کوفہ پر ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ عقبۃ بن عمرو کو اپنا جانشین متعین کیا اور شام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قابض تھے۔

باب ۱۸

مصر کی چپقلش اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا قتل

اس سنہ میں مصر میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قتل کا واقعہ پیش آیا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما مصر کا عامل تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسے کس طرح مصر کا عامل بنایا گیا اور کس طرح قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو معزول کیا گیا۔

یہاں ہم محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قتل کا سبب اور قتل کا واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں اور تتمہ کے طور پر زہری کی وہ روایت نقل کرتے ہیں جو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں زہری کی یہ روایت عبداللہ المبارک نے یونس کے ذریعہ زہری سے نقل کی ہے۔

زہری کہتے کہ جب قیس بن سعد محمد رضی اللہ عنہم سے راہ میں آ کر ملے اور ان سے تخلیہ میں گفتگو کی اور کہا تم ایک ایسے شخص کی جانب سے امیر بن کر آئے ہو جس کی اپنی کوئی رائے نہیں (یعنی مجبور محض ہے) اور میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں تمہاری معزولی میں کوئی نقصان نہیں اور میں تم سے زیادہ ان کاموں کو سمجھتا ہوں کیونکہ میں معاویہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور خربتا کے باشندوں کو دھوکہ میں مبتلا رکھتا ہوں تم بھی اسی تدبیر پر عمل کرنا اگر اس کے علاوہ تم نے اور تدبیر اختیار کی تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر قیس ابن سعد رضی اللہ عنہما نے اپنی تمام تدابیر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بتائیں لیکن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دل میں قیس رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھتا تھا اس لیے اس نے قیس رضی اللہ عنہ کی ہر تدبیر کی مخالفت کی۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی غلطی:

جب محمد مصر میں داخل ہوا اور قیس رضی اللہ عنہ مصر چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تو محمد نے مصریوں کو خربتا کہ باشندوں سے جنگ کے لیے روانہ کیا مصریوں نے ان سے جنگ کی لیکن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو شکست ہوئی اور امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع پہنچی انہوں نے مصر پر شامی لشکر بھیج دیا جس نے مصر فتح کر لیا اور محمد کو قتل کر دیا اس کے بعد مصر ہمیشہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں رہا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہر جگہ غالب آ گئے۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کا مدینہ سے اخراج:

قیس بن سعد رضی اللہ عنہما مصر چھوڑنے کے بعد مدینہ چلے گئے تھے لیکن مدینہ میں انہیں مروان اور اسود بن ابی البختری نے ڈرایا دھمکایا جس سے انہیں یہ خوف پیدا ہوا کہ یا تو وہ گرفتار کر لیے جائیں گے یا قتل کیے جائیں گے۔ اس خوف سے وہ سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان اور اسود بن ابی البختری کو ڈانٹ کا خط تحریر کیا اور ان دونوں کو برا بھلا لکھا نیز تحریر کیا کہ تم نے قیس رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نکال کر علی رضی اللہ عنہ کی بہت زبردست امداد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم نے قیس رضی اللہ عنہ جیسا ہوشیار اور چالاک آدمی علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا خدا کی قسم تم دونوں علی رضی اللہ عنہ کی ایک لاکھ سواروں سے مدد کرتے تو مجھے اتنا ناگوار نہ گزرتا جیسے کہ تمہارا یہ عمل ناگوار گزر رہا ہے کہ تم نے قیس رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو مدینہ سے نکال دیا۔

قیس رضی اللہ عنہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مصر کی تمام حالت بیان کی کچھ روز بعد ہی محمد کے قتل کی خبر آ گئی اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ قیس رضی اللہ عنہ کتنے ہوشیار شخص ہیں اور اہم امور کو انجام دینا ان کے لیے معمولی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت احساس ہوا کہ جس شخص نے مجھے قیس رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مشورہ دیا تھا اس نے میرے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔

اشتر کی طلبی:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مصر جانے اور وہاں کی حکومت پر اس کی ماموری کا ذکر ابو مخنف کی روایت سے ہم پہلے کر چکے ہیں اب ہم اس کی بقیہ روایت نقل کرنا چاہتے ہیں جو اس نے یزید بن ظبیان الہمدانی سے نقل کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب خربتا کے باشندوں نے ابن مضاہم الکلبی کو جسے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلہ پر بھیجا تھا قتل کر دیا اس واقعہ کے بعد معاویہ بن خدیج الکندی السکونی رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کی دعوت دی بہت سے لوگ معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور پورے مصر میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ اہل مصر محمد کے خلاف ہو گئے ہیں اور انھیں اس پر اعتماد نہیں۔ اس وقت انھوں نے فرمایا مصر کی حکومت کے لیے دو ہی شخص لائق ہیں ایک تو قیس بن سعد رحمۃ اللہ علیہ جسے ہم نے معزول کیا ہے اور دوسرا مالک بن الحارث یعنی اشتر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب صفین سے لوٹے تھے تو اشتر کو جزیرہ اس کی گورنری پر واپس بھیج دیا تھا اور جب قیس رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم اس وقت تک میرے ساتھ رہو جب تک ہم حکومت کے معاملات سے فارغ نہیں ہو لیتے تم اس وقت تک پولیس آفیسر رہو گے الغرض قیس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پولیس آفیسری کے عہدے پر کوفہ میں مقیم رہے جب مصر کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن الحارث الاشتر کو خط تحریر کیا وہ اس وقت نصیبین میں مقیم تھا اس خط میں تحریر کیا:

> ''امابعد! تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے ذریعہ میں اقامت دین کی خدمت انجام دیتا اور گناہ گاروں کی نخوت کا قلع قمع کرتا ہوں اور تجھ جیسے شخص کے ذریعہ میں خوفناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں میں نے محمد کو مصر کا عامل بنایا تھا اس کے خلاف باغیوں نے بغاوت کر دی ہے ابھی وہ ایک نوجوان لڑکا ہے جسے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں اور نہ دیگر امور کا کوئی تجربہ رکھتا ہے تم میرے پاس چلے آؤ تاکہ مصر کے معاملہ میں مناسب طور پر غور کر سکیں اور اپنی جگہ پر اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایسے شخص کو چھوڑ آؤ جس پر تمہیں اعتماد ہو اور جو تمہارے ساتھیوں کے ساتھ بہتر سلوک کر سکے''۔

اشتر کی مصر کو روانگی:

مالک اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کی تمام حالت بیان کی اور وہاں کے باشندوں کی بغاوت کا بھی اظہار کیا اور فرمایا تیرے علاوہ کوئی شخص وہاں کی حکومت کا اہل نہیں تجھ پر اللہ رحم کرے تو فوراً مصر چلا جا تجھے کسی نصیحت کی بھی ضرورت نہیں اس لیے کہ مجھے تیری رائے پر بھروسہ ہے اہم امور میں اللہ سے مدد طلب کرنا اور اہل مصر پر سختی کے ساتھ نرمی بھی

کرنا اور جہاں تک ممکن ہو ان پر مہربانی کرنا اور اگر سختی کے بغیر کام نہ چلے تو خوب سختی کرنا۔

اشتر کی ہلاکت:

راوی کہتا ہے کہ اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس آ کر مصر روانگی کی تیاری کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جاسوسوں نے انھیں جا کر اس کی اطلاع دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے مصر کی حکومت اشتر کو دی ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ مصر پر نگاہیں لگائے ہوئے تھے اس لیے انھیں اشتر کی امارت بہت شاق گزری وہ جانتے تھے کہ اگر اشتر مصر پہنچ گیا تو وہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سخت ثابت ہوگا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذمیوں میں سے ایک افسر خراج نے اس کا استقبال کیا اور کہا آپ کے ٹھہرنے کے لیے یہ جگہ حاضر ہے اور کھانا اور چارہ سب کچھ حاضر ہے میں ایک ذمی شخص ہوں اشتر نے اس کے یہاں قیام کیا ایک دہقان اشتر کی سواری کے لیے چارہ اور اشتر کے لیے کھانا لے کر آیا جب یہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو وہ ایک شہد کا گلاس لے کر آیا جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا اس دہقان نے وہ گلاس پینے کے لیے اشتر کو دیا اشتر نے وہ گلاس لے کر پیا اور پیتے ہی جان دے دی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامیوں سے کہا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو مصر روانہ کیا ہے تم اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تمھیں اس سے بچائے شامی روزانہ اللہ سے اشتر کے لیے بددعا کرتے چند روز بعد جس شخص نے اشتر کو زہر دیا تھا وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انھیں اشتر کی ہلاکت کی خبر سنائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خوشی میں لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے دو داہنے ہاتھ تھے جس میں سے ایک ہاتھ صفین کے روز کاٹ دیا گیا تھا یعنی عمار رضی اللہ عنہ اور دوسرا ہاتھ آج کاٹ دیا گیا ہے یعنی اشتر۔

مصریوں کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

ابو مخنف نے فضیل بن خدیج کے ذریعہ اشتر کے غلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اشتر ہلاک ہو گیا تو ہمیں اس کے سامان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خط ملا جو مصریوں کے نام تھا۔ اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اللہ کے بندے امیر المومنین کی جانب سے اس مسلمان جماعت کی جانب جس نے زمین میں اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ کا غضب مول لیا اور نیک و بد ہر قسم کے لوگوں پر ظلم کو عام کیا اب ایسا کوئی حق باقی نہیں ہے جس کے ذریعہ آرام حاصل کیا جاتا ہو اور منکرات کا یہ حال ہے کہ اس سے قطعاً روکا نہیں جاتا تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ امابعد! میں تمہارے پاس اللہ کے بندوں میں ایک ایسا بندہ بھیج رہا ہوں جو خوف کے زمانے میں راتوں کو قطعاً نہیں سوتا اور جو دشمنوں سے قطعاً نہیں گھبراتا جو کفار کے لیے آگ کی جلن سے بھی زیادہ سخت ہے اور وہ مذحج کا بھائی مالک بن الحارث ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں سے ایک تلوار ہے نہ تو اس کی مار کمزور ہے اور نہ اس کی دھار کند ہے اگر وہ تمھیں آگے بڑھنے کا حکم دے تو تم آگے بڑھو اور پیچھے ہٹنے کا حکم دے تو پیچھے ہٹو کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے میں نے تمہاری بھلائی کے لیے تمہارے پاس اسے بھیج کر اپنے اوپر ترجیح دی ہے اور تمہارے دشمنوں

کے مقابلہ میں ایک سخت جان کو روانہ کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کے ذریعہ برائی سے محفوظ رکھے اور تمہیں ایمان ویقین پر ثابت قدم رکھے''۔ والسلام

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام مراسلہ:

جب محمد کو اس کی اطلاع ملی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو روانہ کیا ہے تو یہ محمد کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مراسلہ تحریر کیا اور یہ اس وقت تحریر کیا گیا جب اشتر ہلاک ہوا لیکن اس کی ہلاکت کی اطلاع ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پہنچی تھی اور اس مراسلہ کے تحریر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ محمد اشتر کے بھیجنے کی وجہ سے ناراض ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام۔ تجھ پر سلام ہو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تیری جگہ جو میں نے اشتر کو روانہ کیا ہے تم اس پر ناراض ہوا اور اگر تو جنگ میں جلدی نہ کرتا تو میں اشتر کو نہ بھیجتا اور نہ میں تیری اس کوشش میں تجھ پر کوئی زیادتی کرتا۔ اگر میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کر دیا ہے تو گھبرانے کی بات نہیں میں تجھے ایسی جگہ کی حکومت دوں گا جس میں تجھے مشقت زیادہ نہ ہو اور مصر سے زیادہ وہاں کی حکومت تجھے پسند ہو جس شخص کو میں نے اب مصر کا گورنر بنایا ہے وہ ہمارا مخلص دوست ہے اور ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں بہت سخت ہے اس نے زمانہ کو خوب دیکھا ہے وہ اپنے مقامات کی خوب حفاظت کر سکتا ہے ہم اس سے راضی ہیں اللہ بھی اس سے راضی ہو اور اللہ اس کے ثواب میں اضافہ فرمائے اور اسے اچھا ٹھکانا عطا فرمائے تو اپنے دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہ اور ہر طرح جنگ کے لیے تیار ہو جا انہیں اپنے رب کے حکم کی جانب حکمت اور اچھے طریقہ پر دعوت دے اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کر اسی سے امداد طلب کر اور ہر وقت اس سے ڈرتا رہ وہ تیرے اہم کاموں میں تجھے کفایت کرے گا اور تیری حکومت میں تیری مدد فرمائے گا اللہ ہماری اور تمہاری اپنی رحمت سے ان امور میں مدد فرمائے جنہیں ہم نے ابھی حاصل نہیں کیا ہے''۔ والسلام

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا جواب:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو اس نے خط پڑھ کر یہ جواب تحریر کیا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی جانب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔ آپ پر سلام ہو۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

میرے پاس امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا میں نے اسے خوب غور سے پڑھا اور جو کچھ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا اسے خوب سمجھ لیا اور لوگوں میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم پر مجھ سے زیادہ خوشی سے چلنے والا کوئی نہیں نہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں مجھ سے زیادہ کوئی سخت ہے اور نہ ان کی حکومت میں مجھ سے زیادہ مہربان۔

میں لشکر لے کر دشمن کے مقابلہ پر نکلا اور ان لوگوں کے علاوہ جو ہم سے جنگ آزما ہیں یا ان کی دشمنی ظاہر ہے میں نے سب کو امان دی ہے میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم کا متبع اور اس پر عامل ہوں میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم کا متلاشی اور

اس کا سختی سے پابند ہوں اور ہر حال میں اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے''۔ والسلام

فتح مصر کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوششیں:

ابو مخنف نے ابو جہضم الازدی کے ذریعہ عبداللہ بن حوالۃ الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے شامی جب مقام صفین سے لوٹے تو پہلے تو وہ اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ حکمین کیا فیصلہ دیتے ہیں جب حکمین اپنا اختلافی فیصلہ سنا کر واپس ہو گئے تو اہل شام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور عراقیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا جس سے علی رضی اللہ عنہ کی قوت میں روز بروز کمی ہوتی گئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں مصر سے زیادہ کسی ملک کی حیثیت نہ تھی اسی وجہ سے وہ وہاں کے باشندوں کو ہر وقت ڈراتے رہتے تھے کیونکہ مصران کے قریب واقع تھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مصریوں کی اکثریت شدت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کی حامی ہے اور وہاں ایک جماعت ایسی موجود ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کو برا سمجھتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ مصر پر غالب آ گئے تو علی رضی اللہ عنہ پر غلبہ حاصل کرنا آسان ہے کیونکہ مصر کا خراج اور اس کی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام قریشیوں کو جمع کیا جو ان کے ساتھ تھے یعنی عمرو بن العاص' حبیب بن مسلمہ' بسر بن ابی ارطاۃ' ضحاک بن قیس' عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید رضی اللہ عنہم۔ قریشیوں کے علاوہ ابوالاعور رضی اللہ عنہ عمرو بن سفیان السلمی' حمزۃ بن مالک الہمدانی اور شرجیل بن السمط الکندی کو بھی طلب کیا گیا جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس کام کے لیے بلایا ہے۔ میں نے تمہیں ایک ایسے کام کے طلب کیا ہے جس کے لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اس کام میں میری امداد فرمائے۔

ان سب لوگوں نے یا کسی ایک خاص شخص نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔ ہمیں کیا معلوم کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ ان بہت سے شہروں کے خراج نے امیر کو پریشان کر رکھا ہے یہ شہر وہ ہیں جن کا خراج بھی بہت زیادہ ہے جن کی آبادی بھی بکثرت ہے آپ کا سب سے اہم کام یہی ہے اور اسی لیے آپ نے ہمیں جمع کیا ہے تو پھر جلد ارادہ کیجئے اور آگے بڑھیے اس میں بہترین وہی رائے ہے جو آپ کی رائے ہو۔ جنگ شروع کرنے میں آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی عزت ہے اس طرح دشمن اور آپ کے مخالفین ذلیل و خوار ہوں گے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: اے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تو جس کام کو اہم سمجھتا ہے میں بھی اسی کام کو اہم سمجھتا ہوں اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ اس کام کو اس لیے اہم سمجھتے تھے کہ جب انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی بیعت کی تھی تو اسی شرط پر بیعت کی تھی کہ مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا اور جب تک عمرو رضی اللہ عنہ تک زندہ رہیں گے مصران کی حکومت میں شامل ہو گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک خیال ظاہر کیا اور اسے ثابت کر دکھایا۔

اصحاب معاویہؓ: لیکن ہم اس ارادے سے واقف نہیں ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے معاملہ وہی ہے۔
عمرو رضی اللہ عنہ: میں ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں اور سب سے بہتر گمان وہ ہوتا ہے جو یقین کے قریب ہو۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

''تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمنوں کے مقابلہ پر جنگ کے دروان تمہاری کس طرح مدد فرمائی یہ لوگ یہ خیال لے کر آئے تھے کہ ذرا سی دیر میں تمہاری گردنیں اتار لیں گے اور تمہارے شہر ویران کر دیں گے ان کا خیال یہ تھا کہ تم ان کے ہاتھوں میں آسانی سے آ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے غصہ میں لوٹا دیا اور جو وہ چاہتے تھے اس میں سے ذرا سی بھی بھلائی انھیں حاصل نہیں ہوئی پھر ہم نے ان سے اللہ کی طرف فیصلہ طلب کیا حکم نے ان کے مقابلہ میں ہماری موافقت میں فیصلہ دیا پھر اللہ نے ہماری قوت کو جمع فرمایا اور ہمارے درمیان اصلاح اور محبت پیدا فرمائی اور مخالفین کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا وہ باہم متفرق ہو گئے اور ایک دوسرے کے کفر کی گواہی دینے لگے اور باہم ایک دوسرے کا خون بہانے لگے خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ یہ خلافت میرے لیے مکمل ہو کر رہے گی میرا خیال ہے کہ میں اہل مصر سے کسی قسم کا حیلہ کروں تم لوگوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟''۔

عمرو رضی اللہ عنہ: آپ نے جو مجھ سے سوال کیا تھا میں نے اس کا جواب دے دیا اور جو کچھ آپ سے میں نے سنا اس کی جانب اشارہ بھی کر دیا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک پختہ بات تو بتا دی ہے لیکن اسے کھول کر بیان نہیں کیا یہ بتاؤ کہ میں اس کام کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کروں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: میں یہ اشارتاً پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ ایک زبردست لشکر روانہ فرمائیں اس پر ایک ایسا امیر معین کریں جو پختہ عقل کا مالک ہو اور جنگ میں ماہر ہو تا کہ لوگ اس کے پاس آ کر پناہ لے سکیں اور اس پر بھروسہ کر سکیں وہ مصر پہنچ کر اس کی حدود میں داخل ہو جائے اس کے پاس وہ تمام لوگ جمع ہو جائیں گے جو مصر میں ہمارے ہم خیال ہیں اس طرح ہم وہاں اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے جب آپ کا یہ لشکر اور آپ کے وہ جنگ کے لائق شیعہ جو مصر میں موجود ہیں یکجا جمع ہو جائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے گا اور آپ کے لشکر کو غالب کرے گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: کیا اس کے علاوہ تمہارے نزدیک اور کوئی تدبیر نہیں جس پر عمل کیا جا سکے۔
عمرو رضی اللہ عنہ: نہیں میرے نزدیک کوئی اور تدبیر نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تدبیر:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک تو اور ہی تدبیر ہے وہ یہ کہ مصر میں جتنے بھی ہمارے شیعہ موجود ہیں ہم انھیں خطوط تحریر کریں کہ تم اپنی بات پر ثابت قدم رہو اور انھیں یہ امید دلائی جائے کہ ہم عنقریب تمہاری مدد کے لیے آنے والے ہیں اور دشمنوں

کو صلح کی دعوت دی جائے اور انہیں انعامات کی تمنائیں دلائی جائیں اور جنگ سے ڈرایا جائے گا ر یہ لوگ جنگ کے بغیر اسی طرح ہم سے صلح کر لیتے ہیں تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں ورنہ آخر میں مجبوراً جنگ تو کرنی پڑے گی۔ اے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تو فیصلہ میں بہت جلد باز ہے اور میں فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرتا ہوں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تو پھر اللہ نے آپ کے دل میں جو رائے قائم کی ہے اسی پر عمل کیجیے۔ خدا کی قسم! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایک نہ ایک روز مصریوں سے جنگ کرنی ہوگی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسلمہ رضی اللہ عنہ اور معاویۃ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے نام خط:

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمۃ بن مخلد الانصاری رضی اللہ عنہ اور معاویۃ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا۔ یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے۔ خط کے الفاظ یہ تھے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک بڑے کام کے لیے کھڑا کیا ہے جس کا اجر بھی بہت بڑا ہے جس سے تمہارا نام بھی روشن ہوگا اور تم اس کے ذریعہ مسلمانوں میں عزت حاصل کر سکو گے اور وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا ہے اور تمہارا اللہ کی خاطر اس پر غصہ ہونا کہ کتاب اللہ کے حکم کو کیسے ترک کیا گیا اور تمہارا باغیوں اور سرکشوں سے جہاد کرنا یہ وہ افعال ہیں جن پر تمہیں رضائے خداوندی کی بشارت ہو اللہ کے دوستوں کی مدد میں جلدی کرو جہاں تک دنیا اور حکومت کا تعلق ہے اس میں تم دونوں ہمارے شریک کار رہو گے اور جو شئے تم پسند کرو گے وہ تمہیں دی جائے گی اور تمہارے فیصلہ کے مطابق تمہارا پورا پورا حق ادا کیا جائے گا تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہو اور ساتھیوں کو بھی ثابت قدمی کی تلقین کرو۔ اور پشت پھیرنے والے کو اپنی حفاظت اور اپنے خیالات کی دعوت دو۔ عنقریب تمہاری مدد کے لیے لشکر روانہ کیا جائے گا تم دونوں ہر شئے کو ختم کر کے پھینک دو جسے تم برا خیال کرو اور ہر اس شئے کو مٹا دو جسے تم ذلت کے قابل سمجھو''۔ والسلام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط تحریر کر کے اسے اپنے ایک غلام سبیع نامی کے ہاتھ مصر روانہ کیا۔ سبیع یہ خط لے مصر روانہ ہوا اور وہاں مسلمہ رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اس وقت محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ مصر کا امیر تھا اور ان لوگوں نے اس سے جنگ کے انتظامات کر رکھے تھے لیکن جس روز قاصد وہاں پہنچا اس وقت تک جنگ شروع نہ ہوئی تھی قاصد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دونوں خط مسلمۃ بن مخلد رضی اللہ عنہ کو دیئے مسلمہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کا خط قاصد کو دے کر کہا اسے ابن خدیج کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ بھی پڑھ لے پھر میرے پاس آنا میں تمہیں اپنی جانب سے بھی اس خط کا جواب دوں گا اور ابن خدیج رضی اللہ عنہ کی جانب سے بھی جواب دوں گا قاصد یہ خط لے کر ابن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا جب وہ خط پڑھ کر فارغ ہو چکا تو قاصد نے کہا کہ مسلمۃ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہ خط میں اس کے پاس آپ کے پڑھنے کے بعد واپس لے آؤں تاکہ وہ اپنی جانب سے اور آپ کی جانب سے اس کا جواب دے سکے ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے یہ خط واپس دے دیا اور کہا مسلمہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو کہ اس کا جواب دے دے۔ قاصد خط لے کر مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

مسلمہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے اپنی اور معاویہ بن خدیج کی جانب سے یہ جواب تحریر کیا:

''یہ ایسا کام ہے جس پر ہم نے اپنی جانیں لگا دی ہیں اور اس میں اللہ کے حکم کی اتباع کی ہے یہ ایک ایسا کام ہے جس میں ہم اپنے پروردگار سے ثواب کے امیدوار ہیں ہمیں خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے مخالفوں کے مقابلہ پر ہماری مدد فرمائے گا اور ان لوگوں پر اپنا عذاب نازل کرے گا جنہوں نے ہمارے امام کے قتل میں کسی قسم کا حصہ لیا ہے اور ہمارے جہاں فی سبیل اللہ میں رکاوٹ ڈالی ہے ہمارا تو فیصلہ یہ ہے کہ جتنے بھی باغی ہماری سرزمین میں موجود ہیں ہم ان سب کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کریں اور ان کی جگہ عادل و منصف لوگوں کو یہاں آباد کیا جائے آپ نے جو اپنی حکومت و دنیا میں برابری کی امید دلائی ہے تو خدا کی قسم! یہ ایک ایسا کام ہے جس کا کوئی صلہ نہیں اور نہ ہم کسی صلہ کے خواست گار ہیں پس ہماری تو صرف اتنی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مطلوب پورا فرمائے اور ہماری آرزوئیں ہمیں عطا فرمائے کیونکہ دنیا و آخرت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور وہ اپنی مخلوقات میں سے ایک بڑے عالم کو دنیا و آخرت بیک وقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتا' ارشاد ہے:

﴿ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''پس اللہ انہیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کرے گا اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے''۔

آپ فوراً اپنی سوار اور پیدل فوج روانہ کیجیے کیونکہ دشمن نے ہم سے جنگ شروع کر دی ہے اور ہماری تعداد بہت قلیل ہے اب وہ کل صبح ہمیں ڈرائیں گے اور ہم ان سے ٹکرائیں گے۔ اللہ نے آپ کے پاس سے مدد بھیج دی تو اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دے گا اور اللہ کے علاوہ کسی میں کسی قسم کی طاقت و قوت نہیں اور ہمارے لیے اللہ کافی ہے''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مصر کو روانگی:

راوی کہتا ہے کہ یہ خط امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ فلسطین میں مقیم تھے انہوں نے ان لوگوں کو بلایا جو پہلے مشورہ میں شریک تھے سب نے یہی رائے دی کہ آپ فوراً ایک لشکر روانہ کیجیے شاید اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا فرمائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوعبداللہ یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تیاری کرو۔ راوی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کے ساتھ چھ ہزار لشکر روانہ کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں رخصت کرنے کے لیے کچھ دور تک ساتھ گئے۔ اور انھیں رخصت کرتے وقت فرمایا۔

اے عمرو رضی اللہ عنہ میں تجھے اللہ سے ڈرنے اور لوگوں پر نرمی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ اس میں برکت ہے اور درگزر کرنے اور فیصلہ میں جلدی نہ کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے جو شخص تم سے عذر کرے تم اس کا عذر قبول کر و اور جو پشت پھیر کر بھاگے اس سے درگزر کر و اگر دشمن اس بات کو قبول کرے گا تو بہت اچھا کرے گا اور اس کے لیے بہتر ہوگا اگر تب بھی وہ اطاعت سے انکار کرے تو یاد رکھو کہ اپنا رعب وداب اس وقت دکھایا جاتا ہے جب کہ کوئی عذر باقی نہ رہے انہیں دلیل سے سمجھاؤ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر و اور لوگوں کو صلح اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو کیونکہ جب تو غالب آ جائے گا تو یہی لوگ تیرے مددگار رہوں گے تیرے پاس جو کچھ بھی مال و دولت ہو وہ لوگوں پر قربان کر دے اور تمام لوگوں سے نیک سلوک کرو''۔

روای کہتا ہے کہ اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا حتی کہ ادنائے مصر میں جا کر ٹھہرے مصر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جتنے بھی

حامی تھے وہ سب ان کے پاس جمع ہو گئے۔ عمرو رضی اللہ عنہ انہیں لیے ٹھہرے رہے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط:

اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے محمد کے نام ایک خط تحریر کیا:

''امابعد! اے ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ بہتر یہ ہے کہ تم مجھ سے اپنی جان بچالو کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ سے ایک ناخن بھی لگے ان شہروں کے باشندے تمہارے خلاف مجتمع ہو چکے ہیں انہوں نے تمہارے حکم کو چھوڑ دیا ہے اور تمہاری اتباع پر نادم ہیں اگر وہ بظاہر تم سے اپنی تابعداری کا اظہار بھی کرتے ہیں تو ان کے پیٹ میں کچھ اور ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ تم مصر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ میں تمہارا ناصح ہوں بدخواہ نہیں''۔ والسلام

محمد کے نام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط بھی روانہ کر دیا جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے محمد کے نام تحریر کیا تھا۔ اس میں تحریر تھا۔

باغی کی کینہ پروری اور ظلم کا ایک بہت بڑا وبال نازل ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ حرام خون کو بہانے والا دنیا میں ہرگز سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور انجام کار آخرت میں بھی اس کے لیے سزا باقی رہتی ہے ہم دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جو تجھ سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا باغی ان کی برائیاں کرنے والا اور تجھ سے زیادہ ان کا مخالف ہو تو نے دوسروں کے ساتھ مل کر ان کے خلاف بغاوت کی اور دیگر قاتلین کے ساتھ مل کر ان کا خون بہایا کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں تیری جانب سے سویا ہوا ہوں یا تیری جانب سے قطعاً غافل ہوں کہ تو آ کر ان شہروں پر اپنی حکومت چلاتا ہے جہاں کہ میرا حکم نافذ ہوتا ہے اور جہاں کے اکثر باشندے میرے مددگار ہیں یہ لوگ میری رائے سے متفق اور میرے اشارے کے منتظر ہیں مجھے تیرے مقابلہ میں مدد کے لیے پکارتے ہیں میں نے تیرے مقابلے کے لیے ایک جماعت بھیج دی ہے جو تیرا گلا گھونٹ دے گی اور تیرا خون پی لے گی وہ تجھ سے جنگ کرنا اللہ کی رضامندی کا سبب سمجھتے ہیں ان لوگوں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ وہ تیرا مثلہ کریں گے (یعنی تیرے ناک کان ہاتھ پاؤں کاٹیں گے) اور اگر اہل مصر میں سے تیرے قتل کے علاوہ کوئی اور معاملہ درپیش نہ ہوتا تو میں تجھے ہرگز خوف میں مبتلا نہ کرتا اگرچہ میں پسند تو یہی کرتا ہوں کہ یہ لوگ تیرے ظلم اور عثمان رضی اللہ عنہ کی عداوت اور اس روز کے جرم میں جس روز تو نے اپنی تلوار سے عثمان رضی اللہ عنہ کی گدی اور گردن کے درمیان وار کیا تھا تجھے قتل کر دیں لیکن میں کسی قریشی کا مثلہ کرنا بہتر نہیں سمجھتا اور تو خواہ کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تجھ سے بدلہ لیے بغیر تجھے نہ چھوڑے گا''۔ والسلام۔

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط:

محمد نے یہ دونوں خط لپیٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیئے اور ایک خط اپنی جانب سے تحریر کر کے ساتھ میں روانہ کیا:

''امابعد! ابن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور مصر میں جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم خیال تھے ان میں سے اکثر لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں وہ لشکر لیے ہوئے جب خراب میں مقیم ہے میرے ساتھیوں میں سے بعض

لوگ پھسل چکے ہیں اگر آپ کو سرزمین مصر کی کوئی حاجت ہے تو فوراً سوار دستوں اور مال سے میری مدد کیجیے''۔

والسلام علیک

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خط کا یہ جواب تحریر فرمایا:

''امابعد! مجھے تیرا خط موصول ہوا جس میں تو نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن العاص مصر کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور خراب میں لشکر لیے ہوئے ٹھہرا ہوا ہے اور جو لوگ مصر میں اس کے ہم خیال تھے وہ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور وہ لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں جو تجھے بہتر سمجھتے تھے اور جو لوگ تیری رائے کے حامی تھے ان میں سے کچھ پھسل گئے ہیں لیکن تو ہرگز نہ پھسلنا خواہ تیرے شہر کے محافظ بھی کیوں نہ پھسل جائیں اپنے پاس اپنے حامیوں کو جمع کر لے اور اپنے ساتھ کنانۃ بن بشر کو ملا لے جو نیکی' سخاوت اور جنگ میں مشہور ہے میں تیری مدد کے لیے ہر گھاٹی سے آدمی بھیج رہا ہوں اپنے دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ اور اپنی رائے پر قائم رہ اور ان سے جنگ کر اور ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ کر اور ثواب کا امیدوار بن کر جہاد کر اگر چہ تیری جماعت تھوڑی ہے لیکن اللہ تعالیٰ تھوڑوں کو عزت دیتا اور زیادہ کو ذلیل کرتا ہے میں نے فاجر بن فاجر معاویہ رضی اللہ عنہ اور فاجر ابن الکافر یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (عیاذاً باللہ) کا خط پڑھا یہ دونوں خدا کی نافرمانی کو محبوب رکھتے ہیں اور حکومت میں رشوت قبول کرنے والوں کو اپنے ساتھ ملاتے اور دنیا میں منکر کام کرتے ہیں انہوں نے اپنی فطرت کے مطابق دنیا سے فائدہ حاصل کیا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنی فطرت کے مطابق دنیا سے فائدہ حاصل کیا تھا تو ان کی دھمکیوں اور ان کی لالچ سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر لینا تو ان کو اچھی طرح جواب دے اگر چہ تو ان کو پورے طور پر جواب نہیں دے سکتا لیکن تو خود جو مناسب سمجھتا ہو وہ جواب دے دے''۔ والسلام

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب:

ابو مخنف نے محمد بن یوسف بن ثابت الانصاری کے ذریعہ مدینہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب ان الفاظ میں تحریر کیا۔

''امابعد! تمہارا خط مجھے ملا جس میں تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ کا ذکر کیا ہے میں قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا تم سے کوئی عذر نہیں کرتا تم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مقابلے سے گریز کروں گویا تم مجھے نصیحت کرنا چاہتے ہو اور تم نے مجھے مثلہ کرنے سے خوف دلایا ہے گویا تم مجھ پر بہت مہربان ہو میری آرزو تو یہ ہے کہ میں تم پر لشکر کشی کروں اور تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دوں اگر چہ تمہاری کتنی ہی امداد کیوں نہ کی جائے اور خواہ تمام دنیا میں تمہاری حکومت کیوں نہ ہو میری عمر کی قسم کتنے ظالم اشخاص ہیں جن کی تم نے مدد کی ہے اور کتنے مومن ہیں جنہیں تم نے قتل کیا ہے اور جن کا تم نے مثلہ کیا ہے اور اللہ ہی کے پاس تم بھی لوٹ کر جاؤ گے اور یہ لوگ بھی لوٹ کر جائیں گے اور تمام کام اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جائیں گے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے''۔ والسلام

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے خط ان الفاظ میں تحریر کیا:

''اے ابن العاص رضی اللہ عنہ تم نے اپنے خط میں جو کچھ ذکر کیا ہے میں نے اسے خوب سمجھ لیا ہے تو اپنے خیال میں یہ برا سمجھتا ہے کہ تیرے ہاتھوں مجھے ایک زخم بھی نہ لگے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو باطل پرست ہے تیرا یہ کہنا کہ تو میرا ناصح ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تجھ سے کینہ رکھتا ہوں تیرا یہ قول کہ اہل مصر نے میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے اور میری اتباع پر نادم ہیں تو دراصل ایسے لوگ تیرے اور شیطان رجیم کے دوست ہیں ہمیں اللہ رب العالمین کافی ہے اور ہم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں جو عرش عظیم کا پروردگار ہے''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی تقریر:

یہ خط پڑھ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ لشکر لے کر آگے بڑھے اور انہوں نے مصر پر حملہ کا ارادہ کیا تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اولاً خدا کی حمد وثنا کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر کہا:

''اے مسلمانوں اور مومنو! وہ قوم جو ہر حرمت کو توڑتی رہتی اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالتی رہتی ہے اور فتنہ کی آگ بھڑکاتی رہتی ہے اور زبردستی حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے اس نے لوگوں میں تمہاری عداوت پیدا کر دی ہے اور تمہارے مقابلہ پر لشکر روانہ کیے ہیں اے اللہ کے بندو جو شخص مغفرت اور جنت کا طلب گار ہے تو وہ فوراً ان لوگوں کے مقابلہ پر چلے اور اللہ کی راہ میں ان سے جہاد کرے تم فوراً کنانہ بن بشر کے ساتھ ان کے مقابلہ پر جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے''۔

فریقین کی جنگ:

راوی کہتا ہے کہ بشر بن کنانہ کے ساتھ دو ہزار آدمی جنگ کے لیے نکلے اور محمد بھی دو ہزار کا لشکر لے کر نکلا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کنانہ کے مقابلہ پر آئے اور کنانہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مقدمۃ الجیش پر مامور تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کنانہ کی طرف بڑھے۔ جب کنانہ کے لشکر کے قریب پہنچے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو بہت سے دستوں پر تقسیم کیا اور کنانہ کے مقابلہ میں یکے بعد دیگرے ایک ایک دستہ روانہ کرنا شروع کیا شامیوں کا جو دستہ بھی کنانہ کے سامنے آتا کنانہ اس پر اتنا سخت حملہ کرتا کہ اسے پیچھے دھکیلتا ہوا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیتا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو معاویہ بن خدیج السکونی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر آیا جو کثرت کے باعث سیاہ آندھی کی طرح معلوم ہوتا تھا انہوں نے کنانہ اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا اور شامیوں نے بھی ہر جانب سے اس پر حملے شروع کر دیئے جب کنانہ نے یہ دیکھا کہ وہ اور اس کے ساتھی گھر چکے ہیں تو گھوڑے سے نیچے اتر گیا اس کے ساتھیوں نے بھی گھوڑے چھوڑ دیئے کنانہ اس وقت یہ آیت پڑھ رہا تھا:

﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا وَّ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴾

''کسی جان میں یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے وہ بھی وقت معینہ پر اور جو شخص دنیا کا اجر چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا اجر دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا اجر چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا اجر دیتے ہیں اور شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں''۔

وہ بہت دیر تک مخالفوں سے جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ مارا گیا۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا فرار:

جب کنانہ مارا گیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ لشکر لے کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھے لیکن محمد کے ساتھیوں کو کنانہ کے قتل کی خبر ملی تو سب ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور محمد کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں سے چند آدمی باقی رہ گئے۔ جب محمد نے عمرو رضی اللہ عنہ کو سامنے آتا دیکھا تو میدان سے بھاگا اور شہر کی گلیوں میں جان بچانے کے لیے بھاگتا رہا حتیٰ کہ ایک گلی کے ایک ٹوٹا ہوا مکان نظر آیا اس میں جا کر چھپ گیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فسطاط شہر میں داخل ہو گئے۔

محمد کی تلاش اور اس کی گرفتاری:

معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف محمد کو تلاش کرنا شروع کیا حتیٰ کہ بازار میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور ان سے سوال کیا۔ تمہارے سامنے سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے جسے تم برا سمجھتے ہو ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا۔ نہیں خدا کی قسم یہاں سے کوئی شخص نہیں گزرا مگر ہاں میں اس ویرانے میں اندر گیا تھا تو میں نے اس میں ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا اس پر ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا پروردگار کعبہ کی قسم یہ وہی شخص ہے یہ سب لوگ اس کی تلاش میں چلے اور اس ٹوٹے ہوئے مکان میں پہنچے اور وہاں سے محمد کو پکڑ کر باہر لائے۔ وہ پیاس سے مر رہا تھا۔ یہ لوگ اسے پکڑ کر فسطاط لے کر آئے۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی سفارش:

جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی کو گرفتار دیکھا تو وہ بھاگ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے عمرو رضی اللہ عنہ اس وقت لشکر میں تھے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا کیا میرا بھائی اسی طرح بندھا ہوا قتل کر دیا جائے گا تم معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر اس کے قتل سے روک دو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فوراً آدمی بھیجا کہ محمد کو میرے پاس لے کر آجاؤ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہلوایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم کنانہ کو قتل کر دو اور میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دوں۔ افسوس:

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ.

''کیا تمہارے منکر ان سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے صحیفوں میں برأت لکھ دی گئی ہے''۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کا حشر:

محمد نے لوگوں سے کہا مجھے پانی پلا دو معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ مجھے کبھی ایک قطرہ پانی نہ پلائے اگر میں تجھے پانی پلاؤں تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی پینے سے روک دیا تھا اور تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو روزے کی حالت میں جب کہ ان کا خون حرام تھا شہید کیا اللہ نے انہیں مہر لگا ہوا سونٹھ کا پانی پلایا خدا کی قسم! اے ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا تجھے اللہ کھولتا ہوا پانی اور جہنمیوں کی پیپ پلائے' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اے جلاہن یہودیہ کے بچے تیری آرزو ہرگز پوری نہ ہو گی یہ تو اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے وہ اپنے دوستوں کو پانی پلائے گا اور اپنے دشمنوں کو پیاسا مارے گا مثلاً تو اور تجھ جیسے اشخاص اور جو عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہوں خدا کی قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم سے میں یہ بات نہ سنتا۔

معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے محمد سے کہا کیا تو جانتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہوں میں تجھے گدھے کی کھال میں

سیوں گا پھر اسے آگ میں جلاؤں گا۔ محمد نے جواب دیا اگر تم میرے ساتھ یہ سلوک کرو گے تو ہمیشہ سے اللہ کے دوستوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا آیا ہے اور مجھے امید ہے کہ جو آگ تو مجھ پر جلائے گا اللہ اسے میرے لیے ٹھنڈی کر دے گا اور اسے سلامتی کا ذریعہ بنا دے گا جیسا کہ اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور اس آگ کو تجھ پر اور تیرے دوستوں پر اسی طرح دہکا دے گا جیسا کہ نمرود اور اس کے ساتھیوں پر دہکا دی تھی اللہ تجھے بھی آگ میں جلائے گا جس کا تو نے ابھی ذکر کیا تھا (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) اور تیرا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی آگ میں جلائے گا اور اسے بھی آگ میں جلائے گا اور اس سے اشارہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ تمہیں ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو تم پر ہر وقت بھڑکتی رہے گی اور جب بھی وہ ہلکی ہو گی اللہ اسے اور بھڑکا دے گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو میں تجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کر رہا ہوں۔

محمد نے جواب دیا تیرا عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ظلم پر عمل کیا اور قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

''اور جو لوگ اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں''۔

ہم نے اسے اس جرم کی سزا دی اور اسے قتل کر دیا تو اور تجھ جیسے اشخاص جو اس کی تعریف کرتے ہیں تو اللہ نے چاہا تو وہ ہمیں اس کے قتل کے گناہ سے پاک رکھے گا اور تو اس کے گناہ میں اس کا شریک ہو گا اور تیرا انجام بھی اللہ وہی کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اس نے آگے بڑھ کر محمد کو قتل کر دیا پھر اسے گدھے کی کھال میں لپیٹ کر آگ میں جلا دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس:

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو محمد کے قتل کی خبر ملی تو انہیں اس کا بہت افسوس ہوا اس واقعہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہما کے لیے بددعا کرتیں۔ محمد کے قتل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اولاد کو اپنے پاس رکھا اس طرح قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پرورش پائی (جو تمام تابعین میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم ہیں)۔

واقدی کی روایت:

واقدی نے سوید بن عبدالعزیز ثابت ابن عجلان کے ذریعہ قاسم بن عبدالرحمٰن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چار ہزار لشکر لے کر گئے تھے جس میں ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مسناۃ میں ان کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور سخت قسم کی جنگ ہوئی اور کنانۃ بن بشر بن عتاب التجیبی مارا گیا جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی جنگ کرنے والا باقی نہ رہا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ابن مسروق کی پہاڑی کے قریب پناہ لی معاویۃ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چل گیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے محمد کو جا کر گھیر لیا محمد نے اس سے جنگ کی اور لڑتا لڑتا مارا گیا۔

واقدی کہتا ہے مسنات کی جنگ صفر ۳۸ھ میں ہوئی اور جنگ اذرح شعبان میں اسی سال ہوئی۔

عمرو بن العاص کا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط:

ہم پھر ابو مخنف کی روایت نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب محمد بن ابی بکر اور کنانۃ بن بشر قتل کر دیے گئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خط تحریر کیا:

''امابعد! ہم محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور کنانۃ بن بشر سے ملے ان کے ساتھ اہل مصر کے کئی بڑے لشکر تھے ہم نے انہیں کتاب اللہ کے حکم سنت رسول اللہ پر چلنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے حق کو چھوڑا اور گمراہی میں مبتلا رہے ہم نے ان سے جہاد کی اور اللہ نے ان کے مقابلہ پر ہماری امداد فرمائی اللہ نے ان کے چہروں اور پشتوں پر مارا ہم نے ان کے بازو توڑ دیئے اللہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ' کنانۃ بن بشر اور اس قوم کے بڑے بڑے لوگوں کو قتل فرما دیا اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ والسلام علیک''۔

محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

اسی سنہ میں محمد بن ابی حذیفۃ رضی اللہ عنہ بن عتبۃ بن ربیعہ بن عبد شمس قتل کیا گیا اہل سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کے قتل کا واقعہ کب پیش آیا۔ واقدی کی رائے یہ ہے کہ وہ ۳۶ھ میں قتل کیا گیا ہے۔

اس کے قتل کی وجہ یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی جانب گئے تو محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا یہ دونوں عین شمس جا کر ٹھہرے اور مصر میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن محمد کی وجہ سے مصر میں داخل نہ ہو سکے ان دونوں نے محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چال چلی کہ تم ایک ہزار آدمی لے کر عریش آ ؤ' محمد نے اپنی جگہ حکم ابن الصلت کو مصر پر متعین کیا اور ایک ہزار آدمی لے کر چلا جب محمد عریش پہنچا تو ان لوگوں نے اسے گھیر لیا اور عمرو رضی اللہ عنہ نے آ کر ہر طرف منجنیقیں نصب کر دیں۔ مجبوراً محمد تیس آدمیوں کے ساتھ باہر آیا اور خود کو ان کے ہاتھوں میں سونپ دیا ان لوگوں نے انہیں پکڑ کر قتل کر دیا اور یہ واقعہ قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ کے مصر پہنچنے سے قبل پیش آیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کو وہاں امیر بنا کر بھیجا تھا۔

ہشام بن محمد کی روایت:

ہشام ابن محمد الکلبی کا قول یہ ہے کہ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قتل کر دیا گیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں داخل ہو کر اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ہشام بن محمد کا خیال یہ ہے کہ جب عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر مصر میں داخل ہو چکا تو محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری عمل میں آئی ان لوگوں نے اسے گرفتار کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اس وقت وہ فلسطین میں مقیم تھے انہوں نے اسے قید خانے میں بند کر دیا کچھ مدت تک یہ قید خانہ میں بند رہا پھر قید خانہ سے چھوٹ کر بھاگ گیا محمد چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ماموں زاد بھائی تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کو اس کا فرار برا معلوم ہوا ہے انہوں نے یہ دیکھ کر شامیوں سے فرمایا اسے کون تلاش کر کے لائے گا۔ ہشام کہتا ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ وہ بچ کر نکل جائے بنوخثعم کے ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ بن عمرو بن ظلام تھا اور جو بہت بہادر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حامی تھا کہا میں اسے تلاش کر کے لاؤں گا وہ محمد کی تلاش میں چلا اور حوران کے علاقہ بلقاء میں اسے جا لیا وہاں وہ ایک غار میں چھپا ہوا تھا اچانک کچھ گدھے اس غار میں گھسے اور وہ غار میں بارش سے بچنے کے لیے گھسے تھے۔ گدھوں نے جب غار میں آدمی دیکھا تو گھبرا کر باہر نکلے غار کے قریب

جو کاشت کار کھڑے ہوئے تھے وہ آپس میں بولے غار سے گدھوں کا گھبرا کر بھاگنا بہت تعجب خیز ہے ضرور کوئی بات ہے وہ اصل معاملہ کا پتہ چلانے کے لیے غار میں داخل ہوئے تو اس میں محمد بیٹھا ہوا نظر آیا وہ باہر نکلے۔ اتفاقاً اسی وقت عبداللہ بن عمرو بن ظلام وہاں پہنچا اور اس نے ان لوگوں سے محمد کا پتہ پوچھا اور اس کا حلیہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا اس حلیہ کا شخص اس غار میں موجود ہے راوی کہتا ہے کہ عبداللہ غار میں داخل ہوا اور محمد کو کھینچ کر باہر لایا اور اس نے یہ بہتر نہیں سمجھا کہ محمد کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا جائے کہیں وہ اسے چھوڑ نہ دیں اس لیے عبداللہ نے وہیں محمد کی گردن ماردی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ جنگ:

ہشام نے ابومخنف' حارث بن کعب بن فقیم' جندب کی سند سے عبداللہ بن فقیم کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ یہ عبداللہ بن فقیم عبداللہ حارث ابن کعب کا چچا تھا اور اسے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس امداد کی طلب کے لئے بھیجا تھا اور جس وقت اسے بھیجا گیا مصر کا امیر محمد تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دینے کا ارادہ کیا اور منادیوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دو جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوّلاً اللہ کی حمد وثنا کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا:

یہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور تمہارے مصری بھائیوں کے چیخنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ان لوگوں کی جانب ابن النابغہ لشکر لے کر چلا ہے وہ ابن النابغہ جو اللہ کا دشمن ہے اور اس شخص کا دوست ہے جو اللہ سے عداوت رکھتا ہے۔ کہیں گمراہ اپنے باطل پر اور کہیں شیطان کی راہ پر چلنے والے تمہارے اس حق پر ہونے کے باوجود تم سے زیادہ مجتمع اور متحد ثابت نہ ہوں انھوں نے تم سے جنگ کی ابتداء کی ہے اور تمہارے بھائی جہاد میں مشغول ہیں تم بہت جلد ان کی حمایت اور نصرت کے لئے پہنچو۔

اے اللہ کے بندو! مصر کا علاقہ شام سے زیادہ وسیع ہے وہاں کی آمدنی بھی کثیر ہے۔ وہاں کے باشندے بھی بہتر ہیں کہیں تم مصر میں مغلوب نہ ہو جانا کیونکہ مصر کا تمھارے ہاتھوں میں باقی رہنا تمہاری عزت اور تمہاری عزت اور تمہارے دشمن کی ذلت کا سبب ہے تم فوراً جرعہ پہنچ جاؤ جو حیرہ اور کوفہ کے درمیان ہے اور تم سب علی الصباح مجھ سے جرعہ میں ملو۔ ان شاء اللہ۔''

شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کی بزدلی:

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگلے روز عین صبح کوفہ سے نکلے اور سورج نکلنے کے وقت جرعہ پہنچ گئے زوال کے بعد تک وہاں مقیم رہے اور اپنے شیعوں کا انتظار کرتے رہے لیکن ان میں سے ایک شخص بھی وہاں نہیں پہنچا (جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں خاص کوفیوں کی تعداد تریسٹھ ہزار تھی اور دیگر جگہوں کے لوگ اس کے علاوہ تھے) مجبوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے شیعوں سے بیزاری:

جب شام ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرفاء ورؤسا کو طلب کیا جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ غمگین اور پریشان بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے یہ کام مقدر فرمایا۔ اور میرے لئے میرا یہ فعل مقدر کیا۔''

اے ایسی جماعت کہ جسے جب میں حکم دوں تو وہ اطاعت نہ کرے اور جب میں پکاروں تو میری بات کا جواب نہ دے مجھے خدا نے آزمائش میں ڈالا ہے۔ تمہارے غیر کا باپ نہ ہو آخر تم اپنے اس صبر سے کس شئے کے منتظر ہو اور اپنے حق پر ہونے کے باوجود

جہاد سے کیوں متنفر ہو اس دنیا میں تمہارے لئے موت اور ذلت اس وقت ہے جبکہ تم باطل پر ہو خدا کی قسم اگر موت آ جائے گی اور وہ ایک نہ ایک روز مجھے ضرور آئے گی تو مجھ میں اور تم میں خود تفریق پیدا کر دے گی حالانکہ میں اس وقت تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا گفتگو کر رہا ہوں کتنے وہ لوگ ہیں جن کے دل میں کینہ نہیں ۔ اللہ کچھ تو بتاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا دین بھی تمہیں جمع نہیں کر سکتا؟ کیا حمیت تمہیں ابھار نہیں سکتی؟ حالانکہ تم یہ سن رہے ہو کہ تمہارا دشمن تمہارے شہروں میں گھس آیا ہے اور اس نے تمہارے بھائیوں پر غارت گری شروع کر دی ہے کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ظالموں اور سرکشوں کو دعوت دیتا ہے اور یہ سرکس اور ظالم لوگ کسی بخشش اور مالی مدد کے بغیر اس کی اتباع کرتے ہیں؟ اور سال میں دو تین مرتبہ بلکہ جتنی بار وہ چاہتا ہے اس آواز پر لبیک کہہ کر میدان میں نکل آتے ہیں ایک تم ہو کہ میں تمہیں مدد کے لئے پکارتا ہوں ۔ حالانکہ تم سب سمجھ دار لوگ ہو اور بقیہ لوگ تمہارے پیچھے چلنے والے اور تمہاری بخششوں پر گزر اوقات کرنے والے ہیں لیکن تم میری آواز سن کر میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہو ۔ میری نافرمانی کرتے اور مجھ سے اختلاف کرتے ہو ۔

مالک بن کعب کی تقریر اور لشکر کی روانگی:

مالک بن کعب الہمدانی الارجی نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کو تیار کیجئے کیونکہ دلہن کے چلے جانے کے بعد عطر کی کوئی ضرورت نہیں میں نے اسی قسم کے دن کے لئے اپنے آپ کو ذخیرہ بنا رکھا تھا اور اجر بغیر تکلیف کے حاصل نہیں ہوتا اس کے بعد اس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اپنے امام کا حکم قبول کرو اس کی دعوت کی مدد کرو اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرو ۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ میں مصر جاؤں گا ۔

پھر مالک بن کعب مصر جانے کے ارادے سے نکلا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسے رخصت کرنے کے لیے ساتھ چلے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر نظر ڈالی تو دو ہزار کے قریب آدمی جانے کے ارادے سے جمع ہوئے تھے وہ انہیں لے کر چلا ۔

محمد کے قتل پر شام میں خوشی کے شادیانے:

ابھی کعب پانچ میل گیا ہو گا کہ مصر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حجاج بن غزیۃ البخاری الانصاری آیا اور اسی وقت عبدالرحمٰن بن شعیب الفزاری بھی آیا یہ فزاری شام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جاسوس تھا اور انصاری محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا ۔ انصاری نے مصر میں جو حالات دیکھے تھے وہ بیان کیے اور محمد کے قتل کے واقعہ بیان کیا اور فزاری نے بیان کیا کہ اس کے شام سے چلنے سے قبل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب سے پے در پے خوش خبریاں آئی تھیں اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر بھی آئی تھی حتی کہ اس کے قتل کا منبر پر اعلان کیا گیا ۔ فزاری نے بیان کیا اے امیر المومنین میں نے کسی قوم کو آج تک اتنا خوش نہیں دیکھا جتنی محمد کے قتل سے شامیوں کو خوشی حاصل ہوئی تھی ۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے ۔

محمد کے قتل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رنج وغم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں اس کے قتل کا اتنا ہی غم ہے جتنی شامیوں کو اس کے قتل سے خوشی ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ ۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن شریح الشبامی کو مالک بن کعب کے پاس بھیج کر اسے راہ سے واپس بلوالیا ۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد کے قتل کا اتنا غم تھا کہ اس کے آثار ان کے چہرے پر صاف نظر آتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے چارگی:

محمد کے قتل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اللہ کی حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

''خبردار! مصر کو فاجروں اور ظالموں نے چھین لیا ہے جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے اور اسلام میں خدا کی نافرمانی کر کے ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔ خبردار محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ خدا اس پر رحم کرے شہید کر دیے گئے۔ ہم اس کے قتل پر اللہ سے ثواب کے امیدوار ہیں خدا کی قسم اگر میں یہ جانتا کہ کون شخص قضا کا منتظر ہے۔ کون جزا کے لیے عمل کرتا' کون فاجر کی طرح بغض رکھتا ہے اور کون مومن کی ہدایت کو پسند کرتا ہے تو اگر مجھے ان امور کا علم ہوتا تو میں اپنے آپ کو اپنی غلطیوں پر کبھی ملامت نہ کرتا میں تو ایک خبردار انسان کی طرح جنگ کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ایک کام کا اقدام کرتا ہوں۔ تمہیں چیخ چیخ کر پکارتا ہوں اور ایک مدد طلب کرنے والے کی طرح گھبرا کر مدد کے لیے تمہیں آوازیں دیتا ہوں لیکن تم میری کوئی بات نہیں سنتے نہ میرے کسی حکم کی اطاعت کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام کام مجھے برے انجام پر پہنچا دیتے ہیں تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہارے ذریعہ کسی کا بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ تمہارے بھروسہ پر خیموں کی رسیاں نہیں توڑی جا سکتیں۔ پچاس راتوں سے زیادہ گزر چکی ہیں کہ میں تمہیں پکار رہا ہوں۔ لیکن تم اونٹ کی طرح منہ کھول کر زمین پر پھیل جاتے ہو اور تم زمین پر اس شخص کی طرح چپٹ جاتے ہو جس کا دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو اور نہ تم کسی قسم کا ثواب کمانا چاہتے ہو پھر تم میں سے میرے پاس میری حمایت کے لیے چھوٹے سے لشکر نکل کر آتے ہیں جن کی صورتوں سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا انہیں موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے اور وہ سامنے موت کو منہ پھیلائے دیکھ رہے ہیں۔ تم پر افسوس ہو''۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام تعزیت کا خط:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام خط تحریر فرمایا وہ اس وقت بصرہ میں تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام۔ سلام علیک میں اولاً آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ امابعد! مصر فتح ہو گیا ہے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں ہم اللہ کے پاس اسے اجر کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اپنے لیے نیک اجر کا ذخیرہ خیال کرتے ہیں میں نے ابتداء ہی میں لوگوں کو آمادہ کیا تھا اور یہ واقعہ پیش آنے سے قبل ہی لوگوں کو اس کی امداد کا حکم دیا تھا۔ میں نے چھپ چھپ کر اور اعلانیہ ہر طرح انہیں مدد کی دعوت دی ابتداء میں بھی اور بعد میں بھی ان میں سے بعض لوگ تو مجبور ہو کر جنگ کے لیے نکلے اور بعض جھوٹ اور دھوکہ دہی کے لیے اور بہت سے اپنی حالت پر پہلے کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں میرا تو اللہ سے یہی سوال ہے کہ وہ مجھے کسی طرح ان لوگوں سے چھٹکارا دے دے اور ان سے علیحدگی کا کوئی ذریعہ پیدا فرما دے اور مجھے ان سے چھٹکارا دے کر جلد آرام دے' خدا کی قسم! اگر میری یہ آرزو نہ ہوتی کہ میں دشمن سے

مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوں تو میں یہ پسند کرتا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزاروں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خیر اور ہدایت وتقویٰ پر قائم رکھے۔ یقیناً وہ ہر شے پر قادر ہے''۔ والسلام

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے۔ اے امیر المومنین آپ پر سلام۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔ امابعد! میرے پاس آپ کا خط پہنچا جس میں آپ نے مصر کے فتح ہونے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ہلاکت کی خبر دی ہے تو ہر حال میں اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اللہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور اے امیر المومنین آپ کو اس کا اجر دے آپ نے اللہ سے جو یہ دعا مانگی ہے کہ آپ کے لیے وہ آپ کی اس رعیت سے چھٹکارے کا کوئی ذریعہ پیدا فرمادے جس رعیت کی آزمائش میں آپ مبتلا ہیں اور فرشتوں کے ذریعہ جلد از جلد آپ کی امداد کر کے آپ کو عزت بخشے تو اللہ آپ کے ساتھ ایسا ضرور کرے گا۔ وہ آپ کو عزت دے گا اور آپ کی دعا قبول فرمائے گا آپ کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے گا۔ اے امیر المومنین! میرا مشورہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ بسا اوقات وہ سست بن جاتے ہیں اور پھر خود بخود خوش ہو جاتے ہیں آپ اے امیر المومنین! ان کے ساتھ نرمی کیجیے ان کے ساتھ سلوک بھی کیجیے اور ان پر احسانات کیجیے اور ان کے مقابلہ میں اللہ سے مدد طلب کیجیے اللہ تعالیٰ ہر مہم میں آپ کی کفایت فرمائے گا''۔ والسلام

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی امارت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ندامت:

ابومخنف نے فضیل بن خدیج کے ذریعہ مالک بن الحور کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ محمد پر رحم کرے وہ ایک نوجوان لڑکا تھا خدا کی قسم! کاش! میں مصر پر ہاشم ابن عتبۃ المرقال کو امیر بنا دیتا۔ خدا کی قسم! اگر میں اسے مصر کا امیر بنا دیتا تو وہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور اس کے فاجر مددگاروں کے لیے میدان خالی نہ چھوڑتا وہ اگر قتل بھی ہوتا تو اس حالت میں قتل ہوتا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہوتی۔ وہ محمد کی طرح بلا خون بہائے قتل نہ ہو جاتا۔ اللہ محمد پر رحم کرے اس نے اپنی کوشش تو بہت کی لیکن جو اس کی تقدیر میں لکھا تھا وہ پورا ہوا۔

باب ۱۹

بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش

ابن الحضرمی کا زندہ آگ میں جلایا جانا

اسی سنہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی کو بصرہ روانہ کیا تا کہ وہ بصرہ والوں کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ کرے۔

اسی سنہ میں اعین بن ضبعیۃ المجاشعی قتل کیا گیا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے ابن الحضرمی کو نکالنے کے لیے روانہ کیا تھا۔

بصرہ میں ابن الحضرمی کی آمد:

عمرو بن شعبہ نے محمد اور ابوالذیال کی سند سے ابولغامہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب مصر میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قتل کیا جا چکا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ تشریف لے آئے اور اپنی جگہ زیاد کو قائم مقام بنا دیا ان کے جانے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابن الحضرمی بصرہ آیا اور اس نے بنوتمیم میں آ کر قیام کیا۔

زیاد نے حصین ابن المنذر اور مالک بن مسمع کو طلب کیا اور ان سے کہا اے بکر بن وائل تم امیر المومنین کے دوست ہو اور انہیں تم پر بھروسہ ہے یہاں ابن الحضرمی آیا ہوا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور اس کے پاس لوگ جمع ہو رہے ہیں تم میری اس وقت تک حمایت کرو جب تک میرے پاس امیر المومنین کا حکم نہ آ جائے اس پر حصین نے تو حامی بھر لی لیکن مالک بن مسمع بنوامیہ کی جانب مائل تھا اور جنگ جمل کے روز مروان نے اسی کے گھر پناہ لی تھی اس نے جواب دیا یہ میرا کام ہے اور اس میں بہت سے لوگ شریک ہیں میں اس معاملہ پر غور کروں گا اور لوگوں سے مشورہ کروں گے۔

زیاد کا صبرہ کے گھر پناہ لینا:

جب زیاد نے دیکھا کہ مالک کو یہ بات ناگوار گزری ہے اسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں قبیلہ ربیعہ اختلاف نہ کر بیٹھے اس نے نافع کے پاس پیغام بھیجا کے مجھے مشورہ دو نافع نے صبرۃ بن شیمان الحدانی سے مدد طلب کرنے کا مشورہ دیا زیاد نے اسے بلوایا اور اس سے کہا تو مجھے پناہ نہ دے گا اور کیا تو بیت المال کی حفاظت نہ کرے گا کیونکہ وہ تمہارا ہی مال ہے اور میں امیر المومنین کا ایک امین ہوں۔

صبرہ نے جواب دیا ہاں میں ذمہ داری ایک شرط سے قبول کر سکتا ہوں وہ یہ کہ تم میرے گھر آ کر قیام کرو۔ خزانہ میرے گھر اٹھا لاؤ زیاد نے جواب دیا میں اس کے لیے تیار ہوں زیاد نے خزانہ اٹھایا اور دارالامارت سے نکل کر حدان چلا گیا اور صبرۃ بن

شیبان کے گھر پناہ لی اور بیت المال اور منبر بھی ساتھ لے گیا اور منبر کو مسجد الحدان میں لے جا کر رکھ دیا زیاد کے ساتھ پچاس آدمی اور بھی صبرہ کی پناہ میں گئے تھے جن ابو حاضر کا باپ بھی تھا زیادہ مسجد حدان میں جمعہ پڑھاتا اور وہیں کھانا کھاتا تھ۔

قبیلہ ازد سے امداد طلبی:

ایک دن زیاد نے جابر بن وہب الراسبی سے کہا: اے ابو محمد میرا خیال ہے کہ ابن الحضرمی اسی طرح ہاتھ باندھے نہ بیٹھ رہے گا بلکہ وہ تم سے ضرور جنگ کرے گا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرو اور انہیں تیری کا حکم دو۔ اس مشورہ کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو زیاد نے نماز پڑھائی اور مسجد میں بیٹھ گیا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو جابر نے کھڑے ہو کہا:

''اے ازدیو! تمیم کا خیال ہے کہ دنیا میں صرف وہی بہادر ہیں اور جنگ کے وقت تم سے زیادہ ثابت قدمی دکھا سکتے ہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ تم پر حملہ کر کے تم سے اس شخص کو چھیننا چاہتے ہیں جسے تم نے پناہ دی ہے وہ چاہتے ہیں کہ اسے شہر سے باہر نکال پھینکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو تم کیا کرو گے حالانکہ تم نے اس شخص کو پناہ دی ہے اور مسلمانوں کے بیت المال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے''۔

اس پر صبرۃ بن شیمان نے جواب دیا اور وہ ذرا موٹی عقل کا آدمی تھا اگر احنف مدد کے لیے آیا تو میں بھی آ جاؤں گا اگر حتات آیا تو میں بھی آ جاؤں گا اور اگر شبان آیا تو شبان ہم ہی لوگوں میں سے ہے۔

زیاد کہا کرتا تھا مجھے اس کی اس بات پر اتنی ہنسی آئی کہ میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور میں نے اپنی زندگی میں کوئی اتنا سخت دھوکہ نہ کھایا تھا جتنا کہ اس دن کھایا اور اتنا کبھی رسوا نہ ہوا تھا جتنا کہ اس دن رسوا ہوا اور یہ سب میری ہنسی کے باعث ہوا۔

زیاد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امداد طلبی:

یہ حالات دیکھ کر زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا کہ:

''ابن الحضرمی شام سے آیا ہوا ہے اور بنو تمیم کے گھر میں قیام پذیر ہے وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہے اور لوگوں کو جنگ کی دعوت دے رہا ہے قبیلہ تمیم اور بصرہ کے اکثر باشندوں نے اس کی بیعت کر لی ہے اور میرے ساتھ ایسے لوگ باقی نہیں رہے جو اسے روک سکیں میں نے صبرۃ بن شیمان سے پناہ طلب کی ہے اور بیت المال اس کی حفاظت میں دے دیا ہے اور میں دارالامارہ سے منتقل ہو کر اس کے پاس آ گیا ہوں۔ شیعانِ عثمان رضی اللہ عنہ ابن الحضرمی کے پاس آ جا رہے ہیں''۔

اعین بن ضبیعہ مجاشعی کا قتل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعین بن ضبیعہ المجاشعیکو روانہ فرمایا تا کہ وہ جا کر اپنی قوم کو ابن الحضرمی سے ہٹا دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تم وہاں جا کر ابن الحضرمی کے معاملہ پر غور کرنا اگر ابن الحضرمی کی جماعت اس سے جدا ہو جاتی ہے تو یہی تیرا مقصود اصلی ہے لیکن اگر اس کا معاملہ سرکشی اور نافرمانی تک پہنچ جاتا ہے تو ان پر ٹوٹ پڑ اور ان سے جہاد کر اگر تجھے اپنے ساتھیوں کی طرف سے جنگ میں ڈھیل نظر آئے اور تجھے یہ خوف ہو کہ تو اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا تو ان سے مدارات سے پیش آ اور انہیں ڈھیل

دے پھر خوب غور سے ان کی بات سن اور تمام حالات پر گہری نظر رکھ تو اس طرح اللہ کے لشکر تجھ پر سایہ کر لیں گے اور تو ظالموں کو قتل کر سکے گا۔

اعین بصرہ پہنچ کر زیاد سے ملا اور اس کے پاس قیام کیا پھر اپنی قوم کے پاس آ کر کچھ آدمیوں کو جمع کیا اور انھیں لے کر ابن الحضرمی کے پاس گیا انھوں نے اسے دیکھ کر گالیاں دیں اور اور برا بھلا کہا یہ ان کے پاس سے واپس چلا آیا جب یہ وہاں سے واپس آ گیا تو خود اس کی قوم نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

جب اعین قتل ہو گیا تو زیاد نے ان لوگوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو بنوتمیم نے ازد کے پاس پیغام بھیجا تم نے جس شخص کو پناہ دی ہے ہم اس سے کوئی تعرض نہیں کرتے اور نہ اس کے کسی ساتھی پر ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں تو تمہیں ہمارے پناہ گیر اور ہمارے دشمن سے کیا واسطہ' جب ازدیوں کے پاس یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے جنگ کو برا سمجھا اور بولے کہ اگر یہ لوگ ہمارے پناہ گیر پر حملہ کریں گے تو ہم بھی مقابلہ کریں گے لیکن اگر وہ ہمارے پناہ گیر پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تو ہم بھی ان کے پناہ گیر پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے انہوں نے یہ فیصلہ کر کے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔

زیاد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام دوسرا خط:

یہ واقعات پیش آنے کے بعد زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرا خط تحریر کیا کہ:

''اعین بن ضبیعہ بصرہ آیا اور اپنے قبیلہ میں سے ان لوگوں کو جمع کیا جنہوں نے اس کی اطاعت کی پھر وہ ان لوگوں کو لے کر نہایت خلوص اور صدق نیت کے ساتھ ابن الحضرمی کے پاس گیا انہیں اطاعت پر ابھارا اور انہیں اختلافات ختم کرنے اور فتنہ انگیزی سے روکا اس پر اس کی قوم کے اکثر لوگوں نے اس کی حمایت کی اور اس کے گرد جمع ہو گئے اور اکثر لوگوں نے ابن حضرمی کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن اس طرح اس کی قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا اور جب اعین گھر واپس آیا تو اس کی قوم نے اسے دھوکہ دے کر قتل کر دیا اللہ اعین پر رحم کرے میں نے اس بات پر ان لوگوں سے جنگ کا ارادہ کیا لیکن میرے ساتھ کوئی ایسا شخص میدان میں نہ نکلا جو ان پر بھاری ہوتا۔ پھر دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے کے پاس پیغامات بھیجے اور ہر ایک نے دوسرے سے جنگ کرنے سے ہاتھ روک لیا''۔

جاریہ رضی اللہ عنہ کا ابن حضرمی کو زندہ آگ میں جلانا:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو جاریۃ بن قدامۃ السعدی رضی اللہ عنہ کو بنوتمیم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کے ساتھ پانچ سو آدمی روانہ کیے گئے اور زیاد کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں اس کی رائے اور اس کے طریقہ کی تصویب کی تھی اور اس خط میں زیاد کو جاریہ رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا حکم دیا تھا۔ جاریۃ ابن قدامہ رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچا اور زیاد سے جا کر ملا اور اس سے کہا تیار ہو جا کہیں تیرا بھی وہی حشر نہ ہو جو تیرے ساتھی اعین کا ہو چکا ہے اور اپنی قوم میں سے کسی شخص پر بھروسہ نہ کر۔

اس کے بعد جاریہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا اور بہت سے وعدے کیے اس

کی قوم کے اکثر افراد نے اس کی بات کو قبول کیا اور اس کے ساتھ ہو کر ابن حضرمی کی طرف گئے اور اس کا دار سنبل میں محاصرہ کر لیا پھر جاریہ رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر کو آگ لگا کر ابن الحضرمی اور اس کے ستر آدمیوں کو جلا دیا' ایک روایت یہ ہے کہ اس کے ساتھ چالیس افراد تھے یہ دیکھ کر لوگ منتشر ہو گئے اور زیاد دارالامارہ واپس چلا آیا اور ایک خط تحریر کر کے ظبیان بن عمارہ کے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا یہ ظبیان جاریہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ سے آیا تھا خط میں تحریر تھا:

''کہ جاریہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس پہنچا پھر وہ ابن الحضرمی کی طرف گیا۔ اس سے جنگ کی حتیٰ کہ ابن الحضرمی نے مجبور ہو کر بنوتمیم کے گھروں میں سے ایک گھر میں پناہ لی اور اس کے ساتھ اس کے کچھ آدمی تھے ان لوگوں کے سامنے عذر بھی پیش کیا گیا انہیں ڈرایا بھی گیا اور انہیں اطاعت کی دعوت بھی دی گئی لیکن انہوں نے کوئی بات قبول نہیں کی اور نہ اپنے خیالات سے باز آئے اس لیے جاریہ رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر کو آگ دکھا کر ان سب آدمیوں کو اس میں جلا دیا پھر اوپر سے ان پر مکان گرا دیا گیا جو شخص سرکشی اور نافرمانی کرے اس کے لیے تباہی ہو''۔

عمرو بن عرندس کے فخریہ اشعار:

اس واقعہ پر عمرو بن عرندس عودی نے یہ فخریہ اشعار پڑھے۔

رُدَ دْنَا زِيَادَ اِلَی دَارِهٖ ۔۔۔ وَجَارُ تَمِيْمٍ دُخَانًا ذَهَبْ

ترجمہ: ''ہم لوگوں نے زیاد کو اس کے گھر تک پہنچا دیا۔ اور تمیم کا پڑوسی دھواں بن کر اڑ گیا۔

لَحَی اللّٰهُ قَوْمًا شَوُّوَا جَارَهُمْ ۔۔۔ وَلِلشَّاءِ بِالدِّرْهَمَيْنِ الشَّصَبْ

ترجمہ: اللہ اس قوم کو تباہ کرے جو اپنے پناہ گیر کو بھون دیتی ہو جیسے وہ دو درہم میں چھلی ہوئی بکری ہو۔

يُنَادِي الْخِنَاقُ وَ خُمَّانُهَا ۔۔۔ وَقَدْ سَمَطُوْا رَأْسَهٗ بِاللَّهَبْ

ترجمہ: جس کا گلا گھونٹنے کے لیے رسی اور خادم بلائے جا رہے ہیں اور ان کے سر شعلوں سے جھلس رہے ہیں۔

وَنَحْنُ أُنَاسٌ لَنَا عَادَةٌ ۔۔۔ فُحَامِيْ عَنِ الْجَارِ اَنْ يَغْتَصِبْ

ترجمہ: اور ہم لوگ ہیں جن کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ اپنی پناہ میں آنے والے کی ہر طرح حفاظت کریں۔

حَمِيْنَاهُ اِذْحَلَّ اَبْيَاتَنَا ۔۔۔ وَلَا يُمْنَعُ الْجَارِ اِلَّا الْحَسَبْ

ترجمہ: ہم نے زیاد کی حفاظت کی جب وہ ہمارے گھر میں آیا اور خاندانی حسب والا ہی اپنے پڑوسی کی حفاظت کر سکتا ہے۔

وَلَمْ يَعْرِفُوْا حُرْمَةً لِلْجَوَارِ ۔۔۔ اِذَ اَعْظَمَ الْجَارَ قَوْمٌ نُجُبْ

ترجمہ: ان لوگوں نے پڑوسی کی حرمت تک نہ پہچانی حالانکہ شریف قوم کی نظر میں پڑوسی کی بڑی اہمیت ہے۔

كَفِعْلِهِمْ قَبْلَنَا بِالزُّبَيْرِ ۔۔۔ عَشِيَّةَ اِذْ بَزَّهٗ يُسْتَلَبْ

ترجمہ: اس سے قبل حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب کہ ان کا شام کے وقت سامان لوٹا جا رہا تھا جو کچھ کیا تھا وہی آج کر رہے ہیں''۔

ازد کی مدح میں جریر کے اشعار:

کچھ زمانہ بعد جریر بن عطیة بن الخطفی نے فرزوق کے ممدوح مجاشع کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

غَدَرْتُمْ بِالزُّبَيْرِ فَمَا وَفَيْتُمْ وَفَاءَ الْاَزْدِ اِذْ مَنَعُوْا زِيَادَا

ترجمہ: ''تم نے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی غداری کی اور تم نے ازد کی طرح وفا نہ کی جیسے انہوں نے زیاد کی حفاظت کی تھی۔

فَاَصْبَحَ جَارُهُمْ بِنَجَاةِ عِزٍّ وَجَارُ مُجَاشِعٍ اَمْسٰى رَمَادَا

ترجمہ: ازد کا پڑوسی باعزت رہا۔ اور مجاشع کا پڑوسی راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔

فَلَوْ عَاقَدْتَّ حَبْلَ اَبِىْ سَعِيْدٍ لَذَادَ الْقَوْمَ مَا حَمَلَ النِّجَادَا

وَ اَدْنَى الْخَيْلِ مِنْ رَهْجِ الْمَنَايَا وَاَغْشَاهَا الْاَسِنَّةَ وَ الصِّعَادَا

ترجمہ: اور گھوڑوں کو موت کے شور سے قریب کر دیتی ہے اور نیزوں سے اسے ڈھانپ لیتی ہے''۔

باب ۲۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ملکی شورش

خریت ابن راشد کی بغاوت

ہشام ابن محمد نے ابومخنف' حارث الازدی کی سند سے عبداللہ بن فقیم سے روایت کیا ہے کہ خریت بن راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خریت کے ساتھ بنو ناجیہ کے تین سو آدمی تھے جو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقیم تھے اور یہ لوگ بصرہ سے آئے تھے اور جنگ جمل' صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے۔

الغرض خریت تیس سواروں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ یہ اپنے سواروں کے درمیان میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر یہ سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا: اے علی رضی اللہ عنہ! نہ تو آئندہ میں تیرے حکم کی اطاعت کروں گا اور نہ تیرے پیچھے نماز پڑھوں گا اور میں کل تیرا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ یہ واقعہ حکمین کی تحکیم کے بعد پیش آیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے۔ اُس وقت تو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرے گا اپنے عہد کو توڑے گا اور اپنے علاوہ کسی کا نقصان نہ کرے گا۔ لیکن آخر یہ بتا تو ایسی حرکت کیوں کر رہا ہے۔

خریت نے جواب دیا اس لیے کہ تو نے کتاب اللہ میں حکم کو قبول کیا اور تو نے حق کے معاملہ میں کمزوری دکھائی جب کہ کوشش پوری ہو چکی تھی اور تو نے ایک ظالم قوم پر بھروسہ کیا۔ اس وقت میں تجھے دیکھنے اور لوگوں پر نکتہ چینی کرنے آیا ہوں اور تم سب کا ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آ میں تجھے کتاب اللہ کا درس دوں' تیرے سامنے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کروں اور تجھے حق کی وہ باتیں بتاؤں جنہیں میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ شاید اس طرح جس چیز سے تو انکار کر رہا ہے اسے سمجھ جائے اور جس چیز سے تو اس وقت جاہل ہے وہ تجھے معلوم ہو جائے۔

خریت: اچھا میں تمہارے پاس پھر کبھی آؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تجھے دھوکے میں مبتلا کر دے تو اپنی جہالت کو معمولی نہ سمجھ۔ خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس نصیحت لینے اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے آئے گا تو میں تجھے ہدایت کا راستہ دکھاؤں گا۔

مصالحت کی کوشش:

اس کے بعد خریت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے اپنے گھر واپس چلا گیا۔ عبداللہ بن فقیم کہتا ہے میں اس کے پیچھے پیچھے گیا کیونکہ اس کا ایک چچا زاد بھائی میرا دوست تھا۔ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں اپنے دوست کے پاس جاؤں اور اس سے اس کا تمام حال بیان کروں اور اسے امیر المومنین کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم دوں اور اسے یہ بتاؤں کہ امیر کی اطاعت اس کے لیے دنیا

وآخرت دونوں کے لیے بہتر ہے یہ سوچ کر میں اس کے گھر کی طرف چلا اور وہ مجھ سے آگے بڑھ گیا تھا۔ میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس وقت اس کے گھر میں اس کے بہت سے ایسے ساتھی موجود تھے جو اس وقت جب کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تھا اس کے ساتھ نہ آئے تھے۔

خریت نے اندر پہنچنے کے بعد ساتھیوں سے کہا: خدا کی قسم! علی رضی اللہ عنہ نے تو کوئی پختہ بات نہیں کی اور نہ کسی بات کا پختہ جواب دیا میرا خیال تو یہ ہے کہ میں اس شخص کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤں اگرچہ میں اس سے یہ کہہ کر آیا ہوں کہ میں تجھ سے کل موں گا لیکن اب میری رائے یہ ہے کہ اس سے کل قطعاً جدائی اختیار کر لوں۔

اس کے اکثر ساتھیوں نے جواب دیا: تم جب تک اس کے پاس نہ جاؤ کوئی فیصلہ نہ کرو اگر وہ تجھ سے ایسی بات کرے جو تیرے لیے قابل قبول ہو تو قبول کر لینا اور اگر وہ بات قابل قبول نہ ہو اس کا ساتھ چھوڑنا تو تیرے بس میں ہے اس پر خریت نے جواب دیا کہ تم لوگوں کی رائے مناسب ہے اسی پر عمل کیا جائے۔

راوی کہتا ہے کہ پھر میں نے ان لوگوں سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو میں اندر گیا۔ اور خریت سے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو امیر المومنین اور جماعت مسلمین کا ساتھ چھوڑ دے گا تو تجھ پر دست اندازی کا حق حاصل ہو جائے گا اور اس صورت میں تو خود بھی قتل ہو گا اور تیرے اہل قبیلہ بھی یاد رکھ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں۔

خریت نے جواب دیا اچھا میں صبح علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا۔ اس کے دلائل سنوں گا اور جو کچھ وہ کہے گا اور جو نصیحت کرے گا اس پر غور بھی کروں گا اگر میں اسے حق اور اپنے لیے بہتر خیال کروں گا تو اس پر عمل کروں گا اور اگر میرے نزدیک ان کی رائے گمراہی اور ظلم پر مبنی ہو گی تو ان کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔

اس گفتگو کے بعد میں اس کے چچازاد بھائی کے پاس گیا وہ اس کے خاص مقرب لوگوں میں سے تھا اس کا نام مدرک بن الریان تھا یہ عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ میں نے اس سے جا کر کہا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اور علی الخصوص تیری دوستی اور بھائی چارہ کا جو مجھ پر حق ہے میں اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تیرے چچازاد بھائی نے جو رائے قائم کی ہے جس کا تجھے بھی علم ہے تو اسے اس کی برائی سمجھا اور اس کی رائے تبدیل کرنے کی کوشش کر کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس نے امیر المومنین کا ساتھ ترک کر دیا تو خود بھی وہ اپنے آپ کو تباہ کرے گا اور اہل قبیلہ کو بھی مروائے گا۔

مدرک ابن ریان نے جواب دیا اللہ تجھے جزائے خیر دے تو نے بھائی چارے کا حق ادا کر دیا ہے تو نے اچھی نصیحت بھی کی اور پیش آئندہ خطرات کو بھی پیش کر دیا۔ اگر یہ میرا بھائی امیر المومنین کا ساتھ چھوڑنا چاہے گا تو میں خود اس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اس بات پر اس کی مخالفت کروں گا میں اس کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ سخت ہوں میں تنہائی میں اس کے پاس جاؤں گا اور اسے مشورہ دوں گا کہ وہ امیر المومنین کا مطیع رہے اور ان کا ساتھ ترک نہ کرے کیونکہ اس میں اسی کی فلاح ہے۔

اس گفتگو کے بعد میں مدرک ابن ریان کے پاس واپس آیا اور امیر المومنین کے پاس جانے کا ارادہ کیا تاکہ میں انہیں اس تمام گفتگو سے مطلع کروں۔ لیکن چونکہ مدرک کی گفتگو سے میرا دل مطمئن ہو چکا تھا اس لیے میں اپنے گھر جا کر سو گیا اور اگلے روز چاشت کے وقت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان کی خدمت میں کچھ دیر بیٹھا رہا اور میں یہ چاہ رہا تھا کہ امیر المومنین

سے اس کے متعلق خلوت میں گفتگو کروں لیکن مجلس لمبی ہو چکی تھی اور لوگوں کی کثرت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اس لیے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب گیا اور پس پشت جا کر بیٹھ گیا امیر المومنین نے بات سننے کے لیے اپنے کان میری جانب کیے میں نے ان سے خریت بن راشد کے تمام واقعات' گفتگو اور اس کا جواب بیان کیا اور خریت کے چچازاد بھائی سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی بیان کی۔

امیر المومنینؓ نے فرمایا: اس کا تذکرہ ہی چھوڑ دو اور اگر اس نے حق کو سمجھ کر اسے قبول کیا تو ہم بھی اس کا عذر قبول کریں گے اور اگر اس نے اس سے انکار کیا تو پھر ہم بھی اس سے اس کا مؤاخذہ کریں گے۔

میں نے عرض کیا کیوں نہ امیر المومنین اسے اسی وقت پکڑ کر قید کر دیں۔

امیر المومنینؓ نے جواب دیا اس صورت میں تو یہ ہوگا کہ جتنے افراد بھی اس نافرمانی اور بغاوت میں متہم ہیں ہم سب کو قید خانہ میں بھر دیں اور میں اتنے لاتعداد لوگوں کو قید کرنا یا انہیں سزا دینا اس وقت تک مناسب نہیں سمجھتا جب تک وہ کھلم کھلا ہمارے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر ان کے پاس سے اٹھ آیا اور مجلس میں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ مجھے اپنے قریب بلایا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو فرمایا: اس شخص کے گھر جاؤ اور جا کر دیکھو وہ کیا کر رہا ہے کیونکہ وہ روزانہ اس وقت سے پہلے میرے پاس آ جایا کرتا تھا۔ میں اس کے گھر پہنچا جہاں کوئی شخص موجود نہ تھا اس کے بعد میں ان لوگوں کے دوسرے مکانات پر گیا جہاں اس کے ساتھی جمع ہوتے تھے لیکن وہاں کوئی جواب دینے والا تک نہ تھا۔ میں مجبوراً واپس لوٹ آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا وہ لوگ اپنی جگہ پر امن وامان سے مقیم ہیں یا علیحدگی اختیار کر کے کوچ کر چکے ہیں۔

میں نے عرض کیا نہیں وہ یہاں سے کوچ کر گئے ہیں اور اس طرح انہوں نے کھلم کھلا بغاوت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو ان پر ایسی بربادی نازل ہو جیسے قوم ثمود پر نازل ہوئی تھی۔ اگر انہیں نیزوں سے چھیدا جاتا اور تلواروں سے ان کی گردنیں اتاری جاتیں تو شاید یہ نادم ہو جاتے انہیں آج شیطان نے ورغلا کر گمراہ کر دیا ہے اور وہ کل ان سے جدا ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے گا۔

خریت کا تعاقب:

زیاد ابن خصفہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ان کے جانے سے کچھ زیادہ نقصان نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہمارے ساتھ مقیم رہتے تو لوگوں کو توڑتے رہتے اور اس طرح ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا اور ان کے چلے جانے سے ہماری تعداد میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہوگی۔ لیکن ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ آپ کے پاس آنے جانے والوں میں سے اکثر لوگوں کو خراب نہ کر دے۔ اس لیے مجھے ان کے تعاقب کی اجازت دیجیے۔ تاکہ میں ان لوگوں کو پکڑ کر آپ کے پاس لے آؤں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ کدھر گئے ہیں؟

زیاد: مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں انہیں تلاش کروں گا اور نقش قدم پر ان کی ٹوہ لگاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اچھا جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ یہاں سے چل کر تم دیرابی موسیٰ رضی اللہ عنہ جا کر ٹھہر واور جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچ جائے آگے کوچ نہ کرنا۔ کیونکہ اگر وہ جماعت کے ساتھ اعلانیہ نکلے ہیں تو عنقریب مجھے میرے عامل اس کی اطلاع دیں گے اور اگر وہ متفرق طور پر چھپ کر گئے ہیں تو یہ بات عمال سے مخفی ہو گی میں ان کی تلاش کا عمال کو حکم نامہ بھیجوں گا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمال کے نام حکم نامہ تحریر کیا۔

عمال کو ہدایت:

''کچھ لوگ یہاں سے بھاگ کر چلے گئے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ بصرہ کے علاقہ کی طرف گئے ہیں تم اپنے شہر کے باشندوں سے ان کے بارے میں معلومات کرواور اپنے علاقہ میں چاروں جانب جاسوس پھیلا دواوران کے بارے میں جو کچھ معلومات حاصل ہوں وہ مجھے تحریر کرو۔

زیاد بن خصفہ کی تقریر:

زیاد بن خصفہ کوفہ سے چل کر دیرابی موسیٰ رضی اللہ عنہ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور خدا کی حمد وثنا کی اور پھر کہا:

''اے بکر بن وائل! امیر المومنین نے مجھے ایک ایسے کام پر روانہ کیا جوان کے نزدیک انتہائی اہم ہے اور مجھے اس سلسلہ میں اس کی تاکید کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے میں اس میں اپنی کوشش سے کسی طرح دریغ نہ کروں۔ تم لوگ ان کی جماعت میں داخل اوران کے معین و مددگار رہواوران کے نزدیک تمام قبائل میں سب سے زیادہ باعتماد قبیلہ تمہارا ہی ہے تم اس وقت میرے ساتھ جنگ کے لیے چلواوراس میں انتہائی عجلت سے کام لو''۔

راوی کہتا ہے کہ اس تقریر پر اسی وقت ایک سوبیس یا ایک سوتیس آدمی تیار ہو گئے۔ اس پر زیاد نے کہا اتنے ہی لوگ کافی ہیں اس سے زیادہ کی کوئی حاجت نہیں یہ دستہ چلا اور پل پار کر کے دیرابی موسیٰ رضی اللہ عنہ جا کر ٹھہرا اور وہاں باقی تمام دن امیر المومنین کے حکم کے انتظار میں مقیم رہا۔

قرظۃ بن کعب کا خط:

ابومخنف نے ابوالصلت الاعور التیمی اور ابوسعید عقیلی کے ذریعہ عبداللہ بن والی التیمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں امیر المومنین کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک قرظۃ بن کعب الانصاری کی جانب سے ایک قاصد آیا جس کے ہاتھ میں خط تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں امیر المومنین کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ سوار کوفہ کی جانب سے آتے نظر آئے ان کا رخ نصر کی جانب تھا۔ یہ لوگ فرات کے نشیبی علاقہ کی جانب سے گزرے وہاں ایک دہقان جس کا نام زاذان فروخ تھا نماز پڑھ رہا تھا اس کے ننہال بنوناجیہ کی ایک جماعت اس کے پاس گئی اور اس سے سوال کیا کہ وہ مسلم ہے یا کافر اس نے جواب دیا نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں انہوں نے اس سے سوال کیا تم علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو اس شخص نے جواب دیا میں تو ان کی تعریف کرتا ہوں اور میرے نزدیک وہ امیر المومنین اور سید البشر ہیں ان لوگوں نے جواب دیا اے اللہ کے دشمن تو نے کفر کیا۔ اس کے بعد ان میں سے ایک جماعت نے اس پر حملہ کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس شخص مذکور کے ساتھ ایک اور بھی شخص تھا جو ذمی تھا ان لوگوں نے اس ذمی سے سوال کیا تم کون ہو۔ اس نے جواب

دیہ میں ذمی ہوں اس پر یہ جماعت بولی کہ ذمیوں کا قتل ہمارے لیے جائز نہیں۔اس ذمی نے ہمارے پاس آ کر ہمیں ان تمام حالات سے مطلع کیا۔ میں نے ہر شخص سے اس جماعت کا حال دریافت کیا۔لیکن اس ذمی کے علاوہ کسی نے کوئی بات بیان نہیں کی۔ امیر المومنینؓ اس معاملہ میں مجھے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا:

''تم نے ایک جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور کافر و مخالف کو قتل نہ کیا تو یہ ایک ایسی جماعت ہے جسے شیطان نے ورغلا کر گمراہ کر دیا ہے اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح بن گئے ہیں جو اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں کہ کہیں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اور خود اس فتنہ میں اندھے اور بہرے بن چکے ہیں تو ان کی باتیں بھی سن لے اور ان کے اعمال بھی دیکھ لے۔ قیامت کے روز ان کے اعمال کا ان پر حال کھل جائے گا۔ تو اپنے عمل پر ثابت قدم رہ اور اپنا خراج پیش کرتا رہ اس صورت میں تو اپنی اطاعت پر قائم رہے گا''۔ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زیاد بن خصفہ کے نام خط:

ابومخنف نے ابوالصلت الاعور التیمی اور ابوسعید العقیلی کی سند سے عبداللہ بن وال کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن خصفہ کے نام ایک خط تحریر کیا اور مجھے پہنچانے کے لیے دیا عبداللہ بن وال کہتا ہے کہ میں اس وقت بالکل نوجوان تھا۔خط میں تحریر تھا:

''امابعد! میں نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ جب تک تمہارے پاس میرا حکم نہ پہنچے تم دیر ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ میں قیام کرنا اور میں نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ لشکر کو کس جانب کوچ کرنا چاہیے۔ مجھے ابھی ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ نفر نامی گاؤں کی جانب گئے ہیں تم ان کے پیچھے جاؤ اور ان سے سوال کرو کیونکہ ان لوگوں نے اہل سواد میں سے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیا ہے۔ جب تو ان کے پاس پہنچ جائے تو انہیں میرے پاس واپس لانے کی کوشش کر اگر وہ واپس آنے سے انکار کریں تو ان سے مقابلہ کر اور ان کے مقابلہ میں اللہ سے مدد طلب کر کیونکہ ان لوگوں نے حق کو ترک کر دیا ہے اور حرام خون کو بہایا اور راہوں کو پرخطر بنا دیا ہے''۔ والسلام

عبداللہ بن وال کہتا ہے میں یہ خط لے کر چلا لیکن کچھ دور چل کر واپس لوٹا۔ اور عرض کیا اے امیر المومنین کیا میں زیاد کو آپ کا خط پہنچانے کے بعد اسی کے ساتھ آپ کے دشمن کے مقابلہ پر نہ چلا جاؤں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اے بھتیجے تم جا سکتے ہو خدا کی قسم میری آرزو یہی ہے کہ تو حق پر میرا مددگار اور ظالم قوم کے مقابلہ میں میرا معین ہو۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم! اے امیر المومنین ایسا ہی ہوگا اور آپ کی خواہش پوری ہوگی۔

ابن وال کہتا ہے خدا کی قسم! مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

ابن وال کہتا ہے میں یہ خط لے کر اپنے شریف اور بہترین چال کے گھوڑے پر سوار ہو کر زیاد بن خصفہ کی طرف چلا اور میں نے جنگ کے ارادے سے ہتھیار پہن لیے تھے جب میں زیاد کے پاس پہنچا تو زیاد نے مجھ سے کہا۔ میں تجھ سے بے پرواہ نہیں ہوں

میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ اس مہم میں تو بھی میرے پاس شریک ہو۔ میں نے جواب دیا میں پہلے ہی امیرالمومنین سے اس کی اجازت طلب کر چکا ہوں زیاد کو یہ سن کر بہت مسرت ہوئی۔

خریت کی تلاش:

راوی کہتا ہے کہ ہم لوگ دیرابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کوچ کر کے نصر پہنچے اور وہاں لوگوں سے اس خارجی جماعت کا حال معلوم کیا پتہ چلا کہ وہ جرجرایا کی جانب گئے ہیں۔ ہم جرجرایا پہنچے وہاں لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ مذار کی طرف چلے گئے ہیں ہم مذار پہنچے۔ اس وقت یہ جماعت وہیں مقیم تھی اس جماعت نے وہاں ایک دن رات قیام کر کے آرام لیا تھا اور چارہ وغیرہ جمع کیا تھا ہم ان کے سروں پر پہنچ گئے انہوں نے جب ان لوگوں کو آتے دیکھا تو فوراً اپنے گھوڑوں کو کسا اور ان پر سوار ہو گئے اتنے میں ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔

یہ دیکھ کر خریت ابن راشد نے ہم لوگوں کو للکار کر کہا۔ اے دلوں اور آنکھوں کے اندھو یہ بتاؤ کیا تم اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کا ساتھ دیتے ہو یا تم ظالم لوگوں کے ساتھ ہو۔

زیاد نے جواب دیا بلکہ ہم اللہ کے ساتھ ہیں اور اس کے احکام کے پیروکار ہیں جو اللہ کی جانب سے نازل ہوئی اس کی کتاب اور اس کے رسول کی اتباع میں اس کے پاس اس سے بھی زیادہ اجر ہے کہ جس روز سے تو پیدا ہوا ہے اور تیرے مرنے تک جو کچھ دنیا میں وجود میں آئے گا۔ اے آنکھوں کے اندھو اور کانوں کے بہرو۔

خریت نے سوال کیا آخر تم کیا چاہتے ہو؟

زیاد ایک تجربہ کار شخص تھا اس نے جواب دیا جو بھوک اور آفت ہم پر نازل ہوئی ہے اسے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور اب ہم اس حال پر پہنچ چکے ہیں کہ اب میں اپنے اور تیرے ساتھیوں کے روبرو کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا مناسب یہ ہے کہ میں بھی سواری سے اتروں اور تو بھی سواری سے اتر جائے۔ پھر ہم دونوں علیحدگی میں گفتگو کریں اور تمام معاملات پر غور کریں اگر تجھے میری بات میں اپنا فائدہ نظر آئے تو اسے قبول کر لینا اور اگر میں تیرے رائے میں اپنی اور تیری عافیت دیکھوں گا تو میں تیری بات کو ہرگز رد نہ کروں گا اس پر خریت نے جواب دیا تو اچھا تم یہاں قیام کرو۔

راوی کہتا ہے کہ زیاد ہمارے پاس واپس آیا اور کہا تم سب لوگ اس پانی پر قیام کرو ہم نے پانی کے کنارے اتر کر قیام کیا اور ہم سب مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے۔ دس دس' نو نو' آٹھ آٹھ اور سات سات کی ٹولیاں بن گئیں اور ان تمام ٹولیوں نے حلقے بنا کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد چشمے پر جا کر پانی پیا۔

زیاد کی جنگی تدبیر:

اس کے بعد زیاد نے ہم سے کہا اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ ہم نے ان پر زینیں ڈالیں اس کے بعد زیاد ہمارے اور دشمنوں کے درمیان کھڑا ہو گیا دشمن بھی ایک کونے پر جا کر اتر گیا۔ اس کے بعد زیاد دوبارہ ہمارے پاس آیا اور ہمیں متفکر اور منتشر دیکھ کر بولا تم اچھے جنجو ہو؟ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ تم پر اس حالت میں حملہ کر دیں تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ اگر ان کا مدمقابل کوئی اور ہوتا تو وہ تم سے زیادہ چوکنا رہتا' فوراً اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ ہم نے فوراً حرکت کی اور ضروریات سے فارغ ہونے لگے کچھ نے وضو کیا کچھ نے

خود پانی پیا اور کچھ نے اپنے گھوڑوں کو پانی پلایا اور ہم اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد زیاد پھر ہمارے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی جسے منہ سے نوچ رہا تھا۔ دو تین بار اسے نوچا اور پھر اس نے پانی پیا اور ہڈی اپنے ہاتھ سے پھینک دی۔ پھر ہم سے مخاطب ہو کر بولا:

''اے لوگو! ہم دشمنوں کے سروں پر پہنچ گئے ہیں۔ ہماری اور ان کی تعداد برابر ہے۔ میں نے تمہیں بھی ڈرایا ہے اور انہیں بھی ڈرایا میرا خیال ہے کہ گفتگو کے وقت ہر دو فریق کے پانچ آدمیوں سے زیادہ نہ رہیں لیکن انجام کار یہی نظر آتا ہے کہ تمہاری اور ان کی جنگ ہوگی اگر ایسا ہوا جیسا کہ ان کے اور تمہارے حالات سے ظاہر ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔ تو تم دونوں فریقوں میں سے کمزور فریق ثابت نہ ہونا اس کے بعد زیاد نے ہم سے کہا تم اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے رکھو۔ حتی کہ میں ان کے قریب پہنچ کر ان کے امیر کو بلاؤں اور اس سے گفتگو کروں اگر اس نے میری بیعت کر لی تو فبہا ورنہ جس وقت میں تمہیں پکاروں تم گھوڑوں پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچ جانا اور سب ساتھ آنا متفرق طور پر مت آنا''۔

زیاد سے خریت کی گفتگو:

راوی کہتا ہے اس کے بعد زیاد آگے بڑھا اور میں بھی اس کے قریب پہنچا تو زیاد نے ایک شخص کو کہتے سنا جو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا تمہارے پاس ایک بیدار جماعت آئی ہے اور تم سب آرام میں مبتلا ہو۔ تم نے انہیں اتنا موقع دے دیا کہ وہ اتر کر کھا پی کر سیراب ہو چکے اور آرام کر کے تکان دور کر چکے اور یہ شخص (یعنی زیاد) تمہارے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا خدا کی قسم! تم میں اور ان میں جنگ ضرور ہوگی۔ ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو زیاد نے ان کے امیر کو آواز دی اس نے کہا تم علیحدہ آؤ تو ہم تم سے کچھ گفتگو کریں۔ تم تو پانچ آدمی اپنے ساتھ لے کر آئے ہو۔ میں نے زیاد سے کہا تم اپنے ساتھ تین آدمی رکھو اور ان سے کہو کہ وہ بھی تین آدمی لے کر آئیں اور باہم گفتگو کریں۔ زیاد نے مجھ سے کہا جو آدمی تم پسند کرو انھیں بلا لو۔ اس طرح دونوں جانب سے پانچ پانچ افراد آئے۔

زیاد نے خریت سے سوال کیا۔ تم نے امیر المومنین اور ہم میں ایسی کیا خامی دیکھی جس کی وجہ سے تم نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔

خریت: میں تمہارے امیر اور تم لوگوں کی سیرت سے خوش نہیں ہوں اس لیے میں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں کہ لوگوں کے مشورہ سے کوئی خلیفہ مقرر ہونا چاہیے۔ جب تمام امت ایک شخص واحد پر جمع ہو جائے گی تو میں بھی لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔

زیاد: افسوس! کیا امت کسی ایسے شخص کو متفقہ طور پر خلیفہ بنا سکتی ہے جو درجہ میں تیرے امیر کے برابر ہو جسے تو نے چھوڑ دیا ہے۔ علم خداوندی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ان کے برابر کسے حاصل ہے اس کے ساتھ ساتھ انھیں رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی حاصل ہے۔

خریت: مجھے تو جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا۔

زیاد: تم نے اس مسلمان کو کیوں قتل کیا تھا؟

خریت: میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ میری جماعت کے کچھ افراد نے اسے قتل کر دیا تھا۔

زیاد: اچھا تو ان قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔

خریت: مجھے اس کا اختیار حاصل نہیں۔

زیاد: ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ سب کچھ کرنے والے تم ہی ہو۔

خریت: جواب وہی ہے جو تم ابھی ابھی سن چکے ہو۔

راوی کہتا ہے کہ اس پر ہم نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور خریت نے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ پھر ہم نے آگے بڑھ کر حملہ کیا خدا کی قسم! جب سے مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اتنی شدید جنگ میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ پہلے تو ہم نے نیزے استعمال کیے لیکن لڑتے لڑتے وہ ٹوٹ کر بیکار ہو گئے تو ہم نے تلواریں کھینچ لیں جب وہ بھی لڑتے لڑتے ٹیڑھی ہو گئیں اور ہمارے اور ان کے اکثر گھوڑے بیکار ہو گئے اور طرفین کے اکثر لوگ زخمی ہو گئے۔ ہم میں سے دو شخص مقتول ہوئے ایک زیاد کا غلام جس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور جسے سوید کہا جاتا تھا اور ایک لڑکا جس کا نام وافد بن بکر تھا۔ ہم نے ان کے پانچ شخص قتل کیے۔ لڑتے لڑتے رات ہو گئی جس کی وجہ سے جنگ بند ہو گئی زیاد بھی زخمی ہوئے اور میں بھی زخمی ہوا اور دونوں طرف برابر کی نفرت ابھی باقی تھی۔

خریت کا فرار:

راوی کہتا ہے کہ رات ہو جانے کے بعد فریقین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے میدان کے ایک جانب ہم نے قیام کیا وہ لوگ بھی کچھ رات تک دوسری جانب ٹھہرے رہے لیکن کچھ رات گزر جانے کے بعد انہوں نے راہ فرار اختیار کی ہم نے ان کا پیچھا کیا ان کی تلاش میں ہم بصرہ تک پہنچ گئے وہاں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ اہواز کی جانب نکل گئے ہیں۔ انہوں نے اہواز پہنچ کر اس کی ایک جانب قیام کیا کوفہ میں خریت کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے تقریباً دو سو آدمی اس کے ساتھ آ کر مل گئے کیونکہ کوفہ میں رہتے ہوئے ان کی کوئی قوت نہ تھی اس لیے وہ کوفہ سے فرار ہو کر خریت کی تلاش میں نکلے اور اہواز پہنچ کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے اور وہیں اس کے ساتھ قیام کیا۔

زیاد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط:

ان حالات کی اطلاع کے لیے زیاد بن خصفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا:

''اللہ کے دشمن بنو ناجیہ سے ہماری مذار کے علاقہ میں ملاقات ہوئی ہم نے انھیں ہدایت اور کلمہ حق کی دعوت دی اور انھیں جماعت کے اتحاد پر توجہ دلائی۔ لیکن انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور گناہ کے ذریعہ عزت حاصل کرنے کو بہتر تصور کیا۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے اچھا بنا کر دکھایا اور اس طرح انھیں راہ حق سے روکا انہوں نے ہمارے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ ہم بھی ان کی گھات میں لگے رہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کے وقت ہماری اور ان کی شدید ترین جنگ ہوئی ہم میں سے دو نیک آدمی شہید ہوئے اور دشمن کے پانچ آدمی مارے گئے جب جنگ بند ہوئی تو ہمارے اور ان کے لاتعداد لوگ زخمی ہو چکے تھے۔ جب رات ہوئی تو دشمن اہواز کی جانب بھاگ گیا۔ ہم بصرہ پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ دشمن اہواز کی ایک جانب میں قیام پذیر ہے اور ہم بصرہ میں زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں''۔ والسلام

امدادی فوج کی روانگی:

جب میں یہ خط لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ خط سن کر معقل ابن قیس نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کی بہتری فرمائے جن لوگوں کی تلاش میں آپ نے یہ دستہ روانہ کیا ہے کم از کم ان لوگوں کے مقابلہ میں دس گنا لشکر ہونا چاہیے ایک شخص کے مقابلہ میں دس مسلمان ہوں تاکہ جب ان سے مقابلہ ہو تو یہ ان کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور اگر برابر کی فوج ہوگی تو برابر کا ٹکراؤ رہے گا۔ وہ بھی آخر عرب ہیں اور جب برابر کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو دونوں فریق ثابت قدمی دکھاتے ہیں اور جنگ کا انجام بھی کچھ نہیں نکلتا ہر دو فریق برابر چھوٹ جاتے ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل سے مخاطب ہو کر کہا اچھا تم خود اس جماعت کے مقابلہ پر جانے کی تیاری کرو۔ معقل ابن قیس کوفہ کے دو ہزار آدمی لے کر چلے ان کے ساتھ یزید بن المعقل بھی تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام حکم نامہ:

اس فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک خط تحریر فرمایا:

''تم اپنی جانب سے ایک آزمودہ کار بہادر شخص جو نیکی میں مشہور ہو روانہ کرو اور اس کے ساتھ دو ہزار لشکر بھیجو اور اسے حکم دو کہ وہ معقل کے لشکر سے جا کر مل جائے جب تک یہ شخص بصرہ کے علاقہ میں رہے گا اپنی فوج کا امیر ہوگا اور جب معقل کے پاس پہنچ جائے گا تو ہر دو لشکروں کا امیر معقل ہوگا اس شخص پر لازم ہوگا کہ وہ معقل کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے اور کسی بات میں اس کی مخالفت نہ کرے نیز زیاد بن خصفہ کو حکم دیجیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر یہاں آ جائے زیاد ایک اچھا آدمی ہے اور اس کے مقتول بھی اچھے آدمی تھے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زیاد کے نام خط:

ابو مخنف نے ابوالصلت الاعور کے ذریعہ ابوسعید العقیلی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن خصفہ کو بھی ایک خط تحریر فرمایا:

''اما بعد! تمہارا خط مجھے موصول ہوا تم نے ناجی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں جو تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے اور وہ اس میں اندھے بنے ہوئے ہیں اور پھر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کوئی بہتر کام کر رہے ہیں تو نے جو خریت اور اس کے ساتھیوں کا وہ حال بیان کیا ہے جو تجھے معلوم ہیں تو تیری اور تیرے تمام ساتھیوں کی کوشش اللہ کے لیے ہے اور اس کا بدلہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور ہم ان لوگوں کو جو صبر سے کام لیتے ہیں ان کے اچھے اعمال کی بہترین جزا دیں گے تمہارا وہ دشمن جس سے تمہارا مقابلہ ہوا ہے ان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہدایت سے نکل کر گمراہی میں جا گرے ہیں اور پے در پے گمراہی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کا

کام حق کو رد کرنا اور اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالنا ہے تو انہیں ان کی خود فریبی میں مبتلا رہنے دے اور انہیں ان کی سرکشی میں اندھا رہنے دے تو خود غور سے سن اور گہری نظر سے دیکھ تو تجھے یہ معلوم ہوگا کہ تو اس قلیل جماعت میں شامل ہے جو قیدیوں اور مقتولوں پر مشتمل ہے تو خود اپنے ساتھیوں کو لے کر ہمارے پاس آ جا۔ تم لوگوں نے اپنا اجر حاصل کر لیا ہے کیونکہ تم نے بات بھی سنی اور اطاعت بھی کی اور اچھا امتحان بھی دیا''۔ والسلام

بنو ناجیہ کا خراج سے انکار:

ناجی یعنی خریت بن راشد نے اہواز کے ایک جانب قیام کیا اس کے خاندان کے بہت سے کاشت کار اس کے پاس جمع ہو گئے اور ان سب نے خراج دینے سے انکار کر دیا ان کاشتکاروں کے علاوہ بہت سے چور اور وہ لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے جو خارجیوں کے ہم خیال تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف عام انتشار:

عمر ابن شعبہ نے ابوالحسن' علی بن مجاہد کی سند سے شعبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کو قتل کیا تو ایک بہت بڑی جماعت ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئی اور گرد و نواح میں ہر جانب بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ بنو ناجیہ بھی مخالف بن گئے۔ اہل اہواز نے بھی بغاوت کر دی اور بصرہ میں ابن الحضرمی نے پہنچ کر ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور ذمیوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا۔ فارسیوں نے فارس سے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو جو وہاں کے عامل تھے نکال باہر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ رائے پیش کی کہ آپ فارس زیاد کو بھیج دیجیے وہ وہاں کے لیے کافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم زیاد کو فارس روانہ کر دو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کوفہ سے بصرہ تشریف لائے اور زیاد کو ایک بڑا لشکر دے کر فارس روانہ کیا زیاد نے اہل فارس کو خوب روندا حتی کہ انہوں نے خراج ادا کیا۔

معقل ابن قیس کی روانگی:

ابو مخنف نے حارث بن کعب کے ذریعہ عبداللہ بن فقیم کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اور میرا بھائی کعب معقل ابن قیس کے لشکر میں شامل تھے۔ جب معقل نے لشکر لے کر چلنے کا ارادہ کیا تو معقل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رخصت طلب کرنے کے لیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی:

''اے معقل! جہاں تک تجھ میں طاقت ہو اللہ سے ڈر۔ کیونکہ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ اہل قبلہ پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کر اور نہ اہل ذمہ پر ظلم کر۔ تکبر ہرگز نہ کیا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ متکبرین کو پسند نہیں فرماتا''۔

اس پر معقل نے کہا اللہ مددگار رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد معقل لشکر لے کر چلے۔ ہم بھی ان کے ساتھ تھے انہوں نے اہواز پہنچ کر قیام کیا اور بصرہ کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ بصرہ کے لشکر کو پہنچنے میں بہت تاخیر ہوگئی۔ مجبوراً معقل ابن قیس نے اہل بصرہ سے ناامید ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا:

''اے لوگو! ہم نے اہل بصرہ کا بہت انتظار کیا لیکن وہ ابھی تک نہیں پہنچ سکے۔ بحمد اللہ ہم لوگوں میں کوئی خوف نہیں پایا

جاتا اور نہ ہم واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے تم فوراً ان ذلیل دشمنوں کے مقام پر چلو اور ویسے بھی ان کی تعداد بہت معمولی ہے مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ تمہیں کامیاب کرے گا اور انہیں تباہ کرے گا''۔

اس پر میرے بھائی کعب ابن فقیم نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیر اللہ آپ کو ہدایت کرے آپ کی رائے نہایت صائب ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ اللہ ان کے مقابلہ میں ہماری امداد فرمائے گا اور اگر خدانخواستہ شکست ہوئی تو حق پر موت دنیا سے جدائی کا نام ہے۔

اس کے بعد معقل نے ہمیں چلنے کا حکم دیا اور فرمایا اللہ کی برکت پر چلو۔ ہم لوگوں نے کوچ کیا۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم معقل میرے ساتھ نہایت عزت اور محبت سے پیش آتا رہا اور تمام لشکر میں کسی کو میرے برابر نہ سمجھتا تھا وہ گھڑی گھڑی مجھ سے کہتا تھا تو نے کتنی بہتر بات کہی ہے کہ حق پر موت دنیا سے جدائی کا نام ہے خدا کی قسم تو نے سچ کہا اور بہت عمدہ بات کہی۔ یہ بھی تیرے ساتھ توفیق خداوندی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا معقل کے نام خط:

راوی کہتا ہے کہ ابھی ہم نے ایک ہی روز کا سفر کیا تھا کہ ہمارے پاس قاصد پہنچا جو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خط لے کر آیا تھا۔ اس میں تحریر تھا:

''امابعد! اگر میرا قاصد تمہارے پاس اس منزل پر پہنچے جہاں تم مقیم ہو۔ اگر وہاں سے کوچ کر چکے ہو تو جس جگہ میں بھی میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اس سے آگے نہ بڑھو اور وہیں قیام کرو تاوقتیکہ وہ لشکر تمہارے پاس نہ پہنچ جائے جو میں نے یہاں سے روانہ کیا ہے میں نے تمہارے مدد کے لیے خالد بن معدان الطائی کو لشکر دے کر بھیجا ہے اور وہ نیک اور دیندار لوگوں میں سے ہے اور اچھا ماہر جنگ اور انتہائی بہادر شخص ہے تم اس کی بات نہایت توجہ سے سنو اور اس سے اچھی طرح پیش آنا''۔ والسلام

جنگ کی تیاریاں:

معقل نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور اللہ کی حمد وثنا کی کیونکہ لوگ اسی باعث پریشان بھی تھے پھر ہم لوگوں نے اسی جگہ قیام کیا حتیٰ کہ خالد بن معدان طائی اپنا لشکر لے کر پہنچ گیا اور ہمارے امیر کے پاس آ کر حاکمانہ طور پر سلام کیا۔ دونوں لشکر ایک جگہ جمع ہو گئے۔

پھر ہم لوگ خریت کی تلاش میں گئے وہ لوگ رامہرمز کے پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے وہ وہاں ایک قلعہ میں محفوظ ہونا چاہتے تھے کہ اہل شہر نے ہمارے پاس آ کر ان کی نقل و حرکت اور ارادوں سے ہمیں مطلع کیا ہم ان کے پیچھے پیچھے چلے جب ہم ان کے قریب پہنچے تو وہ پہاڑ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہم نے صف بندی کی اور ان کی جانب بڑھے اور معقل نے اپنی فوج کو ترتیب دیا میمنہ پر یزید بن المعقل اور میسرہ پر منجاب بن راشد الضبی کو امیر بنایا یہ منجاب بصرہ کے لشکر میں شامل تھا۔

خریت بن راشد الناجی نے عربوں اور اپنے ساتھیوں کو میمنہ میں رکھا' شہریوں کاشتکاروں اور کردوں وغیرہ میں سے خراج کے منکرین جو اس کے ساتھ تھے انھیں میسرہ میں متعین کیا۔

معقل کا خطبہ:

راوی کہتا ہے کہ جب فوجوں کو ترتیب دیا جا چکا تو معقل نے ادھر سے ادھر تک ایک چکر لگایا۔ اس نے لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے اللہ کے بندو! تم دشمن کی جانب اپنی نگاہیں نہ اٹھاؤ بلکہ نگاہیں نیچی رکھو۔ بات کم کرو اور نیزہ زنی اور شمشیر زنی کو اپنا مقصد عین سمجھو۔ ان سے جنگ کرنے میں تم اپنے لیے بشارت عظمیٰ سمجھو کیونکہ تم ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہو جو دین سے خارج ہو چکے ہیں۔ تمہارے مدمقابل وہ باغی کاشتکار اور کردی ہیں جنہوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے۔ تم میری جانب دیکھتے رہو جب میں حملہ کروں تو تم بھی ایک فرد واحد کی طرح سخت حملہ کرو''۔

فریقین کی جنگ:

معقل ہر صف کے سامنے پہنچ کر یہی تقریر کرتا حتیٰ کہ جب تمام لوگوں کو اپنا پیغام پہنچا چکا تو قلب لشکر میں درمیان لشکر میں آ کر کھڑا ہو گیا اور ہم یہ دیکھتے رہے کہ وہ کیا کرتا ہے اس نے اپنی سواری کو دوبارہ حرکت دی خدا کی قسم ابھی کچھ دیر بھی نہ گزری تھی کہ دشمن پشت پھیر کر بھاگا۔ ہم نے دشمن کے لشکر میں سے بنو ناجیہ کے ستر آدمیوں کو چھید ڈالا تھا اور تین سو کے قریب کاشتکاروں اور کردوں کو قتل کیا تھا۔

کعب ابن فقیم کہتا ہے کہ اس جنگ میں جو عرب مارے گئے تھے انھی میں میرا دوست مدرک الریان بھی شامل تھا۔ اور خریت بن راشد شکست کھا کر ساحل سمندر کی جانب بھاگ گیا تھا۔ وہاں اس کی قوم کے بہت سے لوگ رہتے تھے وہ ان کے پاس پہنچ کر مقیم ہو گیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارتا رہا۔ وہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے پر اکساتا رہا اور انہیں یہ سمجھاتا کہ اصل ہدایت یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جائے جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ اس کی قوم کے بہت سے لوگ اس کے متبع ہو گئے۔

فتح کی خوشخبری:

معقل بن قیس نے اس فتح کے بعد اہواز میں قیام کیا اور فتح کی خوشخبری لکھ کر میرے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کی اور میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط لے کر معقل کے پاس آیا تھا۔ خط میں تحریر تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نام معقل ابن قیس کی جانب سے آپ پر سلام ہو۔ میں اول آپ کے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اما بعد! ہم بے دین لوگوں سے ملے وہ ہمارے مقابلے میں مشرکین کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے ہم نے انہیں عاد وارم کی طرح قتل کیا۔ اور اس قتل میں ہم نے آپ کی عادت وطریقہ سے تجاوز نہیں کیا۔ نہ تو کسی بھاگتے ہوئے کو قتل کیا اور نہ قیدی کو اور نہ ہم نے ان کے کسی زخمی پر ہاتھ ڈالا اللہ تعالیٰ آپ کی اور مسلمانوں کی مدد فرمائے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں''۔

کعب بن فقیم کہتا ہے کہ میں یہ خط لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ خط پڑھ کر سنایا اور ان سے مشورہ طلب کیا تمام لوگ اس پر متفق ہوئے کہ آپ معقل ابن قیس کو تحریر فرمائیں کہ وہ اس فاسق کا پیچھا ہرگز نہ چھوڑے تاوقتیکہ اسے قتل نہ کر دیا جائے یا اسے ملک بدر کر دیا جائے کیونکہ جب تک یہ زندہ موجود رہے گا لوگوں کو آپ کے خلاف

ابھارتا رہے گا اور ہم بھی اس وقت تک بے خوف نہیں رہ سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل کو جواب تحریر فرمایا اور میرے ہاتھ وہ خط روانہ کیا خط کا مضمون یہ تھا:

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے دوستوں کی امداد فرمائی۔ اپنے دشمنوں کو ذلیل کیا اللہ تعالیٰ تجھے اور تمام مسلمانوں کو نیک جزا عطا فرمائے تم نے اچھا امتحان دیا اور تم پر جو کچھ حق تھا تم نے اسے پورا کیا تو اپنے ناجی بھائی کی معلومات کر اور جس شہر میں وہ مقیم ہو وہاں پہنچ کر اسے قتل کر یا اسے ملک بدر کر دے کیونکہ وہ جب تک زندہ ہے ہمیشہ مسلمانوں کا دشمن اور نافرمانوں کا دوست رہے گا''۔ والسلام علیک

سرکشوں کا اجتماع:

یہ خط پہنچنے کے بعد معقل نے خریت کے متعلق چھان بین شروع کی کہ وہ آج کل کس جگہ مقیم ہے معلوم ہوا کہ وہ ساحل پر ٹھہرا ہوا ہے اور اس نے اپنی قوم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف بنا دیا ہے اور اس کی قوم کی وجہ سے بنو عبدالقیس اور جو قبائل ان قبیلوں کے دوست تھے انہیں بھی اس نے اپنا ہم نوا بنا لیا ہے۔

خریت کی قوم نے صفین کی جنگ کے دوران بھی زکوٰۃ روک لی تھی اور اس دفعہ بھی انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح ان پر دو سال کی زکوٰۃ واجب تھی۔

معقل کوفیوں اور بصریوں کا لشکر لے کر ان کے مقابلہ پر چلے اور فارس کے علاقہ میں سے گزرتے ہوئے سمندر کے ساحل کے قریب پہنچے جب خریت بن راشد کو اس لشکر کشی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا جو خارجی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان سے مشورہ طلب کیا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم میں لوگوں کو ثالث بنائیں یہ بات اس نے اپنے ہم خیال لوگوں سے نہایت آہستہ رازدارانہ طور پر کہی۔

اس کے بعد بقیہ لوگوں سے بلند آواز سے کہا۔ علی رضی اللہ عنہ نے حکم بنایا اور اس پر رضامندی ظاہر کی پھر جو حکم اس نے اپنے لیے بہتر سمجھا خود ہی اسے ختم کر دیا۔ اب جو اس نے اپنے لیے فیصلہ کیا ہے اور جس حکم کو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ کوفہ سے جو لوگ اس کے ساتھ آئے تھے ان کی یہی رائے تھی۔

پھر خریت نے ان لوگوں سے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی تھے آہستہ سے کہا۔ خدا کی قسم میں تمہاری رائے کا حامی ہوں اور خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے اس طرح اس نے ہر جماعت کو راضی کیا۔ اور ہر جماعت کے دل میں اس نے یہ ذہن نشین کرا دیا کہ فی الواقع خریت ان کے ساتھ ہے۔

جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان سے کہا اپنے صدقات کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کر کے صلہ رحمی کا حق ادا کرو۔ اور تم پسند کرو تو اپنے فقراء پر خرچ کرو۔

اسلام کے بارے میں عیسائیوں کی رائے:

ان لوگوں میں بہت سے عیسائی تھے جو اسلام لا چکے تھے۔ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں میں یہ اختلافی صورت دیکھی تو

کہنے لگے اس سے بہتر تو وہ دین تھا جس کو ہم نے چھوڑا تھا اور جس دین پر یہ لوگ ہیں اس سے زیادہ ہدایت تو ہمارے دین میں پائی جاتی تھی یہ کیسا دین ہے جو آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے سے بھی انھیں نہیں روکتا اس دین میں نہ تو راہیں محفوظ ہیں اور نہ یہ دین ایک دوسرے کا مال چھیننے سے روکتا ہے۔ اس بات پر ان لوگوں نے دوبارہ دین عیسوی اختیار کر لیا۔

خریت نے ان مرتدین سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ جو نصرانیت چھوڑ کر اسلام لاتا اور پھر دوبارہ نصرانی بن جاتا ہے علی رضی اللہ عنہ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کی نہ کوئی بات سنے گا اور نہ کوئی عذر قبول کرے گا۔ نہ ان کی توبہ قبول کرے گا اور نہ دوبارہ اسلام کی دعوت دے گا بلکہ اس کا حکم تو یہ ہوگا کہ ایسے لوگوں کو اسی وقت قتل کر دیا جائے۔

اس طرح خریت ہر ایک فریق کو دھوکہ دے کر اپنے ساتھ ملاتا رہا اور بنو ناجیہ اور جتنے لوگ ان کے گرد و نواح میں آباد تھے سب اس کے ساتھ ہو گئے۔ اور اس کے جھنڈے کے نیچے لاتعداد لوگ جمع ہو گئے۔

سرکشوں کا باہمی اختلاف:

علی رضی اللہ عنہ ابن الحسن الازدی نے عبدالرحمٰن ابن سلیمان' عبدالملک ابن سعید بن عاب' حر' عمار الدہنی کی سند سے ابوالطفیل کا یہ بیان ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں بھی اس لشکر میں شامل تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بنو ناجیہ کے مقابلہ پر روانہ کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ جب ہم بنو ناجیہ کے پاس پہنچے تو ہم نے انھیں تین ٹولیوں میں بٹا ہوا پایا۔

ہمارے امیر یعنی معقل نے ان میں سے ایک جماعت سے سوال کیا۔ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم نصاری ہیں۔ ہم اپنے دین سے کسی دین کو افضل نہیں سمجھتے اس لیے اپنے دین پر قائم ہیں معقل نے انہیں جواب دیا اچھا تو تم علیحدہ رہو۔

معقل نے دوسرے فریق سے سوال کیا۔ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم پہلے عیسائی تھے بعد میں اسلام لائے اور اب اسلام ہی پر قائم ہیں۔ معقل نے ان سے کہا اچھا تم بھی علیحدہ ہو جاؤ۔

مرتدین کا قتل:

تیسرے فریق سے سوال کیا گیا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم اولاً عیسائی تھے پھر اسلام لائے لیکن اب ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے پہلے دین سے افضل کوئی دین نہیں اس لیے ہم پھر عیسائی بن گئے ہیں۔ معقل نے ان سے کہا اچھا اب تم اسلام لے آؤ انہوں نے انکار کیا معقل نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب میں اپنے سر پر تین بار ہاتھ پھیروں تو تم اس تیسرے مرتد فریق پر فوراً سختی سے حملہ کر دو ان میں سے ان لوگوں کو قتل کر دو جو لڑنے کے قابل ہیں اور بچوں کو قید کر لو الغرض جنگ کے بعد بچے قید کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے' جنہیں مصقلہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو لاکھ درہم میں خرید لیا اس کے بعد مصقلہ نے ایک لاکھ درہم پیش کیے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آدمی رقم لینے سے انکار کر دیا مصقلہ ان تمام لڑکوں کو آزاد کر کے اور درہم لے کر بھاگ گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان غلاموں کو کیوں نہیں پکڑ لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار فرمایا اور ان لڑکوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معقل کے نام خط:

ابومخنف نے حارث بن کعب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب مرتدین کی جنگ سے فارغ ہو کر معقل ہمارے پاس پہنچے تو انہوں

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ اس میں تحریر تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ان تمام لوگوں کے نام جنہیں میرا خط پڑھ کر سنایا جائے خواہ وہ مومن مسلمان ہوں یا نصاریٰ اور مرتد ہوں۔ تم پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کی اتباع کریں' اللہ! اس کے رسول ﷺ' اس کی کتاب اور بعثت بعد الموت پر ایمان لائیں اور اللہ کے عہد کو پورا کریں اور خیانت نہ کریں ان سب پر سلام ہو۔

امابعد! میں تمہیں کتاب اللہ' سنت رسول اللہ عمل بالحق اور ان احکام کی دعوت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائے ہیں تم میں سے جو شخص اس چیز کی جانب رجوع کرے گا اور اپنے ہاتھ کو روکے رکھے گا اور اس لڑاکو دشمن سے علیحدہ رہے گا جو اللہ' اس کے رسول اور مسلمانوں سے لڑ رہا ہے اور زمین میں فساد پھیلا رہا ہے تو ان لوگوں کو جو گزشتہ احکام کی پیروی کریں گے ان کی جانوں اور مالوں کے لیے امان ہوگی اور جو لوگ لڑائی میں اس دشمن کا ساتھ دیں گے اور ہماری اطاعت سے خارج ہوں گے تو ہم اس کے مقابلہ میں اللہ سے مدد کے طالب ہوں گے اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ ہے اور اللہ ہی اچھا مددگار ہے''۔

خریت کے لشکریوں کی اس سے علیحدگی:

اس کے بعد معقل نے امان کا جھنڈا نصب کیا اور اعلان کیا جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اس کے لیے امان ہے۔ سوائے خریت اور اس کے ان ساتھیوں کے جنہوں نے ہم سے جنگ کی ابتداء کی اس اعلان کے بعد بہت سے وہ لوگ جو دیگر قوموں کے خریت کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اسے چھوڑ کر چلے آئے۔

جب یہ لوگ علیحدہ ہو گئے تو معقل نے اپنی فوج کو جنگ کے لیے تیار کیا میمنہ پر یزید بن مغفل ازدی اور میسرہ پر منجاب بن راشد الضبی کو متعین کیا اور لشکر لے کر خریت کی جانب بڑھا خریت کے ساتھ اس کی پوری قوم تھی خواہ وہ مسلمان ہوں یا نصرانی یا زکوۃ کے منکرین۔

ابو مخنف نے حارث ابن کعب کے ذریعہ ابوالصدیق الناجی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خریت اس روز اپنی قوم سے کہہ رہا تھا۔ اپنی عزتوں کا پاس کرو اور اپنی عورتوں اور اولاد کی جانب سے جنگ کرو خدا کی قسم یہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو وہ تمہیں خوب قتل کریں گے اور تمہیں غلام بنائیں گے۔

اس پر اس کی قوم کے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم ہم پر جو یہ مصیبت نازل ہوئی وہ تیرے ہاتھ اور زبان کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

خریت نے جواب دیا اچھا اب تو جنگ کرو کیونکہ اب تو تلوار باہر نکل چکی ہے خدا کی قسم! اب میری قوم پر بہت بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔

معقل کی تقریر:

ابو مخنف نے حارث بن کعب کے ذریعہ عبداللہ بن فقیم کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ معقل نے صف بندی کے بعد میمنہ سے میسرہ

تک چکر لگایا اور ہر صف کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا:

''اے مسلمانو! آج سے زیادہ تم فضیلت اور اجر عظیم کبھی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ آج تمہارا مقابلہ ان لوگوں سے ہے جنہوں نے زکوٰۃ سے انکار کیا ہے یا اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے ہیں یا پھر تمہارے مقابلہ پر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ظلم و سرکشی کے باعث بیعت کو توڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم میں سے آج کے روز جو بھی قتل ہو گا وہ جنت میں جائے گا اور جو زندہ بچے گا اللہ اس کی آنکھوں کو فتح اور مال غنیمت سے ٹھنڈا کرے گا''۔

معقل ہر صف کے سامنے یہی تقریر کرتا حتیٰ کہ تمام لوگوں نے اس کی یہ تقریر سن لی پھر معقل قلب لشکر میں اپنی جگہ جھنڈا لے کر کھڑا ہو گیا۔

جنگ کی ابتداء اور اس کا انجام:

پھر اس نے یزید بن معقل کے پاس پیغام بھیجا جو میمنہ پر امیر تھا کہ میمنہ کو لے کر دشمن پر حملہ کرو۔ یزید نے دشمن پر حملہ کیا اور بہت دیر تک نہایت ثابت قدمی سے ان سے جنگ کرتا رہا۔ پھر اپنے میمنہ کے ساتھ واپس ہو کر اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا اس کے بعد معقل نے منجاب بن راشد الضبی کو حکم دیا کہ اپنے میسرہ کو لے کر دشمن پر حملہ کرو منجاب نے ان پر حملہ کیا اور بہت دیر تک ان سے سخت جنگ کی پھر واپس لوٹ کر اپنی جگہ پر آ کر ٹھہر گیا۔ اس کے بعد معقل نے میمنہ اور میسرہ دونوں کو کہلا کر بھیجا کہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی فوراً حملہ کرنا پھر معقل نے اپنے جھنڈے کو حرکت دی اور دشمن پر حملہ کیا اس کے ساتھیوں نے بھی فوراً حملہ کیا۔ دشمن ان کے مقابلہ پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔

خریت کا قتل:

نعمان بن صہبان الراسبی نے جو بنی جرم سے تعلق رکھتا تھا خریت کو دیکھ کر اس پر حملہ کیا اسے نیزہ کھینچ کر مارا اور اسے سواری سے گرا دیا اس کے بعد نعمان نیچے اترا۔ اور خریت زخمی ہو چکا تھا اور اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن نعمان کے نیچے اترتے ہی وہ تلوار لے کر اس پر ٹوٹ پڑا ابھی آپس میں دو دو ہاتھ ہی چلے تھے کہ نعمان نے خریت کو قتل کر دیا اس جنگ میں خریت کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے اور باقی دائیں بائیں بھاگ گئے۔

معقل نے ان کے خیموں کو لوٹنے کا حکم دیا۔ خیموں میں جتنے آدمی ملے وہ سب قید کر لیے گئے اس طرح معقل نے بہت سے مردوں' عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا قید ہونے کے بعد جو شخص مسلمان نظر آیا اس سے بیعت لے کر اسے اور اس کے گھر والوں کو رہا کر دیا گیا اسی طرح جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان پر اسلام پیش کیا وہ دوبارہ اسلام لائے معقل نے انہیں اور ان کی اولاد کو بھی چھوڑ دیا۔

رماجس کا قتل:

ان میں سے صرف ایک بوڑھے نصرانی نے اسلام لانے سے انکار کیا جس کا نام رماجس ابن منصور تھا۔ اس نے جواب دیا مجھے جب سے عقل آئی ہے تب سے میں نے ایسی غلطی نہیں کی ہے کہ میں اپنے سچے دین کو چھوڑ کر تمہارا برا دین اختیار کروں اس پر معقل نے آگے بڑھ کر اس کی گردن اتار لی۔ اس کے بعد معقل نے تمام لوگوں کو جمع کر کے کہا ان سالوں میں جو زکوٰۃ تم پر واجب ہوئی ہے وہ ادا کرو اس نے مسلمانوں سے دو سال کی زکوٰۃ لی اس کے بعد وہ عیسائیوں اور ان کی اولاد کی جانب متوجہ ہوا اور ان سے

خراج وصول کیا جب یہ واپس ہونے لگا تو اس علاقہ کے مسلمان اسے رخصت کرنے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے چلے معقل نے انھیں واپس جانے کا حکم دیا جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو ان سب نے معقل سے مصافحہ کیا اور رونے لگے۔ وہاں کے تمام مرد و عورت ان مسلمانوں کی واپسی پر رو رہے تھے۔ معقل کا قول ہے خدا کی قسم! جتنی مہربانی آج میں نے ان پر کی ہے اس سے قبل اتنی مہربانی کسی پر نہ کی تھی اور نہ ان کے بعد کسی پر کی۔

فتح کی خوشخبری:

اس کے بعد معقل بن قیس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری تحریر کر کے بھیجی:

''میں امیر المومنین کو ان کے لشکر اور ان کے دشمنوں کے بارے میں مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر ساحل سمندر پر پہنچے دشمن مختلف قبائل پر مشتمل تھے ان کی تعداد بھی کافی سے زیادہ تھی اور یہ سب لڑنے پر آمادہ تھے اور یہ سب لوگ ہمارے مقابلہ پر متفق تھے اور ہمارے خلاف تخریبی کارروائیاں کر رہے تھے ہم نے انھیں امیر کی اطاعت اور جماعت کا ساتھ دینے کی دعوت دی اور انھیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی جانب بلایا میں نے انھیں امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنایا اور ان کے لیے امان کا جھنڈا بلند کیا ان میں سے ایک جماعت نے ہماری بات کو قبول کیا اور دوسری جماعت مقابلہ پر قائم رہی جو جماعت ہمارے پاس آ گئی تھی ہم نے اس کا عذر قبول کیا اور جو مقابلہ پر آمادہ تھی ہم نے اسے پیس کر رکھ دیا' اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور ہماری مدد فرمائی ان میں سے جو مسلمان تھے ہم نے ان پر احسان کیا۔ امیر المومنین کی ان سے بیعت لی اور جو زکوٰۃ ان کے ذمہ تھی وہ وصول کی اور جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان پر دوبارہ اسلام پیش کیا گیا نصاریٰ کو ہم نے قید کیا اور اس شرط پر رہا کیا کہ وہ آئندہ ہمیشہ ذمی رہیں گے اور جزیہ سے کبھی انکار نہ کریں گے اور نہ کبھی اہل قبلہ سے قتال کریں گے یہ سب معمولی اور نیچے درجہ کے لوگ تھے۔ اے امیر المومنین اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے اور آپ کے لیے جنت نعیم کو واجب کرے''۔ والسلام علیک

مصقلہ کے مظالم اور غداری:

پھر معقل اپنے ساتھیوں کو واپس لے کر چلا راہ میں اس کا گزر مصقلۃ بن ہبیرۃ الشیبانی کے پاس سے ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے اردشیر خرہ کا عامل تھا۔ یہ قیدی صرف پانچ سو آدمی تھے اور مصقلہ کی قوم سے تھے اس لیے ان قیدیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے اور مرد چلاتے ہوئے مصقلہ سے بولے اے صاحب فضل! اے انسانوں کے مددگار! اے غلاموں کے آزاد کرنے والے ہم پر آپ یہ احسان کریں کہ ہمیں آپ خرید کر آزاد کر دیں۔

مصقلہ نے کہا تھا خدا کی قسم! میں ان لوگوں پر صدقہ کروں گا کیونکہ اللہ صدقہ کرنے والے کو اچھی جزا دیتا ہے مصقلہ کے یہ تمام حالات معقل کو معلوم ہوئے اس پر معقل نے کہا خدا کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ بات مصقلہ نے ان لوگوں کی ہمدردی اور انہیں چھڑانے کے لیے کہی ہے تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔ کاش! ان لوگوں میں تمیم اور بکر بن وائل کے لوگ ہوتے۔

اس کے بعد مصقلہ نے ذہل بن الحارث الذہلی کو معقل بن قیس کے پاس بھیجا اور کہلوایا تمہارے پاس بنو ناجیہ کے کچھ لوگ قید ہیں انہیں ایک لاکھ میں خریدتا ہوں معقل نے اسے قبول کیا اور یہ قیدی اس کے پاس بھیج دیئے گئے اور کہلوایا یہ مال فوراً

امیر المومنینؓ کے پاس روانہ کردو۔ اس نے جواب دیا میں کچھ روپیہ ابھی روانہ کردوں گا اور کچھ بعد میں روانہ کروں گا اور ان شاء اللہ میرے ذمہ کچھ باقی نہ رہے گا۔

اس کے بعد معقل ابن قیس امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور جو کچھ حالات معقل کے ساتھ پیش آئے تھے وہ سب امیر المومنینؓ سے بیان کیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے بہت عمدہ اور بہتر کام کیا۔ کافی دن تک حضرت علی رضی اللہ عنہ مصقلہ کے مال کا انتظار کرتے رہے بعد میں انہیں یہ اطلاع ملی کہ مصقلہ نے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا ہے اور ان سے ان کی آزادی پر اس نے کوئی مالی مدد بھی طلب نہیں کی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ مصقلہ نے اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھالیا ہے میرا خیال ہے عنقریب تم لوگ اسے نافرمانوں میں دیکھو گے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک خط تحریر فرمایا:

''سب سے بڑی خیانت امت کی خیانت ہے اور سب سے بڑا کینہ یہ ہے کہ حاکم اپنی رعایا اور اہل شہر سے کینہ رکھتا ہو۔ تیرے ذمہ مسلمانوں کے مال میں سے پانچ لاکھ کا حق باقی ہے یہ رقم یا تو تم فوراً میرے قاصد کے ساتھ روانہ کردو ورنہ میرا خط پڑھتے ہی میرے پاس پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے اپنے قاصد کو یہی حکم دے کر بھیجا ہے کہ یا تو وہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر آئے یا تم فوراً مال بھیج دو''۔ والسلام علیک

مصقلہ کا مال کی ادائیگی سے گریز:

یہ قاصد جس کا نام ابو جرۃ الحنفی تھا جب مصقلہ کے پاس پہنچا تو اس نے مصقلہ سے کہا کہ یا تو اسی وقت مال ادا کرو ورنہ میرے ساتھ امیر المومنینؓ کے پاس چلو مصقلہ خط پڑھ کر چلا اور بصرہ آکر ٹھہر گیا اور کوفہ نہیں آیا ابھی اسے وہاں قیام کیے چند ہی روز گزرے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے مال کا مطالبہ کیا اور دستور یہ تھا کہ بصرہ کے علاقہ کے تمام حکام وہاں کی آمدنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کرتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے مال کا مطالبہ کیا تو اس نے کچھ روز کی مہلت مانگی جب وہ مہلت پوری ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان سے کچھ اور دن کی مہلت طلب کرلی لیکن جب یہ مہلت بھی گزر گئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پھر مال کا مطالبہ کیا اس نے مجبور ہو کر دو لاکھ درہم ادا کیے بقیہ کے ادا کرنے سے یہ عاجز آگیا۔

مصقلہ کا فرار:

ابو مخنف نے ابو الصلت الاعور کے ذریعہ ذہل ابن الحارث کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مصقلہ نے اپنی قیام گاہ پر مجھے مطلب کیا اس وقت اس کے سامنے رات کا کھانا چنا گیا تھا ہم نے بھی اس کے ساتھ کھانا کھایا کھانے سے فراغت کے بعد اس نے ہم لوگوں سے کہا خدا کی قسم! امیر المومنینؓ مجھ سے اس مال کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ مجھ میں اس کے ادا کرنے کی قدرت تک نہیں۔

میں نے اس پر جواب دیا خدا کی قسم! اگر تو ادا کرنا چاہتا تو ایک ہفتہ بھی نہ گزرتا کہ تو یہ مال جمع کر لیتا۔

قبیصہ: میں اس کا بوجھ اپنی قوم پر ہرگز نہ ڈالوں گا اور نہ ان میں سے کسی سے بھی ایک پیسہ کا مطالبہ کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر ہند کا بیٹا معاویہ رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے یہ مطالبہ کرتا تو وہ میری حالت دیکھ کر روپیہ چھوڑ دیتا۔ کیا تم نے ابن عفان رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے ہر سال اشعث کو آذربائیجان کا ایک لاکھ کا خراج کھلایا۔

ذہل: لیکن یہ امیر اس رائے کا حامی نہیں ہے اور نہ خدا کی قسم! تو نے کچھ روک رکھا ہے اس میں سے کچھ چھوڑنے والا ہے۔

میرے اس جواب سے وہ خاموش ہو گیا اور میں بھی خاموش رہا لیکن اس گفتگو کو ابھی ایک رات بھی نہ گزری تھی کہ وہ بھاگ کر شام چلا گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مل گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا اللہ اسے خوش نہ کرے کہ اس نے کام تو سرداروں جیسے کیا تھا لیکن غلاموں کی طرح بھاگ گیا اور فاجروں کی طرح خیانت کی خدا کی قسم! اگر وہ یہاں مقیم رہتا اور مال کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا تو ہم اس سے زیادہ کچھ نہ کرتے کہ ہمیں جو کچھ اس کے پاس نظر آتا لے لیتے اور اگر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے گھر کی طرف گئے اور اسے تڑوا کر زمین کے برابر کر دیا۔

حکومت کی رشوت:

مصقلہ کا ایک بھائی نعیم ابن ہبیرہ نامی تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیعہ اور خاص ہمدرد تھا مصقلہ نے شام سے ایک خط لکھا اور بنو تغلب کے ایک عیسائی کے ہاتھ جس کا نام حلوان تھا اس کے پاس روانہ کیا۔ خط میں تحریر تھا:

''میں نے تمہارے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تھی انہوں نے تیرے لیے حکومت و عزت و تکریم کا وعدہ کیا۔ تم میرا قاصد پہنچتے ہی میرے پاس پہنچ جاؤ''۔ والسلام

اس قاصد کو راہ میں مالک بن کعب الارجی نے پکڑ لیا اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر چلا اور اس سے خط وصول کیا اور خط پڑھ کر اس عیسائی کا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے یہ مر گیا۔

نعیم کا جواب:

نعیم نے اپنے بھائی مصقلہ کو جواب میں یہ اشعار تحریر کیے۔

لَا تَـرْمِيَـنَّ هَـدَاكَ الـلّٰـهُ مُعْتَـرِضًـا بِـالـظَّـنِّ مِنْكَ فَمَـا بَـالِيْ وَ حَلْـوَانَـا

ترجمہ: ''خدا تجھے ہدایت دے تو بے خوف ہو کر حلوان جیسے شخص کو نہ بھیجا کر۔

ذَاكَ الْـحَـرِيْـصُ عَـلٰـى مَـا نَـالَ من طَمَعٍ وَ هُـوَ الْبَـعِيْـدُ فَلَا يُـحْـزِنُكَ اِذْ خَـانَـا

ترجمہ: اسے جو بھی مال حاصل ہو سکتا ہے وہ ہر وقت اس کا حریص رہتا ہے اگر وہ دور پہنچ گیا تو تو اس کی خیانت سے غمگین نہ ہو۔

مَـاذَا اَرَدْتَّ اِلٰـى اَرْسَـالِـهٖ سَفَهًـا تَـرْجُـوْ سِقَـاطَ امْرِئٍ لَّـمْ يَلْفَ وَ سُنَانَا

ترجمہ: تم نے اسے بھیج کر جو بیوقوفی کی ہے اس سے تمہارا کیا مقصد تھا تم کو ایک ایسے شخص سے گراوٹ کی امید تھی جو خائن نہیں۔

عَـرَضْتَـهُ لِـعَـلِـيٍّ اَنَّـهُ اَسَـدٌ يَـمْشِـيْ الْـعُـرْضَـنَةَ مِنْ اُسَادٍ خِفَانَا

ترجمہ: تو نے اسے علی رضی اللہ عنہ کے بالمقابل بھیجا وہ تو نرم پتھروں کے شیروں میں سے ایک شیر ہیں جو میدان میں چلتے ہیں۔

قَدْ كُـنْـتَ فِـيْ مَـنْـظَـرٍ عَنْ ذَاوَ مُسْتَمِعٍ تَـحْـمِـي الْـعِـرَاقَ وَ تُـدْعٰـى خَيْرَ شَيْبَـانَـا

ترجمہ: تو عراق آتے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہے وہ تو شیبان کے بہترین بزرگ ہیں۔

حَتّٰـى تَـقَـحَّـمْـتَ اَمْرًا كُنْتَ تَكْرَهُـهٗ لِـلـرَّاكِبِـيْـنَ لَـهٗ سِـرًّا وَّ اِعْلَانَـا

ترجمہ: تو نے ایک ایسا کام کیا جسے تو خود برا سمجھتا تھا سواروں کے لیے چھپ کر بھی اور اعلانیہ بھی۔

لَوْ كُنْتَ اَدَّيْتَ مَالِلْقَوْمِ مُصْطَبِرًا   لِلْحَقِّ اَحْيَيْتَ اَحْيَانَا وَّ مَوْتَانَا

ترجمہ: اگر تو حق سمجھ کر قوم کا مال پیش کر دیتا تو ہمارے زندوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا۔

لٰكِنْ لَحِقْتَ بِاَهْلِ الشَّامِ مُلْتَمِسًا   فَضْلَ ابْنِ هِنْدٍ وَ ذَاكَ الرَّأْيُ اَشْجَانَا

ترجمہ: لیکن تم معاویہ رضی اللہ عنہ کی مہربانیوں کو دیکھ کر شامیوں سے مل گئے اور یہ بات ہمیں رنجیدہ کرتی ہے۔

فَالْيَوْمَ تَقْرَعُ سِنَّ الْغُرْمِ مِنْ نَدَمٍ   مَاذَا تَقُوْلُ وَ قَدْ كَانَ الَّذِىْ كَانَا

ترجمہ: اب تم ندامت میں دانت پیس رہے ہو اور جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا۔

اَصْبَحْتَ تُبْغِضُكَ الْاَحْيَاءُ قَاطِبَةً   لَمْ يَرْفَعِ اللّٰهُ بِالْبُغْضَاءِ اِنْسَانَا

ترجمہ: اب تمام قبائل تم سے نفرت کریں گے اور اللہ نے نفرت و بغض کے ذریعہ کسی کا سر بلند نہیں کیا''۔

قاصد کا زرفدیہ:

جب یہ خط مصقلہ کو ملا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا قاصد ہلاک ہو گیا ہے اور چند تغلبیوں کے علاوہ سب کو ان کے آدمی کی ہلاکت کی اطلاع مل گئی۔ یہ سب جمع ہو کر مصقلہ کے پاس پہنچے اور بولے کہ ہمارے آدمی کو تم نے روانہ کیا تھا یا تو تم اسے زندہ کر دیا اس کا زرفدیہ ادا کرو مصقلہ نے جواب دیا زندہ کرنے پر تو میں قادر نہیں لیکن ہاں میں ان کا زرفدیہ ادا کروں گا اس کے بعد مصقلہ نے زرفدیہ ادا کیا۔

خریت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابومخنف نے عبدالرحمٰن ابن جندب کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنو ناجیہ اور ان کے امیر خریت کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔ اس کی ماں گڑھے میں گرے یہ شخص کتنا ناقص العقل انسان اور خدا تعالیٰ کا کتنا نافرمان اور اس کے مقابلہ میں کتنا جری تھا اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ آپ کے ساتھیوں میں کچھ ایسے افراد موجود ہیں جن کے بارے میں مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ آپ کہ چھوڑ دیں گے آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے۔

میں نے اسے جواب دیا میں تہمت پر کسی سے مؤاخذہ نہیں کرتا اور نہ بدگمانی پر کسی کو سزا دیتا ہوں اور نہ اس وقت تک کسی سے جنگ کرتا ہوں جب تک وہ میری مخالفت نہ کرے اور مجھ سے کھلم کھلا بغاوت اور عداوت کا اظہار نہ کرے۔ میں اس وقت بھی اس سے جنگ نہ کروں گا تاوقتیکہ اسے جماعت کے اتحاد کی دعوت نہ دوں اور اس کے لیے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہے اگر اس نے اپنی غلطی سے توبہ کی اور اپنی بات سے رجوع کیا تو ہم اس کی توبہ قبول کریں گے اور وہ ہمارا بھائی ہوگا اور اگر وہ ہماری کوئی بات قبول نہ کرے گا اور ہم سے جنگ پر آمادہ ہوگا تو ہم اس کے مقابلے میں اللہ سے مدد طلب کریں گے اور اسے اس مخالفت کا بدلہ چکھائیں گے۔

اس کے بعد خریت نے مجھ سے کچھ دن تک گفتگو نہیں کی اور چند روز بعد دوبارہ وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا مجھے ڈر ہے کہ عبداللہ بن وہب الراسبی اور زید بن حصین الطائی آپ کے خلاف ضرور کوئی فتنہ اٹھائیں گے۔ کیونکہ میں نے انھیں ایسی باتیں کرتے

سنا ہے کہ اگر آپ خود وہ باتیں سن لیں تو آپ انہیں ایک لمحہ بھی نہ چھوڑیں بلکہ یا تو آپ انہیں قتل کر دیں گے یا ان کی جڑیں اکھاڑ دیں گے بہتر یہ ہے کہ آپ انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چھوڑیئے۔

میں نے اس سے سوال کیا۔ میں ان دونوں کے معاملے میں تجھ سے مشورہ کرتا ہوں آخر تیری کیا رائے ہے۔

خریت: میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان دونوں کو اسی وقت بلائیں اور ان کی گردنیں اڑا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اس شخص میں نام کو بھی عقل و سمجھ نہیں۔ میں نے اسے جواب دیا خدا کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو عقل سے کورا ہے خدا کی قسم! اگر میں ان لوگوں کو قتل کروں گا تو تو ہی مجھ سے آ کر کہے گا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ سے ڈر ان کا قتل تو کسی صورت میں حلال نہیں اس لیے کہ انہوں نے کسی کو قتل نہیں کیا نہ تم سے جنگ کی اور نہ تمہاری اطاعت سے انہوں نے انکار کیا۔

قثم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی امارت میں حج:

اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قثم ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو حج کرایا جیسا کہ احمد بن ثابت نے اسحٰق بن عیسیٰ کے ذریعہ ابو معشر سے نقل کیا ہے اور قثم اور زمانے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مکہ کے عامل تھے یمن کی گورنری ان کے دوسرے بھائی عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھی اور تیسرے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر تھے۔

خراسان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عامل ایک روایت کے مطابق خلید ابن قرۃ الیربوعی تھے اور دوسری روایت کے مطابق عبدالرحمٰن ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ شام و مصر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جانب سے متعین کردہ حکام تھے۔

باب ۲۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقبوضات پر شامی لشکروں کے حملے

۳۹ھ کے واقعات

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا عین التمر پر حملہ:

علی بن محمد بن عوانہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو دو ہزار لشکر دے کر عین التمر کی جانب بھیجا یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مالک بن کعب امیر تھے اوران کے ساتھ ایک ہزار لشکر تھا۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلحہ خانہ تھا۔ مالک ابن کعب نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی کہ تم جانا چاہو تو جاسکتے ہو اس پر اس کے سب ساتھی اسے چھوڑ کر کوفہ بھاگ آئے اور اس کے ساتھ صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔

مالک نے یہ تمام حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھ کر روانہ کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں جنگ پر جانے کا حکم دیا لیکن ان حامیان علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک شخص بھی جنگ پر جانے پر آمادہ نہ ہوا۔

ادھر مالک بن کعب اپنے سو آدمیوں کو لے کر نعمان رضی اللہ عنہ کے مدمقابل ہوا۔ نعمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہزار کا لشکر تھا مالک نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ شہر کی دیواروں کو اپنے پس پشت کر کے جنگ کر و اس کے علاوہ مالک ابن کعب نے مخنف بن سلیم کو اپنی امداد کے لیے لکھا مخنف وہیں قریب میں تھا۔

الغرض مالک نے اپنے سو سواروں کے ساتھ نہایت سخت جنگ کی ادھر مخنف نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو پچاس سواروں کے ساتھ اس کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ لوگ مالک اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور جنگ کی یہ خطرناک حالت دیکھی تو ان لوگوں نے اپنی تلواروں کی نیامیں توڑ ڈالیں اور میدان جنگ میں کود پڑے۔

جس وقت یہ دستہ پہنچا تو شام کا وقت تھا جب اہل شام نے انہیں آتے دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ امدادی فوج آگئی ہے اس لیے وہ پیچھے ہٹ گئے اور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی واپس ہو گئے مالک نے موقعہ غنیمت جان کر کچھ دور ان کا پیچھا کر کے ان میں سے تین آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت:

عبداللہ بن احمد بن شبویہ المروزی نے اپنے باپ سلیمان' عبداللہ' عبداللہ بن معاویہ اور عمرو بن حسان کی سند سے بنوفزارہ کے ایک بوڑھے کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ کو دو ہزار لشکر دے کر روانہ کیا نعمان رضی اللہ عنہ عین التمر پہنچے اور اسے لوٹا۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک حاکم معین تھا جسے ابن فلاں الارجبی کہا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ تین سو آدمی تھے اس حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدد کے لیے خط روانہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جنگ پر جانے اور اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ آپ منبر پر چڑھے۔ میں آپ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

''اے اہل کوفہ جب تم یہ سنتے ہو کہ شام کے ہراول دستوں میں سے کسی دستہ نے حملہ کر دیا اور فلاں شہر کا دروازہ بند کر دیا ہے تو تم میں سے ہر شخص خوف کے مارے گھر میں اس طرح گھس جاتا ہے جیسے گوہ خطرے کے وقت اپنے بھٹ میں گھس جاتی ہے یا بجو اپنی جائے پناہ میں چھپ جاتا ہے دراصل دھوکہ میں تو وہ شخص مبتلا ہے جسے تم نے دھوکہ دیا اور جو شخص تمہارے ذریعہ کامیاب ہوا جیسے کوئی ٹوٹے تیر سے کامیابی حاصل کرے تم میں ایسے آزاد آدمی موجود نہیں جو کسی کے چیخنے چلانے کی آواز سن لیں اور نہ تم میں ایسے معتبر بھائی ہیں جن کی اعانت پر بھروسہ کیا جا سکے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون''۔

فتح انبار و مدائن:

علی بن محمد ابن عوانہ کا بیان ہے کہ اسی سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفیان ابن عوف کو چھ ہزار لشکر دے کر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ اولاً ہیت پر حملہ کر کے اسے اپنے مقبوضات میں شامل کر لو اور وہاں جو کچھ سامان ملے لوٹ لو۔ پھر آگے بڑھ کر انبار و مدائن پر قبضہ کرو۔

سفیان ابن عوف لشکر لے کر آگے بڑھا اور ہیت پہنچا اسے وہاں ایک شخص بھی نظر نہ آیا (وہاں سے تمام حامیانِ علی رضی اللہ عنہ اس کے خوف سے فرار ہو چکے تھے) اس نے ہیت پر قبضہ کیا پھر انبار کی جانب بڑھا یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلحہ رہتا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے پانچ سو آدمی معین تھے لیکن حملہ ہوتے ہی ان میں سے چار سو آدمی فرار ہو گئے صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ سفیان کے لشکر نے ان پر حملہ کیا ان سو افراد نے اپنی قلت کے باوجود ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ سفیان نے اپنے سواروں اور پیدلوں کو حکم دیا کہ ان پر ایک عام حملہ کر کے انہیں ختم کر دو ان لوگوں نے اسلحہ خانہ کے امیر کو قتل کر دیا جس کا نام اشرس بن حسان البکری تھا اس کے ساتھ تیس آدمی اور مقتول ہوئے۔ سفیان نے انبار کے اسلحہ خانہ پر قبضہ کیا اور لوگوں کے مال بھی اپنے قبضہ میں لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ گیا۔

جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ کوفہ سے چل کر نخیلہ آئے۔ حامیانِ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ہم آپ کی جانب سے ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے کافی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے لیے تو کیا کافی ہوتے تو اپنی جانوں کے لیے بھی کافی نہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سعید بن قیس کو سفیان اور اس کے لشکر کے تعاقب میں روانہ کیا سعید اسکی تلاش میں ہیت تک پہنچا لیکن سفیان واپس جا چکا تھا اس لیے وہ اور اس کے لشکر کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آیا۔

عبداللہ فزاری کا تیما پر حملہ:

راوی کہتا ہے کہ اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعدۃ الفزاری کو سترہ سو آدمیوں کے ساتھ تیما کی جانب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ جن جن دیہات سے اس کا گزر ہو وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اسے قتل کر دے۔ پھر مکہ۔ و مدینہ اور حجاز پہنچ کر وہاں بھی زکوٰۃ وصول کرے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اسے قتل کر دے عبداللہ فزاری کے پاس اس لشکر کے علاوہ اس کی قوم کے لاتعداد لوگ بھی جمع ہو گئے۔

مسیب کا فزاری سے مقابلہ:

یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے عبداللہ فزاری کے مقابلہ پر مسیب بن نخبۃ الفزاری کو روانہ کیا (اس کے ساتھ ایک ہزار لشکر تھا) مسیب آگے بڑھ کر تیما پہنچا وہاں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں لشکروں میں زوال کے بعد تک سخت جنگ ہوتی رہی۔

مسیب نے عبداللہ بن مسعدہ فزاری پر حملہ کیا اور اس پر تین وار کیے لیکن ہر بار ہاتھ کو خالی واپس کھینچ لیا۔ دراصل مسیب اسے قتل کرنا نہ چاہتا تھا۔ مسیب ہر دفعہ اپنے وار کا اشارہ کر کے کہتا اب بھی نجات مانگ لو۔ ابن مسعدہ اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا اور باقی جو لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے وہ شام بھاگ گئے عبداللہ بن مسعدہ کے ساتھ جو زکوۃ کے اونٹ تھے انہیں دیہاتی لے کر فرار ہو گئے۔

مسیب کا شامیوں کو زندہ آگ میں جلانا:

مسیب نے عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا محاصرہ کر لیا لیکن جب محاصرہ کو تین روز گزر گئے اور اس کا کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو اس نے لکڑیاں جمع کرائیں اور انہیں قلعہ کے دروازہ پر چن کر ان میں آگ دکھا دی اور قلعہ میں آگ لگ گئی۔

جب شامیوں نے یہ دیکھا کہ اب ان کی ہلاکت قریب آ پہنچی ہے تو انہوں نے قلعہ کی دیواروں پر سے پکار کر کہا اے مسیب یہ تیری ہی قوم ہے۔

اس بات پر مسیب اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا اور اسے یہ ناگوار معلوم ہوا کہ اس کی قوم تباہ و برباد ہو اس لیے اس نے آگ بجھانے کا حکم دیا۔ جس پر آگ بجھا دی گئی۔

مسیب کی غداری:

آگ بجھ جانے کے بعد مسیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے ابھی ابھی مخبروں نے خبر دی ہے کہ شام سے تمہارے مقابلے کے لیے اور لشکر آ رہے ہیں لہٰذا تم سب ایک مکان میں جمع ہو جاؤ یہ لوگ سب ایک مکان میں جمع ہو گئے جب رات ہوئی تو سعدہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آرام سے قلعہ سے نکلا اور شام کا رخ کیا یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن بن شبیب نے مسیب سے کہا تم ہمیں ساتھ لے کر ان کے تعاقب میں چلو مسیب نے عبداللہ کے تعاقب سے انکار کر دیا جس پر عبدالرحمٰن بن شبیب نے کہا تو نے امیر المومنین سے دھوکہ دہی کی اور ان کے حکم میں مداہنت کی ہے۔

ثعلبیہ اور واقصہ پر حملہ:

اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن قیس کو لشکر دے کر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ واقصہ کے نشیبی علاقہ سے گزرو اور اس علاقہ میں جتنے بھی ایسے دیہاتی نظر آئیں جو علی رضی اللہ عنہ کے مطیع ہوں انہیں لوٹ لو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک کے ساتھ تین ہزار لشکر روانہ کیا یہ جدھر سے گزرتا لوگوں کے مال چھین لیتا اور جو اعراب علی رضی اللہ عنہ کے حامی ہوتے انہیں قتل کر دیتا۔

ضحاک واقصہ سے آگے بڑھ کر ثعلبیہ پہنچا اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلحہ خانہ اور لوگوں کا مال لوٹ لیا۔ اسی طرح وہ لوٹ مار کرتا ہوا مقطانہ تک پہنچا۔ وہاں اسے عمرو بن عمیس ابن مسعود نظر آیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سواروں میں شمار ہوتا تھا اس کے ساتھ اس

کے گھر والے بھی تھے یہ لوگ حج کو جا رہے تھے۔ ضحاک نے ان سب کو لوٹ لیا اور آگے کوچ کرنے سے روک دیا۔

ضحاک کا فرار:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے حجر بن عدی الکندی کو چار ہزار لشکر دے کر ضحاک کے مقابلہ پر روانہ کیا اور انہیں پچاس پچاس درہم دیئے حجر نے تدمر پہنچ کر ضحاک سے مقابلہ کیا اور اس کے انیس آدمی قتل کیے اور حجر کے دو آدمی مارے گئے جب رات ہوئی تو ضحاک اور اس کے ساتھی بھاگ گئے اور حجر اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس ہوا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساحل دجلہ پر حملہ:

اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بذات خود دجلہ کے ساحل پر حملہ کیا اور پورے ساحل کا چکر لگا کر واپس ہوئے۔ یہ ابن سعد کا بیان ہے جو اس نے محمد بن عمر اور ابن جریج کے ذریعہ ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ۳۹ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریائے دجلہ کے ساحل کا ایک چکر لگایا۔ احمد بن ثابت نے ابو معشر سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

امارت حج پر فریقین کا اختلاف:

اس میں اختلاف ہے کہ اس سال لوگوں کو کس نے حج کرایا۔ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے لوگوں کو حج کرانے پر عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مامور کیے گئے تھے اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مامور کیا گیا تھا۔

عمرو بن شعبہ کا بیان ہے کہ ۳۹ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا تاکہ وہ لوگوں کو حج کرائیں اور نماز پڑھائیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے معاویۃ بن یزید بن شجرۃ الرہادی کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔

ابوالحسن کا بیان ہے کہ یہ سب غلط ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اپنی امارت کے زمانہ میں کسی سال بھی امیر حج ہو کر نہیں آئے۔ اور امارت حج پر معاویۃ بن یزید بن شجرہ نے جس سے جھگڑا کیا تھا وہ قثم ابن العباس رضی اللہ عنہما تھے ان دونوں امیروں میں اس پر فیصلہ ہوا کہ سب حاجیوں کو شیبۃ بن عثمان نماز پڑھائیں۔

ابوالحسن کا یہ قول ان سے ابوزید نے نقل کیا ہے اور احمد بن ثابت الرازی نے اسحاق بن عیسیٰ کے ذریعہ ابو معشر کا بھی یہی قول بیان کیا ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ ۳۹ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے معاویۃ بن یزید بن شجرۃ الرہادی کو امیر حج بنایا تھا۔ جب یہ دونوں امیر مکہ پہنچے تو دونوں نے ایک دوسرے کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا پھر دونوں کا شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر فیصلہ ہوا۔

اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے وہی لوگ تمام علاقوں پر حاکم رہے جو ۳۸ھ میں حاکم تھے سوائے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کہ وہ اس سال بصرہ کی امارت چھوڑ کر کوفہ چلے گئے تھے زیاد کو جسے زیاد بن ربیہ بھی کہتے ہیں اپنی جگہ خراج پر متعین کر کے گئے تھے اور ابوالاسود دئلی کو قضا پر مامور کیا تھا۔

باب ۲۲

زیاد کی فارس و کرمان کی جانب روانگی

اس سال جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے بصرہ واپس آئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے زیاد کو فارس و کرمان کی جانب روانہ کیا۔

اس کی وجہ یہ پیش آئی تھی کہ جب ابن الحضرمی قتل کر دیا گیا اور لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی تو اہل فارس اور اہل کرمان نے بھی خراج ادا کرنا بند کر دیا اور اپنے قرب و جوار کے تمام علاقوں پر ان لوگوں نے قبضہ کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال کو وہاں سے نکال باہر کیا۔

زیاد کا فارس و کرمان پر تسلط:

عمرو نے ابوالقاسم اور سلمۃ بن عثمان کے حوالے سے علی بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ جب اہل فارس نے خراج کی ادائیگی سے انکار کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کس شخص کو فارس کی ولایت سونپی جائے تاکہ اسے قبضہ میں رکھا جا سکے۔

جاریۃ بن قدامۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں آپ کو ایسا شخص بتاؤں جو نہایت صائب الرائے' ماہر سیاست اور ان تمام امور کو بہتر طور پر سنبھالنے والا ہو جو اس کے سپرد کیے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا ایسا کون شخص ہے؟

جاریہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ زیاد ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں زیاد اسی قابل ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فارس و کرمان کی حکومت سونپی اور چار ہزار لشکر دے کر اسے روانہ کیا۔ اس نے ان تمام علاقوں کو ہلا کر رکھ دیا حتیٰ کہ سب فارسی اور کرمانی سیدھے ہو گئے۔

عمرو نے ابوالحسن' علی بن مجاہد کی سند سے امام شعبی کا قول بیان کیا ہے کہ جب اہل جبال نے عہد توڑ دیا اور خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عامل سہل بن حنیف کو فارس سے نکال دیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ کی جانب سے فارس کا انتظام میں کروں گا اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ آئے اور زیاد کو ایک بڑا لشکر دے کر فارس روانہ کیا زیاد نے فارسیوں کو اچھی طرح پامال کیا حتیٰ کہ ان سب نے خراج ادا کیا۔

زیاد کی سخاوت:

عمرو نے ابوالحسن' ایوب بن موسیٰ کے ذریعہ اصطخر کے ایک بوڑھے سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ زیاد جب فارس کا گورنر تھا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ ہر وقت آگ جلائے رکھتا اور لوگوں کی خاطر و مدارات کرتا رہتا۔ حتیٰ کہ تمام لوگوں

نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس پر مستقیم ہو ہو گئے وہ کسی وقت بھی جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اہل فارس کہا کرتے تھے ہم نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو نرمی اور مدارات میں کسریٰ نوشیروان کے مانند ہو۔ سوائے اس عرابی نوجوان کے۔

زیاد کی سیاست:

زیاد جب فارس پہنچا تو اس نے وہاں کے رؤسا کو بلایا۔ جن لوگوں نے اس کی مدد کی ان سے بہت سے وعدے کیے۔ اور ان پر بہت سے احسانات کیے اور مخالفین کو ڈرایا دھمکایا۔ اس نے فارسیوں کو فارسیوں ہی کے ذریعہ ختم کیا اور ایک کے دوسرے پر عیوب ظاہر کر کے انہیں باہم لڑایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک جماعت تو بھاگ گئی دوسری جماعت جو وہاں مقیم رہی انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کیا اس طرح وہ پورے فارس پر قابض ہو گیا اور اسے کسی جگہ بھی لشکر کشی اور جنگ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی' کرمان میں بھی اس نے یہی طریقہ اختیار کیا جب وہ کرمان سے واپس آیا تو فارس کے اکثر علاقہ کا دورہ کیا اور لوگوں پر احسانات کیے لوگ اس سے مطمئن ہو گئے اور تمام شہر اور علاقے اس کے قبضہ میں آ گئے اس کے بعد وہ اصطخر گیا اور اصطخر اور بیضاء کے درمیان ایک قلعہ بنایا جس کا نام قلعہ زیاد تھا اور تمام خزانہ یہاں اٹھا لایا۔

زیادہ کے بعد منصور الیشکری نے اس قلعہ میں کچھ ترمیم کی اس کے بعد یہ قلعہ منصور کے نام سے مشہور ہو گیا۔

باب ۲۳

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حجاز و یمن پر حملہ

بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی حجاز کی جانب روانگی:

اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کی ماتحتی میں تین ہزار جنگجو حجاز کی جانب روانہ کیے۔

زیاد بن عبداللہ البکائی نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ ثالثوں کے فیصلہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر حجاز کی جانب روانہ کیا۔ یہ بسر رضی اللہ عنہ بنو عامر بن لوی میں سے تھا۔ یہ لشکر لے کر شام سے نکلا اور مدینہ پہنچا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس وقت مدینہ کے گورنر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے ابوایوب رضی اللہ عنہ ڈر کر بھاگ گئے اور کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ لشکر لیے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص نے بھی اس کا مقابلہ نہیں کیا وہ منبر پر چڑھ کر اور چلا چلا کر بولا: اے دینار' اے بخار' اے زریق' میرا امام کہاں ہے میرا امام کہاں گیا جس سے تم نے کل عہد کیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ یعنی عثمان رضی اللہ عنہ۔

اس کے بعد کہا: اے اہل مدینہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں مدینہ کے ایک ایک بالغ کو قتل کر ڈالتا۔ پھر اس نے اہل مدینہ سے بیعت لی اور بنوسلمہ خاندان کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تمہارے لیے میرے پاس کوئی امان نہیں۔ اور نہ میں تم سے اس وقت تک بیعت لوں گا جب تک تم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حاضر نہ کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ام المومنین زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کی کیا رائے ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری رائے تو یہ ہے کہ تم اس کی بیعت کر لو۔ میں نے اپنے بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی بیعت کا حکم دیا ہے میں نے اپنے داماد عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کو اس کی بیعت کا حکم دیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد تھیں عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سن کر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مسجد آئے اور بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

بسر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں کئی مکانات گروائے اس کے بعد اس نے مکہ کا رخ کیا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ مجھے قتل نہ کر دے لیکن بسر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہلوا کر بھیجا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا اس نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے درگزر کیا۔

اس سے قبل حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یمن لکھا تھا کہ یہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک لشکر بھیجا گیا ہے اور جو شخص اس کی حکومت کا انکار کرتا ہے اسے قتل کر دیتا ہے۔

بسر رضی اللہ عنہ کا یمن پر حملہ اور شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا قتل:

اس کے بعد بسر رضی اللہ عنہ نے یمن کا رخ کیا۔ اس وقت یمن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے جب انہیں بسر رضی اللہ عنہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ کر کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اور اپنی جگہ یمن پر عبداللہ بن عبدامدان الحارثی کو اپنا جانشین کر آئے بسر رضی اللہ عنہ نے یمن پہنچ کر عبداللہ بن عبدالمدان اور اس کے لڑکے کو قتل کر دیا راہ میں بسر رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر والے ملے جن میں عبیداللہ کے دو بچے بھی تھے اس نے ان دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے یہ دونوں بچے بنو کنانہ کے ایک شخص کے پاس ملے جب اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا تو کنانی نے کہا ان بچوں کا کیا قصور ہے جوان دونوں کو تو قتل کرنا چاہتا ہے اگر تو انہیں واقعتاً قتل کرنے پر آمادہ ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے بسر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ اس نے پہلے کنانی کو قتل کیا پھر ان بچوں کو قتل کیا اور اس کے بعد شام کی جانب لوٹ گئے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کنانی نے مقابلہ کیا حتیٰ کہ لڑتا لڑتا مارا گیا اور یہ دو بچے جو بسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیے تھے ان میں سے ایک کا نام عبدالرحمن اور دوسرے کا قثم تھا۔ بسر رضی اللہ عنہ نے یمن میں شیعانِ علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک بڑی جماعت کو قتل کیا۔

جاریہ رضی اللہ عنہ کا نجران کو آگ لگانا اور عثمانیوں کا قتل عام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب بسر رضی اللہ عنہ کے حملہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے جاریہ ابن قدامہ رضی اللہ عنہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار لشکر دے کر روانہ کیا۔ جاریہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر نجران پہنچا اور پورے شہر کو جلا کر خاک کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر قتل کیا بسر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی شام بھاگ گئے۔

اہل مکہ سے زبردستی بیعت:

جاریہ رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں چلا اور یمن سے مکہ پہنچا اور انہیں حکم دیا کہ ہماری بیعت کرو اہل مکہ نے جواب دیا امیر المومنین تو ہلاک ہو چکے ہیں اب ہم کس کی بیعت کریں اس نے جواب دیا جس کی شیعانِ علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں اسی کی تم نامعلوم بیعت کرلو یہ بات اہل مکہ کو بہت گراں گزری۔ لیکن مجبوراً انہوں نے بیعت کر لی۔

اس کے بعد جاریہ رضی اللہ عنہ مدینہ کی جانب بڑھا۔ وہاں لوگوں کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جاریہ رضی اللہ عنہ کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر چلے گئے جب جاریہ رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا خدا کی قسم! اگر میں اس بلی والے کو پالیتا تو اس کی گردن اتار لیتا۔ پھر اہل جاریہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے کہا کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت کرو اہل مدینہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

جاریہ رضی اللہ عنہ اس روز مدینہ میں مقیم رہا پھر کوفہ لوٹا۔ جب یہ چلا گیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم فریقین کا باہمی معاہدہ:

اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ بندی کا فیصلہ ہوا۔ باہمی طویل خط و کتابت رہی۔ کتاب کی

طوالت کے خوف سے ہم اس خط و کتابت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ فیصلہ یہ قرار پایا کہ باہمی جنگ بندی کر دی جائے عراق علی رضی اللہ عنہ کی حکومت میں شمار ہوگا اور شام معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں' اور دونوں فریق ایک دوسرے کے علاقہ پر نہ لشکر کشی کریں گے اور نہ کسی قسم کی غارت گری مچائیں گے۔

زیاد بن عبداللہ نے ابو اسحاق سے نقل کیا ہے جب دونوں فریقین میں سے کسی نے بھی دوسرے کی اطاعت قبول نہیں کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا اگر تم چاہو تو ایسا کر لو کہ عراق کی حکومت تمہارے حصہ میں ہو اور شام کی میرے حصہ میں تاکہ اس امت سے تلوار رک جائے اور مسلمانوں کے خون نہ بہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر شام اور اس کے گرد و نواح کی دیکھ بھال کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ملک عراق اور اس کے گرد و نواح کا انتظام کرتے۔

باب ۲۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اختلافات

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بصرہ سے مکہ روانگی

عام اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال یعنی ۴۰ھ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے لیکن بعض اہل سیر نے اس کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما برابر بصرہ کے عامل رہے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس وقت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔

بصرہ چھوڑنے کی وجوہات:

عمرو بن شعبہ نے ابومخنف اور سلیمان بن ابی راشد کے ذریعہ عبدالرحمٰن بن عبید ابوالکنود سے نقل کیا ہے کہ ایک بار عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابوالاسود دئلی کے پاس گزرے اور اسے دیکھ کر فرمایا:

''اگر تو چوپایوں میں سے ہوتا تو اونٹ ہوتا۔ اور اگر چرواہا ہوتا تو چراگاہ کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا اور نہ تو اپنی رفتار اور طریقہ کار کو بہتر بنا سکتا تھا''۔

ابوالاسود دئلی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما پر الزام تراشی:

اس بات پر ابوالاسود دئلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مضمون کا ایک خط تحریر کیا:

''امابعد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو نگران' ذمہ دار اور امانت دار حاکم بنایا ہے ہم نے آپ کا بارہا امتحان لیا اور آپ کو امت کا بزردست امین اور رعایا کا خیر خواہ پایا۔ آپ دنیا سے تو ہاتھ کھینچتے ہیں اور رعایا کو خوب دیتے ہیں نہ آپ رعایا کا مال کھاتے ہیں اور نہ آپ کا رشوت سے کوئی تعلق ہے۔ آپ کے بھائی اور گورنر آپ کی اطلاع کے بغیر وہ رقم کھا گئے ہیں جو ان کے پاس امانت تھی میں آپ سے یہ بات ہرگز مخفی نہیں رکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے آپ جو رائے پسند فرمائیں وہ مجھے تحریر کریں''۔ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود کو یہ جواب تحریر فرمایا:

''امابعد! تم جیسا آدمی امام اور امت دونوں کے لیے مجسمہ خیر خواہی ہے۔ تم نے امانت کا حق ادا کیا اور راہ حق دکھائی میں نے تمہارے امیر کو اس بارے میں لکھا ہے اور اس میں تمہارے خط کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ تمہاری نظر میں اگر ایسی باتیں آئیں جو امت کی بہبود کا سبب ہوں تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ تمہارا یہی فرض ہے اور تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے''۔

والسلام

اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی خط تحریر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ایک مختصر سا جواب تحریر فرمایا:

''امابعد! آپ کو جو اطلاعات پہنچی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ میں اپنے زیر تصرف مال کا دیگر لوگوں سے زیادہ محافظ اور منتظم ہوں آپ بدگمانوں کی باتوں کی ہرگز تصدیق نہ کیجیے''۔ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا مراسلہ:

یہ خط پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دوسرا مراسلہ تحریر کیا:

''امابعد! تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کتنا جزیہ وصول کیا' اور کہاں سے وصول کیا اور کہاں خرچ کیا؟''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا استعفاء:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب اس طرح تحریر فرمایا:

''میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ تک جو یہ بات پہنچی ہے کہ میں نے اس شہر کے لوگوں کے مال پر قبضہ کرلیا ہے تو آپ نے اس غلط اطلاع کو بہت اہمیت دے دی ہے۔ لہٰذا آپ جسے مناسب سمجھیں اسے یہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیں میں اس حکومت کو چھوڑتا ہوں''۔ والسلام

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ردعمل:

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموؤں بنو ہلال بن عامر کو بلایا۔ ضحاک بن عبداللہ ہلالی اور عبداللہ بن رزین ابن ابی عمرو الہلالی ان کے پاس آئے۔ پھر ان کی مدد کے لیے بنو قیس بھی جمع ہو گئے اور ان کی حمایت سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تمام خزانہ اٹھوالیا۔

ابوزید نے ابوعبیداللہ سے نقل کیا ہے کہ خزانہ میں مال کافی جمع ہو چکا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ تمام جمع شدہ مال اٹھا لیا اس طرح مال غنیمت کا تمام خمس لے کر چلے گئے۔ جب لوگوں کو مال پر قبضہ کرنے کی اطلاع ملی تو قیس بولا۔ خدا کی قسم! یہ مال اس کے پاس ہرگز نہ جانے دیا جائے گا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی نگاہوں کے سامنے یہ مال جانے دیں۔

صبرۃ بن شیمان الحدانی نے ازدیوں سے کہا خدا کی قسم! قبیلہ قیس اسلام میں ہمارا بھائی' ہمارا پڑوسی اور دشمن کے مقابلہ میں ہمارا مددگار ہے جو مال اس وقت تمہارے بھائیوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے اگر وہ ہمیں مل بھی جائے تب بھی وہ تھوڑا ہے اور یہ لوگ کل کو وقت پڑنے پر مال سے زیادہ بہتر ثابت ہوں گے۔

ازدیوں نے صبرہ سے سوال کیا تمہاری کیا رائے ہے؟

صبرہ نے جواب دیا تم ان کی مزاحمت نہ کرو اور ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ اس پر ازدیوں نے اس کی اطاعت کی اور وہ واپس لوٹ گئے۔ قبیلہ بنی بکر اور بنی عبدالقیس نے بھی صبرہ کی رائے کی موافقت کی۔ انہوں نے آپس میں کہا صبرہ کی رائے بہت بہتر ہے۔ تم بھی اس میں مزاحم نہ ہو۔

قبیلہ تمیم بولا ہم انہیں ہرگز مال نہ لے جانے دیں گے اور ان سے جنگ کریں گے۔

اس پر احنف ابن قیس نے انہیں سمجھایا اور کہا جن لوگوں کا ان سے خونی رشتہ بہت دور کا ہے انہوں نے جنگ سے گریز کیا لیکن تمہارا ان سے رشتہ زیادہ قریبی ہے تمہیں ہرگز مزاحمت نہ کرنی چاہیے۔

بنو تمیم بولے خدا کی قسم! ہم تو ان سے ضرور جنگ کریں گے اور مال نہ لے جانے دیں گے۔

احنف نے جواب دیا تو پھر میں اس معاملہ میں تمہارا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں تو ان لوگوں کی راہ میں حائل نہ ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ بنو تمیم میں سے ابن المجاعہ نے بنو ہلال کا راستہ روکا اور ان سے جنگ کی جس پر ضحاک ہلالی نے ابن مجاعہ پر حملہ کر کے اس کے نیزہ مارا۔ اور عبداللہ بن رزین مجاعہ کو چپٹ گیا اور دونوں گتھم گتھا ہو کر زمین پر گر پڑے اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے لیکن کوئی مقتول نہیں ہوا۔

خمس میں جن لوگوں کا حصہ تھا وہ بولے ہم اس جنگ میں شریک نہ ہوں گے ہم نے انہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے خواہ یہ باہم لڑیں یا ایک دوسرے کو ختم کر دیں۔ اس کے بعد یہ لوگ بنو تمیم سے بولے۔ ہم تم سے زیادہ سخی ہیں کہ ہم نے اپنا حق اپنے چچا زاد بھائیوں کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تم اس پر لڑ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے مال بھی اٹھالیا اور ان کے حامی بھی موجود ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان کی رائے پر چھوڑ دو اور اگر تم پسند کرو تو واپس ہو جاؤ۔ یہ لوگ واپس چلے گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیس آدمیوں کے ساتھ مکہ چلے گئے۔

ابو زید کہتا ہے کہ ابو عبیدہ کا یہ خیال تھا۔ اگرچہ اس کی یہ رائے میں نے اس سے خود نہیں سنی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ میں رہے پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت تک رہے جب تک ان میں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں صلح نہیں ہوئی اس صلح کے بعد بصرہ واپس گئے وہاں ان کے گھر والے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما انہیں لے کر اور بیت المال سے کچھ تھوڑا سامان لے کر مکہ چلے گئے اور بولے یہ میرا روزینہ ہے۔

ابو زید کہتا ہے کہ ابو عبیدہ کے اس قول کا میں نے ابو الحسن سے ذکر کیا۔ اس نے انکار کیا اور کہا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما مکہ میں تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح کے وقت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس تھے نہ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

باب ۲۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

تاریخ شہادت کا اختلاف:

اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت عمل میں آئی ان کی شہادت کی تاریخ میں اختلاف ہے احمد بن ثابت نے اسحاق ابن عیسیٰ کے ذریعہ ابومعشر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز سترہ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔ یہی واقدی کا قول ہے جیسا کہ حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے۔

ابوزید نے علی بن محمد کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں جمعہ کے روز گیارہ رمضان کو شہید ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ رمضان ختم ہونے میں سترہ روز باقی تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ربیع الآخر ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔

قتل کے اسباب:

موسیٰ ابن عبدالرحمٰن المسروقی نے ابوعبدالرحمٰن الحرانی کے ذریعہ اسماعیل بن راسد کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ ابن ملجم' برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر التمیمی نے ایک جگہ جمع ہو کر معاملات پر غور وفکر کیا اور ان تینوں نے حکام کے طرز عمل پر نکتہ چینی کی اس کے بعد نہروان کے لوگوں (خارجی) کا ذکر کیا اور ان کے لیے انہوں نے رحمت اور مغفرت کی دعا کی اور بولے ہم ان لوگوں کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ لوگ ایسے بھائی تھے کہ جو لوگوں کو پروردگار کی طرف دعوت دیتے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہم اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیں اور ان گمراہ اماموں کے پاس جائیں اور ان کے قتل کی کوشش کریں (گمراہ اماموں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں) اس طرح تمام علاقہ کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا اور ہم اپنے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے۔

اس پر ابن ملجم نے کہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے تمہیں چھٹکارا میں دلاؤں گا۔ یہ ابن ملجم مصر کا باشندہ تھا۔ برک بن عبداللہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیا اور عمرو بن بکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کا۔ ان تینوں نے اللہ کو حاضر ناظر کر کے باہم معاہدہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک نے جس شخص کے قتل کا ذمہ لیا ہے وہ اپنے عہد سے پیچھے نہ ہٹے گا۔ یا تو اس شخص کو قتل کر دے گا یا خود قتل ہو جائے گا ان لوگوں نے اپنی تلواروں کو زہر میں بجھایا اور ان تینوں صحابہ کے قتل کے لیے سترہ رمضان متعین کی گئی اور اس کے بعد یہ تینوں ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم کے قتل کے لیے روانہ ہو گئے۔

مہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر:

ابن ملجم المرادی کا شمار بنوکندہ میں ہوتا تھا۔ یہ شخص کوفہ پہنچا اور وہاں اپنے ہم قوم اور دوست احباب سے ملا لیکن اس راز کو اس نے سینہ میں چھپائے رکھا اور اپنی قوم اور دوستوں سے بھی اس کا کہیں ذکر نہیں کیا تا کہ کہیں راز پہلے سے فاش نہ ہو جائے۔

ایک روز اس نے بنوتیم الرباب کے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے اپنے مقتولوں کا ذکر کر رہے ہیں جو حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان میں ان کے دس افراد قتل کیے تھے۔ اسی روز تیم الرباب کی ایک عورت سے ملا جس کا نام قطامہ ابنۃ الشجنہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان کی جنگ میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ عورت حسن و جمال میں گانہ روزگار تھی ابن ملجم نے جب اسے دیکھا تو اپنی عقل کھو بیٹھا اور جس کام کے لیے آیا تھا وہ بھی بھول گیا۔ اور اسے پیغام نکاح دیا۔

قطامہ نے جواب دیا میں اس وقت تک تجھ سے شادی نہیں کر سکتی جب تک تو میرے کلیجے کی آگ نہ بجھا دے۔ ابن ملجم نے پوچھا: وہ کس طرح؟ قطامہ نے جواب دیا۔ تین ہزار درہم' ایک غلام اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قتل۔

ابن ملجم : کیا یہ تیرا مہر ہوگا؟

قطامہ: ہاں! یہ میرا مہر ہوگا۔ میں علی رضی اللہ عنہ کا سر چاہتی ہوں اگر تو نے ایسا کیا تو تو اپنا اور میرا دونوں کا دل ٹھنڈا کرے گا اور عیش سے زندگی گزارے گا اور اگر تو قتل ہو گیا تو اللہ کے پاس جو اجر ہے وہ دنیا اور دنیا کی زینت سے بہت بہتر ہے۔

ابن ملجم : خدا کی قسم! میں اس شہر میں علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہی کے لیے آیا ہوں میں تیری ہر خواہش پوری کروں گا۔

قطامہ: میں یہ چاہتی ہوں کہ تیرے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جو تیری پشت پناہی اور مدد کر سکے۔ اس کے بعد قطامہ نے اپنی قوم تیم الرباب کے ایک شخص کو جس کا نام وردان تھا طلب کیا اس کے سامنے یہ منصوبہ رکھا۔ اس نے اسے قبول کیا۔

انتقامی کارروائی:

اس کے بعد ابن ملجم بنو اشجع کے ایک شخص کے پاس گیا جس کا نام شبیب بن بجرہ تھا اور اس سے کہا کیا تو دنیا اور آخرت کی عزت و کرامت کا طلب گار ہے؟

شبیب : وہ کس طرح؟

ابن ملجم : وہ عزت و شرافت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے حاصل ہو سکتی ہے۔

شبیب : تیری ماں تجھے روئے تو نے بہت ہی بری بات زبان سے نکالی ہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ پر کیسے قابو پا سکتا ہے؟

ابن ملجم : میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جس وقت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے گا ہم اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیں گے اس کے بعد اگر ہم بچ گئے تو ہمارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے اور ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ بھی لے لیں گے اور اگر ہم قتل ہو جائیں گے تو اللہ کے پاس ہمارے لیے جو اجر وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

شبیب : تجھ پر افسوس اگر علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص تیرا نشانہ ہوتا تو مجھے اتنا شاق نہ گزرتا تو یہ بھی جانتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر کتنے مصائب برداشت کیے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے میں انہوں نے سبقت کی ہے۔ میرا دل ان کے قتل پر مطمئن نہیں۔

ابن ملجم : تو یہ بات تو جانتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کو قتل کیا تھا اور یہ سب نیک بندے تھے۔

شبیب : کیوں نہیں؟

ابن ملجم: تو ہم ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔

اس بات پر شبیب نے بھی ابن ملجم کی حمایت کا وعدہ کیا۔ یہ سب مل کر قطامہ کے پاس پہنچے وہ جامع مسجد میں اعتکاف میں بیٹھی تھی ان سب نے اس سے جا کر کہا ہم سب نے علی رضی اللہ عنہ کے قتل پر اتفاق کر لیا ہے۔

قطامہ نے کہا جس روز تم قتل کرنا چاہو اس روز میرے پاس آنا۔

جب اس جمعہ کی شب آئی جس کی صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ ابن ملجم قطامہ کے پاس پہنچا اور بولا یہی وہ رات ہے جس کی صبح کو ہم لوگوں نے اپنے اپنے ساتھی کے قتل کا عہد کیا تھا۔

اس کے بعد قطامہ نے ریشم کی ایک پٹی منگائی اور ان لوگوں کے سروں پر باندھ دی ان لوگوں نے اپنی اپنی تلواریں لیں اور اس چوکھٹ کے قریب بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کے وقت نماز کے لیے نکلے تو شبیب نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا' جو دروازے کی چوکھٹ یا طاق پر پڑا۔ ابن ملجم نے پیشانی پر وار کیا اور وردان بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا۔ اسی کے باپ کی اولاد میں سے ایک شخص اس کے گھر اچانک پہنچ گیا۔ وہ اپنے سینہ سے ریشم کی پٹی اتار رہا تھا اس نے سوال کیا یہ تلوار اور ریشم کی پٹی کیسی ہے۔ وردان نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا وہ شخص اپنے گھر گیا اور تلوار لے کر آیا اور وردان کو قتل کر دیا۔

شبیب اندھیرے میں بنوکندہ کے گھروں کی طرف چلا گیا۔ لوگ اس کے پیچھے چلائے راہ میں اسے حضر موت کا ایک شخص ملا جس کا نام عویمر تھا جب اس نے شبیب کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو اسے پکڑ لیا اور حضرمی نے اسے نیچے گرا دیا لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ لوگ ادھر اس شخص کی تلاش میں دوڑے ہوئے آ رہے ہیں۔ تو حضرمی کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا اس نے شبیب کو چھوڑ دیا اور شبیب لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔

ابن ملجم کو لوگوں نے گھیر کر پکڑ لیا اور ہمدان کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابوادماء تھی اپنی تلوار نکال کر ابن ملجم کے پاؤں پر ماری اور اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر پیچھے ہٹے اور اپنی جگہ جعدۃ بن ہبیرۃ ابن ابی وہب کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قاتل کو میرے پاس لاؤ۔ قاتل حاضر کیا گیا آپ نے اس سے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کیے تھے؟

ابن ملجم: کیوں نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: پھر آخر وہ کیا شے ہے جس نے تجھے میرے قتل پر ابھارا۔

ابن ملجم: میں چالیس روز تک استخارہ کرتا رہا اور اللہ سے سوال کرتا رہا کہ اس کی مخلوق میں جو شخص بدترین خلائق ہو وہ قتل ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو میرا خیال ہے کہ وہ مقتول بھی تو ہی ہے اور تو ہی وہ بدترین خلائق ہے۔

ابن ملجم کے خیالات:

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے پیش آنے سے قبل ایک روز ابن ملجم بنو بکر بن وائل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ یہ مرنے والا ابو حجار ابجر بن جارب العجلی تھا اور یہ شخص نصرانی تھا۔ عیسائی اس جنازے کے اردگرد تھے اور اس مرنے والے کی لوگوں کے دلوں میں نہایت عزت تھی۔ اس لیے سب لوگ ایک جنازے کے اردگرد تھے اور اس مرنے والے کی لوگوں کے دلوں میں نہایت عزت تھی۔ اس لیے سب لوگ ایک جنازے کے ساتھ جارہے تھے' انھی میں شقیق بن ثور بھی تھا۔ ابن ملجم نے سوال کیا یہ کون لوگ ہیں اور کیا بات ہے لوگوں نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا اس پر ابن ملجم نے یہ اشعار پڑھے۔

لَئِنْ كَانَ حَجَّارُ بْنُ اَبْجَرَ مُسْلِمًا لَقَدْ بُوعِدَتْ مِنْهُ جَنَازَةُ اَبْجَرِ

ترجمہ: ''اگر حجار بن ابجر مسلمان ہوتا تو اس کا جنازہ لوگوں سے دور رہتا۔

وَ اِنْ كَانَ حَجَّارُ بْنُ اَبْجَرَ كَافِرًا فَمَا مِثْلُ هٰذَا مِنْ كُفُوْرٍ بِمُنْكَرِ

ترجمہ: اگر یہ حجار بن ابجر کافر ہے تو اس سے بڑا کوئی کافر و منکر نہیں۔

اَتَرْضَوْنَ هٰذَا اِنَّ قَيْسًا وَ مُسْلِمًا جَمِيْعًا لَدٰى نَعْشٍ فَيَاقُبْحَ مَنْظَرِ

ترجمہ: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ قیس اور دیگر مسلمان اس کی لاش کے گرد جمع ہوں۔ یہ کتنا برا منظر ہے۔

فَلَوْ لَا الَّذِىْ اَنْوِىْ تَفَرَّقَتْ جَمْعُهُمْ بِاَبْيَضَ مَصْقُوْلِ الدِّيَاسِ مُشَهَّرِ

ترجمہ: اگر میں نے ایک ارادہ نہ کرلیا ہوتا تو میں ان کے مجمع کو ایک چمکتی اور کاٹنے والی تلوار سے متفرق کر دیتا۔

وَ لٰكِنَّنِىْ اَنْوِىْ بِذَاكَ وَسِيْلَةً اِلَى اللّٰهِ اَوْهٰذَا فَخُذْ ذَاكَ اَوْذَرْ

ترجمہ: اگر میں نے اس ارادہ کو اللہ کی قربت کا وسیلہ نہ بنایا ہوتا تو پھر میں اسے اختیار کر کے چھوڑ دیتا''۔

محمد بن حنفیہ کا بیان:

محمد ابن حنفیہ کا بیان ہے کہ جس صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا میں اس رات جامع مسجد میں تمام رات نماز میں مشغول رہا اور دیگر لوگ بھی جو مصر کے باشندے تھے چوکھٹ کے قریب نمازوں میں مشغول رہے ان لوگوں نے تمام رات قیام و رکوع اور سجدوں میں گزاری۔ اور شروع رات سے آخر رات تک قطعاً نہیں سوئے۔

جب صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے تو ان لوگوں کو آواز دی نماز۔ نماز یعنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات چوکھٹ سے نکل کر کہے تھے یا چوکھٹ کے اندر کہے تھے ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ میں نے ایک چمک دیکھی اور میں نے یہ الفاظ سنے اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں' اور حکم کا اے علی رضی اللہ عنہ! نہ تجھے اختیار ہے اور نہ تیرے ساتھیوں کو' میں نے ایک تلوار دیکھی۔ پھر دوسری تلوار دیکھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ تم سے یہ شخص بچ کر نہ نکل جائے اور لوگ اس پر ہر جانب سے ٹوٹ پڑے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روبرو پیش کیا گیا میں بھی لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے جان کے بدلے جان ہے اگر میں مر جاؤں تو تم بھی اسے اسی طرح قتل کر دینا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں زندہ باقی رہ گیا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خرید وفروخت:

راوی کہتا ہے کہ لوگ گھبرائے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہیں مطلع کیا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ ابن ملجم کو باندھ کر لوگوں نے ان کے سامنے پیش کیا تو ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے ابن ملجم سے مخاطب ہو کر کہا اے اللہ کے دشمن! تو نے میرے باپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔

ابن ملجم نے جواب دیا تم کس شخص پر روتی ہو کیا اس شخص پر جسے میں نے ایک ہزار میں خریدا ہے اور ایک ہزار میں زہر دیا ہے اگر یہ مار تمام شہر والوں پر بھی پڑ جاتی تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نصائح:

جندب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اگر آپ ہم سے روپوش ہو جائیں اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو تو کیا ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں تم لوگ زیادہ مناسب سمجھ سکتے ہو۔ جندب نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے فرمایا:

''میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم دونوں دنیا کو ہرگز تلاش نہ کرنا خواہ دنیا تم سے بغاوت کیوں نہ کرے اور جو شئے تم سے ہٹا دی جائے اس پر رونا نہیں ہمیشہ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ پریشان کی مدد کرنا۔ آخر کی تیاری میں مصروف رہنا۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے احکامات پر عمل کرنا۔ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ گھبرانا''۔

پھر محمد بن حنفیہ کی جانب دیکھ کر فرمایا میں نے تیرے بھائیوں کو جو نصیحت کی ہے تو نے اسے سن کر محفوظ کر لیا۔ محمد نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے محمد سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں تجھے بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تیرے بھائیوں کو کی ہے اس کے علاوہ میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کی عزت وتوقیر کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو ان کا تیرے ذمہ ہے ان دونوں کے حکم کی پیروی کرنا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا''۔

اس کے بعد حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

''میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے''۔

پھر خاص طور پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر انہیں نصیحت فرمائی:

''اے میرے بیٹے! تیرے لیے میری وصیت یہ ہے کہ تو اللہ سے ڈرنا۔ نماز وقت پر ادا کرنا۔ زکوٰۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا اور وضو اچھی طرح کرنا کیونکہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ اور زکوٰۃ روکنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا۔ غصہ پینا' صلہ رحمی کرنا' جاہلوں سے بردباری سے کام لینا' دین میں تفقہ حاصل

کرنا' ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا' قرآن کو لازم پکڑے رہنا۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور برائیوں سے بچنا''۔

وصیت:

جب وفات کا وقت آیا تو لوگوں کو وصیت فرمائی:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں خواہ یہ بات مشرکوں کو بری کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں تابع فرمان لوگوں میں سے ہوں۔

اے حسن رضی اللہ عنہ! میں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے اور اس بات کی کہ تم صرف اسلام کی حالت میں جان دینا ہے تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوط تھام لو اور باہم متفرق نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ باہم ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور ان کی اصلاح کرنا۔ نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے تم اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ نہ تو انھیں اتنا موقع دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں نہ تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ڈرو۔ کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے۔ آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں حضورؐ پڑوسیوں کو وارث بھی نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کہیں قرآن پر عمل کرنے میں تمہارے اغیار تم سے سبقت نہ لے جائیں' نماز کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے تم اپنے پروردگار کے گھر (مسجد) کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو اور کسی وقت بھی جب تم زندہ رہو اسے خالی نہ چھوڑو کیونکہ اگر اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو وہاں کوئی نظر نہ آئے گا اور جہاد کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ پروردگار کے غصہ کو بجھاتی ہے اپنے نبی کی ذمہ داری کے لیے بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی کے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو انہیں اپنی روزیوں اور کھانے میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ نماز ادا کرو نماز ادا کرو' دین کے معاملہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا تو اللہ تمہیں کافی ہوگا لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر کو ترک نہ کرو اگر تم اسے ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو حاکم بنا دے گا پھر تم دعا کرو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ صلہ رحمی کرو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ پشت دکھانے، قطع رحمی اور تفرقہ اندازی سے احتراز کرو۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری، تمہارے اہل بیت کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تم میں حفاظت کی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں''۔

شہادت اور تکفین و تدفین:

اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ پڑھنے میں مشغول رہے حتی کہ طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا آپ کی شہادت رمضان ۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ کو آپ کے بیٹوں حسن و حسین اور عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ نے غسل دیا تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جس میں قمیض نہ تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ میں نو تکبیرات کہیں پھر چھ ماہ تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ والی رہے۔

قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو قاتل کے مثلہ سے منع فرمایا اور پھر فرمایا:

''اے بنی عبدالمطلب کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا دینا۔ اور یہ کہتے پھرو کہ امیر المومنین قتل کر دیئے گئے ہیں۔ سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا، اے حسن رضی اللہ عنہ! اگر میں اس کے وار سے مر جاؤں تو تو بھی قاتل کو ایک ہی وار سے ختم کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہونا چاہیے اور اس شخص کا مثلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے احتراز کرو خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو''۔

قاتل کا انجام اور وصیت کی خلاف ورزی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا ابن ملجم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم ایک اچھا کام کرنے پر آمادہ ہو اور وہ یہ کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں اسے ضرور پورا کروں گا وہ عہد میں نے حطیم کے قریب کیا تھا کہ میں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ضرور قتل کروں گا یا خود اس کوشش میں مارا جاؤں گا اگر تم یہ پسند کرو تو مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ختم کرنے کے لیے چھوڑ دو اور میں تجھ سے اللہ کے نام پر عہد کرتا ہوں کہ اگر میں اسے قتل نہ کروں یا اسے قتل کر کے زندہ بچ جاؤں تو تیرے پاس آ کر تیرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کام کے لیے تجھے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا کہ تو آگ کو اور بھڑکا دے اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے آگے بڑھ کر قتل کر دیا۔ پھر لوگ اس کی لاش کو چپٹ گئے اور اس کی بوٹیاں کر کے آگ میں ڈال دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ:

جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کیا گیا اسی رات برک بن عبداللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے گھات میں بیٹھا تھا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو ان پر تلوار سے حملہ کیا اس کا وار ان کے کولھوں پر پڑا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ

بڑھا کر اسے پکڑ لیا قاتل نے کہا میرے پاس ایک ایسی خبر ہے جس کے سننے سے آپ خوش ہو جائیں گے اور اگر میں آپ سے وہ خبر بیان کر دوں گا تو آپ کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا وہ خبر بیان کرو۔

برک نے جواب دیا آج میرے بھائی نے علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہوگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: کاش! تیرا بھائی ان پر قدرت نہ پاسکے۔

برک: کیوں نہیں۔ اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ جب باہر نکلتے ہیں تو ان کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ساعدی کو طلب کیا یہ ایک طبیب تھا اس نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زخم کو دیکھا تو کہا اے امیر تم دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو یا تو میں لوہا جلا کر اس زخم کی جگہ پر لگا دیتا ہوں یا آپ اسے پسند کر لیں کہ میں آپ کو پینے کے لیے ایک ایسا شربت دوں جس سے آئندہ آپ کے کوئی اولاد نہ ہو۔ کیونکہ تلوار زہر آلود تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگ تو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ رہا اولاد نہ ہونا تو یزید اور عبداللہ انھی دونوں سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ طبیب نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ شربت پلا دیا جس سے وہ شفایاب ہو گئے لیکن آئندہ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں محرابیں تعمیر کرنے کا حکم دیا راتوں کو پہرہ دار متعین کیے اور جس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سجدے میں جاتے تو پولیس کے آدمی ننگی تلواریں لیے ہوئے ان کی حفاظت کرتے۔

خارجۃ ابن حذافہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

اسی رات عمرو بن بکر بھی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گھات میں بیٹھا رہا۔ لیکن صبح کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے نہیں آئے کیونکہ ان کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خارجۃ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا یہ ان کے محافظ دستہ میں تھے اور بنو عامر بن لوی کے خاندان میں سے تھے یہ نماز پڑھانے کے لیے نکلے عمرو بن برک نے انھیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تمام لوگ عمرو رضی اللہ عنہ کو اس طرح سلام کر رہے تھے جیسے حاکم کو سلام کیا جاتا ہے۔ عمرو بن برک نے پوچھا یہ کون شخص ہیں لوگوں نے جواب دیا یہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

عمرو بن برک: تو پھر میں نے کسے قتل کیا ہے۔

لوگ: خارجۃ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو۔

عمرو بن برک: اے فاسق (یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) خدا کی قسم! میں نے تو تیرے علاوہ کسی کا ارادہ نہ کیا تھا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ہاں تو نے میرا ارادہ ضرور کیا تھا لیکن اللہ نے تو خارجہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ کیا تھا۔

اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کیا۔ جب اس واقعہ کی خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

وَ قَتلٌ وَّ اَسبَابُ المَنَایَا کَثِیرَۃٌ مَنِیَّۃُ شَیخٍ مِّن لُوَیِّ ابنِ غَالِبٍ

ترجمہ: ''قتل تو ایک ہی ہوا ہے اگر چہ موت کے اسباب بہت سے ہیں موت تو صرف لوی بن غالب کے شیخ کی آئی ہے۔

فَیَا عَمرٌو مَهلًا اِنَّمَا اَنتَ عَمُّهٗ وَ صَاحِبُهٗ دُونَ الرِّجَالِ الاَقَارِبِ

ترجمہ: اے عمرو رضی اللہ عنہ ذرا ٹھہر جا تو بھی تو خارجہ رضی اللہ عنہ کا چچا ہے اور دیگر رشتہ داروں کو چھوڑ کر اس کا دوست ہے۔

نَجَوتَ وَ قَد بَلَّ المُرَادِیُّ سَیفَهٗ مِنَ ابنِ اَبِی شَیخِ الاَبَاطِحِ طَالِبِ

ترجمہ: تو نے تو قتل سے نجات پالی اور مرادی نے اپنی تلوار کو مکہ کے سردار ابو طالب کے بیٹے کے خون سے تر کر لیا ہے۔

وَ یَضرِبُنِی بِالسَّیفِ اٰخِرُ مِثلَهٗ فَکَانَت عَلَینَا تِلکَ ضَربَۃً لَا زِبِ

ترجمہ: اس کے دوسرے بھائی نے بھی تلوار ی ماری لیکن ہم پر یہ تلوار اچٹتی ہوئی پڑی۔

وَ اَنتَ تُنَاغِی کُلَّ یَومٍ وَ لَیلَۃٍ بِمِصرِكَ بَیضًا کَالظِّبَاءِ السَّوَارِبِ

ترجمہ: لیکن تو دن رات مصر میں ہرنیوں کی طرح چوکڑیاں بھرتا پھرتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

فَاَلقَت عَصَاهَا وَاستَقَرَّت بِهَا النَّوٰی کَمَا قَرَّعَینًا بِالاِیَابِ المُسَافِرِ

ترجمہ: ''اس نے اپنی لاٹھی ٹیک دی ہے اور جدائی کو قرار مل گیا ہے جس طرح مسافر کی آنکھیں واپسی سے ٹھنڈی ہوتی ہیں''۔

اس کے بعد سوال کیا کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے لوگوں نے جواب دیا بنو مراد کے ایک شخص نے۔انہوں نے اس پر دوسرا شعر کہا۔

فَاِن یَّكُ نَائِیًا فَلَقَد نَعَاهُ غُلَامٌ لَیسَ فِی فِیهِ التُّرَابُ

ترجمہ: ''وہ دور تھا اس کی موت کی خبر ایک لڑکا لے کر آیا۔افسوس! کہ اس کے منہ میں مٹی کسی نے نہ بھری''۔

اس پر حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا کہہ رہی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میں تو (سب واقعات) بھول گئی تھی۔لیکن جب میں بھول جایا کروں تو تم یاد دلا دیا کرو۔

ان کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سفیان بن عبد شمس بن ابی وقاص الزہری لے کر گئے تھے۔

ابن ابی میاس کا مرثیہ:

ابن ابی میاس مرادی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل پر یہ مرثیہ کہا:

وَ نَحنُ ضَرَبنَا لَكَ الخَیرَ حَیدَرًا اَبَا حَسَنٍ مَّامُومَۃٍ فَتَفَطَّرَا

ترجمہ: ''ہم نے تیرے لیے ایک بہتر شخص حیدر رضی اللہ عنہ کو مارا جس کی کنیت ابو حسن رضی اللہ عنہ ہے ہم نے اس کی کھوپڑی پر مارا جس سے اس کی کھوپڑی پھٹ گئی''۔

وَ نَحْنُ خَلَعْنَا مُلْكَهٗ مِنْ نِظَامِهٖ بِضَرْبَةِ سَيْفٍ اِذْعَلَا وَ تَجَبَّرَا

ترجمہ: ہم نے اس کے ہاتھ سے اس کا ملک چھین لیا۔ تلوار کی ایسی مار سے کہ جب وہ بلند ہوتی ہے تو کاٹ کر پھینک دیتی ہے۔

وَ نَحْنُ كِرَامٌ فِي الصَّبَاحِ اَعِزَّةً اِذِ الْمَوْتُ بِالْمَوْتِ اَرْتَدٰى وَ تَاَزَّرَا

ترجمہ: اور ہم صبح کے وقت معزز و شریف تھے کیونکہ موت تو واپس جا چکی تھی"۔

ابن ابی میاس کا دوسرا مرثیہ:

وَ لَمْ اَرَ مَهْرًا سَاقَهٗ ذُوْسَمَاحَةٍ! كَمَهْرِ قِطَامٍ مِّنْ فَصِيْحٍ وَّ اَعْجَمِ

ترجمہ: "میں نے اتنا قیمتی مہر کسی عرب اور غیر عرب کا نہیں دیکھا جیسا کہ قطامہ کا مہر تھا۔

ثَلَاثَةُ الَافٍ وَّ عَبْدٌ وَ قَيْنَةٌ وَ ضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ

ترجمہ: تین ہزار درہم' ایک غلام' ایک باندی اور چمکتی تلوار سے علی رضی اللہ عنہ کی مار۔

فَلَا مَهْرَ اغْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَّ اِنْ غَلَا وَ لَا قَتْلَ اِلَّا دُوْنَ قَتْلِ ابْنِ مُلْجِمِ

ترجمہ: تیرا مہر خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو علی رضی اللہ عنہ سے نہیں بڑھ سکتا اور نہ کوئی قتل ابن ملجم کے قتل سے بڑھ سکتا ہے"۔

ابوالاسود دئلی کا مرثیہ:

اَلَا اَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ ابْنَ حَرْبٍ فَلَا قَرَّتْ عُيُوْنُ الشَّامِتِيْنَا

ترجمہ: "معاویہ بن حرب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچا دو۔ خدا کرے شامیوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔

اَفِيْ شَهْرِ الصِّيَامِ فَجَعْتُمُوْنَا بِخَيْرِ النَّاسِ طُرًّا اَجْمَعِيْنَا

ترجمہ: کیا تم نے ہمیں روزوں کے مہینے میں گھبراہٹ میں ڈالا ہے اس شخص کے ذریعہ جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھا۔

قَتَلْتُمْ خَيْرَ مَنْ رَّكِبَ الْمَطَايَا وَ رَحَّلَهَا وَ مَنْ رَّكِبَ السَّفِيْنَا

ترجمہ: جتنے لوگ سواریوں کے کجاووں اور کشتیوں پر سوار ہوئے تم نے ان میں سب سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے

وَ مَنْ لَبِسَ النِّعَالَ وَ مَنْ حَذَاهَا وَ مَنْ قَرَأَ الْمَثَانِيْ وَ الْمَبِيْنَا

ترجمہ: اب کون چپل پہنے گا اور کون انہیں ٹانکے گا اور کون مثانی اور مبین کی تلاوت کرے گا۔

اِذَا اسْتَقْبَلْتَ وَجْهَ اَبِيْ حُسَيْنٍ رضی اللہ عنہ رَاَيْتَ الْبَدْرَ رَاعَ النَّاظِرِيْنَا

ترجمہ: جب تیرے سامنے ابوحسین رضی اللہ عنہ کا چہرہ آیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چودھویں کا ایک چاند ہے جو دیکھنے والوں کو لبھا رہا ہے۔

لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَيْشٌ حَيْثُ كَانَتْ بِاَنَّكَ خَيْرُهَا حَسَبًا وَّ دِيْنًا

ترجمہ: قریش یہ خوب جانتے ہیں کہ تو ان میں حسب و نسب کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر:

اس میں اختلاف ہے کہ قتل کے وقت آپ کی عمر کیا تھی بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ انسٹھ سال کی عمر میں قتل کیے گئے۔

مصعب ابن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد اٹھاون سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔
بعض رواۃ کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔
ابوزید نے ابوالحسن' ایوب بن عمر بن ابی عمرو کے حوالے سے جعفر صادق کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے اور یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔
عمرو نے یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی' شریک کی سند سے ابواسحاق کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔ (ایک قول ستر سال کا بھی ہے)
ہشام کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ان کی عمر اٹھاون سال کچھ ماہ تھی اور تین ماہ کم پانچ سال تک ان کی خلافت رہی۔ پھر انہیں ابن ملجم نے قتل کیا۔ اس کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو تھا۔ آپ کا قتل سترہ رمضان کو ہوا اور چار سال نو ماہ آپ نے خلافت کی اور ۴۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔
حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں جمعہ کی صبح کو سترہ رمضان ۴۰ھ میں شہید کیے گئے اور دارالامارت میں جامع مسجد کے قریب دفن کیے گئے۔
حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمرو کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شب جمعہ میں زخمی ہوئے۔ اور جمعہ اور ہفتہ کے دن حیات رہے اور یکشنبہ کی رات میں جب کہ رمضان ختم ہونے میں گیارہ راتیں باقی تھیں (یعنی ۱۹/ رمضان ۴۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی)
حارث نے ابن سعد' محمد بن عمر' علی بن عمر ابوبکر السبری' عبداللہ بن محمد بن عقیل کی سند سے محمد بن حنفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ انہوں نے سنۃ الحجاف میں فرمایا یہ ۸۱ھ شروع ہو چکا ہے اور اس وقت میری عمر پینسٹھ سال ہے۔ اس وقت میری عمر میرے والد کی عمر سے بڑھ گئی ہے لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ ان کی قتل کے وقت کیا عمر تھی محمد بن حنفیہ نے جواب دیا تریسٹھ سال۔
حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمر کا قول اسی طرح نقل کیا ہے اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

مدتِ خلافت:

احمد ابن ثابت نے اسحاق ابن عیسیٰ کے ذریعہ ابومعشر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین ماہ کم پانچ سال خلافت فرمائی۔
ابوحارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی۔
ابوزید نے ابوالحسن سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ ایک دن کم یا ایک روز زیادہ تھی۔

حلیہ مبارک:

حارث ابن سعد' محمد ابن عمر' ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ کی سند سے اسحاق ابن عبداللہ بن ابی فردہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی (امام باقر) سے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حلیہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا درمیانہ قد تھا رنگ نہایت گندم گوں تھا آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ بڑا پیٹ تھا۔ لیکن قد ذرا پستگی کی طرف مائل تھا (داڑھی چوڑی تھی اور سر اور داڑھی کے

بال سپید ہو گئے تھے)

نسب وخاندان:

آپ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھا آپ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ اور عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف کے بیٹے تھے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو اسد بن ہاشم ابن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔

ازواج واولاد:

۱۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی فرمائی اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکا جس کا نام محسن تھا پیدا ہوئے محسن کم عمری میں انتقال کر گئے۔ دو صاحبزادیاں یعنی زینب الکبریٰ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد ام البنین بنت حزام سے شادی فرمائی ام البنین ابو المحل بن خالد بن ربیعۃ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب کی والدہ تھیں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے عباس کے علاوہ بقیہ تینوں لڑکے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید کیے گئے۔

۳۔ ایک شادی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی ابن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلۃ بن مالک بن زید مناۃ ابن تمیم سے کی ان سے عبید اللہ اور ابو بکر پیدا ہوئے ہشام بن محمد کا قول ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ طف میں مارے گئے۔ محمد بن عمر کا کہنا ہے کہ عبید اللہ بن علی رضی اللہ عنہ کو مختار ابن ابی عبید نے مذار میں قتل کیا تھا اور محمد بن عمر یہ بھی کہتا ہے کہ عبید اللہ اور ابو بکر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

۴۔ ایک شادی اسماء بنت عمیس سے فرمائی بقول ہشام ابن محمد ان سے یحییٰ اور محمد الاصغر پیدا ہوئے۔ لیکن ان دونوں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں اسماء سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے اور محمد الاصغر بعض مؤرخین کے نزدیک ایک ام ولد سے پیدا ہوئے تھے یہی واقدی کا قول ہے نیز واقدی کہتا ہے کہ محمد الاصغر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل کیے گئے۔

۵۔ ایک زوجہ صہبا تھیں جن کی کنیت ام حبیب تھی یہ ام حبیب ربیعۃ ابن بجیر ابن العبد بن علقمۃ بن الحارث بن عتبۃ ابن سعد بن زہیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم ابن تغلب ابن وائل کی لڑکی تھیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں (ام ولد) یہ ان قیدیوں میں سے تھیں کہ جب حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے عین التمر پر حملہ کیا اور بنو تغلب کو شکست دے کر انہیں قیدی بنایا۔ ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں ان عمر بن علی رضی اللہ عنہ کی عمر پچیاسی سال ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آدھی میراث انہوں نے حاصل کی منبع میں ان کا انتقال ہوا۔

۶۔ آپ کی ایک زوجہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ابن عبد مناف تھیں ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ان سے آپ کے یہاں محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

۷۔ خولہ بنت جعفر ابن قیس ابن سلمۃ بن عبید ابن ثعلبۃ ابن یربوع ابن ثعلبۃ بن الدول بن حنیفۃ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ ان سے محمد الاکبر پیدا ہوئے جنہیں محمد بن الحنفیہ کہا جاتا ہے انہوں نے طائف میں انتقال کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۸۔ ایک زوجہ ام سعید بنت عروۃ ابن مسعود ابن معتب بن مالک الثقفی تھیں ان سے ام الحسن اور رملۃ الکبریٰ پیدا ہوئیں۔

آپ کے اور بھی لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں جن کی ماؤں کے نام ہمیں معلوم نہیں ہو سکے ان کے نام یہ ہیں ام ہانی' میمونہ زینب الصغریٰ' رملۃ الصغریٰ' ام کلثوم الصغریٰ' فاطمہ' امامہ' خدیجہ' ام الکرام' ام سلمہ' ام جعفر' جمانہ اور نفیسہ یہ لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں۔

۹۔ ایک زوجہ محیات بنت امری القیس ابن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم تھیں جو بنی کلب سے تھیں ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں مرگئی واقدی کہتا ہے کہ جب وہ بچی تھی تو مسجد جایا کرتی تھیں لوگ اسے چھیڑنے کے لیے پوچھتے تیرے ماموں کون ہیں تو وہ جواب دیتی کہ وہ ہیں وہ ہیں یعنی کلب (اور کلب کتے کو کہتے ہیں اور ایک خاندان کا نام بھی ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پانچ لڑکوں سے اولاد چلی۔ حضرت حسن' حضرت حسین رضی اللہ عنہما محمد الحنفیہ' عباس بن الکلابیہ اور عمر بن التغلبیہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال:

بصرہ پر آخری سال میں بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عامل رہے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں رواۃ کا اختلاف ہے۔ الغرض تمام صدقات اور لشکروں کا انتظام انہی کے سپرد تھا اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری وقت تک معاون رہے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے کہیں اور تشریف لے جاتے تو اپنی جگہ پر کسی کو نائب کر جاتے جیسا کہ میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرہ کی قضا پر ابوالاسود دؤلی تھے اور یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ بصرہ کی گورنری زیاد کو کس طرح ملی اور کیوں اسے فارس کی جنگ اور خراج کی وصول یابی کے لیے روانہ کیا گیا زیاد وہیں فارس میں قتل کیا گیا اور آخر وقت تک وہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔

بحرین' اس کے قرب وجوار کے علاقہ' یمن اور اس کے سامنے کے علاقہ پر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مامور تھے حتی کہ ان کا اور بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

طائف ومکہ اور ان کے قرب وجوار کے علاقہ پر قثم بن العباس رضی اللہ عنہما عامل تھے۔

مدینہ پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے ایک قول یہ ہے کہ سہل بن حنیف تھے ابو ایوب رضی اللہ عنہ اس وقت تک عامل رہے جب تک کہ بسر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ:

یونس بن عبدالاعلیٰ نے وہب ابن ابی ذئب' عباس ابن الفضل مولیٰ بنی ہاشم' فضل کے حوالہ سے ابن ابی رافع کا یہ قول نقل کیا

ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیت المال کا خزانچی تھا کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے' اور ان کی ایک بیٹی بنی سنوری سامنے آئی تو اسے بیت المال کا ایک موتی پہنے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موتی کو پہچان لیا اور فرمایا اس کے پاس یہ کہاں سے آیا ہے خدا کی قسم اب مجھ پر اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کا پختہ ارادہ کرلیا تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنینؓ خدا کی قسم میں اس اپنی بھتیجی کو خود پہنایا تھا اگر میں نہ دیتا تو یہ کہاں سے حاصل کر لیتی تب حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری نے عبدالسلام ابن حرب اور ناجیۃ القرشی کے اپنے چچا یزید بن عدی ابن عثمان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ہمدان سے نکلتے دیکھا جب باہر نکلے تو دو جماعتیں باہم لڑ رہی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں جماعتوں کے درمیان گھس گئے اور دونوں کو جدا کر دیا ابھی کچھ دور گئے تھے کہ انہوں نے یہ آواز سنی ''کوئی مددگار ہے' کوئی مددگار ہے''۔ جلدی جلدی فوراً ادھر واپس چلے حتیٰ کہ میں آپ کے جوتوں کی آوازیں سن رہا تھا اور فرما رہے تھے تیرے پاس تیرا مددگار آ گیا وہاں جا کر دیکھا تو ایک شخص دوسرے کو چپٹا ہوا تھا آپ کو دیکھ کر ان میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین میں نے اسے یہ کپڑا نو درہم میں فروخت کیا تھا اور یہ شرط کی تھی کہ مجھے بے کار اور کٹے ہوئے درہم نہ دے گا اور اس وقت لوگ یہی شرط لگایا کرتے تھے۔ میں اس کے پاس یہ درہم لے کر آیا تا کہ یہ انھیں تبدیل کر دے اس نے انکار کیا میں نے اس سے اصرار کیا تو اس نے میرے طمانچہ مارا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طمانچہ مارنے والے سے کہا اس کے درہم بدل دے اور دوسرے شخص سے کہا اس بات پر گواہ لاؤ کہ اس نے تمہارے طمانچہ مارا ہے وہ گواہ لے کر آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے فرمایا اس سے قصاص لے لو مظلوم نے جواب دیا اے امیر المومنین میں نے اسے معاف کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تو تیرا حق پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر اس ظالم کے نو کوڑے مارے اور فرمایا یہ حاکم کی جانب سے سزا ہے۔

محمد بن عمارۃ الاسدی نے عثمان بن عبدالرحمٰن الاصبہانی' مسعودی' ناجیہ کو سند سے ناجیہ کے باپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم محل کے دروازے پر مقیم تھے کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہم نے جب انہیں آتے دیکھا تو ان کی ہیبت سے ان کے سامنے سے ہٹ گئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے تو ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ ابھی کچھ دور چلے تھے کہ انھوں نے آواز سنی'' ہے اللہ کے واسطہ کوئی مددگار'' آپ نے دیکھا کہ دو آدمی باہم لڑ رہے ہیں آپ نے دونوں کے سینوں پر ہاتھ مار کر پیچھے ہٹا دیا اور ان دونوں سے فرمایا ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ۔

ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا امیر المومنین اس نے مجھ سے ایک بکری خریدی تھی اور شرط یہ تھی کہ یہ مجھے خراب اور ردی درہم نہ دے گا لیکن اس نے مجھے ایک کھوٹا درہم دیا ہے میں نے اسے وہ درہم واپس کیا تو اس نے مجھے طمانچہ مارا۔

آپ نے دوسرے سے سوال کیا تم کیا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے آپ نے اس سے فرمایا اچھا پہلے اپنی شرط پوری کرو۔ جب شرط پوری ہوگئی تو طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے کہا اس سے قصاص لے لو۔ مظلوم نے سوال کیا کیا قصاص لوں یا معاف کر دوں آپ نے فرمایا اس کا تجھے اختیار ہے الغرض اس ظالم کو معاف کر دیا گیا جب وہ وہاں سے کچھ دور چلا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا اسے پکڑ کر یہاں لاؤ لوگ اسے پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے آپ نے

اس کی پشت پر اسی طرح کوئی چیز رکھ دی جیسے لکھنے پڑھنے والے بچوں کی پشت پر رکھی جاتی ہے (یعنی کان پکڑوا کر اوپر سے پشت پر کوئی چیز رکھ دی) پھر اس کو نو کوڑے مارے اور فرمایا یہ اس شخص کی ہتک عزت کی سزا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ابن سنان اقزار نے ابو عاصم' سکین بن عبدالعزیز حفص بن خالد کی سند سے ابو خالد بن جابر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔

تم نے رات ایک شخص کو قتل کر دیا ہے ایسی رات جس میں قرآن نازل ہوا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے' جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوشع علیہ السلام ابن نون شہید کیے گئے خدا کی قسم جو لوگ پہلے گزرے ہیں وہ بھی علی رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں لشکر دے کر روانہ فرماتے اور جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ان کے دائیں بائیں ہوتے خدا کی قسم نہ انھوں نے کچھ سونا چھوڑا ہے اور نہ کچھ چاندی چھوڑی ہے صرف آٹھ سو یا سات سو درہم اپنے خادم کے لیے چھوڑے ہیں۔

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوق
۲] علامہ مجلسی
۳] علامہ اکبر حسین
۴] علامہ سید علی نقی
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا احمد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید جوہر حسین
۱۲) بیگم و مرزا وحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید غلام حسین زیدی
۱۶) سیدہ ہما زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا محمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) غلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم
۳۷) محمد علی
۳۸) غلام سجاد بخش
۳۹) بیگم و سید شمشاد حسین